


مؤسس

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشہ مفسرِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

# فائل 2020ء
# جنوری تا اکتوبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش **تاج الشریعہ فاؤنڈیشن**

Taaj-al-Shari'ah Foundation Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

FAIZANE TAJUSHSHARIAH JARI RAHEGA

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتئ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

**Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti**

# Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

**Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.**

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

# Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

**www.muftiakhtarrazakhan.com**

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

JANUARY-2020 Rs. 25/-

جمادی الاوّل ۱۴۴۱ھ / جنوری ۲۰۲۰ء

جانشینِ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیرِ اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

احسن العلما اور اعلیٰ حضرت

حجۃ الاسلام کی صحافتی خدمات

سیدینی جلسے اور نااہل خطبا

طلاق طلاق طلاق! ہزار بار توبہ

احکام جنازہ

- بابری مسجد اور مسلمان
- ایمان، کفر اور تکفیر
- احترام نبوت اور امام احمد رضا
- رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
- سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ! کتنا مثبت کتنا منفی
- معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے



مُدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

**بیادگار** امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز اہل سنت کا عظیم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۱
Issue No. 1
Vol. 55 جلد نمبر ۵۵

جمادی الاول
۱۴۴۱ ہجری
جنوری ۲۰۲۰ء

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپیے
سالانہ ۳۰۰ روپیے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپیے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**Contact Address**
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

**Email:**
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**رابطہ کا پتہ**
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ / سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ / سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ● | حجۃ الاسلام کی صحافتی خدمات | عبد الرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| ● | احکام جنازہ | مفتی صابر القادری فیضی | ۱۳ |
| ● | طلاق طلاق طلاق! ہزار بار توبہ | حافظ محمد ہاشم قادری | ۱۷ |
| ● | یہ دینی جلسے اور نااہل خطبا | مولانا محمد احمد رضا مصباحی | ۲۰ |
| ● | احسن العلما اور اعلیٰ حضرت | مفتی ولی محمد رضوی | ۲۳ |
| ● | احترام نبوت اور امام احمد رضا | مولانا ملک الظفر سہسرامی | ۲۶ |
| ● | امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات | مفتی شمشاد حسین بدایونی | ۳۵ |
| ● | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۳۹ |
| ● | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۴۳ |
| ● | معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے | دختر مفتی عبد المالک مصباحی | ۴۸ |
| ● | شہریت ترمیمی بل! دستور ہند بدلنے کی مذموم کوشش | مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی | ۵۰ |
| ● | سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ! کتنا مثبت کتنا منفی | مولانا ملک المظفر سہسرامی | ۵۳ |
| ● | بابری مسجد اور مسلمان | مولانا انیس عالم سیوانی | ۵۴ |
| ● | رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی | دختر مفتی عبد المالک مصباحی | ۵۵ |
| ● | عید میلاد النبی پر راشن کٹ کی تقسیم | نوری مشن مالیگاؤں | ۵۷ |
| ● | قاری افتخار احمد کی رحلت | مولانا غلام خیر الوریٰ | ۵۷ |
| ● | مولانا سلیم اکرم کا وصال | مولانا تحسین رضا قادری | ۵۷ |
| ● | چھوڑ کر دردنیا، چل دیئے جان شبیر | مولانا سلمان رضا فریدی | ۵۸ |
| ● | اہل حق مشکلوں میں پلتے ہیں | مولانا سلمان رضا فریدی | ۵۸ |


مشمولات

ہندوستان ہمارا ملک ہے، ہم نے اس کے لئے قربانیاں دی ہیں، حکومت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی: قائد ملت

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

# حجۃ الاسلام کی صحافتی خدمات

## ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے حوالے سے

اداریہ

**دین** متین کی تبلیغ وترسیل کے تین طریقے مشہور ومعروف ہیں: تقریر، تدریس اور تحریر! ان میں سے ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، تاہم تحریر کا اثر دیرپا ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ گیر بھی ہوتا ہے، اس کے ذریعہ نسلاً بعد نسلٍ اور عصراً بعد عصرٍ دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دی جاسکتی ہے، کسی بھی مذہب وملت کی آفاقی ترقی میں اس کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں اور کتابوں کا بڑا ہی اہم رول ہوتا ہے، ہر دور میں اس کی اہمیت مسلم رہی ہے، دنیا کا کوئی بھی دانش مند اس کی افادیت سے انکار نہیں کرسکتا، اس کی ازبس اہمیت کا اندازہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کے اس قول سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

"حمایت مذہب اور ردّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں........

آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچتے رہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ۱۲/ ۱۳۳]

امام اہل سنت کے اس ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ تحریر چاہے کتب ورسائل کی شکل میں ہو، پمفلٹ اور پرچوں کی صورت ہو یا اخبارات وجرائد کے پیکر میں، کما حقہ تبلیغ وترویج اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر تحریر کا اپنا ایک خاص مقصد ومحور اور ایک مخصوص پس منظر ہوتا ہے، جو حالات اس تحریر کے محرک وداعی ہوتے ہیں جب تک وہ برقرار رہتے ہیں، تب تک اس کی اہمیت کا ستارہ بام عروج پر ہوتا ہے اور جیسے ہی حالات کروٹ بدلتے ہیں، وہ تحریر بھی اپنی اہمیت وافادیت کھودیتی ہے۔

یعنی کچھ تحریریں وقتی حالات کے پیش نظر معرض وجود میں آتی ہیں، اس لئے ان کی اثر پذیری بھی ایک خاص وقت تک محدود رہتی ہے جبکہ کچھ تحریریں ایسی سدا بہار ہوتی ہیں جو اگرچہ کسی خاص مقتضائے وقت کے بطن سے جنم لیتی ہیں لیکن ان کا دائرۂ اثر صدیوں تک محیط رہتا ہے، جن کی اہمیت وافادیت کی بھینی بھینی خوشبو زمان ومکان کی سرحدیں پھلانگ کر صدیوں تک انسانیت کے مشام جاں کو معطر ومستفید کرتی رہتی ہے، اُنھیں حالات کے کسی بھی تناظر میں دیکھا جائے اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر ملاحظہ کیا جائے، ایسا لگتا ہے گویا یہ تحریریں اِنھیں حالات وواقعات کو سامنے رکھ کر سپرد قلم کی گئیں ہیں۔

مختصر یہ کہ تحریر کی اہمیت وافادیت صدیوں تک برقرار اور فیض بار رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور مبلغین اسلام نے دیگر طرق تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریر کو بھی ایک مؤثر ذریعۂ تبلیغ کے طور پر اپنایا اور اس سلسلے میں کتب ورسائل کا ایک بڑا ذخیرہ ہمیں عطا فرمایا ہے۔

حجۃ الاسلام نے تقریر، تدریس اور تحریر یعنی تینوں طرق تبلیغ بروئے کار لاکر مذہب وملت کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دیا ہے، جہاں آپ نے اپنی تقریر پرتنویر سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا اور قلب وجگر میں بس جانے والی اپنی تدریس سے ہزاروں علما وفضلا پیدا کرکے قوم وملت کے حوالے کئے، وہیں اپنی معرکۃ الآراء اور دل نشیں تحریر کے ذریعہ اسلامیان ہند کے ایمان واسلام کی حفاظت وصیانت کا بے مثل کارنامہ انجام دیا ہے، آپ کے فتاویٰ، آپ کے کتب ورسائل اور آپ کی نظم ونثر کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ آپ تحریری اور صحافتی میدان کے بھی شہسوار ہیں۔

۱۳۴۵ ہجری میں آپ کی زیر سرپرستی "ماہنامہ یادگار رضا" بریلی شریف کا اجرا ہوا، جس کی ادارت کی ذمہ داری حضرت علامہ مفتی قاضی احسان الحق صاحب نعیمی کو تفویض کی گئی، اس رسالہ

کا پہلا شمارہ ربیع الاوّل شریف کے مبارک و مسعود مہینے میں منصۂ شہود پر آیا۔

یادگار رضا کے افتتاحی شمارے کو منظر عام پر لانے کے لئے ماہ ربیع الاوّل شریف کا انتخاب کر کے ذمہ داران ادارہ نے یہ پیغام دے دیا کہ جس طرح اس بابرکت مہینے میں اس خاکدان گیتی پر رونق افروز ہونے والے محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کو کفر و شرک، جنگ وجدال اور جہالت ورذالت سے نجات عطا فرما کر امن و آشتی کا گہوارہ بنا دیا، اسی طرح یہ رسالہ بھی احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دینے کے لئے ظہور پذیر ہوا ہے۔

یادگار رضا کے دوام وبقا کے لئے حضور حجۃ الاسلام نے فی البدیہہ یہ چار مصرعے فصیح و بلیغ عربی میں ارشاد فرمائے جو ”کلمات طیبات“ کے عنوان سے رسالہ کے صفحہ نمبر ۲ر پر اشاعت پذیر ہوئے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

هَا مُبَسْمِلاً وَّ مُحَمْدِلاً وَّ مُسَبْحِلاً وَّ مُهَلِّلاً
وَ مُحَمِّدًا وَّ مُصَلِّيًا وَّ مُسَلِّمًا وَّ مُحَوْقِلاً
وَ مُجَعْلِفًا وَّ مُدَمْعِزًا وَّ مُطَلْبَقًا هَا مُجَلَّةً
رَضَوِيَّةً حَسَنًا تَهَا بَرَكَاتُهَا فَتَقَبَّلاً

نیز آپ کے شہزادۂ اکبر مفسر اعظم حضرت علامہ مفتی ابراہیم رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز نے ”خیر مقدم“ کے عنوان سے ایک شاہکار نظم قلم بند فرمائی، یہ نظم بھی پہلے شمارے کے صفحہ نمبر ۲ر پر ہی موجود ہے:

مجلہ کہ ایدون بدیساں برآمد
بایزد کہ ارمان ارماں برآمد

بعلم کلام آمدہ ماتریدی
بفقہ حنیفی چوں نعماں برآمد

بہ بزم روایت زانوار سنت
بمصباح مشکوٰۃ ایمان برآمد

صلائے تعرف صدائے تصوف
بگوش حقیقت نیوشاں برآمد

نشیدی حجازی بہ کلبام بلبل
سرودے زکلبانگ مستاں برآمد

بشعر و سخن بلبلے خوشنوا
بصحن گلستاں غزلخواں برآمد

زلازل دراجدات نجدی فتادہ
زاجساد وہابیہ جاں برآمد

خوشا نسخۂ از اشارات حکمت
شفائے دل وراحت جاں برآمد

بیاد رضا یادگار رضا
تسلی دہ درد ہجراں برآمد

براہیم چوں خرد را داد جنبش
غریو از ہزبرے نیستاں برآمد

رسالہ ملاحظہ فرما کر حضور ملک العلما حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری نے ان الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:

”مکرمی جناب نواب سعید احمد خاں صاحب ناظم جماعت مبارکہ زید مجدہم..................... السلام علیکم

رسالہ مبارکہ یادگار رضا کے مطالعہ سے مشرف ہوا، جس درجہ قابل قدر کام کی طرف جناب نے توجہ فرمائی، بیان سے باہر ہے جزاکم اللہ تعالیٰ، مولیٰ تعالیٰ اس رسالہ کو مسلمانوں خصوصاً سنیوں خصوصاً رضویوں کے لئے مفید بنائے اور ان کے دلوں کو اس کی خریداری و مطالعہ کی طرف مائل کرے، آمین۔“ [یادگار رضا، جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۲۸]

رسالے کے مضامین کی نوعیت کیا ہوگی، قلم کار کیسے ہوں گے، اس کا علمی منہج اور اس کی اخلاقی روش کیا ہوگی؟ اس تعلق سے یادگار رضا کے اولیں شمارے کے قانونی صفحہ پر ”اغراض و مقاصد رسالہ“ کے ضمن میں یہ الفاظ درج ہے:

”اسلام کی حمایت، مذہب اہل سنت کی نصرت، مخالفین کے جواب مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اصلاح۔“ [ص ۱]

پھر ”خصوصیات“ کے ذیل میں یوں تحریر ہے:

""(۱) مضامین معتمدین علمائے اہل سنت اور بہترین اہل قلم کے درج کئے جائیں گے۔(۲) زبان کے حسن ولطافت کا خاص لحاظ رہے گا۔(۳) ہر مسئلہ پر سنجیدگی اور متانت سے محققانہ بحثیں ہوں گی۔(۴) مبالغہ اور افراط وتفریط سے اجتناب لازم ہوگا۔"" [ص۱]

اس اجمالی وضاحت سے رسالہ کے پاکیزہ مقاصد اور اس کے اعلیٰ ترین معیار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مزید مدیر رسالہ حضرت علامہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اپنے پہلے اداریے میں رسالہ کے اغراض و مقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

""اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام مبارک کا کتب و رسائل کی شکل میں شائع کرنا اور طلب گاروں تک پہنچانا، یہ کام تو آج تک جماعت (رضائے مصطفیٰ) انجام دے رہی ہے مگر آستانۂ مبارکہ کی اطلاعات اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے پاکیزہ حالات جو رضویوں کے لئے راحت روح اور تسکین قلب ہیں، ان کا کوئی انتظام نہ تھا۔

اس فقیر نے اس کا احساس کیا اور چاہا کہ ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس سے وابستگان دامن اعلیٰ حضرت قدس سرہ دور افتادگی میں بھی آستانہ کے حالات سے بے خبر نہ رہیں، مسلسل طور پر ماہ بماہ ان کو یہاں کے حالات کی اطلاع مل جایا کرے اور آستانۂ مبارکہ سے ایک ماہوار رسالہ پہنچ کر ان کی تسکین خاطر کرے، مہینہ بھر تک اس سے اپنے آقا کے دیار کی خبروں کے مزے لیا کریں اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا کریں، عقیدت کے جذبات سے سینوں پر رکھا کریں، شوق کے عالم میں زبان حال سے پوچھا کریں: اے نامۂ محبوب تو کس کی یادگار ہے، کہاں سے چلا ہے، کیا دل آویز خوشبوؤں میں بسا ہے، کیسی روح افزا تجلیاں لایا ہے، کس کی خبریں سناتا ہے، تیرے پاس کیسے کیسے انمول موتی ہیں، اسلامی حمایت کے لئے تیرے دست و بازو کیسے چست ہیں، خدمت دین میں تیری کمر کس مضبوتی سے بندھی ہے، اے میدان کے مرد! دین کے حامی! میری آنکھوں میں آ، دل میں سما، تو میرا رفیق جان ہے، محبوب (اہل) ایمان ہے۔

شاباش خدا تجھے زندہ سلامت رکھے، دن دونی رات چوگنی ترقی ہو، تو ٹوٹے دل کا سہارا ہے بے کس کا انیس ہے، مرحبا مرحبا، ایک عاشق، محبوب کی خبر لانے والے کی جو قدر کرتا ہے، کاغذ کے صفحات پر اس کا پورا نقشہ کھینچا نہیں جا سکتا ہے، میری اس خدمت کی قدر دانی وہی لوگ کرسکیں گے جن کا دل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے بندھا ہوا ہے۔

آستانہ کی حاضری کے زمانہ میں بہترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اور نفیس ترین ہدیہ جو رضوی احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ماہوار رسالہ یادگار رضا ہے، مجھ سے جو ہو سکا، میں نے اپنی خدمت انجام دی، جماعت مبارکہ نے اپنی سعئ بے دریغ خرچ کی آپ کو آپ کے آقا کی خدمت سے بہرامند ہونے کے لئے زر کثیر صرف کیا، اب آپ کی ہمت ہے، آپ کا حوصلہ ہے، آپ کی اولوالعزمی ہے، آپ کے جذبات محبت کو دیکھنا ہے کس عظمت واحترام سے، کس قدر دانی اور محبت سے، کس خاطر و مدارت، کس اخلاص وعقیدت سے آپ ایسے پیارے مہمان کی میزبانی کرتے ہیں۔"" [ص۴-۵]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی زیر ادارت دنیائے صحافت میں قدم رکھنے والے اس رسالہ کے ""بچپنے کی چھبن"" دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اپنے وقت کے مایہ ناز اہل قلم نے اپنے قلمی رشحات سے اس کی آبیاری کی، معتبر اہل فن نے اپنے فن پاروں سے اس کی زلفیں سنواریں اور قابل ترین صاحبان علم و دانش نے اپنے بصیرت افروز زرنگاری سے اس کی نوک پلک درست کی۔

اس رسالے کے مستقل قلم کاروں اور کالم نگاروں میں حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، ملک العلما، برہان ملت، استاذ زمن، مفسر اعظم ہند، حضرت علامہ سید اولاد رسول سید محمد میاں مارہروی، حضرت علامہ قاضی احسان الحق نعیمی، حضرت علامہ مفتی ابو المعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری، حضرت مولانا ابو الفرح محمد

علی آنولوی، حضرت مولانا تقدس علی خاں بریلوی، نبیرۂ حافظ الملک حضرت مولانا نواب وحید احمد خاں بریلوی ایل ایل بی، حضرت مولانا عبدالعزیز خاں، حضرت مولانا عرفان علی بیسل پوری، حضرت مولانا ہدایت یار خاں قیس رام پوری، حضرت مولانا محمود جان جام جودھپوری، ابوالحسنات حضرت مولانا حکیم سید محمد احمد الوری، حضرت مولانا ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ جلال پوری، حضرت مولانا مفتی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی، حضرت مولانا محمد شمس الدین اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا سید حبیب احمد مدنی تلہری ایڈیٹر: المجد د، بریلی شریف، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی، حضرت مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری، نواب حامد علی خاں اشرفی بریلوی، حضرت مولانا سید محمد آصف کان پوری، حضرت مولانا لطیف الدین صاحب فرنگی محلّی، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مالیگاؤں، عالی جناب بدر الدین صاحب گوجرانوالہ پاکستان جیسے حامیان اسلام، صاحبان فکر وفن اور دانشوران قوم وملت شامل تھے۔

حضرت قاضی صاحب کی زیر ادارت یادگار رضا کے صرف تین شمارے ہی منظر عام پر آئے تھے کہ کسی ناگزیر صورت حال کے سبب آپ اس کی ادارت سے سبکدوش ہو گئے، اس کے بعد ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۵ ہجری میں یہ رسالہ ابوالمعانی حضرت علامہ مفتی محمد ابرار حسن صدیقی صاحب تلہری کی زیر ادارت آ گیا جبکہ نائب مدیر کی حیثیت سے حضرت علامہ ابوالفرح محمد علی حامدی آنولوی کی خدمات حاصل کی گئیں، حضرت صدیقی صاحب اپنے پہلے اداریئے میں یوں رقم طراز ہیں:

"مجھ سے پیشتر یادگار رضا کی قلمی خدمات کے لئے محترمی حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ کا انتخاب ہوا تھا، بلکہ یادگار رضا کا افتتاح انھیں کے دست ادارت سے ہوا، قاضی صاحب کے عہد میں یادگار رضا نے اپنی جو حیثیت قائم کی اور انھوں نے یادگار رضا کو جس سطح تک پہنچایا اور اپنا دورۂ ادارت جس خوش اسلوبی سے پورا کیا، یہ جملہ امور ارباب نظر پر مخفی نہیں، میرے نزدیک قاضی صاحب کا یہ کمال ہی قابل تحسین ہے کہ وہ گو یادگار رضا کو اوج کمال تک اس زمانۂ قلیل میں نہ پہنچا سکے مگر یہ کام بھی کیا کم ہے کہ انھوں نے اس کی فضائے ارتقا کو زوال پذیر نہ ہونے دیا، اس حقیقت کا اعتراف قرین انصاف ہے کہ قاضی صاحب کو یادگار رضا سے خلوص اور اس کی خدمات کی انجام دہی میں گونہ دلچسپی تھی، ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ جلد از جلد یادگار رضا کو معراج ارتقا پر گامزن دیکھتے مگر افسوس کہ ان کی یہ آرزو دائرۂ تمنا سے نکل کر سرگرم عمل نہ ہو پائی تھی کہ دفعۃً ان کے ذاتی اور خاندانی علائق نیز ان کی علالت نے ان کو مجبور کر دیا، ان میں اس ودیعت کی بار برداری کی تاب نہ رہی، اِدھر تو ان کی مجبوریوں نے ان کو اس اہم اور ضروری خدمت سے بے نیاز کیا اور اُدھر کاتب قدرت نے ان پر حکم معذوری نافذ فرما دیا، یہ زمانہ یادگار رضا کے لئے نہایت ہی نازک اور پر آشوب تھا اور اس کو خدمات قلمی کی سخت احتیاج! بالآخر ارباب حل وعقد نے مجھ کم مایہ اور قلیل البضاعت کو اس گنجینۂ علم وخرد کا کلید بردار بنایا اور ودیعت ادارت میرے سپرد کر دی۔" [ص ۳-۴]

مدیر ثانی حضرت علامہ ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری علیہ الرحمہ ایک نالغ نظر اہل قلم اور نبض شناس صحافی تھے، آپ کی نوک قلم سے نکلے اس ادبی شہ پارے کو ملاحظہ فرمائیے اور یہ اندازہ لگائیے کہ رسالہ کا ادبی معیار کس بام عروج پر فائز تھا:

"اے گل اور اے پھول یہ تیری نرم نرم پتیاں، تیرا ہلکا ہلکا رنگ تیری بھینی بھینی خوشبو مجھے مست وسرشار کئے دیتی ہے، اُف تیری نرم نرم نازک پتیوں میں کس بلا کی رعنائی ہے، تیرا ہلکا ہلکا رنگ کس قدر جاذب روح ہے، تیری بھینی بھینی اور دل فریب خوشبو کس درجہ مشام نواز ہے، اے مجسمۂ حسن! اے رعنا گل! تجھے دیکھ کر مجھ پر ایک کیف ساطاری ہے، میرا دل وجد کرتا ہے اور میرے جذبات معنوی میں ایک طلاطم برپا ہے، میں تجھے دیکھتا ہوں اور میرا طاؤس روح فرط ذوق میں رقصاں ہے، اے نوائے باصرہ نواز گل اور اے

شامہ نواز پھول! آ آ اور میری مشام نوازی کر، آ اے گل! اپنی مشک باریوں، اپنی عطر بیزیوں اور اپنی عنبر افشانیوں سے میری مرتعش روح کو سکون مطلق کی نوید جانفزا دے۔

اے سبز پتوں میں منہ چھپانے والے گل! اور اے سبز چلمن کی آڑ سے جھانکنے والے پھول! آ آ میرے سامنے بے حجابانہ آ اور مجھے محروم طرب نہ رکھ، تیری ہر ہر جنبش کی وجد آفریں کیفیات مجھے تڑپا رہی ہیں، تو اے شاخ پرخار پر صبا کے جھونکوں سے عالم کیف میں لُوٹنے والے پھول! کہیں نوک خار تیرے لطیف اور نازک جسم کو مجروح نہ کر دے۔

آ آ اے گل آ میں تجھے اپنے غنچۂ دل میں رکھ لوں لیکن اُو گل! تو گریۂ شبنم پر کھل کھلا کر نہ ہنس اور محو وارفتۂ حسن صنعت کو خندۂ دندان نما سے وقف اضطراب نہ کر، اے پیارے اور اے خوشنما گل! تو اپنے اس وقت کو یاد کر جب کہ تو اسرار قدرت کا ایک سربستہ غنچہ تھا، تو پیکر حیا تھا، تیرے تبسم میں دوشیزگی کی ایک شان تھی اور تو خود ایک دوشیزہ تھا، دیکھ اُو خودنما گل! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تیرا خندۂ بیجا تیری ساری رعنائیوں کو پامال فنا نہ کر دے۔'' [جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۳]

یہ رسالہ بیک وقت مذہبی بھی تھا اور ادبی بھی، تاریخی بھی تھا اور معاشرتی بھی، اس کے مضامین مذہبی تقدس، تاریخی موشگافی، معاشرتی خوشبو اور ادبی چاشنی سے لبریز ہوا کرتے تھے، اس کے مضامین حسن انتخاب کا بے مثل نمونہ ہوتے تھے، اس کے ہر مضمون پر مدیر کی مدبرانہ، ناقدانہ اور ذمہ دارانہ نظر ہوتی تھی، ایک موقع پر اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ یادگار رضا کی طرف برادران اہل سنت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے صدر دفتر سے رسالہ یادگار رضا زیر سرپرستی حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری سجادہ نشین آستانۂ رضویہ ہر قمری ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے، کارپردازان رسالہ نے یادگار رضا کو حسن ظاہری سے عروس نوبنانے میں سعی بلیغ کے صرف میں کوتاہی نہیں کی، یادگار رضا میں اکابر علمائے کرام اور مشاہیر قوم کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں جو دینی، مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی معلومات سے بھرپور ہوتے ہیں۔

لکھائی، چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب ہے، سرورق پر مدینہ طیبہ کا عکس نقشہ رسالہ کی رونق دوبالا کرتا ہے، سالانہ چندہ مبلغ ۳؍روپئے ہے، ہم اپنے تمام حضرات اہل سنت ناظرین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ترجمان کی خریداری سے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔'' [ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، بابت ۶؍اگست ۱۹۲۸ء، نمبر ۷، جلد ۶۶؍ص ۱۵]

یادگار رضا نے ایک ایسے حوصلہ شکن ماحول میں اپنی آنکھیں کھولیں، جس ماحول میں اکثر رسالے زمانے کی بے اعتنائیوں کے زخم کھا کھا کر دم توڑ دیتے ہیں، یہ امام احمد رضا کی زندہ کرامت اور حجۃ الاسلام کی فیض بار سرپرستی کا کرشمہ ہی تھا کہ ایسے صبر آزما اور سخت ترین حالات میں یادگار رضا نے جنم لے کر نہ صرف اپنی زندگی بچائی بلکہ نت نئی ترقی کی شاہراہیں طے کرتے ہوئے بام عروج پر اوج ثریا سے آنکھیں بھی چار کیں۔

چنانچہ یادگار رضا کے مدیر دوم ابوالمعالی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن تلہری قدس سرہ العزیز اپنے ایک اداریئے میں یوں رقم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یادگار رضا نے جس وقت سے اس خاکدان عالم میں قدم رکھا اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک بلا کسی ناگوار تعویق و تاخیر کے برابر دور افروز ہے اور عالم امکان کی تشنہ سرور محافل و مجالس میں قابل ستائش اور غیر معمولی استقلال کے ساتھ اپنی صہبا چکاں اور کیف آگیں مضامین سے ارباب ذوق کو دعوت طرب دے رہا ہے، اس موقع پر اس حقیقت کا اظہار بے جانہ ہوگا کہ اس مجلۂ علمی کو جن جن صبر آزما اور حوصلہ شکن حوادث سے دوچار ہونا پڑا، اس پر جیسے جیسے باد مخالف کے جھونکے آئے، بجلیاں گریں، ان ناخوش گوار اثرات کی شعلہ فشانیوں اور آتش سامانیوں

اداریہ

سے اس نونہال علمی کے قلب نازک کا متأثر ہو کر اس کی مستانہ خرامی کا کچھ زمانہ کے لئے محوِ سکون ہو جانا کچھ مستبعد نہ تھا مگر اس گلشن عالم کے مالک و خالق کے ابحار کرم کی تموج آفرینیوں کے صدقے کہ جن کی لاتعداد آبیاریوں نے اس نہال نو دمیدہ میں روح نو پھونک کر نہ صرف اس زمانۂ قلیل میں اس کو فضائے ارتقا کی جانب مائل پرواز کر کے سطحۂ ارتقا پر محوِ جلوہ آرائی کیا بلکہ اس کی متزلزل بیخ و بنیاد کو وہ استحکام بخشا کہ اب بتوفیقہ تعالیٰ یادگار رضا ان ناخوش گوار بادِ مخالف کے جھونکوں کو موجِ صبا تصور کر کے ان کے ساتھ خوش فعلیاں کرنے کے لئے تیار ہے۔

یہ امر یادگار رضا کے لئے مایۂ صد نازش و افتخار ہے کہ ہنگام آغاز سے اس وقت تک باوجودیکہ ناظرین یادگار رضا میں ارباب ذوق اور اہل علم حضرات کی کمی نہیں مگر پھر بھی ہندوستان کے کسی گوشہ اور کسی چپہ سے یادگار رضا کی کسی بے اعتنائی کی آواز نہ اٹھائی۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ یادگار رضا کا یہ دورِ حیات انتہائی صبر آزما اور سخت ترین دور تھا نیز بمقتضائے کم سنی و کم عمر جس طرح کہ ایک کم سن مگر مشاہد رعنا سے کہ ادائے استغنا جس کے حسن خداداد کی ایک جزو لاینفک ہوا گرچہ اس مجسمۂ رعنائی کی بدر سیما پیشانی پر قلم قدرت نے حرف وفا منقوش ہی کیوں نہ فرمادیا ہو، مگر حرماں نصیب ارباب وفا کو ایک محدود زمانہ تک محروم طرب رکھ کر آتش ہجر میں شعلۂ اشتیاق بھڑکانے اور ان کی ساری توجہات کو اپنے اندر جذب کر کے عقد موانست مستحکم کرنے کی خاطر ارتکاب بے اعتنائی ایک امر لازمی ہے۔

اس طرح یادگار رضا سے کسی بے اعتنائی کا صدور قرین عقل اور ممکن الوقوع تھا مگر یہ امتیاز خصوصی یادگار رضا اور صرف یادگار رضا ہی کو حاصل ہے کہ اس مجسمۂ وفا نے اس کم سنی میں اس حوصلہ شکن اور سخت ترین دورِ حیات میں ارتکاب بے اعتنائی کے بدنما داغ سے اپنے دامن کو ملوث نہ ہونے دیا اور اہل ذوق کو ایک لمحہ کے لئے بھی محروم طرب نہ رکھا، یادگار رضا کی اس دل کش ادا نے نہ صرف ان حضرات ہی کے قلوب کو دعوت تسخیر نہ دی کہ جن کو یادگار رضا سے گونہ تعلق ہے اور جن کی خدمت میں یادگار رضا کو ہر ماہ باریابی کا فخر حاصل ہے بلکہ اس کی دل فریب اور جاذب توجہ ادا پر اغیار واجانب بھی بے اختیار لوٹ گئے۔"

[یادگار رضا بریلی شریف، بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ، نمبر ۱۱، جلد ۱، ص ۳-۴]

یادگار رضا کے مضامین گواہ ہیں کہ کہ اس اپنے دور کے ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مذہب اسلام پر ہونے والے اہل باطل کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا، چنانچہ جب شردھانند آریہ اور دیانند آریہ نے اسلام، قرآن اور مسلمانوں پر اعتراضات کا طوفانی حملہ کیا تو یادگار رضا نے "دیانند آریہ، ستیارتھ پرکاش کے قرآن پاک پر اعتراض اور ان کے جواب" جیسے مضامین کے ذریعہ ان کا ردِ بلیغ کیا اور جب قربانی اور گوشت خوری پر حملہ ہوا تو "اسلام اور قربانی، انسانی فطرت اور گوشت خوری" جیسے حقائق پر مبنی مضامین کے ذریعہ یادگار رضا نے اسلام کا دفاع کیا اور جب اسلام پر یہ الزام عائد کیا جانے لگا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے تو یادگار رضا نے "اسلام اور تلوار" جیسے بصیرت افروز مضامین کے ذریعہ اس باطل الزام کی تردید کی، حتی کہ جب مسئلۂ کفو پر غیر تو غیر اپنوں نے واویلا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا تو یادگار رضا نے باضابطہ "مؤمن نمبر" کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کا اہم فریضہ انجام دیا۔

ذیل میں ہم یادگار رضا کے اس "مؤمن نمبر" کا تعارف جو ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور میں شائع ہوا تھا نقل کرتے ہیں:

"یوں تو اخبارات و رسائل کے خاص نمبر شائع ہو ہو کر برابر ملک و قوم کے سامنے آتے رہتے ہیں مگر ان میں ایسے مفید اور کارآمد مضامین کا عنصر کمی کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ جس سے ملک و قوم کافی فائدہ حاصل کر سکے، مؤمن نمبر میں جس مسئلہ پر (یعنی کفو پر) قلم اٹھایا گیا ہے یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جملہ مسلم اقوام کے ہر ہر فرد پر واجب ہے کہ اس سے واقفیت

حاصل کرے، اس لئے کہ تاوقتیکہ اس مسئلہ کا شادی بیاہ کے معاملہ میں کافی لحاظ نہ کیا جائے، شادی خانہ بربادی کا باعث ہوجاتی ہے، مسلمانوں کی ساری قومیں زمانۂ قدیم سے لے کر اس وقت تک اس مسئلۂ شرعی پر سختی کے ساتھ عمل کرتی چلی آرہی ہیں مگر آج کل اس مسئلۂ شرعی کی نہایت شدومد کے ساتھ مخالفت کی جارہی ہے اور خصوصاً ہمارے مؤمن بھائی (یعنی جامہ باف حضرات) کا قدم میدان مخالفت میں نہایت سرعت کے ساتھ اٹھ رہا ہے، اس لئے کہ انھیں اس غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے کہ تمھیں علمائے اسلام شیخ، سید، مغل، پٹھان کا کفو نہیں قرار دیتے اور اپنے فتاویٰ میں رذیل وذلیل لکھتے ہیں، ہم جملہ مسلم اقوام سے عموماً اور اپنے مؤمن بھائیوں خصوصاً اپیل کرتے ہیں کہ وہ مؤمن نمبر کا ضرور مطالعہ کریں، ان کو اس مسئلہ میں جس قدر غلط فہمی اور شکوک پیدا ہوگئے ہیں، وہ سب رفع ہوجائیں گے، مؤمن نمبر میں مسئلۂ کفو پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے، مؤمن نمبر کے صفحات اکابر علماء کے مضامین سے مزین کئے گئے ہیں، اپنے کفو میں شادی بیاہ کرنے میں جو حکمتیں ہیں ان کو ظاہر کیا گیا ہے، غیر کفو میں نکاح کرنے سے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہیں، ان کا ثبوت دیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کے رسالہ ’’کفو‘‘ کا زبردست رد ہے، ہمارے مؤمن بھائیوں کو اس مسئلہ میں علمائے حقانی کی جانب سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں ہیں، ان کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں، اس مسئلہ کی مخالفت میں مخالفین کے علماء وائمہ خود حضور سید والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو افترآت جڑے ہیں، ان کا شافی جواب ہے۔‘‘

[ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ۱۸؍فروری ۱۹۲۹ء، جلد ۶۶، ص ۷]

مؤمن نمبر کے گہرے مطالعہ کے بعد ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور کے مبصر اپنے تبصرہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

’’الحمدللہ جناب ابوالمعانی مولانا مولوی منشی محمد ابرار حسین صاحب صدیقی تلہری مدیر رسالہ یادگار رضا بریلی کے سعی جمیلہ سے رسالہ یادگار رضا کا خصوصی نمبر بنام ’’مؤمن نمبر‘‘ شائع ہوگیا ہے، ہم نے اس نمبر کو نہایت دلچسپی سے پڑھا، جہاں تک ہماری رائے ہے، یہ نمبر علمی وفقہی معلومات کا گنجینہ ہے، فاضل مدیر نے کاغذ اور لکھائی وچھپائی کے اعتبار سے ہر طرح دیدہ زیب بنانے کی بلیغ کوشش کی ہے اور اس کے اوراق کو اکابر علمائے اسلام کے نہایت دلچسپ، مفید اور کارآمد مضامین سے مزین کیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں مسئلۂ کفو پر خصوصیت سے قلم اٹھایا گیا ہے، آج ہندوستان کی بعض قومیں جو مسئلۂ کفو کی مخالفت کررہی ہیں، وہ حقیقتاً شریعت طاہرہ کو پیٹھ دے رہی ہیں، یہ مسئلہ جس کا فیصلہ حضرات ائمہ وعلما مدتوں پیشتر فرما چکے تھے آج پھر (اسے) معرکۃ الآراء بنایا جارہا ہے، اس لئے خصوصیت سے اس کی کافی معلومات حاصل کرنا تمام مسلم اقوام پر لازم ہے، مؤمن نمبر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کفائت کا شرعاً، عقلاً اور عرفاً ہر طرح اعتبار لازم ہے، اس مسئلۂ کفائت پر جس دل نشیں اور دلچسپ پیرایہ وانداز میں روشنی ڈالی گئی ہے وہ قابل دید وشنید ہے، جس کا اسلوب بیان نہایت ہی مؤثر ودل کش ہے، جامہ باف اصحاب میں مسئلۂ کفائت کے ضمن میں جو غلط فہمیاں شریعت وعلمائے شریعت کی طرف سے پیدا کردی گئی ہیں، مؤمن نمبر میں ان سب بالکلیہ ازالہ کردیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں حالات افغانستان پر بھی شرعی نقطۂ نظر سے زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، امان اللہ خاں اور بچہ سقہ کا حکم بتایا گیا ہے، امان اللہ خاں پر الزام کفر اور بچہ سقہ کی بغاوت اور یہ کہ بچہ سقہ حکومت وجہاں بانی کا اہل ہے یا نہیں، ان امور پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے، اس مضمون کا مسلمانوں کے لئے مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے، اخباروں کی کورانہ تقلید سے بچیں اور حقیقت رس بنیں۔‘‘

[ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، فروری ۱۹۲۹ء، نمبر ۴۰، جلد ۶۶، ص ۷]

یادگار رضا کے دو کامیاب خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے، ایک ’’کانگریس نمبر‘‘ اور دوسرا ’’مؤمن نمبر‘‘، کانگریس نمبر کے مطالعہ

سے اس کا اصلی چہرہ سامنے آجائے گا کہ اس کی تحریکات نے ہندوستان کو فائدہ پہنچایا یا نقصان ؟ کانگریس مسلمانوں کے لئے قومی ومذہبی اعتبار سے مہلک ہے یا مفید؟ کانگریس میں مسلمانوں کو شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ ان سارے سوالوں کا جواب آپ کو یادگار رضا کے کانگریس نمبر میں مل جائے گا۔

اس نمبر میں ممتاز العلما حضرت علامہ مفتی اولاد رسول سید محمد میاں صاحب مارہروی قدس سرہ کا مضمون ''کانگریس کی بخیہ دری''، حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا مضمون ''کانگریسی پٹھوؤں کی داستان دلریش'' ابوالمعانی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن صدیقی صاحب تلہری کا مضمون ''کانگریس کی حقیقت اور اس کی تحریکات'' اور مصور جذبات حضرت علامہ سید حبیب احمد صاحب تلہری کا مضمون ''کانگریس اور مسلمان'' شامل ہے۔

مذکورہ سطور سے جہاں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یادگار رضا نے باطل کے ہر اعتراض کا منہ توڑ جواب اور ہر طاغوتی حملہ کا مردانہ وار دفاع کرتے ہوئے اسلامیان ہند کی صحیح رہنمائی کی، وہیں حجۃ الاسلام کی قائدانہ صلاحیت، صحافتی ذوق اور مفکرانہ عظمت کا پتہ چلتا ہے، آپ کے پاس ہر ملّی ومذہبی، سیاسی وسماجی، معاشی واقتصادی مرض کا تیر بہدف تریاق موجود تھا، چنانچہ جب مذہب وملت کو عملی تریاق کی ضرورت پڑی تو آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے ذریعہ عملی محاذ قائم فرما کر بروقت درپیش مسائل و امراض کا میجر آپریشن کیا اور جب قلمی وتحریری معرکہ کی حاجت پیش آئی تو آپ نے یادگار رضا کے قلمی وصحافتی محاذ کے ذریعہ وقت کے اٹھنے والے ہر سوال کا مسکت شرعی اور سیاسی جواب دیا۔

راقم نے اس تابناک اور شہرۂ آفاق صحافتی کیئر کے حامل جریدے کے چند مجلدات کے سبزہ زار صحن سے نوع بنوع عطر بیز مقالات ومضامین کے تروتازہ گلدستوں کو تراش خراش کر ''مقالات یادگار رضا'' کے نام سے ایک ایسا چمن سجایا ہے جس میں ہر طرف رنگ برنگ کے مسحور کن اور فرحت بخش گل بوٹے مہک رہے ہیں، جسکی سیر کرنے والا کوئی بھی اپنے ذوق طبع کے مطابق جانفزا اور خوشنما گلوں کی گل چینی سے خود کو مدمست وسرشار کرسکتا ہے۔

مقالات یادگار رضا کے جدید وقدیم پیرایۂ بیان اور اس کے حسین طرز نگارش کی سحر انگیزی لاشعوری طور پر قاری کے ذہن و فکر کو مسحور ومتاثر کرتی ہے، اس کے تحقیقی مواد جہاں اہل ذوق کو طبعی تسکین فراہم کرتے ہیں وہیں اس کے تقریری مواد طلبائے مدارس اسلامیہ کو اپنی جانب راغب کرتے ہیں، یعنی اس میں عام قارئین کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لئے بھی بہت کچھ ہے۔ ◆◆

## ص ١٦/ کا بقیہ.........................................

انھیں اپنی قمیص اس لیے پہنائی تا کہ یہ جنت کے لباس پہنیں اور میں ان کی قبر میں ان کے ساتھ لیٹا تا کہ قبر کی تنگی اُن پر سے کم ہو جائے ، ابوطالب کے بعد یہی مجھ پر حُسن سلوک کرنے والی خاتون تھیں۔ (ابونعیم معرفۃ الصحابہ، مسند الفردوس)

......... جاری ■◀

## ص ١٦/ کا بقیہ.........................................

کے مزار پُر انوار پر صبح قیامت تک اپنی رحمتوں کے پھول برسائے جن کی مساعیٔ جمیلہ سے آج مسلک اعلیٰ حضرت ہر سنی صحیح العقیدہ کے دل میں چمک پیدا کر رہا ہے، آج کے پُرفتن دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی چراغ ہدایت ہے۔ مسلک اہل سنت کا ہی ایک معنیٰ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے۔

حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کو قرآن شریف سے ایسا عشق تھا کہ جس وقت آپ دہلی اسپتال میں تھے تو گیس پر ہونے کے باوجود بھی ١٤ پاروں کی تلاوت فرمائی، آپ اپنے اسلاف کی سچی یادگار تھے، بحمدہٖ تعالیٰ راقم کو کئی مرتبہ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے اور آپ کی مجالس میں بیٹھ کر پند ونصائح سننے اور جی بھر کر زیارت کرنے کا موقع ملا، مذکورہ بالا مبارک کلام آپ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی چہلم شریف کی مجلس میں پڑھا تھا، اس وقت راقم بھی وہاں موجود تھا، سیکڑوں علما ومشائخ اور لاکھوں کا مجمع جسے سن کر جھوم رہا تھا، جس کی مختصر تشریح آپ نے ملاحظہ کی، مولیٰ تعالیٰ ایسے بزرگ کامل کی روحانیت سے ہمیں ہمیشہ فیض یاب فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

# احکام جنازہ

## مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے تعلق سے ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم ورواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات ومنکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھایائیے۔ [فاروقی]

اسلامیات

**جب** کوئی مسلمان نزع میں مبتلا ہوا سے اسلامی طریقہ پر کلمہ کی تلقین کی جائے روح نکلنے کے بعد تجہیز و تکفین کا انتظام ہو، سنت کے مطابق تمام امور انجام دیئے جائیں، پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے، موت کے بعد اس پر نوحہ کرنا، چلّا کر رونا، کپڑے پھاڑنا، چہرہ نوچنا یہ سب جاہلیت کی باتیں ہیں، اسلام نے ان قبیح حرکات سے منع فرمایا ہے، ہاں بغیر آواز کے رونے اور اس میں آنسو نکلنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

### نزع کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین

جب آدمی نزع میں مبتلا ہو تو اُسے لاالٰہ الااللہ کی تلقین کی جائے یعنی اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ملایا جائے، کیوں کہ لاالٰہ الااللہ سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے۔

تلقین اور اس کے طریقہ سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''دم نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آ کر بیٹھتے ہیں، ایک اس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی، ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔''

علما فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا سے بچانے کے لیے نزع والے کو تلقین کا حکم ہوا، تلقین کا سبب یہ ہے کہ اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے، لاالٰہ الا اللہ سے پورا کلمہ مراد ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کو یاد دلانا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لاالٰہ الااللہ کی شہادت یاد دلائے اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی نزع میں اس کے پاس ایسی آواز سے کہے کہ وہ سُنے، اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ پڑھیں۔

مجمع الانہر میں ہے کہ میت کو شہادت سکھائیں، اس کے عزیزوں، دوستوں پر لازم ہے کہ دونوں شہادتیں اس کے پاس پڑھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا اخیر کلام لَا اِلٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا، بحر الرائق میں ہے: میت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اس کے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔

کافی شرح وافی میں ہے کہ میّت کو شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کو تلقین شہادت کا حکم فرمایا ہے۔ تلقین کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خود اس کے پاس پورا کلمہ طیبہ پڑھیں تا کہ وہ سُن کر پڑھے اور یوں نہ کہیں کہ کہہ اور جب وہ دونوں جز کلمہ طیبہ کے کہہ لے تو اس سے دوبارہ کہنے کا اِصرار نہ کریں کہ کہیں اکتا

نہ جائے، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴ / صفحہ ۱۰۱)

## غسل میت کا ایک اہم مسئلہ

کچھ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے تو دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی محض ہو جاتے ہیں، مرد نہ عورت کو دیکھ سکتا ہے نہ چھوسکتا ہے نہ جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، اسی طرح عورت بھی مرد کو نہ دیکھ سکتی ہے نہ چھوسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مرد کے بارے میں یہ مسئلہ صحیح ہے کہ وہ عورت کی وفات کے بعد اُسے غسل نہیں دے سکتا نہ اس کے بدن کو ہاتھ لگاسکتا ہے کہ موت کے سبب سے عورت بالکل محل نکاح نہ رہی، چھونے کا جواز صرف نکاح کی بنا پر تھا، ورنہ زن وشوہر اصل میں محض اجنبی ہوتے ہیں، اب نکاح زائل ہوگیا چھونے کا جواز بھی جاتا رہا یعنی زوجہ کے انتقال کے بعد شوہر کو اس کا منہ یا بدن دیکھنا جائز ہے قبر میں اُتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اٹھاتے ہیں، لہٰذا شوہر بھی اُٹھا سکتا ہے، ہاں! بغیر حائل کے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے۔

مرد کی وفات کے بعد عورت جب تک عدت میں رہتی ہے تو ایک طرح سے اس کے نکاح میں رہتی ہے اس لیے عورت جب تک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اُسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴ / صفحہ ۹۶۱۶)

## مرد کے لیے کفن سنّت

مرد کے لیے تین کپڑے سنّت ہیں:

(۱) ایک تہبند کہ سر سے پاؤں تک ہو۔

(۲) کفنی گردن کی جڑ سے پاؤں تک۔

(۳) اور چادر کہ اس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔

پہلے چادر بچھائیں، اس پر تہبند پھر میت مغسول کے بدن کپڑے سے صاف کریں پھر اس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر داہنی طرف لپیٹیں تاکہ داہنا حصّہ بائیں کے اوپر رہے پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔

## عورت کے لیے کفن سنّت

اور عورت کے لیے پانچ کپڑے سنت ہیں، تین تو وہی ہیں جس کا ذکر مرد کے کفن میں کیا گیا ہے مگر مرد وعورت کے لیے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کی قمیص عرض مونڈوں کی طرف چیرنا چاہئے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔

چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو، پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف تک بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو، پہلے چادر اور اس پر تہبند بدستور بچھا کر کفنی پہنوا کر تہبند پر لٹائیں اور اس کے بال دو حصّے کرکے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لاکر رکھیں اس کے اوپر اوڑھنی سر سے اوڑھا کر بغیر لپیٹے منہ پر ڈال دیں، پھر تہبند اور اس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اسی طرح دونوں سمت باندھ دیں، ان سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں یہ کفن سنت ہے۔

## مرد وعورت کے لیے کفن کفایت

کفن کافی اس قدر ہے کہ مرد کے لیے دو کپڑے ہوں، تہبند اور چادر، عورت کے لیے تین، کفنی و چادر یا تہبند اور تیسرے اوڑھنی اسے کفن کفایت کہتے ہیں اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے اور برعکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ اور اس سے کمی بحالت اختیار جائز نہیں ہاں! وقت ضرورت جو میسّر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد وعورت دونوں کے لیے کافی ہے۔

## کفن کے لیے سوال کرنا

جاہل محتاج جب ان کا مورث محتاج مرتا ہے تو لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام، اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی، بس اسی قدر مانگیں، اس سے زائد مانگنا جائز نہیں ہاں اُن کے بے

ماںگے جو مسلمان بہ نیت ثواب پورا کفن محتاج کے لیے دے گا تو اُسے پورے کا پورا ثواب رب تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

## نابالغ بچّے کا کفن

نابالغ اگر حدِّ شہوت کو پہنچ گیا ہے (یا پہنچ گئی ہو) جب تو ان کا کفن جوان مرد و عورت کے مثل ہے اور یہ حکم یعنی حدِّ شہوت کو پہنچنا لڑکے میں بارہ اور لڑکی میں نو برس کی عمر کے بعد نہیں رُکتا۔

جو بچے اس عمر و حالت کو پہنچیں ان میں اگر لڑکے کو ایک اور لڑکی کو دو کپڑوں میں کفنی دیدیں تو کوئی حرج نہیں اور لڑکے کو دو، لڑکی کو تین دیں تو اچھا ہے اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر ہے اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے کفن نہ دیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۰)

## کفن پر پھول ڈالنا

کفن کے اوپر پھولوں کی چادر ڈالنے میں شرعاً بالکل حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں، اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، صفحہ ۱۲)

## کفن پر عہد نامہ وغیرہ لکھنا جائز و نافع

ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ میّت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لیے امید مغفرت ہے، امام طاؤس تابعی نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسبِ وصیت ان کے کفن میں لکھا گیا۔

حضرت کثیر ابن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔

خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے: لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملك ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (نوادر الاصول)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے، فرشتے اُسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کے لیے اُٹھا رکھے گا، جب اللہ تعالیٰ اس بندے کو قبر سے اُٹھائے گا تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے گا اور ندا کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ انہیں وہ عہد نامہ دے دیا جائے گا۔ (ترمذی)

امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دُعائے عہد نامہ کی نسبت فرمایا جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے سوال نکیرین و عذاب قبر سے امان دے۔ امام ابی حجر مکی نے ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اس کا فضل اس کی برکت مشہور و معروف ہے بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ اُسے لکھ کر میّت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر اس تک پہنچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وہ چین و راحت کی دعا ہے، یہی امام فرماتے ہیں جو یہ دعا میّت کے کفن میں لکھے، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سے عذاب اُٹھا لے اور وہ دعا یہ ہے:

”اللھم انی اسئلك یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یامعروف الاثر یا ذالطول والمن یا کاشف الضر والمحن یا الٰہ الاولین والاٰخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللھم علیٰ سیدنا محمد وسلم۔“

حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اپنے غسل کے لیے پانی رکھوایا پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی پھر مولیٰ علی کو وصیّت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن فرما دی جائیں، میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا، کہاں ہاں! کثیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا، کثیر ابن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں اور یہ کہ لا الٰہ الا اللہ لکھا جانا عہد نامہ کی ایک صورت ہے۔ (طبرانی، ابونعیم حلیہ)

امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت کی پیشانی، یا عمامہ، یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے اور عذاب قبر سے مامون فرمادے۔

مردے کی پیشانی، یا عمامہ، یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لیے بخشش کی امید ہے، کسی صاحب نے وصیّت کی تھی کہ اُن کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دیں، لکھ دی گئیں پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا: جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی، کہا! تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴ر صفحہ ۱۲۷ر تا ۱۲۹)

## سعد بن ابی وقاص کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے جو کپڑا مس ہوجائے وہ بابرکت اور معظم ہوجاتا ہے اور یہ کہ اس کپڑے کو آگ نہیں جلاسکتی جیسا کہ ایک دسترخوان کا واقعہ مشہور ہے، اسی وجہ سے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے مس شدہ کپڑے میں کفن دینے کو پسند فرمایا اور بعض نے وصیّت بھی کی اور بعض نے حضور سے کفن کے لیے کپڑا مانگ لیا۔

اس قسم کے بعض واقعات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریر میں مطالعہ فرمائیں۔

ایک بی بی نے بہت محنت سے ایک خوبصورت تہبند بنا کر خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نذر کیا، حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُسے مانگا، حالانکہ خود حضور کو اس کی ضرورت تھی، حضور اجود الاجودین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ملامت کی، اس وقت اس اِزار شریف کے سوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اور تہبند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے پھر آپ نے کیوں مانگ لیا؟ انہوں نے کہا: واللہ میں نے استعمال کو نہ لیا، بلکہ اس لیے کہ اس میں کفن دیا جاؤں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا، آخر اسی میں کفن دیئے گئے۔ (بخاری فتاویٰ رضویہ، ج ۴ر صفحہ ۱۱۹)

## دخترِ رسول کا کفن

حضور پُرنور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بی بیوں کو حکم دیا کہ اُسے ان کے بدن کے متصل رکھیں۔ (بخاری و مسلم)

ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑکی کو غسل دے رہے تھے، حضور تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ بار غسل دو اور پانی بیری کے پتّوں سے جوش دیا ہوا ہو، اور آخر میں کچھ کافور لگا دینا اور جب غسل سے فارغ ہوجاؤ تو مجھے بتانا، ہم فراغت کے بعد حضور کو بتانے لگے تو حضور نے اپنا تہبند ہم پر ڈال کر فرمایا کہ اُسے اس کے بدن سے ملا کر رکھو۔ (بخاری، مسلم)

علمائے کرام فرماتے ہیں، یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔

## فاطمہ بنت اسد کا کفن

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ ماجدہ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی قمیص اطہر کفن دیا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے انہیں اپنی قمیص مبارک اس لیے پہنائی کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ (ابونعیم، دُیلمی)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب والدۂ امیر المومنین علی مرتضیٰ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹے جب قبر پر مٹّی برابر کردی گئی تو بعض لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کو وہ بات کرتے ہوئے دیکھا جو آپ نے کسی کے ساتھ نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے

بقیہ ص ۱۲ر پر

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

# طلاق، طلاق، طلاق! ہزار بار توبہ

اسلامیات

**طلاق**، طلاق، طلاق توبہ استغفر اللہ! توبہ استغفر اللہ! دونوں لفظوں کو اسلام کے ماننے والوں کو استعمال کرنے کا حق ہے، لفظ طلاق گرچہ حلال ہے لیکن حلال ہونے کے باوجود اس کے استعمال سے عرش اعظم ہل جاتا ہے اور اللہ رب العزت کو سخت ناپسند ہے، جب کہ توبہ استغفر اللہ، توبہ استغفر اللہ، ایسا لفظ ہے جس کے استعمال کرنے سے انسان اپنے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اللہ رب العزت اس سے خوش ہوتا ہے، فیصلہ آپ کریں کہ کس پر عمل کرنا ہے جس سے اللہ ناراض ہو جائے یا اللہ رب العزت معاف فرمائے اور خوش ہو۔

ادھر کئی سالوں سے طلاق پر اتنا بولا گیا، لکھا گیا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، طلاق کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو سامنے نہ آگیا ہو، طلاق کے موضوع پر مختلف زبانوں میں بھی بہت لکھا اور بولا گیا، مسجدوں کے ممبروں سے لے کر، پارلیمنٹ اور ودھان سبھا تک، جلوسوں سے لیکر جلسوں کے اسٹیجوں تک جس کا فائدہ کم نقصان زیادہ ہوا، چونکہ حکومت کی نیت اسلام اور مسلمانوں کے تئیں خراب تھی تو زور، زبردستی اور جلد بازی میں قانون بنا دیا، جس میں بہت سی خامیاں ہیں، حتیٰ کہ سپریم کورٹ کے قانون (حکم) اور بی جے پی حکومت کے بنائے قانون میں بہت بڑا تضاد (اختلاف) Contradictary ہے اہل علم، خاص کر علما اس طرف توجہ فرمائیں جو وکلا حضرات طلاق کے مقدمات لڑ رہے ہیں انھیں ضرور اسلامی نقطہ نظر سے واقف کرائیں طلاق پر حکومت ہند اتنی فکرمندی کیوں دکھا رہی ہے یہ جگ ظاہر ہے کہ ان کو اسلام اور مسلمانوں سے ازلی بیر (دشمنی، عداوت، کینہ، نفرت) ہے، طلاق فیصلہ صرف ایک فیصد بلکہ اس سے بھی کم ہے، پورے ہندوستان میں ایک ہزار تعداد بھی نہیں اسلام مخالف میڈیا نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے اور کچھ مسلم جماعتیں بھی ان کا ساتھ دے رہی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ طلاق دینے والوں کو کوئی مبارک باد نہیں دیتا بلکہ ہر طبقہ میں ان کی مذمت (برائی، توہین، عیب جوئی) ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جب رب ذوالجلال والاکرام اس کو پسند نہیں فرماتا، طلاق دینا سنت نہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی، صحابۂ کرام کے زمانے میں اِکّا دُکا واقعات ہوئے، لیکن نکاح سنت طریقے سے ہوئے، طلاق پر آج بھی واویلا مچایا جا رہا ہے یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، جیسے اسلام میں طلاق سے بڑا کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں، ہر چہار جانب غیر اسلامی طریقے سے شادیاں، فضول خرچی پر قوم کے جھوٹے ہمدرد چپ کیوں؟

## نکاح کی اسلامی حیثیت

انسان کی بہت ساری فطری ضروریات ہیں ان میں نکاح بہت اہم فطری (طبعی، قدرتی) naturally ضرورت ہے اور اس فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کے لیے اسلام نے نکاح کو عبادت سے تعبیر فرمایا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا فرمایا:

"جو میرے طریقے کو محبوب رکھے، وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت نکاح ہے۔" (حدیث، صحیح، حدیث 1467)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور (اے رسول!) بیشک ہم نے آپ سے پہلے (بہت سے) پیغمبروں کو بھیجا اور ہم نے ان کے لیے بیویاں (بھی) بنائیں اور اولاد (بھی)۔

اس ارشاد باری تعالیٰ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام بھی اہل وعیال والے رہے ہیں۔

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

**عورت قدرت کا انمول تحفہ**

نکاح کرنے سے انسان کو عورت کے روپ میں اللہ رب العزت کا ایک عظیم تحفہ ملتا ہے، نکاح کے ذریعہ انسان کی بہت سی ضروریات پوری ہوتی ہیں جن میں سب سے اہم اس کو جنسی سکون حاصل ہوتا ہے جس سے اس کا قلب (دل) و دماغ پر سکون رہتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی زندگی میں سکون (آرام، قرار، چین) سب سے قیمتی دولت و نعمت ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے نکاح بہت ضروری ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ----- الخ۔ (القرآن، سورۃ الاعراف 7 آیت 189) وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔ (کنز الایمان)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"دنیا ساری کی ساری (برتنے کی چیز ہے) لیکن ساری دنیا میں سب سے بہترین (قیمتی) چیز نیک وصالح عورت ہے۔" (سنن نسائی، حدیث 3234)

زندگی کی اہم نعمت چین وسکون کو کس نے غارت کر دیا، خود اولاد آدم نے "جہیز" جیسی لعنت کے چکر میں زیادہ سے زیادہ کی لالچ میں تاخیر سے شادی کرتے ہیں، جس سے طرح طرح کی بہت سی سماجی برائیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا مشاہدہ روز ہو رہا ہے کیا کیا لکھوں؟ اصل جوانی سے ڈھلتی جوانی میں شادی کرنا زندگی کے حسین دنوں بھی گنوانا ہوتا ہے۔

**حوّا کی مجبور بیٹیاں**

قدرت کے عظیم شاہ کار، عظیم نعمت "عورت" کی ناقدری کر کے انسان آج خود بھی پریشان ہے اور خاندانی وسماجی ماحول میں بہت فساد و بگاڑ پیدا کر رہا ہے، انسانی زندگی کی اہم ضرورت عورت جس کو قدرت نے انسانوں کو تحفہ میں دیا ہے، بیٹی، بہن، بیوی اور ماں جس کے قدموں تلے جنت کی بشارت دی گئی ہے، آج عورت کے ہر روپ میں اس کی بے قدری ہو رہی ہے، جس گھر میں بیٹیاں، بہنیں ہیں ان کے ماں باپ، بھائیوں سے پوچھیں ان کا کیا حال ہے، نکاح تمام انبیائے کرام کی سنت ہے، اعتدال کی صورت میں نکاح سنت ہے؛ آقا ﷺ نے فرمایا:

"اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔" (بخاری، حدیث 5063 و مسلم، حدیث 1020)

فقہائے کرام نے حالات کے اعتبار سے نکاح کرنے اور نہ کرنے کے احکام بیان فرمائے ہیں، جو سنت نکاح پر عمل نہ کرے سخت گناہ گار ہے، شادیوں میں اب نکاح کو سنت طریقے سے کرنے کا خیال ہی نہیں رہتا لوگ جتنا زیادہ دیکھاوا، فضول خرچی کرتے ہیں، لوگ اتنی ہی مبارک باد دیتے ہیں، چاہے لڑکی کا باپ قرضوں میں ڈوب رہا ہو، یا بھائی کنگال ہو رہا ہو کسی کو احساس نہیں، مطلب نہیں، جبکہ لڑکے یا اس کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والوں سے کسی بھی سامان، یا باراتیوں کے لیے طرح طرح (کھانوں کی فرمائش، یا رسم و رواج کا حوالہ دیکر مطالبہ (مانگنا، تقاضا کرنا) demand کرنا ناجائز وحرام ہے، سخت گناہ کی بات ہے اور مرد کی غیرت کے خلاف ہے، نکاح (شادی) میں فضول خرچی کے ہر غلط طریقے سے لالچ پیدا ہوتی ہے فخر وریا کے مقابلے ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ خرچ کرتا ہے دوسرا مقابلہ کر کے اس سے زیادہ خرچ کرتا ہے، لوگ اللہ کے اس حکم کو بھول جاتے ہیں۔

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (القرآن، سورۂ مائدہ 5، آیت 2) اور نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ (نافرمانی کرنے والوں کو) سخت سزا دینے والا ہے۔"

عدوان (ستم، ظلم، زیادتی) میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زمرے میں آئے، افسوس صد افسوس، زمانہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد قرآنی تعلیمات سے بہت دور جا چکی ہے۔

اسلامیات

لوگ فضول خرچی اور دیکھاوا کر کے مصیبت خود مول لے رہے ہیں (اسی کو کہتے ہیں، آ بیل مجھے دوڑ کے مار)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"آدمی اپنے آپ کو خود ذلیل نہ کرے، صحابہ کرام نے پوچھا، یارسول اللہ! کیسے؟ آپ نے فرمایا اپنے آپ کو ذلیل کرنا یہ ہے کہ آدمی ایسا کام کرے جس کو وہ نہ کر سکے، یا ایسی مصیبت میں اپنے کو نہ ڈالے جس کو وہ جھیل نے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔"

(ترمذی، حدیث 2254,4016)

**کیا ہم غیر شرعی شادیوں کا بائیکاٹ نہیں کر سکتے؟**

طلاق کی تعداد پورے ہندوستان میں ایک ہزار سے زیادہ نہیں، لیکن شادیوں میں جہیز اور فضول خرچی کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے جو قرضوں کے بوجھ تلے، زمین وجائیداد بیچ کر اور بہت سے سودی قرضوں میں پھنسے کراہ رہے ہیں، جہیز کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا، لکھا جا رہا ہے، بولا جا رہا ہے، کیا اس کا اثر ہو رہا ہے؟ نہیں! ایسی شادیوں میں جن میں زیادہ تر کام اسلامی شریعت کے خلاف ہو رہے ہیں، رسم ورواج کے نام پر فضول خرچی عام بات ہے دیکھا یہ بھی جا رہا ہے جو لڑکی کی شادی کے نام پر ہاتھ پھیلاتے، سوال کرتے، چندہ کرتے وہ بھی (اپنے دل کے ارمان بھی ہیں جناب!) کہہ کر مہنگے کارڈ چھپوانے سے لے کر کئی طرح کے پکوان بنا کر خوب فضول خرچی کر رہے ہیں، فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے، قرآن کہتا ہے لیکن ان شادیوں کی دعوتیں خوب مزے لے لے کر سب کھا رہے ہیں اور وہ بھی کھا رہیں جو اسٹیجوں سے لے کر مسجد کے ممبروں تک چیخ چیخ کر بتاتے ہیں کہ فضول خرچی حرام ہے، جہیز لینا دینا حرام ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس وقت ان کا ضمیر کہاں سوجاتا ہے یا مرجاتا ہے، سچ اور حق تو یہ ہے "ضمیر" مرہی گیا ہے، کیوں کی دعوت چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے، ہم یہ نہیں کہتے کی دعوت میں شامل نہ ہونے سے یہ رک جائے گا، لیکن ہاں! ایک ایسا پیغام ضرور جائے گا کہ اتنے لوگوں نے ہمارے اس غیر شرعی کام کی وجہ کر ہمارا ساتھ چھوڑ دیا

اور اس کام کی شروعات اگر ہمارے عزت مآب علمائے کرام کریں تو ضرور اس کا فائدہ ہوگا، لیکن یہ ہے بہت مشکل، اس میں ہزاروں تاویلیں نکال لی جائیں گی۔

خدارا اس پر اہل ثروت، اہل علم، دانشوران قوم وملت، خاص کر علمائے کرام سوچیں اور عمل کریں، اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کریں، تاکہ یہ سماجی برائی جو اژدہا بن کر مسلم قوم کو نگل رہی ہے، اس سے غریبوں کی جان بچے اور سبھی طبقوں کو راحت ملے، غریب بچیاں جو سسک رہی ہیں وہ بھی اپنے حسین خوابوں کو حقیقت میں بدلتے ہوئے دیکھیں، کچھ تو مداوا ہو، اللہ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرامائے، آمین ثم آمین۔

**ص ۲۲ رکا بقیہ..........................................**

متعلقہ سے از خود اس کو تلاش کر سکے اور جو شخص ان صفات کا حامل نہیں ہے، وہ عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں ہیں کیونکہ اگر اس کو صرف اور نحو پر عبور نہیں ہے تو وہ احادیث کی عربی عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتا اور اگر عبارت غلط پڑھے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس قول کو منسوب کرے گا، جو آپ نے نہیں فرمایا اور اگر وہ بہ قدر ضرورت مفرادات لغت کا حافظ نہیں ہے اور علم معانی اور بیان پر دسترس نہیں رکھتا، تو وہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا اور اگر اس کو علم کلام اور علم تفسیر اور حدیث پر عبور نہیں ہے، تو وہ عقائد کو صحیح بیان نہیں کر سکتا ہے اور نہ صحیح عقائد پر دلائل قائم کر سکتا ہے اور نہ باطل فرقوں کا رد کر سکتا ہے اور اگر فقہ پر عبور نہیں ہے، تو وہ حلال اور حرام کے احکام کو جان سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے، سو ایسا شخص عالم دین کس طرح ہوگا اور اس پر عالم دین کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے۔"

(تفسیر تبیان القرآن، ج ۹، ص ۸٤٤)

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمارے دینی اسٹیج جاہلوں کے تسلط سے آزاد ہو کر اہل علم وعمل کے زیر سایہ آجائیں تاکہ دین کی عزت وحرمت کی حفاظت ہو سکے۔

◆◆◆

اسلامیات

(از: مولانا محمد احمد رضا مصباحی دیناجپوری*

# یہ دینی جلسے اور نااہل خطبا

احوال قوم وملت

**ایک** ایسا شخص جو گاڑی ڈرائیو کرنا نہیں جانتا، کیا اسے کوئی ڈرائیور کا منصب دینا گوارہ کرے گا؟ یا کیا کوئی کسی ایسے فرد سے اپنی بیماری کا علاج کرانا پسند کرے گا جو ڈاکٹر کے لباس میں تو ملبوس ہو لیکن اصول علاج ومعالجہ سے بالکل ناواقف ہو؟ بلکہ ہمارے مزاج میں تو یہ رجحان پہلے ہی سے موجود ھے کہ ہم ہر چھوٹے بڑے معاملے کو لے کر اس متعلقہ شعبہ کے ایکسپرٹ کی طرف رجوع کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے خلاف جانا اپنی ہلاکت وبربادی کو دعوت دینا ہے۔ شاید اسی لئے پورا انسانی طبقہ گویا اس فطری اصول پر گامزن نظر آتا ہے کہ دانستہ طور پر خود کو ہلاکت کے منہ میں نہیں ڈالنا چاہئے اور دین فطرت کی بھی یہی نصیحت ہے:

''اور اپنے ہاتھوں، ہلاکت میں نہ پڑو۔'' (بقرہ195)

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنی زندگی کے نشیب وفراز میں اس فطری اصول کو مدنظر رکھنے والے مسلمان دینی امور میں اسے نظرانداز کئے بیٹھے ہیں؟ جبکہ دین وایمان کی ہلاکت سب سے عظیم ہلاکت ھے، میں بات کرنا چاہتا ہوں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اس جلیل القدر منصب کی جس کو منصب وعظ ونصیحت کہتے ہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے:

''التذکیر علی المنابر للوعظ والا تعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین۔ یعنی منبر پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت کرنا انبیاء ومرسلین کی سنت ہے۔'' (درمختار مع شامی، ج۵)

جس کے وارث صرف اور صرف اہل علم ہی کو قرار دیا گیا ہے، نااہلوں کا جس میں کوئی حصہ نہیں، لیکن عصر حاضر میں اس باعظمت عہدہ کے ساتھ مسلسل جو ناانصافی ہو رہی ہے اور جس بے دردی کے ساتھ اس کا خون بہایا جا رہا ہے، وہ بڑا ماتم خیز ہے، بقول غالب ؎

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

آج ماضی کی بنسبت مذہبی جلسے ودینی پروگرام کی کثرت ہے، جس کا ثبوت ہر درودیوار پر آویزاں طرح طرح کے خوب صورت پوسٹرز ہیں، جن میں رشک فلک القاب وآداب سے لبریز خطبا وشعرا کے اسما اور قطب الاقطاب مشائخ طریقت کی آمد کا اعلان بھی ہوتا ہے۔ لیکن صد حیف کہ قوم کا مقدر ہے جو بگڑتا چلا جا رہا ہے، ایک انتشار ھے جو پھیلتا جا رہا ھے اور ملت کی روح ھے جو کمزور ہوتی جا رہی ھے۔

اب اس کے اسباب وعوامل چاہے جو بھی ہوں تاہم ایک بڑی وجہ یہ ضرور ھے کہ ملت کا سفینہ ان لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ھے جو اس کے تقاضوں سے بھی ناواقف ہیں۔ اس زاویۂ نگاہ سے ذرا دینی جلسوں کے اسٹیج کا جائزہ لیجئے تو پتہ چلے گا کہ جس طرف دیکھئے نااہل، پیشہ ور، جاہل، دولت کے حریص، بدعمل اور دینی تقاضوں سے بے خبر یوٹیوب کے مرہون منت رٹو مقرروں کی ایک قطار کھڑی ھے جن کا مبلغ علم یوٹیوب پر سنی ہوئی تقریروں سے زیادہ نہیں جبکہ فرمان رسالت ھے:

''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ۔ یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ھے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔'' (مسلم)

یہ لوگ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کسی بھی اسٹیج تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے رٹے ہوئے لچھے دار جملوں وبے حیا انداز گفتگو سے عوامی سطح پر خوب واہ واہی بٹورتے ہیں اور ایسے مقرروں کا بازار آج کل زیادہ گرم ھے۔

* مضمون نگار جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کالپی شریف کے استاد ہیں۔

حاشا اللہ! یہ بات میں کسی بدگمانی یا جذبہ عناد سے متاثر ہوکر نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ مجھے کسی سے کوئی بیر وحسد ھے بلکہ بکثرت مذہبی جلسے اور تقاریر وخطابات ہونے کے باوجود ملت کی گرتی ہوئی ساکھ اور قرآن وسنت کے پیغام سے عوام الناس کی لاتعلقی ہمارے اس دعویٰ کو تقویت پہنچاتی ھے اور دینی واصلاحی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والے ان تمام افراد کو اس سچائی کا اعتراف بھی ھے جن کے پیش نظر اپنے اسلاف کی دینی جدوجہد کی تاریخ کا آئینہ رکھا ھے۔

سوال یہ ہے کہ کیا دین کی حیثیت معاذ اللہ اتنی ہلکی ہوگئی ھے کہ جو بھی چاہے وعظ وتقریر کے نام پر ہر طرح کا رطب و یابس بک کر اپنا مقصد حاصل کر کے چلتا بنے؟ یا پھر اس منصب عظیم کے شایان شان کچھ خاص افراد ہی ہیں جن کو بہر حال یہ عہدہ سپرد رہنا چاہئے؟۔

کیا ایسا نہیں ھے کہ وعظ نصیحت تبشیر وانذار اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری کو ادا کرنے کا نام ھے اور یہ ذمہ داری وہی لوگ مکمل حقوق کے ساتھ ادا کرسکتے ہیں جو دین کے راس العلم سے مالا مال ہو، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ھے:

''اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (۱۲۲)

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اسلام دین فطرت اور مذہب مہذب ہے، یہاں ہر فرد کا منصب بٹا ہوا ھے اور اس کے ہر بادہ خوار کو اس کی وسعت ظرف کے مطابق جام دیا جاتا ھے، کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنے معیار سے ہٹ کر دوسرے کے منصب ومقام سے چھیڑ چھاڑ کرے اور اصول دین کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرے، بالخصوص دینی امور میں تو کسی بے بصیرت کے لئے مطلقاً اس کی گنجائش نہیں کہ وہ اس معاملے میں زبان بھی کھولے جیسا کہ ارشاد ربانی ھے:

''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔'' (الاسراء36)

مگر شاید یہ آثار قیامت ہی ھے کہ نا اہل لوگ جو خود ہی محتاج اصلاح ھیں وہ قوم کے واعظ اور خطیب بن بیٹھے ہیں، اس لئے ہمیں عبرت پکڑنی چاہئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے:

''فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔ جب امانتیں ضائع کردی جائیں تو قیامت کا انتظار کرو! صحابی نے عرض کی امانتیں کس طرح ضائع ہوں گی؟ تو آقا نے فرمایا کہ جب معاملات نااہل کے سپرد کئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری)

فقہائے اسلام نے بھی اقدار دین کے تحفظ اور شرع مطہرہ کو نااہلوں کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بننے سے روکنے کے لئے دین کے ہر شوشے وگوشے کا شرعی حکم بالتفصیل بیان فرمایا دیا ھے، چنانچہ وعظ وخطابات کے باب میں فقہاء کرام نے صاف صاف الفاظ میں یہ ذکر کردیا ھے کہ نااہل اور غیر عالم شخص کے لئے وعظ کہنا جائز نہیں ھے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''الامر بالمعروف يحتاج الى خمسة أشياء: اولها العلم لان الجاهل لا يحسن الامر بالمعروف۔ یعنی امر بالمعروف (وعظ گوئی) کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ واعظ عالم ہو اس لئے کہ جاہل اچھے طریقہ سے امر بالمعروف نہیں کرسکتا۔'' (عالمگیری)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا، یہ شخص وعظ بھی کہتا ہے حالانکہ اس کی تحصیل علم قطعی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی، نہ کسی مستند معتبر استاد سے کبھی پڑھا، نہ فقہ، نہ تفسیر، نہ حدیث، بلکہ صرف اردو کی چند کتابوں کے ذریعہ سے وعظ گوئی کرتا ہے، تو شرع شریف ایسے شخص کی نسبت کیا حکم فرماتی ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"اسے وعظ کہنا حرام ہے، اس کا وعظ سننا جائز نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج19)

اس طرح کا ایک اور سوال ہوا کہ زید نے محض فقہ کی تین کتابیں پڑھی ہیں، اردو بولنے اور صحیح املا لکھنے کی لیاقت نہیں ہے اور صرف ونحو سے بالکل ناواقف ہے حتی کہ میزان الصرف نہیں جانتا بلکہ صرف ونحو کے پڑھنے کو حرام اور اس کے پڑھنے والے کو اچھا نہیں جانتا اور فارسی بھی نہیں جانتا، ایسے شخص کو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر منبر پر بیٹھ جائے تو اس کو مسلمان منبر سے اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**، اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"منبر مسند نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے، جاہل اردو خوان اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں، جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اور حقیقۃ وعظ اس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا حرام ہے اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اسے منبر سے اتار دیں کہ اس میں نہی منکر ہے اور نہی منکر واجب ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔" (ایضاً ج23)

وعظ وخطابت کا اہل شرعاً کون ہوسکتا ھے، اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"**فالتذ کیر رکن عظیم**۔ یعنی وعظ گوئی دین کا رکن عظیم ہے۔"

پھر اس کے بعد واعظ کے ضروری اوصاف اور لوازمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فاما المذکر فلا بد ان یکون مکلفاً عدلا محدثا مفسراً عالماً بجملة کافیة من اخبار السلف الصالحین وسیرتهم ونعنی بالمحدث المشتغل بکتب الحدیث و کذلك بالمفسر المشتغل بشرح غریب کتاب الله وتوجیه مشکله وبما روی عن السلف فی تفسیرہ۔ یعنی واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکلف متقی اور محدث ومفسر ہونے کے ساتھ ساتھ سلفِ صالحین کے صحیح حالات اور ان کی سیرت کا صحیح اور قابل اطمنان علم رکھتا ہو اور محدث سے مراد یہ ہے کہ کتب حدیث سے شغل رکھتا ہو، اور مفسر سے یہ مراد ہے کہ قرآن کی تفسیر وآیات مشکلہ کی توجیہ و تاویل سے آگاہ ہو۔" (القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل)

غرض کہ اس تعلق سے ائمہ دین کے فتاویٰ وارشادات کا ایک مستند ذخیرہ موجود ھے جس میں نااہل اور غیر عالم اشخاص کے لئے وعظ گوئی کو سخت حرام اور دین کے لئے مضر ومہلک کہا گیا ھے کاش کہ پیشہ ور خطباء ومقررین اس جانب متوجہ ہوں اور ان سے نصیحت حاصل کریں تو ان کا بھی بھلا ہو دین کا بھی، ہاں! اس ماحول میں عمائدین ملت اور ذمہ دار اہل علم حضرات کے لئے اشد ضروری ھے کہ وہ اجتماعی طور پر اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں اور دین وشریعت کو تماشا بنانے والوں سے باز پرس کریں۔

بات ختم کرنے سے پہلے عالم دین کا اطلاق کس پر ہوتا ھے اس کی طرف بھی توجہ دلادوں تا کہ قارئین کی بصیرت میں مزید اضافی ہو، تفسیر تبیان القرآن میں ہے:

"عالم دین وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالی کی ذات اور صفات کا علم ہو، اور اس کو علم ہو کہ کن چیزوں سے اللہ تعالی کی تنزیہ واجب ہے، اسی طرح اس کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے مراتب اور ان کی صفات کا علم ہو، اور اس کو علم ہو کہ مکلف پر کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں واجب ہیں اور اس کو سنن اور مستحبات اور مباحات کا علم ہو۔ اس کو معلوم ہو کیا چیزیں حرام ہیں اور کیا مکروہ تحریمی اور کیا مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا خلافِ اولی ہیں اور وہ علم کلام اور عقائد، علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ واصول فقہ پر عبور رکھتا ہو، علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان کا ماہر ہو اور وہ بہ قدر ضرورت مفردات لغت کا حافظ ہو اور اس میں اتنی صلاحیت ہو کہ اس سے دین کے جس مسئلہ کا بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے، خواہ وہ جواب اس کو مستحضر ہو یا وہ کتب

بقیہ ص ۱۹ ر پر

از: مفتی ولی محمد رضوی*

# احسن العلما اور اعلیٰ حضرت
## کلام حضور احسن العلما کے تناظر میں

اسلاف و اخلاف

**سادات** مارہرہ مطہرہ کے قلب ونظر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عقیدت ومحبت ایسی رچی بسی تھی جو اپنی مثال آپ ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خودان کے پیرخانہ میں جوعزت وشان تھی تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتی، ذیل کی سطور میں اُسی خانوادہ کی ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت، پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، شارح حدائق بخشش، حضور احسن العلما علامہ الشاہ سید مصطفی حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی ایک مشہور زمانہ منقبت کی مختصر تشریح وتوضیح پیش کی جاتی ہے جس کے ایک ایک شعر سے اعلیٰ حضرت کی علمی عظمتوں، عشق رسول میں سرشاری اور بے پناہ فکر اسلامی کا اظہار ہوتا ہے۔

چہرۂ زیبا تیرا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا

میرے نزدیک احسن العلما علیہ الرحمہ کے مذکورہ شعر سے آپ کے تمام کتب ورسائل، فتاویٰ، ترجمۂ قرآن اور حدائق بخشش مراد ہیں کہ ان سے حق روشن ہوا اور حقانیت کا پرچم بلند ہوا اور باطل زیر وزبر ہوگیا، آپ کی سیکڑوں کتابیں حق وہدایت کا نور اور صداقت کا معیار ہیں۔

غوث اعظم مظہر شاہِ رُسُل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا

حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی علیہ الرحمہ سے اس خانوادہ کو بڑی عقیدت تھی۔ حضور سید احسن العلما اپنے معمولات کے مطابق فجر کے بعد مریدین ومعتقدین سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ جب ہم پہلی بار حضرت کی زیارت کرنے کے لئے مارہرہ شریف حاضر ہوئے تو آپ مریدین سے ملاقات کے بعد اپنے کاشانہ میں تشریف لے جاچکے تھے، مگر جب اطلاع دی کہ راجستھان سے کچھ حضرات آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو از روئے کرم ومہربانی تشریف لائے اس وقت آپ کی زبان مبارک پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی ذکر جمیل تھا۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ سے خلق خدا کو بڑا فیض ملا اور آپ سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں، ان کرامات اور فیوض وبرکات سے عیاں ہوجاتا ہے کہ آپ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہر تھے۔ اِسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ بھی اپنے علمی وروحانی فیوض و کمالات کے اعتبار سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر ہیں۔

علم تیرا بحر نا پیدا کنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا

امیر المومنین حضرت سیدنا مولیٰ علی کرَّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی علمی شرافت صحابۂ کرام کے مابین مسلم تھی، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے فقیہ ومجتہد ہونے کے باوجود بھی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل کی قدر کرتے تھے، اسی علمی برتری اور بزرگی کی طرف اشارہ ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی کمالات کا سایہ اے احمد رضا تم پر ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت کو جو علوم وفنون حاصل تھے ان پر آپ کی سیکڑوں کتابیں شاہد عدل ہیں، اِسی وجہ سے اہل علم و فضل نے گواہی دی کہ اعلیٰ اپنی صدی پر تو فضیلت رکھتے ہی تھے گزشتہ دو تین صدیوں میں بھی آپ جیسا عالم ربانی پیدا نہیں ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

* مضمون نگار سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

**تیرے مرشد حضرت آلِ رسول**
**ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا**

عام دستور یہی ہے کہ مرید اپنے شیخ طریقت پر ناز کرتا ہے کہ میں ایک ایسے شیخ سے بیعت ہوں جو شریعت وطریقت کا جامع ہے اوراسے دارین کی سعادت تصور کرتا ہے ،اللہ اکبر، احمد رضاوہ شان دار مرید صادق ہے کہ خودان کے شیخ محترم ان پرناز کرتے ہیں۔اسی وجہ سے فرمایا:

’’اگر قیامت میں مجھ سے سوال ہواتو میں احمد رضا کوپیش کردوں گا۔‘‘

**اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ**
**تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا**

اللہ اکبر! کیا شان ہے اعلیٰ حضرت کی، کہ خاندان والے اپنے شہزادوں،اور گھر والوں کو اپنے گھر کا چراغ کہا کرتے ہیں کہ ان کے بعد وہ گھر روشن کرے گا مگر واہ رے قسمت والے احمد رضا، کہ خود سادات کرام کا خانوادہ تجھے اپنے گھر کا چراغ کہتا ہے حضور سید شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ میرے جدامجد نے یہ خطاب مجھے دیا تھا مگر میں اب دنیا سے جدا ہونے والا ہوں اوراس خطاب کا حق دارائے احمد رضا تجھے ہی سمجھتا ہوں اِس لئے آج سے تم ’’چشم وچراغ خاندان برکات‘‘ ہو۔

کیااس سے یہ بات روشن نہیں ہوجاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر خانہ میں کس قدر محبوب ومقبول تھے،مولیٰ تعالیٰ انہیں ہر سنی صحیح العقیدہ کا محبوب بنادے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رات ودن ایک کرکے پوری زندگی بھر کتب وفتاویٰ لکھ کس طرح دین وسنیت کی حفاظت فرمائی ،وہابیت ونجدیت کے فتنوں اورطوفانوں سے اہل سنت کا تحفظ فرما کر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ ہم سنیوں کے دلوں میں روشن کیا اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریک کے علم بردار بن کر اپنی پوری حیات اسی تحریک ومشن کوفروغ دینے میں گزاردی، الحمدللہ اعلیٰ حضرت کی چلائی ہوئی یہ تحریک اس قدر کامیاب ہوئی کہ لاکھوں لاکھ حضرات وہابیت کی خباثت سے محفوظ رہ گئے اور ان کے ایمان وعقیدے کی حفاظت ہوگئی، یہ سب اس شیر قادری کی علمی وروحانی خدمات کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔اسی وجہ سے حضور احسن العلما علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ؎

**سنیت کی آبرودم سے تیرے**
**اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا**

اللہ اکبر! حضور احسن العلما کے دل میں اعلیٰ حضرت کی محبت موجیں ماررہی تھی کہ سید السادات، سجادہ نشین مارہرہ شریف بڑی خوبیوں کے مالک اورآل رسول ہوتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت کو اپنا بادشاہ مان رہے ہیں، اصل میں یہی حضرات، اعلیٰ حضرت کی قدر ومنزلت کوجانتے اور پہچانتے اوردل وجان سے مانتے تھے اورایسا مانتے کہ شب وروز کا یہی مشغلہ تھا کہ سب سنیوں کو اعلیٰ حضرت سے قریب کردیں اورسارے سنیوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت بس جائے۔

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات قرآن وسنت اوراقوال ائمۂ کرام سے اس قدر منور وراسخ ہیں کہ وہ ہمیشہ اہل علم کی آنکھوں کا نور اوردل کا سرور اور باطل نظریات کی بیخ کنی کرنے والی اورجوان کو ہلانا چاہے بقول حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ: وہ خود ہل جائےگا وہ نہ ہلیں گی‘‘ اورشارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے بقول: اعلیٰ حضرت کے زمانے کے جتنے علما ہیں ان کی خدمات وقربانیوں کوترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے دوسرے پلڑے میں اعلیٰ حضرت کی خدمات کورکھا جائے تو اعلیٰ حضرت والا پلڑا ابھاری رہے گا۔

**جب بھی کوئی مرحلہ آکر پڑا**
**تونے عقدہ حل کیا احمد رضا**

اہل سنت پر باطل کے کتنے طوفان آئے ،گستاخان رسول نے قلم کے ذریعہ توہین رسالت کے سلسلے شروع کئے اورختم نبوت کے قرآنی واجماعی عقیدے پر شب خون مارتے ہوئے کسی نئے نبی کے آنے کے دروازہ کھولنے کی ناپاک کوشش کی گئی اس کے لئے کتابیں لکھیں،شریر کافر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جھوٹے نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا،عالم ماکان ومایکون آقائے

کائنات حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف پر نام نہاد کلمہ گو حضرات نے حملے کئے، تو ان سب سے نبرد آزمائی کرنے، ان کی کفری عبارات پر شرعی گرفت کرنے اور ان کے مکروہ چہرے سے نقاب ہٹانے کے لئے حضور غوث اعظم کی حمایت اور حضور غریب نواز کی کرامت، آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کی تابندہ شان وعظمت لے کر جو مرد آہن میدان میں آیا اور ساری باطل طاقتوں کا مقابلہ کر کے انہیں زیر وزبر کر دیا، اس کا نام احمد رضا ہے۔

**نعرۂ شیرانہ جب گونجا تیرا**
**قلب نجدی پھٹ گیا احمد رضا**

قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین اور ۱۳ر سو سالہ ائمہ وفقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں حامئ سنت، ماحئ بدعت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ہمیشہ اپنے قلم سے اہل باطل کے باطل افکار ونظریات کا دنداں شکن جواب دیا اور ہر میدان میں انہیں شکست فاش دی، آج بھی آپ کے شیرانہ نعرہ سے اہل باطل لرزہ براندام ہے، نجدیت ووہابیت کے فتنے کس طرح سر ابھار رہے تھے ان سب کے آگے اگر کسی نے باندھ باندھا ہے تو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ذات گرامی ہے، اس لئے اہل سنت اپنے ایسے مخلص ومحسن کو کبھی نہیں بھلا سکتے ہیں۔

**تیری الفت میرے نے مرشد نے مجھے**
**دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا**

ساداتِ مارہرہ شریف کے دل ودماغ میں اعلیٰ حضرت کی الفت ومحبت کس طرح بسی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صالح بندہ کی محبت کو مقبول ومحبوب بندوں کے قلوب میں ڈال دیا تھا کہ اس معزز خاندان کا ہر فرد آج بھی اعلیٰ حضرت کی محبت سے سرشار نظر آتا ہے۔ جب حضور احسن العلما علیہ الرحمہ کی اعلیٰ حضرت سے اس طرح وارفتگی دیکھتے تو دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے تھے تو آپ جواب میں فرماتے: میاں یہ تو اوپر سے ہوتا ہوا آیا ہے یعنی یہ سلسلہ بہت دراز ہے۔ فرمایا: کہ ہمارے گھرانے کی خواتین میں بھی کوئی دن ذکر رضا سے خالی نہیں گزرتا ہے‘‘ عقل مندوں اور سمجھ داروں کے لئے اس میں اشارہ ہے کہ ایسے عالی حسب ونسب والے سادات کرام کی پیروی کرو اور اپنے امام کی محبت اپنی آنے والی نسلوں میں پیدا کرو، امام احمد رضا کی عقیدت ومحبت کے جام انہیں پلا دو، یہ اِس دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔

**یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن**
**اس کے حق میں کر دعا احمد رضا**

شہزادۂ گرامی، آل غوث اعظم، آل رسول کا نور نظر حضور سیدی حسن میاں علیہ الرحمہ نے کس طرح اعلیٰ حضرت کو یاد کیا ہے ان کی حیات کے شب وروز گواہ ہیں کہ ان کی ہر مجلس، ان کی محفل، ان کی بزم اعلیٰ حضرت کے ذکر سے معطر ومشک بار رہتی تھی۔ آنے والے مرید وعقیدت مند، عالم وفاضل سب کو وہ جام رضا سے سرشار کر کے لوٹاتے تھے، بلکہ وہ ناز سے فرماتے تھے: کہ یہی میرے مشائخ کا ذکر ہے۔‘‘ یعنی جس نے ذکر رضا کیا اس نے اپنے مرشدان گرامی کا ذکر جمیل کیا، جس نے ذکر رضا کیا اس نے سادات مارہرہ شریف کا ذکر کیا، اس شان سے آپ نے اس ذکر کی اہمیت دلوں میں جگمگا دی گویا کہ آپ ذکر رضا کی ایک تحریک تھے، اور آپ اس تحریک میں پورے طور پر کامیاب بھی ہوئے، دل وجگر کو وہ تازگی بخشی کہ اس میں وہ اپنی پوری حیات میں ممتاز ومنفرد نظر آئے۔ آخری وقت جب وہ دہلی کی اسپتال میں تھے تو ہر آنے والے کو مسلک اعلیٰ حضرت پر جمے رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، جس پر دنیائے سنیت ناز کرتی ہے، جب آپ کی عیادت کو گئے تو آخری جملے آپ نے ارشاد فرمائے: مولانا! مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہنا۔‘‘

اللہ اکبر! موت کا فرشتہ سر پر کھڑا ہے ایسے عالم میں بھی اگر حضور احسن العلما کو کسی بات کی فکر ہے تو صرف اور صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر ہے، اوّلاً دو رشتہ داروں کی فکر نہیں ہے، اعلیٰ حضرت کے مسلک کے اشاعت کی فکر دامن گیر ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے مخلص شیخ طریقت، سید السادات بقیہ ص ۱۲ر پر

اسلاف واخلاف

رضویات

از: مولانا ملک الظفر سہسرامی*

# احترام نبوت اور امام احمد رضا

**ہم** بحکم الٰہی اللہ تعالیٰ شانہ کے رسول اعظم سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کے پابند ہیں، قرآن مقدس میں بہت واضح اور غیر مبہم انداز میں ہمیں رسولِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔

ایک مقام پر اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس بایں انداز دیا جا رہا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ۔ اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ ایک دوسرے مقام پر تو رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کو ہی عین دین قرار دے دیا گیا اور یوں ارشاد فرمایا گیا: وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ، جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں اطاعت رسول ﷺ کی جو حیثیت ہے اسے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، اسی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

جو مطیع الرسول ہے دراصل وہی مطیع اللہ ہے جو مطیع الرسول نہیں وہ مطیع اللہ بھی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈالے بغیر دل میں چراغ اطاعت الٰہی جلانے کا تصور ایک غیر اسلامی خیال ہے۔ اتباع و پیروی کے لیے ضروری ہے کہ جس ذات کی اتباع و پیروی کی جائے اس کی تعظیم وتوقیر کا پرچم دل میں لہرا رہا ہو۔ جس شخصیت کی عظمت وتوقیر دل میں نہ ہوگی تو اس کی اتباع و پیروی کا مزاج پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور تعظیم وتوقیر کے لیے ضروری ہے کہ جس کی تعظیم وتوقیر کا سکہ مملکت قلب میں رائج الوقت ہے اس شخصیت سے عشق و محبت کا تعلق بھی قائم ہو۔ اگر محبت نہ ہوگی تو تعظیم وتوقیر کا مزاج نہ پیدا ہوگا اور پھر اتباع و پیروی تو بہت اونچی چیز ہے۔

آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی ذات اقدس سے وابستگی جان ایمان، روح ایمان اور خلاصۂ ایمان ہے۔ یہی رشتۂ محبت ایمان کی اولین شرط بھی ہے۔ اس ذات اقدس سے وابستگی میں جس قدر گہرائی و گیرائی ہوگی اسی قدر ایمان کی فصل بھی تر و تازہ ہوگی۔ چنانچہ اس رشتۂ عشق و محبت اور عظمت وتوقیر نبوت پر جذبۂ جاں نثاری پیش کرنے پر زور دیتے ہوئے قرآن مقدس یوں ہدایت جاری فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللہِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللہُ بِاَمْرِهٖ۔ وَاللہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ○

ترجمہ: آپ فرما دیں اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہارا کنبہ، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا اندیشہ تمہیں رہتا ہے اور تمہاری پسند کی رہائش گاہیں یہ سب کچھ اگر تم کو اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو تم اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

احادیث نبوی کے ذخائر میں اس تعلق سے بہت سی



* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

احادیث روشن ہیں۔ ایک مقام پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے راوی حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہوجاؤں۔

ایک مقام پر اس تعلق ووابستگی پر زور دیتے ہوئے آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ثَلٰثٌ مَّنْ كَانَ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ۔ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت پا لے گا۔ اللہ ورسول تمام مالوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں، جو بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے، جو کفر میں لوٹ جانا جب کہ رب نے اسے بچالیا ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالا جانا برا جانا۔

ایمان تعلق باللہ ورسول کا نام ہے۔ ایمان کے گلشن میں ساری بہاریں اس تعلق ووابستگی سے ہیں۔ ایک دن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ چنانچہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن مقدس نازل فرمایا: آپ مجھے جان سے زیادہ عزیز ومحبوب ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تمہارا ایمان کامل ہوگیا۔

غزوۂ احد میں ایک صحابیہ کے باپ، بھائی اور شوہر تک شہید کردیے گئے، انھیں جب اس کی خبر پہنچتی ہے تو دیوانہ وار دریافت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب انھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخیر وسلامت ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو کہتی ہیں کہ مجھے آپ کی زیارت سے مشرف کرادو۔ ایک روایت میں ہے کہ بے تابانہ آپ کا جامۂ اقدس پکڑ کر بولیں: كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ، آپ کی زیارت کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔ عاشق رسول حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو ان کی زوجۂ محترمہ بولیں: وَا حُزْنَاہ، ہائے غم! حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: وَا طَرَبَاہ غَدًا اَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَّ اَصْحَابَهٗ. واہ خوشی کا دن کل ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ملیں گے۔

تاریخ کے صفحات خود جذبہ جاں نثاری کے واقعات سے روشن وتابندہ ہیں جس ذات وشخصیت کے لیے دل میں جذبۂ محبت ہوگا تو پھر اس کی محراب عظمت میں خودسپردگی ونیازمندی کا مزاج نظر آئے گا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ عالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ایمان کا ایک اہم ستون ہے۔ احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے حوالے سے متعدد آیات قرآنیہ کا نزول ہوا۔ جن میں قیامت تک کے مسلمانوں کو رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں نیازمندیوں کے خراج لٹانے کا درس دیا گیا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: وتعزروہ وتوقروہ، تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

قرآن مقدس کے حکم کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر دین کا ایک اہم ستون ہے۔ ایک اور مقام پر احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کی قرار واقعی حیثیت کی نشان دہی کرتے ہوئے قرآن مقدس ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى۔

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔

رضویات

جن حضرات نے احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء بجا لانے میں کشادہ قلبی کا مظاہرہ کیا اللہ تعالیٰ نے تین عظیم انعام واکرام سے نوازنے کا وعدہ فرمایا۔ اول یہ کہ ہم نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے منتخب فرمایا، دوم یہ کہ اگر ان سے بشری تقاضوں کے تحت کوئی لغزش وگناہ سرزد ہوجائے تو ہم انہیں مغفرت عطا فرما دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ ہم بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا ادب بجالانے پر اجر عظیم سے نوازیں گے۔

ایک مقام پر یوں احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا درس ہمیں دیا جارہا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت (ضائع) نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو اشاروں کنایوں میں نہیں بلکہ بہت ہی واضح اور غیر مبہم انداز میں احترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثنا کی تعلیم فرما دی اور ساتھ ساتھ عظمت ووقار نبوت کے بازیچۂ اطفال بنانے والے عناصر کی انتہائی سخت جملوں میں گوشمالی کی جارہی ہے۔

اب اس تناظر میں ہم پہلے سیدی امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق بالرسول علیہ التحیۃ والثناء پر گفتگو کریں گے اور پھر اس کے زیر اثر تعظیم وتوقیر نبوت علیہ التحیۃ والثناء کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

محبت رسول علیہ التحیۃ والثناء یہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زندگی کا خوبصورت عنوان ہے۔ اسی کے رواں دواں آبشاروں اور شجر سایہ دار میں ساری زندگی بسر ہوئی۔ اپنے تو اپنے بیگانوں کو بھی آپ کے اس طرۂ امتیاز کا اقرار واعتراف تھا، ہے اور رہے گا۔ مشہور نقاد وادیب نیاز فتح پوری سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس امتیازی وصف کے تعلق سے رقمطراز ہیں ''شعر وادب میرا خاص موضوع ہے، میں نے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عشق ومحبت رسول علیہ التحیۃ والثناء کا یہی تو وہ جذبۂ بے کراں تھا جس کے زیر اثر انھوں نے احترام وتوقیر نبوت کے باب میں وہ درخشاں اور زریں خدمات انجام دیں جو آپ کی ذات وشخصیت کا طرۂ امتیاز بن گیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو افکار ونظریات ہیں لاریب ان میں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حزم واحتیاط کا جو رنگ ہے وہ پورے طور پر غالب نظر آتا ہے۔

بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں حاضری، حاضری کے آداب اور اس مقدس مقام کی نزاکتوں کا احساس دلاتے ہوئے حاضر بارگاہ نبوی کو ہدایت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''جب حرم محترم مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے اور سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے چلے۔ ہوسکے تو برہنہ پائی بہتر ہے۔

جائے سرست ایں کہ تو پا می نہی
پائے نہ بینی کہ تو کجا می نہی

جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ وسلام عرض کرکے قدرے توقف کرے، گویا سرکار سے اذن حضوری کا طالب ہے، اس وقت جو ادب وتعظیم واجب ہے، مسلمانوں کا قلب خود واقف ہے، زنہار زنہار اس مسجد میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے، یقین جانے کہ وہ مزار عطر وانور میں بحیات ظاہری، دنیاوی، حقیقی

رضویات

ویسے زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے، ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ حضور ہمارے ایک ایک قول وفعل بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔ اب وہ وقت آ گیا کہ دل کا رخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان کی آرامگاہ رفیع المکان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتا کانپتا بید کی طرح تھرتھراتا ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا قدم بڑھا، خضوع ووقار، خشوع وانکسار کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو، سوا سجدہ وعبادت کے جو بات ادب واجلال میں اکمل ہو بجالا، زنہار جالی شریف کے بوسہ ومس سے دور رہ کہ خلاف ادب ہے۔ اب نہایت ادب ووقار کے ساتھ مجرا وتسلیم بجالا۔ بآواز حزیں وصورت درد آگیں ودل شرمناک وجگر صدر چاک، معتدل آواز سے نہایت نرم وپست نہ بہت بلند وپست عرض الصلوۃ والسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یاخیر خلق اللہ، السلام علیک یاشفیع المذنبین، السلام علیک وعلی الک واصحابک اجمعین۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عظمت مآب میں حاضری کے آداب بیان کرنے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے حزم واحتیاط کے جو چراغ جلائے ہیں یقیناً اس سے ان کے تعلق بالرسول علیہ التحیۃ والثناء کا پہلو درخشاں وتاباں ہوتا نظر آتا ہے۔

تعظیم وتوقیر رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مطلقاً مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں عقیدت ونیازمندی کے خراج لٹانے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی سے استفادہ فرماتے ہوئے تعظیم وتوقیر رسول علیہ التحیۃ والثناء کے باب میں ادب کے تقاضوں کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ہر اس فعل کی اجازت پاتے ہیں جس پر شریعت نے قدغن نہ لگائی ہو، پہرے نہ بٹھائے ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

''بوجہ اطلاق آیات، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے، حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لیے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی خاص طریقے کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا، جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانور ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محراب عظمت پر کہیں دور سے بھی بے ادبی کا شائبہ نظر آئے تو ان کا قلم احتیاط کا دامن تھامنے کی تاکید فرماتا۔ ملاحظہ فرمائیے۔''روح زندہ کے لیے بھی ہے۔ بلکہ روح ہی سے زندگی ہے اور درود شریف کے صیغوں میں ہیں "اللّٰھم صل علیٰ روح سیدنا محمد فی الارواح" تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جہاں عوام اس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھا تو ضرور اس کے کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم ان کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانے میں تھی۔ ان کی موت ایک آن کے لیے تصدیق وعدۂ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت کے واسطے ہوئی ہے، پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں، کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔

ایک مرتبہ سیدی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ علمی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھے جانے کے تعلق سے ایک استفتا کیا۔ سوال میں سائل نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ مکمل درود شریف نہ لکھ کر مخفف لکھ دیا۔ سیدی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ عقیدت ومحبت کو ٹھیس لگی اور سائل کے اصل استفتاء کا جواب بعد میں تحریر فرمایا، پہلے اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھایا۔

رضویات

فرماتے ہیں:

''صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وبارک وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال (صلعم) یا (ء) یا (م) یا (ص) یا (صلعم) لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین، جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہمل کلمات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں داخل نہ ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے باب میں سیدی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا قلم حد درجہ محتاط تھا۔ نہ افراط تھا، نہ تفریط تھی۔ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اولیٰ یوں کہنا ہے کہ اللہ پھر اللہ کے رسول نے چاہا۔ اور یوں کہنا بھی کہ اللہ و رسول چاہیں گے۔ حرج نہیں رکھتا جب کہ اللہ و رسول کو برابر نہ جانے اور وہ کون سا مسلمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اللہ عزوجل کا شریک جانے گا۔''

اہل سنت وجماعت کے معمولات ومراسم کے تعلق سے باطل جماعتوں کی جانب سے جو اعتراضات ہوتے ہیں ان کے تعلق سے مختلف دیار وامصار سے اہل حق معرفت حق کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ علمی میں رجوع کرتے۔ مجالس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختتام پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا معمول ہے۔ ایک سائل نے اعلیٰ حضرت سے اس تعلق سے استفتا کیا تو آپ نے اس کا جواب بایں انداز تحریر فرمایا ''وہابی جھوٹے ہیں اور ان کا منع کہنا شریعت پر افترا ہے، ان سے پوچھو کہ اللہ و رسول نے منع فرمایا ہے یا تم منع کرتے ہو؟ اگر کہیں اللہ و رسول نے منع فرمایا ہے تو دکھائیں کس آیت کس حدیث صحیح میں ہے کہ قیام مجلس مبارک منع ہے اور اگر کہیں کہ ہم خود منع کرتے ہیں تو بکا کریں حکم ان کا نہیں بلکہ اللہ و رسول کا ہے۔ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔''

اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جا بجا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم فرمایا اور قیام بھی اقسام تعظیم سے ہے تو جب تک اس خاص تعظیم کی ممانعت اللہ و رسول کے حکم سے ثابت نہ ہو یہ حکم قرآنی کے مطابق ہے۔ قرآن عظیم سے بڑھ کر اور کیا دلیل درکار ہے۔ زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ ''اقامۃ القیامۃ'' میں ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکریم حضرت بتول زہرا کے لیے قیام فرماتے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام کرتیں۔

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت حاضر ہوئے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کرام کو ان کے لیے قیام کا حکم فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلس انور سے اٹھتے وقمنا قیاما حتی نراہ دخل بعض بیوت ازواجہ۔ ہم سب کھڑے ہو جاتے اور کھڑے رہتے جب تک کہ حضور حجرات شریفہ میں سے کسی میں تشریف نہ لے جاتے۔

ممانعت قیام اعام سے ہے کہ ان کا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوتا اور درباری تصویر بنے ہوئے سامنے کھڑے رہتے۔ بعض وقت اس کی ناپسندی بطور تواضع ورفع تکلف ہے جیسے اب بھی کوئی معظم دینی آئے اور حاضرین اس کے لیے قیام کریں تو وہ کہتا ہے کہ تکلف نہ فرمائیے، تشریف رکھیے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام سے شرعاً منع کرتا ہے بلکہ تواضعاً۔ مخالفین کے یہاں بھی قیام وتعظیم برابر رائج ہے۔ اپنے ملوں کے لیے قیام کریں گے اور لوگ ان کے لیے قیام کریں، بعض بیٹھے رہیں تو ناراض ہوں گے بے ادب جانیں گے مگر یہ تو اپنے ملوں کی تعظیم ہے۔ جن کی باطل عظمت سے دل بھرے ہوئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ان کے یہاں کہاں اس میں یہ شاخانے بوجھتے ہیں۔ شفا شریف وغیرہا میں ائمۂ دین

تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کے ذکر اقدس کی تعظیم ذات انور کی طرح ہے۔ وقت تشریف آوری تعظیم ذات کریم قیام سے ہے تو ذکر شریف کی یہی تعظیم مسلمانوں نے صدہا سال سے مقرر کی۔''

تعظیم وتوقیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں سیدی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا کردار ایک محافظ اور چویدار کا نظر آتا ہے۔ ناموس رسالت کے تحفظ میں وہ سر سے کفن باندھے ہوئے ایک مرد مجاہد کی طرح دشنام طرازوں کو للکارتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہیں۔ تعظیم وتوقیر رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء کے حوالے سے کسی کو بھٹکا ہوا پایا۔ منصب نبوت کے حوالے سے لب ولہجے میں ذرہ کہیں رکاکت نظر آئی فوراً قلمی معرکہ آرائی کے لیے کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو اس بات کا اقرار واعتراف کرنا ہوگا کہ ناموس رسالت کی محافظت وچوکیداری آپ کی حیات کا نصب العین تھا۔ اس حوالے سے آپ پر تہمت بھی باندھی گئی، الزام تراشیاں بھی کی گئیں، لیکن آپ کے جذبۂ وفاداری میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ ناموس رسالت کو بازیچۂ اطفال بنانے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے کبھی کبھی بظاہر آپ کے لہجے میں سختی بھی پیدا ہوئی۔ پروفیسر مسعود احمد ظہری علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت کے اس اندازِ فکر پہ تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابلِ اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے۔ لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفیٰ کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرزِ عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔''

پاکستان کے ایک دوسرے محقق ونقاد ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرزِ فکر پہ اپنا تبصرہ کچھ اس انداز سے قلمبند فرماتے ہیں:

''رہا یہ سوال کہ ان کی نعتوں میں بعض مقامات پر اشارۃً اور کبھی صراحتاً ان افراد کا رد موجود ہے جن کے نظریات کو وہ بارگاہ رسالت میں نامناسب غیر محتاط اور بعض اوقات لائق گرفت سمجھتے تھے۔ ایسے خیالات پر ان کا جوشِ عقیدت کسی مداہنت کا قائل نہیں ہے۔ اگرچہ فتویٰ لگانے میں ان کی احتیاط بھی دیدنی ہے۔ اکثر یوں ہی ہوا کہ خیالات کا رد کیا، نظریات کو دین سے انحراف اور کفر کہا، نظریات کی تردید ان کے سارے کلام بلکہ نثری نگارشات میں بڑی واضح ہے۔ یہ ان کا ذوقِ ایمان اور تحفظ عقیدہ کا مسئلہ تھا، کوئی ذاتی پرخاش یا مفادات کا ٹکراؤ نہ تھا، یہ نظریاتی مبارزت تھی جو پرجوش بھی تھی اور بلا کسی حجاب کے بھی تھی۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے حوالے سے جو جذبۂ جاں نثاری اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے یہاں نظر آتا ہے وہ یقیناً قابلِ صد رشک ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وعزت کی محافظت میں آپکی خدمات آب زر سے تحریر کیے جانے کے لائق ہیں۔ ایک وفادار، نمک خور غلام کی طرح اپنی پوری زندگی گزار دی۔ مخالفین کی دشنام طرازیوں سے وہ قطعی کبیدہ خاطر نہیں ہوتے۔ بلکہ اس پر ایک الگ نرالے انداز میں اظہار مسرت فرماتے ہیں: دیدۂ عبرت ہو تو پڑھیے:

''واللہ العظیم وہ بندۂ خدا بخوشی راضی ہے۔ اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس کے بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندۂ خدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط ہے کہ اس بندۂ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا اکابر علماء قدست اسرارہم کو گالیاں دیں تو ایں ہم برعلم۔

خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو، اس کے آباء واجداد کی آبرو بدگویوں کی بدزبانی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لیے سپر ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندۂ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا

کیا خاک کے اڑاتے ہیں، مگر وہ اصلاً قطعاً اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لیے عطا ہوا کہ بعونہٖ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کروں۔ حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں۔ اچھا ہے جتنی دیر مجھے برا کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔''

''حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ ان اعاظم اکابر کی ان مدحوں پر اتراتا ہے، بلکہ اپنے رب کے حسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لیے ہے، کیسا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں یں معزز فرمایا۔ نہ ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں۔ پریشان ہوتا، بلکہ شکر بجالاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حمایت کرے، گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے۔''

درج بالا اقتباسات کی ایک ایک سطر وفاداری و جاں نثاری کی مشک باری ہے۔ اللہ تعظیم و توقیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے نام پر ہر ظلم ہر ستم خندہ پیشانی کے ساتھ گوارہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کا یہی وہ جذبۂ جاں نثاری تھا جس کی بنیاد پر اغیار و مخالفین نے بھی آپ کے جذبۂ جاں نثاری کی قسم کھا کھا کر گواہیاں دی ہیں۔ مودودی فکر کے ترجمان کوثر نیازی جو ایک شہرت یافتہ ادیب و قلمکار ہیں اعلیٰ حضرت کے اس وصف پر اپنے استاذ کے حوالے اپنا بے لاگ تبصرہ تحریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے: مولوی صاحب! مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتووں کے سبب ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: احمد رضا تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا، تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہینِ رسول کی تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔''

کوثر نیازی ایک دوسرے مکتبۂ فکر کے بڑے عالم مفتی محمد شفیع دیوبندی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا اشرف علی کو کسی نے آ کر اطلاع دی، مولانا تھانوی نے بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے، جب وہ دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول کی ہے۔ اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔ حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہِ رسالت میں ان کے ادب و احتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔''

احترام و توقیر نبوت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا قلم ادب و احتیاط کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پلکوں سے لفظوں کے موتیوں کا انتخاب کرتا۔ مبادا ادنیٰ سی لغزش وگستاخی اعمال کی تباہی وبربادی کا پیش خیمہ بن جائے۔ انہوں نے اپنی تحریروں، فتاووں اور شعری نگارشات کے ذریعے احترام و توقیر نبوت علیہ التحیۃ والثناء کے باب میں جو گل بوٹے کھلائے ہیں وہ عین منصب نبوت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ ان کی کسی تحریر میں افراط و تفریط کے کسی نقم وعیب کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ کے قلم اور فکر کی اس طرح صیانت وحفاظت فرمائی۔ آپ نے اپنے فتوے کسی تحریر، نثریا نظم میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رضویات

کی بوقلموں صفات بیان کرنے میں احد واحد اور خالق ومخلوق کا فرق ہر ہر قدم پر ملحوظ نظر رکھا۔ کہیں بھی آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں تحریر فرمایا۔ ایسا نظر نہیں آتا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات جلیلہ بیان کرنے میں ذاتی وعطائی کا امتیاز قائم نہیں فرمایا ہو۔ اس تعلق سے ایک مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

''افسوس کہ ان کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضرور البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کا۔ اگر تمام اہل علم اگلے پچھلوں سب کے علوم جمع کیے جائیں تو ان کو علم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔ بارگاہ الوہیت ونبوت میں اعلیٰ حضرت کا یہی وہ جزم واحتیاط ہے جس نے مخالفین ومعاندین کو بھی ان کی عظمتوں کے اقرار واعتراف پر مجبور کر دیا۔ وہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، شراب عشق ومحبت مین ان کا قلم اور ان کے افکار ڈوبے ہوئے ضرور تھے لیکن شریعت کی پاسداری سے ایک لمحہ بھی غافل نہ تھے، وہ جوش میں بھی تھے لیکن ہوش کی بالادستی بھی برقرار تھی۔ وہ دیوانگی کی سرحد میں داخل تھے لیکن فرزانگی کا دامن بھی مضبوطی کے ساتھ ہاتھوں کے گرفت میں تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہی اصل ایمان، روحِ ایمان اور جانِ ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان کا گلشن ایک اجڑا دیار، صحرائے بے وقار اور قطعی ناقابلِ اعتبار ہے۔ نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ بھی مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈالے بغیر بے وقعت ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ''نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی وبندگی کی فرع ہے، جب تک ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی۔

لہٰذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا○ کہ تم ایمان لاؤ اللہ ورسول پر اور رسول کی تعظیم وتکریم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

یعنی نماز پڑھو تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول مقبول نہیں۔ یوں تو عبداللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبد مصطفیٰ ہے ورنہ عبد شیطان ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔''

تعظیم وتوقیر نبوت کا یہی وہ انداز ہے جس کے زیر اثر آپ ہمیشہ اپنے دستخط میں احمد رضا کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا سابقہ لگاتے۔ معترضین نے غلامی کی اس روش پر اعتراضات کی بوچھار کی لیکن آپ کے انداز غلامانہ پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ آپ بدستور معمول کے مطابق عبد المصطفیٰ لکھتے رہے اور معترضین کے اعتراضات کا علمی انداز میں محاسبہ فرما کر اس کے تمام تار وپود بکھیر کر رکھ دیئے۔

تعظیم وتوقیر کا یہ وہ انداز تھا جس نے آپ کو بے پناہ حساس بنا دیا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محراب عظمت میں معمولی لغزش بھی نظر انداز کرنے کے قائل نظر نہیں آئے اور مرتکب اہانت سے ہر طرح کے مذہبی ومعاشرتی تعلق کے مقاطعے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی وصیت میں اس تعلق سے ہدایت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ، معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے منسوب ہو جانے والی چیزوں کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا جبۂ مبارک یا

نعل شریف یا کاسۂ مطہرہ تبرک کے لیے جس پانی پر ڈالا جائے وہ قابلِ وضو ہے۔ ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری منہ کا وضو ہو گیا، ان کا نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔"

مزید اس تعلق سے فرماتے ہیں :

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ مثل جبۂ مقدسہ و نعلین مبارک کا غسالہ شفا، برکت، قابل وضو، معطیِ طہارت ہے، مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔

آب کوثر اور آب زم زم کے درمیان زیادہ فضیلت کسے حاصل ہے اس میں علمائے کرام کے علمی اختلافات سے اہلِ علم ناواقف نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب ہونے کی بنا پر آب کوثر کو افضل قرار دینے کی پرزور وکالت فرماتے نظر آتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

(۱) آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے۔ تو اب بھی کوثر زم زم سے افضل ہے۔

(۲) زم زم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔

(۳) کوثر کا پانی جنت سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوثر میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں، ایک سونے کا ایک چاندی کا اور فرماتے ہیں سن لو کہ اللہ کا بیش بہا مال جنت ہے سن لو اللہ کا بیش بہا مال جنت ہے۔

(۴) کوثر کا پانی امت مرحومہ کے لیے زیادہ نافع ہے، ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا ابد الآباد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔

(۵) اللہ عزوجل نے عطائے کوثر اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان عظیم رکھا کہ "اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ" بے شک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو بے مثل و یکتا کوثر عطا فرمایا۔ تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں اپنے فتاوی، نثری شہ پارے کے ذریعے تعظیم و توقیر نبوت علیہ التحیۃ والثناء کے گلستان میں گلہائے صد ہزار رنگ کھلائے ہیں وہیں شعری نگارشات کے ذریعے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محرابِ عظمت میں اپنی نیازمندیوں، عقیدتمندیوں کے خراج بوقلموں انداز میں لٹائے ہیں۔

◆◆◆

## ص ۲۴ کا بقیہ..................................................

والا منکر اجماع ہے اور اس کا شمار انہیں میں ہے جن کی تکفیر واجب ہے اور پھر اس عبارت کو دیکھ کر اس فیصلہ کا انجام بتائیں جو انھوں نے صفحہ ۳۰ پر ان الفاظ میں ذکر کیا :

"[امام] احمد رضا کا دیوبندی اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی۔"

اور اس عبارت کے پیش نظر اپنا بھی حکم بتائیں کہ اس کے بموجب وہ خود کون سے فرقے میں ہے؟ اور جب دونوں قول متضاد ہیں تو یہ کہنا کیوں کر صحیح کہ یہ بھی صحیح کہتے ہیں وہ بھی صحیح کہتے ہیں اور خاتم النبیین کے معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے امکان ذاتی کا نام و نشان کہاں؟ اسی لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے المستند المعتمد میں فرمایا :

"وهو معدوم بلحاظ خاتم أي إمكانا وقوعيا ففيه الكفر لتكذيب النص وإنكار ماهو من ضروريات الدين، أما الذاتي فلا يحتمل الإكفار بل هو ههنا صحيح، وإن بطل في تعدد خاتم النبيين لأن الآخر بالمعنى الموجود ههنا لايقبل الاشتراك عقلاً". [ص ۱۲۰ :]

الاقتصاد کی تائید میں امام ابن حجر مکی کی کتاب "الإعلام" سے بھی ایک عبارت درج ہوتی ہے: "ومن ذلك أيضا تكذيب نبي أو نسبة تعمد كذب إليه أو محاربته أو سبّه

.........جاری

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی *

# امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات

[تیسری قسط]



◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

.........ملاحظہ کریں۔

تواضع شہ مسکیں نواز را نازم
کہ ہم چوں بندہ کند بوس پائے آل رسول

مسکیں کو نوازنے والے بادشاہ کے تواضع پر میں ناز کرتا ہوں کہ ہم جیسے بے وقعت غلام کو حضرت آل رسول کے پاؤں کا بوسہ ملا

منم امیر جہانگیر کج کلہ یعنی
کمینہ بندہ مسکیں گدائے آل رسول

میں بھی کج کلاہ بادشاہ کا امیر ہوں یعنی
آل رسول کا گدا، مسکیں اور کمینہ غلام ہوں

اگر مثال خلافت دہد فقیرے را
عجب مدار زفیض وعطائے آل رسول

اگر کسی فقیر کی حیثیت کو خلافت سے مثال دی جائے
آل رسول کی عطا وفیض سے بعید نہ سمجھ

مگیر خردہ کہ آں کس نہ اہل ایں کا است
کہ داند اہل نمودن عطائے آل رسول

نکتہ چینوں پر نہ جا کہ وہ اس کام کا اہل نہیں
کہ آل رسول کی عطا دیکھنے والے اس بات کو جانتے ہیں

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا
تبارک اللہ ماو ثنائے آل رسول

راستہ کا فرق دیکھ کہ کہاں سے کہاں تک ہے
کہ تبارک اللہ! کہاں ہم اور کہاں ثنائے آل رسول؟

مرا زنسبت ملک امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا رضائے آل رسول

مجھے ایک بادشاہ سے نسبت ہے اور امید کہ میدان حشر میں
پکارنے والے پکاریں اے آل رسول کی رضا آؤ۔آؤ

نسبت بڑی چیز ہوا کرتی ہے...نسبت ہی سے انسانوں میں خوبی و کمال نمایاں ہوا کرتے ہیں...کمال نسبت کے بارے میں نہ صرف میں نے سنا ہے بلکہ پڑھا بھی ہے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے...ایک میں ہی نہیں بلکہ بہترے لوگوں نے دیکھا ہے اور اسے سمجھا بھی ہے...تصوف میں اسی نسبت پر زور دیا جاتا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ پورا فن تصوف اسی نسبت عالی پر قائم ہے تو کوئی غلط بات نہ ہوگی...مثال کے طور پر مجھے نسبت ہے سرکار مفتی اعظم ہند سے اور انہیں سرکار اعلی حضرت سے نسبت ہے اور اعلی حضرت کو حضور آل رسول سے نسبت حاصل ہے اور انہیں سرکار اچھے میاں رضی اللہ تعالی عنہ سے...نسبت اور صاحب نسبت کا تذکرہ بھی صوفیائے کرام کے اثرات میں سے ہے اس بات کو نظرانداز نہ کیا جائے...اعلی حضرت فاضل بریلوی نے اسی صوفیانہ اثر کا جا بجا تذکرہ فرمایا ہے اس بنیاد پر ان کی فارسی شاعری میں یہ اثرات بھی پائے جاتے ہیں...بات اسی پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کا سلسلہ اور زیادہ دراز ہوتا ہے۔

**حضرت سیدنا الشاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رضی اللہ تعالی عنہ**

سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی کے دادا پیر و مرشد ہیں...آپ ۲۸ر رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ میں سرزمین مارہرہ شریف میں پیدا ہوئے اور سارے جہاں کو اپنی ضیابار کرنوں سے منور و تاباں فرما کر ۱۷ر ربیع الاوّل شریف ۱۲۳۵ھ میں وصال فرما گئے...آپ کا مزار پاک مارہرہ شریف میں واقع ہے...آپ کی زندگی کے حالات۔ تعلیم و تربیت کے تعلق سے معلومات حاصل کرنے کے لئے مولانا عبد المجتبیٰ صاحب کی



* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

کتاب ''مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ'' کا مطالعہ کریں اس کتاب سے آپ کی معلومات میں زبردست اضافہ ہوگا... یہاں کسی تعارف کی اجازت نہیں کہ مقالہ اس کا متحمل نہیں... سرکار اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فارسی شاعری میں جہاں اپنے پیرو مرشد کا نہایت ہی تفصیل سے ذکر کیا ہے وہیں آپ نے پیرو مرشد کے پیرو مرشد حضور اچھے میاں کا بھی ذکر کیا ہے... آپ نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے یہاں اسی کو بیان کرنا میرا مقصد ہے حضور اعلی حضرت فاضل بریلوی نے مارہرہ شریف کے دوسرے تمام بزرگوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ان سے امداد کی التجائیں کی ہیں ...فارسی شاعری میں اس کا عنوان درج ذیل ہے:

''سلسلہ سخن تا شاخ معلائی برکاتی رسیدن و بر درِ آقایان خود برسم گدائی علی اللّٰی کشیدن۔ ترجمہ..... سلسلہ سخن کو برکاتی بلند و بالا شاخوں تک پہونچنا اور اپنے آقاؤں کے دربار تک پہونچ جاؤں اور الٰہی گدا بن کر آگے بڑھوں۔''

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فارسی کلام میں سرکار اچھے میاں کے لئے کیا کہا اور ان کے کن کمالات کا ذکر کیا ہے...اس بارے میں تو بعد میں گفتگو کی جائے گی مگر اس فارسی کلام کا چہرہ ہی بہت کچھ بتا رہا ہے... مارہرہ مقدسہ کی سرزمین امام احمد رضا فاضل بریلوی کے لئے کس قدر متبرک اور با برکت تھی؟ یہ بتانا بہت مشکل ہے لیکن یہ سوچ لیجئے کہ آپ مارہرہ کے ریلوے اسٹیشن سے خانقاہ تک ننگے پاؤں جایا کرتے تھے اور اس بات کا تصور فرمایا کرتے تھے کہ اس مقدس زمین پر جوتی پہن کر چلنا یک نوع سوء بے ادبی ہے... یہ چہرہ ہی صوفیانہ شاعری کا نمائندہ اور ترجمان دکھائی دیتا ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اعلی حصرت فاصل بریلوی اپنے بزرگوں سے فیوض و برکات کے حصول کے لئے چلتے ہی رہے ہیں... کہیں آپ رکے نہیں اور تصوف کے فن میں اسی طرح کے چلنے کو کامیاب مانا جاتا ہے کسی ایک مقام پر ٹھہر جانے کو ناقص اور غیر کامل تصور کیا جاتا ہے جیسا کہ تصوف کے مزاج کو جاننے کے بعد اندازہ ہوتا ہے... اب ہم فارسی کے ان اشعار کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہیں جو حضور قبلہ اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ اور بزرگان مارہرہ شریف کے تعلق سے کہے گئے ہیں۔ ے

شاہ برکات اے ابوالبرکات اے سلطان جود
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن
شاہ برکات اے ابوالبرکات اے بادشاہ کرم
بارک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کر

عشقی اے مقتول عشق اے خوں بہایت عین ذات
اے زجاں بگزشتہ جاناں واصلا امداد کن
اے عشقی تو مقتول عشق اور خون بہا عین ذات
اے جاں سے گزر کر جاناں تک واصل امداد کر

بے خودا و باخدا آل محمد مصطفیٰ
سیدا حق واجدا یا مقتدا امداد کن
اے بے خود اور خدا والے آل محمد مصطفیٰ
سردار! حق رسا! اے مقتدا امداد کر

اے حریم طیبہ توحید را کوِ اُحد
یا جبل یا حمزہ یا ⑧ خدا امداد کن
اے حریم پاک! توحید کے کوہِ اُحد
اے جبل! اے حمزہ اے شیر خدا امداد کر

اے سراپا چشم گشتہ در شہود عین ہو
زاں سبب کردند نامت عینیا امداد کن
عین ذات کے شہود میں اے سراپا چشم!
اس لئے تیرا نام عینی ہے امداد کر

یا ابوالفضل آل احمد حضرت اچھے میاں
شاہ شمس الدین ضیاء الاصفیاء امداد کن

وحی جد تو لا یا تل او لو الفضل آمدہ است
بندۂ بے برگ را فضل و غنا امداد کن
تیرے جد پر وحی نازل ہوئی کہ فضل والے قسم نہیں کھاتے
اس بندئہ ناچیز کے فضل و غنا امداد کر

گو نہ ہجرت کردم از اثم و وغیٰ ارزم بقرب
آخر ایں در رانیم مسکیں گدا امداد کن

اگر چہ میں گناہ و معصیت نہ چھوڑ سکا پھر بھی قرب پالیا
آخراس در پر مسکین و گدا بن کر آ گیا امداد کر

اے کہ تو شمسی و کرامتہائے تو مثل نجوم
اے عجب ہم مہر و ہم انجم نما امداد کن

تو شمس ہے تیری کرامتیں ستاروں کی مثل
کیا عجب! مہر و انجم کے رہ نما امداد کر

من سرت دمے و دیگر از شرق خرق تاب
آفتابا در شب دائم بیا امداد کن

میں کچھ ہی چلا اور دوسرے مشرق سے چمکتا دمکتا
اے آفتاب! میری سیاہ رات میں آ اور امداد کر

تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول
اے خدا خواہ وجدا ماعدا امداد کن

حضرت مارہرہ کے تاجدار اے آل رسول
اے خدا والے ماسوا سے جدا والے امداد کر

اے شہ والا عمیم آلا عظیم المرتبہ
اے پئے الا ذبیح تیغ لا امداد کن

اے شہ والا، عام نعمت اور عظیم مرتبہ والے
اے الا کے پیروکار اور شمشیر لا کے ذبیح امداد کر

نائل جود از نمے زاں یم مرا سیراب ساز
نوگل جود از شمے جانم فزا امداد کن

اے کرم والے اسی سمند کی نمی سے مجھے سیراب کر
کرم کے نوخیز گل خوشبو سے جاں فزا امداد کر

اے عجب غیبے ترا مشہود از غیب شہود
دیدہ از بستی و دیدی خدا امداد کن

کیا عجب؟ غیب شہود سے کوئی غیب مشہود ہو جائے
آنکھیں موند کر اے خدا بیں امداد کر

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فارسی شاعری کے مندرجہ بالا اشعار نہایت ہی اہم ہیں اور بلند خیالات پر مبنی ہیں۔۔۔ان میں جو جذبات و احساسات اور سوز دروں بیان کی گئی ہے وہ صرف صوفیانہ اثرات ہی نہیں بلکہ ان میں کچھ ایسی فضائی کیفیات پائی جاتی ہیں جو واقعی طور پر صوفیانہ اثرات کے لئے سرچشمہ حیات ثابت ہوا کرتی ہیں۔۔۔عملی طور پر جن لفظوں سے صوفیانہ اثرات نمایاں ہوتے ہیں ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔ ؎

"عشقی۔۔۔مقتول عشق۔۔۔خون بہایت عین ذات ۔۔۔زجاں بگزشتہ۔۔۔جاناں واصلا۔۔۔بے خود۔۔۔باخدا ۔۔۔حق واجدا۔۔۔سراپا چشم گشتہ۔۔۔شہود عین ھو۔۔۔حمزہ ۔۔۔اچھے میاں۔۔۔ابوالفضل۔۔۔ضیاء الاصفیاء۔۔۔بندۂ بے برگ۔۔۔ارزم بقرب۔۔۔کرامتہائے۔۔۔آل رسول۔۔۔خداخواہ۔۔۔پئے الا۔۔۔تیغ لا۔۔۔نائل جود ۔۔۔نمی زاں یم۔۔۔نوگل جود۔۔۔شمے جانم فزا۔۔۔مشہود ۔۔۔غیب شہود۔۔۔وغیرہ۔"

یہ وہ الفاظ جو دلوں کی ترجمانی کرتے ہیں اور اندرون قلب کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم میں جو جمالیاتی کیفیات پائی جاتی ہیں وہ ہمارے بیاں سے باہر ہیں ان میں سوز بھی ہے اور ساز بھی ہے۔۔۔ان لفظوں میں تصوف کے بہت سے زاویئے بھی کھلتے ہیں۔۔۔اس قسم کے اثرات جہاں بھی بیان کئے جائیں۔۔۔نثر میں یا نظم میں۔۔۔ہم کیا کوئی اور بھی ایسے "شعری ادب" کو جس میں یہ اثرات پائے جائیں۔۔۔اسے تصوف کی شاعری ہی کہے گا۔۔۔اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس میں جمالیاتی تحریکات بھی ہیں اور اندرونی کرب و اضطراب بھی ہے۔۔۔امید و رجا بھی پائے جاتے ہیں اور کہیں کہیں انتظار کی کیفیت بھی۔۔۔واہ کیا شاعری ہے؟ جس سے روح کو تسکین ہوتی ہے اور ذہن کو سکوں ملتا ہے ایمان بھی تازہ ہوتا ہے اور اسی سے مضحمل دلوں کو قوت و طاقت بھی نصیب ہوا کرتی ہے۔۔۔میں نے بہت سے شاعروں کے کلام کو دیکھا ہے اور اسے پرکھا بھی ہے مگر جو بات اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری میں ہے جو لطف و مزے ملتے ہیں وہ کہیں دستیاب نہیں۔۔۔اس طرح کی اور بھی بہت سی منزلیں ہیں جہاں امام احمد رضا فن تصوف کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کی شخصیت کا جلوۂ رنگیں لفظوں کے آئینے میں اس طرح نمایاں ہوا ہے کہ کوئی اگر وہاں سے اسے الگ کرنا چاہے

رضویات

جب بھی الگ نہیں کرسکتا ہے۔۔۔اس منزل کو عبور کرتے ہوئے ایک بلند و بالا منزل پر چلتے ہیں جہاں سب کچھ ہے۔

میں نے فارسی شاعری کے جن اشعار کے تعلق سے گفتگو کی ہے اسی زمین اور اسی اسلوب میں پانچ اشعار ایسے ہیں جنہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ''خلاصۂ فکر و عرض حال'' کا نام دیا ہے، ان اشعار پر کچھ گفتگو کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں پہلے یہ اشعار آپ کے گوش گزار کردوں۔

بندہ ام والا مرا مرک آنچہ دانی کن بمن
من نمی گویم مرا بگزار یا امداد کن
میں غلام ہوں اختیار آپ کو ہے جو چاہیں کریں
میں کچھ نہیں کہتا مجھے چھوڑ دیں یا میری امداد کریں

خانہ زادان کریماں گر بشدت می زیند
این من و اینک سرم در نے مرا امداد کن
خاندانی کرم والے اگر شدت سے کام لیں
میں ہوں اور میرا سر ہے ورنہ میری امداد کریں

دست من بگرفتی و بر تست پاسش بعد ازیں
یا تو دانی یا ہماں دست تو یا امداد کن
تو نے میرا ہاتھ تھام لیا ہے اس کا لحاظ فرمائیں
آپ جانیں یا پھر وہ دست پاک یا میری امداد کریں

گر بدوزخ می روم آخر ہمی گویند خلق
کاں رسولی می رود غیرت برا امداد کن
اگر میں دوزخ میں چلا تو میں لوگ یہی کہیں گے
دیکھو! وہ رسولی جارہا ہے اے غیرت والے آقا میری امداد کریں

عار باشد بر شبان دہ اگر ضائع شود
یک رسن در دشت یا حامی الحمی امداد کن
چرواہوں کے لئے باعث عار ہوتا اگر ضائع ہوجائے
ایک رسی جنگل میں، اے چراہ گاہوں کے نگہباں میری امداد کریں

ان پانچ شعروں میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فکر اور ان کے عرض حال کا خلاصہ ہے۔۔۔ان شعروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے پیر اور اپنے مرشد کے حوالہ کردیا ہے۔۔۔واہ کیا انداز سپردگی ہے؟ میں غلام آپ آقا! ایک غلام کے حق میں حکم تو آپ ہی کا نافذ ہے۔۔۔تو پھر میں کیوں کہوں؟ مجھے چھوڑ دے یا میری امداد کر۔۔۔آپ کریم ہیں اور خاندانی کریم ہیں آپ ہم پر سختی کریں یا میری امداد کریں۔۔۔یہ سر بھی حاضر ہے اور یہ جاں بھی پیش خدمت ہے۔۔۔یہ تو آپ کا حق ہے۔۔۔آپ کے دست پاک میں اپنا ہاتھ دیا ہے تو اس کا پاس و لحاظ بھی آپ ہی کریں گے تو آپ جانیں آپ کیا کریں گے۔ بس میری تو یہ التجا ہے میری مدد کریں۔۔۔اور اگر آپ کا یہ خانہ زاد غلام دوزخ میں چلا جائے تو لوگ کیا کہیں گے؟ ایک رسولی جارہا ہے تو یہ آپ کو گوارا نہ ہوگا کہ آپ تو غیرت مند آقا ہیں آپ ضرور میری مدد کریں گے۔۔۔ ہاں! مجھے صرف یہ معلوم ہے کہ چرواہوں کے لئے یہ بات باعث شرم ضرور ہوتی ہے جب اس کی کوئی رسی جنگل میں گم ہوجاتی ہے تو پھر میرا دوزخ میں جانا کیوں کر پسند کریں گے، اے چراگاہوں کے نگہباں میری امداد کریں۔

سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی کی فارسی شاعری میں جن شعروں کا انتخاب کیا گیا ہے ان تمام شعروں کا تعلق بزرگان مارہرہ شریف سے ہے اور خاص طور سے حضرت سیدنا الشاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے ان تمام شعروں میں جس رشتہ کا اظہار کیا گیا ہے وہ رشتہ ایک غلام اور ایک آقا کا ہوا کرتا ہے۔۔۔ایک غلام کی حیثیت سراپا انتظار کی ہوا کرتی ہے اور آقا تو بہر حال آقا ہے وہ غلام کے جان و مال۔۔۔فکر و شعور اور روح و جسم کا مالک ہوا کرتا ہے آقا ہونے کی حیثیت سے انہیں اس بات کا اختیار رہتا ہے کہ وہ جو چاہے سو کرے، اس بارے میں کسی غلام کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔۔۔بس اسی جذبہ و احساس کا دوسرا نام ''صوفیانہ اثر'' ہے اور یہ اثر جس طرح اعلی حضرت فاضل بریلوی کی اردو شاعری میں پایا جاتا ہے اسی طرح ان کی فارسی شاعری میں بھی پایا جاتا ہے۔

.........جاری

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ایمان، کفر اور تکفیر



حضور تاج الشریعہ نے غالباً ۲۰۱۴ء میں نوح حامیم کیلر کے ایک انگریزی مضمون کا رد انگریزی ہی میں A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR کے عنوان سے تحریر فرمایا تھا، جسے انگریزی داں طبقے میں کافی پذیرائی ملی، یہ مضمون سنی دنیا کے ہندی شمارے میں قسط وار شائع ہو رہا ہے، مضمون کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر حضو تاج الشریعہ نے اس کا ترجمہ اردو میں بھی تحریر فرمادیا تھا، مضمون کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر افادۂ عام کے لئے ہم اسے قسط وار شائع کررہے ہیں، قارئین کرام سے التماس ہے کہ اپنے تأثرات ہمیں ضرور ارسال فرمائیں۔

فاروقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے پیش نظر انگریزی مضمون نگار "نوح حامیم کیلر" کا مقالہ ہے جس میں مضمون نگار نے دیوبندیوں کی عدم تکفیر کے بارے میں بحث کی ہے اور اصل موضوع سے پہلے ایک مقدمہ "ایمان، کفر اور تکفیر" کے عنوان سے لکھا ہے، ہم نے پورا مضمون پڑھوا کر سنا، ہم نے یہ محسوس کیا کہ مضمون تناقض سے بھرپور ہے جیسا کہ آئندہ ہماری تحریر سے ظاہر ہوگا، ہم یہاں مضمون نگار سے چند سوالات کرتے ہیں:

۱— مضمون نگار نے ایک سوال اٹھایا کہ کیا ہم ایسے شخص کو کافر یا نہ ماننے والا کہیں گے جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو؟ جس کے جواب میں یہ لکھا کہ "مختصر جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں" [ص۱]

اس پر سوال یہ ہے کہ مضمون نگار نے خود آگے چل کر یہ کہا کہ بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا اور بعض میں نہیں، جب یہ حکم مضمون نگار کے نزدیک بعض صورتوں سے مقید تھا تو مختصر جواب میں مطلقاً یہ کیوں کہا کہ ضروری نہیں، اپنے مختصر جواب میں اگر صورتوں کا احاطہ نہ کرسکتے تھے تو یہ تو کہہ سکتے تھے کہ ہر حال میں ضروری نہیں، یہ اتفاقیہ طور پر قید کو چھوڑنا ہے اور پیشگی اس نتیجہ کی تصریح ہے جو اختتام بحث پر نکلتا ہے یعنی دیوبندی کسی طور پر کافر نہیں اور انہیں کافر کہنا غلطی ہے یا اسی حکم مطلق پر جمنا ہے، اس بات پر ہم آئندہ سطور میں غور کریں گے۔

۲— سوال یہ قائم کیا کہ کیا ہم ایسے شخص کو کافر یا نہ ماننے والا کہیں گے جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو؟ اور جواب یہ دیا کہ ضروری نہیں اس پر سوال یہ ہے کہ سوچ اور فکر یا عقیدہ باہم مترادف الفاظ ہیں اور ان کے لیے قصد لازم، تو مضمون نگار کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ جس کی کوئی سوچ کفر یا بدعقیدگی پر مبنی ہو، اسے کافر کہنا ضروری نہیں، حالانکہ مضمون نگار نے اہانت بالقصد کو کفر بتایا ہے، کیا یہ صریح تناقض نہیں؟ نہیں تو کیسے؟ اور ان دونوں متضاد قولوں میں وجہ مطابقت کیا ہے؟

۳— مضمون نگار نے آگے چل کر لکھا: " آج بہت سے لوگ اسلامی کتابوں میں کوئی عبارت پڑھتے ہیں جسے کفر قرار دیا گیا ہو اور جب انہیں کسی شخص کا پتہ چلتا ہے جو اس عبارت کو جانتا ہے یا اس نے اس عبارت کے متعلق سنا ہے تو فوراً اس شخص کو کافر مان لیا جاتا ہے۔" [ص۱:]

مضمون نگار سے اس عبارت کے آخری فقرہ کے بارے میں یہ سوال ہے کہ ان کا یہ کہنا جو اس عبارت کو جانتا ہے الخ، صحت کا کون سا پہلو رکھتا ہے، اس عبارت کو جاننے والے یا

اس کے متعلق کچھ سننے والے کو کافر قرار دینا محض اس بات پر کہ وہ اس عبارت کو جانتا ہے یا اس کے متعلق کچھ سنا ہے کسی ذی فہم سے متصور ہے؟ ہرگز نہیں، تو یہ مضمون نگار کا لوگوں پر بہتان ہے یا بے سوچے سمجھے بولنا ہے؟ شاید مضمون نگار کا مقصد یہ ہے کہ بے تأمل اس شخص کو اس عبارت کے پیش نظر کافر قرار دیا جاتا ہے خواہ وہ شخص اس عبارت کا مصداق ہو یا نہ ہو یعنی اس سے ایسا قول یا فعل جسے عبارت میں کفر قرار دیا گیا سرزد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن کیا مضمون نگار کے الفاظ اس کی اس مراد کے مساعد ہیں؟ ہیں تو کیسے؟ اور اگر نہیں تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہو جاتا کہ مضمون نگار کو اپنی مراد بتانے کا بھی سلیقہ نہیں؟ پھر اگر یہی مراد ہے تو اس کا ثبوت بذمۂ مضمون نگار ادھار ہے۔

۴۔ مضمون نگار نے آگے کہا کہ: "کسی مسلمان کی تکفیر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے"۔ [ص ۱:]

بلا شبہ یہ بڑی بات ہے، جب کہ بے دلیل شرعی ہو اور جب دلیل شرعی قائم ہو تو کافر کہنا نہیں، بلکہ اسے کافر ٹھہرانا ہے جو اہانت، انکار ضروریات دین کے سبب خود کافر ہوا، دیوبندی جن کے اقوال کی شناعت اس حد تک مضمون نگار کو مسلم ہے کہ آگے چل کر خود کہا کہ:

" خلاصہ یہ ہے کہ خلیل احمد سہارنپوری کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا شیطان کے علم سے جو کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ ذلیل ہے نامناسب موازنہ قطع نظر اس کے موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا،۔۔۔ ۔۔۔۔اس نے اس عبارت میں شدید ٹھوکر کھائی ہے، کسی بھی ماضی کے اسلامی معاشرے میں چاہے حیدرآباد ہو یا کابل، بغداد ہو یا قاہرہ، فاس ہو یا دمشق، المختصر یہ کہ اس کے دور کے برٹش انڈیا کے سوادنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلت آمیز اور ناقابل قبول پاتے"۔ [ص ۲۸:]

مزید کہا کہ:

"اب اگر پلٹ کر پیچھے دیکھیں تو اس بات پر کوئی بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ خلیل احمد اور اشرف علی کے دوستوں، استادوں اور شاگردوں نے ان لوگوں کے مخالفوں سے قبل اختلاف کیوں نہ کیا؟ اس بات پر کہ ان سے پہلے کب کسی عالم دین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کسی شیطان، مجنون یا کسی جانور کے علم سے موازنہ کیا ہو،۔۔۔ شاید ہی کسی مسلمان کے لیے ایسی بات یا ایسا موازنہ اپنے باپ کے لیے بھی قابل قبول ہو؟ چہ جائیکہ ایسی بات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے لیے کی گئی ہو ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہے"۔ [ص ۳۱:]

یعنی اس کو اس امر میں شک ہے کہ تھوڑے مسلمان بھی ان اقوال بد کو مقرر رکھیں گے، کیا اس شک سے بھرے اقرار کا یہ حاصل نہیں کہ یہ امر مضمون نگار کے نزدیک بھی یقینی ہے کہ ان اقوال بد کو کوئی مسلمان گوارا نہ کرے گا، اس اعتراف کے باوجود دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے یہ تمہید اور وہ نتیجہ کہ انہیں کافر کہنا غلطی ہے، مضمون نگار کا تضاد نہیں تو کیا ہے؟ مذکورہ بالا جملہ مضمون نگار کے نزدیک مطلق ہے یا مقید؟ اگر مطلق ہے تو مضمون نگار پہلے یہ کہہ چکا کہ" بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا بعض میں نہیں" جس کا مفاد یہ ہے کہ حکم مقید ہے پھر اسے مطلق کیوں چھوڑا؟ اور اگر مقید ہے تو قیود کی تفصیل اور متکلم کے کلام میں ممکنہ وجوہ جیسے صریح، متعین یا متبیّن اور دونوں کا حکم اور یہ کہ فقہا و متکلمین کے مذہب کا بیان، یہ سب امور کیوں نہ بیان ہوئے؟ اس لیے کہ مضمون نگار نے اٹھارویں صدی عیسوی میں وہابیوں کے فتنے کا ذکر کرنے کے بعد یہ کہا کہ:" یہ بات بہت سے دوسرے قدامت پسند مسلمانوں میں بہت عام ہوئی"۔ [ص ۱:]

مضمون نگار کا مضمون انگریزی میں ہے جس میں اس نے بہت سے مسلمانوں کو Orthodox کہا Orthodox انگلش ڈکشنری کے مطابق چند معنی کے لیے آتا ہے جو درج ذیل ہیں:

: adj. Generally accepted: Orthodox

rightly taught belief صحیح عقیدہ (Person)
Holding it صحیح العقیدہ Person holding it صحیح العقیدہ fashioned old etc. (Veng فرسودہ [خیالات] کی تقلید کرنے والا [Person] with such
views تقلید پسند، دقیانوسی، فرسودہ خیال Orthodoxy
n, being orthodox صحیح العقیدہ ہونا، دقیانوسی ہونا۔

مندرجہ بالا ڈکشنری کے حوالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ Orthodox کے دو معنی ہیں: صحیح العقیدہ اور دقیانوسی، اور مضمون نگار صاحب سے سوال ہے کہ انہوں نے Orthodox سے کیا مراد لیا؟ صحیح العقیدہ یا دقیانوسی، بر تقدیر اوّل مضمون نگار کے بقول وہ لوگ صحیح العقیدہ کیسے رہ گئے جن میں یہ بات عام ہوئی جو اس کے بقول" آج کے دور کی بہت بڑی بدعت ہے"۔

بر تقدیر ثانی کیا اس کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو بات بہت سے مسلمانوں میں عام ہے جو اس کے بقول دقیانوسی ہیں وہ بات بھی اس کے بقول دقیانوسی ہے اور پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے پھر اسے آج کے دور کی بہت بڑی بدعت کہنا کیوں کر صحیح ہے؟ اور کیا یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں پر بہتان نہیں اور یہ بلا امتیاز سارے مسلمانوں کی توہین نہیں؟

مضمون نگار قدامت پسندی پر طعنہ زن ہیں، اسلام کے اصول کیا نئے ہیں؟ ہر گز نہیں، وہ تو قدیم ہیں، تو یہ طعنہ کیا صرف مسلمانوں پر ہے یا اسلام کے اصولوں پر؟ بیشک یہ طعنہ اسلام کے اصولوں پر ہوا، پھر کیا مضمون نگار جدید اصول دین اور جدید اسلام کے داعی ہیں؟ آپ قدامت پسندی پر معترض ہیں اور جدت کے داعی ہیں تو خود آپ کیا ہوئے؟

مضمون نگار کا یہ کہنا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت بڑی بات ہے اگرچہ یہ ایک جنرل بات ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ مضمون نگار یہ بات دیوبندیوں کے بچاؤ میں کہہ رہا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دیوبندی اس کے نزدیک مسلمان ہیں اور ان کو کافر کہنا بڑی بات ہے، اب مضمون نگار کی ذمّہ داری ہے کہ ثابت کرے کہ دیوبندی مسلمان ہیں، کیا ختم نبوت کا انکار ضروریات دین کا انکار نہیں؟ اور خاتم النبیین بمعنی نبی آخر الزماں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عوام [یعنی جہلا] کا خیال ہے، قرآن وسنت واجماع امت کی تکذیب نہیں؟ اگر نہیں تو کیسے؟ اور تکذیب ہے اور ضرور ہے تو کیا یہ کفر نہیں؟ پھر معنی مذکور کو عوام کا خیال بتا کر یہ کہنا کہ اہل فہم پر روشن ہوگا کہ" تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں"، کیا یہ انکار بر انکار اور تکذیب در تکذیب نہیں؟ امام غزالی کی تصنیف" الاقتصاد" جو مضمون نگار کی بھی مستند ہے وہ پیش نظر رکھ کے مضمون نگار یہ بتائے کہ آیۂ کریمہ خاتم النبیین میں کوئی تاویل مقبول ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اس کے مقبول ہونے پر شرع سے کیا دلیل ہے؟ اور اگر کوئی تاویل نہیں اور ہرگز نہیں تو اس آیۂ کریمہ کا انکار بر انکار، تکذیب در تکذیب اور اس کو کوئی وصف مدح نہ ماننا، حالانکہ قرآن نے اس کو مقام مدح میں ذکر کیا اور سنت اور اجماع امت سے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی فضیلت سمجھی گئی اور یہ سب ضروریات دین سے ہے جس کو قاسم نانوتوی نے رد کرکے ایک ہی جملے میں کئی ضروریات دین کا انکار کر دیا، پھر بھی مضمون نگار کے نزدیک مسلمان اور اس کی تکفیر بے دلیل! مضمون نگار معنیٔ خاتم النبیین میں تاویل کس گھر سے لائیں گے؟ حالانکہ امام غزالی کی کتاب مستطاب " الاقتصاد" جو مضمون نگار کی بھی مستند ہے میں صاف ارشاد ہوا:

الباب الرابع فی بیان من یجب تکفیرہ من الفرق[إلی أن قال:]الرتبة السادسة :ألا یصرح بالتکذیب ولا یکذب أیضا أمرا معلوما علی القطع التواتر من أصول الدین، ولکن ینکر ما علم صحته بالإجماع المجرد. فلا مدرك لصحته إلا الإجماع. فأما التواتر ..فلا یشھد له، کالنظام مثلا إذ أنکر کون الإجماع حجة قاطعة فی أصله، وقال : لیس یدل علی استحالة الخطإ علی أھل الإجماع دلیل عقلی قاطع ولا شرعی متواتر لا یحتمل التأویل، فکل ما یستشھد به من الأخبار والآیات مؤول بزعمه. وھو فی قوله ھذا خارق لإجماع التابعین، فإنا نعلم إجماعھم علی

أن ما أجمع عليه الصحابة حق مقطوع به لا يمكن خلافه، فقد أنكر الإجماع وخرق الإجماع.

وهذا في محل الاجتهاد، ولي فيه نظر؛ إذ الإشكالات كثيرة في وجه كون الإجماع حجة، فيكاد يكون ذلك كالممهد للممهد للعذر، ولكن لو فتح هذا الباب . . انجر إلى أمور شنيعة، وهو أن قائلا لو قال :يجوز أن يبعث رسول بعد نبينا محمد صلى الله عليه وسلم . . فيبعد التوقف في تكفيره ومستند استحالة ذلك عند البحث يستمد من الإجماع لا محالة؛ فإن العقل لا يحيله، وما نقل فيه من قوله :((لا نبي بعدي))، ومن قوله تعالى :{خاتم النبيين} . . فلا يعجز هذا القائل عن تأويله فيقول : (خاتم النبيين) أراد به أولي العزم من الرسل؛ فإن قوله :{النبيين} عام ولا يبعد تخصيص العام، وقوله : ((لا نبي بعدي)) لم يرد به الرسول، وفرق بين النبي والرسول، والنبي أعلى رتبة من الرسول . . إلى غير ذلك من أنواع الهذيان.

فهذا وأمثاله لا يمكن أن تدعى استحالته من حيث مجرد اللفظ؛ فإنا في تأويل ظواهر التشبيه قضينا باحتمالات أبعد من هذه ولم يكن ذلك مبطلا للنصوص، ولكن الرد على هذا القائل أن الأمة فهمت بالإجماع من هذا اللفظ ومن قرائن أحواله أنه أفهم عدم نبي بعده أبداً وعدم رسول أبدا، وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص، فمنكر هذا لا يكون إلا منكراً للإجماع.

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص 302-308)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام غزالی نے ایک باب باندھا ان فرقوں کے بیان میں جن کی تکفیر واجب ہے اور فرمایا کہ مرتبہ سادسہ یہ ہے کہ صاف صاف قرآن وسنت میں کسی کی تکذیب نہ کرے اور نہ کسی ایسے امر کو صاف صاف جھٹلائے جس کا یقینی طور پر تواتر سے اصول دین سے ہونا معلوم ہو لیکن ایسی شی کا منکر ہو جو اجماع محض سے ثابت ہو۔

آگے چل کر فرماتے ہیں: اگر تاویلات سے رد اجماع کا دروازہ کھولا جائے تو یہ بہت سارے امور شنیعہ کی طرف منجر ہو، یوں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے: ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول کا مبعوث ہونا ممکن ہے، تو اس کی تکفیر میں توقف مستبعد ہوگا اور بحث کے وقت اس امر کے محال ہونے کی سند میں لامحالہ اجماع سے مدد لی جائے گی، اس لیے کہ یہ بات عقلاً محال نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "لا نبی بعدی" اور اللہ تعالیٰ کے قول "خاتم النبیین" میں تاویل سے وہ معترض عاجز نہ ہوگا، چنانچہ کہہ سکتا ہے "خاتم النبیین" سے اولو العزم رسول مراد ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "النبیین" عام ہے اور عام کی تخصیص مستبعد نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لا نبی بعدی" سے رسول کو مراد نہیں لیا اور نبی اور رسول میں فرق ہے، اور رسول نبی سے مرتبے میں اعلیٰ ہے، اس کے علاوہ اور دوسری باتیں یہ اقسام ہذیان سے ہیں، تو یہ اور اس جیسی اور باتوں کے محال ہونے کا دعویٰ محض لفظ میں نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ ان نصوص کی تاویل میں جو تشبیہ کے معنی میں ظاہر ہیں ہم نے بہت سے ایسے احتمالات پر فیصلہ کیا جو ان احتمالات سے دور تر تھے پھر بھی مذکورہ احتمالات نصوص کو باطل کرنے والا نہ ٹھہر سکے لیکن اس قائل کا رد یوں کیا جائے گا کہ امت نے بالاجماع اس لفظ سے اور اس کے قرائن حالیہ سے یہ سمجھا کہ یہ لفظ یہ سمجھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہ ہوگا نہ ان کے بعد کوئی نیا رسول ہوگا اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ کسی تخصیص کی گنجائش ہے تو اس کا منکر اجماع ہی کا منکر ٹھہرے گا۔

مضمون نگار صاحب دیکھیں کہ انہیں کی مستند "الاقتصاد" میں کیسی صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین کے معنی میں کسی تاویل وتخصیص کی گنجائش نہیں اور باجماع امت اس کا یہی مفہوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے نیا نبی اور رسول جدید معدوم ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت کو ممکن ماننے بقیہ ص ۳۴ پر

گوشۂ تاج الشریعہ

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود    گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ر ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی گیارہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

**گزشتہ سے پیوستہ**

۲۷؍جون ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**عرض...۱:** کچھ لوگوں کا معمول ہے کہ نماز کے بعد مدینہ شریف کی طرف رُخ کرکے سلام پڑھتے ہیں پھر بغداد شریف کی طرف رُخ کرکے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ایسا ہر نماز کے بعد کرتے ہیں، کیا یہ کوئی وظیفہ ہے؟ اس کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے؟ کیا مجھے اور آپ کے تمام مریدین کو بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے؟

**ارشاد...:** صلاۃ غوثیہ میں یہ عمل ہے کہ اس کے بعد بغداد شریف کی طرف منہ کرکے گیارہ قدم چلے اور صلاۃ غوثیہ کی ہر سُنّی کو اجازت ہے اور یہ عمل بہر حال بہتر ہے اس میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سرکار بغداد رضی اللہ عنہ سے استمداد اور توسل اور اس کا استظہار ہے جو باعثِ برکت ہے۔

**عرض...۲:** اگر ہم دار الحرب میں رہتے ہوں اور ہماری جیولری کی دکان ہو تو کیا ہم عیسائی کراس (زُنار) کے ہار وغیرہ بیچ سکتے ہیں جب کہ وہاں کا قانون یہ مطالبہ کرتا ہو کہ دکان پر ہر قسم کی عیسائی مذہبی جیولری بھی بیچنے کے لئے رکھی جائے؟ برائے کرم اردو میں جواب عنایت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اگر قانون مطالبہ کرتا ہے اور اس میں حرج معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مجبوری کی صورت ہے اور عیسائی جیولری میں کیا بات ہے اس کو ذکر کر کے سوال کرنا چاہئے البتہ مجبوری کی اگر صورت ہے اور شرعی مجبوری ہے، قانون مجبور کرتا ہے تو حکم دوسرا ہے اور اگر اس سے بچ سکتے ہیں اور عیسائی جیولری میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں تو ان سے بچنا بہتر ہے۔

عرض...۳: آپ نے ایک سیشن میں فرمایا کہ جن شہروں میں کچھ دنوں کے لئے جب عشا کا وقت نہ آتا ہو تو وہاں پر عام دنوں میں جو عشا کا وقت ہوتا ہے اس کے مطابق ان دنوں میں عشا ادا کریں، بہارِ شریعت میں ہے کہ جن شہروں میں جن دنوں میں عشا کا وقت نہ آتا ہو وہ وہاں عشا کی قضا پڑھے، رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: ہاں وہ قضا ہی ہوگی ادا تو نہ ہوگی۔ ٹھیک ہے۔

عرض...۴: سیون اپ، پیپسی وغیرہ کا پینا کیسا اور اس کو مجالس ومحفل میں نیاز کے طور پر تقسیم کرنا کیسا ہے؟

ارشاد...: سیون اپ اور پیپسی میں جب تک یہ شرعی طور پر ثابت نہ ہو کہ اس میں کسی ناجائز چیز کی آمیزش ہے اس کے استعمال سے ممانعت نہیں ہوسکتی کہ اصل اشیا میں طہارت اور اباحت ہے جب کسی خاص بوتل میں یا خاص برتن میں یا خاص کسی مشروب میں یہ ثابت ہو جائے کہ خاص بعینہ اس میں کسی ناجائز چیز کی آمیزش ہے تو بعینہ وہ خاص مشروب حرام اور ناجائز ہوگا اور محض بازاری شہرت یا یہ احتمال کہ اس میں ایسا ہوسکتا ہے ناجائز ہونے کے لئے یہ کافی نہیں ہے اور اس بنا پر کوئی شے ناپاک یا ناجائز قرار نہیں دی جائے گی لہٰذا اس کا استعمال جائز ہے اور نیاز وغیرہ میں رکھ سکتے ہیں البتہ اگر شبہ ہے اور کوکا کولا اور پیپسی وغیرہ کے متعلق یہ سنا ہے کہ یہ یہودیوں کی کمپنی کا پروڈکٹ ہے اور ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ اس میں آمیزش کی ہو، اور یہ تو سنا ہے کہ اس کا معاوضہ یا اس کا جو پیسہ ملتا ہے وہ نام نہاد اسرائیل، نام نہاد کہتا ہوں اس لئے کہ اسرائیل تو حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے اور ان کا نام ہے تو اس نام کے وہ حکومت اور وہ لوگ مستحق نہیں ہیں کہ ان کا تو ایمان ہی ان پر نہیں ہے تو اس حکومت اور مسلمانوں کے جو دشمن ہیں ان پر وہ پیسہ خرچ کیا جاتا ہے اس لئے اگر مسلمان بچیں تو ان کو بچنا ہی چاہئے۔

عرض...۵: پیشاب کے قطرے کی بیماری کے کس حد تک ہونے پر معذور کہلائے گا؟

ارشاد...: جب کہ قطرہ ہر وقت آتا ہو اور نماز کا کوئی وقت اس سے خالی نہ ہو نماز کے اوقات میں ہر نماز کے وقت میں اگر وہ قطرہ آتا ہے اس صورت میں وہ معذور ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز وہ تازہ وضو سے پڑھے جب اس نماز کا وقت نکل گیا اس کا وضو جاتا رہا اور پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے اس کے لئے تازہ وضو کر کے نماز پڑھے اس طور پر وہ فرائض اور وقت میں سنت ونوافل سب ادا کرسکتا ہے۔

عرض...۶ :اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور۔ (روح البیان، جلد ۸، صفحہ ۱۰۹)

حضور اس حدیث پاک میں اہل قبور سے کون لوگ مراد ہیں؟ مزید تفصیل فرما کر ہمارے دل منور فرمائیں۔

ارشاد...: اہل قبور سے ظاہر سی بات کہ مسلمان مراد ہیں اور مسلمانوں میں بدرجۂ اولیٰ جو اولیا اور علما اور شہدا ہیں وہ اس کے مصداق ہیں اور یہ حدیث نہیں ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ یا کسی اور بزرگ کا قول ہے۔

عرض... : نکاح کے بعد ولیمہ کرنے کی مدت کیا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: نکاح کے بعد شبِ زفاف کے دوسرے دن ولیمہ کرنا سنت ہے۔

عرض...۷: الحمد شریف نماز میں فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے؟ اور اگر نماز میں الحمد پڑھنا بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

ارشاد...: واجب بھی ہے اور سنت بھی اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت سے یہ ثابت ہے اور فرض ما تیسر القرآن ایک آیت یا اس کے مقدار وہ فرض ہے۔

عرض...۸: چار رکعات فرض میں تیسری رکعت میں الحمد کے بعد بھول سے بسم اللہ کی پوری آیت پڑھ لی تو اب سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

**ارشاد...:** نہیں، الحمد کے بعد اس کو قرأت کا اختیار ہے اگر چہ یہ ہے کہ تیسری رکعت میں الحمد کے بعد ضم سورت نہیں ہے لہٰذا بھول کر اگر بسم اللہ پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو نہ ہونا چاہیئے مزید اس سلسلے میں دیکھ کر کچھ کہا جا سکتا ہے۔

**عرض...۹:** فجر کی جماعت چل رہی ہے اور اتنا وقت ہے کہ اس درمیان میں سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں تو کیا سنت پڑھ لینا چاہیئے؟

**ارشاد...:** پڑھ لینا چاہیئے اگر یہ گمان ہو کہ التحیات میں پالے گا تو سنت پہلے پڑھے پھر جماعت میں شریک ہو۔

**عرض...۱۰:** تہجد کی نماز کی نیت کیا ہونی چاہیئے؟

(انگریزی سوال)

**ارشاد...:** تہجد کی نماز کی کوئی خاص نیت نہیں ہے جیسے اور نمازوں کی نیت ہے ویسے ہی تہجد کی نیت ہے۔

**عرض...۱۱:** کیا ہر وہ شخص جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا غلط کہتا ہے بدمذہب ہے؟

**ارشاد...:** بالکل، بے شک وہ بدمذہب ہے۔ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ:

**ما راٰہ المسلمون الحسن فھو عند اللہ حسن۔** جس چیز کے اچھے ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہو اور بکثرت لوگ اس پر عمل کریں اس کو اچھا جانیں تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک حسن ہے۔ (مسند احمد، ج۱۹، ص۴۰۶، حدیث ۹۳۷۵)

اس کو غلط اور باطل کہنا یہ گویا کہ بکثرت عام مسلمانوں کو گمراہ اور غلط کار اور گناہ گار کہنا ہے اور ناجائز طور پر کسی پر گمراہی کی تہمت لگانا یا گناہ گار سمجھنا یا ان کے افعال کو غلط سمجھنا یہ خود ناجائز وحرام اور خود گمراہی ہے اس پر لازم ہے کہ مسلمانان اہل سنت وجماعت کی موافقت کرے اور جو وہ کر رہے ہیں ان کے کام میں موافقت کرے اگر نہیں کر سکتا تو دل سے ان کے فعل کو جائز اور اچھا سمجھے یہ نہیں کہ اُلٹا انہیں کو گناہ گار اور گمراہ سمجھے، اس صورت میں وہ وہابیوں کی طرح خود ہی گمراہی کا مستحق ہے۔

**عرض...۱۲:** کیا قدرت کو بُرا کہنا اللہ عزوجل کو بُرا کہنا ہے؟

**ارشاد...:** بے شک قدرت کو بُرا کہنا اس سے یہی لازم آتا ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ:

**لا تسب الدھر فان اللہ ھو الدھر۔** (مسند احمد، ج۸، ص۱۹۴، حدیث ۳۶۶۷) دہر کو گالی مت دو اور دہر میں ہی ہوں۔

یعنی دہر کا خالق اور اس کا پیدا کرنے والا اور اس کا مربی میں ہوں تو بے جا اس طور پر گالی دینا، حدیث میں یہ آیا کہ یہ گالی معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچتی ہے۔

**عرض...۱۳:** بہت سارے علمائے کرام کے نام کے ساتھ کعبہ وقبلہ کہا جاتا ہے اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کیا ایسا کہنا چاہیئے؟

**ارشاد...:** کوئی حرج نہیں ہے، قبلۂ توجہ، مرجع خلائق، جس طرح کعبہ مرجع توجہ ہے مسلمانوں کے لئے اسی طور پر سرکار علیہ السلام اور سرکار علیہ السلام کے نائب اور ان کے جانشین علما ائمہ وہ مرکز اقبال اور مرکز توجہ ہیں ان کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور شریعت ان کی طرف رجوع کا حکم دیتی ہے اس اعتبار سے ان کو کعبہ وقبلہ کہا جاتا ہے۔

**عرض...۱۴:** ایک سید صاحب جو بدمذہب ہو گئے کیا وہ اب بھی سید ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** بدمذہبی کیسی ہے کس حد تک ہے اگر وہ حد کفر تک ہے تو اب سیادت ختم ہو گئی اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت قائم نہیں رہی اور وہ شخص مسلمان ہی نہیں ہے اور اگر بدمذہبی حد کفر تک نہیں ہے پھر بھی اس شخص سے پرہیز کا حکم ہے۔

**عرض...۱۵:** اگر وہ سید نہیں اور اسی بدمذہبی کی حالت میں وہ چل بسا تو اس کی اولاد کیا کہلائے گی کیا وہ سید ہیں جب کہ وہ اہل سنت وجماعت کے راستے پر ہوں؟

**ارشاد...:** وہ اگر اہل سنت وجماعت کے مذہب پر ہیں اور باپ کی بدمذہبی میں شریک نہیں ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں ہے اور وہ مسلمان ہیں اور اگر وہ باپ بدمذہبی پر ہے اور اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی اور وہ اس کو کافر نہیں جانتے تو ان کا بھی وہی حکم ہے جو اس کا ہے۔

**عرض...۱۶:** اگر ایک شخص کسی ولی کے مزار شریف کی

زیارت کو جارہا ہو مگر اس کے جانے سے اس کے گھر میں اس کی ماں، اس کی بیوی یا بہن گھر پر اکیلے رہ جائیں گے تو کیا اس صورت میں ان کو ساتھ لے جاسکتا ہے؟

**ارشاد...:** لے جاسکتا ہے۔

**عرض...۱۷:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک سچے آدمی کا خواب (جو سچا ہو) نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔" (صحیح بخاری)

برائے کرم اس حدیث شریف کی وضاحت فرمادیں؟

(انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس میں وضاحت کی کیا بات ہے! دوسری روایت میں آیا ہے کہ "بقیۃ المبشرات "نبوت چلی گئی لیکن علوم نبوت کا یہ (اچھا خواب) چالیس اجزاء میں سے ایک جز اس کا ہے اور یہ مبشرات جن میں اچھی باتوں کی خوشخبری دی جاتی ہے مومن کو یہ بھی علوم نبوت میں سے ہے یعنی نبی علیہ السلام کے علوم کا ایک سرچشمہ اور ان کا فیض ہے ان کی امت کو جو ملتا ہے اس میں نبی علیہم السلام کی نبوت کا اور سرکار ابد قرار جناب احمد مختار صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم غیب اصالتاً ان حضرات کو عطا فرمایا ہے اور اس کا منبع سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کو بنایا ہے ان کے ذریعے سے ان کے علوم انبیائے کرام علیہم السلام پر، مرسلین علیہم السلام پر، اوّلین پر اور آخرین پر فائز ہوئے اور انہیں سے علومِ آدم متنزل ہوئے اور انہیں کے اس سرچشمۂ علم غیب کا یہ اثر ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی خوابوں میں اور دوسرے دیگر ذریعوں سے، ان کی اتباع اور سچی پیروی کے ذریعے سے بعض علوم غیبیہ پر اطلاع ہوجاتی ہے یہ سب کا سب حضور علیہ السلام کے علوم نبوت کا ایک قطرہ اور اس کا ایک شمہ ہے۔

**عرض...۱۸:** جو اذان کا سوفٹ ویر آج کل کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں اس میں ہر وقت کی اذان ہوتی ہے کیا اس میں عام اذانوں کا حکم ہوگا کہ بات وغیرہ نہ کریں؟

**ارشاد...:** اس کو جب لگایا گیا، اذان جو کہ ذکر ہے اور سننے کے لئے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سننا ہی چاہئے اور پھر اس طور پر کہ لگا کر لوگ باتوں میں مصروف ہوجائیں یہ اس سے ایک اعراض کی اور روگردانی کی صورت ہے یہ بہتر نہیں ہے اور اگر لوگوں کے مشغولی اور مصروفیت کے اوقات ہیں تو ان اوقات میں لگانا نہ چاہئے۔

**عرض...۱۹:** کچھ لوگ ذکر الٰہی وُدعا کے وقت اندھیرا کرتے ہیں کیا ایسا کرنا بہتر ہے؟

**ارشاد...:** مشائخ میں، بزرگوں میں یہ معمول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے یکسوئی وغیرہ کے لئے کہ فکر مجتمع ہو اور دھیان اِدھر اُدھر نہ بٹے نظر اور طرف نہ پہنچے اس لئے یہ کیا جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

**عرض...۲۰:** کچھ لوگ عصر کے بعد اور کچھ لوگ مغرب کے بعد سونے سے منع کرتے ہیں کیا اس میں کوئی حقیقت ہے؟

**ارشاد...:** مغرب کے بعد تو سونا بُرا ہے اور حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اکثر بیشتر اس پر ناراض ہوتے تھے کہ اس میں اندیشہ یہ ہے کہ عشا سے پہلے اگر سوگیا اور نیند گہری ہوگئی تو عشا میں یا تو اتنی تاخیر ہوگی کہ وقت مکروہ کہ جس وقت تک تاخیر کرنا ناجائز ہے وہ ہوگا یا عشا فوت ہوجائے گی اس لئے جس کو اور غالباً اکثر لوگ ایسے ہی ہیں جس کو یہ بھروسہ نہیں ہے اعتماد نہیں ہے اپنے اوپر اس کو یہ لازم ہے کہ مغرب کے بعد نہ سوئے، جاگے اور عشا پڑھ کر سوئے اور عصر کے بعد سونے کے سلسلے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

**من نام بعد صلاۃ العصر فجن فلا یلو من الا نفسہ۔** عصر کے بعد اگر کوئی سوجائے پھر پاگل ہوجائے تو وہ اپنے اوپر ہی ملامت کرے۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، ج ۱۰، ص ۱۷۸، حدیث ۴۷۹۳)

بہتر نہیں ہے عصر کے بعد سونا۔

**عرض...۲۱:** ایک شخص جو بڑا پرہیزگار نماز روزے کا پابند تہجد گزار ہے جھوٹ نہیں بولتا آزمایا ہوا ہے مگر وہ خود کو سُنّی نہیں بتاتا اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

رہنمائی فرمائیں۔

**ارشاد...:** وہ اگر سُنّی نہیں ہے تو اس کا دعویٰ سننے کے قابل نہیں ہے اور بالفرض اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی تو محض اس بنا پر کہ اس نے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور وہ عقائد اہل سنت وجماعت نہیں رکھتا اس کو سُنّی قرار نہیں دیا جاسکتا جیسے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا جلوہ جاگتے میں کافروں نے بھی دیکھا مگر محض اس بنا پر کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو انہوں نے دیکھا کیا وہ مسلمان اور صحابی قرار دیئے جائیں گے؟ صحابی وہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو حالت ایمان میں دیکھے اور مومن وہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا کلمہ پڑھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگر چہ اس کو بالفعل سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا دیدار نہ ہوا ہو اور کسی کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا دیدار ہوجائے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مذہب پر نہ ہو، دین کا وہ منکر ہو ہرگز وہ سُنّی نہیں ہے مسلمان نہیں ہے۔

**عرض... ۲۲:** کیا بد مذہب کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا دیدار ممکن ہے؟

**ارشاد:** ہوسکتا ہے۔

**عرض... ۲۳:** مسجد کا جو باہر کا حصہ ہے وہاں دھوپ کی وجہ سے لوگ صف کو پورا نہیں کرتے بلکہ جہاں تک چھاؤں ہوتی ہے وہاں تک صف بناتے ہیں اور باقی کی جگہ دھوپ کی وجہ سے خالی رکھ کر پچھلی صف میں آجاتے ہیں ایسا کرنے سے صف منقطع ہوتی ہے یا نہیں؟

**ارشاد...:** اس سے صف منقطع نہیں ہوگی۔

**عرض... ۲۴:** جاندار کی تصویر والے کپڑے سات سال سے چھوٹے بچوں کو پہنانا کیسا ہے؟

**ارشاد...:** پہنانا نہ چاہئے۔

**عرض... ۲۵:** جاندار کی تصویر والے کھلونے بچوں کے کھیلنے کیلئے خرید کردینا کیسا ہے؟

**ارشاد...:** نہ چاہئے۔

**عرض... ۲۶:** شادی، میلاد و جلسے وغیرہ کے لئے غیر قانونی طریقے سے بجلی کا استعمال کرنا ٹھیک ہے؟ (جسے عام طور پر بجلی چوری کہا جاتا ہے)

**ارشاد...:** یہ سوالات نہ پوچھنے چاہئیں اور بہت سارے اس قسم کے معاملات لوگوں میں رائج ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے اور اس میں مسلمانوں کو بسا اوقات سخت ضرر کا اندیشہ ہے ایسے کاموں سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔

**عرض... ۲۷:** آپ کے شہزادے کا نام عسجد رضا ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے، اس کا کیا معنیٰ ہے؟ کیا ہمیں اپنے بچے کا یہی نام رکھنے کی اجازت ہے؟

**ارشاد...:** رکھ سکتے ہیں، عسجد کے معنیٰ سونا کے ہیں، (ع، س، ج، د) عسجد سونا۔

جاری.........

ص ۴۹ رکا بقیہ..............................................

ہوں، اب...... ذرا وہ عورتیں غور کریں جن کے شوہر نیک ہیں، بیویوں کے حقوق میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے پھر بھی اگر آپ ان نیک حساس صفت شوہروں کو جلی کٹی سنا کر ذہنی وقلبی الجھنوں میں مبتلا کررہی ہیں تو یاد رکھیں آپ بھی دنیا اور آخرت کے شدید الجھنوں سے چھٹکارا نہیں پاسکتیں! کیوں کہ حضور عالم غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ:

> ''جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حوریں کہتی ہیں کہ خدا تجھے ہلاک کرے، اسے تکلیف نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔'' (ترمذی)

یہ جنتی حوروں کی بدعا ہے، اسی طرح ایسی عورتوں پر فرشتوں کی بھی لعنتیں ہوتی ہیں (مسلم) بلکہ خود اللہ رب العزت کی ناراضگی اور اس کی لعنتیں برستی ہیں ایسی ظالمہ عورتوں پر، **فلھذا** غور کریں اور اپنی دنیا وآخرت کی خاطر شوہروں کے ذہنی وقلبی سکون کا خاص خیال رکھیں۔

◆◆◆

از: دختر مفتی عبدالمالک مصباحی ٭

# معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے

## بشرطیکہ عورتیں صبر وتحمل کی خوگر ہو جائیں

بزمِ نسواں

**اب** ہمارے اسلامی معاشرے میں بھی شادی کو بربادی سے تعبیر کیا جانے لگا ہے، نوجوان نسل کو نکاح قید اور صنف مخالف سے ناجائز دوستانہ (friendship) آزادی محسوس ہونے لگی ہے، کنوارے اپنی زندگیاں خوش مزاجی کے ساتھ آزادانہ طور پر جی رہے ہیں اور شادی شدہ گھر کو قید خانہ سمجھ کر زندگی کاٹ رہے ہیں، بچے بچیاں شادی، بیاہ کو پھندا سمجھ کر نکاح سے دور اور معاذ اللہ آنکھ، کان، ہاتھ، زبان کے زنا سے قریب ہوتے جا رہے ہیں آخر ایسا کیوں؟

کیا اسلام نے شادی کو ذریعہ سکون وراحت سے تعبیر نہیں کیا؟ کیا شارح وداعیِ اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جلد از جلد نکاح کے ساتھ پاکیزہ زندگی گزارنے کی تاکید نہیں کی؟ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو نصف ایمان نہیں قرار دیا؟ ضرور بالضرور!

اللہ رب العزت نے تو ارشاد فرمایا: خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً- یعنی پرسکون وخوش حال زندگی گزارنے کے لیے ہی تو ہم نے عورتوں کی تخلیق فرمائی تاکہ جائز طریقے سے میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون قلبی وذہنی حاصل کریں اور شادی بربادی نہیں بلکہ خوش حالی کا ذریعہ بن جائے۔

مگر! افسوس صد ہا افسوس کہ اب اسلامی معاشرے سے بھی یہ سکون کالمعدوم ہو گیا ہے، آخر کیوں؟ کیا اس پر ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنے اور اس بڑی پریشانی، ذہنی وقلبی الجھن سے خود کو نجات دینے کی سخت ضرورت نہیں؟

جی ہاں، ضرور ہمیں اس بڑی الجھن کے سد باب کی سخت ضرورت ہے کیوں کہ آج نہیں بلکہ آج سے تقریباً 55/60 سال پہلے کی رپورٹ یہ ہے کہ دنیا میں پاگل پن کی سب سے بڑی وجہ جھگڑالو بیبیاں ہیں، کسی نے اس حقیقت کی تفصیل چاہی تو اس نے بتایا کہ اڑتالیس فیصد پاگل مرد اپنی جھگڑالو بیبیوں کی وجہ سے پاگل ہوئے ہیں، کیوں کہ یہ مرد حساس ہوتے ہیں اس لیے وہ نہ تو اپنی بیوی کو زدو کوب کرتے اور نہ جھڑکتے ہیں جس کا لازمی اثر ذہنی پریشانیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، پھر میں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہا یہی وجہ ہے کہ مردوں کی بنسبت عورتیں کم پاگل ہوتی ہیں۔

(ماہ طیبہ پاکستان، جولائی 1963ء بحوالہ خطبات اسلام 163)

اللہ، اللہ! اسی لیے آج میں اپنی بہنوں سے مخاطب ہوں کہ ہمیں اپنے آپ کو اور اپنے مردوں کو اس ذہنی وقلبی پریشانی سے کیسے بچانا ہے، گنہ گار شوہر کو بدلہ دینے کے لیے آپ خود بھی گنہ گار نہ بنیں۔

بہنو! مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے شوہروں سے سچی محبت کرتی ہو لیکن وہ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ میں جو هُنّ کی مرجع ہیں ان کے علاوہ سب کے ساتھ خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں لیکن بیوی کو تیور دکھاتے ہیں اس لیے آپ ان سے لڑتی ہیں، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ سے جسے تعبیر دی گئی ہے، آج اسی کے لیے شوہروں کے پاس وقت نہیں ہے اسی لیے آپ ان پر بھڑک جاتی ہیں، مردوں کی یہ سب کوتاہیاں واقعی سخت قابلِ گرفت ہیں، مگر....... آج میں چوں کہ ان سے نہیں آپ سے مخاطب ہوں، اسی لیے میں سب سے پہلی آپ کو یہ یاد دلا دوں کہ اگر شوہر اپنے حقوق کو ادا نہ کرے تو اس کی سزا تو دنیا وآخرت میں اسے ملے گی ہی لیکن خیال رہے کہ شوہر کی کوتاہیوں کی وجہ آپ پر جو حقوق زوج وارد ہو رہے ہیں وہ قطعی معاف نہیں ہوتے

بلکہ آپ کے لیے واجب ہے کہ شوہر جیسا بھی ہو آپ اپنے بیوی ہونے کا حق بخوشی ادا کریں ورنہ آپ معذور نہیں بلکہ عذاب الٰہی میں محصور ہوں گی۔

**شوہر کا ظلم آپ کے لیے بلندیِ درجات کا ذریعہ ہے**

آپ کہیں گی کہ....... مگر! یہ تو بہت مشکل ہے کہ شوہر ستائے اور ہم اس کے حقوق بخوشی ادا کریں، تو میری بہنا یاد رکھیں کہ یہی تو اسلامی معاشرے کی علامت، مسلمان عورتوں کی پہچان ہے جسے قرآن نے یوں بیان کیا:

"اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ۔ یعنی جو حقیقی و عملی مسلمہ، مؤمنہ عورت ہوتی ہے وہ قانتہ یعنی جو مقدر ہو اسی پر راضی رہنے والی ہوتی ہے ساتھ ہی وہ صابرہ بھی ہوتی ہے یعنی اسے حق اللہ ہو یا حقوق العباد کسی کی ادائیگی میں چاہے جتنی مشکلات آئیں سب کا خندہ پیشانی سامنا کرتی ہیں.. الخ۔"

سبحان اللہ، سبحان اللہ! یہ کتنی پیاری آیت ہے آپ کے لیے کہ اگر شوہر آپ کے ناموافق ہیں تبھی تو آپ رضائے رب و رسول کے لیے اسی پر قناعت کر رہی ہیں، شوہر اگر آپ کو ستا رہے ہیں جبھی تو آپ کے صبر کی آزمائش ہو رہی ہے کہ آپ اس کے حق کو جو اللہ نے مقرر کیا ہے ادا کرتی ہیں یا نہیں، پھر اگر آپ اس آزمائش میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بڑی زبردست بشارت عطا فرمائی ہے کہ:

"جو عورت اپنے خاوند کے برے اخلاق پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ اسے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رحمۃ اللہ علیہا کے ثواب کی مثل عطا فرمائے گا۔" {احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۱۰۸}

اب آپ بتائیں! کیا شوہر کے ظلم و زیادتی پر آپ صبر کر کے حضرت آسیہ کے جوار میں مکان بنانا گوارا نہیں کریں گی؟ کیا اب بھی شوہر کو گنہ گار ثابت کر کے اپنے حقوق کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کریں گی؟ کیا آج علم ہونے پر شوہر کے جو حقوق آپ نے تلف کیے ہیں ان پر معافی نہیں مانگیں گی؟

ضرور! ہم میں سے ہر بہن کی یہی خواہش ہے تو چلیں آج سے ہم عہد کر لیتے ہیں بالخصوص شوہر کے معاملے میں صابرہ، قانعہ بن کر حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سایۂ رحمت میں جگہ بنائیں گی۔ (ان شاء اللہ عزوجل)

**تحمل (قوت برداشت) ظالم کو بھی رحم دل بنا دیتی ہے**

یہ تو آخرت کا ثواب ہے، اگر آپ واقعتاً شوہر کی زیادتیوں پر صبر کریں گی تو دنیا میں بھی اللہ رب العزت آپ کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا اور آپ کے صبر ہی کے سبب شوہر کے دل میں الفت و محبت اور نرمی ڈال دے گا، جس کی گواہی خود رب رحمٰن کا یہ فرمان دے رہا ہے:

"اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حٰمٓ سجدہ، ۳۴) یعنی برائی کو بھلائی سے ٹالو جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔"

سبحان اللہ! اس آیت میں ہمارے رب تعالیٰ نے ہمیں کتنے نفیس انداز میں قوت برداشت کی اہمیت سمجھاتے ہوئے بتایا کہ اگر صبر سے کام لیتے ہوئے برائی یعنی غصہ، بد کلامی وغیرہ کا بدلہ صبر سے دوگی تو وہی غصیلا انسان تمھارا سچا ہمدرد بن جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ تمھیں اپنے اندر کمال کا قوت برداشت پیدا کرنا ہوگا حتیٰ کہ تمہاری کیفیت ہر کسی کے ساتھ یہ ہو جائے۔

بد کریں ہر دم برائی
تم کہو ان کا بھلا ہو

اے کاش! تیرے دل میں اتر جائے میری بات اور میری ہر بہن خود کو صابرہ، قانتہ نیز قوت برداشت کی حاملہ بنانے کی از حد سعی تام کریں، بہنا! شروع میں بس ذرا محنت کر لیں، صبر سے کام لیں تحمل و قناعت بہت مشکل امر بھی نہیں بلکہ ع

طبیعت رفتہ رفتہ خوگر غم ہوتی جاتی ہے

پھر ان شاء اللہ ہر مصیبت و غم پر صبر و تحمل آساں ہو جائے، یہ تمام مذکورہ بالا تفصیلات ان بیویوں کے لیے تھیں جن کے شوہر ظلم و ستم کرتے ہوں، حقوق کی ادائیگی نہ کرتے بقیہ ص ۷۴ پر

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# شہریت ترمیمی بِل: دستور ہند بدلنے کی مذموم کوشش!

## کیا کریں مسلمان؟

**مرکزی** حکومت نے ایک بار پھر "شہریت ترمیمی بِل" (Citizenship Amendment Bill) لوک سبھا کے بعد اب راجیہ سبھا سے پاس کرالیا ہے، حالانکہ یہاں یہ بل پاس کرانا بی جے پی کے لئے تھوڑا مشکل تھا کیوں کہ یہاں بی جے پی اقلیت میں ہے، اگر اپوزیشن پارٹیوں نے منافقت سے کام نہ لیا ہوتا تو یہ بِل راجیہ سبھا میں ناکام ہوسکتا تھا، پارلیامنٹ میں اس بِل کو روکنے کی یہی ایک صورت تھی۔

### خلاف دستور ہے یہ بل

یہ بل دستور کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کے آرٹیکل 14/ (قانون کے نزدیک برابری کا حق) اور آرٹیکل 15 (حکومت مذہب، نسل، ذات، صنف، زبان اور علاقے کی بنیاد پر شہریوں میں کوئی فرق نہیں کرے گی) کی سراسر خلاف ورزی ہے، اس بل کی حمایت اور مذہبی تفریق کا جواب دیتے ہوئے وزیر داخلہ کا کہنا تھا:

"ہمارے تین مسلم پڑوسی ملکوں (پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان) میں ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کو ستایا جارہا ہے، اس لئے ہم ان کو بھارت کی شہریت دینا چاہتے ہیں، مسلمانوں کے لئے تو بہت سارے اسلامی ممالک ہیں، ہندوؤں کا تو ایک ہی ملک ہے، اس لیے وہ کہاں جائیں گے؟ یہی سوچ کر اس بِل میں صرف غیر مسلموں کو شامل کیا گیا ہے۔"

وزیر داخلہ کی اس بات سے ایسا لگتا ہے جیسے پوری دنیا میں ہندو شہریت کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں اور بھارت کے علاوہ کوئی ملک انہیں شہریت دینے کو تیار نہیں، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی ہمدردی سے پہلے بھی بہت سارے ممالک ہندوؤں کو شہریت دے چکے ہیں اور دیتے رہتے ہیں، ہاں! انہیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ شہریت دینے کا یہی پیمانہ اگر دیگر ملکوں نے بھی اپنا لیا تو اس کا سب سے بڑا نقصان بھارت کو ہی ہوگا، کیوں کہ پوری دنیا میں دوسرے ملکوں کی شہریت حاصل کرنے والوں میں سب سے بڑی تعداد بھارتی شہریوں کی ہے، وزارت خارجہ کی رپورٹ کے مطابق 1 کروڑ 75 لاکھ بھارتی دوسرے ملکوں کی شہریت رکھتے ہیں، اگر وہ ممالک بھی شہریت کا پیمانہ "مذہب" بنالیں تو پورے پونے دو کروڑ بھارتی تباہ ہوجائیں گے، اس لئے محض مسلم دشمنی کے جذبے اور ووٹ بینک کی خاطر ملک کی سالمیت اور کروڑوں بھارتیوں کو داؤ پر لگانا ملک کو تباہ کرنے کے مترادف ہے، اگر حکومت واقعی مظلوموں کی ہمدرد ہے تو اس فہرست میں برما، سری لنکا اور نیپال کو شامل کیوں نہیں کیا گیا؟

شاید اس لیے کہ مسلم ملکوں کے مفروضہ ظلم وستم کا پروپیگنڈا کرکے یہاں کے ہندوؤں کو آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے، برما و نیپال کے نام سے نفرت پھیلانا ممکن نہیں تھا۔

### تارکین وطن کی شہریت کا معاملہ

تارکین وطن کی شہریت صرف بھارت نہیں پوری دنیا کا معاملہ ہے، دنیا کے تمام ممالک غیر ملکیوں کو قانون کی پاسداری، جرائم سے اجتناب اور ایک مقررہ وقت تک قیام کے بعد شہریت دیتے ہیں لیکن کسی بھی ملک میں شہریت کے لیے مذہب کو پیمانہ نہیں بنایا گیا، اس کا فائدہ اٹھانے والوں میں سب سے زیادہ بھارتی شہری ہیں، دوسرے ملکوں کی شہریت لینے والے افراد کی تعداد پر مشتمل یہ فہرست دیکھیں:

(۱) ہندوستان 1 کروڑ 75 لاکھ (۲) میکسیکو 1 کروڑ 18 لاکھ (۳) چین 1 کروڑ 7 لاکھ (۴) روس 1 کروڑ 5 لاکھ (۵) شام 82





* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

لاکھ (۶) بنگلہ دیش 78 لاکھ (۷) پاکستان 63 لاکھ (۸) یوکرائن 59 لاکھ (۹) فلیپینس 54 لاکھ (۱۰) افغانستان 51 لاکھ۔

اگر ان ممالک میں بھی "مذہبی کارڈ" کا چلن شروع ہوجائے تو فوراً پونے دو کروڑ بھارتی سڑک پر آجائیں گے، کاش! حکومت حقیقتاً انسانی ہمدرد ہوتی تو بغیر کسی تفریق کے غیر ملکیوں کو پناہ دیتی لیکن ایک طرف یہی حکومت برما کے مظلوموں کو ملکی وسائل پر بوجھ بتاتے ہوئے نکالنے پر آمادہ ہے، کیوں کہ ان کا قصور یہ ہے کہ وہ مظلوم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہیں، دوسری جانب ان لاکھوں گھس پیٹھیوں کو شہریت دینا چاہتی ہے جو" مفروضہ مظلومیت" کے نام پر غیر قانونی طریقے سے ہندوستان میں آباد ہیں، لیکن وہ چونکہ ہندو ہیں اس لئے سو خطاؤں کے بعد بھی حکومت ان کی ہمدردی میں دُبلی ہوئی جارہی ہے۔

## کیا اس بِل کو روکا جا سکتا تھا؟

کسی بھی بِل کے قانون بننے کے تین مرحلے ہوتے ہیں. 1-لوک سبھا میں پاس ہونا. 2- راجیہ سبھا میں پاس ہونا. 3- صدر جمہوریہ کی منظوری. لوک سبھا میں بی جے پی مکمل اکثریت میں ہے، اس لئے وہاں یہ قانون چٹکیوں میں پاس ہوگیا. صدر جمہوریہ بی جے پی کے ہی ہیں، اس لئے وہاں بھی کوئی دقت نہیں آئی، ہاں! راجیہ سبھا کے لئے بی جے پی کو کچھ مشقت کرنا پڑی، کیوں وہ وہاں اقلیت میں ہے. اگر سیکولر پارٹیوں نے دستور ہند کا خیال رکھا ہوتا تو وہاں یہ بِل گر جاتا. لیکن پچھلے کچھ وقتوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ سیکولر پارٹیاں منافقت سے کام لیتے ہوئے رسمی سی مخالفت کرتی ہیں اور ووٹنگ کے وقت ”واک آؤٹ“ کرجاتی ہیں جس کی وجہ سے بی جے پی آسانی سے کوئی بھی بِل پاس کرالیتی ہے، اس بار بھی یہی ہوا، مسلمانوں کا ووٹ لینے والی جنتا دَل یونائیٹڈ (J. D. U) بیجو جنتا دل، وائی ایس آر کانگریس جیسی پارٹیوں نے اس بِل کی حمایت کردی ہے، اگر نام نہاد سیکولر پارٹیاں ایوان میں موجود رہ کر اس بل کے خلاف ووٹ کرتیں تو یقیناً یہ غیر دستوری بل پاس نہ ہوتا لیکن افسوس ع

جس پہ تکیہ تھا وہی پتّے ہوا دینے لگے

## اب مسلمان کیا کریں

عام مسلمانوں کو چاہئے کہ جو سماجی تنظیمیں اور علما اس قانون کی جمہوری مخالفت کررہے ہیں ان کا ساتھ دیں، مکّار سیکولر پارٹیوں کے نیتاؤں کا گھراؤ کریں اور آئندہ الیکشن میں ان کا مکمل بائیکاٹ کریں تا کہ آپ کے ووٹوں سے جیتنے والے غدّاروں کو سبق مل سکے، اس کے علاوہ بھی ایک اور جمہوری راستہ ہے اور وہ ہے بڑے پیمانے پر عوامی احتجاج!

اگر مسلمان اپنے دستوری حق اور غیرت مندانہ زندگی کے لئے لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر آکر اس قانون کی مخالفت کریں اور اس وقت تک کریں جب تک حکومت اس غیر دستوری بِل کو واپس لینے کا اعلان نہ کردے جیسا کہ پچھلے دنوں دَلتوں نے دِلّی میں کیا، جب سپریم کورٹ نے ”روی داس مندر“ کو ٹریفک پرابلم کی وجہ سے توڑنے کا آرڈر جاری کیا تو اس کی مخالفت میں لاکھوں دَلتوں نے پوری دِلّی کو جام کردیا، کئی کلومیٹر کے دائرے میں نیلے جھنڈے اور سروں کا سیلاب ہی سیلاب نظر آرہا تھا، حالانکہ اس احتجاجی بھیڑ پر پولیسیا تشدد بھی ہوا، سیکڑوں لوگ جیل بھی گئے لیکن ان کے مثالی احتجاج اور مضبوط اتحاد سے گھبرا کر حکومت کو فیصلہ واپس لینا پڑا، لیکن یہ سب کرنا اتنا آسان نہیں ہے کیوں کہ ہماری قوم کا جذبہ دو موقعوں پر ہی بیدار ہوتا ہے، ایک جب بریانی کھانی ہو، دوسرے جب مشاعرہ سننا ہو. اس کے علاوہ قوم کے چھوٹے بڑے سب کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ ہماری لڑائی غیر مسلم لڑیں، ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے۔

اکابر علما و مشائخ کی بڑی تعداد کو پتا بھی نہیں ہوگا کہ ان کی بربادی کے مشورے کئے جارہے ہیں، جنہیں معلوم ہوگا وہ یہ سوچ کر خاموش رہیں گے کہ ہم تو بچ ہی جائیں گے، اس لئے یہ کام حساس علما و مشائخ کو ہی کرنا پڑے گا اور قوم کے ایک فرد فرد کو اپنی عزت دارانہ زندگی کے لئے اپنے جمہوری حق کا استعمال کرنا پڑے گا، مگر یاد رکھیں حکومتی ایجنٹ آپ کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کریں گے کہ احتجاج وغیرہ کے چکر میں نہ پڑو، بلکہ اپنے کاغذات وغیرہ جمع کرا کے مطمئن رہو، کیوں سب کے

چکر میں پڑتے ہو؟

یاد رہے کہ آسام حکومت ایک مسلم فوجی ثناء اللہ کو بھی گھس پیٹھیا بنا کر ڈٹینشن کیمپ (جیل) بھیج چکی ہے، ثناء اللہ نے انڈین آرمی میں JCO کے طور پر 30 سال تک سروس کی، 2016 میں فوج سے رٹائر ہوئے اور 2017 میں ہی انہیں گھس پیٹھیا بنا دیا گیا، جب آرمی میں سروس کرنے کے بعد بھی ایک مسلمان کو گھس پیٹھیا بنایا جاسکتا ہے تو عام مسلمان اور اس کے کاغذات کی کیا حیثیت ہے؟

◆◆◆

## ص ۵۳ رکا بقیہ......

وامان، بھائی چارگی، رواداری اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کا ہے۔ ملک کو درپیش چیلنج کا ہے۔ بابری مسجد، رام جنم بھومی جو فرقہ پرست عناصر کی ایک اچھی خوراک تھی، جو لوگ اس موضوع پر اشتعال انگیز بیان جاری کر کے قومی منافرت کو ہوا دیتے اور اپنی سیاسی روٹی سینکتے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی سیاسی دکان بند کر کے ملک کی ترقی، خوشحالی، باہمی رواداری ومحبت اور خیر سگالی کے فروغ میں لگ جائیں گے اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی پاکیزہ روایات کی بحالی میں اپنی کوشش وکاوش کی شمع فروزاں کر کے اپنی تحریک کا رخ موڑ دیں گے اور ملک میں قیام امن وامان کی راہ میں مثبت عمل کا مظاہرہ کریں گے، یا پھر کچھ اور؟

◆◆◆

## ص ۵۴ رکا بقیہ......

نہیں پاتی، بنی ہوئی جب حکومتوں کی نگرانی اور عدالتوں کے وعدہ وعید کے بعد ڈھا دی گئی تو اب بننے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے، ہاں یہ ضرور ہوتا کہ دو چار دس ہزار مسلمان مار دیئے جاتے، مودی سرکار، موہن بھاگوت، دیش بھگت میڈیا اور خدا کے گھر کے سوداگروں کو یہ تاریخی فیصلہ مبارک ہو، صحیح کہا تھا اقبال نے ؎

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لاالٰہ الااللہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے جان ومال اور اس ملک کے امن وسلامتی کی حفاظت فرمائے۔

◆◆◆

## ص ۵۶ رکا بقیہ......

پہلی دفعہ شریعت میں مداخلت کی گئی تھی تو ہم سڑک پر نہیں اترے یہ ہماری بڑی کوتاہی تھی جس کے نتیجے میں نجانے کتنے جہلا مسلمان کوٹ کے مطابق تین طلاق کو ایک مان کر حرام کاری میں مبتلا ہیں جن کے کہیں نا کہیں سے ہم بھی ذمہ دار ہیں، اے مولیٰ! واقعتاً ہماری یہ عظیم مصیبت خود پروردہ ہے اگر ہم اس وقت یوں ہی مظاہرے کیے ہوتے، سر جھکا کر خاموشی اختیار نہ کیے ہوتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے، اے کریما کارساز! ہمیں معلوم ہے کہ ہم تیرے گھر کو بچانے کے لیے تو صدائے حق بلند نہیں کیے، آج اپنی جان بچانے کے لیے سڑکوں پر اتر آئے، آج دفعہ 144 کا بھی کوئی اثر نہیں، مولیٰ! ہمیں معلوم ہے کہ ہم سے بڑی کوتاہی ہوگئی لیکن آج ہم سب اپنے گزشتہ کوتاہیوں پر شرمسار ہیں ہمیں معاف فرمادے، ہماری توبہ قبول فرمالے وغیرہ وغیرہ الفاظ میں احتجاج کے بعد اجتماعی توبہ ضرور کریں۔

اللہ رب العزت ضرور ہمیں اس آنے والی مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا کیوں کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو ایک ہی دریا میں بنی اسرائیل کو بچالیتا ہے اور فرعون جیسے طاقتور بادشاہ کو ڈبو دیتا ہے اب وہی امت محمدیہ کو بھی بچائے گا۔

◆◆◆

## ص ۵۷ رکا بقیہ......

مرحوم ومغفور حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان سے بیعت تھے، استاذی الکریم علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور اشاعت اسلام وسنیت میں گزاری، اللہ رب العزت آپکے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

سوگوار: محمد تحسین رضا، کانپور

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ! کتنا مثبت، کتنا منفی

**ایودھیا** میں واقع بابری مسجد، رام جنم بھومی اراضی پر برسوں سے چلے آرہے تنازع پر ۹ رنومبر ۲۰۱۹ء کو جسٹس رنجن گگوئی کی قیادت میں پانچ رکنی بنچ نے ۱۰۴۵ رصفحات پر مشتمل اپنا تاریخی فیصلہ پیش کر دیا۔ جس میں متنازع زمین رام جنم بھومی کے حق میں دیئے جانے کا فیصلہ صادر کیا گیا، ۲۲ ردسمبر ۱۹۴۹ء کی ایک رات میں جبراً بابری مسجد میں مورتیاں رکھ کر مذہبی جنون کی جس تاریخ کا ابتدائیہ لکھا گیا تھا آخرش ۹ رنومبر ۲۰۱۹ء کو اس کتاب کا اختتامیہ لکھ کر ملک کی سب سے بڑی عدالت سے اس پر مہر لگوا دی گئی۔

عدالت کا یہ فیصلہ ہندوؤں کے حق میں گیا۔ اس پانچ رکنی بنچ نے اپنے فصلہ کی اساس و بنیاد ہندوؤں کی آستھا اور محکمہ آثار قدیمہ آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹ پر رکھی ہے۔ جبکہ کورٹ نے ملکیت کے مقدمہ میں خود یہ تسلیم کیا تھا کہ فیصلہ کی بنیاد نہ آستھا بنے گی اور نہ ہی آثار قدیمہ کی رپورٹ، مسلمانوں نے روایتی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور ملک کے نظام عدلیہ پر اپنے اعتماد و بھروسے کا اظہار کرتے ہوئے اسے قبول کر لیا۔ اگر وہ قبول نہ بھی کرتے تو ان کے پاس متبادل راستہ کیا بچ رہا تھا۔ فیصلے سے قبل مذہبی، ملی اور سیاسی راہنماؤں کی جانب سے عام مسلمانوں کے نام صبر و تحمل کی جو اپیل جاری کی جارہی تھی اس نے فیصلے سے پہلے ہی اس کے متن کا اشاریہ تحریر کر دیا تھا، بین السطور اور حاشیہ پڑھنے والی نگاہیں محسوس کر چکی تھیں کہ فیصلہ کیا آنے والا ہے۔ مسلمانوں نے تو ابتدا سے ہی اس معاملے میں ملک کے نظام عدلیہ پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے اپنا عندیہ ظاہر کر دیا تھا کہ ہمیں سپریم کورٹ کا فیصلہ مثبت یا منفی بہر نوع قبول ہے چنانچہ ایسا ہی دیکھا بھی گیا۔ گو کہ اس فیصلے میں بظاہر توازن بحال رکھنے کیلئے سنی وقف بورڈ کو پانچ ایکڑ زمین ایودھیا کے کسی مقام پر دینے کیلئے کہا گیا ہے، کسی بھی مسجد کا متبادل کوئی بڑی سے بڑی زمین نہیں بن سکتی، مسلمانوں کی یہ قانونی و دستوری جنگ کسی اراضی کے لئے نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت گھر کی حصولیابی کے لئے تھی۔ ہمیں بھیک میں دی جانے والی یہ زمین منظور نہیں ہے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ سنی وقف بورڈ زمین لینے سے انکار کر دے۔

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کی یہ شق بہر حال ہمارے لئے حوصلہ افزا اور جبر و تشدد کے پجاریوں کے لئے باعث شرم و عار ہے کہ مندر توڑ کر بابری مسجد کی تعمیر کا عمل انجام پذیر نہیں ہوا تھا، یہ بھی ہمارے زخموں پر مرہم کا کام کر رہا ہے کہ ۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کو لاکھوں انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں بابری مسجد توڑ کر زمین بوس کرنے اور مورتیاں رکھے جانے والے عمل کو اس پانچ رکنی بنچ نے غیر قانونی اور مجرمانہ کارروائی قرار دیا ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ ایسے مجرموں کے خلاف کورٹ کی جانب سے کب اور کیا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ عید میلاد النبی سے ٹھیک ایک دن قبل آیا ہے، جب مسلمان اس موقع پر جلوس محمدی کا اہتمام مکمل شان و شوکت کے ساتھ کرتے ہیں، چنانچہ اکثر مقامات پر مسلمانوں نے بحالی امن و امان کے پیش نظر جلوس نہ نکالے جانے کا دانشمندانہ فیصلہ لیا ہے، نظام عدلیہ پہ اعتماد، امن و امان کے قیام، خیر سگالی، بھائی چارگی اور ملک دوستی کے تعلق سے اب اس سے زیادہ کیا کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مسلمانوں کی حب الوطنی اور وطن دوستی کو مشکوک نظروں سے دیکھا جائے تو حیرت و استعجاب کی بات ہوگی۔

ملک میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ امن بقیہ ص ۵۲ رپر

احوال وطن

* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

از: مولانا انیس عالم سیوانی *

# بابری مسجد اور مسلمان

احوال وطن

**کورٹ** میں فیصلہ بابری مسجد زمین کے مالکانہ حق کا ہونا تھا جو سپریم کورٹ نے مورخہ ۹؍نومبر ۲۰۱۹ء بروز سنیچر صبح ساڑھے دس بجے کر دیا، کورٹ کے معزز جج صاحبان نے بار بار یہ یقین دہانی بھی کرانے کی کوشش کی کہ عدالتی فیصلہ دھرم یا آستھا کی بنیاد پر نہیں بلکہ ثبوتوں کی بنیاد پر دیا گیا ہے، ملک کے مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہمیں عدالتوں پر اعتماد نہیں، ہاں ہندو شدت پسندوں اور بھاجپا نیتاؤں نے ضرور اس طرح کے بیانات دیے کہ ہم ہر حال میں مندر وہیں بنائیں گے، جب بلا وجہ صفائی دی جاتی ہے یا قسم کھائی جاتی ہے تو شک ہونے لگتا ہے کہ آخر بار بار یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ ہم آستھا نہیں ثبوت کی بنیاد پر فیصلہ کر رہے ہیں، بہر حال ایک طویل عرصہ کے بعد ملک کی سب سے بڑی عدالت نے ہندوستان کی اکثریت کے مطالبے کو قانون کا لباس پہنا دیا، لیکن یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ فیصلہ زمین کے مالکانہ حق کا ہونا تھا اگر وہ زمین رام للا ہی کی تھی تو ہندو فریق کو دیدینا تھا لیکن عدالت نے اپنے فیصلے میں یہ بھی کہا کہ مرکزی حکومت بابری مسجد کی اصل زمین سے ہٹ کر اجودھیا کے اندر کسی اچھی جگہ مسجد کے لیے سنی وقف بورڈ کو پانچ ایکڑ زمین دے، بن مطالبہ یہ کرم اور بخشش کیوں؟ کیا کسی مسلم فریق نے یہ مطالبہ کیا تھا؟

دیش میں لاکھوں مسجدیں ہیں، کہیں بھی آدمی نماز پڑھ سکتا ہے، جھگڑا تو اس مسجد کا تھا، دوسری جگہ اگر مسجد بنانی ہوگی تو اجودھیا میں کیوں بنائی جائے گی؟ اجودھیا میں اگر بی جے پی گورنمنٹ مسجد کے لیے زمین دیتی ہے تو مستقبل میں پھر کچھ لوگ کہیں گے کہ پوری اجودھیا رام جی کی ہے، یہاں مسجد کیسے اور گورنمنٹ کی بخشی ہوئی زمین پر مسجد کیسے بنے گی؟ پھر ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا، اس لیے مسلمانوں کو مسجد کیلئے گورنمنٹ کی عطا کردہ کوئی زمین نہیں چاہیے اور وہ بھی اجودھیا میں۔

مسلمان تو حکومت سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آپ ہماری جان بخش دیں، جس طرح اس ملک میں پیڑ پودوں، جانوروں کو زندہ رہنے کا حق ہے کم سے کم اتنا حق تو ہمیں دے دیجئے، مسلمان کسی غیر کی زمین پر مسجد قائم کرنے کو کل بھی از روے شریعت ناجائز مانتا تھا اور آج بھی، آج کے ہندوستان میں مسلمانوں سے یہ کہنا کہ امن قائم رکھیں ایک بھونڈا مذاق ہے، پولیس آپ کی، قانون کے رکھوالے آپ، سیاہ وسفید کے مالک آپ، پھر مسلمانوں سے امن وامان قائم رکھنے کا مطالبہ، سمجھ میں نہیں آتا، آپ ہی بتائیے مسلمان کیا کر سکتا ہے؟

بابری مسجد کے عوض میں عدالت کے کہنے کے مطابق اگر مودی سرکار مسلمان کے نام پر زمین دینا چاہتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ سنی سنٹرل وقف بورڈ کے چیر مین ظفر فاروقی، سلمان ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، مولانا کلب صادق لکھنؤ اور ارشد مدنی جیسے لوگوں کو دیدیے تا کہ مستقبل میں اس سے وہ اپنے بچوں کے لیے کچھ کرسکیں، دیش میں زیادہ بھائی چارہ کا ماحول اور یکجہتی قائم کرنے کے لیے بہتر یہ ہوتا کہ حکومت سلمان ندوی کا مدرسہ جامعہ سید احمد شہید کٹولی اور ارشد مدنی وکلب صادق صاحبان کی جائداوں اور سنی سنٹرل وقف بورڈ کو رام للا مندر کی تعمیر کے لیے ایکوائر کرلے تو ان حضرات کو کوئی عتراض نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ لوگ امن کی خاطر کچھ بھی کر سکتے ہیں، تو اپنا گھر، آفس اور مدرسہ کیوں نہیں دے سکتے۔

خیر جو ہوتا ہے ٹھیک ہی ہوتا ہے، اگر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں آ بھی جاتا تو کیا فرق پڑتا، مسجد تو وہاں بن

بقیہ ص ۵۲ پر

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے ڈائریکٹر ہیں۔

از: دختر مفتی عبد المالک مصباحی*

# رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی



**آج** ملک میں ہر طرف خونی منظر کو دیکھنے کے باوجود بھی مذہبی رہنما اور مرکزی اداروں کے ذمہ داران انجان بنے بیٹھے ہیں لیکن بالکل ان کے برعکس کچھ ایسے باہمت و باحوصلہ لوگ بھی موجود ہیں جو اپنی اپنی بساط کے مطابق ظلم و تشدد کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں، میدان عمل میں اتر رہے ہیں۔

جامعہ میں پولیس نے جو سلوک طلبہ کے ساتھ کیا، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اس سے آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، آپ کے اندر جھجک نہ آنے پائے، نوجوان شہیدوں کا خون تو آپ کے حوصلے کو مزید پر جوش کرتا ہے، آپ کی ہمتوں پر رنگ چڑھاتا ہے، ان کی شہادت آپ کو حضرت مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی کی شہادت یاد دلا رہی ہے، جامعہ کے ان طلبہ کی لاشیں آپ کو پکار پکار کر یاد دلا رہی کہ ؎

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم سفیرو باغ میں ہے کوئی دم کے چہچہے
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس وکمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خالی کفن رہ جائے گا

تحریک جنگ آزادی کے پر جوش حوصلوں اور ہمارے وہ علما جنھوں نے آزادیِ ہند کے لیے اپنی جانیں قربان کیں ان کی شہادت نے جامعہ کے طلبہ کو میدان عمل میں اتار دیا اور آج کے ان مجاہدوں کی موت ہمیں ہمت وحوصلہ دے رہی ہے لہٰذا موت سے قطعی نہ گھبرائیں اور یہ کہتے ہوئے میدان عمل میں آجائیں کہ ؎

موت تو آنی ہے پھر موت کا کیوں ڈر رکھوں
زندگی آ تیرے قدموں پر اپنا سر رکھوں

ورنہ یاد رکھیں کہ ہوسکتا ہے آج آپ اپنی جان کونے میں گھس کر بچا لیں لیکن سب کو اس بات پر یقین ہے کہ کل مرنا ہی ہے اور ہمیں میدان محشر میں اولین وآخرین کے ساتھ جمع ہونا ہے اس وقت علامہ فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا رضا علی خان عابدی، مفتی صدرالدین خان آزردہ، مجاہد اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی جیسے ہزاروں علمائے کرام کو اپنا منہ کیسے دکھائیں گے؟ جن کے خون کے عوض آج سرزمین ہند پر عیش کر رہے ہیں، ان شرکائے جنگ آزادی کا سامنا کیسے کریں گے؟ جنھوں نے ہمارے ملک اور اسلام ومسلمان کی بقا کی خاطر اپنے مسند نشین جسم کو سپرد خاک کر دیا، ان کو کیا جواب دیں گے؟

ایک امید افزا بات یہ ہے کہ آج ملک کا ہر منصف مزاج فرد خواہ وہ مسلم یا ہندو، سکھ ہو یا عیسائی، جین ہو یا پارسی اس کالے قانون کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہا ہے، ہمیں اپنے ان ہمسایہ قوموں کے ساتھ مل کر اس احتجاجی آواز کو مزید مؤثر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ حکومت اس کالے قانون کو کالعدم قرار دینے پر مجبور ہو جائے۔

**اپنے احتجاجی جلوس کو مزید موثر کیسے بنائیں**

محض ایک ہفتے میں اس ظلم کے خلاف آواز اٹھنے والے لاتعداد احتجاجی مظاہرے اپنی مثال آپ ہے، ان تاریخی ریلیوں نے واقعی صرف ہند کو نہیں پوری دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، ہمارے اس جذبے کو دنیا کے گوشے گوشے سے سراہا جارہا ہے الغرض ہمارے یہ مظاہرے حقیقتاً قابلِ صد تسلیم ہیں لیکن ........
ہمارا اپنے سروں پر کفن باندھ کر سڑکوں پر اتر جانا قطعی اس لیے نہیں ہے کہ ہم دنیا والوں سے سراہے جائیں، ہماری تعریفیں کی



* مضمون نگار مفتی عبد المالک ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ کی صاحبزادی ہیں۔

جائیں بلکہ..... ہم میدان میں اس لیے نکلیں ہیں تاکہ ہمارے اس احتجاج کی وجہ سے ہمارے خلاف بننے والا منصوبہ منسوخ ہو جائے، ہمارے حقوق کو دبانے والا قانون دب جائے، ہمارا ملک پرسکون و پرامن بن جائے، ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارا یہ احتجاج اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا ہی، ہمارے سروں پر کفن باندھ کر نکلنے سے ہمارے مخالف کی شکست ہو ہی جائے گی۔

آئیے اب ہم ایسا کام کرتے ہیں کہ ہمارا مظاہرہ کامیاب ہو کر ہی رہے گا (ان شاء اللہ عزوجل) آخر وہ کون سا عمل ہے؟ جب ہم قرآن سے پوچھتے ہیں تو جواب ملتا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل پر کیے گئے انعامات کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

”جب ہم نے ان پر دنیوی نعمتیں، دنیا میں مکمل آزادی عطا کی تو انھوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے لگے تو بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا۔ یعنی تو ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے جو سخت لڑائی والے تھے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کے لیے گھس گئے، وہ تم پر حاکم بن گئے تم ان کے مظلوم محکوم بن گئے اپنے بداعمالیوں کی وجہ سے۔“ (بنی اسرائیل، آیت ۵)

لیکن اللہ رب العزت مزید فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے مظلوم بندوں پر رحم کیا اور دوبارہ ان کو حکومت و نعمت سے مالا مال کیا لیکن دوبارہ انھوں نے وہی نعمتوں کی ناقدری کی تو پھر دوسری مرتبہ ہم نے ان پر عذاب بھیجا لیکن دو مرتبہ مہلت دینے کے باوجود تیسری دفعہ کے لیے ہمارا رحمٰن رب ارشاد فرماتا ہے:

”عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يَّرْحَمَكُمْ۔ یعنی اگر تیسری مرتبہ بھی تم (توبہ کرلو) ہماری طرف پلٹ آؤ تو ہم رحم کریں گے دوبارہ تمہیں نعمت و ثروت سے مالا مال کریں گے اور تم وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ کے حقدار بن جاؤ گے۔“

اس بیان کا مطلب امت محمدیہ کو آگاہ کرنا ہے کہ اگر تمہارے اوپر بھی ظالم بادشاہ بطور عذاب مسلط ہو جائے تو تمھیں اپنا حق طلب کرنے کے لیے آواز تو بلند کرنی ہی ہوگی لیکن اس سے پہلے ہماری طرف پلٹا ہوگا، حقیقی مؤمن بننا ہوگا، کردار سے اسلام کا ثبوت دینا ہوگا ورنہ یہ ظالم حکومت تمہاری ایک سننے والی نہیں کیوں کہ یہ تو ہماری ہی منشا سے حاکم بنے ہیں ہم چاہے تو ظالم و مغرور نمرود کی طرح آنکھ جھپکتے ہی ایک مچھر کے ذریعے ہلاک کر دیں لیکن ہم اس وقت تک اس تانا شاہی حکومت کو ڈھیل دیں گے جب تک کہ تم ہماری طرف پلٹ نہ آؤ، لہٰذا میدان میں آنے سے پہلے مؤمن بن جاؤ۔

### تائب ہو کر جلوس میں شرکت کریں

فللہذا ہم تمامی کو چاہیے کہ حقیقی مؤمن بننے کے لیے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا پر فرداً فرداً عمل کریں، اپنا اپنا محاسبہ کریں، گناہوں پر شرمسار ہو کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر سربسجود ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہو کر، مؤمن بن کر أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ پر یقین کامل کے ساتھ گھر سے نکلیں، احتجاج کریں، مظاہروں میں حصہ لیں پھر دیکھیں ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔

### جلوس سے پہلے صلوٰۃ الحاجت پڑھ لیں

اسی طرح گھر سے نکلنے سے پہلے دو یا چار رکعت نماز حاجت ضرور ادا کر کے احتجاجی مظاہر میں شریک ہوں (اس نماز کا طریقہ تقریباً ہر چھوٹی بڑی فقہ کی کتاب میں مل جائے گا) پھر دیکھیں ہمارا سڑکوں پر نکلنا ضرور موثر و کامیاب ہوگا۔

### احتجاج کے اختتام پر اجتماعی توبہ و دعا کا اہتمام کریں

اس عظیم مصیبت پر جہاں ہم دوسروں کو کوستے ہیں، ظالموں کے ظلم کا رونا روتے ہیں وہیں سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ پر غور کرنا ہوگا کہ لاریب قرآن کا فرمان ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ، واقعی اللہ رب العزت نے ہمیں بہت مہلت عطا کیا، ہماری بے شمار خطاؤں کو معاف کرنے کے بعد اگر اس مصیبت کو سلط کیا ہے تو ہمارے ہی ہاتھوں بوئی ہوئی مصیبت ہے، ہم سب احتجاج کے بعد اجتماعی طور پر توبہ کریں کہ اے رب! اس وقت جب بقیہ ص ۵۲ پر

احوال وطن

## عید میلاد النبی ﷺ پر راشن کٹ کی تقسیم

### غریب پروری کے پیغام کے ساتھ نوری مشن کی فلاحی خدمت

مالیگاؤں: غریبوں سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنے کا درسِ زرّیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا، اِسی لئے نوری مشن کی طرف سے عید میلاد پر "میلاد راشن کِٹ" تقسیم کی جاتی ہے، جس کیلئے ایک فارم جاری کر کے مستحق وضرورت مند افراد کی لسٹ بنائی گئی، اُنہیں ۱۳؍ غذائی اشیا پر مشتمل کِٹ عزتِ نفس کو ملحوظ رکھ کر تحفہ دی گئی، اس پروگرام کو شہری سطح پر انجام دیا گیا، اندرونِ شہر کے علاوہ مالدہ کالونی میں بھی کٹ تقسیم کی گئی، امسال سیرت کے حوالے سے کتاب "نُورِ اوّل کا جلوہ" بھی "میلاد راشن کِٹ" کے ساتھ تقسیم کی گئی، ۲۰۰ کِٹ تیار کر کے کچی بستیوں اور مضافات کے مستحق، ضعیف، بے سہارا مسلمانوں تک پہنچائی گئی، نوری مشن کی اِس کِٹ میں تور دال، مسور دال، مونگ دال، چائے پتی، شکر، تیل، گیہوں کا آٹا، چاول، مسالہ، دھنیا، ہلدی، مرچا، نمک شامل ہیں، اس مبارک کام کی انجام دہی پر غریبوں نے بہت دعائیں دیں، جب کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی میاں، حضرت سید امان میاں برکاتی مارہرہ شریف، علامہ محمد ارشد مصباحی، ڈاکٹر حامد اقبال، الحاج عبد المجید بکھار والے، الحاج احمد رضا عبد العزیز، الحاج عبد الرؤف تابانی، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے مشن کی ستائش کی اور دُعاؤں سے نوازا۔

## قاری افتخار احمد رضوی کی رحلت

کوڈرما: شہید راہ والدہ حضرت قاری افتخار احمد رضوی نور اللہ مرقدہ مورخہ ۱۵؍ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵؍ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز منگل بوقت شام ساڑھے پانچ بجے اپنی والدہ ماجدہ کو علاج کے لئے کوڈرما بازار جھارکھنڈ میں ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے، واپسی میں پٹنہ رانچی روڈ پر جلوہ آباد موڑ کے پاس ایک اسکارپیو نے حضرت قاری صاحب اور ان کی والدہ کو زبردست ٹکر ماردی صدر ہاسپیٹل کوڈرما میں علاج کے لئے داخل کرایا گیا، حالت نازک تھی، اس لئے ڈاکٹروں نے رانچی ریفر کردیا، ان کی والدہ مرحومہ اسی شب ساڑھے آٹھ بجے کوڈرما ہاسپیٹل ہی میں انتقال فرماگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون اور قاری صاحب علیہ الرحمہ رانچی پہنچنے کے بعد زخم کی تاب نہ لاکر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، مدرسہ مدینۃ الرسول جلوہ آباد کوڈرما کے شعبۂ قرأت کے سب سے قابل ترین استاد کی رحلت کی خبر سن کر مدرسہ کے تمام اساتذہ وارا کین کے دلوں پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، جماعت اہل سنت نے ایک بہترین استاد کھودیا، راقم الحروف غلام خیر الوریٰ رضوی ۱۴؍ سالوں سے ان کے ساتھ رہ کر مدرسہ کی خدمت انجام دے رہا ہے، قاری صاحب علیہ الرحمہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بچوں کے ذہن میں اپنی بات اتار دیتے تھے۔ عوام وخواص سب لوگوں کو ان کے جانے کا غم ستا رہا ہے، انھوں نے اپنے پیچھے ایک بیٹی اور تین بیٹوں کو چھوڑا ہے۔

نماز جنازہ جلوہ آباد میں بھی ادا کی گئی اور ان کے آبائی گاؤں کیشواری ضلع ہزاری باغ میں بھی، مدرسہ ہذا کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا الحاج شہادت حسین صاحب نے جنازہ کی نماز پڑھائی، ہزاروں کی تعداد میں علمائے اہل سنت وعوام دونوں جگہ شریک ہوئے، اللہ رب العزت قرآن کریم کی عظمت کے طفیل قاری صاحب علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائیں، آمین ثم آمین۔

رپوٹ: غلام خیر الوریٰ رضوی
استاذ: مدرسہ مدینۃ الرسول جلوہ آباد کوڈرما جھارکھنڈ

## مولانا سلیم اکرم کا وصال! دعائے مغفرت کی اپیل

کانپور: میں (مولانا) تحسین رضا قادری دیناج پوری بہت ہی قلق اور غم واندوہ کے ساتھ یہ تحریر کررہا ہوں کہ میرے مربی ومشفق مہربان استاذ حضرت العلام الشاہ مولانا محمد سلیم اکرم صاحب مصباحی اشرفی سابق صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ فیض الغرباء دھرارام گنج اسلام پور اتر دیناجپور مغربی بنگال کا وصال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون اس حادثہ فاجعہ کا فقیر کو روحی وقلبی صدمہ ہے لیکن مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ کے تحت صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے بقیہ ص ۵۲ ؍ پر

منظومات

## چھوڑ کر درِ دنیا، چل دیئے جِناں شبیر

چھوڑ کر درِ دنیا ، چل دیئے جناں شبیر
ہم سے ہو گئے رخصت آہ ناگہاں شبیر

یاد جب ستاتی تھی جا کے دیکھ آتے تھے
آہ اب نگاہوں سے ہو گئے نہاں شبیر

گفتگو میں اپنا پن، بات شہد کے جیسی
شفقت و عنایت کے ایسے گلستان شبیر

محفلِ محبت سے اُٹھ گیا وہ دیوانہ
کام تھا حَسَن اُس کا اور نام، ہاں شبیر

زندگی بڑی سادہ ، اور مزاج شاہانہ
ڈھونڈتی ہیں سب نظریں آہ، ہیں کہاں شبیر

جانفزا ، ہنر پرور ، درسگاہ کے منظر
نور بن کے رہتے تھے جس میں ضوفشاں شبیر

عَقلیات کے ماہر نَقلیات کے جامع
راہِ علم و حکمت کے میرِ کارواں شبیر

اُن کا پیکرِ ہستی آفتابِ علم و فن
فکرِ اعلیٰ حضرت کے سچے ترجماں شبیر

موجِ موج علم وفن، قطرہ قطرہ دانائی
عالَم بصیرت کے بحرِ بیکراں شبیر

ناز وہ اکابر کے، فخر وہ اصاغر کے
علم وزہد وتقویٰ میں نادرِ زماں شبیر

موت کی خبر سن کر سنیت تڑپ اُٹھی
ہے زبانِ عالم پر آہ اور فُغاں شبیر

دل سے اب نہ اترے گا تیری یاد کا جامہ
چاہتیں لہو بن کر ہم میں ہیں رواں شبیر

حشر تک کرے تجھ پر فضلِ رب گہرباری
باغِ خلد بن جائے تیرا آستاں شبیر

چشمِ تر فریدی کی یہ تڑپ کے کہتی ہے
آ کے پھر سے رکھ دیجے، دستِ مہرباں شبیر

## اہل حق مشکلوں میں پلتے ہیں

آؤ مل کے حق کی آواز بلند کریں اور دنیا کو بتا دیں کہ ہم ظلم کے خلاف لڑتے رہیں گے، ملک کا آئین پامال نہیں ہونے دیں گے

لاکھ گرتے ہیں ، پھر سنبھلتے ہیں
اہلِ حق مشکلوں میں پلتے ہیں

اپنی شدت پہ جب ہوائیں ہوں
تب ہمارے چراغ جلتے ہیں

پہ مرنا ،، ہماری موت نہیں
ہم فنا سے بقا میں ڈھلتے ہیں

سرفروشی ہے قوم کی معراج
ہم تو سولی پہ بھی مچلتے ہیں

زندہ رہنا ہماری فطرت ہے
ہم سدا ڈوب کر نکلتے ہیں

ہم کو آتا ہے خار پر چلنا
راستے ،، ہم نہیں بدلتے ہیں

جب ہو فرعونیت کا دور خزاں
باغِ موسیٰ اُسی میں پھلتے ہیں

گلشنِ بَرَاہیمی ،، ہیں کھلتے
آگ ، نمرود جب اگلتے ہیں

میری سوکھی زمیں کو مت دیکھو
حق کے زمزم ، یہیں اُبلتے ہیں

ہم چلے جب بھی متحد ہو کر
کوہ، باطل کے سب پگھلتے ہیں

خود ہی دیتے ہیں راستے ، طوفاں
جب سفینے ہمارے چلتے ہیں

اِس پہ تاریخ پوری شاہد ہے
ظلم کا سر، ہی کچلتے ہیں

کربلا، پھر بلا رہا ہے ہمیں
اے فریدی،، چلو نکلتے ہیں

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان)

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोट:-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

JANUARY - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

# فقہی سیمیناروں میں مفتی صاحب کی شرکت سند کا درجہ رکھتی تھی

تیرہ و تار تھی پہلے سے یہاں شام حیات
دامنِ چرخ سے اِک اور ستارہ ٹوٹا

افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے درمیان سے ایک علمی و فقہی شخصیت یعنی جامع معقولات و منقولات، زینت مسند تدریس و افتاء، حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد شبیر حسن** رضوی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے رخصت ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خانوادۂ رضویہ سے مفتی صاحب قبلہ کا گہرا تعلق تھا، آپ سرکار مفتی اعظم ہند و حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ والرضوان کے معتمد خاص تھے۔ موصوف کی شخصیت فقہ و فتاویٰ و دیگر علمی و تحقیقی کارناموں کی وجہ سے اربابِ علم میں معروف تھی، ملک کے مختلف گوشوں میں ہونے والے فقہی سیمیناروں میں آپ کی موجودگی سند کی حیثیت رکھتی تھی، آپ تادمِ حیات شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے رکن فیصل بورڈ رہے، آپ کا وصال پُر ملال بالعموم جماعت اہل سنت کے لئے اور بالخصوص شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے لئے ایک عظیم خسارہ ہے۔

فقیر قادری اور جملہ اراکین جامعۃ الرضا پسماندگان بالخصوص مولانا محمد ارشد رضا و دیگر صاحبزادگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت والا کو غریق رحمت فرمائے اور مسلک کے تئیں آپ کی خدمات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے جزائے خیر عطا فرمائے نیز آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

شرکائے غم
**فقیر محمد عسجد رضا قادری**
وجملہ اراکین جامعۃ الرضا، بریلی شریف

**اعلان:** سنی دنیا کا اگلا شمارہ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہوگا، اہل قلم بالخصوص آپ کے تلامذہ سے التماس ہے کہ اپنے مضامین و مقالات ۱۵ر جنوری تک ارسال فرمادیں۔
**محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی**
ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف

FEBRUARY-2020 Rs. 25/-

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ/فروری ۲۰۲۰ء

انہیں منظور ہے جب تک یہ دورِ آزمائش ہے

نہ چاہیں تو ابھی وہ ختم دورِ ابتلا کر دیں

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ

مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیبِ و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ

کی حیات وخدمات پر خصوصی گوشہ

- خوش حال زندگی کا راز
- ایمان، کفر اور تکفیر
- علامہ کامل سہسرامی: ایک اجمالی تعارف
- آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

- مسلک رضا کا سپہ سالار نہ رہا
- رونق تھا گلستاں کا جو وہ دلربا جاتا رہا
- علم وفن کے مہر درخشاں مفتی شبیر حسن رضوی
- مفتی شبیر حسن رضوی! ایک جامع الصفات شخصیت
- امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی اور مرکز اہل سنت
- حضرت مفتی شبیر حسن رضوی! مرکز اہل سنت سے دیرینہ.....

مُدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

**بیادگار** امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۲
Issue No. 2
Vol. 5 جلد نمبر ۵

جمادی الاخریٰ
۱۴۴۱ھ ہجری
فروری ۲۰۲۰ء

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپیے
سالانہ ۳۰۰ روپیے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپیے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**رابطہ کا پتہ**
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

**Email:**
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**Contact Address**
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں

مشمولات


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| اداریہ | حضرت مفتی شبیر حسن رضوی! مرکز اہل سنت سے دیرینہ..... | عبدالرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| اسلامیات | احکام جنازہ | مفتی صابر القادری فیضی | ۷ |
| احوال وطن | آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا | غلام مصطفیٰ رضوی | ۱۱ |
| نقد ونظر | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۱۳ |
| بزم نسواں | خوش حال زندگی کا راز | عالمہ نغمہ جمال | ۱۸ |
| ملفوظات | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۲۰ |
| اسلاف واخلاف | علامہ کامل سہسرامی: ایک اجمالی تعارف | ڈاکٹر محمد فرید الدین | ۲۳ |
| رضویات | امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات | مفتی شمشاد حسین بدایونی | ۳۰ |
| | **حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات** | | |
| یادرفتگاں | مسلک رضا کا سپہ سالار نہ رہا | مفتی محمد شمشاد حسین رضوی | ۳۷ |
| ● | رونق تھا گلستاں کا جو وہ دلربا جاتا رہا | مولانا محمد سلمان رضا قادری | ۴۲ |
| ● | علم وفن کے مہر درخشاں مفتی شبیر حسن رضوی | مولانا انیس عالم سیوانی | ۴۵ |
| ● | مفتی شبیر حسن رضوی! ایک جامع الصفات شخصیت | مفتی محمد ایوب خاں رضوی | ۵۲ |
| ● | امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی اور مرکز اہل سنت | مفتی محمد اختر حسین قادری | ۵۳ |
| خیر وخبر | شہریت ترمیمی ایکٹ! آئین مخالف: مفتی ملک الظفر سہسرامی | اراکین الجامعۃ الرضویہ پٹنہ | ۵۵ |
| ● | ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا کے والد گرامی کا انتقال پر ملال | مولانا محمد نور الدین رضا | ۵۶ |
| ● | وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۵۶ |
| منظومات | سبق ظالم حکومت کو سکھانے کی ضرورت ہے | علامہ سید اولاد رسول قدسی | ۵۸ |
| ● | چاروں طرف سے وار ہے ہم کربلا میں ہیں | مولانا سلمان رضا فریدی | ۵۸ |


انہیں منظور ہے جب تک یہ دورِ آزمائش ہے
نہ چاہیں تو ابھی وہ ختم دورِ ابتلا کردیں
[حضور تاج الشریعہ]

محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

# حضرت مفتی شبیر حسن رضوی قدس سرہ

## مرکز اہل سنت سے دیرینہ تعلقات کے آئینے میں

ادار یہ

**حضرت** مفتی شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پُر ملال سے مرکز اہل سنت ایک مخلص سپہ سالار اور سپہ گر سے محروم ہو گیا ہے، دنیائے سنیت میں فی الحال کوئی ایسی ذات نظر نہیں آتی جو مفتی صاحب کی نیابت کرتے ہوئے یہ خلا پُر کر سکے، حضرت مفتی صاحب کی تقریباً چالیس پینتالیس سالہ تدریسی زندگی مثالی اور بے داغ رہی، آپ کے فتاویٰ دنیائے سنیت میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، کسی فتوے پر آپ کی تصدیق اسے علمی دنیا میں اعتماد و اعتبار کے مرتبہ پر فائز کر دیتی تھی، اکابرین دین و ملت آپ پر اعتماد کرتے تھے اور اصاغرین کے لئے آپ کا قول حجت کی حیثیت رکھتا تھا، مرکز اہل سنت سے آپ کا رشتہ نہایت ہی مضبوط و مستحکم تھا، مرکز کی مرکزی شخصیات نے ہمیشہ آپ کو اپنا محبوب رکھا، آپ کی رائے لی اور آپ کے مشورے کو اہمیت و قبولیت کا شرف بخشا۔

معلومات کے مطابق آپ کو حضور مفتی اعظم ہند سے شرف بیعت حاصل تھا اور آپ کی خلافت سے بھی مشرف تھے، حضور تاج الشریعہ نے بھی آپ کو اپنی اجازت و خلافت سے نوازا تھا، بیعت و ارشاد بھی کرتے تھے لیکن بہت ہی کم افراد کو یہ موقع نصیب ہوا کیوں کہ آپ کو درس و افتا سے زیادہ کسی اور میدان میں دلچسپی نہ تھی، یہی وجہ تھی کہ رٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ پوری مستعدی کے ساتھ درس و تدریس اور فقہ و افتا کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کے تعلقات حضور تاج الشریعہ سے نہایت ہی خوش گوار تھے، تاج الشریعہ کی جب بھی کوئی نئی تحریر یا تصنیف منصۂ شہود پر آتی تو پہلی فرصت میں جن حضرات کو بھیجنے کی تلقین ہوتی، ان میں حضرت مفتی صاحب کا نام بھی سرفہرست ہوتا، تاج الشریعہ آپ کے تأثرات پوری دلچسپی سے سماعت فرماتے اور مسرور ہوتے، تاج الشریعہ کی معرکۃ الآرا تالیف ''الفردۃ فی شرح البردۃ'' پر آپ نے ایک مختصر مگر جامع مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

تجرِ علمی کے سبب ہی حضور تاج الشریعہ نے آپ کو شرعی کونسل آف انڈیا کے فیصل بورڈ میں شامل فرمایا تھا، جس کی ذمہ داریاں آپ نے تاحیات بخوبی انجام دیں، اب تک شرعی کونسل آف انڈیا نے ۱۶/سولہ سمینار منعقد کئے اور تقریباً سبھی سمیناروں میں آپ نے خصوصی شرکت فرمائی، بلکہ ہر سال ایک نشست کی صدارت کے فرائض بھی آپ انجام دیتے تھے، کونسل کے تقریباً ۵۰/سوالات و عنوانات کے جوابات آپ نے تحریر فرمائے جو سیکڑوں صفحات پر مشتمل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب شرعی کونسل کی کارگزاریوں کے تعلق سے اپنے ایک تأثر میں یوں رقم طراز ہیں:

''بحمدہ تعالیٰ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے منعقد نویں سیمینار میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، جن ۳/عناوین پر گفتگو و بحث ہونی تھی ان سارے عناوین پر بحمدہ تعالیٰ عمدہ، اچھی بحثیں ہوئیں اور نتیجہ خیز بحث ہوئی، ان کے نتائج سامنے آئے، مندوبین حضرات نے نہایت سنجیدگی سے کلام و بحث کیا اور منتظمین حضرات نے نظم و انتظام بہتر سے بہتر کیا، وہ حضرات لائق تحسین و مبارک باد ہیں، خدا کرے کہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے اور پیچیدہ مسائل حل ہوتے رہیں اور امت مسلمہ کے لئے عمل کی راہیں ہموار ہوتی رہیں اور ان کے علم و عمل میں اضافہ ہوتا رہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الھند و ممتاز الفقہاء حضرت محدث کبیر دامت برکاتہما کے سایۂ کرم

کو دراز تر فرمائے اور ہم اہل سنت ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں، آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔'' [بارہویں فقہی سیمینار کے تأثرنامے سے ماخوذ]

راقم کو گاہ بگاہ فون کے ذریعہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، غالباً ۲۰۰۸ء تک حضور تاج الشریعہ کے حکم پر مہینے میں کئی بار آپ سے تکلم کا شرف حاصل ہوتا، تحریرات و تأثرات کے سلسلے میں گفتگو ہوتی، مرکز اہل سنت کی سرگرمیوں کے تعلق سے تبادلۂ خیال ہوتا، جامعۃ الرضا کی علمی کارکردگی سے متعلق مشورے ہوتے، حضور تاج الشریعہ کی صحت وسلامتی کی دعائیں فرماتے، عمر کے اس حصے میں بھی حضور تاج الشریعہ کے مسلسل تبلیغی دوروں اور تحریری کارناموں کی داد دیتے نہیں تھکتے، جامعۃ الرضا کو دین کا ایک عظیم قلعہ قرار دیتے اور ارشاد فرماتے:

''تاج الشریعہ نے جامعۃ الرضا کے ذریعے مرکز کی شان دوبالا فرمادی ہے، مولیٰ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔''

اس کے علاوہ ہر سال شرعی کونسل آف انڈیا کے سالانہ سیمینار میں راقم کی بالمشافہ ملاقات ہوتی تھی، ملاقات کے وقت اکثر یہ فرماتے:

''اچھا آپ ہی نشتر صاحب ہیں، ماشاء اللہ بچے آپ کے حسن انتظام کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، اللہ آپ کو سلامت رکھے۔''

حضرت مفتی صاحب غائبانہ بھی طلبا سے میرے بارے میں سن کر بہت خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ جامعۃ الرضا میں تقریری امتحان کے لئے بھی تشریف لاتے، طلبا کی محنت اور اساتذہ کی عمدہ کارکردگی پر خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

جامعۃ الرضا کے تعلق سے آپ نے تحریر فرمایا:

''بسلسلۂ سالانہ امتحان مرکز الدراسات جامعۃ الرضا بریلی شریف میں حاضر ہوا، اور درجات فارسی سے لے کر شعبۂ تربیت افتا کے طلبا وعلمائے کرام کا تعلیمی جائزہ لینے کا شرف حاصل ہوا، تعلیم لائق تحسین واطمینان بخش ہے، بعض طلبا بہت اچھے ہیں........حضرات اساتذۂ کرام وطلبائے عظام اپنے اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف ہیں، نیز تعلیم کے ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے جو عصر حاضر میں جامعۃ الرضا کی ایک اہم خصوصیت ہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت تاج الشریعہ بانی وسرپرست وسربراہ اعلیٰ جامعۃ الرضا دامت برکاتہم القدسیہ کے سایۂ عاطفت کو جملہ اہل سنت وجماعت کے سروں پر دراز فرمائے اور حضور والا کے تمام منصوبوں وعزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور جامعۃ الرضا کو آفات ارضی وسماوی سے تحفظ عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔'' [معائنہ رجسٹر سے ماخوذ]

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت نہایت سادہ اور تصنع سے دور ونفور تھی، مگر آپ کا علمی مقام ومرتبہ نہایت ہی بلند وبالا تھا، آپ کی تدریس وتفہیم کا ایک زمانہ معترف تھا، آپ کے مضامین ومقالات دلائل وبراہین سے مملو اور تحقیقی تقاضوں سے پرُ ہوتے، اسلوب نگارش دل نشین اور تسلسل کی نوع بنوع خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ تھا۔

درج ذیل تصنیفات وتالیفات آپ کی مسلم الثبوت علمی اور فنی صلاحیتوں پر شاہد عدل ہیں:

(۱) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (۲) الجوہر المنظم فی شرح المسلم (۳) امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (۴) جوامع الحکم (۵) توضیحات کبریٰ (۶) حاشیہ کبریٰ (۷) مختصر حالات فاطمہ زہرا وغیرہ۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے تلامذہ کی فہرست بڑی لمبی ہے جن میں وقت کے بڑے بڑے مفتی، مدرس، محقق اور محرر سرفہرست ہیں، یہ حضرات ملک وبیرون ملک میں اپنے اپنے طور پر دین متین کی نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے رہے، اس سلسلے میں آپ نے اپنے شاگردوں کی بھی رعایت نہیں کی، جسے بھی آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت سے سرمو منحرف پایا، اس سے کنارہ کش ہوگئے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی عقیدت و بقیہ ص ۱۲ ر پر

دوسری قسط

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

# احکام جنازہ

## مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے متعلق ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم و رواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات و منکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھایائیے۔ [فاروقی]

اسلامیات

◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

### امیر معاویہ کا کفن

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا میں صحبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف یاب ہوا، حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجت کے لیے تشریف فرما ہوئے، میں لوٹا لیکر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہوا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کُرتا کہ بدن اقدس کے متصل تھا، مجھے انعام فرمایا وہ کرتا میں نے آج کے لیے چھپا رکھا تھا۔

اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن و موئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لیے اُٹھا رکھے، یہ کہہ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب میں مر جاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا اور موئے مبارک اور ناخون ہائے مقدسہ کا میرے منھ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب فی معرفت الاصحاب، فتاویٰ رضویہ ج ۴ر صفحہ ۱۲۹، تا ۱۳۱)

### دفن میں عجلت کرنا چاہیے

قبر وغیرہ تیار ہو جانے کے بعد مردے کو جلد دفن کر دینا چاہئے بلا ضرورت شرعیہ تاخیر کرنا مناسب نہیں، کیوں کہ حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی مرے تو اُسے نہ روکو اور جلد دفن کو لے جاؤ۔ (طبرانی)

دوسری حدیث میں ہے جلدی کرو کہ مسلمان مردے کو روکنا نہ چاہیے۔ ((ابوداؤد)

اسی طرح نماز جنازہ میں بھی جلدی کرنا بہتر اور شرع کو محبوب و مطلوب ہے، حدیث پاک میں ہے تین چیزوں میں دیر نہ کرو:

(۱) نماز جب اس کا وقت آجائے (۲) جنازہ جس وقت حاضر ہو (۳) اور زن بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔ [ترمذی]

ایک حدیث پاک میں یہ ہے کہ جنازہ میں جلدی کرو۔ (صحاح ستہ)

اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہو گیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کر دیں۔

اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ آج کل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے جنہیں کچھ سمجھ ہے، وہ تو اسی جماعت کثیرہ کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں۔

اور نرے جہّال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں کوئی کہتا ہے میّت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے کوئی کہتا ہے کہ نماز کے بعد دفن کریں گے تو میّت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا، یہ سب بے اصل و مقصد شرع کے خلاف ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ر ۵۰)

### شب جمعہ کی موت

شب جمعہ وروز جمعہ اور رمضان المبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان ان میں مرے گا سوال نکیر ین وعذاب قبر سے محفوظ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس سے کریم ہے کہ ایک شئ کو معاف فرما کر پھر اس پر مواخذہ کرے۔(فتاویٰ رضویہ ۴/ ۱۲۴)

**قبر کی شرعی صورت**

قبر بنانے میں لوگوں کا بے حد اختلاف ہے، بعض لوگ کافی اونچی اور چوکور بناتے ہیں، بعض لوگ زمین کے برابر کردیتے ہیں، صرف ایک حصّہ اونچا رہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قبر بنانے کے معاملے میں شرعی حکم یہ ہے کہ قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے، اور کریں تو اندر کا حصہ کچا رہے، اوپر سے پختہ کرسکتے ہیں لمبائی وچوڑائی میّت کے موافق ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو صورت ڈھلوان بہتر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴/ صفحہ ۱۰۱)

**مردے پر رونا**

کسی کی موت پر جب اس کے عزیز واقارب روتے ہیں تو اس کے سبب سے مردے پر عذاب ہوتا ہے، اور وہ بھی رونے لگتا ہے۔

حدیث پاک میں یہی ہے کہ زندوں کے رونے سے مردے کو عذاب دیا جاتا ہے، اس حدیث کے معنیٰ علماء کی ایک جماعت سے یہ منقول ہے کہ لوگ جو مردے پر روتے ہیں مردے کو ان کا رونا سُن کر صدمہ ہوتا ہے اور ان کے لیے اس کا دل کڑھتا ہے ایک حدیث میں یہ ہے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا اور فرمایا جب تم میں کا کوئی روتا ہے تو اس کے رونے پر مردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو! اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔(عمدۃ القاری شرح بخاری)

ایک اور حدیث میں آیا ہے نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے وہ بی بی یعنی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھیں، اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک اپنے ساتھی سے اچھا سلوک کرو اور مرنے کے بعد ایذا دو۔

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمہارے رونے پر تمہارا مردہ رونے لگتا ہے تو اے خدا کے بندو اپنی اموات کو عذاب نہ دو۔(ابو بکر بن ابی شیبہ، طبرانی، فتاویٰ رضویہ ج ۴/ صفحہ ۳۴۷)

**ایذائے میّت کی ممانعت**

مردے کو کسی طرح کی کوئی تکلیف دینا منع ہے مثلاً بالوں کو کھینچنا یہاں تک کہ کنگھا کرنا بھی منع ہے، اس کی کسی ہڈی کو توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ انسان کی ہڈّی کو توڑنا، بلکہ اگر مردے کو برائی سے یاد کیا جائے یا اُسے بُرا کہا جائے تو یہ باتیں بھی مردے کو تکلیف دینے والی ہیں احادیث میں ان سب سے ممانعت آئی ہے۔

حدیث میں ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میّت کو کنگھی کرنے سے منع فرمایا، کہ اُسے تکلیف ہوگی، اور فرمایا کیوں اپنے مردے کے موئے پیشانی کھینچتے ہو۔(کتاب الآثار امام محمد)

ایک حدیث میں ہے کہ مردہ مسلمان کی ہڈی توڑنی ایسی ہی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنی۔(صحاح ستہ)

موت کے بعد بُرا بھلا کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مردوں کو بُرا مت کہو کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے۔(بخاری، نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنے مردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ کہ اگر وہ جنتی ہیں تو بُرا کہنے میں تم گنہگار ہوگے اور اگر دوزخی ہیں تو انھیں وہ عذاب ہی بہت ہے جس میں وہ ہیں۔(نسائی)

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

مردوں کو بُرا نہ کہو کہ اس کے باعث زندوں کو ایذا دو۔(احمد،ترمذی)

ایک اورحدیث میں ہے کہ جب تمہارے ساتھی مرجائے تو اُسے معاف رکھواوراس پرطعن نہ کرو۔(ابوداؤد)

عمروبن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا،فرمایا مردے کو ایذا نہ دو(مسند امام ،فتاویٰ رضویہ ج ۴،صفحہ ۳۳/ ۳۴)

**تعزیت کوجانا**

عرف ورواج میں تعزیت کا جوطریقہ رائج ہے کہ میّت کے گھروالوں کے پاس جاکرلوگ انھیں صبروشکر کی تلقین کرتے ہیں یہ جائزومحمود ہے اورتعزیت میں افضل یہ ہے کہ بعددفن قبر سے پلٹ کرہواورقبل دفن بھی بلاکراہت جائز ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذات خودتعزیت فرمائی اوراس کےفضائل وفوائدارشادفرمائے۔

ایک حدیث میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے کسی جنازے کی خبر ملے وہ اہل میّت کے پاس جاکران کی تعزیت کرے،اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے پھراگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالیٰ دوقیراط اجر لکھے پھراس پرنماز پڑھے تو تین قیراط پھردفن میں حاضرہوتو چارقیراط اورہرقیراط کوہ احد کے برابر ہے۔(صحیح ابن سکن)

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جوکسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اُس کے لیے صاحب مصیبت کی طرح اجروثواب ہے۔(ترمذی)

حدیث: جوکسی تکلیف والے کی تعزیت کرے اُسے جنت میں چادر پہنایاجائے گا۔(ترمذی)

حدیث: جواپنے بھائی کی مصیبت کے وقت میں تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن جنتی جوڑا پہنائے گا۔(ابن ماجہ،بیہقی)

حدیث: حضرت بتول زہرارضی اللہ عنہا سےحضورانورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:اے فاطمہ تمہارے گھر سے باہر آنے کاسبب کیاہے؟عرض کی ہم اس میّت کےگھروالوں کے پاس آئے تھے میں نے ان کے لیے دعائے رحمت کی اوراُن کےمردہ کی ان سےتعزیت کی۔(ابوداؤد)

اورتعزیت کے لیے اولیائے میّت کے مکان پرجانا بھی سنّت سے ثابت ہے۔بارگاہ رِسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صحابۂ کرام بیٹھا کرتے تھے،ایک صحابی کاایک چھوٹابچّہ تھا،اپنے ساتھ وہ اپنے بچے کوبھی لایاکرتے تھے۔

کئی دن تک وہ صحابی بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر نہ ہوئے توحضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کیا سبب ہے کہ فلاں نظرنہیں آتاہے،صحابہ نےعرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا وہ لڑکا جسے آپ نے دیکھا تھا ہلاک ہوگیاہے۔

یہ سُن کرحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن صحابی رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لائے،اوران کے بیٹے کے بارے میں پوچھا،حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوبتایا گیا کہ اس کی موت ہوگئی ہے،پھرحضورنےاس کی تعزیت فرمائی۔(نسائی)

تین روزتک اولیائے میّت کوبھی رُخصت واجازت ہے کہ منکرات کے ارتکاب ورسوم کفار کے اتباع کے بغیراپنے مکان میں تعزیت کے لیےبیٹھیں تاکہ لوگ ان کے پاس آئیں اوررسم تعزیت بجالائیں۔

حضورانورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ زید وجعفروابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خبرشہادت سُن کرمغموم محزون مسجد میں تشریف رکھی ،صحابہ حاضر ہوتے اورتعزیت کرتے جاتے۔(بخاری،مسلم)

اورایک روایت میں ہے کہ حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ایک صحابی کودفن کرکے پلٹے اورصحابۂ کرام حاضر رکاب سعادت تھے،میّت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کابھیجاہوا آدمی ملاحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے مکان پرتشریف لے گئے

اسلامیات

یعنی حضور نے تعزیت فرمائی۔(ابوداؤد، مسند احمد، فتاویٰ رضویہ ج ۴رصفحہ ۱۷۷،۱۷۹)

**طریقۂ تلقین قبر**

جس طرح نزع کے وقت تلقین کی جاتی ہے اسی طرح تدفین کے بعد قبر پر تلقین کرے۔

حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر کہے۔ یا فلاں بن فلانۃ کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یا فلاں بن فلانہ وسیدھا ہو کر بیٹھ جائیگا وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوگی۔

پھر کہے اُذْکُرْ مَاخَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اِنَّکَ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبّاً وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْناً وَّمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیّاً وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَاماً۔

نکرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے، چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے اس پر کسی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا تو حوّا کی طرف نسبت کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میّت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر تین مرتبہ کہا جائے۔

یا فلاں قل لا الہ الا اللہ۔ پھر کہا جائے قل ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم۔ کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (طبرانی وابن شاہین، فتاویٰ رضویہ ج ۴رصفحہ ۹۵)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا اوّل وآخر پڑھیں، سرہانے الٓمٓ سے مفلحون تک اور پائنتی آمن الرسول سے ختم سورت تک پڑھیں۔

(بہار شریعت حصہ ۴رصفحہ ۱۶۲)

**جنازہ لے چلنے کا بیان**

مسئلہ: جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہئے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اُٹھایا۔

مسئلہ: سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اُٹھائیں ایک ایک پایہ ایک شخص لے، اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اُٹھایا، ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہو تو حرج نہیں۔ ......... جاری

**ص ۱۹ رکا بقیہ.............................................**

بے تحاشہ عزت وقدر پیدا ہوگی اور اگر بیوی بوسیدہ لباس، گردالود چہرہ، بکھرے بال، پیاز اور لہسن کی بو کے ساتھ ویلکم کرے گی تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ شوہر آہستہ آہستہ تم سے دور ہوتا چلا جائے گا اور بیوی کی نسبت باہر، دوستوں اور موبائل کو زیادہ وقت دینے لگے گا۔

ایسا نہیں کہ زیب وزینت کی ذمہ داری صرف عورت پر عائد ہوتی ہے، زیب وزینت کے معاملات مردوں پر بھی ہیں، انھیں بھی حسب ضرورت اپنے آپ کو مینٹین کرنا چاہئے تاکہ ان کی ذات بیوی کے لئے پرکشش بنی رہے۔

◆◆◆

**ص ۴۴ رکا بقیہ.............................................**

روناہی کے جامع مسجد کے سامنے محدث کبیر، ممتاز الفقہا، حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم القدسیہ کی اقتدا میں ادا کی گئی، جس میں ہزاروں عوام وخواص نے شرکت کی اور تدفین جامعہ سے متصل ٹیلے پر واقع مزار شریف کے صحن میں کی گئی، دعا ہے کہ مولائے قدیر اپنے حبیب لبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل آپ کی جملہ خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے مراتب ودرجات کو بلند سے بلند تر فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ◆◆◆

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

# آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

## آئین ہند کی حفاظت کے لئے مسلسل بیدار رہنے کی ضرورت ہے



**آزادی** کی شب خاک وخوں سے گزر کر نمودار ہوتی ہے، ۱۹۴۷ء میں بھارت آزاد ہوا، اُس تحریکِ آزادی کی بنیاد اکابر ہند بالخصوص علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ کفایت علی کافی مرادآبادی، علامہ صدرالدین خاں آزردہ دہلوی، علامہ ڈاکٹر وزیر احمد خاں اکبرآبادی، علامہ رضا علی خاں بریلوی نے ۱۸۵۷ء میں رکھی، قربانیاں دیں، جان نچھاور کی، مظالم سہے، زنداں کی اسیری گوارا کی، انڈمان کی قید تنہائی سے گزرے، کالاپانی کی سزا ہوئی، انگریزی استبداد کے خلاف آواز بلند کی، ڈٹے رہے، صف در صف انگریز کو للکارا، کارواں بڑھتا رہا۔

آزادی کی شمع جلتی رہی، پروانے نثار ہوتے رہے، زمینی کاوش جاری رہی، عملاً اور تحریراً بھی مجاہدین محاذ پر جمے رہے، ہندستان کی زمیں اس کی گواہ ہے، پھر! میر جعفر و میر صادق خریدے گئے، جدو جہد کو سبوتاژ کرنے کے لیے سیم وزر لٹائے گئے، مشرکین نے الگ کوششیں کیں؛ کہ مسلمانوں کو کمزور کیا جائے "سوراج" کے قیام کے لیے مشرکین نے مراسمِ اسلامی کو نشانہ بنایا، دو، دو محاذ تھے، عزم ویقیں کی تاریخ رقم کی گئی۔

### صبح آزادی اور فرقہ پرستی

۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا، ایک ملک بٹوارے کے نتیجے میں وجود پایا، وارثانِ لال قلعہ وتاج محل نے ہندستان سے ہجرت گوارہ نہ کی، یہ خواجہ غریب نواز کا دیس ہے، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا دیس ہے، حضرت محبوبِ الٰہی وسرکار مخدومِ سمناں کا دیس ہے، یہیں طوطیِ ہند حضرت امیر خسرو نے نغمۂ روح سے؛ باطن سرشار کیا، یہاں کی فضائیں حسانُ الہند علامہ آزاد بلگرامی کی عربی وفارسی نعتوں سے گونج رہی ہیں، بلبل باغِ جناں اعلیٰ حضرت نے نغمۂ نعت گنگنایا ؎

یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناں، کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ، مجھے شوخیِ طبع رضاؔ کی قسم

ہند میں صوفیائے کرام نے خانقاہیں سجائیں، مسجدیں بنائیں، علما نے مسند تدریس لگائی، ملک کو سجایا، سنوارا، نکھارا، محبتوں کا درس دیا، خوشبوؤں سے بسایا، یہاں صدیوں مسلم حکومت رہی، انصاف کا بول بالا رہا، اخوت کی سوغاتیں تقسیم ہوئیں، اَب حالات بدل گئے، نفرتوں کی آندھیاں چلائی جا رہی ہیں، فرقہ پرستی کے بیج بوئے جا رہے ہیں، دستورِ ہند میں نقب لگائی جا رہی ہے، ہندستانیوں کے شہری حقوق اور آزادی چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے، ملک کے قانون کی دھجیاں صاحبانِ اقتدار بکھیر رہے ہیں، دستور کی دفعات ۱۴/۱۵/۲۱/ کی مخالفت میں قانون پاس کیے جا رہے ہیں، ان کی نفرتوں کی آندھیاں پورے ملک کو خاکستر کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

### انصاف کا خون

ہندستان کی آزادی کے بعد سے مسلسل مسلمانوں پر یورش رہی ہے، مسلم معاشرت، تمدن، تہذیب وثقافت پر حملہ رہا ہے، مذہبی آزادی کو کچلنے کی کوششیں رہی ہیں، فسادات میں نسل کشی کی گئی، عصمتوں کو لوٹا گیا، ماب لنچنگ کے ذریعے بے گناہوں کو قتل کیا گیا، شریعت اسلامی کے مغائر قانون بنائے گئے، ہندستانی مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں، زخم دیئے گئے "بابری مسجد" دن دہاڑے شہید کر دی گئی، سپریم کورٹ میں معاملہ گیا، مسلمانوں نے اُمید رکھی کہ شہید کرنے والے "فسادیوں" پر کارروائی کی جائے گی، انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں گے، لیکن معاملہ اُلٹا ہو گیا، اکثریت کو اہمیت دی گئی، انصاف کو تج دیا گیا اور زمین اُٹھا کر مندر کے لیے دے دی گئی، جمہوری

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

ملک میں منصفانہ اُصول بالائے طاق رکھ دیئے گئے، کیا یہی انصاف ہے؟، اگر عدلیہ بھی دیانت وانصاف کی بنیادیں کھو دے تو پھر جمہوریت کا تحفظ کیسے ہوگا؟

حال کا المیہ یہ ہے کہ اقتدار کے منصب سے جب بھاجپا دوبارہ سرفراز ہوئی؛ فوراً بابری مسجد کا فیصلہ مسجد کے خلاف ظاہر کیا گیا، آسام میں این آرسی جو پہلے سے نافذ تھی؛ جس کا تعلق شہریت (Citizenship) سے تھا جو وہاں کے سیاسی و سرحدی حالات کے نتیجے میں رونما ہوا، اب اسے پورے ملک میں نافذ کرنے کا اعلان ہے، شہریت سے متعلق کاغذات نہ پیش کر پانے والے بھارتیوں کو گھس پیٹھیہ قرار دینے کا عندیہ دیا گیا، پھر زَد میں آنے والے غیر مسلموں کو شہریت دینے کے لیے CAA لایا گیا، جس میں صرف مسلمانوں کو ہی باہر رکھا جائے گا، یہ مذہب کی بنیاد پر تعصب وفرقہ پرستی ہے، جو دستورِ ہند کی روح کے منافی بھی ہے، اوّل تو جن کے اَجداد نے ہندستان آزاد کرایا؛ ان سے شہریت کا ثبوت مانگنا بھارتیوں کی توہین ہے، پھر کاغذات کی عدم موجودگی کا بہانہ بنا کر انھیں وِدیسی قرار دینا ظلم ودہشت گردی ہے، ملک کی سیکولر شبیہ خراب کرنے والی حکومت مسلسل تشدد پر آمادہ ہے، بھارتی قانون کے منافی بل کو قانونی شکل دے کر مسلمانوں اور اقلیتی طبقوں سے انتقام کا یہ آغاز ہے۔

**سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے**

اب وقت ہے جاگنے کا، بیدار ہو لینے کا، ہمیں آئین ہند نے پُرامن احتجاج کا حق دیا ہے، اب پورے ملک میں انصاف پسند عوام میدان میں اُتر چکی ہے، عوام نہتی ہے، پُرامن ہے، قانون کی حفاظت کے لیے مسلسل آواز بلند کر رہی ہے، تعلیمی اداروں، یونیورسٹیوں کے طلبہ اور باشعور ہندوستانی جمہوری طریقے سے احتجاج کر رہے ہیں، مودی حکومت جھکنے تیار نہیں، ان کا منصوبہ بھارت کو ''ہندو راشٹر'' بنانے کا ہے، منواسمرتی کا ہے، اسی لیے آئین کے سیکولر مزاج کو بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کے بنائے ہوئے اس قانون کو بدلا جارہا ہے؛ جس سے بھارتیوں کا اَمن وانصاف برقرار ہے، دستورِ ہند سے کھلواڑ کر رہے ہیں، مظاہرین پر تشدد کیا جا رہا ہے، طاقت سے جمہوری آواز نہیں روکی جاسکتی، جب غبار چھٹے گا...لہو کی سرخی سے صبحِ تابندہ نمودار ہوگی، بھارتیوں کی جدوجہد رنگ لائے گی، انصاف کا سویرا طلوع ہوگا لیکن اس کے لیے قربانیوں کی کئی شاموں سے گزرنا ہوگا، احتجاج جاری رکھنا ہوگا۔

ابھی یہ مشاہدہ ہو رہا ہے کہ مودی حکومت کو میر جعفر ومیر صادق کی تلاش ہے، ماضی میں بھی بِکنے والے بِکتے رہے، مسلمان زندہ رہے، حال میں بھی لگتا ہے کہ مولوی و بے شرع صوفی خریدے جائیں گے اور جنٹل مین بھی، جو قوم کی کشتی غرق کرنے پر تُلے ہوں گے، اس لیے یقیں محکم اور عمل پیہم کی راہ سے رُو گرداں نہ ہوں، عزائم بلند رکھیں، مشیت کی مدد آئے گی، عمل کی شاہراہ اگر آراستہ ہوگی تو خدائی مدد کے توشے ضرور نازل ہوں گے، ظلم کی شام چھٹے گی، اُمید کے اُجالے ظاہر ہوں گے لیکن! اس کے لیے ہمیں قائدینِ انقلابِ آزادیِ ہند اور اسلافِ کرام بالخصوص علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی کے نقوشِ قدم پر چلنا ہوگا، ممکن ہے کہ ہر طرح کی قربانیاں دینی پڑے، نئی آزادی کی تگ ودَو کرنی ہوگی، آئین ہند کی حفاظت کی خاطر مسلسل بیدار رہیں، شاہراہِ ایمان پر استقامت کے ساتھ چلیں، راہ اگر طویل ہو جائے تو مایوس ہرگز نہ ہوں، منافقین ومشرکین کے ایجنٹوں سے باخبر رہیں تاکہ بھارت کا حسن پھر لوٹ آئے، لٹیرے انجام کو پہنچیں۔

آج بھی ہو جو براہیم سے ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

ص ۶ رکا بقیہ........

محبت آپ کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی تھی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اعلیٰ حضرت کا نام وردِ زبان ہوتا، اگر یہ کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت سے آپ کا قلبی تعلق ''عشق'' کی حد تک تھا تو بے جا نہ ہوگا، آپ کی رحلت سے ہم ایک عظیم رہنما اور ایک بلند پایہ محقق سے محروم ہو گئے، مولائے کریم آپ کے درجات بلند فرمائے اور قوم کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

دوسری قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ایمان، کفر اور تکفیر



حضور تاج الشریعہ نے غالباً ۲۰۱۴ء میں نوح حامیم کیلر کے ایک انگریزی مضمون کا رد انگریزی ہی میں A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR کے عنوان سے تحریر فرمایا تھا، جسے انگریزی داں طبقے میں کافی پذیرائی ملی، یہ مضمون سنی دنیا کے ہندی شمارے میں قسط وار شائع ہو رہا ہے، مضمون کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر حضو تاج الشریعہ نے اس کا ترجمہ اردو میں بھی تحریر فرما دیا تھا، مضمون کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر افادۂ عام کے لئے ہم اسے قسط وار شائع کر رہے ہیں، قارئین کرام سے التماس ہے کہ اپنے تأثرات ہمیں ضرور ارسال فرمائیں۔

فاروقی

**گزشتہ سے پیوستہ**

أو الا ستخفاف به. ومثل ذلك كما قاله الحليمي مالو تمنى في وقت نبي من الأنبياء الله أنه هو النبي دون ذلك النبي، أو في زمن نبينا أو بعده أن لو كان نبيًا أو أنه صلى الله تعالى عليه و سلم لم تكن النبوة به فيكفر في جميع ذلك، والظاهر أنه لافرق بين تمنى ذلك باللسان أو القلب. [الإعلام ص۲۶]

اس عبارت جامعہ میں جہاں کئی امور کا اجمالی طور پر احاطہ کیا، اقتصاد کی مذکورہ عبارت کا وہ مفہوم بھی بیان کیا جسے اقتصاد میں خوب مدلّل فرمایا لہٰذا اس کا مضمون نگار کو مسلم ہونا ضرور ہے اور یہ اس پر ضرور حجت ہے کہ الاقتصاد اس کی مستند کتاب ہے۔

اگر مضمون نگار نے نہ دیکھا تو اب دیکھے کہ "الاقتصاد" میں معنیٰ "خاتم النبیین" میں وہ کچھ تاویلیں ذکر کیں جو بظاہر بنتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں مگر انہیں یک لخت رد کر دیا تو قاسم نانوتوی کی مذکورہ تاویل کیوں کر قابل قبول ہوگی؟ پھر یہ تاویل ہے یا تحویل؟ اسے تاویل ماننا کیوں کر صحیح؟ جب کہ یہ تاویل مزعوم کسی طرح معنئ خاتم النبیین سے مفہوم نہیں ہوتی۔ پھر اس تاویل بے جا سے ختم نبوت کا انکار، صریح احادیث کی تکذیب اور اجماع کا رد ہی نہیں ہوتا بلکہ انبیائے سابقین کی نبوت کا بھی انکار صاف ظاہر ہے کہ اس تاویل کا خلاصہ خود قاسم نانوتوی نے لکھا کہ آپ نبی بالذات ہیں اور انبیا نبی بالعرض ہیں۔ کیا یہ اس کا صاف معنیٰ نہیں کہ انبیا حقیقۃً نبوت سے موصوف نہیں، نبوت ان کا وصف عارض ہے، کیا وصف عارض ذات کا وصف حقیقی ہے یا یہ کہ ذات اس سے حقیقۃً موصوف نہیں جیسے چلتی کشتی میں بیٹھے ہوئے انسان کی عارضی حرکت، کہ حرکت حقیقۃً کشتی میں ہے اور بیٹھا ہوا انسان متحرک نظر آتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ قادیانی کافر ہیں اور دیوبندی مسلمان؟ حالانکہ دونوں مکذّب قرآن، مکذب حدیث اور منکر اجماع اور دیگر انبیا کی نبوت کے نافی۔

امکان ذاتی تو بہت پرزور انداز میں بتایا مگر کیا یہی امکان ذاتی ہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ جو اجماعی ہے اسے جاہلوں کا خیال بتا کے رد کیا جائے پھر انکار پر مزید زور دے کر یہ کہا جائے کہ "تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں" پھر اس تمہید پر یہ چنائی اٹھائی جائے کہ "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا"۔

کیا امکان ذاتی کو اسی طور پر بولا جاتا ہے، یا یہ امکان وقوعی ہے؟ اور اگر یہ امکان وقوعی ہے اور ضرور ہے تو مضمون نگار نے جو یہ کہا کہ سب اس کو ممتنع بالغیر مانتے ہیں کیسے صحیح ہے؟

مضمون نگار پہلے یہ اقرار کر چکا کہ" آپ کے بعد کوئی نبی یارسول نہیں ہوگا جب کہ عربی میں لفظ خاتم کو اگر تسلسل میں مضاف قرار دیا جائے یعنی کسی تسلسل کا آخر جس پر یہ سلسلہ ختم ہو اور اس میں کوئی اضافہ نہ ہو، یہی ایک امکانی مطلب اس لفظ کا اس تناظر میں ہے"۔[ص ۲۰]

کیا یہ کھلا اعتراف نہیں کہ خاتم النبیین کے اور معنی ممکن نہیں تو بلحاظ خاتم النبیین مضمون نگار کے اس قول کی کیا گنجائش جو اس سے پہلے کہا کہ" یوں تو یہ جائز عقلی کے زمرے میں آئے گا اور معنی خاتم النبیین سے صرف نظر سے جائز عقلی میں کفر سے مفر سہی مگر معنی خاتم النبیین سے صرف نظر کی کس مومن نے ٹھرائی، اور جب معنی خاتم النبیین خاتم میں ملحوظ اور ہر مومن کے ذہن و دل میں ہر وقت موجود، تو اس کے ہوتے یہ کیسے بقول مضمون نگار جائز عقلی کے زمرے میں آئے گا؟ مضمون نگار خاتم النبیین کے امکانی معنی بتا کر یہ کہتا ہے" کیا اس بارے میں اختلاف تھا جب کہ متفقہ طور پر تمام امت کے علما کا اجماع ہے اور واضح طور پر خود سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں بیان فرمایا مثلاً مسند امام احمد وغیرہ میں سے کہ" رسالت اور نبوت ختم ہو چکی اور میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی رسول"۔[ص ۲۰]

مضمون نگار کا یہ جملہ استفہام انکاری ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس باب میں اختلاف کا انکاری ہے، اس پر خود اس کا لاحقہ جملہ قرینۂ واضحہ ہے جس میں اس نے صاف صاف اس پر علمائے امت کے اجماع کا اقرار کیا ہے، کیا اس کی روشنی میں دیوبندی کتاب وسنت کے انکار کے ساتھ اجماع امت کے منکر نہ ہوئے؟ ضرور ہوئے، خود اسی کے اقرار کے بموجب منکر اجماع ہوئے۔ مضمون نگار اپنی تمہید کے دوسرے صفحہ پر یہ لکھتا ہے:" کہ وہ امور جنہیں سب جانتے ہیں، پہلی قسم میں کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت رسولوں کے اوصاف یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رسالت ختم ہوگئی [الی قولہ] امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو کسی ایسی بات کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے ہوا سے کافر اور گمراہ قرار دیا جائے گا۔"[ص ۲]

مضمون نگار کی مندرجہ بالا عبارت اور صفحہ ۲۰/ پر اس کا یہ کہنا کہ کیا اس میں اختلاف تھا الخ، اس امر کی صاف تصریح ہے کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین سے ہے، اس پر اجماع امت ہے اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں اور اس میں کسی کے خلاف کا اعتبار نہیں، پھر کیوں اپنے اقرار کو جھٹلاتا ہے اور صفحہ ۲۱/ پر امکان کذب اور مسئلہ ختم نبوت کو دیگر مسائل کے ساتھ ملا کر یہ کہتا ہے کہ" ان چھ سوالات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خالصہ عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے۔" اور اپنے مسلمہ اصول کو توڑتا ہے اور دیوبندیوں کی عدم تکفیر کے لئے یوں تمہید اٹھاتا ہے:

" ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو، چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو۔"[ص ۳]

پھر پہلے کیوں کہا تھا" کیا اس میں کوئی اختلاف تھا" اور یہ کیوں مانا تھا اور کہا تھا کہ" پہلی قسم میں کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے" اور جب پہلے وہ مان لیا تو آخر میں اختلاف علما کی آڑ کیوں لی اور صفحہ ۲۰/ پر وہ عبارت کیوں لکھی جو ابھی گزری۔ کیا یہ اقرار سے فرار نہیں؟ اور انکار پر اصرار نہیں؟ کیا یہ پتہ نہیں دیتا کہ مضمون نگار کو کسی طرح قرار نہیں؟ اسی اضطراب اور عدم استقرار کا ایک اور نمونہ یوں پیش کیا کہ" بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم:

ا— یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔
ب— یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔
ج— اجماع کے خلاف نہ ہو۔ الخ
د— ب اور ج سے اخذ کیے گئے قیاس کی نفی نہ کرتا ہو۔[ص ۳،۴]

مضمون نگار کی مندرجہ بالا عبارت سے تمہید ہی میں کیا دیوبندیوں کی تمام عبارتوں کا فیصلہ نہ ہو گیا؟ کیا مضمون نگار نے سب کا کام تمام نہ کر دیا؟ کیا مضمون نگار نے اوّلاً و آخراً یہ نہ مان

لیا کہ ضروریات دین اور اجماع امت میں کسی مخالف کے خلاف کا اصلاً اعتبار نہیں، پھر اختلاف کو یہ کہ کر رد نہ کر دیا کہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔

مضمون نگار کو اپنے اوپر کے جملوں میں غور کرنے کی دعوت دیجیے، خود ہی کہا کہ پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے اور خود ہی یہ مانا کہ اس [یعنی مسئلہ ختم نبوت] میں کسی کا اختلاف نہ تھا اور اس کے باوجود صفحہ ۲۰/ پر یہ لکھا کہ" ان چھ سوالات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خالصہ عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے" اور اس طرح امتناع کذب باری اور مسئلہ ختم نبوت کو نہ صرف ضروریات دین سے خارج کیا بلکہ اس کے خالصہ عقیدے کا مسئلہ ہونے کی بھی نفی کر دی، یہ تضاد نہیں تو کیا ہے؟

پھر سب کو بھلا کر یہ کہتا ہے کہ ایمان و کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو اور یہاں اختلاف کو معتبر مانتا ہے پھر اس اختلاف میں شرطیں لگاتا ہے اور اس طرح اختلاف کو رد کرتا ہے، کیا وہ ثابت کر سکتا ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو نانوتوی نے بتائے وہ تخیلاتی تشریح پر مبنی نہیں اور اس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی نہیں ہوتی اور کیا اس سے بیان صریح کی نفی نہیں ہوتی اور اسی طرح کیا خلیل احمد کی عبارت صریح آیات کی نفی نہیں کرتی اور کیا اشرفعلی کی عبارت قرآن کے صریح مفاد کی نافی نہیں حالانکہ خود ہی ان عبارتوں کو کھلی گستاخی مانتا ہے، کیا یہ تناقضوں کا انبار نہیں، چنانچہ ص ۲۸/ پر لکھا ہے:

" خلاصہ یہ ہے کہ خلیل احمد سہارنپوری کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا شیطان کے علم سے جو کہ موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا۔ چاہے خلیل احمد نے اسے حکیمانہ کارنامہ سمجھا ہو کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شیطان سے بھی کم ہے۔ [معاذ اللہ] تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے بے پناہ کم ہوگا یا اس کا باعث کچھ بھی رہا ہو، اس نے اس عبارت میں شدید ٹھوکر کھائی ہے۔ کسی بھی ماضی کے اسلامی معاشرے میں چاہے حیدرآباد ہو یا کابل، بغداد ہو یا قاہرہ، فاس ہو یا دمشق، المختصر یہ کہ اس کے دور کے برٹش انڈیا کے سواد دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلّت آمیز اور ناقابل قبول پاتے۔"

ص ۳۱/ پر لکھا:

" اب اگر پلٹ کر پیچھے دیکھیں تو اس بات پر کوئی بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ خلیل احمد اور اشرف علی کے دوستوں، استادوں اور شاگردوں نے ان لوگوں کے مخالفوں سے قبل اختلاف کیوں نہ کیا اس بات پر کہ ان سے پہلے کب کسی عالم دین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کا کسی شیطان، مجنون یا کسی جانور کے علم سے موازنہ کیا ہو، چاہے یہ موازنہ کسی نکتہ کو سمجھانے کے لیے ہی کیا گیا ہو، شاید ہی کسی مسلمان کے لیے ایسی بات یا ایسا موازنہ اپنے باپ کے لیے بھی قابل قبول ہو؟ چہ جائیکہ ایسی بات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے لیے کی گئی ہو ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہے لیکن یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی ہے۔"

اور ثابت کیسے کرے گا جب کہ مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں خود انہیں صریح بیان کا نافی، قرآن وسنت کے خلاف، کھلی گستاخی، تمام مسلمانوں کے نزدیک ان الفاظ کو ذلّت آمیز اور ناقابل قبول مان لیا، تو یہاں اگرچہ وہ الفاظ نہ دہرائے جو تمہید میں درج ہوئے یعنی قرآن وسنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو [إلى قوله] کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔ لیکن مندرجہ بالا عبارتوں میں اس کا اعتراف مکرر صاف پتہ دیتا ہے کہ اس نے تمہید میں جو شرط لگائی تھی وہ یہاں مفقود ہے، تو اپنے منہ ایسے اختلاف کو نامعتبر بتایا پھر اسے معتبر مانا جبھی تو دیوبندیوں کی عدم تکفیر پر قائم ہے یہ کھلا تناقض نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ خود ہی ص ۲۸/ پر یہ اعتراف کیا کہ" دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلّت آمیز اور ناقابل قبول پاتے" اور یہ بھول گیا کہ وہ اس سے پہلے خلیل احمد سہارنپوی کے الفاظ کے متعلق یہ کہ چکا کہ" نامناسب

نقد و نظر

موازنہ قطع نظر اس کے موقف کے ایسی بات ہے کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا" قطع نظر اس کے کہ یہ دونوں جملے نفی و اثبات میں متناقض ہیں کہ وہاں چند ہی مسلمان کہا اور یہاں دنیا کے تمام مسلمان کہا اور وہاں ایسے الفاظ گوارا کرنے والوں کو مسلمان کہا اور یہاں" دنیا کے تمام مسلمانوں" کہہ کر ان کے اسلام کی نفی کر دی، اس تناقض در تناقض کے باوجود کیا اسی کے منہ سے یہ ثابت نہ ہو گیا کہ ایسی بات کسی مسلمان کے منہ سے نہیں نکل سکتی، ایسی ہی بات کو تو امام ابن حجر نے زواجر میں فرمایا:

"فمن أنواع الكفر والشرك أن يعزم الإنسان عليه في زمن بعيد أو قريب أو يعلقه باللسان أو القلب على شيء ولو محالا عقليا فيما يظهر، فيكفر حالا أو يعتقد ما يوجبه أو يفعل أو يتلفّظ بما يدلّ عليه سواء أصدر عن اعتقاد أو عناد أو استهزاء۔ وفي معنى ذلك كل من فعل فعلا أجمع المسلمون على أنه لا يصدر الا من كافر وإن كان مصرحا بالإسلام كالمشي إلى الكنائس مع أهلها بزيهم من الزنانير وغيرها۔ یعنی کفر و شرک کے اقسام میں ایک بات یہ ہے کہ انسان کفر کا پختہ ارادہ مستقبل بعید یا مستقبل قریب میں کرے، یا کسی شی پر اس کو دل یا زبان سے معلق کرے اگر چہ وہ شی محال عقلی ہو تو اس صورت میں فی الحال کافر ہو جائے گا یا ایسی بات کا اعتقاد کرے جو کفر کی موجب ہو یا ایسا کام کرے یا ایسی بات منہ سے نکالے جو کفر پر دلالت کرتی ہو خواہ یہ بات اس کے اعتقاد سے صادر ہو یا عناد کی بنا پر ہو [یعنی اس کو ناحق جانے پھر بھی ہٹ دھرمی کرے اور وہ بات زبان سے ادا کرے، یہی عناد کے معنی ہیں اور یہ کفر عنادی ہے] یا ہنسی میں ایسی بات بولے یا وہ کام کرے [إلى أن قال] اور یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو ایسا کام کرے جس کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر سے ہی صادر ہوگا، اگر چہ کھلم کھلا اسلام کا دعویٰ کرتا ہو جیسے کفار کے ساتھ ان کے خاص لباس زنار وغیرہ میں گرجے میں جانا الخ۔"

امام ابن حجر مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت میں فعل کا ذکر اتفاقی ہے اور حکم ہر اس قول کو بھی شامل ہے جس کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہو کہ وہ کسی مسلمان سے صادر نہیں ہو سکتا کما لا یخفیٰ، یا فعل کا مفہوم عام ہے جو فعل زبان و قلب کو بھی شامل ہے۔

ہم نے عبارت کچھ اوپر سے لے لی اس لیے کہ عبارت کا آخری جملہ اوپر سے مرتبط تھا پھر اس میں کچھ فوائد مہمّہ بھی ہیں جو جواب میں کار آمد ہیں ان کا اعادہ ہو سکتا ہے۔ اس عبارت میں ہمارے لیے شاہد یہ آخری جملہ ہے، جس کا معنی مضمون نگار نے یوں ادا کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان الخ، کیا اس طرح اس کے کفر ہونے پر اجماع مسلمین تسلیم نہ کر لیا ضرور کر لیا، اب یہ تناقض دیکھیے کہ اپنے ہی اقرار کو یوں انکار میں بدلتا ہے اور کہتا ہے کہ پھر بھی یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، آخر کیوں؟ اور بقول مضمون نگار یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، تو اس کی صراحت کے بموجب یہ ایمان ہے اس لیے کہ ایمان اور کفر میں واسطہ نہیں، لہٰذا جب اس کے کفر ہونے کی نفی ٹھہری تو مضمون نگار کی تصریح کے بموجب ایمان ٹھہرا اس لیے کہ دو نقیضیں نہ باہم اکٹھی ہوتی ہیں نہ ایک ساتھ دونوں معدوم ہوتی ہیں اور جب یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا تو ایسی بات کے باوجود جو بقول مضمون نگار ذلّت آمیز، نا قابل قبول، کھلی بے ادبی اور گستاخی جس کا دفاع ناممکن، مضمون نگار کے نزدیک دیوبندی مسلمان کیوں نہ ٹھہریں گے اور انہیں کافر کہنے والے خاطی کیوں نہ ہوں گے، مضمون نگار سے اس پر کیا کہا جائے، تمام صحیح العقیدہ مسلمان بلکہ ہر منصف یہ دیکھے کہ اقرار و انکار اور نفی و اثبات کا یہ کیسا اجتماع ہے کہ اس کے ساتھ ضروریات دین، اجماع مسلمین، اصول اسلام، کفر و ایمان سب نا معتبر، کفر و ایمان کا تفرقہ بے اثر، اپنے منہ سے جسے چاہو کفر کہو پھر اسی کو ایمان ٹھہراؤ، اس سے ایمان کو کیا ضرر؟ اب ہمارا پہلا سوال یاد کیجئے کیا ہم نے پہلے ہی یہ سوال نہ کیا تھا کہ" پیشگی اس نتیجہ کی تصریح ہے جو اختتام پر نکلتا یعنی دیوبندی کسی طور پر کافر نہیں اور

انہیں کافر کہنا غلطی ہے۔"

بلکہ اس سے بڑھ کر کیا یہ آشکار نہیں کہ ضروریات دین کا انکار ہو، اجماع مسلمین رد ہو، بیان صریح کی نفی ہو، تمام دنیا کے مسلمانوں کے نزدیک ذلّت آمیز ناقابل قبول ہو، کھلی گستاخی ہو جس کا دفاع ناممکن ہو پھر بھی کفر نہیں۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

مضمون نگار نے دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے جگہ جگہ بالقصد کی جو شرط لگائی جیسا کہ صفحہ ۱۳/ پر کہا کہ جب اس کی نیت کفر پر مبنی ہو، عبارت کی ہر لحاظ سے انتہا نیت پر ہو، اور کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، اس کی نیت پر ہی دلالت کر رہے ہوں۔۔۔ کچھ ایسے کلمات جو کہ بظاہر اہانت خدا و رسول [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] کہے جا سکتے ہیں تاہم بولنے والے کی نیت جائز نکتہ ثابت کرنے کی ہو تو یہ کفر نہیں۔[ص ۱۳]

ہماری اس تقریر سے اس کا جواب آشکار ہے یہاں مضمون نگار سے سوال یہ ہے کہ {جس طرح دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے قصد کی آڑ لے کر ان کی عبارات کے بارے میں اپنے اعترافوں کو بھلا کر صاف یہ کہہ دیا مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی کیا یہاں بھی یہ کہے گا کہ اس کے لفظ کا یہ مفہوم مخالف کفر کے زمرے میں نہیں آتا، اس لیے کہ اس نے اس کا قصد نہیں کیا، یہ کیسا اصول ہے کہ قائل اگر قصد نہ کرلے تو اس کا قول کفر نہ ٹھہرے اگرچہ مضمون نگار کے نزدیک بھی قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح، بیان صریح کے مخالف کھلا کفر، ضروریات دین کا انکار، تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول، جس کا دفاع ناممکن ہو۔}

......... جاری

**ص ۲۲/ کا بقیہ..........................................**

اس کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی اپنے کپڑے کو پاجامے میں گھرسے یا آستین کو لپیٹے یا پاجامے کو لپیٹے۔

**عرض...۱۶:** برائے کرم جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے فوائد سے متعلق چند الفاظ ارشاد فرمائیں؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس کے بے شمار فوائد ہیں سنیوں کے لئے ہمارے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف منانے پر، اس سے برکت ہوتی ہے اور یہ اہل سنت وجماعت کی نشانی ہے اور جس گھر میں میلاد شریف ہوتا ہے اس گھر میں حضور سرورعالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی بے شمار برکتیں ہوتی ہیں اور یہ اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

**عرض...۱۷:** کیا ہمیں نائک اور پوما کی مصنوعات سے گریز کرنا چاہئے کہ انہوں نے جوتوں پر اسلامی خطاطی متعارف کرائی یا ہمیں صرف ان مخصوص جوتوں سے ہی گریز کرنا چاہئے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** جو خاص جن میں یہ نشان ہیں اس کو تو چھوڑنا ہی لازم ہے اور کمپنی کا بھی بائیکاٹ کرے تاکہ ان کو نصیحت ہو اور وہ اس قسم کی جرأت نہ کرے۔

**عرض...۱۸:** ہم اپنے آپ کو پوری طرح اسلام میں منہمک کر کے اپنے اوپر بوجھ ڈال لیں یا صرف اسلام کی بنیادی باتیں ہماری زندگی گزارنے کے لئے کافی ہیں؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** یہ اردو میں سوال کرے اور جس طور پر یہ سوال کیا ہے اس سے تو اسلام کی تعلیمات سے یا اسلام کے احکام سے بیزاری معلوم ہوتی ہے اور اس کو بوجھ تصور کرنا یہ اسلام کے احکام سے بیزاری کا نشان ہے اور اسلام کے جو احکام ہیں ان کے تحت آدمی کو زندگی گزارنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے اور اگر شامت اعمال سے وہ روگردانی کرتا ہے تو یہ کم سے کم درجہ ہے کہ جو کچھ اسلام کے احکام ہیں احکام شرع کو ان کے آگے سر تسلیم خم کرے اور ان کو مانے اور ان کو اپنے لئے بوجھ نہ سمجھے۔

**عرض...۱۹:** کیا مسلمان لڑکیاں ٹی شرٹ اور جینز پہن سکتی ہیں جیسا کہ دور حاضر میں یہ فیشن بن چکا ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس کی اجازت نہیں ہے۔

......... جاری

نقد و نظر

از: عالمہ نغمہ جمال*

# خوش حال زندگی کا راز

بزم نسواں

**ایک** بوڑھی خاتون کا انٹرویو جنہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ پچاس سال کا عرصہ نہایت ہی پرسکون طریقے سے ہنسی خوشی گزارا، خاتون سے پوچھا گیا کہ اس پچاس سالہ پرسکون زندگی کا راز کیا ہے؟

کیا وہ کھانا بنانے میں بہت ماہر تھیں؟ یا پھر ان کی خوب صورتی اس کا سبب ہے؟ یا ڈھیر سارے بچوں کا ہونا اس کی وجہ ہے یا پھر کوئی اور بات ہے؟

بوڑھی خاتون نے جواب دیا: پرسکون شادی شدہ زندگی کا دار ومدار اللہ کی توفیق کے بعد عورت کے ہاتھ میں ہوتا ہے، عورت چاہے تو اپنے گھر کو جنت بنا سکتی ہے اور چاہے تو اس کے برعکس یعنی جہنم بھی بنا سکتی ہے، اس سلسلے میں مال ودولت کا نام مت لیجیے، بہت ساری مالدار عورتیں ایسی ہیں جن کی زندگی اجیرن بنی ہوئی ہے، شوہر ان سے بھاگا بھاگا رہتا ہے، خوش حال شادی شدہ زندگی کا سبب اولاد بھی نہیں ہے، بہت ساری عورتیں ایسی ہیں جن کے چھ چھ سات سات بچے ہیں پھر بھی وہ شوہر کی محبت سے محروم ہیں بلکہ طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے، بہت ساری خواتین اعلیٰ سے اعلیٰ ترین کھانا پکانے میں ماہر ہوتی ہیں، دن دن بھر نئے سے نیا اور اچھے سے اچھا کھانا بناتی رہتی ہیں لیکن پھر بھی انہیں ہر روز شوہر کی بدسلوکی کی شکایت رہتی ہے۔

انٹرویو لینے والی خاتون صحافی کو بہت حیرت ہوئی اس نے پوچھا: پھر آخر آپ کی اس خوشحال زندگی کا راز کیا ہے؟

بوڑھی خاتون نے جواب دیا: جب میرا شوہر انتہائی غصے میں ہوتا ہے تو میں خاموشی کا سہارا لے لیتی ہوں لیکن اس خاموشی میں بھی احترام شامل ہوتا ہے، میں افسوس کے ساتھ سر جھکا لیتی ہوں، ایسے موقع پر بعض خواتین خاموش تو ہو جاتی ہیں لیکن اس میں تمسخر کا عنصر شامل ہوتا ہے، اس سے بچنا چاہیے، سمجھدار آدمی اسے فوراً بھانپ لیتا ہے۔

نامہ نگار خاتون نے پوچھا: ایسے موقع پر آپ کمرے سے نکل کیوں نہیں جاتیں؟

بوڑھی خاتون نے جواب دیا: نہیں ایسا کرنے سے شوہر کو یہ لگے گا کہ آپ اس سے جان چھڑا رہی ہیں، اس کی کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتی ہیں، ایسے موقع پر خاموش رہنا چاہیے اور جب تک وہ پرسکون نہ ہو جائے اس کی کسی بات کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، جب شوہر کسی حد تک پرسکون ہو جاتا ہے تو میں کہتی ہوں: پوری ہوگئی آپ کی بات؟ پھر میں کمرے سے چلی جاتی ہوں، کیونکہ میرا شوہر بول بول کر تھک چکا ہوتا ہے اور چیخنے چلانے کے بعد اب اسے تھوڑے آرام کی ضرورت ہوتی ہے، میں کمرے سے نکل جاتی ہوں اور اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہوں بس۔

خاتون صحافی نے پوچھا: اس کے بعد آپ کیا کرتی ہیں، کیا آپ بول چال بند کرنے کا اسلوب اپناتی ہیں؟ ایک آدھ ہفتہ بات چیت ہی نہیں کرتیں؟

بوڑھی خاتون نے جواب دیا: نہیں تو، اس بری عادت سے ہمیشہ بچنا چاہیے، یہ دو دھاری ہتھیار ہے، جب آپ ایک ہفتے تک شوہر سے بات چیت نہیں کریں گی ایسے وقت میں جب کہ اسے آپ کے ساتھ مصالحت کی ضرورت ہے تو وہ اس کیفیت کا عادی ہو جائے گا اور پھر یہ چیز بڑھتے بڑھتے خطرناک قسم کی نفرت کی شکل اختیار کر لے گی۔

صحافی نے پوچھا، پھر آپ کیا کرتی ہیں؟

بوڑھی خاتون بولیں: میں دو تین گھنٹے بعد شوہر کے پاس

* مرسلہ نگار جامعۃ الزہرا مخدوم سرائے، سیوان، بہار کی معلمہ ہیں۔

ایک گلاس جوس یا ایک کپ کافی لے کر جاتی ہوں اور محبت بھرے انداز میں کہتی ہوں: پی لیجیے، حقیقت میں شوہر کو اسی کی ضرورت ہوتی ہے، پھر میں اس سے نارمل انداز میں بات کرنے لگتی ہوں، وہ پوچھتا ہے کیا میں اس سے ناراض ہوں؟ میں کہتی ہوں: نہیں تو، اس کے بعد وہ اپنی سخت کلامی پر معذرت ظاہر کرتا ہے اور خوبصورت قسم کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

انٹرویو لینے والی خاتون نے پوچھا: اور آپ اس کی یہ باتیں مان لیتی ہیں؟

بوڑھی خاتون بولیں: بالکل میں کوئی اناڑی تھوڑی ہوں، مجھے اپنے آپ پر پورا بھروسہ ہے، کیا آپ چاہتی ہیں کہ میرا شوہر جب غصے میں ہو تو میں اس کی اس وقت ہر بات کا یقین کر لوں اور جب وہ پرسکون ہو تو اس کی کوئی بات نہ مانوں؟

خاتون صحافی نے پوچھا: اور آپ کی عزت نفس؟

بوڑھی خاتون بولی: پہلی بات تو یہ کہ میری عزت نفس اسی وقت ہے جب میرا شوہر مجھ سے راضی ہو اور ہماری شادی شدہ زندگی پرسکون ہو، دوسری بات کہ شوہر بیوی کے درمیان ''عزت نفس'' نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، جب شریعت کے مطابق میاں بیوی ایک دوسرے کے لباس ہیں تو پھر کیسی عزت نفس؟

**[اسی سلسلے میں ایک دوسری تحریر بھی نظر نواز ہوئی، چونکہ یہ تحریر بھی مذکورہ عنوان سے ہی متعلق معلوماتی اور قابل عمل ہے، اس لئے ہم قدر تصرف کے ساتھ یہاں دونوں کو آپس میں ضم کر دیا۔]**

**بیوی کا شوہر کے لیے سجنا سنورنا**

''جو بیوی شوہر کے لیے سجنا سنورنا بند کر دے، اس کو شوہر کے دیر سے گھر آنے پر شکایت نہیں ہونی چاہیے'' کچھ دن پہلے یہ مختصر الفاظ فیس بک پر لکھ کر پوسٹ کیا تو خواتین بہنوں کی طرف سے تنقید کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا، یقین جانیں یہ بہنیں خود اپنے ہاتھوں سے شوہر کو دور کرتی ہیں، اس پوسٹ پر بہنوں نے ایسے بے تکے دلائل دیئے جن کا نہ کوئی سر ہے نا پیر ہے، اکثر جو بہنیں کہتی تھیں کہ جمیل صاحب آپ بہت اچھا لکھتے ہیں، وہی بہنیں مجھے آج کہتی نظر آئی کہ آپ کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔

اس موضوع پر اکثر خواتین کا کہنا تھا کہ گھر میں ہزار کام ہوتے ہیں، نوکرانی کی طرح پورا دن گھر میں لگی رہو، گھر سنبھالو، بچے سنبھالو، ان سب کے بعد تیار ہونے کا وقت کہاں ملتا ہے، اگر شوہر چاہتا ہے کہ بیبیاں بناؤ سنگھار کریں تو نوکرانی لا کر رکھ دے۔

ایک تو مجھے یہ سمجھ میں نہیں آتا گھروں میں کون سی فیکٹریاں یا کاروبار چل رہے ہیں جو خواتین دس منٹس شوہر کے لئے نہیں نکال پاتیں، مارننگ شوز ٹاپ پر جا رہے ہیں، ٹائم نہیں تو یہ فضول کے پروگرامز TV پر کون دیکھتا ہے، ٹی وی کا ہر دوسرا ڈرامہ بہترین ریٹنگ کے ساتھ سر فہرست ہے، اگر خواتین کے پاس واقعی وقت نہیں تو یہ فضول کے واہیات اور بکواس پروگرامز، ڈرامے جات دیکھتی کیا؟

ہر دوسری عورت کے پاس اینڈرائڈ موبائل ہے، فیس بک، واٹس اپ، انسٹا گرام ان سے بھرے پڑے ہیں، پوچھو تو صحیح! وقت نہیں تو ان سب پر کیا کرتی ہو؟ گویا دنیا بھر کی فضول کاموں کے لئے ہمارے پاس بے تحاشہ وقت ہے لیکن جو شوہر ہمارے لئے دنیا بھر کی خاک چھانتا ہے اس کے لئے دس منٹس کا بھی وقت ہمیں نہیں ملتا کہ گھر آنے والے ہیں خود کو تھوڑا سیٹ کر لوں۔

شادیوں میں اِن خواتین کو دیکھ لیں، دنیا جہاں کا سرخی پاؤڈر، کریم منہ پر لادلیں گی، خود اپنا شوہر انہیں نہیں پہچان پاتا، گویا ہمارے سارے معاملات دنیا کے لیے ہیں، لیکن اپنے شوہر کے لیے کسی کے پاس وقت نہیں۔

میں یہ نہیں کہتا دلہن بن جائیں، لیکن خود کو تھوڑا مینٹین کریں، دس منٹس نکال کر ہلکی پھلکی اپنی زینت پر لگائیں، یاد رکھیں نیک عورتوں کی صِفات میں سے ایک صِفت یہ بھی ہے کہ شوہر جب بیوی کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہو جائے، یہ نیک عورت کی صِفت ہے۔

پُورا دن کا تھکا ہارا مرد گھر میں سکون کے لیے داخل ہوتا ہے، جب بیوی اس کے لئے سکون، آرام اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنے گی تو شوہر کے دل میں بیوی کے لئے بقیہ ص ١٠/ پر

بارہویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان)

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؂

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ر ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے، راقم اس کی بارہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

۵ر جولائی ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**عرض...۱:** حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کا عرس شریف گزرا، ان کی سیرت وخدمات پر کچھ ارشاد فرمائیں۔

**ارشاد...:** مجھ سے میرے خاندان کے بزرگ اور میرے مدرسے جامعۃ الرضا کے روح رواں اور حضور مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ کے نورِ نظر حضرت مولانا علامہ تحسین رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق کچھ بولنے کے لئے کہا گیا چونکہ ابھی چند دن پہلے ان کی تاریخ وصال گزری، میں نے ان کے القاب کے تحت بہت کچھ بول دیا اور ان کی سیرت لوگوں کے سامنے آشکار ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے مسلک پر سختی سے کاربند رہنے والے اور دوسروں کو اس مسلک پر ثابت قدم رکھنے والے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا علمی اور روحانی فیض عام کرنے والے حضرت مولانا تحسین رضا خان صاحب ماضی قریب میں ہوئے اور وہ اپنے علم، اپنے حلم اور اپنے اخلاقِ کریمانہ کے لئے رہتی دنیا تک یاد رہیں گے، اگرچہ وہ اس دنیا سے چلے گئے لیکن وہ زندہ ہیں اور انہوں نے جو نشرِ علم اور مسلک کی خدمت کی، اس کا اجر ان کو قیامت تک ملتا رہے گا، نہ صرف ان کو ان کی خدمت کا بلکہ جتنے لوگوں کو انہوں نے تیار کیا اور اب ان کے

سکھائے ہوئے اور ان کی تلقین وتعلیم اور صحبت کے فیض یافتہ جو لوگ نشر دین اور اشاعتِ مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مصروف ہیں ان سب کا ثواب بھی ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند کرے ان کے جانے سے میرے جامعہ کو جو نقصان پہنچا وہ تو ظاہر ہے اور خاندان والوں کو جو صدمہ ہوا اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ایک عالم دین جب دنیا سے جاتا ہے تو ایک خلا وہ چھوڑ جاتا ہے اور اب یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس خلا کا بھرنا عادتاً بہت دشوار ہوتا جا رہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے پسماندگان میں ان کا جانشین اور مذہب اور مسلک کا دردمند اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے علوم کا کوئی وارث پیدا کرے۔

**عرض...۲** :اس شعر کی شرح فرمادیں ؂

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو

حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

**ارشاد...**: چمن طیبہ کا مطلب تو صاف ہے طیبہ شہر مدینہ سرکار ابد قرار جناب احمد مختار صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے شہر پاک کو چمن سے تشبیہ دی ہے اور وہ بے شک چمن ہے اور سنبل سے مراد یہاں پر حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا قد مبارک اور ان کی قامت زیبا استقامت اور نشاقت اور حسن کے اعتبار سے وہ مراد ہے اور حضور علیہ السلام کا سراپا مراد ہے، اب کہہ رہے ہیں وہ محبوب جس کا قامت زیبا سنبل ہے وہ اپنے گیسو اپنی زلفیں اگر چمن طیبہ میں سنواریں تو جو بالوں میں شکن پڑتی ہے اس شکن ناز پر جنت کی حور اپنے گیسو قربان کرے۔

**عرض...۳**:ایک شخص نے اپنی بیماری میں حضرت کے فتویٰ کی روشنی میں تبادلۂ خون نہ کیا لیکن اب وہ اس کو بڑھا نہیں سکتا کیوں کہ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ تبادلۂ خون کے بغیر جراحت (سرجری) ناممکن ہے اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے جب کہ اس کے بغیر جراحت کا کوئی راستہ نہیں؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...**: تبادلۂ خون کی کسی صورت اجازت نہیں ہے اس صورت میں کوئی متبادل تلاش کیا جائے اور اس متبادل کو استعمال کیا جائے۔

**عرض...۴**: ہماری مسجد کے متولی نے امام مسجد کو ہٹا دیا اور مؤذن کو امامت کے لئے لے آئے جس کا عربی لہجہ درست نہیں (قراءت میں غلطیاں کرتا ہے) اور وہ اذان بھی صحیح طور پر نہیں دیتا اور وہ نہ تو ابھی تک کسی پیر کا مرید ہے اور نہ ہی عالم، اور وہ سرکاری ملازمت سے بھی برطرف کیا جا چکا ہے جھوٹی تعلیمی اسناد کی بنا پر۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اردو میں بیان فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

**ارشاد...**:اس صورت میں وہ لائق امامت نہیں ہے جب کہ قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتا تو اس صورت میں خود اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے ان کی نماز بھی نہیں ہوگی لہٰذا اسے امام بنانا ناجائز ہے۔

**عرض...۵**: ہماری مسجد میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر پہلی صف میں خطیب صاحب کے سامنے دی جاتی ہے ایک اجتماع میں لوگوں نے کہا تو ایک مفتی صاحب نے یہ بتایا کہ خطیب کے سامنے ۲/ملٹیپل ۴/جگہ مسجد سے باہر ہے اور اذانِ ثانی یہاں دی جا سکتی ہے، ان کا یہ بیان درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو وہ شخص جس نے خطیب کے سامنے ۲/ملٹیپل ۴/حصے میں نماز پڑھی اس کو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا؟ وضاحت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

**ارشاد...**: جہاں تک اس بیان کا تعلق ہے اس پر میں کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا کیوں کہ میں لفظ ۲/ملٹیپل ۴/کو سمجھ نہیں پایا، اس ۲/ملٹیپل ۴/کا کیا مطلب ہے؟ سب سے پہلے اس کو واضح کرنا چاہئے بہرحال اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ مسجد کے اندر اذان دی جائے یہ مسجد سے باہر دینی چاہئے مثلاً مسجد کے دروازے پر یا کسی اور مقام پر جو مسجد سے متصل ہو اور مسجد سے باہر سمجھا جاتا ہو جیسے وضو خانہ یا کوئی اور جگہ جو نماز کے علاوہ کسی اور کام کے لئے مخصوص ہو۔

**عرض...۶**: یا غوث، یا غریب نواز رضی اللہ عنہما اور کسی بھی ولی

ملفوظات

کے نام کے ساتھ حرف ندا استعمال کرنے کی اجازت ہے؟ اور اگر ایسا ان سے مدد چاہنے کی نیت سے ہو تو کیسا؟

**ارشاد...:** اجازت ہے، اگر چہ ان سے نیت مدد چاہنے کی ہو تو اس وجہ سے یہ حرام نہیں ہوگا چہ جائیکہ یہ شرک ہو وہابیہ کا یہ گمان کرنا کہ حرف ندا سے اولیا علیہم الرحمۃ کو پکارنا یا انبیا علیہم السلام کو پکارنا یہ ناجائز وحرام ہے یا شرک ہے، غلط و باطل اور بے بنیاد ہے۔

**عرض...۷:** کیا اسلام میں سگریٹ اور حقہ پینا جائز ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** یہ حرام نہیں ہے

**عرض...۸:** میں نے سُنا ہے کہ اسلام میں ایک مرد اور ایک عورت جن کا خون کا رشتہ نہ ہو اور نہ وہ شادی شدہ ہوں ایک دوسرے کے ساتھ اکیلے میں نہیں رہ سکتے، کیا یہ درست ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** جی ہاں۔

**عرض...۹:** اسلام کے مطابق کیا تمام ہندو اور عیسائی جہنم میں جائیں گے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** جو کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے اسی طرح جو اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے اور کافر کو ہمیشہ جہنم میں سزا دی جائے گی۔

**عرض...۱۰:** میں اپنا ذاتی ہوٹل یا ریسٹورینٹ کھولنا چاہتا ہوں اگر میں الکوحلک مشروبات رکھوں تو کیا اس کی آمدنی حرام ہوگی؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس کی اجازت نہیں ہے اور اس کی آمدنی بھی حرام ہوگی جب کہ وہ شراب مسلمان کو بیچے۔

**عرض...۱۱:** اسلام کہتا ہے کہ ہمیں دوسروں کی مدد کرنی چاہئے، اس کا کیا مطلب ہے کیا ہمیں صرف مسلمان کی مدد کرنے پر ثواب ملے گا یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کی مدد پر بھی ثواب ملے گا؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اگر آپ کسی مسلمان کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر آپ کو اجر عطا فرمائے گا اور اگر نا گزیر حالات میں آپ کی غیر مسلم کی مدد کی نیت ہے تو ثواب مل سکتا ہے۔

**عرض...۱۲:** شرک کیا ہے اور شرک کی مختلف اقسام کیا ہیں؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور کو (اس کی ذات و صفات میں) اس کا شریک ماننا اور اس کی عبادت کرنا شرک ہے۔

**عرض...۱۳:** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ٹھیک ہے یا صلی اللہ علیک وسلم؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سنیوں کا عقیدہ ہے کہ سرکار کریم علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمیں علیک کہنا چاہئے۔

**ارشاد...:** سرکار کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم بے شک زندہ ہیں اس وجہ سے صلی اللہ علیک وسلم کہنا کچھ متعین نہیں ہے اور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے سے بھی اس عقیدے پر کوئی فرق نہیں آتا درود شریف پڑھے اور اس طور پر پڑھے جس طور پر التحیات میں ہم کو ادب سکھایا کہ یوں سمجھے کہ گویا حضور علیہ السلام کے سامنے حاضر ہے اور حضور علیہ السلام اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کا درود سن رہے ہیں یہ بہت بہتر ہے السلام علیك ایھا النبی اور یہ استحضار کا مرتبہ ہے اور یوں بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر حضور علیہ السلام کا ذکر آیا یا نام پاک آیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا، اس میں بھی حرج نہیں ہے اور یہ بھی بہت خوب ہے۔

**عرض...۱۴:** میں جانتا ہوں کہ خودکشی حرام ہے لیکن کیا ہم ایسی انتہائی حالت میں کہ جیسے جب عدالت ایک مسلمان کو پھانسی کا حکم سنا دے خودکشی کا ارتکاب کر سکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** نہیں۔

**عرض...۱۵:** کیا نماز کی ادائیگی کے وقت پوری آستین کی ٹی شرٹ لازمی ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** یہ لازمی ہے کہ جب کوئی نماز کی ادائیگی کے آئے تو صحیح اسلامی لباس میں آئے پوری آستین کے ساتھ اور گلے کی ہڈی کو ڈھانپ کر اور کُرتا بھی صحیح حالت میں اور

بقیہ ص ۱۷ ر پر

ملفوظات

از: ڈاکٹر محمد فرید الدین*

# علامہ کامل سہسرامی: ایک اجمالی تعارف

## علم وادب، شعر وسخن اور مذہب وملت کے ایک عظیم خدمتگار

اسلاف واخلاف

**سہسرام** کی تاریخی روایات کی جڑیں بہت گہری ہیں علمی وفکری اعتبار سے بھی اس قدیم شہر کی اپنی علیحدہ شناخت و پہچان ہے، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کے آثار بہت نمایاں ہیں، شعر وادب کے گلشن میں بھی اس چمن کے گلہائے رنگارنگ سے رونقیں رہی ہیں۔ راجہ رام نارائن موزوں سہسرامی کا معروف اور تاریخی شعر سہسرام کے شعری وادبی ذوق کا خوب صورت عکاس اور بہترین ترجمان ہے۔

غزالاں! تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی
دوا نہ مرگیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

مغل سلطنت سے لوہا لے کر بابر کی فوج کو پسپا کر کے اقتدار کی کرسی پر براجمان ہونے کا سہرا یہاں کے ایک جاگیر دار حسن خاں سور کے سپوت فرید خاں سور عرف شیر شاہ سور کے سر بندھتا ہے، جس نے ہندوستان میں ایک پرامن اور مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ایک غیر ترقی یافتہ ملک کو ترقی کی شاہ راہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ کئی نظام تو پہلی مرتبہ سائنٹفک ڈھنگ سے مرتب کر کے متعارف کرایا، غیر منقسم ہندوستان کی تاریخ میں اس علاقے کے ہونہاروں کی تاریخ سنہری حرفوں سے تحریر کئے جانے کے لائق ہے، انگریزوں کے خلاف جنگ کا جو بگل بجا تو اس میں بھی یہاں کے جانبازوں نے تاریخ ساز کردار ادا کئے۔ آزادی کا جو پہلا چراغ لال قلعہ کی فصیلوں پر جلا اس میں بھی اس تاریخی علاقے کے باشندوں کا تعاون قابل ذکر ہے۔ اردو زبان وادب کا رنگ وروپ نکھارنے میں سہسرام کا کردار تاریخ ساز ہے۔ یہ شہر علم و ادب اور فکر ونظر کے رنگارنگ جلووں کی ایک خاص تجلی گاہ رہا ہے برسوں قبل یہاں کے علمی، فکری، روحانی اور جغرافیائی مقام ومراتب کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مولانا عثمان مہاجر مکی نے یہ تاریخی جملے تحریر کئے تھے:

"السهسرام بلدة من بلاد الهند من مضافات البهار۔ لاريب ان السهسرام من روضات الجنات ذوات العيون الجاريات والجبال الراسيات و الاشجار الخضروات معدن الاولياء مخزن العلماء۔
یعنی سہسرام مضافات بہار میں ہندوستان کا ایک ممتاز شہر ہے، جو بلا شک وشبہ باغات جنت کا نمونہ ہے، جہاں دلکش چشمے بہتے ہیں، پہاڑوں کی بلند وبالا چوٹیاں ہیں ہرے بھرے درخت ہیں جو اولیاء کی کان اور علما کا مخزن ہے۔"

حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی نے علم وادب کے اسی گہوارے میں ۲۰ / جمادی الآخرہ ۱۳۵۱ھ میں اپنی آنکھیں کھولیں پھر جس گھرانے اور ماحول میں آپ پلے بڑھے وہ علم وفکر کا ایک مستقل مکتب تھا۔ والد ماجد قدوۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد فرخند علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ علوم ظاہرہ کے متبحر عالم دین اور وقت شناس فقیہ تھے بلکہ بحر معرفت وطریقت کے ایک عظیم شناور بھی تھے، اپنے مرشد برحق حضرت علامہ عبد الکافی الہ آبادی قدس سرہ کی ایما پر آپ نے طریقت ومعرفت میں ایک رسالہ "ارشادات کافی" بھی تحریر فرمایا جس کے مطالعے سے معرفت وطریقت میں آپ کے مقام ومراتب کا اندازہ قدر شناس حضرات نے فرمایا۔ آپ کا گھرانہ علمی تھا۔ گھر کیا تھا، دین کی ایک بڑی دانش گاہ اور اسلامیات کا مکتب تھا، رہائشی مکان کا ایک حصہ منتہی درجات کے طلبہ کی علمی وفکری پیاس بجھانے کا ایک آبشار تھا۔

علامہ کامل سہسرامی ہندوستان کے گنے چنے ان چند صاحبان فضل وکمال میں تھے جنہیں قدرت نے زبان وقلم پر یکساں


* مضمون نگار مدرسہ اسلامیہ، داؤدنگر، اورنگ آباد بہار کے پرنسپل ہیں۔

قدرت عطا فرمائی تھی۔ اگر وہ خطابت کے شہسوار تھے تو میدان صحافت کے تاجدار بھی، ان کی برق بار اور شعلہ زبان خطابت سے باطل کے ایوان لرزہ براندام تھے تو وہیں ان کے قلم کی روشنائی سے افکار فاسدہ وعقائد باطلہ کے چہرے پر ہزیمت ورسوائی کے خطوط روشن تھے وہ بے تکان بولتے بھی تھے اور لکھتے بھی تھے۔ جب وقت آجاتا تو ایک مزدور کا روپ دھار لیتے خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ان خصوصیات پہ روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"میرا کامل قلم ہی کا تاجدار نہ تھا بلکہ اپنے معاصرین میں فن خطابت کا ایسا پیش روا امام المقررین تھا جس کی گرد راہ نے اوج ثریا کو منزلوں پیچھے کر دیا، کامل جس وقت صدری یا شیروانی کی سج دھج سے جھومتے جھامتے، ہنستے مسکراتے اسٹیج پر قدم رکھتے تو عوام میں ہل چل مچ جاتی، سرگوشیاں ہوتیں وہ دیکھو کامل میاں آئے اور جس وقت وہ خطابت کی کرسی پر بیٹھ کر الفاظ کی چاند ماری اور گولہ باری کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ہم کسی کانفرنس میں نہیں بلکہ رزم گاہ میں بیٹھے ہیں جہاں چاروں سے طرف سے توپیں انگارہ اگل رہی ہیں اور گولوں کی برسات ہو رہی ہے۔ کامل اپنی گرجدار آواز میں شوکت الفاظ سے جب قوم کو خطاب کرتے تو بادلوں کے گرجنے اور بجلیوں کے تڑتڑانے کا یقین ہوتا، کامل کشورِ قلم کا پاسبان و تاجدار اور میدان خطابت کا ابھرتا شہ سوار تھا۔"

علامہ کامل سہسرامی کے زورِ قلم سے ایوان باطل لرزہ براندام تھا "نجد سے سہارن پور تک" کی دھمک آج بھی علمی دنیا میں محسوس کی جاتی ہے، ہفت روزہ "تاجدار" ممبئی، ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد اور ماہنامہ "استقامت" کانپور میں آپ کے بے باک صحافتی مزاج ومنہاج کے جو روشن اور تابناک نقوش ہیں وہ آپ کے صحافتی شعور وآگہی اور سیاسی مزاج ومنہاج متعین کرنے میں سنگ میل ثابت ہو سکتے ہیں۔

گجرات میں قیام کے دوران علامہ کامل سہسرامی نے اسلام میں پیر پھیلانے والی موڈرن جماعت کے ایوان پر مزاحیہ انداز میں طنز کے نشتر برساتے ہوئے ایک مضمون "نجد سے سہارن پور تک" کے عنوان سے ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد میں اشاعت کے لیے روانہ فرمایا۔ مضمون کی اشاعت کے بعد ہر طرف سے تحسین ومرحبا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ پورے ملک میں ایک دھماکے کا احساس کیا گیا اور پھر ہوا یہ کہ "پاسبان" کا دوسرا نام "نجد سے سہارن پور تک" پڑ گیا۔ مدیر اعلیٰ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی نے اسے "پاسبان" کا مستقل عنوان بنا دیا۔ ظاہر ہے کہ یہی امر اپنے آپ میں اس کے مقبول عوام وخواص ہونے کی ایک بڑی سند ہے، علامہ کامل سہسرامی "اظہار خیال" کے تحت رقمطراز ہیں "نہ جانے وہ کون سی ساعت تھی جب میں نے "پاسبان" کے لیے "نجد سے سہارن پور تک" کے عنوان سے پہلی مرتبہ مضمون بھیجا تھا۔ مضمون کے جواب میں مولانا کا حکم نامہ ملا کہ یہ "پاسبان" کا مستقل عنوان بنا لیا گیا ہے۔ اس کا نباہ تمہارے ذمہ ہے۔"

ماہنامہ "پاسبان" میں سلسلے وار شائع ہونے والے اس مضمون کی مقبولیت کے پیش نظر مکتبۂ پاسبان نے اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ لیا، چنانچہ ان مضامین کا مجموعہ جب کتابی شکل میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا تو دیکھتے دیکھتے تمام کاپیاں ختم ہو گئیں اور پھر دوسرے اڈیشن کی تیاریاں ہونے لگیں، لیکن بعد میں اہل ذوق قارئین وشائقین کی مسلسل طلب کے باوجود اس کا اشاعتی تسلسل بحال نہیں رکھا جا سکا۔

علامہ کامل سہسرامی ایک کامیاب نثر نگار صاحب طرز انشا پرداز ایک کہنہ مشق شاعر ایک زہرہ نگار ادیب، ایک بے باک صحافی اور ایک منفرد طنز ومزاح نگار تھے۔ ان کی طنز نگاری کا معیار بہت اونچا تھا یہ الگ بات ہے کہ اس میں بھی ان کا دائرۂ قلم مذہب اور صرف مذہب تھا، دین کے نام پہ بے دینی پھیلانے والا طبقہ اسلام میں پیر پھیلانے لگا تو علامہ کامل سہسرامی نے اپنے اس اچھوتے طرز بیان سے اس کا بھرپور اور مکمل تعاقب فرمایا اور اس خانہ ساز مذہب کے ردوتردید میں اپنی بے پناہ قلمی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، اپنے اس طرز نگارش میں لاریب وہ منفرد

تھے۔مذہبی ادب میں طنزومزاح نگاری کی روایت کا سہرا آپ کے سر سجتا ہے،علامہ نظامی اس تعلق سے رقمطراز ہیں۔

''مولانا کامل اپنی اس طرز نگارش میں بالکل یگانہ ومنفرد ہیں، بات میں بات پیدا کرنا اور ہنستے بولتے ایسی دوررس باتیں کہہ جانا جہاں خواص ہی کا ذہن جا سکے یہ ان کا خاص فن ہے، یہ ایک خداداد صلاحیت ہے جس نے انہیں دوسروں سے ممتاز کر دیا ہے۔''

مشہور ناقد و ادیب حضرت ندیم گورکھپوری اپنے تفصیلی مضمون ''نجد سے سہارن پور تک''ایک مطالعہ''میں علامہ کامل سہسرامی کی طنز و مزاح نگاری کی قدر و قیمت کا تعین کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''شوکت تھانوی، ابراہیم جلیس، خواجہ عبدالغفور، فکر تونسوی اور مولانا کامل سہسرامی کی طنز نگاری کا سرسری جائزہ لینے کی بجائے اگر تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو صاف پتا چلے گا کہ مولانا کامل نے طنزومزاح نگاری کو ایک نئی شاہراہ پہ لا کر کھڑا کیا ہے۔جہاں ان کا طرز نگارش طنزومزاح کی آخری حد کو چھو رہا ہوتا ہے۔''

دوسرے پیراگراف میں انداز بیان اور صداقت پسندی پہ گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کامل سہسرامی کا انداز بیان شوکت تھانوی سے کافی ملتا جلتا ہے ایسا لگتا ہے کہ شوکت تھانوی کی طنز اور کامل سہسرامی کا مزاح دونوں سگے بھائی بہن ہیں۔مگر شوکت سے کہیں زیادہ جلیس کا فن حقیقت سے قریب ہے اور مولانا کامل سہسرامی کی صداقت پسندی تو جلیس سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئی ہے۔''

علامہ کامل سہسرامی صاحب طرز انشا پرداز اور کامیاب نثر نگار تھے ان کی نثر نہایت سلیس اور سادہ ہے،ایک عمدہ اور بہترین نثر کی تمام خوبی آپ کی تحریر میں نظر آئیں گی،محاورات،تشبیہات اور استعارات کے جابجا استعمال نے آپ کی نثر کو اردوئے معلیٰ کا شاہکار بنا دیا ہے،زبان و بیان کی ساری خوبیاں مندرجہ اقتباس سے ظاہر ہیں:

''کانگریس ملک کی کتنی ہی مقبول جماعت ہو،کتنی ہی حکمرانی کی صلاحیت رکھتی ہو لیکن یقین فرمائیے جب کوئی لانبی داڑھی والا کھدر پوش ہو جاتا ہے تو پھر وہ مولوی رہتا ہے نہ کانگریسی بلکہ دونوں کے درمیان کی چیز چھوٹو مدار (عرف چالباز شکاری) بن جاتا ہے،جو اتنی مہارت وہوشیاری سے جال ڈالتا ہے کہ غریب شکار کو پھڑ پھڑانے تک کا موقع نصیب نہیں ہوتا۔بھانومتی کے پٹارے کا ایسا ایسا کرتب دکھائے گا کہ بس دیکھا کیجئے ہاتھ کی صفائی ایسی کہ کتنے مداریوں نے شرما کر اپنا کام دھندا چھوڑ دیا۔''

''صوفی صاحب حضرت شیخ کے خاص الخاص عقیدت مندوں میں ہیں،جب کبھی شیخ کا ذکر آیا ان کی آنکھوں سے آنسو کے موٹے موٹے قطرے نکل پڑے۔پیر صاحب کی تقلید میں ہمیشہ کھدر پہنتے ہیں،پائجامہ اتنا محتاط کہ گھٹنوں سے ذرا نیچے رہتا ہے۔دور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ نئے فیشن کی ہاف پینٹ ہے،کرتے کی لمبائی ہمیشہ جبے کے دھوکے میں ڈالتی ہے،سیاہ چمکتا ہوا چہرہ اس پر ڈیڑھ بالشت کی دودھ جیسی داڑھی گویا صبح وشام کا سنگم،لوگوں کو ہمیشہ قرآن وحدیث پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔''

''ہم نہیں سمجھ سکے کہ یہ رسول دشمنی ہے یا اپنے بزرگوں کی غلط عقیدت مندیوں کا غلط نتیجہ آخر جب بات آپ کے گھر کی ہوتی ہے تو کیوں منھ میں دہی جم جاتا ہے اور رسالت کا معاملہ ہوتا ہے تو زبان وقلم دونوں اسی میل فی گھنٹے کی رفتار سے چل پڑتے ہیں۔''

علامہ کامل سہسرامی ایک اچھے ظریف بلند پایہ نثر نگار صاحب طرز انشا پرداز اور ایک کامیاب نقاد تھے آپ کی نثر فصاحت وبلاغت اور سلاست وروانی کی فضا میں پرورش پاتی ہے،تشبیہات استعارات اور محاورات کے جابجا درست استعمال نے آپ کی نثر کو چمنستان اردو کا سدا بہار گلدستہ بنا دیا ہے،آپ کی قلمی خدمات تاریخ ادب اردو میں سورج کی روپہلی کرنوں سے تحریر کیے جانے کے لائق ہے۔

اسلاف واخلاف

اپنی گونا گوں خوبیوں کی بنیاد پہ وہ رفتہ رفتہ مسند صدارت کی شہ نشینی کی جانب بڑھ رہے تھے، چھوٹوں کی انجمن سے نکل کر بڑوں کی صف میں حاشیہ نشین ہو رہے تھے اور وہ دن دور نہیں تھا کہ مسند صدارت پہ آپ متمکن نظر آتے مگر زندگی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اب دھیرے دھیرے کامل کانفرنسوں اور مرکزی جلسوں کی روح بن چکے تھے ان کے بغیر کسی کانفرنس کا کوئی تصور نہ ہوتا۔ سنی جمیعۃ العلماء ہر سال ۱۲ر محرم الحرام کو شہید اعظم کانفرنس کرتی ہے، جس میں قائد ملت مولانا سید شاہ اسرار الحق کی معیت میں حالات کے تحت تجاویز کی سرخیاں متعین کر لیتا اس کے بعد انہیں محتاط طور پر قانون کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے مولانا کامل اور مولانا اسلم بستوی کے سپرد کر دیا جاتا اور انہی کے ڈھلے ڈھلائے الفاظ میں تجاویز سنائی جاتیں۔''

آپ پختہ عزم وارادے کے مالک تھے، خود اعتمادی وخدا اعتمادی آپ کا وصف خاص تھا، کسی بھی امر کی انجام دہی کے لیے جب وہ کمر بستہ ہو جاتے تو مکمل تن دہی کے ساتھ اس میں روح پھونک کر منزل بکنار کر کے ہی دم لیتے۔ علامہ نظامی اپنے مشاہدے کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں:

''کامل کو میں نے ''تاجدار'' کے دور میں بہت قریب سے دیکھا، سب تھک جاتے مگر کامل نہ تھکتے، رات کو تین بجے تک ایک ہی رفتار سے قلم چلتا اور اس وقت تک تکیے پر سر نہ رکھتے تاوقتیکہ ''تاجدار'' کی ایک ایک سطر سے مطمئن نہ ہو جاتے، انوار ہر چند کہتے، کامل میاں اتنی مشقت نہ اٹھائیے آپ اس ادارے کے غلام نہیں مالک ہیں مگر ایک نہ سنتے درجنوں اخبارات دیکھنا، اس پر لال پنسل سے نشان لگانا پھر خبروں کا انتخاب ان پر تنقید وتبصرہ، تحقیقی وتنقیدی مقالے کی ترتیب اور پھر مضامین سپرد قلم کرنا یہ وہ تمام امور بیٹھے بٹھائے، پختہ کار منجھے منجھائے صحافی کی حیثیت سے انجام دیتے، جس کے نتیجے میں ''نشیمن''، بنگلور اور بعض ویکلی اخبار کی روشنی مدھم ہو گئی تھی، اگر ''تاجدار'' ویکلی عمر پاتا تو آج صف اوّل کے اخبارات میں اس کا شمار کیا جاتا۔ یہ جو کچھ بھی تھا کامل اور انوار کی صلاحیتوں کا نتیجہ تھا۔''

اپنے انہی اوصاف کی بنیاد پر اب وہ اکابر علماء کا دل جیتنے لگے تھے اور رفتہ رفتہ جماعتی ذمے داریوں کا احساس فرمانے لگے تھے علامہ نظامی رقمطراز ہیں:

''اب وہ اعتماد کی ان منزلوں کو چھو رہے تھے کہ آنکھ بند کر کے تمام دستاویز ان کے سپرد کر دی جاتی۔ کامل نے ہمارا کام بہت ہلکا کر دیا تھا، جو کام ان کے ذمے کیا وقت سے پہلے انہوں نے اسے پورا کیا۔ اب تدریجاً انہیں اپنی ذمہ داریوں کا بھر پور احساس ہوتا جا رہا تھا اور اپنی ذہنی، فکری اور قلمی صلاحیتوں سے اکابر کا دل جیت رہے تھے، کامل نے خطابت کو بحیثیت فن نہیں استعمال کیا بلکہ بطور مشن استعمال کیا، خطابت کے پس منظر میں مذہب اہل سنت کی نمائندگی کا انہیں بھر پور احساس تھا اور ان کی یہی ادا عوامی شہرت اور مقبولیت کا سبب بنتی رہی۔ کامل نے جیتے جی کبھی مسلک کا سودا نہیں کیا۔ انہوں نے سب کچھ گنوایا مگر مسلک کی آبرو اور اس کا وقار بحال رکھا اور اس کے دامن پہ کوئی آنچ نہ آنے دی۔ ان کی اسی ادا نے مجھے ان سے قریب سے قریب تر کر دیا۔ کامل اپنوں کے لیے بہت سی خوبیوں اور محاسن کا ایک جیتا جاگتا مرد آہن تھا جس کی ایک للکار سے دشمنان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے کلیجے کا خون پانی ہو جاتا۔ کامل اپنوں کے لیے گونا گوں خوبیوں کا ایک حسین وشاداب گلدستہ تھا اور حریفوں کے لیے شمشیر براں وشعلہء جوالہ تھا۔''

علامہ کامل سہسرامی راہ طریقت میں سلسلہء نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ کسی مرشد راہ طریقت کی تلاش میں تھے چنانچہ یہ ہفت خواں طے کرنے کے لیے رئیس اعظم اڑیسہ، مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ حبیب الرحمن رضوی قادری کی طرف متوجہ ہوئے یا کرائے گئے اور وہ حضرت مجاہد ملت کے نورانی صندوق کی جانب

اکتساب علم کے لیے قریب سے قریب تر ہوتے چلے گئے اس تعلق سے علامہ سہسرامی کے استاذ گرامی قدر شمس العلماء حضرت مفتی محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"ان دونوں کے درمیان دنیا سے الگ ہوکر ایک الگ میدان میں سیر وتفریح کا شوق پیدا ہوگیا۔ چند سال بلکہ چند ماہ کے بعد ہی کامل سہسرامی کے قلب میں ایسی کرن پھوٹی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار کامل مرحوم حضرت مجاہد ملت کے نورانی صندوق کی طرف متوجہ ہوگئے۔ یا کرائے گئے۔ جو کچھ ہوا اب راز ونیاز کی گفتگو شروع ہوگئی اور حضرت مجاہد ملت کے روبرو یہ کہنا پڑا کہ سرکار میں نے سطحی طور پر بیضاوی پڑھی۔ اس پر علامہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب واصل اور عارف باللہ "اھدنا الصراط المستقیم" پڑھتا ہے تو وہ دل میں یوں کہتا ہے "اللّھم ارشد ناطریق السیر فیک لیتمحوا عنا ظلمات احوالنا وتمیط غواشی ابداننا یستضی بنور قدسک فنراک بنورک؛ اے اللہ تعالیٰ! تو اپنی ذات میں سیر کرنے کے راستے کی ہدایت فرما تا کہ ہمارے حالات کی ظلمتیں مٹ جائیں۔ جسم کے حجاب اور پردے ہٹ جائیں تا کہ تیرے مقدس نور کا مشاہدہ کرسکوں۔" مگر میرا یہ پڑھا ہوا صرف ظاہری ہے اور زبان پر ترجمہ ہی ہے۔ براہ کرم آپ اپنی نورانیت کی شعاعوں میں حقیقت کا مشاہدہ کرادیں اور یہ کہہ کر قدموں سے لپٹ گئے حضرت مجاہد ملت کا ترحم جوش میں آیا اور انہوں نے کامل سہسرامی کو اپنے گلے سے لگالیا اور کامل مرحوم نے نورانی اقتباسات کا مقام اپنے قلب مصفیٰ کو بنالیا۔"

سرکار مجاہد ملت سے شرف بیعت، ارادت وخلافت کے بعد زندگی کا رنگ بدل گیا صبح وشام کے معمولات میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ طریقت ومعرفت کی راہ طے کرتے ہوئے واصل الی اللہ ہوگئے۔ تبلیغ اسلام اور رشد وہدایت تو آپ کی صبح شام کا مشغلہ تھا اس راہ سے گزرتے ہوئے آخر ایک دن ایسا ہوا کہ مغربی بنگال کی راجدھانی کولکاتہ کی عظیم الشان جمال طیبہ کانفرنس میں ذکر شہادت کربلا کے عنوان پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے دل کا دورہ پڑا اور واصل الی الحق ہوگئے۔ اس تعلق سے حضرت مفتی نظام الدین حبیبی الہ آبادی تحریر فرماتے ہیں:

"اسی ذوق تبلیغ میں ایک اجلاس سے مخاطب ہوکر نورانی ضوفشانی کررہے تھے کہ دوران تقریر قلب پر گہرا اثر پڑا اور وہیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ ڈاکٹروں کی بھیڑ لگ گئی اور سب نے یہی فیصلہ کیا کہ ان کا ہارٹ فیل کر گیا۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حادثہ ڈاکٹروں کی سوجھ بوجھ سے بالاتر تھا، ان کی وہاں رسائی بھی نہیں ہوسکی جہاں کامل سہسرامی کیسے اور کہاں پہنچ گئے۔

دراصل کامل سہسرامی کو جس نور کی تلاش تھی اسے پا کروہ آپے سے باہر ہوگئے اور صحیح معنوں میں واصل الی اللہ ہوگئے اور علامہ بیضاوی کے اشاروں کا راز پالیا۔

کامل سہسرامی کے ساتھ کلکتہ میں پیش آنے والے حادثے کو ہارٹ فیل کہنا یہ ایک ظاہری بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کامل سہسرامی نے حضرت مجاہد ملت کی نورانیت کو اخذ کرنا شروع کیا تو کچھ دنوں تک سنبھال لے گئے مگر جب بات آگے بڑھی اور حضرت مجاہد ملت کی نورانیت کے ذریعہ سرکار دوعالم ﷺ کی نورانیت کے وسیلے سے پروردگار عالم کی نورانیت میں جا ملے اور صحیح معنوں میں "نراک بنورک" کا جلوہ سامنے آیا تو نور حقیقی سے جا ملے۔"

علامہ کامل سہسرامی ایک کامیاب شاعر بھی تھے۔ کم گو تھے لیکن عمدہ کہتے تھے۔ ہر چند کہ انہوں نے یہ فن اپنایا نہیں لیکن ان کی دستیاب غزلوں، نعتوں اور رباعیات دیکھ کر ان کا اعلیٰ ذوق شعر وسخن سمجھ میں آتا ہے۔

آپ نے سہسرام کے جس ماحول میں اپنے شعور کی آنکھیں کھولیں اس میں ہر چہار جانب علم وادب، فکر ونظر اور شعر وسخن کے آبشار پھوٹ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کی پاکیزہ فضاؤں میں سانس لے کر جو پلا بڑھا ہو وہ یقیناً ادب شناس ہوگا، یہاں کی تہذیبی

روایات کے سائبان میں اس وقت شیدا سہسرامی، مانوس سہسرامی مسکین سہسرامی، قمر نعمانی، حشر سہسرامی، ضیاء سہسرامی اور قمر سہسرامی جیسے اساطین علم وادب کے نغموں سے یہاں کی وادیاں گونج رہی تھیں۔ علامہ کامل سہسرامی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ایک لمبی مدت تک الہ آباد، مبارک پور، بریلی شریف اور احمد آباد میں سکونت پذیر رہے۔ وطن کی کشش، اہل وطن کی محبت اور پھر دارالعلوم خیریہ نظامیہ کی ضروری پکار پر ان کے قدم زیادہ دنوں تک بیرون وطن نہیں ٹھہر سکے وہ یہاں آئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس وقت سہسرام کا ماحول الگ تھلگ تھا تقریباً ہر ماہ کہیں نہ کہیں طرحی وغیر طرحی مشاعرے کا اہتمام ہوتا، جس میں مقامی اہل علم وادب ذوق وشوق سے حصہ لیتے، خود دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں ہر ماہ طرحی مشاعرے کا اہتمام ہوتا جو اساتذہ وطلبہ کے لیے مخصوص ہوتا۔

علامہ کامل سہسرامی کی افتاد طبع الگ تھی وہ فطری شاعر تھے ان کی شاعری آورد کی رہین منت نہ تھی ضرورت کے تحت اپنا فکری چراغ جلاتے حسب موقع نعت یا غزل کہتے اور شریک مشاعرہ ہوجاتے ان کی شاعری میں مکمل طور پہ آمد کا رنگ نظر آتا ہے۔ مشاعرے سے ایک دو گھنٹہ قبل اپنا کلام مکمل کرتے اور شریک مشاعرہ ہو کر اہل ذوق سے داد وتحسین وصول فرماتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ کلام مکمل نہ ہوا کچھ اشعار کہے اور مشاعرے میں شرکت کے لیے نکل پڑے باقی اشعار راستے میں کہہ کر کلام مکمل کرتے اور شریک مشاعرہ ہوجاتے۔ رفتہ رفتہ وہ سہسرام کے مشاعروں کی روح بنتے جارہے تھے۔ کسی مشاعرے کا تصور بھی ان کے بغیر ناقص وادھورا سمجھا جانے لگا اب وہ مشاعروں میں صرف شاعر وادیب کی حیثیت سے شرکت نہیں فرماتے بلکہ مشاعروں کے اہتمام کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہوتی وہ ایک کامیاب ناظم مشاعرہ بھی تھے۔

علامہ کی بیاض سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جارہے ہیں جن سے ان کے شاعرانہ مزاج ومنہاج کا اندازہ باذوق قارئین فرماسکتے ہیں۔

## نعت شریف

نورِ جمال گنبد خضریٰ نظر میں ہے
یعنی فرازِ عرش معلیٰ نظر میں ہے
خوفِ گنہ کی تیرہ شبی ختم ہوگئی
اپنی شفاعتوں کا سویرا نظر میں ہے
میں عرض مدعا مرے سرکار کیا کروں
پڑھ لیجیے ہر ایک تمنا نظر میں ہے

## نعتیہ قطعہ

تکلفات اور اتنے تکلفات کے بعد
حضور آئے ہزاروں تغیرات کے بعد
نہ کوئی آپ سا آیا نہ کوئی آئے گا
نہ اس حیات سے پہلے نہ اس حیات کے بعد

## رباعی

دانش وفکر کی گرمی سے پگھلتے جذبات
شبنمی پیار کے سائے میں سکوں پا نہ سکے
چاند تاروں کی کلائی تو مروڑی لیکن
اپنی دنیا میں کوئی چاندنی پھیلا نہ سکے

## قطعات

پھر وقت کے آذر نے تراشے ہیں نئے بت
ہے وہم پرستی میں گرفتار زمانہ
مزدور کی لاشوں پہ مساوات کے نعرے
زہریلی زبانوں پہ محبت کا ترانہ
اے گنبد خضریٰ کے مکیں تیری دہائی
نعروں کی نجاست سے مسلماں کو بچانا

خوابِ مزدور میں ہے سرخ سویرا آباد
ظلم کی دھوپ سے مرجھا گئے غنچوں کے دہن
ہے مساوات کی ضامن وہی ذات اقدس
جس نے طبقات کی تفریق کے کاٹے بندھن

جل رہے ہیں چراغ ہر رنگ کے
ہر اندھیرا ہے دل کی بستی میں

اسلاف واخلاف

کہکشاں تک پہنچ گیا انسان
لیکن انسانیت ہے پستی میں

## غزل

انقلابات رنگیں کا مرکز ان کی مخمور انگڑائیاں ہیں
کالے کالے یہ بادل نہیں ہیں ان کے گیسو کی پرچھائیاں ہیں

اس قدر کیوں ہے جانے کی جلدی رات باقی ابھی دو گھڑی ہے
ان اجالوں سے دھوکا نہ کھاؤ یہ تو عارض کی تابانیاں ہیں

کون گلشن میں آج آ گیا ہے کس نے ڈالی نظر مسکرا کر
مہکے مہکے سے ہیں غنچہ و گل بہکی بہکی سی پروائیاں ہیں

کتنا دعویٰ تھا تہذیب نو کو اپنی بے مایہ تابندگی پر
جتنی یہ روشنی بڑھ رہی ہے اتنی ہی گھور تاریکیاں ہیں

کتنا پیارا ہے طرز تکلم کتنا دلکش ہے ان کا تبسم
جیسے نغمات کی وادیاں ہیں جیسے خوابوں کی شہزادیاں ہیں

ان کا طرز تغافل تو دیکھو یہ انوکھا تجاہل تو دیکھو
پوچھتے ہیں مجھی سے وہ آ کر کہئے اس وقت کاملؔ کہاں ہیں

◆◆◆

ص ۵۴ / کا بقیہ..........................................

گیا اور زندگی کی ایک عظیم مسرت کے حصول میں کامیابی حاصل ہو ہی گئی، اب اپنے سامنے ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم قائد اور رہنما کی جلوہ گاہ ہے اور حضور امام العلما کی عنایتوں کے دامن میں بندۂ عاصی دست بستہ کھڑا ہے۔

تھوڑی دیر میں امام العلما نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور یکایک آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی دعا کا بوسہ لینے لگی، تقریباً آدھا گھنٹہ تک دستِ دعا پھیلائے رہنے اور اشکوں کی سوغات پیش کرنے کے بعد دل کے مدوجزر میں سکون کا ماحول پیدا ہوا اور پھر الٹے قدم باہر ہو گئے، غروب شمس سے قبل اسلامیہ انٹر کالج کے میدان میں پہنچے، ہر سو علما کا ازدحام، طالبان علوم نبویہ کی آمد ورفت سے چہل پہل اور عاشقان مصطفیٰ کے ہجوم سے ہنگامۂ محبت وعقیدت کا خوشگوار منظر قابلِ دید تھا۔

کسی طرف تھوڑی سی جگہ پا کر حضور امام العلما نے اپنا ہرے رنگ کا رومال زمین پر بچھا کر گویا غنی کے در پر بستر لگا دیا، ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت عالم ربانی کی اس کیفیت کو دیکھ کر راقم سے نہ رہا گیا اور حضرت امام العلما کی بارگاہ رعب ودبدبہ میں جرأت کرتے ہوئے بول پڑا ”حضرت! آپ اپنا رومال اس طرح بچھا کر کیوں بیٹھ گئے؟

میری عرض کی منشا یہ تھی کہ جس ذات کا مسند علم وحکمت ادارہ میں بہت بلند وبالا رہتا ہو، وہ ایک عام انسان کی مثل کس طرح زمین پر بیٹھ گیا، میرے جملوں کا تار ٹوٹا اور ادھر محبت وعقیدت اور عظمت وعزت کا آبشار پھوٹا اور زبان حق ترجمان سے موتیوں کی جھڑی لگتی دکھائی دی، فرمایا:

”میاں! آقاؤں کے یہاں آقائی نہیں دکھائی جاتی، یہ شہر بریلی ہے، جہاں علما نہیں علم طواف کرتا ہے، نہ معلوم کتنے صاحبان جبہ ودستار اس در پر مچلتے نظر آتے ہیں۔“

حضور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی زبان سے ان جملوں کو نکلے ہوئے تقریباً چونتیس سال ہو گئے مگر ان کی ہیبت آج بھی میرے قلب وجگر پر قائم ہے، ساتھ ہی بریلی شریف سے حضور والا کی دلی وابستگی، قلبی لگاؤ اور اس مقدس شہر کی تعظیم وتوقیر سے مشکبار دل ودماغ کی حالت بھی عیاں ہے، حضور استاذ گرامی کی بارگاہ میں منقبت کے چند اشعار ہو گئے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ؎

آپ کی شان بیاں کیا ہو، امام العلما
جو عیاں ہو وہ نہاں کیا ہو، امام العلما

سب کو حیران کیا آپ کی تفہیم نے ہے
پھر بھلا ورد زباں کیا ہو، امام العلما

علم وفن، فکر ونظر، حکمت ودانائے سے
جانتے تھے کہ کہاں کیا ہو، امام العلما

جس کا دل عشق سے معمور ہو بدلہ اس کا بجز باغ جناں کیا ہو، امام العلما

سر پہ اخترؔ کے ہے جب ظل کرم آپ کا تو
پھر اسے فکر زیاں کیا ہو، امام العلما

........ جاری ■◄

اسلاف واخلاف

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

# امام احمد رضا کی فارسی شاعری میں صوفیانہ اثرات

[چوتھی اور آخری قسط]

رضویات

## گزشتہ سے پیوستہ

یہ بات کسی حد تک مشاہدہ میں آچکی ہے کہ عشق ومحبت ... پیار وخلوص... والہانہ عقیدت... عجز وانکساری اور دلوں کی گہرائی میں جس قدر بھی جذبات واحساسات پائے جاتے ہیں ان میں ارتقائی کیفیت پائی جاتی ہے مگر اس کی رفتار کا عالم وہی ہوتا ہے جو رفتار سمندر کی گہرائی میں پانی کی روکی ہوا کرتی ہے یعنی نہایت ہی سبک روی کے ساتھ پانی چلتا ہے اور خراماں خراماں چلا کرتا ہے بعینہ یہی صورت دل کی گہرائیوں میں پائے جانے والے جذبات واحساسات کے روکی ہوا کرتی ہے... عشق ہو یا محبت ہو نہ اس میں طغیانی جیسی سرکشی پائی جاتی ہے اور نہ اس کی تلاطم خیزی کسی بربادی کی طرف لے جاتی ہے... کہ کوئی محبت میں برباد نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی عشق کسی کے لئے بری خبر لے کر آتا ہے اور جب کوئی عشق میں خانہ خراب ہوتا ہے یا اس کی زندگی کا سب کچھ لٹ جاتا ہے اور عشق کرنے والا کہیں کا نہیں رہتا ہے تو صحیح معنی میں یہ عشق نہیں ہوتا ہے نفس پرستی ہوا کرتی ہے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ عشق کے تعلق سے بربادی کا واقع ہونا... یہ خیال ہمارے سماج کے کچھ افراد کا ہو ...انہوں نے اپنے خیال کی تشکیل میں کہیں نہ کہیں کسی غلط سوچ اور غیر معیاری فکر سے کام لیا ہے انہیں اپنے خیال کی اصلاح کر لینی چاہیے... اس بارے میں دانشوروں کا خیال ہے جو بھی خانہ خراب ہو رہا ہے یا اس کی زندگی میں بربادی نے قدم رکھ دیا ہے تو اس کی وجہ عشق نہیں اور نہ ہی محبت ہے... اس کی بربادی کا سبب اس کی اپنی نفسانیت ہے اور نفسانی خواہشات ہے... جس طرح کوئی چمکتی ہوئی ریت کو پانی سمجھ لیتا ہے اسی طرح ہمارے سماج کے کچھ افراد نے نفسانی خواہشات کو عشق ومحبت سمجھ رکھا ہے اور پھر بربادی کو عشق ومحبت کی جانب منسوب کر دیا ہے... جب کہ ایسا قطعی نہیں ہے تاریخ میں ایسے ہزاروں افراد ہیں جنہوں نے عشق کیا اور عشق ہی میں مر گئے تو ان کا نام آج بھی روشن ہے ان کے کرداد ماہ وخورشید کی مانند چمکتے ہیں اور پھولوں کی مانند خوشبو دیا کرتے ہیں... حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی عشق کیا... عشق ہی سے کام لیا انہوں نے اپنے اکابر سے اپنے مشائخ سے اور اپنے سلسلہ کے بزرگوں سے عشق کیا ہے... ان کا عشق نہایت ہی پاکیزہ عشق تھا ان کے عشق نے ارتقائی سفر کیا... اپنے پیر ومرشد سے عشق کیا پھر حضور اچھے میاں سے عشق کیا حضرت شاہ برکات سے عشق کیا اسی طرح مرحلہ وار عشق کرتے ہوئے حضرت سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جناب میں حاضر ہوئے چونکہ ان کا قلب نازک نہایت درجہ تک صاف شفاف تھا... اسی شفافیت کا نتیجہ ہے کہ ان کے عشق کی تابنا کی دل کے حدود سے باہر نکلے اور چہرہ ومہرہ تک جا پہونچے اور وہاں سے منتقل ہو کر ان کے قلم میں ڈھل گیا اور پھر قلم پاک نے تحریروں میں تابنا کی پیدا کر دی ہے یہی سبب ہے کہ ان کی تحریر کا ایک ایک لفظ شب دیجور میں ستاروں کی مثل چمک رہا ہے... اسی لئے میں کہا کرتا ہوں انہوں نے بزرگوں کی شان میں جو کچھ بھی کہا ہے اس میں عشق کی روشنی پائی جاتی ہے اور خوشبوئیں رچی بسی ہیں... ان کی شاعری سے کون کس قدر خوشبوؤں کو کشید کرتا ہے؟ یہ ان کی شخصیت اور اس کی صلاحیت پر موقوف ہے... جس نے اس راز کو سمجھا اس نے استفادۂ تام کیا اور جس نے نہیں سمجھا وہ استفادہ سے بھی نا سمجھ ہو گیا... سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی کی فارسی شاعری میں سب سے زیادہ حضرت سیدنا غوث پاک کا ہی تذکرہ ملتا ہے

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

...آپ نے مختلف انداز میں اور مختلف جہتوں سے ان کا تذکرہ کیا ہے... مجھے کیا بلکہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ان کے تذکرے کو کہاں سے شروع کیا جائے اور کہاں پر ختم کیا جائے؟ ان کا تذکرہ ہی اس طرح کا ہے کہ اس کی ابتدا بھی انتہا کی مانند ہے اور انتہا بھی ابتدا کی طرح تاباں اور درخشاں ہے... بہر حال کہیں نہ کہیں سے تو شروع کرنا ہی پڑے گا۔

## امام احمد رضا اور وظیفہ قادریہ

سیدی اعلی حضرت فاصل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳۲۱ھ میں ''وظیفہ قادریہ'' کے نام سے ایک نظم تحریر کی ہے اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ حضرت امام احمد رضا فاصل بریلوی نے اس نظم میں جن احساسات وجذبات اور افکار وخیالات کو پیش کیا ہے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے حوالے سے پیش کیا ہے، براہ راست پیش نہیں کیا ہے...سب سے پہلے انہوں نے حضرت غوث پاک کے ایک شعر کو پیش کیا ہے پھر آپ نے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے، اس کے بعد ہی اعلی حضرت فاضل بریلوی نے اپنے پاکیزہ اور لطیف خیالات کو پیش کیا ہے...اسی طریقہ پیش کش کو فن شاعری میں ''تضمین'' کہا جاتا ہے... کسی کے ضمن میں اپنے افکار کو پیش کرنے کو تضمین کہا جاتا ہے... تصمین کہنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے بہت سی دشوار اور مشکل ترین وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور جس کے کلام پر تضمین کی جارہی ہے، اس کے ہم خیال اور ہم آہنگ ہونا بہت ضروری ہوا کرتا ہے... اس کے علاوہ ذہنی طور پر قربت بھی ضروری ہوا کرتی ہے بغیر اس ذہنی قربت کے کوئی تضمین کر ہی نہیں سکتا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ''قصیدۂ غوثیہ اور اپنی تضمین'' کو ''وظیفہ قادریہ'' کا نام دیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اعلی حضرت کے نزدیک وہ اس قدر محترم اور محتشم بالشان ہے کہ اسے اپنے ورد میں رکھا اور اسے حصول برکت کے طور پر استعمال کیا گیا۔

اس کے ورد میں جو ساعتیں صرف ہوئیں وہ کس قدر پاکیزہ ہونگیں کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے اور میرا اذعان بول رہا ہے، اس کے لکھنے میں میری جو ساعتیں صرف ہو رہی ہیں ان میں بھی میرے غوث پاک کی نظر عنایت برابر میرے اوپر رہیں گی اور اس دولت سرمدی سے نہ صرف ہم مالا مال ہوں گے بلکہ وہ بھی مالا مال ہوگا جو اس کا مطالعہ کرے گا...اسی جذبہ خلوص کے ساتھ ہم اس کا ترجمہ اور تشریح کرنے جارہے ہیں تا کہ میری زندگی میں کچھ ایسی دستک دے دیں جو مارے لئے زندگی کی انمول دولت ثابت ہو جائے تو پھر اب دیر ہی کیا آپ کی سماعت کے حوالہ حاضر ہے۔

### فارسی اشعار

سقانی الحب کأسات الوصالی
فقلت لخمرتی نحوی تعالی

داد عشقم جام وصل کبریا
پس بگفتم بادہ ام را سویم مرا

الصلا اے فضلہ خوران حضور
شاہ بر جود ست وصہبا در وفور

بخش کردن گر نہ عزم خسروی ست
آخر ایں نوشیدہ خواندن بہر چیست

### اردو ترجمہ

عشق نے مجھے وصل کبریا کا جام دیا... میں نے شراب سے کہا میری طرف بھی آ...دعوت عام ہے اے حضور کے جھوٹا کھانے والوں کے لئے ... کہ شاہ بخشش پر ہے اور صہبا یعنی شراب جوش پر...اگر بادشاہ کا ارادہ کسی کو عطا کرنے کا نہیں... تو پھر یہ کھلانا اور پلانا کس لئے ہے۔

**مطلب خیز تشریح**...امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے کلام میں لفظ ''الصلا'' کا استعمال کیا ہے لغت میں اس کے دو معانی آتے ہیں...اوّل معنی دعوت عام ہے اور دوسرا معنی اس لفظ کے ذریعہ کسی کو کھانے کے لئے بلایا جاتا ہے گویا امام احمد رضا فاضل بریلوی نے یوں پکارا...قادری دسترخوان سے بچی کھچی کھانے والو! آؤ! کہ قادری شاہ دینے پر ہے اور یہاں صہبا

بھی جوش پر ہے۔۔۔اگر وہ دینے اور عطا کرنے پر نہ ہوتے تو پھر یہ انتظام وانصرام کس لئے ہے؟اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت دربارِ غوث میں ہمارے بھی نمائندے ہیں اور غوث پاک کی جانب سے قادریت کے ترجمان بھی ہیں۔

**فارسی اشعار**

سعت و مشت لنحوی فی کؤس
فھمت لسکرتی بین الموالی

شد دواں درجامہا سویم رواں
والہ سکرم شدم در سروراں
شکر تو از ذکر و فکرا کبر بود
سکر کو چوں حکم خود بر می رود
سوُے مے بر بوئے مے مرداں رواں
بادہ خود سویت بپائے سر دواں

**اردو ترجمہ**

شراب خود جاموں میں ہوکر میری جانب دوڑی ہوئی آئی ...شراب محبت پی کر میں سرداروں کے درمیاں مدہوش ہو گیا ...تیرا شکر تو اللہ تعالیٰ کے فکر وذکر کے سبب ادا ہوا کرتا ہے۔۔۔ اور سکر کو جو حکم ملتا ہے وہ بجالاتا ہے۔۔شراب کی جانب شراب کی بو کے پیچھے لوگ دوڑتے آئے اور خود بادہ تیرے پاس سر کے پاؤں سے بھاگتی ہوئی آئی۔

**تشریح**...کیا خوب انتظام میکدہ ہے کہ بادہ ازخود جام میں ہوہو کر سرپٹ دوڑتا ہوا آرہا ہے۔۔۔ایک شکر ہوتا ہے اور دوسرا سکر ...شکر تو ذکر وفکر سے ادا ہو جاتا ہے اب رہی بات سکر کی تو اس کا یہ حال ہے کہ اسے جو حکم ملتا ہے وہی بجالیتا ہے اور لوگ تو مے کی بو کو سونگھ کر اس کے پیچھے بھاگا کرتے ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ مے خود سر پر پاؤں رکھ کر دوڑتی ہوئی آتی ہے۔۔۔یہ بلند رتبہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

**فارسی اشعار**

فقلت لسائر الاقطاب لموا
بحالی وادخلوا انتم رجالی

گفتم اے قطباں بعون شان من
جملہ آئیدتاں مردان من
جمع خواندی تا قوی دلہا شوند
ہم از عونِ حالِ خود دادی کمند
ورنہ تا بام حضور تو صعود
حاش للہ تاب و یارائے کہ بود

**اردو ترجمہ**

میں نے کہا:اے تمام جہاں کے اقطاب!سب کے سب میری شان بلندی کی حمایت میں آجاؤ کہ تم سب کے سب میرے ہی افراد رجال ہو تم نے تمام اقطاب جہاں کو اس لئے جمع کیا تا کہ ان کے دل قوی ہو جائیں۔۔۔اس طرح آپ نے اپنی شان امداد کا کمند سب لوگوں پر ڈال دیا۔۔۔ورنہ تیرے حضور کی چوکھٹ پر کون آسکتا ہے؟نعوذ باللہ کس میں ایسی طاقت وتوانائی ہے؟

**تشریح**...ویسے ان اشعار کا مطلب تو ظاہر ہے کہ حضرت سید غوث اعظم کی شان بلندی؟ کیا کہنا؟اس بارے میں کون کیا کہہ سکتا ہے؟انہوں نے سب کو اپنے اردگرد اس لئے بلایا تا کہ یہ سب کے سب قوی ہو جائیں ورنہ تیرے حضور کی چوکھٹ پہ قدم رکھنے کی کس میں جرأت وہمت ہے؟

**فارسی اشعار**

وھموا واشربوا انتم جنودی
فساقی القوم بالوافی فی ملال

ہمت آرید وخورید اے لشکرم
ساقیم دادہ لبالب ازکرم
شکر حق جامِ تو لبریز مے ست
ہر لبالب راچکیدن درپۓ ست
تا بماہم آید انشاء العظیم
آں نصیب الارض من کأس الکریم

**اردو ترجمہ**

ہمت جُٹاؤ اور پیو اے میرے لشکروں۔۔۔کہ ساقی نے مجھے کرم سے بھرا ہوا جام دیا ہے۔۔۔حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ تیرا جام

رضویات

مے سے لبریز ہے۔۔۔اور ہر بھرے ہوئے جام کو ایک کے بعد ایک کو چکھنا ہے۔۔۔اور مجھ تک بھی وہ جام آئے گا ان شاء العظیم ۔۔۔کیونکہ وہ زمین کا حصہ ہے کریم کے کاسہ سے۔

**تشریح**۔۔۔حضرت غوث اعظم نے اپنے دور کے تمام اقطاب کو اپنے لشکروں میں شمار کرتے ہوئے فرمایا: ہمت کرو اور پیو کہ مجھے ساقی نے بھرا ہوا جام دیا ہے اس کے بعد اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا شکر عظیم ہے کہ میرے غوث کو بھرا ہوا جام ملا ہے اور جب ایسی بات ہے تو وہ جام مجھ تک ضرور آئے گا کیونکہ کریم کے جام و مینا میں سوکھی ہوئی زمین کا بھی حصہ ہوا کرتا ہے۔

مقام غور یہ ہے کہ اعلی حصرت فاضل بریلوی نے بارگاہ غوثیت سے یہ امید لگا رکھی ہے کہ جو جام محبت سرکار غوث کو ملا ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ نہ کچھ ضرور ملے کہ شاہوں کے جام میں سوکھی ہوئی زمین کا بھی حصہ ہوا کرتا ہے اپنے آپ کو سوکھی ہوئی زمین سے تعبیر کرنا کس قدر معنی خیز ہے؟ اسے کون بیان کر سکتا ہے بس یہی تعبیر انہیں اہل تصوف کی جماعت میں اعلی مقام عطا کرتی ہے اسی لئے میں نے اپنے ایک مقالے کا عنوان ہی ''مجدد قادریت'' کو قرار دیا ہے جو ''مسلک اعلی حضرت منظر پس منظر جلد اوّل'' میں شامل ہے۔ ؎

شربتم فضلتی من بعد سکری
ولا نلتم علوی واتصالی

من شدم سرشار وسورم می چشید
رخت تا قرب وعلوم کے کشید

فضلہ خورانش شہاں ومن گدائے
روئے آنم کو کہ خواہم قطرہ لائے

یللے جود شہم گفتہ ملائے
مے طلب لانشنوی ایں جانہ لائے

**اردو ترجمہ**

میں سرشار ہو گیا اور تم لوگوں نے میرے جھوٹے کو چکھا۔۔۔ تیرا چہرہ میری بلندی اور قرب کو کیسے پہونچ سکتا ہے؟۔۔۔ان کے جھوٹے پر گزر بسر کرنے والے بادشاہ ہیں اور میں گدا۔۔۔میرا یہ نصیب کہاں کہ میں اس شراب کی تلچھٹ کا کوئی قطرہ چاہوں؟ واہ کیا خوب میرے شاہ کی بخشش؟ کہا جائے کہ وہ بھری پری ہے۔۔۔اسی لئے مے کا طالب نہ لا سنتا ہے اور نہ ہی اسے تلچھٹ دیا جاتا ہے بلکہ وہ دینے پر آتا ہے تو بھر پور دیا کرتا ہے۔

**تشریح**۔۔۔میرے غوث کی کیا شان زیبائی ہے؟ کہ جب وہ سرشار ہوا کرتا ہے تب کسی کو کچھ ملا کرتا ہے۔۔۔جب یہ حالت ہے تو کوئی بھی ان کے قرب اور بلندی تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ جب ان کے جھوٹے کھانے والے بادشاہ ہو جاتے ہیں تو ہم جیسے گداؤں کا کیا ہوگا؟ مگر میرے شاہ کا کرم تو دیکھو! جب وہ کسی کو دینے پر آتا ہے تو نہ تلچھٹ دیتا ہے اور نہ نا کسی کو کہتا ہے ۔۔۔جب وہ نہ کسی کو نا کہتا ہے اور نہ کسی کو تلچھٹ دیتا ہے تو پھر مجھے بھی یقین ہے کہ وہ جب بھی دے گا تو بھر پور ادے گا۔

مقامکمالعلیٰ ولکن جمعا ولکن
مقامی فوقکم مازال عالی

جاے تاں بالا ولے جایم بود
فوق تاں از روز اول تا ابد

جات بالاتر زوہم جائہا
جائہا خود ہست بہر پائہا

پائہا چہ بود کہ سرہا زیر پات
پات ہم کے چوں فرود آئی زجات

**اردو ترجمہ**

تم لوگوں کی جگہ بلند لیکن میری جگہ۔۔۔ان سے بلند روز اول سے ابد تک۔۔۔تیری جگہ ان کی جگہوں کے وہم سے بھی بلند تر ۔۔۔خود ان کی جگہ تیرے پاؤں میں ہے۔۔۔پاؤں کی کیا بات؟ ان کے سر تیرے زیر پا ہیں۔۔۔تیرے پاؤں کو بھی کیسے پہنچ سکتے جب تو اپنے منصب سے نیچے آئے۔

تو ظاہر سی بات ہے ان اقطاب جہاں کے سر نیاز بھی نیچے ہوتے چلیں گے اس لئے آپ کے پائے مبارک سے ان کے سروں کے مس ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔۔۔ہاں حصول

برکت کے لئے سارے جہاں کے اولیا اپنے سروں کو غوث پاک کے مبارک تلوؤں سے مس کر سکتے ہیں اور یہی قرین قیاس ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی اردو شاعری میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واہ کیا مرتبہ؟ اے غوث! ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

اس بند کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس میں صنعت اتصالی تربیعی سے کام لیا ہے۔

**فارسی اشعار**

انا فی حضرۃ التقریب وحدی
یصرفنی وحسبی ذوالجلال

یکہ در قربم خدا گردانَدم
حال و کافی آں جلیل واحدم

ا یکہ می گرداندت آں یک نہ غیر
حال ما گرداں زشرہا سوئے خیر

تاج قربش شادماں برسر بنہ
شئی للہ قرب خود مارا بدہ

**اردو ترجمہ**

خدا کے قرب میں، میں ایک ہوں۔۔۔جو میرے حال کو پھیر رہا ہے وہ جلیل واحد میرے لئے کافی ہے۔۔۔وہ جو تجھے پھیر رہا ہے ایک ہے اس کے سوا کوئی غیر نہیں۔۔۔میرے حال کو بھی پھیر دے برائیوں سے خیر کی جانب۔۔۔تاج قربت واہ واہ اپنے سر پاک پر رکھ لے اللہ کے لئے اپنے قرب میں سے کچھ مجھے بھی عطا کردے۔

**تشریح**۔۔۔اس مجلس قرب میں تنہا غوث اعظم ہیں ان کے سوا کوئی غیر نہیں وہی ان کے احوال زندگی اور مقامات کو ترقی دیتا ہے میرے غوث پاک کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اہل دنیا کی حاجت نہیں۔۔۔سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بارگاہ غوثیت میں یہ التجا پیش کی ہے اس قرب میں سے مجھے بھی کچھ عطا کردے۔۔۔ میرا اذعان بول رہا ہے کہ غوث پاک نے اس قرب میں سے عطا کردیا ہے اسی لئے پوری دنیا میں ان کی ذات اور ان کے شرعی نظریات ورجحانات حق و باطل کے مابین امتیازی شان رکھتی ہیں۔۔۔یہ فیض و برکت ہے سیدنا غوث اعظم کی۔

**فارسی اشعار**

انا البازی اشهب کل شیخ
ومن ذا فی الرجال أعطی مثالی

باز اشہب ما وشیخاں چوں حمام
کیست درمرداں کہ چوں من یافت کام

حبذا شہباز طیر ستان قدس
اے شکار پنجہ ات مرغان قدس

شادماں بر قمری کو تر بزن
گہ نگہ برخستہ چغدے ہم فگن

**اردو ترجمہ**

ہمارے شیخ طاقت ور باز ہیں اور حضرات شیوخ مثل کبوتر۔۔۔ کون ہے؟ مردوں میں جو میری مانند مراد کو پالے۔۔۔مبارک ہوائے قدسی پرندوں کے شہباز۔۔۔اے شکار تیرا پنجہ مرغان قدس تک پہنچا ہوا ہے۔۔۔خوشیاں ہوں قمری کے لئے کہ وہ خوش آواز ہے۔۔۔اس زخمی کمترین پر بھی ایک نظر ہو۔

**تشریح**۔۔۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے آپ کو زخمی کہا ہے اور کمترین سے بھی تعبیر ہے اس کے بعد بارگاہ غوثیت سے نگاہ کرم کی درخواست کی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے آپ کو غوث پاک کی محبت میں فنا کردی ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے قمری جیسے خوش نغمہ سنج کے لئے جذبہ مسرت کا اظہار فرمایا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے دل میں کسی قسم کا حسد کا مادہ نہیں ایک صوفی کا مزاج بھی اسی طرح کا ہوا کرتا ہے یہ بند خالص صوفیانہ جذبہ کی حامل ہے۔

یہ نظم بڑی طویل نظم ہے۔۔۔اس کا مطالعہ کرنے سے واضح

رضویات

ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم نے اپنے ہندی نژاد غلام کے لئے فیض و برکت کا دریا جاری کر دیا ہے اور امام احمد رضا فاضل بریلوی اس سے سیراب ہو رہے ہیں اور انوار و تجلیات سے نہال ہو رہے ہیں...طبیعت چاہ رہی تھی کے اس پوری نظم پر گفتگو کروں مگر صفحات کی تنگی کے سبب ایسا نہ کر سکا...میں نے اب تک جس قدر لکھ دیا ہے اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے فارسی کلام میں تصوف کے اثرات کس حد تک پائے جاتے ہیں اور یہ اثرات کس قدر گہرے ہیں؟ سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فارسی کلام اور بھی ہیں...مثنوی رد امثالیہ بھی ہے...یہ مثنوی زبیان و بیان...فصاحت و بلاغت اور حسن بیان میں اپنی مثال آپ ہے۔

اس میں بھی انفرادیت پائی جاتی ہے اب تک کسی بھی زبان و ادب کی مثنویوں کی جو روایت رہی ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس روایت سے ہٹ کر اپنی مثنوی رد امثالیہ تصنیف کی ہے اس کا رنگ و آہنگ اور زبان و بیان میں اسی طرح اس کے اسلوب میں ندرت و بانکپن پایا جاتا ہے...انشاء اللہ جب کبھی موقع ملے گا اس پر لکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

◆◆◆

ص ۱۴۱ر کا بقیہ ........................................

عجب کچھ پھیر میں ہے سینے والا جیب و داماں کا
اِدھر ٹانکا، اُدھر ادھڑا، اُدھر ٹانکا اِدھر ادھڑا

دینی تصلب آپ کی "فطرت ثانیہ" بن چکا تھا...خاص طور سے "مسلک اعلیٰ حضرت" پر آپ عمل پیرا تھے...فکر و نظر اور شعور ادراک میں بھی اسی کی جھلک پائی جاتی تھی آپ کے نزدیک "مسلک اعلیٰ حضرت" ہی "دین حق" کی تعبیر ہے اور دور حاضر میں یہی "مسلک اہل سنت و جماعت" کی شناخت و امتیاز ہے...یہی آپ کا نظریہ تھا اور عمل بھی اسی پر تھا...ایسا انسان کامیاب نہیں ہوگا تو پھر کون کامیاب ہوگا...وہ کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے؟ جو غیروں سے راہ و رسم رکھتا ہے اور ان کے ساتھ کھانے پینے اور رہنے سہنے کو روا رکھتا ہے...اسی لئے

حضرت والا کے انتقال سے علم و فن اور فکر و شعور کا چمن مرجھایا ہوا ہے اور سونا سونا دکھائی پڑ رہا ہے۔

اس پہلی ملاقات کے بعد تو ملاقاتوں کا تسلسل قائم ہو گیا اور خاص طور سے "شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف" کے "فقہی سیمیناروں" میں ملاقات ہوتی رہی...جیسا میں نے انہیں پہلی ملاقات میں محسوس کیا تھا اس کے بعد والی ملاقتوں میں بھی میں نے حضرت مفتی صاحب قبلہ ویسا ہی پایا...میں نے ان میں ذرہ برابر بھی فرق محسوس نہ کیا...ہاں ہر ملاقات میں ان کی شفقتیں بڑھتی چلی گئیں...اس لئے ان کے جانے کے بعد میرے دل کو کافی جھٹکا لگا...یہ ایک حقیقت ہے کہ جو چلا جاتا ہے ان کی کوئی پرتی نہیں کر پاتا ہے...جو خلا "حضرت مفتی صاحب" چھوڑ گئے ہیں ان کی بھر پائی کس طرح ہوگی؟ یہ سوال ہر ایک کو پریشان کر رہا ہے...جہاں تک "مرکز اہل سنت بریلی شریف" سے ان کی قربت و محبت تھی...اسے ہم کیا کوئی بھی فراموش نہیں کر سکتا ہے "حضور تاج الشریعہ" انہیں بہت چاہتے تھے اور دل سے محبت کرتے تھے۔

میں نے خود دیکھا ہے کہ جب کوئی ان کا شاگرد ان سے ملنے کے لئے آتا یا جب کبھی کوئی ان کے علاقہ سے فیضیاب ہونے کو حاضر ہوتا تو آپ ان سے "مفتی صاحب" کی خیریت پوچھتے اور فرماتے: مفتی صاحب کیسے ہیں؟ ان سے میرا اسلام ضرور کہئے گا...ابھی تو ان کے بارے میں لکھنے کو بہت کچھ باقی ہے پھر کبھی ان کے مقالوں کا فکری فنی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

بس میری یہی دعا ہے کہ پروردگار عالم انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی تربت پاک پر رحمت و انوار کی برسات کرے اور ان کے جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

جو پیا کو بھائے اختؔر وہ سہانا راگ ہے
جس سے ناخوش ہوں پیا وہ راگنی اچھی نہیں
حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

رضویات

# خراج عقیدت

## استاذ العلما حضرت علامہ
## مفتی محمد شبیر حسن رضوی

علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر ادارہ سنی دنیا کی

## خصوصی پیش کش

نشتر فاروقی

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

# مسلک رضا کا سپہ سالار نہ رہا

مفتی شبیر حسن رضوی

یہ دنیا اگرچہ فانی ہے۔اسے ایک نہ ایک دن مٹنی ہے اور وہ مٹ کر رہے گی۔۔۔ہاں صرف ایک ذات باقی رہ جائے گی۔۔۔اس کا نام سدا رہ جائے گا اور وہ ذات خدائے برتر و بالا کی ذات ہے۔۔۔وہ نام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔۔۔جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا ارشاد ہوتا ہے:

"کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام۔ زمین و آسمان کے مابین جس قدر چیزیں ہیں،سب کی سب فنا ہو جائیں گی۔ہاں ! تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو عزت وجلال والا ہے۔"

ارے صوفیائے کرام نے بھی اس دنیا کی ناپائیداری کا ذکر کیا ہے اور انسانی زندگی کو ایک "بلبلہ" کی مانند بتایا ہے۔۔۔اسی جذبہ کا اظہار میر تقی میر نے اپنے ان اشعار میں کیا ہے، ملاحظہ ہو ؂

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
مستی ساری سراب کی سی ہے

اس کے لب کی نازکی کیا کہئے
پنکھڑی گلاب کی سی ہے

ان اشعار میں دنیا کو اور دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کی زندگیوں کو "حباب"، جیسی بتائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری آپ اور سب کی زندگی کیا ہے، اس بلبلے کی مانند ہے جو بارش کے دنوں میں نمود پذیر ہوتی ہے۔۔۔باوجود انسانی زندگی کی اس بے ثباتی اور ناپائیداری کے "جناب میر تقی میر" نے محبوب کے نازک لبوں کی تعریف کی ہے اور انہیں گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دے کر ان کے حسن و جمال میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔۔۔جو اس بات کا پکا ثبوت ہے کہ دنیا اپنی بے ثباتی کے باوجود ان میں ایسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ دنیا سارے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے اور اس میں کیف ونشاط کے ایسے پہلو بھی پائے جاتے ہیں جو کائنات کے خالق و مالک اور سارے جہاں کے رازق اور روزی رساں کا پتہ بتاتے ہیں اور رب کی معرفت کا سراغ فراہم کرتے ہیں۔۔۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں اسی رب کا جلوہ آشکار ہوا کرتا ہے اور دیکھنے والی نگاہوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔۔۔اسی معرفت کی تلاش میں انسانوں نے جنگلوں اور صحراؤں کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔۔۔ذرا سوچئے ! اگر ان ذروں میں اس کے جلووں اور کرشموں کا تبسم نہ پایا جاتا تو پھر دنیا میں کیا رکھا تھا۔

صبح کے وقت شبنمی قطرے جنہیں عام لوگوں کی زبان میں "اوس" کہا جاتا ہے۔۔۔میں مانتا ہوں کہ ان کی عمر بہت ہی کم ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ قطرے ابھی فوری طور پر مسکراتے ہیں اور چند ساعتوں کے بعد ہی سورج کی کرنیں انہیں کھا جاتی ہیں۔۔۔اور ان کا وجود اس طرح مٹ جاتا ہے کہ جیسے ان کا وجود ہوا ہی نہ ہو۔۔۔لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ شبنمی قطرے اپنی قلیل مدتی زندگی کے باوجود گلاب کے پودوں اور دوسری قسم کے پیڑ پودوں کو تازہ زندگی دے جاتے ہیں اور شگفتہ کلیوں کو مسکرانے کا نیا انداز عطا کر جاتے ہیں۔

اس دنیا میں کیا نہیں ہے ہزارہا قسم کی نعمتیں پائی جاتی ہیں۔۔۔کیف ونشاط کے بے انتہا طور طریقے دیکھنے کو مل جاتے ہیں اور مسکان کے نہ جانے کس قدر امکانات پائے جاتے ہیں کہ اب تک کسی نے بھی اس کے امکانات کا صحیح معنی میں جائزہ نہیں لیا ہے اور جس کسی نے بھی اس کا جائزہ لینے کی طرف قدم بڑھایا ہے جائزہ لینا تو دور کی بات ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ خود

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

ہی جائزہ لینے والا اس کے مختلف درجات میں سے کسی ایک درجہ میں کھو جاتا ہے۔۔۔اس بات سے انکار نہیں کہ ان کا قدم اپنے مقصد کی جانب بڑھتا ہے اور یقیناً بڑھتا ہے۔۔۔آگے بڑھنے کی جس قدر بھی کوشش کی جاتی ہے۔۔۔اس کو ناکارہ نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ وہ کوشش لائق ستائش ہوتی ہے۔۔مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جائزہ لینے والا اس راستہ کی لذتوں میں اس قدر کھو چکا ہوتا ہے کہ اسے آگے بڑھنے کی ہمت ہی نہیں رہتی۔۔۔جائزہ کا یہ سفر کچھ آسان سفر نہیں ہوتا۔۔۔اس سفر میں نہ جانے کس قدر کارواں لٹے ہیں اس بارے میں کسی کو کوئی جانکاری نہیں۔۔۔نہ اس کی کوئی گنتی ہے اور نہ اس کا کوئی شمار ہے۔۔۔اس سفر میں سرمائے بھی لٹتے ہیں اور ہوش و خرد بھی۔۔۔فکر و شعور بھی لٹتے ہیں اور جان و دل بھی۔۔۔اس بات کا ضرور خیال رہے کہ یہاں لٹے جانے کو مبتذل معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ اس سے وہ معنی مراد لیا جائے جس میں حسن و بانکپن اور جذب و کشش پائے جاتے ہیں۔

اس قسم کا سفر علم و شعور کا ہوا کرتا ہے۔۔فکر و ادراک کا ہوا کرتا ہے۔۔۔قلب اور روح کا ہوا کرتا ہے۔۔۔جو اس راہ میں کامیاب ہوا کرتا ہے خواہ اس کی کامیابی کا تعلق کسی بھی درجہ سے ہو۔۔۔مجھے اس درجہ کے تعین سے کوئی سروکار نہیں۔۔۔اور نہ ہی یہ میرے بس کی بات ہے۔۔۔مجھے تو صرف یہ بتانا ہے کہ اسی طرح کامیاب انسان ہی اس دار فانی کو عنبر زار بنا دیتا ہے اور اس کے کوہساروں کو نہ معلوم کیا کیا بنا دیتا ہے۔۔۔جہاں تک اس کے ویرانوں کی بات کی جائے تو میں نہایت ہی یقین کے ساتھ یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے ہی کامیاب لوگ ہوا کرتے ہیں جو ویرانوں میں بھی لالہ و نسترن کے پھول اُگا دیتے ہیں۔۔سخت قسم کے چٹانوں اور اس کے ریگ زاروں کو بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا کرتے ہیں۔۔۔جب ان کی یہ کامیابی رنگ لاتی ہے تو یہ دنیا چمن بن جاتی ہے اور کائنات گلشن و گلستاں بن کر مسکرا جاتی ہے۔۔۔جب تک یہ کامیاب انسان رہتا ہے۔۔۔ان کی کوششیں کام کرتی ہیں اور ان کے بڑھتے قدم اُٹھتے رہتے ہیں تو یہ چمن مسکراتا رہتا ہے۔۔۔یہ گلستاں تبسم ریز ہوا کرتا ہے۔۔۔اس کی نکہتیں بہت بہت دور تک پھیل جایا کرتی ہیں اور جب کسی کامیاب انسان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو یہ چمن سونا ہو جاتا ہے اور اس کے ہونٹوں سے اس کا مسکان چھن جاتا ہے۔۔۔اسی لئے میں نے کہا: آہ! یہ چمن سونا رہ گیا۔

یہ چمن کیوں سونا ہے؟ اس کی سبز و شادابی کہاں گئی؟ اس کے لبوں سے مسکان گیا تو آخر کہاں گیا؟ اور وہ کون ہے؟ جو اس کی مسکراہٹ کو لے گیا اور اسے داغ مفارقت سے مجروح کر گیا ہے۔۔۔یہ بات تو ایک حقیقت ہے کہ جب کسی چمن میں اداسی چھا جاتی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کوئی کامیاب انسان ہمارے درمیاں سے اُٹھ گیا ہے اور وہ اس مقام تک جا پہنچا ہے جو اس کا مقصود ہے اور جو اس کی منزل ہے۔۔۔اس منزل پر آنے کے بعد کوئی بھی کامیاب انسان پیچھے کی جانب موڑ کر نہیں دیکھتا ہے تو اس طرح کا کوئی انسان واپس کیسے ہو سکتا ہے اسی بات کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

آنکھیں رو رو کر سو جانے والے
آنے والے نہیں جانے والے

آج یہ چمن اداس ہے۔۔۔اس کے شاخ و گل اور پھول پتیوں پر غموں کے اثرات دکھائی پڑ رہے ہیں۔۔کلیوں کا تبسم۔۔۔پھولوں کی مسکان اور گلاب کے اوراق بھی نہ جانے کہاں کھو گئے ہیں۔۔نکہت باد بہاری کو نہ جانے کس کی نظر لگ گئی کہ وہ بھی نڈھال سی ہو گئی ہے۔۔۔خدا خیر کرے اس چمن کو کیا ہو گیا ہے کہ کہیں کوئی لطف و مزہ نہیں۔۔۔لذت و شادکامی کا دور دور تک اتہ نہیں۔۔۔اسی کشش و پیچ میں تھا کہ اچانک ''واٹس ایپ'' پہ جانکاہ خبر آئی کہ ''حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن صاحب قبلہ'' ہمارے درمیاں سے چلے گئے۔

اس اندوہ ناک خبر سے جہاں اوروں کو دھچکا لگا وہیں مجھے بھی قلق ہوا۔۔۔اس طرح پورے ہندوستان اور غیر ممالک میں غموں کی ایک سیاہ چادر بچھ گئی۔۔۔اس لئے کہ ''موت العالم موت العالَم'' کہ ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوا

کرتی ہے۔۔۔جب کوئی عالم رخصت ہوتا ہے تو اس سے متأثر صرف اس کا کنبہ نہیں ہوتا ہے اور نہ صرف اس کے محبت کرنے والے ہی غم زدہ ہوتے ہیں بلکہ سارا جہاں اس سیم متأثر ہوا کرتا ہے یہاں تک کہ سمندر کی گہرائی میں رہنے والے بھی غموں کے دلدل میں گرفتار ہوا کرتے ہیں۔

کیا کسی کو اس بات میں شک ہو سکتا ہے کہ ''حضرت علامہ و مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ'' اس چمن کے مالی تھے اور اس کے سجانے میں انہوں نے اپنے خون جگر کو صرف کیا تھا اور دل و دماغ کو پورے طور پر خرچ کیا تھا۔۔۔وہ اس چمن کے تشکیل دینے میں پیش پیش رہا کرتے تھے اور اس کے رنگ و روغن کو دوبالا کرنے میں اپنے جسم و روح کو لگا دیا تھا۔۔۔اس کے علاوہ، وہ اس چمن کے محافظ بھی تھے۔۔۔یہاں بات اس چمن کی ہو رہی ہے جس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے افکار و نظریات شامل ہیں اور جس کی تشکیل و ارتقاء میں ہمارے ''علمائے اہلسنت و جماعت'' کے جذبات و احساسات پائے جاتے ہیں۔۔۔اس بنیاد پر میں کہتا ہوں: علامہ شبیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' ایک کامیاب انسان تھے۔۔۔صرف وہی کامیاب نہیں ہوتا ہے جس کے پاس راج پاٹ ہوا کرتا ہے اور نہ وہ کامیاب ہوا کرتا ہے جو غریبوں کا خون چوس کر تخت و تاج کو سجاتا ہے۔۔۔ذرا سوچئے! کیا جس کے پاس دولت و ثروت ہوتی ہے۔۔۔سیم و زر ہوا کرتے ہیں۔۔۔جاہ و حشم ہوا کرتے ہیں وہی کامیاب ہوتا ہے؟۔۔۔نہیں ہرگز نہیں!۔۔۔یہ سب کیا چیز ہے یہ تو آتی جاتی ہی رہتی ہے۔۔۔آج میرے پاس ہے تو کل کسی اور کے پاس ہوگی۔۔۔اس پر کیا بھروسہ؟ اس پر سہارا بھی کیا جائے تو کہاں تک سہارا کیا جائے ۔۔۔جب تک پاس ہے اس کا سہارا لیجئے اور ضرور لیجئے مگر جب یہ کسی اور کے پاس چلی جائے گی تو اس سے سہارا لینا کہاں تک درست ہوگا۔۔۔جن لوگوں نے مال و دولت اور جاہ و حشم ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے آج ان کا برا حال ہے۔

زندوں میں رہتے ہوئے بھی مردہ دکھائے پڑتے ہیں۔۔۔ نہ ان کے پاس احساسات ہیں اور نہ ہی ان کے پاس جذبات ہیں۔۔۔وہ تو ان خشک ٹہنیوں کی مانند دکھائی پڑتے ہیں جن میں زندگی کی رمق بھی باقی نہیں ہوتی ہے۔۔۔میرے نزدیک صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ کامیاب وہی انسان ہوتا ہے جو علم والا ہوا کرتا ہے۔۔۔فکر و شعور کا حامل ہوا کرتا ہے۔

ایسا اس لئے ہے کہ علم ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ ساتھ رہا کرتی ہے۔۔۔جہاں جایئے علم آپ کے ساتھ جاتا ہے۔۔۔ دن کے اجالوں میں بھی ساتھ رہا کرتا ہے اور رات کے اندھیروں میں بھی۔۔۔جلوت ہو یا خلوت۔۔۔علم ساتھ ساتھ رہتا ہے۔۔۔وہاں جائے۔۔۔یہاں آئیے۔۔۔کہیں بھی جائیے۔۔۔علم کبھی بھی کسی سے جدا نہیں ہوتا ہے۔۔۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ایک نور ہے۔۔۔ ایک روشنی ہے۔۔۔یہ ایک کیفیت ہے۔۔۔جو علم والے کے ساتھ رہتی ہے۔۔۔اس دنیا میں رہیں جب بھی یہ روشنی ساتھ میں ہوتی ہے اور اس دنیا سے جانے کے بعد بھی یہ روشنی ساتھ میں جاتی ہے ۔۔۔آغوش لحد میں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوٹتا ہے۔۔۔اس بات میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے؟ کہ ''علامہ مفتی شبیر حسن صاحب'' علم والے تھے۔

ان کا یہی علم روشنی بن کر انہیں اپنے ہالے میں رکھتا تھا کبھی یہ ''ہالہ'' ہلال'' کی مانند ہوا کرتا تھا اور کبھی ''بدر'' کی مانند اور پورے ماہ تک ''قمر'' کی صورت میں دکھائی دیتا تھا۔۔۔اور جو شخصیت روشنی کے اس طرح کے دائرے میں دکھائی دے۔۔۔ اس پر جس قدر بھی ناز کیا جائے کم ہے۔۔۔چاند چاہے جس حال میں ہو وہ حسن و خوبصورتی کی علامت ہوا کرتا ہے۔۔۔چاہے وہ آسمان والا چاند ہو۔۔۔یا علم کی روشنی والا چاند ہو۔۔۔دونوں خوب صورتی کی علامت ہوا کرتے ہیں۔۔۔اسی لئے علم والوں کو بننے سنورنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے۔۔۔وہ جس حال میں رہتا ہے اور جس لباس میں ملبوس دکھائی پڑتا ہے۔۔۔وہی اس کی خوبصورتی ہوا کرتی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے۔۔۔ ؎

پھٹے کپڑوں میں بھی کچھ لوگ عالی شان ہوتے ہیں

یوں تو میں ''حضرت مفتی شبیر صاحب قبلہ'' کو ان کے نام سے بہت پہلے سے جانتا تھا اور ان کی شخصیت سے بھی واقف تھا

مفتی شبیر حسن رضوی

اوران کے علم وفن۔۔فکر وشعور کی گہرائی سے آشنا بھی تھا۔۔۔حالانکہ میں نے نہ ان سے پڑھا ہے اور نہ میں نے پہلے کبھی دیکھا تھا ۔۔۔پھر بھی ان کی علمی شخصیت اور فکر وفن والی شان وشوکت مجھ تک ضرور پہنچی تھی جو اس بات کی علامت ہے کہ ایسی شخصیت کبھی بھی علاقائی حدود میں محدود نہیں رہتی ہے بلکہ سورج کی کرنوں کی مانند چھن چھن کر آتی ہے اور سب کو روشن کر جاتی ہے، ان کی شخصیت کی انہیں کرنوں سے میں بھی روشن ہوا تھا اور میری شخصیت بھی تاباں ہوئی تھی۔

میں نے انہیں پہلی بار ”حضرت انس میاں صاحب“ کی شادی میں دیکھا تھا۔۔۔میرے ساتھ ”حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قبلہ بانی رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف“ بھی تھے ۔۔۔میں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ تخت پر ایک شخص بیٹھا ہے۔۔۔آنکھوں میں چشمہ لگا ہوا ہے اور سر پر رامپوری کیپ ہے اور گلے میں ایک سادہ سی گمچھی بھی ہے شیروانی زیب تن کئے ہوئے ہیں۔۔۔”مولانا حنیف خاں صاحب نے انہیں سلام کیا۔۔۔دست بوسی کی اور اس شخص کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔۔۔میں حیرت میں پڑ گیا کہ یہ شخص کون ہے جسے میں نہیں جانتا۔۔۔مظہر اسلام کے جس قدر مدرسین تھے سبھی لوگ اس عظیم شخص کو سلام کر رہے تھے اور دست بوسی بھی۔۔۔اور میں ایک اجنبی کی طرح کھڑے ہو کر یہ سب دیکھ رہا تھا اور یکے بعد دیگرے میری حیرت واستعجاب میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔۔بالآخر مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے ”مولانا حنیف خاں صاحب“ سے پوچھا ۔۔۔حضرت کا اسم گرامی کیا ہے؟۔۔۔انہوں نے میری جانب حیرت سے دیکھا اور کہا: آپ حصرت کو نہیں جانتے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا: جی نہیں! میں نہیں جانتا۔

انہوں نے فرمایا: آپ ”علامہ شبیر حسن صاحب“ ہیں پھر مولانا موصوف نے میرا نام بتایا تو آپ نے فرمایا: اچھا آپ ہی ”مفتی شمشاد حسین صاحب“ ہیں۔۔۔میں تو آپ کے نام کو بہت سالوں سے جانتا ہوں اور آپ کے مختلف مضامین کو پڑھ چکا ہوں ماشاء اللہ آپ خوب لکھتے ہیں اور بہت خوب لکھتے ہیں۔۔۔۲۰۷/ فرقوں کے تعلق سے جو آپ کا مقالہ ہے میں نے اسے بالاستعاب پڑھا ہے، آپ کی تحریر سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ آپ ایسا لکھتے ہیں کہ مخالف گروپ کو خاموش کر دیتے ہیں۔

حضرت والا کا نام سنتے ہی میں نے دست بوسی کی اور ان سے دعا کی درخواست کی، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ”حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ“ ہماری جماعت کے اکابر علما میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہیں معتمد اور مستند مانا جاتا ہے ”حضرت مفتی صاحب قبلہ“ کی ملاقات سے مجھے دوہری خوشی حاصل ہوئی ۔۔۔پہلی خوشی اس بات سے حاصل ہوئی کہ میں نے ان کے بارے میں جیسا سنا تھا۔۔۔انہیں ویسا ہی پایا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے انہیں اس سے سوا پایا اور دوسری خوشی یہ حاصل ہوئی کہ آپ منطق وفلسفہ میں کافی مہارت رکھتے تھے۔۔علم منطق کی کتابوں کو پڑھا دینا اور فلسفہ وکلام کا درس دے دینا ایک اہم خوبی ہے ۔۔۔اس بات سے کسی کو انکار نہیں لیکن اپنی بول چال اور مجلسی گفتگو میں ان دونوں فنوں کی نزاکتوں کا پاس ولحاظ رکھنا۔

یہ ایک الگ قسم کی خوبی ہے جو حضرت والا کو حاصل تھی ۔۔۔بات بات میں منطقی لب ولہجہ اختیار کرنا اس بات کو ثابت کر رہا تھا کہ اس فن میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔۔۔نہیں! بلکہ یہ بھی ثابت کر رہا تھا آپ فلسفہ ومنطق کے امام ہیں۔۔۔جہاں تک علوم شرعیہ کی بات ہے تو اس بارے میں حضرت کے تعلق سے کچھ بات کرنا ایسا ہی ہے جیسے دن کے اجالے میں چراغ روشن کرنا۔۔۔یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ”حضرت علامہ شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ“ نے جہاں اپنی شخصیت کو سنوارا ہے ۔۔۔وہیں انہوں نے نہ جانے کتنوں کو سنوار دیا ہے اور اپنے فیضان سے ہزاروں کی علمی پیاس بجھادی ہے ۔۔۔اور انہیں ”علوم نقلیہ“ کے ساتھ ساتھ ”علوم عقلیہ“ سے بھی نوازا ہے۔۔۔ان کے بہت سے شاگردوں میں دونوں قسم کے علوم کی جھلک پائی جاتی ہے۔۔۔وسیع معلومات کے ساتھ ان معلومات میں نظم وضبط اور ترتیب کی کیفیت کی نمود بھی ”علامہ شبیر حسن صاحب“ کے شاگردوں میں پائی جاتی ہے۔

ان خوبیوں کا پایا جانا اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ انہوں نے اپنے استاذ گرامی سے بہت کچھ سیکھا ہے اور علوم وفنون کے تقاضوں کو بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔۔۔ان کے شاگردوں کی تعداد اور تعارف کو پیش کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔۔۔میں ان کے شاگردوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کوشش کریں۔۔۔اب نہیں تو کسی اور موقع پر سہی۔۔۔اس کے لئے کمر کس لیں۔۔۔کہ بڑوں کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کا طریقہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔۔۔

جذبات واحساسات۔۔۔افکار ونظریات۔۔۔سوز دروں اور فکری تابشوں کو بیان کرنے کے صرف دو ذرائع ہیں۔۔۔تقریر اور تحریر۔۔۔حضرت علامہ ان دونوں ذرائع کے استعمال کرنے میں کافی مہارت رکھتے تھے۔۔۔ان کی ”تقریری مہارت“ کا ثبوت ان کی درس گاہوں سے مل جاتا ہے۔۔۔ہندوستان اور ہندوستان کے باہر ان کے شاگرد جس قدر پائے جاتے ہیں۔۔۔یہ سب کے سب حضرت علامہ کی ”تقریری مہارت“ کے عینی شاہد ہیں۔۔۔جس طرح سورج کی کرنیں وجود آفتاب کو ثابت کرتی ہیں ٹھیک اسی طرح کثیر تعداد میں شاگردوں کا پایا جانا حضرت علامہ کی تقریری مہارت کو بتا رہا ہے۔۔۔کسی سے کچھ پوچھنے کی حاجت نہیں اگر یہی شاگردان کے بارے میں مختصر سی تحریر پیش کر دیں تو یہی تحریریں ایک ضخیم نمبر کی صورت اختیار کر سکتی ہیں کہ جب بوند بوند سے سمندر بنتا ہے تو پھر قدرے قدرے تحریروں سے نمبر کیوں تیار نہیں ہو سکتا ہے؟

ارباب فکر سے پوشیدہ نہیں کہ مفتی شبیر صاحب قبلہ تحریر کے بھی بادشاہ تھے اور ان کے قلم کی جولانی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ لکھنے بیٹھتے تو نوک قلم سے لفظوں کے انبار لگ جاتے تھے انہیں لفظوں کے انتخاب میں نہ کوئی انتظار رہتا تھا اور نہ کبھی انتظار کی شدت کا انہیں احساس ہوا۔۔۔موقع ومحل کے تقاضوں۔۔۔فکر وشعور کی نزاکتوں کا آئینہ دار بن کر ہی الفاظ اور جملے ان کی نوک قلم سے نکلتے تھے۔۔۔اور اسی طرح ایک کے بعد ایک سطر تیار ہو جایا کرتی تھی۔۔۔پورے مقالے میں ان کے یہاں یہی کیفیت ملتی ہے۔

ان کے مزاج کے خلاف نہ کوئی جملہ ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی لفظ۔۔۔ان کے لفظوں میں کہیں حلاوت۔۔۔کہیں تلخی پائی جاتی تھی۔۔۔اور کہیں ایسے الفاظ ہوا کرتے تھے جن سے عشق ومحبت کے آبشار پھوٹ پڑتے تھے۔۔۔اور کبھی ایسا بھی دیکھا گیا کہ ان کے قلم سے جو جملے اور الفاظ ڈھلتے تھے۔۔۔ان میں زبردست نشتر زنی ہوا کرتی تھی کہ ان کا جو بھی مخالف ہوا کرتا تھا وہ تلملا اٹھتے تھے اور ان کے تن من دھن میں آگ لگ جاتی تھی۔۔۔ظاہر سی بات ہے ان کا یہ انداز دین کے معاملے میں ان کی شدت اور تصلب کا نتیجہ تھا۔۔۔دین کے معاملے میں تصلب تو ایک پسندیدہ امر ہے۔۔۔کہ حق کے تحفظ کا یہی ایک ذریعہ ہوا کرتا ہے۔۔۔جب تصلّب ختم ہو جاتا ہے تو اپنوں اور بیگانوں کا امتیاز بھی جاتا رہتا ہے۔۔۔اس وقت یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اپنا کون ہے اور غیر کون ہے۔

قرآن مقدس کے الفاظ رحماء بینھم اور اشداء علی الکفار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحیح معنی میں وہی مومن ہوا کرتا ہے جو آپس میں ایک دوسرے کے لئے ریشم وپرنیاں سے بھی زیادہ نرم ہوا کرتا ہے اور جب معاملہ کسی بیگانوں سے پڑتا ہے تو ان کے لئے ”شمشیر براں“ بن جایا کرتا ہے۔

حضرت علامہ مفتی شبیر صاحب قبلہ قرآن مقدس کے ان دونوں لفظوں کے عملی تفسیر تھے۔۔۔ہندوستان میں ”افتراق امت“ کا سہارا لے کر کچھ لوگوں نے یہاں کے سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے دلوں سے ”دینی تصلب“ کو چھین لینے کی ایک تحریک شروع کی۔۔۔جو متعدی امراض کی مانند پورے ہندوستان میں پھیلتی چلی گئی اور اس مرض میں بہت سے اصحاب فکر ودانش مبتلا ہو گئے افسوس اس بات پر ہے کہ وہ لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہوتے چلے گئے جو درینہ راویات کے حامل تھے۔

حضرت نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک مقالہ تحریر فرما دیا اس میں آپ نے ایسی نشتر زنی فرمائی کہ مخالف گروپ کے لوگ اس شعر کے مصداق بن گئے کہ ؎

بقیہ ص ۳۵ پر

از: مولانا محمد سلمان رضا خان قادری ازہری *

# رونق تھا گلستاں کا جو، وہ دلربا جاتا رہا

مفتی شبیر حسن رضوی

**عالم** اسلام کی عبقری شخصیت ،نورچشم بڑے حضرت، فیض یافتہ شمس العلما،فیض حضور حافظ ملت، ارشد تلامذہ علامہ عبدالرؤف بلیاوی، اسیر حضور مفتی اعظم ہند، معتمد حضور تاج الشریعہ، عاشق اعلیٰ حضرت، فدائے حضور غوث اعظم، ماہر رضویات ، ترجمانِ مسلکِ احمدرضا، جامع شریعت وطریقت، مخزن اسرار و حکمت، منبع روایت ودرایت، امام المناطقہ، رئیس الفلاسفہ، شیخ شیوخ الحدیث، صدر صدور المدرسین، عمدۃ فقہائے عصر، قدوۃ علمائے دہر، امام العلما، جامع معقولات ومنقولات، حضرت علامہ الحاج مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان [ولادت: یکم جولائی ۱۹۴۸ء] سابق شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد (ایودھیا) یوپی، انڈیا نے مورخہ ۱۴ر ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۹ء جمعرات کی شب ۷ر بج کر ۱۵ر منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور اہل سنت وجماعت کو بالعموم اور فرزندان جامعہ کو بالخصوص روتا بلکتا چھوڑ کر دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔

اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيهِ رَاجِعُون،اِنَّ لِلّٰهِ مَاأَخَذَ وَلَهُ مَا أَعطَى وَكُلٌّ عِندَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى۔

## ابتدائی تعلیم

آپ کے گاؤں سے متصل بسڈیلہ ہے، جہاں پر سن ۱۹۴۳ء میں نونہالان اسلام کی تعلیم وتربیت کے لیے "دارالعلوم تدریس الاسلام" کا قیام عمل میں آیا۔ آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۴۸ء میں "دیوریا لعل" میں ہوئی، یعنی آپ کی پیدائش سے تقریباً چھ سال پہلے مذکورہ ادارہ قائم ہو چکا تھا اور سن ۱۹۵۰ء میں "عطائے حضور حافظ ملت" جامع معقولات ومنقولات، حضرت علامہ اعجاز احمد خان نوری مصباحی "بڑے حضرت" علیہ الرحمۃ و الرضوان [ولادت ۱۲ر نومبر ۱۹۲۶ء، وصال ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۹ء] نے اس ادارہ کی باگ ڈور سنبھال لی تھی۔ اِس طرح آپ نے استاذ الاساتذہ، المعروف بہ "بڑے حضرت" علیہ الرحمہ کے زیر شفقت وعنایت اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور آپ کے ساتھ ساتھ محدث جلیل حضرت علامہ عبدالشکور صاحب قبلہ دام ظلہ العالی اور صدر الصدور حضرت علامہ محمد نعمان خان اثر قادری علیہ الرحمہ ودیگر اساتذۂ کرام سے متوسطات تک عربی وفارسی کی تعلیم نہایت شوق وذوق سے حاصل کی۔ ان حضرات کی پُراثر تعلیم وتربیت نے آپ کے ذہن وفکر کو وہ عروج عطا کیا کہ آپ نے مشہور زمانہ علمائے کرام کی بارگاہوں میں جانے کا عزم مصمم کرلیا۔

## اعلیٰ تعلیم

چناں چہ اوّلاً آپ "دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ" تشریف لے گئے اور شمس العلما، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ قاضی شمس الدین جعفری رحمۃ اللہ علیہ [صاحبِ "قانون شریعت"] سے معقولات کی چند کتابیں پڑھیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ازہر ہند "الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ" تشریف لے گئے اور وہاں خصوصیت کے ساتھ جلالۃ العلم، استاذ العلما، ابوالفیض، حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمہ سے حدیث اور امام المعقولات والمنقولات حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ سے علوم عقلیہ کا درس لیا اور ۱۹ر سال کی عمر میں جملہ علوم مروجہ وفنون متداولہ (حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، کلام، منطق، فلسفہ، ہیئت، مناظرہ، نحو، صرف، بلاغت، عربی زبان وادب، فارسی زبان وادب، طب وغیرہ) کی تکمیل کر کے سن ۱۹۶۹ء میں وہیں سے سند فضیلت ودستار سے سرفراز ہوئے۔

* مضمون نگار الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد کے استاذ ہیں۔

**تدریسی خدمات**

فراغت کے بعد بلبل ہند، حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ نے ''مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف'' کے لیے بحیثیت صدرالمدرسین و مفتی آپ کا انتخاب کیا۔ آپ نے وہاں تقریباً سات سال کا عرصہ صرف کیا، مگر اِسی مختصر مدت میں اپنی خداداد تدریسی و تربیتی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ادارہ کو شہرت و ناموری کے اوج کمال تک پہنچا دیا اور آپ نے طلبہ کے ساتھ ساتھ علما میں بھی بڑی مقبولیت حاصل کر لی، حتی کہ دور دراز علاقوں سے تشنگان علوم نبوت مذکورہ ادارہ کا قصد کرنے لگے اور تقریباً دس سال تک نمایاں خدمات انجام دے کر وہاں سے سبکدوش ہو گئے۔ محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی مصباحی صاحب قبلہ صدرالمدرسین و صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ نے اِسی ادارہ میں حضرت مخدوم گرامی علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

سن ۱۹۵۷ء میں مفکر اسلام، حضرت علامہ محمد قمر الزماں خان نوری اعظمی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (بانی و سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی) نے حضرت علامہ محمد نعمان خان اثر قادری اعظمی المعروف بہ ''بڑے مولانا'' علیہ الرحمہ (سابق صدرالمدرسین الجامعۃ الاسلامیہ روناہی) کا انتخاب بحیثیت صدر المدرسین کیا۔

حضرت ''بڑے مولانا'' علیہ الرحمہ نے ادارہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا اور لائق و فائق اساتذہ کی ایک ٹیم جامعہ کو عطا کی اور سن ۱۹۷۶ء میں آپ نے حضرت امام العلما مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کا تقرر کرایا، اِس طرح حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سن ۱۹۷۶ء سے لے کر ۲۰۱۹ء تک جامعہ میں علمی فیضان لٹاتے رہے اور تقریباً تینتالیس سال تک غایت درجہ انہماک و لگن کے ساتھ تدریس اور فتوی نویسی کی اہم ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کیا اور ''شیخ الحدیث'' کے منصب جلیل پر فائز رہے۔

اس طرح آپ کی بافیض درس گاہ سے ہزاروں علما، فضلا اور فقہا شادکام ہوئے اور آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ صادر ہو کر امت مسلمہ کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بن چکے ہیں۔

**تدریسی خصوصیات**

ایک ماہر استاذ کے جن اوصاف و خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، اُن تمام اوصاف سے ہمارے مخدوم گرامی علیہ الرحمہ بدرجہ اتم متصف تھے۔ بلکہ آپ حقیقی معنی میں ''صدرالمدرسین'' تھے۔ چناں چہ ۲۹/ اگست ۲۰۱۴ء کو ممتاز الفقہا، محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے آپ کو ''صدرالشریعہ ایوارڈ'' سے نوازا اور اپنا گراں قدر تاثر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اس زمانہ میں الحمدللہ کسی بھی منصب پر حضرت مفتی صاحب فائز ہوں، اس سے مجھے بحث نہیں، یہ اس زمانہ کے صدرالمدرسین ہیں۔''

آپ کے درس کی خاصیت یہ تھی کہ آپ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے والا طالب علم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا گرویدہ بن جاتا تھا، کیوں کہ آپ اپنی درسی تقریر میں بھی اعلیٰ حضرت کی تحقیقات و تدقیقات مناسب مقام پر بہت اچھوتے انداز میں پیش فرمایا کرتے تھے، اور آپ کے مبارک رسائل کا نام عربی زبان میں بتانے کے بعد تبسم ریز ہوتے اور فرماتے کہ:

> ''اگر کوئی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتابوں کا نام صحیح پڑھنا جان جائے تو نصف عالم ہو جائے گا۔''

نیز کبھی کبھار ارشاد فرماتے:

> ''عالم بننا ہے تو اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔''

**حضور غوث پاک اور سرکار اعلیٰ حضرت سے والہانہ عشق**

یوں تو حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سبھی بزرگان دین سے سچی عقیدت و محبت رکھتے تھے مگر شہنشاہ بغداد شیخ عبد القادر

مفتی شبیر حسن رضوی

جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجدد اسلام سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان سے والہانہ عشق فرماتے تھے۔ جب کبھی بھی ان بزرگوں کا ذکر خیر آجاتا تو ادب واحترام کے ساتھ آپ کا سر جھک جاتا، آنکھیں بند ہوجاتیں اور پھر بڑی وارفتگی کے ساتھ ان بزرگوں کا تذکرہ جمیل فرماتے۔ ساتھ ہی اپنے طلبہ و متعلقین کو بھی ان بزرگوں سے عقیدت رکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

پہلی بار آپ نے سن ۱۹۹۴ء میں بغداد شریف کا سفر کیا اور دوبارہ سن ۲۰۱۹ء میں بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوکر اپنے آپ کو فیضان غوث اعظم سے مالا مال کیا۔ اسی طرح ہر سال عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف تشریف لے جاتے رہے۔

**حج وزیارت**

آپ نے اپنی حیات مستعار میں دوبار زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ ایک سن ۱۹۹۴ء اور دوسری بار سن ۱۹۹۹ء میں اس عظیم نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔

**بیعت وارادت، اجازت وخلافت**

حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور آپ کو تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری، حضرت مفتی رجب علی رضوی، شہید راہ مدینہ، گلزار اشرفیت حضرت مولانا سید مثنیٰ میاں کچھوچھوی علیہم الرحمہ اور گلزار ملت سید شاہ گلزار اسمٰعیل واسطی مدظلہ العالی سے خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

**تصنیف وتالیف**

فتویٰ نویسی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے شعبہ میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، آپ کی تصانیف میں (۱) حاشیۂ شرح ہدایۃ الحکمۃ (۲) الجوہر المنظم فی شرح المسلم (۳) امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (۴) جوامع الحکم (۵) توضیحات کبریٰ (۶) حاشیۂ کبریٰ وغیرہ ارباب علم وفضل سے داد تحسین وصول کررہی ہیں۔

**ایوارڈس وسپاس نامے**

حضور مفتی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کی علمی، ادبی، تدریسی، تصنیفی، دعوتی صلاحیتوں اور خدمات کا معترف ایک جہاں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو عظیم شخصیات اور تنظیموں کی جانب سے متعدد ایوارڈس اور سپاس نامے پیش کیے گئے۔

**(۱) صدرالشریعہ ایوارڈ:** ۲/ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۹/ اگست ۲۰۱۴ء کو محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے بدست اقدس آپ کو پیش کیا گیا۔

**(۲) مجاہد ملت ایوارڈ:** یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ مطابق یکم مارچ ۲۰۱۶ء کو جامعۃ الحبیب چیریٹیبل ٹرسٹ رسول پور، اڈیسہ کی جانب سے حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں سے آپ کو تفویض کیا گیا۔

**(۳) خالد ملت ایوارڈ:** (بیاد حضرت علامہ مولانا خالد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان) صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر حضرت مولانا محمد انس رضا قادری صاحب بریلی شریف کی جانب سے آپ کو پیش کیا گیا۔

**(۴) مجاہد ملت ایوارڈ:** الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے جشن پچاس سالہ کے موقع پر مورخہ ۱۹/رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷/ مارچ ۲۰۱۹ء بروز بدھ ''مجلس ابنائے جامعہ روناہی'' کی جانب سے آپ کی ۴۳/سالہ عظیم مجاہدانہ خدمات کے اعتراف میں آپ کو ''مجاہد ملت ایوارڈ'' پیش کیا گیا۔

حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی دینی خدمات تقریباً ۵۱/ سالوں پر محیط ہے آپ کی حیات وخدمات کی وسعتوں پر یہ چند سطور کماحقہ روشنی بھی نہیں ڈال سکتے چہ جائے کہ اُن کا احاطہ کرسکیں۔ آپ کی بافیض درس گاہ سے مستفیض ہونے والوں کی صرف فہرست تیار کی جائے تو کئی صفحات پُر ہوجائیں گے۔ یہ چند سطریں آپ کی بارگاہ میں نذر عقیدت کے طور پر معرض وجود میں آگئیں۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

آپ کی نماز جنازہ مورخہ ۱۵/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳/دسمبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ مبارکہ بعد نماز جمعہ بقیہ ص ۱۰/ پر

مفتی شبیر حسن رضوی

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

# علم وفن کے مہر درخشاں! مفتی شبیر حسن رضوی

نام: شبیر حسن

شجرۂ نسب: شبیر حسن بن امت علی بن عبدالرحمن مرحومین

پیدائش: یکم جولائی ۱۹۴۸ء

جائے پیدائش: دیوریالال، پوسٹ چاپئی کلاں، ضلع سنت کبیر نگر یوپی

ابتدائی تعلیم: مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع سنت کبیر نگر

متوسطہ: دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ (قدیم ضلع فیض آباد)

فراغت: ۱۹۶۹ء ۱۹؍سال کی عمر میں مدرسہ اشرفیہ اہل سنت مصباح العلوم مبارکپور

اساتذہ: حضرت علامہ اعجاز احمد اردوی، علامہ نعمان خان اثر قادری اعظمی، حضرت علامہ قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری (دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ میں) حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مبارکپوری، مرتب فتاویٰ رضویہ علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی، بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی، قاضی شرع علامہ قاضی محمد شفیع صاحب مبارکپوری علیہم الرحمہ۔

قابل ذکر تلامذہ: علامہ بخش اللہ صاحب، علامہ مفتی اختر حسین قادری، پیر طریقت حضرت سید معین میاں ممبئی، حضرت مولانا سید نورانی اشرفی کچھوچھہ شریف، حضرت علامہ قمر الحسن بستوی، حضرت علامہ مسیح الدین حشمتی، حضرت علامہ کمال اختر قادری، حضرت علامہ فروغ القادری (انگلینڈ) حضرت علامہ مفتی معراج القادری، حضرت علامہ شمس الہدیٰ مصباحی، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی (اساتذۂ اشرفیہ مبارکپور)

بیعت: ۱۹۶۰ء سرکار مفتی اعظم حضرت علامہ محمد مصطفی رضا خاں نوراللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر

خلافت: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری وبلبل ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی نانپاروی علیہما الرحمہ سے۔

حج وزیارت: پہلا حج مفتی صاحب نے ۱۹۹۴ء میں کیا اور دوسرا حج ۱۹۹۹ء میں۔ ۱۹۹۴ء اور ۲۰۱۹ء میں بغداد شریف کی زیارات سے مشرف ہوئے۔

تدریس: کم وبیش ۱۰؍سال مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ اور ۱۹۷۷ء سے الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی میں تاحیات مفتی وشیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

مشغلہ: درس وتدریس، فتویٰ نویسی، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف سے وابستگی، تصنیف وتالیف، بیعت وارشاد وغیرہ

تصانیف: (۱) الجوہرا لمنظم فی شرح المسلم (۲) جوامع الحکم (۳) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (الٰہیات) عربی (۴) حاشیہ کبریٰ (۵) توضیحات کبریٰ (۶) امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (۷) مختصر حالات فاطمہ زہرا۔

رشتۂ ازدواج: مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا نکاح واسن ضلع سنت کبیر نگر کے مرحوم داہو صاحب کی دختر نیک اختر سے ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۶ء میں ہوا تھا، اہلیہ کا انتقال ۱۹۹۴ء میں ہوگیا تھا، مفتی صاحب تین بھائی اور دو بہن میں سب سے چھوٹے تھے، بڑے بھائی انسان علی اور دو بہنیں انتقال کر چکے ہیں، آپ سے بڑے باقر حسین صاحب بقید حیات ہیں۔

اولاد امجاد: (۱) محمد جنید رضا (۲) محمد ارشد رضا (استاذ مدرسہ عربیہ بحرالعلوم سدھور ضلع بارہ بنکی) (۳) محمد راشد رضا (۴) محمد شاہد رضا اور ایک لڑکی۔

وصال پُرملال: ۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ بوقت عشاء تقریباً سات بج کر ۱۵؍منٹ، مطابق ۱۱؍دسمبر ۲۰۱۹ء بروز چہارشنبہ، رام منوہر لوہیا انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ میں۔

جنازہ کی امامت: شہزادۂ حضور صدر الشریعہ، محدث کبیر

مفتی شبیر حسن رضوی

*مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے جنرل سیکریٹری ہیں۔

علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے نماز جنازہ پڑھائی۔
بمقام متصل الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ٹیلہ میدان بتاریخ ۱۳/ دسمبر ۲۰۱۹ء بعد نماز جمعہ۔

آخری آرامگاہ : نزد الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ٹیلہ میدان، آستانہ بابا شرف الدین علیہ الرحمہ کے اندرونِ صحن۔

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

مسلک رضا کا ترجمان، علمبردار اہل سنت، جامع معقول و منقول، دنیائے علم وحکمت کا ماہ تمام، فکروفن کا مہر درخشاں، درس وتدریس کی دنیا کا بے تاج بادشاہ، آبروئے درسگاہ، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت اہل سنت میں سکۂ رائج الوقت کی مانند تھی، حدیث وفقہ میں جس کی ہمہ دانی کا شور تھا، منطق وفلسفہ اور معانی وبیان پر جس کو کامل دستگاہ حاصل تھی، جس کی تدریسی صلاحیتوں پر معاصرین نے اعتماد کیا، اکابرین نے جس کی قابلیت کی تصدیق کی، تلامذہ نے جس کی نسبت شاگردی پر فخر کیا۔

آپ کی ذات غیر متنازع، بے لاگ اور بے داغ تھی، عام طور پر اہل علم آپ کا نام ادب واحترام کے ساتھ لیتے، کبھی کسی کو آپ پر تنقید کرتے نہ سنا، ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ زیادہ ادھر اُدھر میں نہیں رہتے تھے اور نہ ہی معاصرانہ چشمک سے آپ کا کوئی تعلق بلکہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے، اپنے اساتذہ کا بڑا احترام کرتے تھے، بالخصوص بحر العلوم، شیخ الحدیث استاذ المفتیین حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کا تذکرہ بہت خشوع خضوع اور اعتماد سے کرتے تھے۔

بہت متصلب، راسخ الاعتقاد، مذہب پسند اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کے سچے وفادار تھے، یہی وجہ تھی کہ جب بریلی شریف کو بعض فتنہ پرور اور کوتاہ عقل ایڈیٹروں اوران کی پشت پناہی کرنے والے تقیہ باز لوگوں نے تنقید کا نشانہ بنایا، کچھ نام کے رضویوں نے فتاویٰ رضویہ اور سرکار مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ کے فتوؤں اور فیصلوں کے خلاف بولنا اور لکھنا شروع کیا تو بہت سے رضوی کہلانے والے یا تو سہم گئے یا حیلہ بہانہ اور حکمت ومصلحت کے شکار ہوگئے، درپردہ ایک تحریک چلی کہ بریلی کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔ ایسے حالات میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ علی الاعلان، ڈنکے کی چوٹ پر بریلی کے صف اوّل کے حامیوں میں تھے، خود ان کے کئی شاگرد اپنے پیران کرام کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب کے خلاف موقف رکھتے تھے، لیکن مفتی صاحب اپنے بزرگوں کے موقف کے موید، حامی اور وکیل کے طور پر ہمیشہ پیش پیش رہے، انہوں نے یہ پرواہ نہیں کیا کہ کون موافقت کرے گا اور کون مخالف ہوگا؟

صلح کلیت کی پھیلتی ہوئی متعفن وبا اور اسلاف مخالف طوفان بدتمیزی کے خلاف جب اس حقیر نے ''آئینۂ صلح کلیت'' تصنیف کی، جس کتاب نے بریلی کے مخالفین کی ہوا نکال دی، بڑے بڑے طرم خاں سمجھے جانے والے کم ظرف، بے سلیقہ لوگ اپنی تذبذب پسندی اور مسلکی بے راہ روی کا جنازہ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ حقائق اور دلائل کی مار سے تڑپتے مصالحت پسند مولوی سامنا کرنے کو تیار نہ تھے لیکن مارے تلملاہٹ کے بدتمیزیوں اور گالیوں سے وہ حق کو غبار آلود کردینا چاہتے تھے، انہیں دنوں میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے فون پر بات ہوئی تو فرمانے لگے آپ نے جو باتیں لکھی ہیں وہ سب صحیح ہیں، مخالفین میں بڑا شور ہنگامہ ہے، آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

الغرض یہ کہ بے راہ روی کے طوفانوں کی زد پر مفتی صاحب حسن اخلاق اور حق پسندی کے چراغ روشن کرنے والوں میں تھے۔ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کے بہت قریبی اور مخصوص لوگوں میں تھے، مفتی صاحب علیہ الرحمہ ہی کی خواہش اور کاوشوں سے حضور تاج الشریعہ نے الجامعۃ الاسلامیہ کے پروگرام میں آخری بار شرکت فرمائی تھی۔ مفتی صاحب بریلی شریف کی تمام تقریبات میں مدعو کیے جاتے تھے اور شرکت بھی فرماتے تھے۔

مفتی شبیر حسن رضوی

خاص طور پر شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سمیناروں میں ضرور آپ کی شرکت ہوتی تھی اور ایک نشست کی صدارت بھی آپ کے ذمے ہوتی تھی، حضور تاج الشریعہ اور خانوادۂ تاج الشریعہ کے چشم و چراغ قائد ملت، موجودہ قاضی القضاۃ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں صاحب قادری کے مفتی صاحب معتمد تھے۔

اسی طرح حضور محدث کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری بھی آپ پر بے حد اعتماد فرماتے رہے، ایک مرتبہ جامعۃ الرضا کے اسٹیج سے کسی بات کا جواب دیتے ہوئے محدث کبیر نے جامع معقول و منقول مفتی شبیر حسن صاحب کا نام ذکر کیا اور کہا کہ ان کے جیسا عالم اور مدرس آپ کہاں سے لائیں گے، اگر کبھی مفتی صاحب تشریف لاتے تو محدث کبیر کو دیکھا کہ آپ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے حالانکہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ دست بوسی کر کے بٹھا دیتے، بات کرتے تو محدث کبیر کو علامہ صاحب اور حضور کہہ کر خطاب کرتے، ایک مرتبہ عرس صدر الشریعہ میں میں نے دیکھا کہ مفتی صاحب صدر الشریعہ کے مزار شریف کے سامنے کھڑے ہیں، میں نے سلام کیا، دست بوسی کی، خیریت دریافت کرنے کے بعد عرض کیا کہ حضور آپ اسٹیج پر تشریف نہیں لے گئے تو فرمانے لگے مولانا میں بھیڑ بھاڑ سے دور رہتا ہوں۔

بہر حال بعد میں جب حضور محدث کبیر سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ آئے تھے لیکن اسٹیج پر نہیں آئے اور کسی نے پوچھا بھی نہیں، اتنا سننا تھا کہ محدث کبیر فرمانے لگے، اچھا مفتی صاحب آئے تھے؟ مجھے خبر بھی نہ ہوئی نہ کسی نے بتایا وہ آئے اور اسی طرح چلے گئے، محدث کبیر کے انداز گفتگو سے میں نے محسوس کیا کہ حضرت کو اس پر افسوس ہوا اور آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے پتہ چلتا تو میں ضرور انہیں بلواتا۔

یہ آپسی رواداری اور ایک دوسرے سے قلبی تعلق ہی کا معاملہ تھا کہ محدث کبیر پالی راجستھان میں تھے جس وقت مفتی صاحب کا انتقال ہوا، آپ نے بہت کوشش کی کہ دوسرے دن پالی سے واپسی ہو جائے لیکن کوئی صورت نہیں بن پائی تو تیسرے دن یعنی جمعہ کے دن پروگرام چھوڑ کر صبح کی فلائٹ سے لکھنؤ پہنچے، آپ کے ساتھ جواں سال فاضل حضرت علامہ مفتی شاہد رضا صاحب (آپ کے داماد) بھی تھے، وہاں سے جمعہ کی نماز سے قبل روناہی تشریف لائے، روناہی جامع مسجد میں جمعہ کی امامت فرمائی اور پھر بعد نماز جمعہ جامع معقول ومنقول علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر دوسرے دن صبح کی فلائٹ سے باہر تشریف لے گئے، پہلے پروگرام تھا کہ جمعرات کو بعد نماز عصر نماز جنازہ ہوگی لیکن جب یہ پتہ چلا کہ محدث کبیر تشریف لا رہے ہیں لیکن جمعرات کی بجائے جمعہ کو پہنچ پائیں گے تو ذمہ داروں نے مؤرخہ ۱۲؍ دسمبر بروز جمعرات کی بجائے ۱۳؍ دسمبر بعد نماز جمعہ جنازہ کا پروگرام رکھا۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے ویسے تو سیکڑوں شاگردوں میں کم از کم دو درجن ایسے شاگرد ہیں جن پر کسی بھی استاذ کو فخر ہو سکتا ہے اور ہونا بھی چاہئے لیکن ادھر دو دہائیوں میں جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا اس کی بنیاد پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کے قابل ذکر تلامذہ میں جسے مفتی صاحب سے بہت قرب اور قبولیت کا شرف حاصل رہا وہ حضرت علامہ مفتی اختر حسین صاحب قادری علیمی استاذ و مفتی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی کی شخصیت ہے، مفتی اختر حسین صاحب کے مخدومین میں حضور فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ متوفی (۲۰۰۱ء) سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ متوفی (۲۰۱۸ء) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ اعظمی، حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری اور استاذ محترم مفتی شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ ہیں، ان تمام حضرات میں مفتی شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ باضابطہ مفتی اختر حسین صاحب کے استاذ تھے، باقی حضرات سے آپ نے وقتاً فوقتاً استفادہ کیا ہے، بالخصوص فقہ و فتاویٰ سے لے کر بحث و مناظرہ کے مسائل میں محدث کبیر سے مفتی اختر حسین صاحب نے فیض حاصل کیا ہے، ان فیوض و برکات کا ظہور مفتی صاحب کی گفتگو اور مناظرانہ ابحاث سے بخوبی ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ بڑے با اخلاق، کریم

النفس، وسیع النظر ف اور اصول پسند آدمی تھے۔ آپ کو جو کہنا ہوتا کہہ دیتے، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفیق تھے، جب بھی ملنے کا موقع ملا، ذرہ نوازی سے محروم نہ فرمایا، گفتگو میں بار بار دعاؤں سے نوازتے، انداز گفتگو فطرۃً عاجلانہ تھا، خطاب بھی بلا توقف فرماتے تھے لیکن گفتگو ٹھوس دلائل سے مزین ہوتی تھی۔ ڈیل ڈول ہلکا، منحنی بدن، رنگ نہ گورا اور نہ بالکل سانولا، لباس سادہ، بولتے تو عالمانہ شان اور وقار کے ساتھ، لفظ لفظ سے اعتماد و یقین کی خوشبوئیں پھوٹتیں۔

جب کسی شاگرد پر کرم کی بارش ہوتی، خوش ہوتے تو فرماتے، یہ میرا شاگرد ہے، یہ میرا شاگرد ہے، میں نے اسے پڑھایا ہے، خوب ٹھوک کر پڑھایا ہے، یہ جملے خوشی اور مسرت کے ہوتے تھے، مفتی صاحب ویسے تو تمام مضامین پہ عبور رکھتے تھے لیکن آپ کی زندگی کے بیشتر ایام احادیث مبارکہ بالخصوص بخاری شریف اور منطق وفلسفہ کی منتہی کتابیں پڑھانے میں گذرے ہیں۔ آپ کی درسگاہ بہت بافیض درسگاہ تھی، بڑے بڑے علما، فقہا، اساتذہ اور خطبا، قلمکار آپ کی بارگاہ کے فیض یافتگان میں ہیں، مدارس اسلامیہ میں ختم بخاری شریف اور منتہی درجہ کے طلبہ کے ممتحن کی حیثیت سے آپ کو بلایا جاتا تھا۔ آپ کے نام اور کام کی دھمک پورے ملک میں محسوس کی جاتی تھی، پندرہویں صدی نصف اوّل کے جامع الصفات اور افضل الکمالات ذی استعداد اساتذہ کی فہرست مفتی صاحب کے نام کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی بلکہ اس میں نمایاں نام مفتی صاحب کا ہوگا۔

مفتی صاحب اپنے آپ میں ایک جہان علم وفن تھے، جن کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو درس وتدریس اور علم و آگہی سے منور تھا، اہل سنت وجماعت کے نمائندہ تعلیمی اداروں میں الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی کا شمار ہوتا ہے لیکن اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ الجامعۃ الاسلامیہ کے معیار اور اسٹینڈرڈ کا نام مفتی شبیر حسن تھا، الجامعۃ الاسلامیہ کی عظمت اور شوکت کی نشانی اور علامت کا نام مفتی شبیر حسن تھا، اس ادارہ کی آن، بان، شان کا نام مفتی شبیر حسن تھا، مفتی شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ سے جدا کر کے اگر آپ دیکھیں تو آپ کو ایک بہت بڑا خلا نظر آئے گا، جس کو پُر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا، الجامعۃ الاسلامیہ کی شان وشوکت کے ہر مینار پہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کی صورت آپ کو نظر آئے گی۔

گویا کہ الجامعۃ الاسلامیہ کا نام مفتی شبیر حسن رضوی اور مفتی شبیر حسن رضوی کا نام الجامعۃ الاسلامیہ تھا، مفتی صاحب کے بعد الجامعۃ الاسلامیہ کا وہ آفاقی تصور شاید پھر کبھی قائم نہ ہو پائے (اللہ کرے یہ غلط ہو) موجودہ وقت میں مذکورہ ادارہ کے پرنسپل اور شیخ الحدیث کے منصب پر مفتی صاحب کے قابل ذکر شاگرد، ماہر درسیات نظامی حضرت علامہ بخش اللہ صاحب مدظلہ العالی فائز ہیں، رب تعالیٰ حضرت کی ذات کو استاذ محترم مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا نعم البدل بنائے، آمین۔

اور مفتی صاحب کی رحلت سے پیدا ہونے والی خلا کو پُر فرمائے، آمین، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے شاگرد ومقرب حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین صاحب علیمی مدظلہ العالی سے جب میں نے دریافت کیا تو علیمی صاحب نے فرمایا کہ ویسے تو حضرت ہرفن مولی تھے، جو کتاب بھی پڑھاتے لاجواب پڑھاتے تھے لیکن شرح جامی، ملّاحسن اور بیضاوی شریف پڑھاتے تو لگتا کہ ان کتابوں کو پڑھانے کا حق آپ ہی کو ہے، علیمی صاحب نے بتایا کہ ان کتابوں کے علاوہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، قطبی، صدرا اور بخاری شریف پڑھنے کا مجھے شرف حاصل ہوا، آپ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب جماعت علما میں متکلم کے درجہ پر فائز تھے، ان کی درسگاہ درسگاہ نہیں علوم وفنون اور مواہب وکمالات کی لائبریری تھی، دلائل اور جوابات جیسے دست بستہ کھڑے رہتے، حاضر دماغی اور قوت حافظہ کا یہ عالم کہ پندرہ روز پہلے کہاں تک پڑھایا تھا اور کیا پڑھایا تھا، ذہن میں محفوظ رہتا، اتنے لمبے وقفے کے بعد بھی جب شروع کرتے تو وہیں سے جہاں پندرہ روز پہلے چھوڑا تھا۔

فکری ونظریاتی طور پر نہایت سخت، متصلب اور باعمل سنی حنفی بریلوی تھے، اصول وفروع سب میں مسلک اعلیٰ حضرت

مفتی شبیر حسن رضوی

کے حامی اور ناصر تھے، تمام مسائل خلافیہ میں اپنے مرشد اجازت حضور تاج الشریعہ سیدی علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ اور شہزادۂ حضور صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری کے موافق و مؤید، اسی لیے انھوں نے ایسے تمام لوگوں سے اپنے تعلقات محدود کر لیے جو اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم یا حضور تاج الشریعہ کی کسی طور پر مخالفت کرتے ہیں یا مرکز کی مرکزیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، اس میں آپ نے کسی کی پروا نہیں کی، یہاں تک کہ اپنے بہت سے شاگردوں سے بھی احتراز و احتیاط فرمانے لگے تھے۔

**مفتی صاحب نے اوارڈ لینے سے انکار فرمادیا**

درگاہ قطب اودھ حضرت مخدوم شاہ بینا علیہ الرحمہ کے احاطہ میں عظمت اولیا کانفرنس کے موقع پر مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت ایوارڈ دیا جانا تھا، لیکن مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے ایوارڈ لینے سے اس لیے انکار فرمادیا تھا چونکہ جلسہ کا اصلی بانی اور صارف ایک ایسا شخص ہے، جو سنیوں کے درمیان نیاز میلاد میں بھی شرکت کرلیتا ہے مگر وہابیوں کے پیچھے بلا روک ٹوک نماز پڑھتا ہے، ان کے پروگرام اور میٹنگوں میں بلا جھجھک شرکت کرتا ہے، صرف اتنا ہی نہیں جس مسجد کا وہ متولی ہے اس کا امام جمعہ وہابی ہے اور جس بینائی ایجوکیشنل سوسائٹی کا وہ بانی ہے اس کا صدر مولوی خالد رشید ندوی فرنگی محلی ہے، مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے جب انکار فرمادیا، تو بانی جلسہ اور اس کے معاونین قاری صاحبوں نے مفتی صاحب کی جگہ پر وہی ایوارڈ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے موجودہ پرنسپل حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب مصباحی کو پیش کردیا، ممکن ہے مفتی صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیے بغیر ایسا کیا گیا ہو۔

الغرض یہ کہ مفتی صاحب صلح کل اور تذبذب کے مریضوں سے دور رہتے تھے، بدلتے حالات اور نئی روشنی کے دلدادگان سے مفتی صاحب کا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ جامعہ کے سابق وائس پرنسپل علامہ وصی احمد وسیم صدیقی کی زبانی:

میں نے الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے سبکدوش نائب پرنسپل حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب سے جب دریافت کیا جامعہ اور جامعہ میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی آمد اور ان کی شخصیت سے متعلق تو حضرت علامہ وصی احمد صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ الجامعۃ الاسلامیہ کو ڈاکٹر سید محفوظ الرحمن، حاجی سید محمد الیاس اور حاجی محمد التفات خان نے قائم کیا تھا، اس مدرسے کو ابتدا میں علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی نے سنبھالا، درس نظامی کی شروعات اور تعمیر کے اعتبار سے آپ نے بہت کچھ کیا، آپ کے جامعہ سے جانے کے بعد شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ مطابق اگست ۱۹۷۴ء میں سابق پرنسپل حضرت علامہ نعمان خان اعظمی علیہ الرحمہ کی آمد ہوئی، چھ ماہ بعد مولانا نعمان خان صاحب اشرفیہ مبارک پور قاضی شریعت حضرت علامہ قاضی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کے پاس مدرس کے لیے پہنچے، حضرت علامہ وصی احمد صاحب فرماتے ہیں، کلاس کے بعد میں، مولانا عبد المنان کلیمی اور مولانا طاہر طلبۂ شعبۂ تخصص چائے پینے کے لیے نکل رہے تھے، میں درمیان میں تھا باقی دونوں میرے رفقا دائیں بائیں تھے، قاضی صاحب نے مولانا نعمان خان صاحب سے فرمایا، ان تینوں میں جس کو چاہیے لے جائیے، یہ تعلیم مکمل کر چکے ہیں، فی الوقت تخصص کر رہے ہیں، مولانا نعمان خان صاحب نے میرا انتخاب فرمایا، پھر قاضی صاحب نے مجھ کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ تم مولانا کے ساتھ چلے جاؤ، ان کے مدرسے میں مدرس کی ضرورت ہے، میں کچھ کہتا اس سے پہلے قاضی صاحب نے فرمایا، کہ اس سے پہلے دو بار تمہیں کہہ چکا ہوں اور تم نے انکار کردیا ہے، اس بار تمہیں ہر حال میں جانا ہوگا، چار و ناچار میں نے حامی بھر لی اور استاذ گرامی حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کی خدمت میں پہنچا اور عرض حال کیا کہ قاضی صاحب پڑھانے کے لیے بھیج رہے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے چلے جائیے، مشاہرہ کیا ہوگا؟ تو میں نے عرض کیا، میں نے یہ تو دریافت نہیں کیا، تو محدث کبیر نے فرمایا کہ پڑھانے جا رہے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ مشاہرہ کیا ہوگا؟ پھر حضرت نے چپراسی کو قاضی صاحب کے پاس

بھیجا، اور دریافت کیا کہ مولانا کا مشاہرہ کیا ہوگا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ ایک سوتیس روپئے۔

اس طرح میں علامہ نعمان خان صاحب کے ساتھ اپنی پہلی اور آخری درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ پہنچا، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خان صاحب سے پوچھا کہ آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا؟ جبکہ ہم لوگ تین ساتھی تھے، تو آپ نے فرمایا کہ آپ درمیان میں تھے، جو بیچ میں ہوتا ہے وہ سب کو لے کر چل سکتا ہے، قیادت کرسکتا ہے، پھر میں دریافت کیا کہ میری تقرری کس منصب پہ ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ آپ میرے نائب رہیں گے، اس طرح شروع سے اخیر تک ہم لوگ الجامعۃ الاسلامیہ میں رہے، علامہ نعمان خان صاحب علیہ الرحمہ شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء اور میں محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق جنوری ۱۹۷۵ء میں آیا، جس وقت ہم لوگ رونا ہی آئے اس وقت الجامعۃ الاسلامیہ کی تعمیری حالت اس طرح تھی، موجودہ وقت میں جہاں سنٹرل بلڈنگ ہے، وہاں آگے سے دو کمرے، عقب میں تین کمرے اور ایک ہال اس کے علاوہ ایک عمارت دو منزلہ جس میں ۴ر کمرے اوپر اور چار نیچے تھے۔

حضرت علامہ نعمان صاحب کی صدارت میں تعلیمی نظام چست درست ہوا، یہاں تک کہ دورہ کی تعلیم کا مرحلہ پیش آیا، ایک ڈھیر سال کے اندر ضرورت محسوس ہوئی شیخ الحدیث کی، پہلے بیچ کو بخاری پڑھانے کے لیے مبارکپور سے حضرت علامہ عبد الشکور صاحب گیاوی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کو لایا گیا، آپ نے پہلے بیچ کو دورۂ حدیث کرایا، پہلے فارغین میں حضرت مولانا قاری صغیر احمد قادری صاحب صدر درگاہ کھمن پیر کمیٹی چار باغ لکھنؤ ہیں، آپ نے علامہ عبد الشکور صاحب سے بخاری شریف کا درس لیا، اس کے بعد علامہ عبد الشکور صاحب پھر مبارکپور چلے گئے، پھر وہی دشواری کہ شیخ الحدیث کے منصب پر کس کو لایا جائے؟ تو میں نے علامہ نعمان خان صاحب کو مشورہ دیا کہ اس طرح ہر سال کہاں تک آپ شیخ الحدیث تلاش کرتے رہیں گے، کسی باصلاحیت نئے آدمی کو منتخب کرلیں اور میری رائے ہے کہ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب اس کے لیے بہتر اور موزوں رہیں گے، وہ اس ذمہ داری کو کما حقہ نبھا پانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، میری تجویز خان صاحب علیہ الرحمہ نے پسند فرمائی اس طرح مدرسۂ عزیز العلوم نانپارہ سے مفتی صاحب کو رونا ہی لایا گیا۔

مفتی صاحب جب سے رونا ہی آئے پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے، مستقل بخاری شریف آپ کے زیر درس ہوتی تھی، اس کے علاوہ مسلم الثبوت، بیضاوی شریف، ملاحسن، شرح جامی، شرح ہدایۃ الحکمۃ اور صدرا جیسی معرکۃ الآرا کتابیں آپ کے درس میں ہوتی تھیں، مفتی صاحب ہر فن مولیٰ، گویا کہ وہ درس وتدریس ہی کے لئے بنائے گئے تھے، وہ زینت درسگاہ تھے، آپ فرماتے ہیں کہ انتقال کے بعد مفتی صاحب کا چہرہ زندگی سے زیادہ بارونق لگ رہا تھا اور کیوں نہ ہو کہ آخری سفر پر جانے سے پہلے بھی مفتی صاحب نے بخاری شریف کا درس دیا اور اسی انداز میں دیا جیسے پہلے دیا کرتے تھے۔

جامع معقول ومنقول، استاذ الاساتذہ، حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ سے متعلق اسی جامعہ کے ایک سینئر، باوقار، ماہر استاذ حضرت علامہ وصی احمد صاحب کے خیالات تھے، میرے نزدیک علامہ وصی احمد صاحب کے الفاظ مفتی صاحب کے تعلق سے اس لیے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں چونکہ جتنا قریب سے آپ نے علامہ نعمان خان اور مفتی شبیر حسن صاحب کو دیکھا ہے وہ موقع کم لوگوں کو میسر آیا ہوگا۔

آپ بذات خود ایک ماہر، باصلاحیت، ذی استعداد اور ہمہ جہت استاذ ہیں، آپ کا محبوب مشغلہ منطق وفلسفہ کی تدریس رہا ہے، جب تک آپ جامعہ میں رہے نائب پرنسپل کے منصب پر فائز رہے، طلبہ پہ بڑا اثر رہا، صدر المدرسین اور نائب کے درمیان ہمیشہ آپسی ہم آہنگی برقرار رہی، دونوں ایک دوسرے کا لحاظ فرماتے رہے، آپ کے یہاں طحاوی شریف، مستقل پینتیس سال تک مختصر المعانی کا درس دیا، اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف، مؤطا امام محمد، ہدایہ اولین، شرح وقایہ ثانی،

حسامی، نور الانوار جیسی علمی اور فنی کتب زیر درس ہوتی تھیں، ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنے گھر گوپال گنج بہار میں مقیم ہیں۔

میرا خیال ہے کہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا کوئی شاگرد یا معاصر مفتی صاحب کی سادگی، سادہ لوحی اور تدریسی صلاحیت کے حوالے سے انگلی نہیں رکھ سکتا اور اگر کوئی مفتی صاحب کی تدریس پر کچھ کہے تو میرا خیال ہے کہ اس زمانے میں پھر کوئی مدرس رہا ہی نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ پورے ہندوستان کے مدارس اہل سنت میں سے دس قابل اساتذہ کا انتخاب کیا جائے تو اس ٹاپ کلاس میں مفتی صاحب کا نام نمایاں ہوگا۔

**ایک حسین خواب**

یہ حقیر مفتی صاحب کا شاگرد نہیں لیکن ہمیشہ دل سے ان کا احترام کرتا رہا اور عقیدت کی حد تک ان سے تعلق رکھتا، ان کے انتقال پر مختلف مقامات پر دعا کا اہتمام کرایا اور آپ کی جنازہ مبارکہ میں شرکت کے بعد جب لکھنؤ لوٹا تو دوسرے دن مورخہ ۱۴ر دسمبر ظہر سے پہلے خواب میں دیکھا کہ مفتی صاحب لیٹے ہوئے ہیں، منہ قبلہ کی طرف ہے، مجھے یہ پتہ ہے کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے، خیال آیا کہ مرنے کے بعد اعضا سیدھا کر دینا چاہیے، اس خیال سے پہلے پیر کو صحیح کیا تو پیر سیدھا ہو گیا، پھر سر کی طرف آیا اور بائیں طرف ہاتھ کی انگلیوں کو سیدھا کرنا چاہا تو جیسے آپ نے میری انگلیوں کو پکڑ لیا، میں نے کسی طرح اپنا ہاتھ الگ کیا اور پھر مفتی صاحب کی انگلیوں کو سیدھی کیا تو سیدھی ہو گئیں، میں نے اپنے طور پر یہ محسوس کیا کہ مفتی صاحب کی خدمت میں اس حقیر کا ہدیہ اور محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے اسے بروئے کار لاؤں اس طور پر عجلت میں یہ چند سطریں بطور نذرانہ کے پیش ہیں، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مفتی صاحب کو اپنی رحمتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے، آمین۔

میں اپنی گفتگو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

◆◆◆

ص ۵۲ / کا بقیہ.........................................

وارتقا میں آپ کا خاص کردار رہا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ الجامعۃ الاسلامیہ کی آج پوری دنیا میں جو شہرت و مقبولیت حاصل ہے وہ دو اہم شخصیتوں کی عطا ہے ایک نام بادشاہ تدریس علامہ شبیر حسن کا ہے تو دوسرا نام سابق صدر المدرسین علامہ نعمان خاں قادری کا ہے ،اس لئے جامعہ کے سربراہ اعلیٰ اور بستی کے محبین کہیں بھی جانے سے آڑ آئے اور ریٹائرڈ ہونے سے تقریباً ایک مہینہ پہلے ہی علامہ قمر الزماں صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ نے لندن سے قاری جلال الدین صاحب کو فون کر دیا کہ مفتی صاحب کے ریٹائرڈ ہونے سے پہلے ہی تقرر نامہ پیش کر دیں تا کہ کہیں جانے کی نہ سوچیں، حضور تاج الشریعہ کی محبت کا اس سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مفتی صاحب کہیں بھی بریلی شریف میں تشریف لاتے اور ملنے کا موقع نہ ہوتا تو بھی حضور تاج الشریعہ وہیں کسی خادم کے ذریعہ نذرانہ بھیج دیتے ، یادگار حضور مفتی اعظم ہند دار العلوم مظہر اسلام میں اکثر بخاری شریف کرانے کے لئے تشریف لاتے، ایک سال جبکہ راقم الحروف بھی ختم بخاری شریف حاضر تھا، میں نے دیکھا بعد ختم شریف حضور تاج الشریعہ کے خادم نے مفتی صاحب کو تاج الشریعہ کی طرف سے نذرانہ پیش کیا۔ ”الفردہ“ جو ”قصیدہ بردہ شریف“ کی عربی شرح ہے، شارح فخر ازہر جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ ہیں، بعد تکمیل شرح حضور تاج الشریعہ نے حضور علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ سے اس پر مقدمہ لکھنے کے بارے میں فرمایا تو مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ نے فردہ پر ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی میں مقدمہ تحریر فرمایا جس سے آپ کی ادبیت کا اندازہ ہوتا ہے، مولیٰ تعالیٰ استاذ گرامی وقار حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی قبر پر رحمت و نور کی ہونے والی بارشوں میں اضافہ فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ◆◆◆

مفتی شبیر حسن رضوی

از: مفتی محمد ایوب خاں نوری*

# حضرت مفتی شبیر حسن رضوی ایک جامع الصفات شخصیت



**خلیفہ** حضور مفتی اعظم ہند، رہبر قوم وملت، شیخ العلماء، استاذ الاساتذہ، بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی نوری علیہ الرحمہ شیخ الحدیث و مفتی الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی ضلع فیض آباد (یوپی) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کی دینی وملی خدمات اظہر من الشمس ہیں، ضلع بستی ایک تاریخی مردم خیز ضلع ہے جہاں سے کئی ایسی ہستیاں عالم وجود میں آئیں جو علم وفضل کی دولت سے مالا مال اور اعلیٰ صلاحیتوں کی مالک تھیں، ان شخصیات میں ایک شخصیت علم وفن کے شہسوار عاشق اعلیٰ حضرت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت وحید زمن حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے دین وسنیت کی خدمت اور علم وفن کی اشاعت میں وہ نقوش چھوڑے ہیں جو برسوں گزرنے کے بعد بھی دھندلے نہیں ہوں گے اور ان سے لوگ ہدایت ورہنمائی کی روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

درحقیقت ہیں زمانے میں وہی خوش تقدیر
نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

حضرات عام طور یہ دیکھا گیا ہے کہ علوم وفنون کی بعض ماہر شخصیات جن کا رجحان نظر کسی خاص فن کی طرف ہوتا ہے تو اس فن کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے مثلاً کسی کو فقہ سے زیادہ دلچسپی ہوئی تو اس کو فخر الفقہا کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح کسی کی فن حدیث کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اس تو اس کو استاذ المحدثین کہہ دیا گیا علیٰ ہذا القیاس کسی کو شیخ الادب تو کسی کو جامع معقولات کہا جاتا ہے لیکن شیخ العلماء حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ کی شخصیت وہ مایۂ ناز شخصیت ہے، جن کے لئے ہر فن خاص فن تھا چونکہ ان کو تمام مروّجہ علوم فنون میں یدطولیٰ حاصل تھا کہ جو فن بھی ان سے پڑھا جاتا اس میں وہ کامل نظر آتے، منطق ہو، فلسفہ ہو، ریاضی ہو، تفسیر ہو، حدیث ہو، فقہ واصول فقہ ہو، نحو ہو، صرف ہو، ادب ہو یا کسی فن کے تعلق سے گفتگو کی جاتی تو وہ اس میں حاذق وماہر نظر آتے، ان کے تعلق سے امام المنطق والفلسفہ کا نعرہ لگانے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کرتا، تدریسی مصروفیات کثیرہ کے باوجود مختلف عنوانات پر متعدد کتابیں بھی معرض وجود میں آئیں، انہیں کتابوں سے ایک کتاب ہے "الجواہر المنتظم" جو اصول فقہ کی ایک اہم معرکۃ الآراء کتاب "مسلم الثبوت"، جس کی افادیت واہمیت سے مدارس اسلامیہ کے علما وطلبا خوب واقف ہیں، کی اردو شرح ہے، پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے یہ شرح نہایت ہی مفید ہے، مولیٰ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان سے مستفید ومستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب علیہ الرحمہ کا مرکز اہل سنت سے گہرا تعلق تھا، نائب سید المرسلین، امام المتقین، شیخ العارفین، امام العلما والمفاتی سیدی وسندی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے آپ کو بیعت وخلافت حاصل تھی، امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایسے عاشق زار تھے کہ اٹھتے بیٹھتے "یا اعلیٰ حضرت" کا وظیفہ آپ کی زبان پر جاری رہتا۔

حضور تاج الشریعہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے آپ چاہتے تھے کہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد جامعۃ الرضا بریلی شریف تشریف لے آئیں بلکہ ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے اداروں میں بھی آپ کی مانگ تھی لیکن چونکہ ملک ملت کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی میں عرصۂ دراز تک ایسی دینی ملی تدریسی خدمت کی جس کی مثال نہیں ملتی، الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی کے عروج بقیہ ص ۵۱ پر



* مضمون نگار جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے مفتی واستاذ ہیں۔

از: مفتی محمد اختر حسین قادری*

# امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ

## اور مرکز اہل سنت بریلی شریف

اس دنیائے دنی اور مظہر کون وفساد کی رنگا رنگی اور بو قلمونی بھی بڑی عجیب وغریب شئے ہے، کروڑوں پیکر حسن و جمال اور سراپا فضل وکمال نے اپنی عظمتوں کی درخشندگی سے ایک عرصہ تک اس کائنات میں نور بھرا اور پھر مثل شمس اپنی کرنوں کو سمیٹ لیا مگر ؎

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے محفل کی

ابھی مکمل دو سال بھی نہیں ہوئے کہ عالم اسلام کا وہ آفتاب غروب ہو گیا جس کی پاکیزہ کرنوں اور صاف وشفاف شعاؤں نے دشت وجبل، میدان ومحل، صحرا وسہل اور بحر وبر کو اس طرح منور کر رکھا تھا کہ زبانِ حقیقت برملا پکار اٹھتی ہے ؎

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

عظمت ورفعت، شان وشوکت، دانش وحکمت، عشق ومحبت اور خیر وبرکت والے شہر "بریلی" میں فضل وشرف اور جاہ وحشمت والے خانوادہ میں وہ آفتابِ علم وحکمت ۱۹۴۳ء میں طلوع ہوا، آسمانی سیاروں کے زحل ومریخ کی مانند اس ارضی سیارہ کو دنیا نے تاج الشریعہ کا نام دیا جو ۲۰۱۹ء میں مثلِ سورج افقِ ہند سے روپوش ہو کر کسی اور دنیا میں جلوہ ریز ہو گیا جس سے امتِ مسلمہ میں ہر سو صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی، اہل اسلام کی یہ وحشت ناک کیفیت اور کربناک حالت ابھی بدلنے بھی نہ پائی تھی کہ یکا یک پھر ایک اور ہولناک منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا اور ؎

تیرہ وتار تھی کچھ یوں ہی شبستانِ حیات
دامن چرخ سے ایک اور ستارہ ٹوٹا

یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو ضلع سنت کبیر نگر، یوپی، انڈیا کے ایک مردم خیز اور مشہور آبادی "دیوریا لعل" کے افق پر ایک روشنی پھوٹی جسے رب قدیر نے شریعت وطریقت کا جامع، علم وحکمت کا منبع، کلام وکمال کا بوستاں، منطق وفلسفہ کا راز داں، اور مذہب حق کا پاسباں بنا کر آسمان فکر وفن کا آفتاب عالم تاب بنا دیا اور شرق وغرب کو اس کی ضیا بار کرنوں سے تابندہ ودرخشندہ فرما دیا جسے ارباب دانش نے سلطان المدرسین، رئیس الاساتذہ، شیخ الاساتذہ، مرجع علما، شہنشاہ اقلیمِ درس نظامی، زینت مسند تدریس وافتا، غزالیٔ دوراں، رازیٔ زماں اور امام العلما جیسے بے شمار علمی اور روحانی خطاب سے یاد کیا جسے گھر آنگن میں مفتی شبیر حسن اور دنیائے فضل وحکمت میں امام العلما کے لقب سے جانا جا رہا ہے۔ اس عبقری شخصیت نے نصف صدی تک اپنے فکر وفن کی دودھیا چاندنی سے ملت اسلامیہ کو فیض یاب فرمایا۔

رب وتبارک وتعالیٰ نے آپ کو بے شمار فضائل وکمالات کا حامل بنایا تھا، جماعت اہل سنت میں آپ کی شان وشوکت کا پرچم آسمان کی بلندی پر گڑا ہوا تھا، آپ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ، مناظر، اصولی، متکلم، منطقی، فلسفی اور بے نظیر مدرس تھے، جہانِ درس وتدریس کے شہنشاہ اور اقلیمِ تعلیم وتفہیم کے تاجدار تھے، مگر ان تمام اوصاف کے ساتھ جس فضیلت کے سبب وہ اقران و امثال میں منفرد ویگانہ اور علمائے دہر وفضلائے دیار میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، وہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی سچی محبت وعقیدت اور مجددِ دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کی ذات سے والہانہ شیفتگی اور عشقِ جنوں خیز کی حد تک لگاؤ اور وارفتگی ہے۔ ؎

گدائے غوث ورضا ایسا نہ دیکھا کوئی
سراپا عشق ومحبت مرے مفتی شبیر

مفتی شبیر حسن رضوی

* مضمون نگار دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے مفتی واستاذ ہیں۔

راقم کے صفحۂ قلب اور حاشیۂ ذہن پر ان گنت مناظر ومشاہد ثبت ہیں جن سے آفتاب نیمروز کی مانند یہ حقیقت واضح ہے کہ امام العلما حضور مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ فنا فی الرضا کے درجہ پر فائز تھے، خلوت وجلوت، سفر وحضر، مجلس ومحفل، مسجد و مدرسہ اور ہر بزم وانجمن میں انہیں امام احمد رضا کا ذکر کرتے پایا گیا، وہ اس شعر کے مصداق تھے کہ ؎

اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام
سونپے ہیں اپنے انہیں کو سب کام

میں محبتِ رضا اور احترامِ بریلی کے حوالہ سے تفصیل کسی اور موقع کے لیے چھوڑ کر سردست صرف ایک جھلک دکھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

بحمدہ تعالیٰ میں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں، وہ خالص سنی بریلوی ماحول ہے، میں نے بچپن سے ہی ''نعرۂ مجددی یا اعلیٰ حضرت'' اور ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی ایمان افروز اور باطل سوز صدا سے اپنے کانوں کو فیض یاب کیا ہے، مگر جلوہ گاہِ مجدد اعظم کی قدر ومنزلت کا صحیح ادراک اور خانوادۂ رضویہ کی علمی خدمات اور اس کی ہمہ جہت کارکردگی سے واقفیت بارگاہِ امام العلما کی رہین منت ہے۔

جب میں نے الجامعۃ الاسلامیہ روناہی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے قدم رکھا تو استاذ العلما علامہ محمد نعمان خاں قادری علیہ الرحمۃ و الرضوان زیبِ مسندِ صدارت اور امام العلما حضور مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان زینتِ مسندِ شیخ الحدیث تھے، شوال المکرم میں تعلیمی سفر کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ماہ محرم الحرام آ گیا، حضرت استاذ العلما کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو طلبہ بریلی شریف عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت کرنا چاہتے ہوں وہ کرایہ جمع کر کے اپنی سیٹ ریزرو کرالیں۔

جن کی قسمت میں درِ رضا سے فیض یابی لکھی تھی وہ عرس سراپا قدس کی خیرات لے کر واپس آ گئے اور پھر قافلۂ علم وحکمت حسب سابق رواں دواں ہوگیا، برکتوں سے بہرہ مند ہو کر آنے والے طلبہ نے شہر شعور وآگہی اور مرکزِ محبت ووارفتگی کے حالات سے، حاضری سے محروم رہ جانے والوں کو بڑے شوق سے آگاہ کیا، دو چند سال یوں ہی گزرے، ادھر امام العلما کی درسگاہ فیض مآب میں شرف باریابی بھی حاصل ہوگیا، ولولۂ شوق کو آپ نے اس قدر تیز گام کر دیا کہ عرس مبارک کی تاریخ آنے سے پہلے ہی دل کی حالت یہ ہوگئی کہ ؎

سوئے درِ حبیب کھنچا جا رہا ہے دل
وارفتگی شوق کا موسم قریب ہے

حضور امام العلما کی بارگاہِ حکمت ودانائی میں جب بھی باریابی کی سعادت میسر آتی، کسی نہ کسی جہت سے ترانۂ عشق رضا سے محفل کو مسحور پاتا، رفتہ رفتہ دلِ ویراں محبتِ رضا کا لالہ زار بنتا گیا اور شعور وفکر کے افق پر تحقیقات رضویہ کی پر نور شعائیں بکھرنے لگیں، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸ء کی بات ہے، حضور امام العلما نے فرمایا "عرس رضوی" میں میرے ساتھ بریلی شریف حاضری دینا ہے، پھر کیا تھا بن مانگے مراد ملتی نظر آئی ؎

ہونا ہوتا ہے جب کوئی کار
غیب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

آخر وہ دن آیا، جب حضور والا کے دامن کرم کے سائے میں ''بریلی شریف'' کا مبارک سفر شروع ہوگیا، کاروانِ شوق شہر محبت وعقیدت اور مرکز اہل سنت میں پہونچا تو پھر ہمارے امام العلما کا اندازِ گفتگو، طرزِ تکلم، طریقۂ رہائش اور گفت وشنید کا معمول یکسر بدل گیا اور ایسا لگا کہ کسی شہنشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور رعبِ شاہی پورے ماحول پر غالب ہے، ابھی "مزار مجدد" پر حاضری بھی نہیں ہوئی تھی بلکہ گلیوں سے گزر ہو رہا تھا مگر تعظیم وتوقیر اور اعزاز واکرام کا ایسا انداز راقم نے پہلی بار دیکھا تھا، احترام دربار مجدد کا عالم یہ تھا کہ بریلی کی ہر گلی، ہر کوچہ نسبتِ رضا کے سبب مرکزِ محبت وعقیدت بنا ہوا تھا، تصور جاناں میں ڈوبنے کی کہاوت سنی جاتی ہے مگر یہاں پیکر محسوس دیکھا جا رہا تھا۔

نہایت ادب واحترام کے ساتھ محلہ سوداگران میں واقع مرجع خلائق اور انوار وتجلیات سے نور علی نور "مزار مجدد ملت" پر حاضری کے لیے بالآخر کاروانِ محبت پہنچ ہی بقیہ ص ۲۹ پر

خیر و خبر

## شہریت ترمیمی ایکٹ آئین مخالف: مولانا ملک الظفر

نفرت کی سیاست کا مکروہ و ناپسندیدہ عمل بند کیا جائے یہ ملک کی سالمیت اور فلاح و بہبود کے حق میں نہیں، راجدھانی پٹنہ میں اہل سنت و جماعت کی معروف دینی درس گاہ الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سیٹی میں گزشتہ دنوں منعقد ایک نشست میں ان خیالات کا اظہار سرپرست جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی صاحب نے فرمایا۔

انہوں نے کہا کہ ہمارا وطن ہندوستان پوری دنیا میں اپنی شاندار گنگا جمنی تہذیب کی بنیاد پہ جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں مختلف تہذیب و تمدن اختیار کرنے والے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ ماحول میں زندگی گزارتے چلے آرہے ہیں، بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے، مختلف رنگ و نسل سے وابستگی اختیار کرنے والے الگ الگ دین دھرم اپنانے والے اور جدا گانہ تہذیب و تمدن کے سائبان میں زندگی گزارنے والے لوگ ایک ہی سر میں سر ملا کر نغمہ سرا ہوتے ہیں۔ ع

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

انہوں نے فرمایا کہ افسوس! اس طرف کچھ دنوں سے سیاسی شعبدہ بازوں نے نفرت کی سیاست پہ اقتدار کی روٹی سینکنے کا کام شروع کر دیا ہے، ملک کی ترقی، خوشحالی اور فراہمی روزگار جیسے حساس، اہم اور بنیادی مسائل پہ توجہ دینے کی بجائے غیر متعلق اور غیر ضروری موضوعات پہ اپنی سرگرمیوں کی تمام توانائیاں صرف کرنا شروع کر دی ہیں، ملک کی معاشی اور اقتصادی صورت حال بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے، گرانی آسمان سے بات کر رہی ہے۔ بے روزگاری کا اژدہا نئی نسلوں کے مستقبل کو تاریک سے تاریک تر کر رہا ہے، ملک کا جی، ڈی، پی دن بدن زوال پذیر ہے ان حالات میں غیر ضروری موضوعات پہ سیاسی سرگرمی صاحبان اقتدار کی ناکامیوں کا افسانہ بیان کر رہی ہے۔

مولانا سہسرامی نے کہا کہ برسر اقتدار جماعت کے ذریعہ پاس کردہ قانون شہریت ترمیمی ایکٹ قومی منافرت کا اعلامیہ ہے ملک کا دستور و آئین قطعی اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ رنگ و نسل، زبان و تہذیب، مذہب و دھرم کی اساس و بنیاد پر کوئی قانون و ضابطہ بنایا جائے۔ ہر ہندوستانی کو اپنے اپنے مذہب کے احکام و ضوابط کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی دستور ہند نے دے رکھی ہے، دستور میں اس کی بھی صراحت ہے کہ مذہب کی بنیاد پہ اگر ان سے کوئی امتیاز روا رکھا جاتا ہے تو یہ دستور کی صریح خلاف ورزی ہوگی، قومی منافرت کا جو تاج محل تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے یہ ایکٹ اس کا سنگ بنیاد ہے۔

اس ایکٹ کے پاس ہو جانے کے بعد وہ تمام مسلمان جو پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے ہجرت کر کے آئے ہیں انہیں ملک میں برسہا برس رہنے کے باوجود یہاں کی شہریت کے جملہ حقوق سے محروم کر دیا جائے گا اور ان کی زمین و جائیداد ضبط کر کے انہیں قید و بند کی زندگی گزارنے پہ مجبور کر دیا جائے گا، جب کہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب و اقوام کے افراد کو شہریت حاصل ہوگی ایک جمہوری اور سیکولر ملک میں مذہب اور قوم کی بنیاد پہ نفرتوں کی یہ تقسیم ناقابل فہم ہے۔ ملک کی تمام سیکولر طاقتوں کو اتحاد و اتفاق سے اس ایکٹ کے خلاف آواز بلند کرنا چاہیے اور چھوٹی بڑی سیاسی، سماجی اور فلاحی تنظیموں کو بھی اس نفرت آمیز ایکٹ کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ابھی کچھ دنوں قبل آسام میں این، آر، سی کے تحت تقریباً ۱۹ ؍ لاکھ افراد غیر ملکی قرار دیئے گئے جن میں مسلمانوں کی تعداد قریب قریب پانچ لاکھ ہے، برسر اقتدار جماعت نے ایک مخصوص قوم کو ٹارگٹ کرتے ہوئے شہریت ترمیم ایکٹ پاس کیا ہے جسے ناکام بنانے کی ذمہ داری ہر ہندوستانی پہ عائد ہوتی ہے، سیکولر جماعت کے قائدین کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ جس سیکولرزم کے دعوے کے ساتھ میدان سیاست میں سرگرم عمل ہیں، اس کا بھرم رکھتے ہوئے قومی منافرت کی بنیاد پہ تیار اس ایکٹ کے خلاف کمر بستہ ہو جائیں۔

مولانا سہسرامی نے تمام سیکولر ہندوستانیوں سے اپیل کی کہ آپ اس ایکٹ کے خلاف اپنے رد عمل کا اظہار کریں، تنظیمیں

اور جماعتیں خاموش رہتی ہیں تو رہا کریں آپ بیدار ہو جائیے اپنی ذمہ داری محسوس کیجئے، یہ کام اب بہت زیادہ مشکل نہیں رہ گیا ہے، سوشل میڈیا نے آپ کو سہولت دے رکھی ہے۔ اس ایکٹ کے خلاف ایک مختصر سی تحریر ٹویٹر، فیس بک پہ پوسٹ کیجئے اور اپنے احباب و متعلقین کو بھی اس ایکٹ کی خطرناک جہتوں کا احساس دلا کر ان سے بھی پوسٹ کرائیے، یہ وقت کا سب سے زیادہ حساس، توجہ طلب اور نازک مسئلہ ہے، اگر آپ اس سوچ کے تحت خاموش رہ گئے کہ ہم تو اس کی زد سے باہر ہیں، ہمیں اس کے لیے کیا فکر مند ہونا، تو یقین جانئے کہ یہ پوری قوم کا اجتماعی جرم ہوگا اور کسی بھی قوم کے اجتماعی جرم کو قدرت اور تاریخ کبھی معاف نہیں کرتی۔ جاگیے، بیدار ہو کر سوشل میڈیا کے ذریعے اس ایکٹ کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کیجیے، اگر آپ اس نازک گھڑی میں بھی سوئے رہ گئے تو کروڑوں مسلمان اس کی زد میں آجائیں گے ان کی زمین جائیداد ضبط ہو جائے گی اور وہ جیل سے بھی بدتر زندگی گزارنے پہ مجبور کر دیئے جائیں گے۔

جامعہ کے جنرل سیکریٹری الحاج سید محمد ولی الدین رضوی نے کہا کہ ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں نفرت کی یہ گندی سیاست ملک کی برسوں کی پاکیزہ روایات کی چادر میلی کر رہی ہے، صاحبان اقتدار کی تو منصبی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ملک میں رہنے والے تمام افراد کو بلا تفریق مذہب و ملت تحفظ فراہم کریں، انہیں امن و سکون کے ساتھ زندگی گزارنے کی تمام تر سہولتیں مہیا کرائیں، نہ کہ انہیں ڈر اور خوف کے سائے میں زندگی گزارنے پہ مجبور کر دیں، یہ حکومت کے سامنے ایک بہت بڑا سوال ہے، سیکولر جماعتوں کو اس ایکٹ کے خلاف بہت ہی پامردی کے ساتھ محاذ سنبھالنا ہوگا۔

رپورٹ: اراکین الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ سیٹی

## ایڈیٹر سنی دنیا کے والد گرامی کا انتقال پر ملال

معروف اہل قلم حضرت مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کے والد گرامی عالی جناب محمود عالم صاحب ۸/نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ مبارکہ قریب سوا چار بجے شام کو اپنے دولت خانے پر (دمدمہ، مشرکھ سارن، بہار میں) انتقال فرما گئے، **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔

نماز جنازہ بروز ہفتہ ڈھائی بجے دن میں ہوئی، قرب وجوار کے سیکڑوں عوام وخواص نے جنازے میں شرکت کی اور دعائے مغفرت کی، نماز جنازہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے، نامور عالم ومفتی اور جامعۃ الرضا بریلی شریف کے نائب ناظم اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی مدظلہ العالی (سربراہ اعلیٰ جامعۃ الزہرا، مخدوم سرائے، سیوان بہار) نے پڑھائی۔

موصوف تقریباً ۹۱/سال کے تھے، بڑے ملنسار، بااخلاق اور باشرع انسان تھے، علاقے میں ہر دل عزیز تھے، اپنے بیگانے سبھی کے کام آتے تھے اسی لئے سارے لوگ ان کا ادب واحترام کرتے تھے، پس ماندگان میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، سبھی شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں، بڑی صاحبزادی کا دو سال قبل سلی گوڑی میں انتقال ہو گیا تھا۔

مولیٰ تعالیٰ موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

سوگوار (مولانا) محمد نور الدین رضا
آفس انچارج جامعۃ الزہرا، سیوان بہار

## وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی: مولانا ملک الظفر

**مفتی شبیر حسن رضوی کے وصال سے علمی دنیا میں ایک زبردست خلا**

صوبۂ بہار کی معروف دینی ومذہبی درسگاہ الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ پٹنہ سیٹی میں منعقد ایک تعزیتی نشست میں ان خیالات کا اظہار سرپرست جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے فرمایا۔

سنت کبیر نگر یوپی کے ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والی یہ علمی شخصیت اپنی بے پناہ خداداد علمی صلاحیتوں ولیاقتوں کی بنیاد پہ علمی آفاق پہ چھا گئی، معقولات ومنقولات پہ ایسی دسترس رکھنے والی

خبر و خبر

شخصیت اب خال خال ہی نظر آتی ہے، مذہب و مسلک کے وفادار و جاں نثار، صلح کلیت اور لبرل ازم سے سخت بیزار، اکابر علما کے معتمد، اماثل کے لیے سرمایۂ افتخار اور اصاغر کے لیے مثال تھی آپ کی شخصیت۔

طویل علالت کے بعد لکھنؤ کے رام منوہر لوہیا اسپتال میں ۱۱؍دسمبر بروز بدھ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ۱۲؍دسمبر بعد نماز عصر الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جہاں عرصۂ دراز تک مسند تدریس کی زیب و زینت کا سامان آپ بنے رہے، راہ طریقت میں سرکار مفتی اعظم ہند سے آپ کو شرف بیعت وارادت حاصل تھا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات و شخصیت ہمارے دور میں یقیناً اعتماد و اعتبار کا دستخط تھی۔ فقہ وافتا کے باب میں ان کا قلم بہت محتاط انداز میں اٹھتا تھا فکر رضا تو انہیں گھٹی میں پلا دیا گیا تھا۔ ان کے وصال سے جماعت اہل سنت ایک بڑے محدث، فقیہ، نبض شناس مفتی اور دقیقہ سنج استاذ سے محروم ہوگئی، کم و بیش ۵۰ سال تک علم وفکر کے اس آبشار سے نہ جانے کتنے تشنہ لبوں کو سیرابی حاصل ہوئی، آپ کے فیض یافتگان میں آج کے نامور صاحبان علم وفن ہیں۔

مولانا سہسرامی نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب نے تا حیات مسلک اعلیٰ حضرت کی شاندار اور باوقار نقابت و ترجمانی کا فریضہ انجام دیا، حق گوئی، بے باکی، صلابت فکری اور استحضار علمی آپ کے خاص اوصاف تھے۔ مختلف فیہ مسائل میں خواص کی نگاہ آپ کی جانب ضرور اٹھتی تھی اور آپ کی رائے اعتماد و اعتبار کی نظر سے دیکھی جاتی تھی۔

تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ آپ پر بے پناہ اعتماد و بھروسہ کا اظہار فرماتے، یقیناً آپ کے وصال سے جماعت اہل سنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، رب قدیر علمی دنیا میں پیدا ہونے والے اس خلا کو پُر فرمائے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے، آمین۔

جامعہ کے سکریٹری محترم الحاج سید محمد ولی الدین رضوی نے حضرت مفتی صاحب کے وصال پر اپنے قلبی درد و غم کا اظہار فرماتے ہوئے اسے اہل سنت و جماعت کے لیے ایک بڑے خسارے سے تعبیر کیا۔

الجامعۃ الرضویہ کے اساتذہ طلبہ واراکین حضرت کے وصال پہ اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے جماعت کا ایک بڑا نقصان محسوس کررہے ہیں، ہم تمام وابستگان جامعہ حضرت کے اہل خانہ کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں رب قدیر انہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

رپورٹ: اراکین الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ سیٹی

ص ۵۸؍ کا بقیہ..........................................

کبھی آئے نہ نفرت کی خزاں خواجہ کی دھرتی پر
محبت کی کلی ایسی کھلانے کی ضرورت ہے
کریں گے اور نہ کرتے ہیں سمرتھن ہم سی اے بی کا
ہمیں یہ ملک بھر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے
ہماری قوم کب تک سوتی جائے گی یونہی قدسی
انہیں اب خوابِ غفلت سے جگانے کی ضرورت ہے

ص ۵۸؍ کا بقیہ..........................................

دیکھو ذرا، جماعتِ شبیر کا عُلُو
اَب تک نشاں یزید کے، گم کربلا میں ہیں
مل جائیں اِستقامت و جُرأت کے ولولے
ہم پر ہو یا الٰہی کرم، کربلا میں ہیں
چل کر فریدی! حق کی جماعت کا ساتھ دو
دینِ خدا کے جاہ و حشم کربلا میں ہیں

◆◆◆

منظومات

## سبق ظالم حکومت کو سکھانے کی ضرورت ہے

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسیؔ، نیویارک امریکہ)

مسلمانوں کو میداں میں اب آنے کی ضرورت ہے
سبق ظالم حکومت کو سکھانے کی ضرورت ہے
وطن کی آبرو بڑھ کر بچانے کی ضرورت ہے
سکوں کی راہ سے پتھر ہٹانے کی ضرورت ہے
وطن ہے یہ ہمارا اس کے باعزت ہیں ہم شہری
ہم اس کے دست و بازو ہیں بتانے کی ضرورت ہے
ہمارا چھین سکتا ہے کوئی بنیادی حق کیسے
نڈر ہو کر ہمیں ہمت دکھانے کی ضرورت ہے
ہے اس مٹی میں ہم سب کے بزرگوں کا لہو پیوست
نئی نسلوں کو یہ سب کچھ سنانے کی ضرورت ہے
جو بے دردی سے کرتے جاتے ہیں جمہوریت کا خون
ہمیں ان کے عزائم کو مٹانے کی ضرورت ہے
سروں سے پانی اونچا ہو گیا اب، حوصلوں کے ساتھ
مظالم کا ہمیں دفتر جلانے کی ضرورت ہے
یہ سب ہیں امن کے خونی تعصب ان کا ہے شیوہ
درندوں کو حکومت سے ہٹانے کی ضرورت ہے
بہت اب ہو گء رسا کشی لو ہوش کے ناخن
ہمیں اب شمع یکجہتی جلانے کی ضرورت ہے
جنہیں حاکم بنایا تھا وہی ہیں بر سر پیکار
انہیں احساسِ نااہلی دلانے کی ضرورت ہے
گلا انصاف کا جو گھونٹتے ہیں حکمرانِ وقت
بصورت احتجاج ان کو دبانے کی ضرورت ہے
مدرس ہوں مقرر ہوں کہ عالم ہوں کہ ہوں مرشد
انہیں رنگِ قیادت اب جمانے کی ضرورت ہے
وطن کے سارے غداروں کو دے کے اب شکست فاش
وفا کا پیڑ ہر دل میں لگانے کی ضرورت ہے
شہیدانِ وطن کا جذبۂ ایثار اپنا کر
ہمیں دیوار سازش کی گرانے کی ضرورت ہے

بقیہ ص ۵۷ ر پر

## چاروں طرف سے وار ہے، ہم کربلا میں ہیں

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدیؔ، مسقط عمان)

چاروں طرف سے وار ہے، ہم کربلا میں ہیں
پھر سے حسینیوں کے قدم کربلا میں ہیں
سچائی پر دباؤ ہے جھوٹوں کے ظلم کا
نُطق و زبان و فکر و قلم کربلا میں ہیں
نکلو! اگر تمہیں بھی ہے مِلّت کا کچھ خیال
سارے دفاعِ حق کے عَلَم کربلا میں ہیں
بت خانہ و کلیسا کی رسموں کا ہے فروغ
اسلام کی بقا کے حرم، کربلا میں ہیں
خالی نہیں یزیدی فریبوں سے کوئی خاک
چاہے عرب ہو یا کہ عجم، کربلا میں ہیں
گھبراؤ مت اے مومنو! دشمن کی فوج سے
اپنے وجود، اُن کے عدم کربلا میں ہیں
ہے شامِ موت بھی یہاں صبحِ حیاتِ نَو
حقّانیت کے اَوج رقم کربلا میں ہیں
مٹ کر بھی اُس کی خاک سے، سورج بنیں گے ہم
ہم کو نہیں شکست کا غم، کربلا میں ہیں
ہم نے ہزاروں آگ کے دریا کئے ہیں پار
جان و جگر ہمیشہ سے ضَم کربلا میں ہیں
ہے مومنوں کو اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن کا پیام
اَوج و کمال رب کی قسم کربلا میں ہیں
قرآں نے دی بشارتِ کَمْ مِنْ فِئَۃٍ ہمیں
کچھ غم نہیں حسینی جو کم کربلا میں ہیں
راہِ خدا میں رکھ دیا سب کچھ سمیٹ کر
ساری خوشی، تمام اَلم، کربلا میں ہیں
قربانیاں یہاں کی، نہیں جاتیں رائیگاں
وا، ہم پہ بابِ ہَشت اِرَم کربلا میں ہیں
ہر حال میں یہاں ہیں بلندی کے فیصلے
اسلام کی بہار کے یَم کربلا میں ہیں

بقیہ ص ۵۷ ر پر

मसलके आला हज़रत का नक़ीब व पासबान
माहनामा सुन्नी दुनिया बरेली शरीफ़

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोट:-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इशाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

FEBRUARY - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

MARCH-2020 Rs. 25/-

رجب المرجب ۱۴۴۱ھ / مارچ ۲۰۲۰ء

مدیر اعلیٰ

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA


- موجودہ ملکی حالات اور علما کا کردار
- احکام جنازہ
- اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار
- ایمان، کفر اور تکفیر
- علم فلکیات اور امام احمد رضا
- عقیدے کا سفر اجمیر سے بریلی تک
- حضور تاج الشریعہ کی عربی شاعری
- شہریت ترمیمی قانون! پس منظر و پیش منظر
- احتجاجی تشدد پر دوہرا معیار
- حوا کی بیٹیوں نے پرچم ہند کو آنچل بنالیا
- ملفوظات تاج الشریعہ
- نبیل ملت اور شیر نیپال کا وصال! اہل سنت کا عظیم خسارہ


مُدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

**بیادگار**

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

سواد اعظم اہلسنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی ادبی و اصلاحی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۳
Issue No. 3
Vol. 5 جلد نمبر ۵

رجب المرجب ۱۴۴۱ ہجری
مارچ ۲۰۲۰ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمجید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

| رابطہ کا پتہ | Email: | Contact Address |
|---|---|---|
| ماہنامہ سنی دنیا<br>۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت<br>بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳ | sunniduniya@aalaahazrat.com<br>nashtarfaruqui@gmail.com<br>atiqahmad@aalaahazrat.com<br>Visit Us:<br>www.sunniduniya.com<br>www.aalaahazrat.com<br>www.cisjamiaturraza.ac.in | MAHNAMA SUNNI DUNIYA<br>82-Saudagran, Dargah Aalahazrat<br>Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003<br>Contact Numbers<br>0581-2458543, 2472166, 3291453 |

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں

مشمولات


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| اداریہ | موجودہ ملکی حالات اور علما کا کردار | عبدالرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| اسلامیات | احکام جنازہ | مفتی صابر القادری فیضی | ۷ |
| اسلامیات | اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار | مفتی محمد ساجد احمد رضوی | ۱۲ |
| نقدونظر | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۱۹ |
| رضویات | علم فلکیات اور امام احمد رضا | مفتی محمد رفیق الاسلام نوری | ۲۳ |
| اسلاف واخلاف | عقیدے کا سفر اجمیر سے بریلی تک | مفتی محمد عابد حسین رضوی | ۲۹ |
| ازہریات | حضور تاج الشریعہ کی عربی شاعری | مولانا طفیل احمد مصباحی | ۳۷ |
| احوال وطن | شہریت ترمیمی قانون! پس منظر و پیش منظر | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۴۰ |
| ● | احتجاجی تشدد پر دوہرا معیار | مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی | ۴۳ |
| ● | حوا کی بیٹیوں نے پرچم ہند کو آنچل بنا لیا | حافظ ہاشم قادری صدیقی | ۴۷ |
| ملفوظات | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۴۹ |
| یادرفتگاں | نبیل ملت اور شیر نیپال کا وصال! اہل سنت کا عظیم خسارہ | مولانا انیس عالم سیوانی | ۵۲ |
| ● | امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی | مفتی اختر حسین علیمی قادری | ۵۵ |
| خیروخبر | سراج ملت تاحیات مسلک کا علم بلند کرتے رہے | اراکین دارالعلوم مفتی اعظم | ۵۷ |
| ● | امام العلماء علیہ الرحمہ کا عرس چہلم شریف | محمد سمیع الدین رضوی جامعی | ۵۷ |
| منظومات | فکر پانی، پانی پانی روشنائی ہو گئی | ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی | ۵۸ |
| ● | سروری جس پہ کرے ناز وہ سرور صدیق | حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ | ۵۸ |
| ● | ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا | علامہ سید اولاد رسول قدسی | ۵۸ |
| ● | نادان جفاؤں کا ضرر بھول گئے تھے | مولانا سلمان رضا فریدی | ۵۸ |


حق ہمیشہ سربلند رہتا ہے

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

# موجودہ ملکی حالات اور علما کا کردار

اس وقت وطن عزیز حکومت کے ذریعہ پیدا کئے گئے جس سنگین بحران کا شکار ہے اس سے دنیا کا ہر تعمیری ذہینت کا حامل فکرمند ہے، اخوت وبھائی چارگی کی فضا مکدر ہو کر رہ گئی ہے، ہر طرف خوف و ہراس کا ماحول ہے، ہر جانب امید وبیم اور کش مکش کا عالم ہے، ملکی دستور اپنی ناقدری پہ آنسو بہا رہا ہے، قوم نے جنھیں ملک کی تعمیر وترقی کی باگ ڈور سونپی تھی وہ نفرتوں کی تجارت میں مگن ہیں، وہ اپنی زہر افشانیوں سے قومی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، وہ نفرت وعداوت کی کاشت کرنے کیلئے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں، ایسے مخدوش حالات میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو صرف علما پر طعن وتشنیع کے تیروں کی بوچھار کرنے میں مصروف ہیں جیسے موجودہ حالات کیلئے علما ہی ذمہ دار ہوں۔

ہر چھوٹی بڑی بات میں علما کو مورد الزام ٹھہرانے کی یہ عجیب و غریب روایت گزشتہ چند سالوں سے نکل پڑی ہے، قوم وملت کے لئے یقیناً اس قبیح روایت کا چلن کسی مثبت نتیجے کا سبب نہیں، علما اگر سیاست میں دلچسپی لینے لگیں تو کسی سے یہ بھی برداشت نہیں ہوتا اور اگر سیاست سے دوری بنالیں تو ساری ناکامیوں کا ٹھکرا بھی انھیں کے سر پھوڑا جاتا ہے یعنی صورت حال چاہے جو بھی ہو ”بلی کا بکرا“ تو علما کو ہی بننا ہے، خیر جہاں تک CAA کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا تعلق ہے، اس میں علما کی شمولیت نا کے برابر ہوئی جسے سب نے محسوس کیا، کسی نے اس چیز کو قوم کے لئے مثبت پہلو گردانا تو کسی نے اسے منفی قرار دیا، اس کیلئے ہر ایک کے پاس اپنی اپنی دلیل ہے، معروف صحافی جناب شکیل شمسی نے علما کے اس عمل کو مثبت قرار دیتے ہوئے لکھا:

”سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ تحریک شروع تو ہوئی مسلمانوں سے ناانصافی کئے جانے کے خلاف، مگر کسی ایک جگہ بھی اس تحریک نے فرقہ واریت کو اپنے درمیان آنے نہیں دیا، فسادیوں، مفسدوں، فسطائی طاقتوں اور فرقہ پرستوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح سے اس تحریک کو کمزور کر دیا جائے مگر جینس، ٹی شرٹ اور جیکٹ میں ملبوس نوجوانوں نے کرتہ پائجامہ اور شیروانی پہننے والے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ایسی ایکتا دکھائی کہ فرقہ پرستی بے لباس ہوگئی، اس تحریک سے پہلے مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لئے ہم نے جو بھی تحریکیں شروع ہوتے دیکھی تھیں ان میں علما یا ملی تنظیموں کی طرف سے نعرے دیئے جاتے تھے، پوسٹر لگائے جاتے تھے، مسلم اکثریتی علاقوں کی مساجد سے اعلان کیا جاتا تھا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر آپ کو نکل کر اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے آواز بلند کرنا ہوگی اور پرجوش مسلمانوں کے جتھے ٹوپیاں پہن کر نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے نکل پڑتے تھے، مگر اس بار ایسا کچھ بھی نہیں ہوا........... اس بار وہ کسی عالم دین کو اپنی رہنمائی کے لئے تلاش نہیں کر رہے تھے، اس بار ان کی نگاہیں محراب ومنبر پر نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے عزم کو اپنا رہنما بنا کر نکلے اور ان کے انسانی اور شہری حقوق کی حفاظت کے لئے غیر مسلم لڑکے اور لڑکیاں جس طرح ساتھ ہو لئے اس کو دیکھ کر تمام فرقہ پرست طاقتیں دل مسوس کر رہ گئیں، شاید اسی کامیابی سے کھسیا کر سیکولر طلبا کی تحریک کو اب پولیس کے افسران ایک مسلم تنظیم کی سازش قرار دینے میں لگے ہیں جبکہ ایک عام انسان بھی جانتا ہے کہ عوام خود بخود سڑکوں پر نکلے، ان کو بھڑکانے والا کوئی نہیں تھا، دوسری طرف مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات کی شکایت کر رہا ہے کہ علمائے کرام اس مہم میں شامل کیوں نہیں ہیں؟ شاید اس طبقے کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ علما اور مولویوں کے میدان میں نہ آنے کی وجہ سے ہی ابھی تک شہریت ترمیمی قانون کے نفاذ کے خلاف چل رہی تحریک پر فرقہ واریت کا کھیل شروع نہیں ہو سکا ہے، ہمیں لگتا ہے کہ جس دن علمائے کرام اور مولوی حضرات اسٹیج پر آجائیں گے اسی دن سادھو، سنت اور سنیاسی ان کے خلاف میدان میں اتار دیئے جائیں گے، اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ فسطائی طاقتوں کی طرف سے اس بات کی پوری کوشش ہو رہی ہے کہ سی اے اے کے معاملے کو فرقہ پرستی کا روپ دیا جا سکے۔“ [روزنامہ انقلاب]

معلوم ہوا کہ CAA, NRC یا NPR کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں جو بلا اختلاف مذہب وملت ہندوستانیوں کی بھیڑ نظر آ رہی ہے وہ علما کی قیادت کی صورت میں شاید ہی نظر آتی، اس لئے ہمیں ہر بات میں علما کی تنقید وتنقیص اور ان پر الزام عائد کرنے سے باز رہنا چاہئے، ہم میں سے ہر فرد کی اپنی ایک ذمہ داری ہے، اگر ہم اسے ذمہ داری سے نبھانے لگے تو یقیناً کامیابی ہماری ہوگی۔ ◆◆◆

اداریہ

ص ۵۷ ؍ کا بقیہ..........

کے عرس میں آنے والو! عرس میں آنا کمال نہیں ہے، بلکہ عرس سے صحیح پیغام لیکر جانا اور اس پر عمل کرنا کمال ہے، آپ نے فرمایا کہ سراجِ ملت پوری زندگی نبی کی محبت کا مشن چلاتے رہے، ان کی زندگی کا نصب العین جانِ ایمان کی محبت کو عام کرنا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ مصطفیٰ جانِ رحمت کے عاشق صادق امام احمد رضا کے مسلک کا علم بلند کرتے رہے۔ اس چیز نے ان کی محبت کو اہل ایمان کے دلوں میں پیوست کر دیا، حضور بادشاہ میاں نے فرمایا کہ اہل محبت کو چاہئے کہ وہ سراجِ ملت کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے ان کے صاحبزادوں کا ہر موڑ پر ساتھ دیں اور کاندھے سے کاندھا ملا کر چلیں۔

دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم کے مہتمم اور پرنسپل جانشین حضور سراجِ ملت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی نے تمام علما و مشائخ وشرکا حضرات کا شکریہ ادا کیا اور حضور سراجِ ملت کے نمایاں اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سراج ملت کی حیات کا سرمایہ مسلک اعلیٰ حضرت کا تحفظ اور اس کی اشاعت ہے، آپ نے کہا کہ حضور سراجِ ملت کا مجاہدانہ کردار ہمارے لیے ایک نمونہ ہے جسے ہمیشہ اور آج کے حالات میں خصوصی طور پر زندہ رکھنے کی ضرورت ہے، جانشین سراج ملت نے حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان مسلمان بن جائیں تو کوئی ان کا بال بیکا نہیں کرسکتا آپ نے کہا کہ ہندوستانی مسلمان یہیں پیدا ہوا ہے اور یہیں مر کر دفن ہوگا، دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو ہندوستان سے الگ نہیں کرسکتی۔ سید صاحب نے سراجی تیور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ایک NRC نہیں ۶۵ NRC۳ جیسے غیر دستوری قانون لاؤ CAB کو اپنی طاقت کے بل پر CAA کر ڈالو غریب نواز کے بھارت کا مسلمان اس ملک کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا، ہندوستان کا غیور مسلمان کسی پارٹی کے رحم و کرم پر نہیں، بلکہ غریب نواز کے فیضان کرم پر زندگی گزارتا ہے اور گزارتا رہے گا اس لیے مسلمان قطعا ہراساں نہ ہوں، ہاں مسلمان بن کر دکھائیں تا کہ اسلام کی حقانیت روشن ہو اور ہماری نسلیں ہم پر فخر کرسکیں، شہزادۂ حضور سراجِ ملت حضرت سید جیلانی میاں، نواسۂ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ انس رضا قادری (انس میاں) مہتمم جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف، حضرت سید شعیب رضا (بریلی شریف) حضرت حافظ وقاری سید احمد رضا نورانی میاں، حضرت سید ابوالہاشم سبحانی میاں، حضرت سید اعجاز احمد مدنی میاں، الحاج صوفی محمد عیسیٰ نوری بابا (ماہم) مفتی غلام غوث رضوی (بلگرام) القلم فاؤنڈیشن پٹنہ کے بانی مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ، فاضل بغداد حضرت مولانا انیس عالم سیوانی جنرل سیکریٹری امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ، قاضی مہاراشٹر مفتی اشرف رضا قادری، مفتی محمود اختر القادری علامہ فرقان رضا رضوی (بریلی شریف) مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحلؔ (علیگ) اسیر حضور مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری (رضا اکیڈمی) حضرت حافظ عبد القادر (دارالعلوم حنفیہ رضویہ) مولانا عبد الجبار ماہر القادری، مولانا فرید الزماں، مولانا امین القادری، حضرت مفتی مدثر رضوی (آگرہ) مولانا امان اللہ رضا نوری، قاری عبد الرحمٰن ضیائی، مولانا غلام ناصر رضوی (جامعہ کنز الایمان اندھیری) مولانا نظام الدین رضوی (بہار) مفتی مبشر رضا رضوی، مولانا مسعود احمد رضوی (الجامعۃ الرضویہ کلیان) مولانا جہانگیر اشرف (والدھونی کلیان) مولانا احمد رضا پرنسپل الجامعۃ الرضویہ کلیان، قاری شمشیر رضا رضوی (کلیان) قاری نیاز احمد رضوی، حافظ مجاہد رضا سراجی (ناظم اعلی جامعہ قادریہ رضویہ پربھنی مہاراشٹر) حافظ محمد شکیل رضا سراجی (مدھوبنی) مولانا نصیر احمد سراجی (چھپرہ) مولانا برکت اللہ رضوی (گوپال گنج بہار) محمد نور محمد رضوی (شیموگہ) نقیب اہلسنّت جناب عدنان رضا اسمٰعیلی (لکھنو) قاری مشتاق احمد تیغی، مولانا غلام ربانی رضوی، مولانا عظیم الدین نوری سراجی، احسن الشعراء جناب ذیشان متھراوی (کلکتہ) حافظ حاجی حسان رضا کلکتوی، محترم عبد الرحمٰن جامی (لکھنؤ) عبد المصطفیٰ (ادونی) کے علاوہ ممبئی و مضافات کے علما و ائمہ اور دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم کے تمام اساتذہ اور طلبا نے شرکت کی، اخیر میں صلوٰۃ وسلام و حضور بادشاہ میاں کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: اراکین دارالعلوم مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی

تیسری قسط

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

# احکام جنازہ

## مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے متعلق ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم و رواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات و منکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھایئے۔ [فاروقی]

اسلامیات

### جنازہ کو کندھا دینے کا طریقہ

**مسئلہ:** سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے پھر داہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے۔

حدیث شریف میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے، نیز حدیث میں ہے جو جنازے کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرما دے گا۔ (الجواہرۃ النیرہ، کتاب الصلاۃ باب الجنائز، صفحہ ۱۳۹)

**مسئلہ:** جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، ٹھیلے پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے، چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ (ہندیہ)

**مسئلہ:** چھوٹا بچہ شیرخوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اُٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لیے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ (ہندیہ، ص ۱۶۲)

**مسئلہ:** جنازہ متعدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میّت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ جنازے سے پیچھے چلیں اور داہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اُسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ (ایضاً)

### عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے

**مسئلہ:** عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا، ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اُسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے بلکہ دل سے اُسے بُرا جانے اور شریک ہو۔ (صغیری صفحہ ۲۹۳)

**مسئلہ:** جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہئے اور جنازے کے ساتھ آگ لے جانے کی ممانعت ہے۔

**مسئلہ:** جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت یعنی خاموشی کی حالت میں ہونا چاہئے موت اور احوال اور اہوال قبر کو پیش نظر رکھیں دنیا کی باتیں نہ کریں، نہ ہنسیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا فرمایا تو جنازہ میں ہنستا ہے تجھ سے کبھی کلام نہ کرونگا، ورنہ ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے۔ (صغیری، صفحہ ۲۹۲)

معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ یا قبرستان میں دنیاوی گفتگو کرنا ناجائز و ممنوع ہے اور چپ رہنا یعنی خاموشی لازم ہے۔

**مسئلہ:** جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لیے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ

ہوں، یوں ہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضروری نہیں ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اُٹھے اور جائے، جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں یا سر بلکہ آڑ رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔

جنازہ اُٹھانے پر اُجرت لینا دینا جائز ہے جب کہ اور اُٹھانے والے موجود ہوں۔ (ایضاً)

مگر جو ثواب جنازہ لے چلنے پر حدیث میں بیان ہوا اُسے نہ ملے گا کہ اس نے تو بدلہ لے لیا۔

**مسئلہ:** میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص کا ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

**مسئلہ:** جو شخص جنازے کے ساتھ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے اور نماز کے بعد اولیائے میّت سے اجازت لے کر واپس ہوسکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ (ہندیہ، صفحہ ۱۶۵)

**مسئلہ:** قبر میں اترنے والے دو تین جو مناسب ہوں، تعداد اس میں خاص نہیں اور بہتر یہ کہ قوی و نیک و امین ہوں کہ کوئی بات نہ مناسب دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ (الفتاویٰ الہندیہ، صفحہ ۱۶۶)

**مسئلہ:** میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعاء پڑھیں بِسمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلیٰ مِلَّةِ رَسُولُ اللهِ اور ایک روایت میں بِسمِ اللهِ کے بعد وَفِی سَبِیلِ اللهِ بھی آیا ہے۔ (تنویر الابصار ور دالمختار صفحہ ۱۶۹)

**مسئلہ:** عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ اگر بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔

**مٹی دینے کا طریقہ**

تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے، مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں، پہلی بار کہیں، مِنهَا خَلَقنٰکُم دوسری بار وَفِیهَا نُعِیدُ کُم تیسری بار وَمِنهَا نُخرِجُکُم تَارَةً اُخریٰ۔

**مسئلہ:** شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میّت کے منھ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں، بلکہ دُرِّمختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے، اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی امید ہے اور میّت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے، ایک شخص نے اس کی وصیت کی تھی انتقال کے بعد سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھ دی گئی، پھر کسی نے انھیں خواب میں دیکھا حال پوچھا، کہا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے، فرشتوں نے جب پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی، کہا تو عذاب سے بچ گیا۔

(الدرالمختار، صفحہ ۱۷۰)

یوں بھی ہوسکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینہ پر کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھے، ہاں نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پیشتر کلمہ کی انگلی سے لکھیں روشنائی سے نہ لکھیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۶)

**نماز جنازہ کی فضیلت**

نماز جنازہ مسلمان کا حق اور فرض کفایہ ہے، آبادی کا ایک آدمی بھی اگر میّت پر نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا اگر کسی نے بھی نہ پڑھی اور یونہی دفن کر دیا تو اس آبادی کے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔

احادیث کریمہ میں نماز جنازہ کی عظیم فضیلت ارشاد ہوئی ہے کہ مسلمان کسی مؤمن کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اور ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہوگی اور پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا۔

**حدیث:** جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ)

**حدیث:** جس میّت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں ان کی شفاعت ان کے حق میں قبول ہوگی۔ (مسلم، نسائی، مسند احمد)

مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کریگا۔

**حدیث:** جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ جو

کہ تین صف کی مقدار کو پہنچتا ہو، نماز پڑھے، اس کی مغفرت ہوجائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

**حدیث:** جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخشا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

**حدیث:** جس مردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے اُن کی شفاعت ان کے حق میں قبول ہو۔ (نسائی)

**حدیث:** جس مسلمان پر سو آدمی نماز پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔ (طبرانی کبیر)

شریعت مطہرہ انسانوں کے لیے پیغام رحمت ہے اس نے صرف فرضیت کفایہ پر اکتفانہ فرمایا بلکہ نماز جنازہ میں نمازیوں کے لیے عظیم و اعظم افضال الٰہیہ کے وعدے دئے کہ لوگ اگر نفع میّت کے خیال سے جمع نہ ہوں گے اپنے فائدے کے لیے دوڑیں گے، اس مطلب کی چند احادیث کریمہ یہ ہیں۔

**حدیث:** جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے، اس کے لیے ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ جیسے دو بڑے پہاڑ ان میں کا چھوٹا کوہ اُحد کے برابر۔ (صحاح ستہ)

**حدیث:** جو شخص کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہو چکے، اس کے لیے تین قیراط اجر لکھا جائے، ہر قیراط کوہِ اُحد سے بڑا ہوگا۔ (طبرانی اوسط)

**حدیث:** جو کسی جنازہ میں اہل جنازہ کے پاس تک جائے اس کے لیے ایک قیراط ہے پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔ (بزار)

**حدیث:** جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اُٹھائے نماز پڑھے اور جو ناقص نظر آئے اسے چھپائے، وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (ابن ماجہ، فتاویٰ رضویہ ج ۴، صفحہ ۴۴، ۵۰، ۵۱)

**نماز جنازہ پڑھنے والے مؤمنین کے لیے اوّلین تحفہ**

نماز جنازہ مومنوں کا پہلا تحفہ ہے اس کی برکت یہ ہے کہ نماز پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

**حدیث:** حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومنوں کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کی مغفرت ہوجاتی ہے جس نے میّت پر نماز پڑھی۔ (نوادر الاصول)

**حدیث:** مؤمن کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر نماز پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ (دار قطنی)

**حدیث:** اس کی موت کے بعد مسلمانوں کا سب سے پہلا بدلہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازے کے پیچھے چلیں گے ان سب کی بخشش ہوجاتی ہے۔ (شعب الایمان)

**حدیث:** مسلمان کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو اس کے جنازے میں نکلے اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ (خطیب)

**حدیث:** جب کوئی جنتی شخص مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اُٹھانے والے اس کے پیچھے چلنے والے اور اس پر نماز پڑھنے والوں کو عذاب دینے سے حیا فرماتا ہے۔ (مسند الفردوس)

**حدیث:** مؤمن کو جو سب سے پہلی بشارت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اُسے اس کی مرضی سے ولی اللہ بشیر کہا جاتا ہے اور جنت اس کا خیر مقدم اور استقبال کرتی ہے۔

**مسئلہ:** نماز جنازہ میں دو رُکن ہیں چار بار اللہ اکبر کہنا اور قیام، بغیر عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوئی اور اگر ولی یا امام بیمار تھا اس نے بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی، تو ہوگئی۔ (درمختار، ردالمختار)

**مسئلہ:** نماز جنازہ میں تین چیزیں سنّت مؤکدہ ہیں اللہ عزوجل کی حمد وثنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود، میّت کے لیے دعا۔

**نماز جنازہ کا طریقہ**

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اگر کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مؤمنین ومؤمنات کے لیے دعا کرے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعا پڑھے جو احادیث میں

اسلامیات

واردہیں اور ماثور دعائیں جو اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو کہ امورِ آخرت سے متعلق ہو۔ (جوہرہ وغیرہ)

جنازے کی ماثور دعا ایک یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیۡرِنَا وَکَبِیۡرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنۡثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنۡ اَحۡیَیۡتَہٗ مِنَّا فَاَحۡیِہٖ عَلَی الۡاِسۡلَامِ وَمَنۡ تَوَفَّیۡتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الۡاِیۡمَانِ۔

**مسئلہ:** میّت مجنون یا نابالغ ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجۡعَلۡہُ لَنَا اَجۡرًا وَّ ذُخۡرًا وَّاجۡعَلۡہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا۔ اور لڑکی ہو تو اَجۡعَلۡھَا اور شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً پڑھے۔ (جوہرہ نیرہ)

**توضیح:** مجنون سے مراد وہ مجنون ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہو کہ وہ مکلف ہی نہ ہوا، اور اگر جنون عارض ہے تو اس کی مغفرت کی دعا کی جائے جیسے اوروں کے لیے کی جاتی ہے کہ جنون سے پہلے تو وہ مکلف تھا اور جنون کے پیشتر کے گناہ جنون سے جاتے نہ رہے۔ (غنیہ)

**مسئلہ:** چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے۔ (بہار شریعت حصّہ چہارم)

## تین صف کی فضیلت

جس کی نماز جنازہ میں لوگ تین صف ہوں اس کیلئے امید مغفرت ہے اس میں تین صف کی بڑی اہمیت ہے، حدیث میں ہے جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اس کیلئے جنّت واجب ہوگئی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی صرف سات آدمی تھے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی، دوسری دو کی اور تیسری صف ایک شخص کی۔ (مسند امام اعظم، فتاویٰ رضویہ جلد ۴، صفحہ ۷۸)

اس سے ثابت اور معلوم ہوا کہ تیسری صف میں اگر تنہا ایک ہی شخص کی ہو تو کوئی قباحت نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے، یہ حکم دنیا میں تو ہے ہی آخرت میں بھی جب فرشتوں کی صفیں ہوں گی تو ایک فرشتہ کی تنہا ایک صف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف ہو کر۔ (سورۃ النساء، آیت ۳۸)

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ روح آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے، اللہ رب العزت ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح روزِ قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔ (تفسیر ابن جریر)

دوسری روایت میں ہے روح ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا، اور تمام فرشتے مل کر ایک صف تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔ (معالم التنزیل)

صلاۃ مطلقہ یعنی رکوع وسجود والی نماز میں سب سے افضل صف اوّل ہے اور نماز جنازہ میں سب سے افضل صف اخیر ہے صلاۃ مطلقہ میں جب تک پہلی صف پوری نہ ہو جائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ ج۴ رصفحہ ۸۰)

## دفن کے بعد نماز جنازہ

دفن سے پہلے اگر کسی میّت پر نماز جنازہ نہیں ہوئی تو دفن کے بعد پڑھی جائے گی کتنے دن تک پڑھی جائے گی؟

اس مسئلہ سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب تک میّت کا بدن سالم ہونے کا گمان ہو تب تک پڑھی جائے گی اور یہ معاملہ اختلاف موسم، زمین کے حال اور میّت کے حال سے، جلدی و دیر میں مختلف ہوجاتا ہے۔

.........جاری

ص ۵۸ رکا بقیہ........

بے گماں شمع نبوت کے ہیں آئینہ چار
یعنی عثمان و عمر حیدر و اکبر صدیق

سارے اصحاب نبی تارے ہیں اُمّت کیلئے
ان ستاروں میں بنے مہر منور صدیق

ثانی اثنین ہیں بو بکر خدا میرا گواہ
حق مقدم کرے پھر کیوں ہو مؤخّر صدیق

زیست میں موت میں اور قبر میں ثانی ہی رہے
ثانی اثنین کے اس طرح ہیں مظہر صدیق

اسلامیات

وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کے ہیں یہ فرد کامل
حشر تک پائے نبی پر ہیں دھرے سر صدیق

ان کے مدّاح نبی ان کا ثنا گو اللہ
حق ابو الفضل کہے اور پیمبر صدیق

بال بچوں کے لئے گھر میں خدا کو چھوڑیں
مصطفیٰ پر کریں گھر بار نچھاور صدیق

ایک گھر بار تو کیا غار میں جاں بھی دے دیں
سانپ ڈستا رہے لیکن نہ ہوں مضطر صدیق

کہیں گرتوں کو سنبھالیں کہیں روٹھوں کو منائیں
کھودیں الحاد کی جڑ بعد پیمبر صدیق

علم میں زہد میں بے شبہ تو سب سے بڑھ کر
کہ امامت سے تری کھل گئے جوہر صدیق

اس امامت سے کھلا تم ہو امام اکبر
تھی یہی رمز نبی کہتے ہیں حیدر صدیق

تو ہے آزاد سقر سے ترے بندے آزاد
ہے یہ سالکؔ بھی ترا بندۂ بے زر صدیق

ص ۵۶ رکا بقیہ ..........................................

گم ہو جاتا۔ ؎

نبی کے عشق رضا کی ولا میں مستغرق
مریض بادۂ وحدت مرے مفتی شبیر

اختتام محفل پر نعت خوانوں کو انعام عطا فرماتے، کلمات پند و موعظت سے نوازتے، دعائیں دیتے اور کبھی کبھی امام اہل سنت کے اشعار کے معانی و مطالب بیان فرماتے۔

حضرت حافظ وقاری مولانا حیدر علی صاحب ساکن روناہی مقیم حال کلکتہ اور ان کے والد ماجد حاجی احمد علی صاحب مرحوم امام العلما سے کمال اکرام و اعزاز کا معاملہ رکھتے مولانا حیدر علی صاحب جب کبھی کلکتہ سے روناہی آتے اور حضرت کی بارگاہ میں حاضری دیتے تو حضرت ''کلام رضا'' سنانے کا حکم فرماتے پھر وہ اپنے مخصوص لب و لہجہ میں نغمہ سنجی سے اہل مجلس کو شاد کام کرتے مولانا موصوف اکثر نعت پاک ''رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' پڑھتے اور داد و تحسین سے نوازے جاتے۔

یہ وہ احوال و کوائف ہیں جن کا مشاہدہ میں نے اپنے دور طالب علمی میں کیا ہے مگر یہی کچھ حالات مجھ سے پیشتر اور بعد کے دور میں بھی رہے ہیں چنانچہ خطیب اہلسنت فاضل محترم حضرت علامہ محمد کمال اختر قادری صاحب شیخ الادب دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد نے بیان فرمایا کہ میرے زمانہ طالب علمی میں بھی امام العلما کا یہی معمول تھا جمعرات کو بعد نماز عشا حضور والا کی درسگاہ میں محفل نعت سجتی میرے رفیق دیرینہ مولانا اختر حسین قادری کلکتوی صدر المدرسین دار العلوم بحر العلوم قصبہ سدھور ضلع بارہ بنکی مولانا عبد الحفیظ دیوریاوی مولانا محمد نصیر الدین بارہ بنکوی یکے بعد دیگرے کلام اعلیٰ حضرت سے سامعین کی مشام ایمان کو مشکبار کرتے اور خود میں بھی شریک بزم ہو کر انعام حاصل کرتا۔

غرضیکہ امام العلما کا دل و دماغ، قلب و جگر، ہوش و خرد سب نثار اعلیٰ حضرت تھا ہر سانس سے محبت رضا کی خوشبو پھوٹتی اور رگوں میں عقیدت رضا خون بن کر دوڑتی تھی۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

ایک میں ہی نہیں جامعہ اسلامیہ کے جملہ ابنائے قدیم و جدید بلکہ پوری جماعت اہل سنت اس حقیقت پر متفق ہے کہ امام العلما حضور مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے ان با اخلاص اور وفا شعار سپہ سالاروں میں تھے جن کی نظیر اب اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ ؎

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

ص ۴۸ رکا بقیہ ..........................................

ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا، ہمت رکھیں مایوس نہ ہوں، اپنے بچوں، فیملی اور پاس پڑوس کو بھی ساتھ لیں، ان شاء اللہ نیا سویرا ضرور آئے گا، ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا قرآنی مفہوم، اللہ رب العزت ظالموں کی پکڑ کی قدرت رکھتا ہے ضرور پکڑ فرمائے گا۔ ؎

آئے گی ایک دن موت، یہ جان لے
ہاں، ابھی وقت ہے! خود کو پہچان لے

از: مفتی محمد ساجد احمد رضوی *

# اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار

**تفصیل** میں جانے سے قبل آئیے پہلے یہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ''صحابی'' کسے کہتے ہیں؟ اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوتا ہے؟ اور ایک عام مسلمان کو اس کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔

**صحابی**

اس بات کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے سرکار دو عالم ﷺ کو آپ کی حیاتِ ظاہری میں ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وفات پائی وہ صحابی ہے۔

**خلوص صحابہ**

یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمائی تو تمام عزیز و اقارب اور دیگر اہل مکہ آپ کے مخالف ہو گئے اور مسلسل تبلیغ و اظہار معجزات کے باوجود چھ سال کی طویل مدت میں مسلمانوں کی چالس بھی نہ پہنچ سکی۔

۶ر سال کے بعد مسلمانوں کی جمعیت میں جب قدرے اضافہ ہوا تو علی الاعلان دعوت اسلام عام کی جانے لگی جس کی وجہ سے کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانا شروع کیا۔ بالآخر آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور وہاں چند ہی عرصہ میں اسلام نے اس قدر ترقی کہ مسلمانوں کی تعداد لاکھ سے تجاوز کر گئی اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس مقام پر ایک بات قابل غور ہے کہ جن نفوس قدسیہ نے ابتداے اسلام میں اسلام قبول کیا اور اس کی محافظت میں سخت ترین تکالیف و مصائب کا سامنا کیا، ان کے اس قبول اسلام کا سبب کیا تھا؟ رضاے الٰہی یا حصول منفعت دنیا؟ ثانی تو بداہتہً باطل ہے کیوں کہ یہ بات کس کو معلوم تھی کہ آگے چل کر محمد عربی ﷺ کا مشن اتنی عظیم الشان کامیابی حاصل کرے گا، قیصر و کسریٰ کے تاج ان کے قدموں میں ہوں گے۔ اب امر اول از خود ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصد فقط رضائے رب العلمین تھی جس کی خاطر جتنی بھی اذیتیں اٹھا سکتے تھے اٹھائیں۔ یہ عالم تو عامہ صحابہ کا خلوص و استقامت فی الدین اور ثابت قدمی کا ثبوت تو اخص صحابہ کا عالم کیا ہوگا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

**سب صحابہ کی حرمت**

بھلا اس خاکدان گیتی پر کون ہوگا جو سب وشتم کو اچھا جانتا ہو، خوبصورت زیور تصور کرتا ہو سوائے اس کے کہ لوگ برا ہی جانتے ہوں اب رہا اصحاب النبی ﷺ کے تقدسات کو پامال کرنے کی، ان کی عظمت سے کھیلنے کو اپنا معیار سمجھنے کی، سب وشتم کرنے کی، تو سنو! آپ اگر مسلمان ہیں تو آپ کے لیے نظام اسلام کے ذریعہ دیے گیے جو ضابطے اور قوانین ہیں انہیں تسلیم کرنا پڑے گا، جب کسی مسئلہ میں آپ کو صحیح اور غلط کی تمیز از روئے شرع نہ ہو سکے تو پوچھو ان سے جو مسلک و مذہب کی ضمانت ہیں۔ دل کی تختی پر مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا فرمان عالی شان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لا تسبو اصحابي، لا تسبو اصحابي'' (۱) ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''من سب اصحابي فعليه لعنة الله والملٰيكة و الناس اجمعين لا يقبل منه صرف و لا عدلٌ۔'' (۲) اب اس حوالے سے فقہائے اسلام کا حکم سنیے!

محرر مذہب شافعیہ امام نوی لکھتے ہیں ''اعلم ان سب الصحابة حرامٌ من فواحش المحرمات ملابس الفتن منهم'' وغیرہ۔ (۳) ''لا يحل لاحدٍ ان يسب احداً من

الصحابة جميعهم الصغار منهم و الكبار من شهد منهم الوقائع و من لم يشهد۔ المتقدم منهم او المتأخر۔ كلهم سواء فى عدم جواز التعرض لى جنابهم او التنقص" (۴) امام شثانی فرماتے ہیں "من قال انه كانو على الدلالت و كفر فانه يقتل" (۵) امام سحنون فرماتے ہیں "فيمن قال ذٰلک فی الخلفاء الاربعة ويكل فی غيرهم وعنه ايضاً انه يقتل فی الجميع كقول ملک" (۶) امام خطابی بیان فرماتے ہیں "و ان من سب بغير ذالک فان سبهم بما يوجب الحد كالقذف حد للقذف ثم ينكل التنكل الشديد بالاهانة وطول السجن" (۷) فتاویٰ ہندیہ میں "الرافضی اذا كان به الشخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر" (۸)۔

ان تمام نصوص مذاہب اربعہ سے جمہور فقہائے احناف و مالکیہ کے مذہب "سب صحابہ کی تکفیر کی جائے گی" کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

## فضائل مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کریم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث طیبہ منورہ کا ورود بزبان محمد عربی ﷺ منقول ہے جس سے اختصاراً چند نصوص آپ کی طبع ناز کو پیش خدمت ہے۔

۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کیا آیت مقدسہ مطہرہ "الذين ينفقون اموالهم بالليل والنهار سواء علانية" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

۲ حضرت زر بن جبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم سے محبت صرف مومن کرے گا اور بغض منافق کرے گا۔

۳ حضرت ام عطیہ رضی المولیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کافی دیر تک سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ میں نے علی سے سرگوشی میں کلام نہیں کیا یہ اللہ نے کلام کیا تھا۔

۴ حضرت عمران بن حصین بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے اور میں علی سے، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

۵ حضرت عبدالرحمن بن ابی یعلی نے روایت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ۔

۶ مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس سے نفرت فرما جو علی سے بغض رکھے۔

۷ ابن ظالم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن نفیل کے آکر کہا کہ میں جتنی محبت علی سے کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں انہوں نے کہا تم ایک جنتی شخص سے محبت کرتے ہو۔

۸ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔

۹ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ حضرت علی نے آکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

۱۰ حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (۹)

## فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱ حضرت عبدالرحمن بیان فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: "اے اللہ! ان کو ہدایت دے"۔

۲ حضرت امام ابن سعد روات کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی "اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب

فرمااوراس کو عذاب سے بچا۔

۳ مروی ہے اسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

۴ حضرت عبداللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! معاویہ کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اسکی وحی پر امین ہے۔

۵ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو بایں الفاظ ''اللہ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے''، ''اے اللہ اس کو ہدایت دے، برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی اگلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما''۔

۶ حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ حضرت واثلہ اسقع سے مروی ہے کہ امین ۳ ہیں۔۱۔جبرئیل۔۲۔''سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' اور ۳۔معاویہ۔

۷ حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے لیے معاویہ بلاو! ان کو بلایا گیا جب ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنے معاملات ان (حضرت امیر معاویہ) پر پیش کرو! اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔

۸ حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد میری امت پر حکمراں ہوگے جب وہ وقت آئے تو ان میں نیکوں کو قبول کرنا اور بروں کو درگزر کرنا۔

۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے واپسی کے بعد فرمایا کہ معاویہ کی حکومت کو پسند نہ کرو! (۱۰)

**خلاصہ**

ان تمام نصوص سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہادی، مہدی، اور سبب ہدایت، عالم کتاب و حساب، کاتب وحی، غالب وفاتح ومحارب امصار، محفوظ عن الخطاالذی اخذبہ، محفوظ از عذاب، منصف، فارق بین الحق والباطل، حاکم اسلام، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین جیسے عہدہ مبارک اور اوصاف حمیدہ طاہرہ ومطہرہ سے متصف تھے۔

**حضرت علی وحضرت امیر معاویہ کے درمیان تعلقات**

امام ابن عساکر روایت نقل فرماتے ہیں: **''افی علی تقولین...فکان کاسد الحاذر، والربیع النائر و الفرات الذاخر و القمر الظاهر، فاما الاسد فاشبه علی منه صرامته و مضاؤ واما الربیع فاشبه علی منه حسنه و بهائه، و اما الفرأت فاشبه علی منه طیبه و سخائه، فما تعظمطت علیه فما قم العرب الشاذة ...وعلی من هامات قریش ذواتبها و سنام قائم علیه و علی علامتها فی شامخ''(۱۱)**

اس رویت کی تنقیح کرتے ہوئے علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ رقمطراز ہوتے ہیں ''حضرت عقیل کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان حضرت علی کے قریبی تھے اور آپ نے انہیں ایران وخراسان کا گورنر مقرر کررکھا تھا۔ایک بار حضرت معاویہ کے پاس آپ بیٹھے تھے تو حضرت معاویہ نے جی کھول کر حضرت علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار جود وسخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اوپر کہا اے عقیل میں علی بن ابی طالب کے بارے میں کیسے نہ کہوں۔علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ سبزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں علی میں بڑائی کے تمام علامات بدرجۂ اتم موجود ہیں''۔(۱۲)

ٹھیک اسی طرح حضرت علی کا بیان سنئے!

مصنف ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ ''جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگوں آپ امیر معاویہ کی گورنری کو ناپسند نہ کرنا! اگر آپ نے انہیں خودیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا یعل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے''۔(۱۳)

مذکورہ دونوں نصوص کو بار بار پڑھیئے اور ان دونوں نفوس

قدسیہ کے درمیان حسن ظن و باہمی تعلقات کے سنگم کا حسین نظارہ اپنے آنکھوں سے دیکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ حق یہ ہے یا وہ قصص و واقعات جن کو مورخین نے بزعم خویش گڑھ کر دونوں اصحاب کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کی۔

**مشاجرات صحابہ**

امام غزالی فرماتے ہیں ”حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو معاملہ ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا افضل ترین علماء نے کہا ہر مجتہد مصیب ہے اور بہت سارے علما نے کہا مصیب ایک ہی اور کسی بھی علم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اصلا خطا پر قرار نہیں دیا“(۱۴)

سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ کے اور حضرت معاویہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس حوالے سے امام احمد بن حنبل نے نص فرمائی ہے کہ اس بارے میں اور صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں سے کسی کے بارے میں کلام نہ کیا جائے اس معاملہ میں حضرت علی حق پر تھے ان کے پاس لڑائی کا جواز موجود تھا اسی طرح ان کے مقابل افراد کے پاس بھی لڑائی کا جواز موجود تھا اس لئے ہمارے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ میں خاموش رہیں ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں“(۱۵)

امام عبدالوہاب شیرانی فرماتے ہیں ”صحابہ کے مشاجرات صحابہ میں زبان بند رکھنا واجب ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ سب ثواب کے مستحق اور یہ اس وجہ سے کہ وہ سب اہل سنت اتفاق کے ساتھ عادل ہیں“(۱۶)

علامہ عبدالعزیز بن احمد ملتانی پرہاروی فرماتے ہیں: محققین نے ذکر کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر حرام ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ یہ بعض صحابہ کے بارے میں بدگمانی کا باعث ہوگا اور اس موقف کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے بے شک اہل سنت کو یہ واقعات ذکر کرنے میں مجبور کر دیا گیا کیونکہ بدعتیوں نے اس میں کئی بہتان اور جھوٹی باتیں گڑھ لیں۔

یہاں تک کہ متکلمین نے یہ مذہب اختیار کیا کہ مشاجرات صحابہ کی تمام روایتیں جھوٹ ہیں اور یہ کتنا اچھا قول ہے مگر یہ کہ ان میں بعض امور تواتر سے ثابت ہیں اور اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ ان امور میں جو کچھ ثابت ہیں ان کی تاویل کی جائیگی تا کہ عامۃ الناس کو وسوسوں سے بچایا جاسکے بہر حال جو قابل تاویل نہ ہوں وہ مردود ہیں بے شک صحابہ کی فضیلت ان کی حسن سیرت اور ان کا حق کی پیروی کرنا نصوص قطعیہ اور جماعت حقہ کے اجماع سے ثابت ہے تو یہ اخبار آثار ان کے مقابل میں کیسے آسکتی ہیں بالخصوص متعصب کذاب رافضیوں کی روایات“۔(۱۷)

امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں ”صحابہ کرام کے درمیان جو قتال ہوا وہ فقط دنیا پر ہی محصور ہے، بہر حال آخرت کے معاملات میں وہ سب مجتہد اور ثواب کے مستحق ہیں۔ البتہ ان کے درمیان ثواب میں فرق ضرور ہے کیونکہ جس نے اجتہاد کیا اور درستگی کو پالیا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار، ان کے لئے دو اجر ہے بلکہ دس اجر ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لئے ایک اجر ہے یہ تمام رضائے الٰہی کے طلبگار تھے اور انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے جو علوم حاصل کئے ان کی روشنی میں اپنے اجتہاد و گمان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں، اگر تو دین میں فتنوں، بدعتوں، عناد اور ضیاع سے سلامتی چاہتا ہے تو اس پر متنبہ رہ“۔(۱۸)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن سرہندی فرماتے ہیں ”حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں فرمایا کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں، یہ نہ کافر ہیں، نہ فاسق ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو ان کو کافر و فاسق کہنے سے روکنی ہے۔ اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں۔ اور دونوں امیر معاویہ کے حق پر ہونے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں

سمجھتے اور زبان کو ان طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہونے کا حیا کرتے ہیں'' (۲۰)

امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام کی تعظیم فرض ہے ان میں سے کسی پر طعن کرنا حرام ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع حدیث میں ارشاد ہے ''**اذذکر اصحابی فامسکوا** جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو بحث و خوض سے اجتناب کرو۔

اب عزوجل عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمارتی : ا ر مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ ۲ ر مومنین بعد فتح جنہوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ ''**لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقو من بعد و قاتلوا**، یعنی تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ت۔

اور ساتھ ہی فرمایا '' کلا وعد اللہ الحسنٰی '' دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمایا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا'' واللہ بما تعلمون خبیر''۔

اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے بایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔

اور یہ بھی قرآن عظیم سے بھی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے :

'' الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئك عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فیھا اشتھت انفسھم خالدون لا یحزنھم ا کفزع الا کبر و تتلقھم الملئکة ھذا یومکم کنتم توعدون '' یعنی بے شک جن ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہیں سنیں گے اور وہ اپنی منمانی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالیگی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوء ظن کر سکتا ہے نہ اسکے اعمال کی تفتیش کر سکتا ہے بفرض تم حاکم ہو یا اللہ! تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ! **انتم اعلم ام اللہ!** کیا تمہیں زیادہ علم ہے یا اللہ کو دلوں کی خبر رکھنے والا سچا حاکم یہ فیصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سارے اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اسکے بعد مسلمانوں کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے! ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جاے گا ضرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاے گا ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض۔ ولو کرہ المجرمون۔ اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ان کی خطا خطا ے اجتہادی تھی اس پر الزام معصیت عائد کرنا ارشاد الٰہی کے صریح خلاف ہے۔ (۲۱)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر و صلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوے عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگر چہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان والد ماجد حضرت ابو سفیان اور حضرت جنید اور ان کی والدہ ماجدہ، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتی کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے خیر الناس اور شر الناس دونوں کو قتل کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگر چہ حضرات

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثار اور سچے غلام ہیں تمام صحابہ اعلیٰ وادنیٰ اور ان میں کوئی ادنیٰ نہیں سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے، محشر کی بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ یہ سب مضمون قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی گرفت کسی بات پر اللہ و رسول کے خلاف ہے۔

جب ان سے ان تمام اعمال جان کر حکم فرمایا کہ ان سب سے ہم جنت عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرما چکے ہیں تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے؟ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے، ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح بخاری شریف میں بیان فرمایا ہے، مجتہد سے صوب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم ہے خطا عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس پر عبد اللہ اصلاً مواخذہ نہیں۔ مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے خطا مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس سے دنیا میں کوئی فتنہ نہ جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطا منکر، یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے کہ اس کی خطا باعث فتنہ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا۔ اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور حضرت امیر معاویہ کی مغفرت ہے۔(۲۲)

ان تمام نصوص و اشادات کی روشنی میں باتفاق علمائے جمہور کے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمیں اصحاب کرام کے درمیان ہوکے مشاجرات میں کلام کرنا اپنے کو بد کردار و اخلاق گمراہ و فاسق بنانے کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہوئے مشاجرات میں کف لسانی ہی براہ نجات ہے۔ **وعليه الجمهور**۔

**حوالہ جات :**

(۱) الصحيح البخارى، ج :٣/ص ١٣٤٣/رقم :٣٤٧٧/م داد رقم (۲) الكامل فى الصعفا \٣٦٣: دادالفكر (٣) حاشيه المسلم ٢\٣١٠م اصح الطابع (۴) ايضاً: (۵) اكمال اكمال المعلم٦\٣٦١، ٦٢ م: داد الكتب العلمية (۷) اكمال اكمال المعلم: ٦\٣٦١، ٦٢ م: دادالكتب العلمية (۸) ايضاً (۹) فتاوىٰ هنديه ؛ حواله شرح مسلم سعيدى ؛ ٦\٢٠٨ ابر كات رضا ؛ ١\٦٢٤ـم بولاق مصر (۱۰) اسد الغابه فى معرفة الصحابة :١\٢٧، ١٨٧م: دارحزم (۱۱) شرح مسلم سعيدى؛ ن ج ٦ (۱۲) تاريخ دمشق لابن عساكر ؛ ٤٢\٤١٦ م داد مكتب العلمية بيروت (۱۳) اختلاف على و معاويه ـ ٢٨ (۱۴) مصنف ابن ابى شيبه ١٤/٣ـرقم :٨٨٥ دارالكتب العلمية (۱۵) احياء العلوم : كتاب فوائد العقائد، الفصل الثالث: ١/١١٥ م: دارالمعرفةبيروت (۱۶) غنية الطالبين :القسم الثانى فى العقائد: فصل فى فضل الامة: ص ـ ١/ ١٦٢ دار الكتب العلمية (۱۷) البوافيت الجواهر ؛ المبحث الرابع و الاربعون ـ ٢٠/ ٤٤٥ ؛ دار الاحياء التراث (۱۸) الناهية عن طعن امير المومنين معاوية: فصل فى النهى عن ذكر النشاجر ؛ ٣٣م: غراس كوية (۱۹) تتهير الجنان :مقدم الكتاب فى فضل الصحابه : ٣٤/م: دار الصحابه للتراس (۲۰) مكتوبات، مكتوب: ٣٦...٢/ ٩٠، م: ضياء القرآن لاهور صفحه نمبر ٦ (۲۱) فتاوىٰ رضويه شريف؛ ٢٩ \٢ ٢٢٨٣ م :بركات رضا پور بندر (۲۲) بهار شريعت ؛ ١\٥٦ـ ٢٥٢م :مكتبه المدينه كراچى۔

نوٹ: ان میں سے اکثر کتابیں دستیاب نہ ہونے کے سبب عبارات برقی ذرائع سے حاصل کی گئی ہیں۔

◆◆◆

اسلامیات

ص ۴۲ رکا بقیہ...........................................

بحال کرنے کے لیے اب ان سیاسی کرتب بازوں کے پاس کوئی ایسا نسخہ تو نہیں ہے جس کے سہارے وہ عوام کو مطمئن کر سکیں اس لیے بنیادی مسائل کے تعلق سے عوام کی جانب سے اٹھنے والے تمام سوالات سے یکسر نظریں موڑنے کا ایک نسخہ ہے قومی منافرت، پھوٹ ڈالو اور راج کرو۔لیکن عوام کی نظریں پردے کے پیچھے کا کھیل خوب سمجھ رہی ہیں، مٹھی بھر فاسسٹ طاقتوں کے سہارے ہندو راشٹر کا خواب دیکھنا ایک طفلانہ کوشش ہے، ملک کا سیکولر طبقہ جس کی تعداد ۸۷ فی صد ہے وہ اس کی مخالفت میں کمر بستہ ہے۔

آر. ایس. ایس کا منصوبہ ہندوتو کا فروغ اور بھارت میں ہندو راشٹریہ کا قیام ہے جو برہمنی نظام کی ایک شکل ہے جسے بھارت کا اکثریتی طبقہ کبھی نافذ العمل دیکھنا پسند نہیں کرتا ان میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی اکثریت بھی ہے جو اس خواب میں رنگ بھرنے کی سخت مخالف ہے بالخصوص ہندوستان کے وہ بنیادی شہری جن کی تعداد ۸۷ رفی صد ہے جنہیں شودر، اچھوت اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا، انہیں بھی سیاسی کرتب بازوں کے سارے کھیل سمجھ میں آرہے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ جب ووٹ بینک کی سیاست مقصود ہوتی ہے تو ہمیں ہندو قرار دے دیا جاتا ہے اور باقی مواقع پہ اچھوت بنا کر علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے۔

پورے ملک میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کی مجموعی تعداد ۷۹ رفی صد ہے جب کہ برہمنوں کی آبادی صرف اور صرف ساڑھے تین فی صد ہے جو در اصل حقیقی ہندو ہیں، حیرت ہے کہ اس قدر کم تعداد پہ برہمنی نظام کے قیام کا خواب دیکھا جا رہا ہے، ارباب حکومت کو سمجھ لینا چاہیے کہ مکروہ اور گھناؤنے سیاسی کھیل کا وقت اب نہیں رہ گیا، ملک ترقی اور خوشحالی کا جبری تقاضا کر رہا ہے عوام کی نظریں اسی سمت میں کارکردگی کا بلند ہوتا ہوا گراف دیکھنا چاہتی ہے۔

◆◆◆

ص ۵۷ رکا بقیہ...........................................

عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کا دیکھا وہ کسی اور کے اندر نہیں پایا سوائے حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ کے، مفتی صاحب کا انداز تدریس بعینہ وہی تھا جو حضرت علامہ بلیاوی علیہ الرحمہ کا تھا۔

شعراء میں مولانا غلام حسنین رضوی جامعی، مولانا محترم محمد ندیم رضا فیضی جامعی، مولانا محترم قاری محمد رحمت علی جامعی، محترم محمد کیف رضا جامعی، مولانا محمد محفوظ عالم جامعی، مولانا محترم محمد صاحب عالم جامعی، مولانا محمد محفوظ عالم علیمی، مولانا محمد حسنین رضا صاحب جامعی، حضرت حافظ وقاری احمد الفتاح فیض آبادی، حضرت مولانا عبد القدوس صاحب سالک بستوی استاذ دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد، قاری ریاض الدین قادری بمبئی وغیرہم نے بھی نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے۔ جبکہ نظامت کے فرائض حضرت مولانا اصغر علی جامعی اور حضرت مولانا آفاق مشاہدی نے انجام دیا، جلسہ کا اختتام حضور معین ملت حضرت مولانا سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی میاں صاحب قبلہ جامعی بمبئی کی دعا پر ہوا۔

ان کے علاوہ شہزادۂ حضور امام العلماء حضرت مولانا محمد ارشد رضا قادری جامعی، شہزادۂ اویس ملت سید محمد سالار میاں، حضرت علامہ محمد ایوب صاحب قبلہ سابق صدر المدرسین جامعہ رونا ہی، حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد وسیم صدیقی، حضرت علامہ مولانا محمد شاکر علی عزیزی، حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ صاحب قبلہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ رونا ہی، حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب شیخ التفسیر جامعہ رونا ہی، حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی سلطان پور، حضرت مولانا نوخیز انور اعظمی وغیرہم نے بھی شرکت فرمائی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور ان کے نقوش قدم پر چلنے، ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رپورٹ: محمد سمیع الدین رضوی جامعی
متعلم درجۂ تحقیق، الجامعۃ الاسلامیہ، رونا ہی، فیض آباد

◆◆◆

اسلامیات

تیسری قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ایمان، کفر اور تکفیر

■گزشتہ سے پیوستہ■

اب کہ مضمون نگار امکان کذب باری جس کے وہابی قائل ہیں عقیدے کا مسئلہ نہیں مانتا، ہم اس مسئلہ کو ذیل میں اس طرح بیان کرنا چاہتے ہیں:

جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ازلی ابدی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ازلی ابدی ہے، لہٰذا باری تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت نہیں جو پہلے سے نہ تھی اور اب حادث ہوئی، نہ اللہ کی کوئی صفت قابل فنا ہے نہ قابل تغیر ہے، باری تعالیٰ کی ایک صفت صدق ہے جو بدلنے سے پاک اور معدوم ہونے سے منزہ ہے، یہ امر تمام کتب کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تمام صفات کمال کی جامع ہے اور عیب ونقصان سے پاک ہے یعنی اللہ کی ہر صفت کمال قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کا اس سے جدا ہونا محال ہے اور عیب کمال کی ضد ہے اللہ اس سے منزہ ہے۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نہ کبھی عیب سے موصوف ہوا نہ کبھی کوئی عیب اس کی ذات پاک کی طرف راہ پا سکتا ہے، جھوٹ بولنا عیب ہے اور باری تعالیٰ کے لیے اس کا امکان ماننا اس کو عیب لگانا ہے اور یہ اللہ سے اس کی صفت صدق کو جدا ماننا ہے جو کہ ابدی ہے اور اللہ سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی اور یہ اللہ کی تمام صفات کو محل حوادث جان کر قابل فنا قرار دینا ہے اور یہ کفر ہے، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صاف تصریح کی: جو یہ کہے کہ اللہ کی صفات مخلوق ہیں یا حادث ہیں اور جو ان میں توقف کرے یا شک کرے وہ اللہ کا منکر ہے۔

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ متکلمین کی صریح تصریح کے مطابق یہ کہنا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے اللہ کو عیب لگانا ہے، اس طور پر قائل نے اللہ کا عیب ونقصان سے موصوف ہونا ممکن جانا اور اس نے اللہ کی صفات کمال کا معدوم ہونا ممکن بتایا، یہی نہیں بلکہ اللہ کی ذات پاک کو محل حوادث جان کر اللہ کی تمام صفات کو اس نے حادث مانا اور یہ بات ذات الٰہی کے انکار کی طرف لے جاتی ہے، بہت سے مذکورہ وجوہ سے اس قائل کی تکفیر ہوگی، ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ اس امر ضروری دینی کا منکر ہے جو کہ اہل سنت، معتزلہ اور دیگر باطل فرقوں کو بخوبی مسلم ہے، یعنی اللہ کی ذات ہر عیب ونقصان سے منزہ ہے۔

امام احمد رضا نے اس غلط عقیدے کا رد بہت واضح انداز میں اپنی کتاب سبحان السبوح میں فرمایا ہے اور ان وجوہ کا بیان کیا ہے جن سے اس قائل پر فقہا کے نزدیک کفر لازم آتا ہے۔

مضمون نگار نے ایک بار پھر دیوبندیوں اور وہابیوں کی تائید کرتے ہوئے لوگوں کو یہ کہ کر مغالطہ دیا ہے کہ یہ کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے، مضمون نگار نے ضروریات دین کو دین کی باتوں کی پہلی قسم میں رکھا اور اس کے متعلق مطلق بلا قید کہا:

"پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے"[ص ۲ :]

پھر کہا کہ "ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" [ص ۲:] پھر اسے امام نووی کے بیان سے موکد کیا چنانچہ کہا کہ "امام نووی فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان جو کسی ایسی بات کا انکار کرے جو ضروریات دین میں سے ہو اسے کافر اور گمراہ قرار دیا جائے گا۔"

امام نووی کی یہ عبارت مطلق بلا قید ہے اور اس کے سابقہ دو اعترافوں کی تاکید وتائید ہے، کیا امام نووی کی عبارت کا اور مضمون نگار کے جملوں کا یہ حاصل نہیں کہ ضروریات دین کا انکار کھلا کفر ہے، ضرور یہی حاصل ہے جبھی تو اس نے کہا کہ "کھلا

نقد ونظر

کفر ہے" اوراس سے پہلے مطلق بلا تفصیل قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح کو رد کر چکا اور مطلقاً بلا تفصیل یہ شرط لگا چکا کہ بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو اور یہ بیان مطلق ضرور اس پر حجّت ہے، اب کیا اس کا صریح مفاد یہ نہیں کہ انکار ضروریات دین جو کھلا کفر ہے اس حکم میں کوئی قید نہیں کہ بالقصد ہو اور کیا اس کا یہ صریح مفاد نہیں کہ انکار صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں، ضرور ہے جبھی تو ہر چند کہ اپنے اقراروں کو بارہا بھلاتا ہے اور تناقض پر تناقض لاتا ہے پھر اقرار کر جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ان الفاظ کو ذلّت آمیز اور ناقابل قبول پاتے، نامناسب موازنہ کہ چند ہی مسلمانوں کو روا ہوگا، ایسی کھلی بے ادبی اور گستاخی جس کا دفاع ناممکن ہو اور جب یہاں اپنے ہی اقرار مطلق سے جسے بارہا تاکید در تاکید سے مقرر رکھا صاف یہ سمجھایا کہ انکار ضروریات دین میں کوئی تاویل نہ سنی جائے گی چہ جائیکہ مقبول ہو اور نہ صرف سمجھایا بلکہ بارہا یہ مضمون مختلف انداز سے صاف صاف بیان کیا، پھر جگہ جگہ دیوبندیوں کے بیانات کی تاویل کیوں کرتا ہے اور وہ تاویل کیوں کر سنی جائے چہ جائیکہ قابل قبول ہو حالانکہ اس کے بقول خود نامناسب موازنہ، باطل تمثیل، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸، ۲۹ ر پر خلیل احمد سہارنپوری کی عبارت پر اس کا تبصرہ۔ میں نے تو سوال میں تاویل کا ذکر کیا مگر مضمون نگار کے انداز سے تو صاف یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کی عبارتوں میں اگرچہ تاویل کی گنجائش نہیں مگر پھر بھی وہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی اور دیوبندی کافر نہیں اس لئے کہ ان کی نیت کفر کی نہیں، مضمون نگار کے کچھ جملے پہلے گزر چکے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے مانا کہ یہ کھلی گستاخی تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول اور جن کا دفاع ناممکن کیا یہ اس بات کا اقرار نہیں کہ دیوبندیوں کی مذکورہ عبارتیں اعلیٰ درجے کی صریح ہیں جن میں کسی معنی دیگر کا احتمال ہی نہیں یعنی وہ کفری معنی میں متعین ہیں پھر بھی وہ کفر نہیں اور دیوبندی کافر نہیں اس لئے کہ بقول مضمون نگار " مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان باتوں کو موازنہ کرنے میں نیت گستاخی یا بے ادبی کی نہیں ہے۔"

ہر منصف کو دعوت فکر ہے کہ وہ مضمون نگار کا یہ صریح اقرار دیکھے اور بتائے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ کلام اگرچہ کفری معنی میں نہ صرف صریح بلکہ متعین ہو جس کی تاویل نہ خود قائل کو بن پڑے اور اس کا وکیل بھی اس کے دفاع کو ناممکن بتا کر یہ اقرار کر جائے کہ اس میں کوئی تاویل نہیں بن سکتی، پھر بھی نیت کی حاجت ہے جب تک وہ مضمون نگار کے طور پر معلوم نہ ہو ہر چند کہ اس صورت میں نیت وقصد روشن ہے نہ کلام کفر کے زمرے میں آئے گا نہ قائل کافر ٹھہرے گا۔ کیا یہ کفر عنادی کی صریح حمایت نہیں اور کیا کافر معاند کے لئے صاف رخصت نہیں بلکہ کیا یہ باطل کو باطل مان کر اہل عناد کے ساتھ ان کے عناد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا نہیں؟ پھر دیوبندیوں ہی کی کیا خصوصیت ہے شیعہ وقادیانی وغیرہم کو بھی کیوں نہ رخصت دیجئے کہ نیت گستاخی کی نہیں، نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے نہ کوئی اپنی نیت کا اقرار کرے گا نہ کسی کی نیت معلوم ہوگی پھر کوئی قول کیسا ہی صریح کفر ہو کفر کیسے ٹھہرے گا؟ یہ کفر وایمان کا امتیاز ختم کرنا نہیں؟ اور کیا یہ احکام دین سے امان اٹھانا نہیں؟ کیا یہ فقہا ومتکلمین سب کے مذہب پر پانی پھیرنا نہیں؟ اختلاف علما کا یہ کیسا بہانہ ہے جس سے تمام اقوال علما یکسر بے اثر ٹھہریں، اختلاف علما کے بہانے کا کیا انجام ہوا، وہ تو ہمارے سوال سے ظاہر ہی ہے اس سلسلے میں مضمون نگار نے جو دو عبارتیں لکھی ان میں پہلی عبارت پر تبصرہ شاید رہ گیا اب ہم دونوں اگلی پچھلی عبارتیں ملا کر دکھائیں اور ناظرین سے پوچھیں کہ وہ ان دونوں کے اجتماع سے کیا سمجھے، مضمون نگار رقم طراز ہے: ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو۔ چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم:

۱ — یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو۔

۲ — یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو۔

اب ناظرین دیکھ کر بتائیں اور اس کے الفاظ چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو کیا مفاد ہے؟ یہی نا کہ اختلاف ہونے کی صورت میں قرآن و

سنت کی صریح دلیلوں پر مبنی استدلال کی بھی مجال نہیں اور یہ کہ اختلاف ہر طرح معتبر ہے، اگرچہ قرآن وسنت کے شواہد کے خلاف ہو جبھی تو کہا کہ" ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا" اور یہاں مطلق رکھا اور اطلاق سے اختلاف کا بہر حال معتبر ہونا سمجھایا، پھر یہاں شرط لگائی کہ" بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو" اور اس فقرے کی تفسیر میں نمبر وار کہا کہ یعنی کم از کم:

۱ــ یہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، الخ

۲ــ یہ کسی اور بیان صریح کی نفی نہ کرتا ہو، الخ

۳ــ اجماع کے خلاف نہ ہو، الخ

۴ــ اور یہ ۲/اور ۳/سے اخذ کئے گئے قیاس کی نفی نہ کرے۔

اور اس شرط سے یہ صاف ظاہر کیا کہ اختلاف اس صورت میں معتبر نہیں جب کہ قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی ہو، جس سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی نہ ہوتی ہو، اور کسی اور بیان صریح کی نفی کرتا ہو، اور اجماع کے خلاف نہ ہو، اور اپنے بیان سے خوب آشکار کیا کہ اس معیار پر جو قول پورا اترے، وہی قرآن وسنت، وقواعد عربیت، اجماع امت کے مطابق ہے اور اسی پر اعتقاد لازم ہے اور جو قول اس پیمانے پر پورا نہ ہو اس کا اعتبار نہیں اور یہ کہ مخالف حقیقۃً وہی ہے جو قرآن وسنت کے شواہد کا نافی ہو، جس کا قول عالمانہ سوچ پر مبنی نہ ہو بلکہ قرآن وسنت کی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، جس کے قول سے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے استعمال کی نفی ہوتی ہو اور کسی اور بیان صریح کی نفی کرتا ہو اور اجماع کے خلاف ہو، دونوں عبارتوں کو ملا کر ناظرین دیکھیں کہ مطلق ومقید کا کیسا امتزاج ہے، صراحۃً ودلالۃً نفی واثبات کا کیسا اجتماع ہے اور اخیر فقروں سے پیمانہ خود مقرر کرتا ہے اور اگلے فقرے میں یہ کہ کر خود پیمانہ توڑتا ہے کہ ایمان اور کفر کا پیمانہ الخ۔ چلئے اسے اس کے اخیر فقروں کے پیش نظر مشروط ہی مان لیں اور اس کے نزدیک بھی یہ پیمانہ ٹھہرالیں مگر کیا دیوبندیوں کی عبارتیں اس پیمانے پر پوری اترتی ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں، خود اس کے اقراری بیانات سے جو بارہا گزرے یہ ظاہر ہے، اس کے برعکس خود اسی کے اقرار سے یہ روشن ہے کہ مجدد دین وملت امام احمد رضا کے بیانات نہ قرآن وسنت کے صریح بیان کے نافی، نہ اجماع امت کے منافی، بلکہ اس کے بتائے ہوئے پیمانے پر پورے اترتے ہیں، چنانچہ ص ۲۸/ پر لکھا ہے:" کہ امام احمد رضا کا موقف نہ تو صریح نصوص کے خلاف ہے کیوں کہ وہ صریح نصوص ہیں ہی نہیں بلکہ قابل تاویل ہیں کہ وہ اس وقت سے پہلے کی ہیں جس نے انہیں منسوخ کر دیا اور نہ ہی بلا دلیل ہے کیوں کہ ان کے موقف کی اساس صحیح احادیث کی بنیاد پر ہے نہ کہ محض باطل تمثیل کی بنیاد پر، کیوں کہ یہ تو خود نبی کریم کے اپنے الفاظ مبارکہ سے ان احادیث میں ثابت ہے"۔ [ص ۲۸:]

پھر مزید امام احمد رضا کی حمایت کرتے ہوئے خلیل احمد کے ردّ وابطال میں یہ کہتا ہے:" کہ نیز یہ سمجھنا مشکل ہے کہ کیسے وہ علم جو خلیل احمد شیطان اور ملک الموت کے لئے جانتا ہے، شرک ہو جائے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے، یا تو یہ خدا کی صفت ہے جو کسی اور کے لئے ماننا شرک ہوگا یا پھر ایسا نہیں۔"

اور اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کا دیوبندیوں کو کافر سمجھنا ایک غلطی تھی، چنانچہ لکھتا ہے کہ:" احمد رضا کا دیوبندی اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی۔" اور بارہا دیوبندیوں کے کلام کو خود ردّ کرنے کے باوجود یہ ٹھہراتا ہے کہ یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، کیا یہ تضاد در تضاد نہیں؟ اور خود اپنے قائم کیے ہوئے پیمانے کو توڑنا نہیں؟ اور اسی پر جمنا کہ ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بنایا جا سکتا؟ کیا اب بھی اس بات میں کوئی شبہ ہے کہ وہ اختلاف علما کو بہانہ بناتا ہے؟ اور اجماع کی کیا گنتی ہے قرآن وسنت کی بھی کھلی نفی ہو جب بھی اختلاف معتبر ہے جبھی تو پہلے مطلق بلا قید کہا تھا کہ" چاہے وہ قرآن، حدیث یا انسانی سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو"۔

قاسم نانوتوی کی حمایت میں مضمون نگار نے جو کچھ کہا، سوالات کے پیرائے میں اس کا جواب پہلے ہی ہو چکا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی میں کوئی تاویل وتخصیص

نقد ونظر

نہیں جس پر اقتصاد کی گواہی گزری اور اس کے ہم معنی اور دیگر کتابوں سے جن میں مفاد اقتصاد کی صراحت ہے مضمون نگار پر حجت قائم کی گئی اور امکان ذاتی بلحاظ خاتم النبیین کا باطل ہونا بیان ہوا اور یہ کہ نانوتوی کی عبارت سے امکان وقوعی خوب ظاہر ہے جس سے ممتنع بالغیر ماننے کا دعویٰ باطل ٹھہرا یہاں جدی الکریم مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری کا ایک سوال جو الموت الاحمر میں حضرت نے قائم کیا اپنی زبان میں ادا کروں اور مضمون نگار سے پوچھوں کہ ممتنع بالغیر کیا ہے وہ تو وہی ممکن ذاتی ہے جس کا وقوع کسی محال عقلی کو مستلزم ہو اور وہ یعنی محال عقلی کذب باری ہے مگر سارے دیوبندی امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن جانتے ہیں اور جو کسی ممکن کو مستلزم ہو وہ ممتنع بالغیر کیسے ہوگا؟ ممتنع بالغیر تو پہلے ہی رخصت ہو چکا تھا۔

اب اس دعوے پر یہ سوال مستزاد ہے، یہ مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ وہ معنی جو نانوتوی کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتے اس کا جامہ نانوتوی کی عبارت کو پہنایا جائے۔... جاری

## ص ۲۸ / کا بقیہ

وقتِ عصر حنفی، غروبِ آفتاب، غروبِ حمر اور غروبِ بیاض، پھر ان دونوں پہلوؤں کو اہم عبادات نماز سے تعلق کا شرف بھی حاصل ہے۔

لہٰذا امام المحققین سیدنا اعلیٰ حضرت کے بابِ تحقیق میں ان دونوں طریقوں نے دستک دی، دونوں نے اپنی اپنی فریادیں سنائیں، اپنے اپنے حالات پیش کئے، دونوں پر نظر کرم ہوئی، مجددانہ قلم نے انگرائی لی دائرہ ہندیہ کے دو عنوان کو ایک ایک موضوع کا درجہ ملا، سمت بلاد ہیئت سے متعارف ہوئی جبکہ معرفت اوقات کے ہاتھوں میں توقیت کا پرچم آیا، ہیئت میں یوں تو فاضل بریلوی کے درجنوں فتاوے پیش نظر ہیں جن میں سے ہر ایک میں کسی نہ کسی شق پر سیر حاصل بحثیں ضرور موجود ہیں، ہر ایک فتویٰ آسمانِ علم وحکمت میں بدر منیر سے بھی زیادہ روشن اور تابناک ہے، ان کی شعاؤوں کی تجلیات کو کچھ وہی حضرات زیادہ بیان کر سکتے ہیں، خلاء پیمائی کے جو ماہرین ہیں، فرشِ زمین پر گھٹنوں کے بل چلنے والے مجھ جیسوں سے اس کی کیا امید؟

ہاں وہ کتابیں جن سے صرف فصل کم استوائی کو ہی قبلہ نہیں دکھایا گیا اور نہ صرف نصف النہار کا تعین کیا گیا بلکہ زمین کے گوشے گوشے کو جن سے قبلہ نظر آیا توقیت اور نجوم کو جن کے احاطہ میں پایا، کرۂ زمین جن سے منور ہو گیا اور فلکیات وارضیات کے بارے میں امت مسلمہ نے جن سے بہت زیادہ استفادہ کیا امام احمد رضا کی وہ چند کتب مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) هداية المتعال فى حد الاستقبال (2) زاكى البها فى قوة الكواكب و ضعفها (3) مسفر المطالع للتقويم و الطالع (4) ستين و لوگارثم (5) اقمار الانشراح لحقيقة الاصباح (6) الصراح الموجز فى تعديل المركز (7) جادة الطلوع والحمر للسيارة والنجوم والقمر (8) الانجب الانيق فى طرق التعليق (9) زيج الاوقات للصوم والصلوات (10) تاجِ توقیت (11) كشف العلة عن سمت القبلة (12) درء القبح عن درك وقت الصبح (13) سر الاوقات (14) الجواهر واليواقيت۔ (درسِ توقیت کی نقل بقلم ملک العلماء) ◆◆◆

## ص ۵۸ / کا بقیہ

رحمت کونین بن کر آپ کی آمد ہوئی
خلقت کونین کی اس سے بھلائی ہوگئی

ہے فقط یہ مدحت سرکار کی نعمت کا فیض
ہو گیا شہرہ جہاں میں واہ وائی ہوگئی

جب سے تیرے در سے نسبت کی سند ہم کو ملی
رشک سلطانی ہماری پارسائی ہوگئی

خود سے وہ کہتا نہیں، ہے جو ترے در کا غلام
رشک سلطانی ہماری پارسائی ہوگئی

مرشدی اختر رضا کے فیض کی برکت ہے یہ
تیری نسبت بھی وصی صاحب رضائی ہوگئی

کربلا میں توڑ نہ پایا کوئی عزم حسین
جتنا دم تھا، ساری قوت آزمائی ہوگئی

جان کر بھی عمر بھر منکر رہا اقرار کا
ایک ضد سے بوجہل کی جگ ہنسائی ہوگئی

جس کے قدموں کی زمیں کو خلد کا رتبہ ملا
اب کے بچوں کی نظر میں بڑھیا مائی ہوگئی

از: مفتی محمد رفیق الاسلام نوری منظری*

# علم فلکیات اور امام احمد رضا

**اللہ** تعالیٰ نے اس حسین وخوبصورت دنیا کو انسان کے لئے کس قدر بارونق اور دلکش بنایا ہے کہ اس کے حسن میں ایک دانا و بینا انسان کو ایسی قدرتِ کاملہ کا بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے جو ابدی، ازلی، یکتا اور بے مثال ہے، اس عالم میں یوں تو بے شمار موجودات ہیں، لیکن ان میں تجددِ حالات، تأثر بالزمان، احتیاجِ مکان، قبولِ کون وفساد، حرکت وسکون، ترکیب وتحلیل، من والی، کیف وکم، این ومتی اور تغیر وتبدل کے مطالعہ سے قلب سلیم و ذہن صائب کا یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ کسی اور ذات کی مخلوق ہیں کیونکہ ان ساری وجوہات کی وجہ سے یہ سب موجودات تو اپنے کو ممکن اور محتاج بتا رہے ہیں لہٰذا کوئی ایسا محتاج الیہ ضرور موجود ہوگا جس نے انھیں وجود وتخصص کی نعمت عطا فرمائی ہے، جو نہ کسی مکان کا مکین ہوگا اور نہ ہی کسی زمان سے متأثر، آخر ایسی ذات کونسی ہے جو یقیناً لائق پرستش ہے، اسی کی جستجو سے دنیا کا تفکر وتدبر پہلے دو نظرئے پر منقسم ہوا کچھ اذہان نے اس محتاج الیہ کی معرفت کے راستے میں اپنی جد و جہد جاری رکھی اور کچھ نے اپنی پروازِ تصور کو یہیں پر منجمد کر لیا اور اس حسین گلستاں کو خودرو قرار دیتے ہوئے اس میں کسی علتِ مؤثرہ کی تاثیر سے صاف انکار کر دیا۔

اسی سے دہریت کا نظریہ وجود میں آیا اور پہلی قسم کے لوگوں میں بعض نے اپنے سے بڑھ کر طاقتور کو دیکھا تو اسی میں محتاج الیہ کی تلاش شروع کر دی بلکہ اسی کو محتاج الیہ مان لیا، آفتاب کی کرنوں کو انسانی طاقت سے بے نیاز دیکھا تو اسی کو محتاج الیہ مان لیا، کسی نے سرسبز وشاداب نباتیات میں اور نفوس حیوانیہ میں پانی کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سمندر کو ہی قابل پرستش سمجھ لیا، اسی طرح مشرکین کے نظریات کی نحوست سامنے آئی، اس گلستانِ ہستی میں کچھ نفوس قدسیہ ایسے بھی تھے جنھوں نے ہمیشہ پرزور ان باطل نظریات کی تردید کی اور کرتے رہیں گے کہ جنھیں تم قابل عبادت جانتے اور مانتے ہو وہ خود محتاج ہیں تمہاری نادانی نے تمھیں اس قدر ذلیل وخوار کر دیا ہے کہ تم واجب الوجود سے بے خبر ان مخلوقات کی عبادت کرنے لگے، افسوس تمہاری اس فکری یتیمی پر، ایک معتدل ذہن وفکر کی رہنمائی کے لئے یہ سارے دلائل وقرائن کافی تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے نوع انسانی کی ہدایت کے لئے یہاں انبیاں و مرسلین کو مبعوث فرمایا، ساتھ ہی صحیفے وکتب بھی نازل فرمائے، پھر بھی راہِ ھدایت سے اگر کوئی ناواقف ہو تو اس منحوس ذہن اور بیمار قلب کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اس محتاج الیہ کی جستجو میں جو شب وروز مصروف وسرگرداں تھے انھیں انبیائے کرام کے ہر ایک پیغام میں حقیقت کا جلوہ نظر آیا، اور ان لوگوں کو صحبتِ نبی کی عظیم دولت بھی میسر ہوئی، حقائق شناسی کی طرف خود رفتگان میں بہت سارے فلسفی، ریاضی داں، ماہرینِ ہیئت، منجمین اور محققین پیدا ہوئے، اگرچہ ان میں زیادہ تر تحصیلِ مطالب اور صانعِ عالم کے تعین کی معرفت میں ناکام بھی رہے، کتنوں کو تو اپنی حق گوئی کی قیمت جان دیکر بھی چکانی پڑی جیسا کہ اس دھرتی میں انسانی تفکر وتدبر کو نئی سمت دینے والے معلم اول، سقراط، کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔

جو 470 ق م قدیم یونانی شہر، ایتھنز، میں پیدا ہوا اور اسی شہر میں 399 ق م اسے موت کی سزا ہوئی اس لئے کہ اس فلسفی نے دیوتاؤں کے لئے حقیقی وجود کا انکار کیا تھا، جو وہاں کے حکمراں اور باشندوں کی نگاہوں میں ناقابلِ معافی جرم تھا، اس کے شاگردوں کی صفِ اوّل میں، ارسطو، کا نام آتا ہے، یہی وہ زمانہ

تھا جب ہر طرف، سقراط، کے علم وحکمت کا خوب چرچا تھا افلاک کی بلندی پر اس نے فکر کی کمانیں ڈالدی تھیں، طبعیات نے بھی اس کے سامنے اپنے بہت سارے راز کھولدیئے تھے، اسی کے شہر میں 427 ق م ایک اور بچہ نے جنم لیا جس نے، سقراط، کے اس علمی کارواں کی قیادت بڑی شان وشوکت اور خوش اسلوبی سے کی، بلکہ اسے اور کافی آگے تک لے گیا، قدیم یونانی زبان میں ان کی بھی متعدد کتابیں موجود ہیں، جن میں فلسفہ کے اولین قاعدے پائے جاتے ہیں، ارسطو، کو اس سے بھی علم وحکمت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔

اس فلسفی کا نام، افلاطون، تھا اسّی سال کی عمر میں 347 ق م اس کی موت ہوئی یہ مردم خیز زمین کے دونوں نامور دانشوروں کا انتقال ہو چکا تھا، دونوں سپرد خاک ہو چکے تھے اب ان دونوں کے پروردہ، ارسطو، ان کی علمی وفکری مسند حشمت وسطوت کا جانشین تھا، یہ 384 ق م میں پیدا ہوا اور 322 ق م 62 سال کی عمر میں وفات پائی اسی نے فلسفہ کو وہ ترقی دی جو ایک مستقل موضوع بن گیا آج علم نجوم (اسٹرانومی) علم ہیئت (اسٹرالوجی) علم مثلث (ٹریگونومیٹری) علم ہیئت (جغرافیا) وغیرہا اسی کے درجنوں موضوعات پیشِ نظر ہیں مشہور فلسفی، اسکندر رومی، اسی، ارسطو، کا شاگرد تھا، اس کے بعد اِن ہی فلسفیوں سے ملے اصول وضوابط کے مطابق تحقیقات کا کام جاری رہا، نئے نئے قوانین اور بھی عالم وجود میں آئے، چار صدیوں سے بھی زائد عرصہ تک آنے والے فلسفی محققین فلکیات وطبعیات میں انھیں کے مقلد رہے اور ان ہی کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس علم کو کافی بلندی تک لے گئے، پھر سن عیسوی کی پہلی صدی کے اختتام پر، اسکندریا، میں، بطلیموس، پیدا ہوا جس نے متقدمیں کی کتابوں سے بہت کچھ حاصل کیا، خزانے کے خزانے لوٹ لئے۔

اس نے، سبعہ سیارہ، ہی نہیں بلکہ ثوابت تک کے محل وقوع کے ساتھ اس کی چال سے بھی پردہ اٹھایا، علمی دنیا میں ایک ماہر منجم اور ماہر فلسفی کے لقب سے بھی اسے خوب شہرت ملی، خاص کر فلکیاتِ نجوم، ریاضی اور جغرافیا، میں اسے بہت مہارت تھی، متقدمین فلسفیوں میں سے، ارسطو، سے یہ زیادہ متأثر تھا، فلسفہ میں اس کی پچاسوں کتابیں موجود تھیں جن میں سے بعض اب بھی موجود ہیں فلسفہ کے شعبۂ فلکیات اور جغرافیہ میں سب سے ضخیم کتابیں اسی کی ہیں، سیدنا سرکار اعلی حضرت نے بھی، فتاوٰی رضویہ میں متعدد بار اس کی ایک کتاب ''کتاب المجسطی'' کا نام لیا ہے کہیں اس کا حوالہ ہے تو کہیں اس کے دعوی کا رد ہے، یہ کتاب تیرہ جلدوں پر مشتمل ہے، اور پوری کتاب فلکیات میں ہے، اسی میں اس نے کواکب کو متحرک مانتے ہوئے سکونِ زمین کا قول کیا ہے۔

دوسری ضخیم کتاب اس کی، جغرافیائے بطلیموس، ہے جو آٹھ جلدوں میں ہے، اس فلسفی نے فلسفہ کے متعدد شعبوں کو مستقل فن کا درجہ دے کر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان ہی حکماء کی وجہ سے صرف یونان ہی نہیں بلکہ روم کے قدم بھی زمین پر نہیں پڑ رہے تھے، انھیں اپنی حکمت وفلسفہ پر اس قدر ناز تھا کہ صرف اپنے کو ہی انسان اور باقی کو دیگر حیوانات کی طرح درجہ دیتے تھے، ہر ایک بات کو اپنی اندھی عقل کے ترازو میں تولنے کی انھیں عادت بن چکی تھی، ایسے وقتوں میں کچھ عربی خبروں نے انھیں حیران و پریشان کر دیا تھا، اور وہ خبریں تھیں افق حجاز پر طلوعِ اسلام کی۔

اب تک کی یہ تاریخ طلوع اسلام سے پہلے کی تھی، عرب کے نخلستان میں آباد مکہ مکرمہ وہ خوش نصیب شہر ہے جسے اس قدم مقدس کو بوسہ دینے کا شرف مل رہا تھا جس کی رفعتِ شان کو دیکھ کر عرش کی عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے ان خاک نشین فلسفیوں کی اوقات ہی کیا ہے کہ اپنی مفلوج عقل سے خاکِ پا کی ہی پیمائش کر لے، جبکہ روزِ ولادت سے ہی متعدد محیر العقول واقعات کی مسلسل خبروں سے ان کے خون منجمد ہوتے جا رہے تھے، ان کی عقل خون کی پلٹیاں کرنے پر مجبور تھیں، فلکیات میں کواکب اور ان کی حرکتوں پر قبضہ کے دعوی کرنے والے فلسفیوں پر اس ذرہ کے طول وعرض سے ہی سکتہ طاری ہو جاتا تھا جسے قدم نبوی کو بوسہ دینے کا موقع ملا ہو جن خبروں نے ان کی حکمت وفلسفہ کو

رضویات

واہیات کے دھاگوں میں لپیٹ دیا تھا ان میں بعض یہ ہیں:

☆ وقت ولادت کسریٰ اور مکہ میں تین روز تک زلزلے آتے رہے۔

☆ دنیا کا مضبوط ترین گھر ایوانِ کسریٰ منہدم و زمیں بوس ہو چکا تھا۔

☆ لیکن مکہ میں ایک گھر کعبہ کا ایک پتھر بھی نہ گرا۔

☆ جبکہ اس میں رکھے سارے بت منہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔

☆ ایک بچہ ایک ناتواں و نحیف اونٹنی پر بیٹھا تو وہ فربہ اور تواناں بن چکی تھی۔

☆ ہولے سے انگشت کے اشارے پر فلک کا چاند رقص کر رہا تھا۔

☆ ایک بار اسی اشارہ سے چاند دو ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔

اسی طرح مسلسل خبروں سے یہ فلسفی مبہوت تھے کہ ان کا فلسفی میزان اس قدر وسیع نہیں تھا جس میں یہ خبریں سما سکے ساتھ ہی ان خبروں کا ایسا تسلسل تھا جس سے انکار کی بھی جرأت نہیں تھی، نزولِ قرآن کی بات زیادہ تر کی عقلوں سے باہر تھی، اسلام اور فلسفہ میں اختلافات شروع ہو چکے تھے، فلسفیوں کے کتنے مقررات احکاماتِ قرآن سے متصادم تھے ان میں بھی کچھ تو فی نفسہٖ متصادم تھے اور کچھ معنی تصادم کو مستلزم تھے عالم کے مؤثر حقیقی اور اس کی صفات کے بارے میں بھی اختلاف ظاہر تھا مسلم علما ان کے فرسودہ نظریات کی بیخ کنی میں مصروف ہو گئے تھے، وہ لوگ اسلامی نظریات کو یونانی زبان میں اور یہ حضرات فلسفی قوانین کو عربی میں منتقل کرنے لگے ہوئے تھے، ان نظریات کی نقل پھر مخالف زاویہ کی تردید نے ایک مستقل فن کی شکل اختیار کر لی تھی۔

رفتہ رفتہ اسی طریقۂ کار سے علم کلام کا بھی وجود ہو گیا، فلسفہ کو یونانی سے عربی میں منتقل کرنے کا کام مامون رشید کے زمانہ میں سب سے زیادہ ہوا مسلم دانشوروں نے بھی موجودات کو طاقت بشری سے سمجھنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں کہ قرآن کریم میں بار بار اس میں غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے، خاص کر علم فلکیات کو تو مسلمانوں نے کافی اہمیت دی ہے کہ چاروں بنیادی اسلامی احکام اسی سے متعلق ہیں، نماز کے اوقات اور ایک روزہ کی ابتدا و انتہا بتانے کی خدمت سورج کے ذمہ ہے، جبکہ رمضان، حج اور وجوبِ زکوٰۃ کی نشاندہی پر اللہ تعالیٰ نے چاند کو مامور فرمایا ہے، یعنی روز و شب، ماہ و سال میں خدمت کے لئے ہی نیرین کو وجود کی سعادت ملی ہے۔

لہٰذا فلکیات کے راز سربستہ سے آشنائی یونانیوں کے بالمقابل ایک مسلمان کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوگی، اسی طرح ہیئت کا وہ شعبہ جو روئے زمیں پر منطبق ہے یعنی جسے جغرافیا کہا جاتا ہے یہ بھی مسلمانوں کا محبوب موضوع بن گیا کہ کرۂ زمین کا تاجِ شاہی کعبہ بیت اللہ یہیں سے مطلعِ انوار و تجلیات بنا ہوا ہے جہاں ایک طرف حج و عمرہ کے لئے مسلمان وہاں تک پہنچنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں وہیں دوسری طرف روزانہ کم از کم پانچ بار نماز میں اس کی طرف متوجہ بھی ہو رہے ہیں، آفاقی نمازی کے لئے استقبالِ قبلہ کا تعین علم جغرافیا ہی بہتر کر سکتا ہے، بلکہ فلک کے مفروضہ دوائر عشرہ کا اس میں کلیدی کردار موجود ہے۔

جہاں تک اس موضوع پر اسلامی مفکرین کا سوال ہے تو اس میں بھی ہیئت دانوں کی ایک طویل فہرست پیش نظر ہے، جن میں خصوصیت کے ساتھ ابونصر فارابی کا نام لیا جا سکتا ہے 258ھ میں جس کی ولادت ہوئی مولد ''فاراب'' کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے فارابی کہا گیا جو خراسان کا ایک قریہ ہے آج یہ علاقہ قزاقستان کے حدود میں داخل ہے اس کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بغداد میں گزرا علم و حکمت میں اسے کافی شہرت ملی اور ''معلم ثانی'' کے لقب سے آفاق میں شہرت پائی بالآخر دمشق میں 339ھ کے درمیان وفات ہوئی منطق و فلسفہ میں اس کی متعدد کتابیں موجود ہیں ان میں، اغراض مابعد الطبعیۃ ارسطو، فصول الحکم اور احصاء العلوم کافی مشہور ہیں۔

دوسرا نام حسن ابن عبداللہ ابن سینا جو ''ابو علی'' کی کنیت سے مشہور تھا، 980ء میں ولادت ہوئی علم و حکمت میں کافی مشہور

ہوا، معقولات میں ممتاز المعاصرین مانا گیا، الٰہیات، ریاضیات اور طبعیات میں اچھی مہارت تھی 1037ء میں وفات پائی اور ہمدان میں مدفون ہوا، اس کی کتابوں میں، شفا اور قانون دانشوروں میں بہت مقبول ہوئیں، اسی طرح نصیر الدین طوسی (1201–1284) ء کا نام بھی حکمت میں کافی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

علامہ نظام الدین عبدالعلی برجندی (دسویں صدی ہجری) مہندس و منجم کا نام بھی اعلیٰ درجہ پر نظر آرہا ہے، بعد طلوعِ اسلام پچاسوں ایسے ہیئت داں ہیں جنھوں نے فلکیات، طبعیات اور ریاضیات میں داد وتحسین حاصل کی اور روپوش ہوگئے، معقولات میں ان کی خدمات یقیناً لائقِ ستائش ہیں، ان حضرات نے علم کی حیثیت سے طبعیات، الٰہیات اور ریاضیات میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو خود معقولات کا ایک سنہرہ باب ہیں، لیکن اصل میں جن مقدس ہستیوں نے عہد زریں میں اس فن کو بامِ عروج تک پہنچایا وہ فقہائے کرام کی پاکیزہ جماعت تھی، حالانکہ فلسفیوں کی نااہلی اور نادانی سے اس میں بھی کچھ ایسے خرافات شامل ہو چکے تھے جن کی وجہ سے پاک طینت عام مسلمان اس قابلِ قدر علم کو یونانی بادِ سموم قرار دے رہے تھے، ایسے حالات میں فقہائے کرام نے اسی علم کے ذریعے اوقاتِ نماز کا پیشگی تعین کرکے اور آفاقی نمازیوں کو جہت قبلہ بتا کر یہ ظاہر کر دیا کہ علم کسی بھی فن کا ہو اگر اصول وضوابط صحیح ہوں اور حقائقِ نفس الامر یہ کے مطابق اس کی رعایت ہو تو وہ دین وشریعت کا خادم ہے نہ کہ اسلام کا مخالف، فی نفسہ علم میں حسن ہے نہ کہ قباحت، اگر کسی علم میں حقیقت نفس الامر کے خلاف کچھ مواد داخل ہو چکے ہوں تو اس خاص مسئلہ میں وہ علم نہیں بلکہ جہل محض ہے، ان ہذیانات کے سبب اس پورے فن کو جہالت کا پلندہ نہیں کہا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے وقت ضرورت کسی بھی علم سے افادہ واستفادہ سے گریز نہیں کیا۔

بلکہ اس سے دین وملت کی عظیم خدمات حاصل کیں، عموماً براعظم ایشیا سے یوروپی اندلس تک اس میں قابل فخر محققین کی ایک طویل نورانی قطار پر منور کہکشاں کو بھی رشک ہو رہا ہو گا، فقہائے کرام کے ان محققین نے فلکیات و دیگر علوم معقولات سے بہت سے کام لئے لیکن توقیت کے شعبہ میں ان کا کوئی ایسا نمایاں کارنامہ نظروں میں نہیں جو مستقلاً ایک موضوع یا فن کی حیثیت سے اپنے کو منوانے پر کسی کو مجبور کردے، کسی نے نصف النہار پر کچھ تحریر کیا تو کسی نے طالع وغارب کی نشاندہی پر ہی اکتفا کرلیا، کسی نے شفقِ احمر وابیض کو قلمبند کیا تو کسی نے صبح کاذب اور صادق میں رہنمائی کی، اسی طرح فلکیات کے اور شعبہ جات کا حال بھی توقیت سے مختلف نہیں تھا، جہت قبلہ پر کتب فقہ میں اس علم کے ذریعہ جو رہبری پائی جارہی ہے زیادہ تر اس کا انحصار، دائرہ ہندیہ، پر ہے پوری ہیئت اسی کا طواف کرتی نظر آرہی ہے۔

یہ دراصل ہندی منجمین کا ایجاد کردہ ایک ایسا دائرہ ہے جسے انھوں نے نصف النہار اور سمت بلاد کی دریافت کے لئے آلۂ کار کے طور پر ایجاد کیا تھا، ایک ہموار مسطح زمین پر وہ دائرہ بنایا جاتا ہے، یہ جس قدر وسیع ہوگا استخراجِ مطالب میں آسانیاں بڑھتی جائیں گی، بالفرض دس فٹ قطر کا اگر یہ دائرہ بنایا جائے اور سات فٹ طویل ایک سیدھی لکڑی مرکزِ دائرہ میں منصوب ہو تو طلوعِ آفتاب کے ساتھ اس کا ایک طویل سایہ مرکزِ دائرہ سے مغرب کو بیرونِ دائرہ کافی دور تک نظر آئے گا، جو ارتفاعِ شمس کے ساتھ تناقص پذیر رہے گا رفتہ رفتہ بالتدرج اس کی تنقیص ہوتی جائے گی ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب اس سائے کا آخری مغربی کنارہ بھی اس دائرہ کو مس کرتا ہوا اس کے احاطہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا، یہیں پر اس میں ایک نشان لگایا جاتا ہے، فقہائے کرام نے اس نشان کا نام، مدخلِ ظل، رکھا ہے، نصف النہار تک اس کے قد میں تنقیص کا تسلسل رہے گا، پھر اس میں آفزودگی شروع ہوگی اور ایکبار مشرق کی طرف دائرہ سے باہر نکلنے کے لئے اسی جدوجہد میں پھر مصروف ہوگا یہاں بھی نشان لگایا جاتا ہے، اصطلاحِ فقہ میں اس نشان کو، مخرجِ ظل، کہا جاتا ہے، مرکز سے، مدخل ظل، ایک خط رکھا جاتا ہے، اور دوسرا خط مرکز سے مخرج ظل، تک پھر تیسرا خط، مدخل ظل، سے، مخرجِ ظل، ایک مثلث کے یہ تینوں ضلعے بن گئے، اس کے مرکزی

زاویہ کو دو حصوں پر تنصیف میں شمال وجنوب ایک چوتھا خط بن جائے گا، اب وہاں کے لئے جہت کا ادراک تو سہل ہو ہی گیا، ساتھ ہی لکڑی کا سایہ جب خط شمال وجنوب پر منطبق ہو تو وہی وہاں کا وقتِ نصف النہار بھی سامنے آ گیا۔

فقہ کی کتابوں میں ہمارے علمائے کرام اس دائرہ ہندیہ کو پڑھاتے رہتے ہیں، مدرسینِ مدرسہ طلبہ کی ذہن نشیں بھی اس طرح کرا دیتے ہیں کہ یہ دائرہ کتاب میں ہی نہیں بلکہ طلبہ کے ذہن میں بھی منقش ہو جاتا ہے، فقہائے کرام نے اس سے بھی ہیئت کا کام لیا ہے، اس کا طریقہ کچھ اس طرح ہے کہ دائرہ ہندیہ کو اس آبادی کا افق بلد تصور کیا جائے جسے استقبالِ قبلہ مطلوب ہو پھر کعبہ معظّمہ کے محل وقوع کا طول وعرض میں تعین کیا جائے اور اس دائرہ میں اس کی بھی نشاندہی کریں مثلاً آبادی کا عرض 16 درجہ 25 دقیقہ ہے تو کعبہ معظّمہ سے عرض میں تفاوت پانچ درجے کا آیا کہ شہر مقدس کا عرض 21 درجہ 25 دقیقہ ہے، اسی طرح ان دونوں مقام کے طول میں تفاوت حاصل کریں مثلاً آبادی کا طول مشرقی 79 درجہ 45 دقیقہ ہے تو فصل طول چالیس درجہ آیا کہ طول مکہ مکرمہ 39 درجہ 45 دقیقہ ہے۔

لہٰذا عرض کا تفاوت پانچ درجہ طول کا تفاوت چالیس درجہ دونوں میں نسبت ایک اور آٹھ ہے اب دائرہ ہندیہ سے اوّلا نصف النہار کا تعین کریں جو یہاں خط شمال وجنوب ہے پھر زاویہ قائمہ پر محلِ آبادی میں متقاطع اس نصف النہار پر دوسرا خط مشرق ومغرب بنائیں یہی خط اعتدال ہے، اب نقطہ تقاطع سے پانچ درجہ کے بعد شمالی پر خط اعتدال کے محاذی دوسرا خطِ اعتدال بنائیں اس کا گزر مکہ مکرمہ سے ہوگا وہاں بھی مکہ مکرمہ میں شمال و جنوب ایک دوسرا خط بنائیں اب یہاں ایک مستطیل شکل سامنے ہوگی اور اس کا ہر ایک زاویہ 90 درجے کا ہوگا ان خطوط اربعہ کو اگر دیوارِ خانہ فرض کریں تو مشرق یا مغرب کی دیوار جس مقدار میں طویل ہوگی اس کا آٹھ مثل طویل شمال یا جنوب کی دیوار ہوں گی خطِ اعتدال شمالی اور خطِ شمال وجنوب مغربی کا نقطہ تقاطع آغوش کعبہ میں ہوگا جبکہ خطِ شمال وجنوب مشرقی اور خطِ اعتدالِ جنوبی کا نقطہ تقاطع محلِ آبادی ہے اب اس مقام سے مکہ مکرمہ تک اور ایک ایسا خط بنائیں جو اس شکلِ مستطیل کو دو مثلث میں تقسیم کر دے اب مثلث کے ایک زاویہ حادہ میں کعبہ تو دوسرے میں وہ آبادی ہے، جبکہ یہ پانچواں خط سابقہ چاروں خطوط سے اطول ہوگا یہی استقبالِ قبلہ ہوا، یہاں کے استقبالِ قبلہ میں یہی انحراف وانصراف ہے، کتبِ فقہ میں نصف النہار اور استقبالِ قبلہ کے لئے اسی سے کام لیا جاتا رہا اسی کے بارے میں سیدنا سرکار اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

> ”کتبِ متداولہ ہیئات میں جو طریقۂ معرفتِ سمت کا لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے۔“

(فتاوٰی رضویہ جلد 3 ص 39)

فاضل بریلوی کا یہ بیان دائرہ ہندیہ کے بارے میں ہی ہے، اسی سے متعلق سید المحققین علامہ میر سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا تھا اور اس سے استخراج کردہ استقبالِ قبلہ کو انھوں نے محقق قرار دیا تو اس پر محقق بریلوی نے اسے تحقیقی نہیں بلکہ تقریبی ہونے کی نشاندہی فرمائی، اس لئے کہ عام انسان تو اس طریقۂ استخراج کو قبول کرنے میں سرعت کا اظہار کرینگے ہی کیونکہ عمومِ ذہن وفکر کے لئے اس کو قبول کرنا بہت آسان ہے کہ ہر ایک ذہن کے لئے اپنے تصورِ قامت اور تصورِ حالتِ قیام دونوں کا انطباق کچھ دشوار ہے بلکہ جسے ان دونوں کا ادراک ہوگا اس کے سامنے یہ بھی منکشف ہو جائے گا کہ دائرۂ ہندیہ سے نصف النہار کا استخراج تو سہل اور تحقیقی ہے لیکن تعینِ سمت محقق نہیں بلکہ مقرب ہے، یہ طریقہ وہاں تو صحیح رہنمائی کرے گا جب ہمارا قیام فرش مسطح پر ہو، جبکہ زمین مسطح نہیں بلکہ ایک کرہ ہے درمیانِ سطح مستوی کے مشرق ومغرب کا خط مستقیم جس نے اس سطح کو شمال وجنوب دو برابر حصوں میں تقسیم کیا، اسے خط استوی فرض کرنے پر اس سے شمال میں ایک فٹ کے فاصلہ پر ایک نقطہ فرض کریں، جو کسی آبادی کا قائم مقام ہو،

اس آبادی سے مغرب کو ایک فٹ کے فاصلہ پر دوسرا نقطہ رکھا جائے استویٰ سے جس کا فاصلہ ڈیڑھ فٹ کا ہو تو یقینا پہلے نقطہ سے دوسرا نقطہ شمالی اور دوسرے سے پہلا جنوبی ہوگا، کہ ان نقطوں کا فاصلہ جس مقدار میں استویٰ سے شمالی یا جنوبی ہوگا وہی بعد ان کے مشرق ومغرب کو بھی حاصل رہے گا کہ سطح مستوی پر خط مقسم سے شمالی یا جنوبی مفروضہ نقطہ کا جو بعد اس کے استویٰ سے ہوگا، اسی کے مطابق اس کے مشرق ومغرب کے بعد میں بھی شمال یا جنوب کی طرف زیادتی ہوگی، جبکہ ہمارا معاملہ سطح مستوی کا نہیں بلکہ کروی کا ہے ہمارے مشرق ومغرب ہمارے نصف النہار کے دونوں قطب ہیں جو عرض صفر میں واقع ہیں، ان دونوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی عرضِ آبادی چاہے قطب شمالی یا قطب جنوبی سے قریب تک واصل ہو، اس لئے کہ یہاں عرض آبادی کی زیادتی کے مطابق انسانی قد کا جھکاؤ بھی قطب ظاہر کی طرف ہوتا جائے گا یہی وجہ ہے کہ خط استویٰ اور قطب میں کھڑے دو آدمیوں کے پیروں کے مابین جو فاصلہ ہوگا اس کے مقابلہ میں ان دوں کے سروں کے درمیان کا فاصلہ زائد ہوگا۔

ہاں دائرہ ہندیہ سمت قبلہ کے لئے چند ایسے مقامات کی درست رہنمائی کرئے گا جو فصل کم میں عدیم العرض ہوں، نہ کہ روئے زمین کے ہر ایک مقام کے لئے، مثلاً فصل زائد کا ایک مقام جو عرض جنوبی 45 درجہ میں ہے اور اس کا عرض موقع 30 درجہ تو اس کا استقبال قبلہ جنوبی ہوگا، لیکن یہ دائرہ ہندیہ جنوبی نہیں بلکہ شمالی قبلہ بتائے گا اس لئے کہ اس کا شمالی خط اعتدال جسے طوافِ کعبہ کا بھی شرف ملا ہے وہ اس آبادی کے نصف النہار میں اس سے 66 درجہ 25 دقیقہ شمال میں ہے لیکن عند التحقیق اس کا قبلہ شمالی نہیں بلکہ جنوبی ہے، اس لئے کہ اس مقام کا عرض موقع معلوم ہے 30 درجہ جبکہ حرمِ پاک سے فصل زائد ہے تو موقع عمود اس کے نصف النہار میں زیرینِ افق ہوگا اور اسی موقع سے پندرہ درجہ شمال میں مذکورہ مقام کی سمت القدم ہے جو اوّل السمٰوٰت میں واقع ہے اس سے موقع عمود جنوبی ہوا تو قبلہ بھی جنوبی ہوگا، اگر چہ روئے زمین پر اس کی جلوہ باری اس مقام سے 66 درجہ 25 دقیقہ شمالی ہے لہٰذا چند مقامات کی وجہ سے دائرہ ہندیہ سے استخراج جہت کو تحقیقی کہنا کیسے مناسب ہوگا، اس لئے امام احمد رضا نے اسے تقریبی فرمایا نہ کہ تحقیقی، استقبالِ قبلہ کی حاجت شدید سے شدید تر اور حاجت روائی کے آلات واسباب نہ ہونے کے برابر، ادھر اسلام کی سرحدیں روئے زمین کو بھی محیط ہوئیں نہ یہ حجاز مقدس میں ہی محدود اور نہ صرف خط استویٰ کے فصلِ کم میں ہی موجود، نماز کی فرضیت سے فرار کہاں، آفاقی کو جہت قبلہ بتانے کے ذرائع کہاں جبکہ مسلمانوں میں صرف جہت پر اطمینان نہیں استقبالِ قبلہ کی تلاش وجستجو میں بھی وہ سرگرداں ہیں۔

کعبہ کی جہات اربعہ کے باشندے مقابل نقاط جہات کو استقبالِ قبلہ متصور کریں تو ہر ایک کے استقبال میں کعبہ نہیں، کہ سب کے لئے جہت کا تعین ایک نہیں اور استقبالِ قبلہ کے استحقاق سے دست برداری کے حق میں بھی کوئی نہیں، جہات چار ہیں ان جہات میں مقامات لاکھوں ہیں پروانے کڑوڑوں ہیں اور شمع منور صرف ایک ہے، ستاروں سے رہنمائی حاصل کرنے کا مستحق بھی ہر ایک نہیں کہ ان کی رفتار پر سب قابض نہیں اور ہر ایک کو ان ستاروں کی امتیازی خصوصیات حاصل نہیں، جب رہنما ستارے ہی ممتاز نہیں تو پھر ان سے رہبری کی امید کا کیا معنیٰ؟ پھر منزلِ مقصود تو خواب ہی رہے گی، نیرین سے خاطر خواہ نتیجہ بھی کچھ مخصوص حضرات کے لئے ہے، جنھیں ان دونوں کی حرکتوں پر پوری واقفیت ہو، دشواریاں پھر بھی دامن گیر ہیں، کہ دونوں کے مشارق ومغارب سیکڑوں ہیں، دائرہ ہندیہ سے دو کام لئے جا رہے تھے ایک نصف النہار کے استخراج کا دوسرا سمت بلاد کے تعین کا جبکہ اس سے سمتی مؤامرات کا حال کس قدر تحقیقات سے دور تھا اس ایک مثال سے اندازہ ہو جاتا ہے جس کی ایک جھلک اس مذکورہ مقام سے ہی نظر آ گئی ہے جو فصل زائد اور پینتالیس درجہ عرض جنوبی کا میں نے پیش کیا تھا، جس کا عرض عمود تیس درجہ کا تھا اور اس دائرہ ہندیہ سے توقیت کا حال بھی سب پر عیاں ہے کہ نصف النہار کے علاوہ صبح کاذب، صبح صادق، طلوعِ آفتاب، ضحوۂ کبریٰ، وقت ظہر، وقت عصر شافعی، بقیہ ص ۲۲ ر پر

از: مفتی محمد عابد حسین رضوی*

# عقیدے کا سفر اجمیر سے بریلی تک

## عقائد اہل سنت کا اثبات حضور غریب نواز کے ارشاد و عمل کے آئینے میں

اسلاف و اخلاف

**انسان** اشرف المخلوقات پیدا ہوا ہے اور اس کا مقصود اصلی ذات باری تعالیٰ ہے جس نے باری تعالیٰ کو پالیا اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے بنی نوع انسانی کو اس کے مقصد سے آشنا کر دیا، ہر دور میں رشد و ہدایت کا چراغ بھیجا جس نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں ایمان و ہدایت کی روشنی پھیلا دی لاکھوں انبیائے کرام اور نائبین عظام نے اس فرش گیتی پر تشریف لا کر دلوں کی دنیا کو آباد کیا، گم گشتگان راہ کو راہ راست پر لایا اور انہیں مقصود حقیقی تک پہنچایا ہے اس سلسلۃ الذاہب کی ایک کڑی کا نام نامی اسم گرامی خواجہ خواجگان غریب نواز ہند ولی معین الدین حسن سنجری ہے۔

خواجہ غریب نواز ایک جامع الصفات برگزیدہ عطار سول فنافی الرسول اور فنافی اللہ شخصیت کا نام ہے، جس کی چشم عالم کے چھپ جانے کے بعد بھی شان رہبری باقی ہے اپنی ظاہری حیات میں رہے تو درمندوں کی مشکل کشائی و حاجت روائی کرتے رہے بیماروں کو شفا بخشتے، گم گشتگان راہ کو ہدایت اور بدعقیدوں کو راہ راست پر لاتے رہے اور پردہ فرمانے کے بعد بھی مرادوں سے دامن کو بھرتے نظر آتے ہیں آپ کا وہ بافیض دربار ہے کہ غریب کہ آتے ہیں اور غریب نواز ہو جاتے ہیں، محتاج آتے ہیں اور غنی بن کر جاتے ہیں جسم کا مریض آیا اور شفا لے کر پلٹا، دل کا مریض آیا کفر و ضلالت سے شفایاب ہو کر گیا بدعقیدہ آیا اور اچھا عقیدہ والا ہو گیا، آپ کی ایک نگاہ ناز پڑتی ہے تو کفر و بدعقیدگی کا سارا طلم ٹوٹ کر رہ جاتا ہے، آپ کے نزدیک وہی دین معتبر و محبوب ہے جو آپ کے آقا کو محبوب ہے آپ کو وہ عقیدہ ہرگز پسند نہیں جو آپ کے محبوب کے نزدیک مردود ہے، جس کے اندر بھی اسلام کے خلاف عقیدہ پایا، اپنی نگاہ کیمیا اثر ڈالی اور توبہ کرایا آپ سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو خود بھی اپنایا اور دوسروں کو بھی اسی ڈگر پر لاکھڑا کیا، یہی وجہ ہے کہ جب آپ خرقان، استرآباد اور ہرات ہوتے ہوئے سبزوار پہنچے تو وہاں شہر کا حاکم محمد یادگار نامی شخص تھا آپ نے اسے اس کی بدعقیدگی سے توبہ کرا کر اہل سنت والجماعت میں داخل کر دیا بلکہ ولی کامل بنا دیا راوی بیان کرتا ہے کہ: جب آپ سبزوار پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کا حاکم محمد یادگار نامی ایک نہایت سخت مزاج، کج خلق، بدطینت اور بدعقیدہ شخص ہے حضرت خواجہ نے یہ تہیہ کر لیا کہ آج اسے اس کی بد مذہبیت سے توبہ کرانا ہے اور اللہ و رسول عزوجل ﷺ تک پہنچانا ہے چنانچہ محمد یادگار نے ایک ماہ کے اندر بہترین مکان اور حوض وغیرہ بیوایا تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اس باغ میں پہنچ جائے، اگر کسی کو دیکھ لیا تو اسے سخت اذیت و سزا دے کر نکالا جاتا ہے، مگر حضرت خواجہ نے اسی باغ میں قیام فرمایا اسکے حوض میں غسل فرمایا اور دو رکعت نفل ادا کر کے تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے، اسی وقت محمد یادگار اس باغ میں آرہا تھا، آپ کا خادم بارگاہ میں حاضر ہوآیا اور کہا کہ امیر شہر باغ میں آرہا ہے، اس کے فراش پہنچ گئے ہیں اور یہ امیر شہر ایک بدعقیدہ اور نہایت بدمزاج و بدتمیز شخص ہے، کسی کو نہیں بخشتا، مصلحت یہی ہے کی یہاں سے چل چلا جائے، لیکن ان باتوں کی آپ نے کچھ پرواہ نہ کی اور خادم سے کہا کہ فلاں درخت کے نیچے بیٹھ جائے۔ خادموں نے حوض کے ارد گرد قالین بچھانے شروع کر دئے لیکن ان کے دل میں حضرت خواجہ کی اس قدر ہیبت پیدا ہو گئی کہ کوئی بات منہ سے نہ نکال سکے، اتنے میں محمد یادگار بھی آ گیا اور حضرت خواجہ کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا اور چاہا کہ حضرت کو وہاں سے بزور نکال دے، مگر آپ نے ایک نگاہ لطف ڈالی جس سے اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، اس کا رنگ

* مضمون نگار دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور جھارکھنڈ کے مفتی و استاذ ہیں۔

فق ہو گیا اور لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا اس کے خدام پر بھی یہی حالت طاری تھی اور سب آپ کے قدموں پر گر رہے تھے، آپ نے خادم سے فرمایا کہ حوض سے تھوڑا سا پانی لے کر اس کے منہ پر ڈالدے پانی پڑتے ہی وہ ہوش میں آیا اور اٹھکر خواجہ بزرگ کے قدموں میں گر گیا، آپ نے فرمایا اب تو برے عقائد سے باز آ، اس نے عرض کیا کہ واللہ میں اپنی خواہشات دنیوی واخروی سے باز آیا حاصل کلام یہ کہ سیدنا معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہر برے عقیدے کو ناپسند فرماتے تھے خواہ سب سے اوپری سطح کا ہو جیسے کفر وشرک یا اس سے نیچے کا ہو جیسے صلح کلیت بدعقیدگی و بدمذہبیت اور آپکا مشن ہی یہ تھا کہ اسلام کی عموماً اور اہلسنت والجماعت کی خصوصاً اشاعت ہو۔

راقم الحروف اس مختصر سے مضمون میں آپ کے اسی پہلو کو اجاگر کرنا چاہیگا کہ آپ نے اہل سنت وجماعت کے عقائد کو کس حد تک فروغ دیا ہے۔ قریباً ایک صدی سے اہلسنت وجماعت (بریلوی) اور دیگر مکاتب فکر کے درمیان یہ مسائل نزعی صورت ختیار کئے ہوئے ہیں کہ انبیا کرام اور اولیاء عظام علیہما الصلوٰۃ والتسلیم ورضی اللہ تعالیٰ عنھم کو مافوق الفطرۃ تصرف واختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بعد وفات انہیں زندگی حاصل ہے یا نہیں اہل مزار سے مرادیں مانگنا اور ان سے فیوض وبرکات حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب حاصل ہے یا نہیں، اہل سنت وجماعت (سنی بریلوی) کا کہنا ہے کہ ان محبوبان بارگاہ الٰہی کو ہر چیزیں حاصل ہیں اور مسلمانوں کا ان امور کی بابت عقیدہ رکھنا مطابق قرآن وحدیث ہے اسکے برخلاف دوسرے مکاتب فکر کے افراد ان سب کو ناجائز وحرام ہی نہیں، شرک وبدعت تک پہنچا دیئے ہیں۔ راقم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ کے اس معود ومتبرک موقع اس موضوع کو اس لئے اپنایا ہے کہ اگر ثابت ہو جائے کہ آج جو بریلویوں کے عقائد ہیں یہ وہی ہیں جو خواجہ اجمیری رحمہ اللہ علیہ کے تھے اور آپ نے انہی عقائد حقہ کی ترویج واشاعت اپنے قول وفعل سے کی تو جو لوگ کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی محبت کا دم بھرتے اور اسکے باوجود تذبذب کا شکار رہو جاتے ہیں انہیں اطمنان قلب حاصل ہو اور ان عقائد میں افتراق کو چھوڑ کر اتحاد والتفاو کی مصلح۔ راہ اختیار کریں۔ ہمارا نظریہ ہے کہ ان اختلافی مسائل میں حضرت سیدنا خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو فیصل مان لیا جائے تو اختلاف ختم ہونے میں دیر نہ ہوگی، آئیے مذکورہ مسائل وعقائد کا حل سطان الہند کی حیات طیبہ اور ارشاد وعمل میں ہم تلاش کریں۔

## تصرفات واختیارات خواجہ ہندالولی

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف ایک بہترین راہ ہے جو انسان کو صاحب کمال اور خدارسیدہ بنا دیتا ہے۔ تصوف کے رنگ میں جو رنگ جاتا ہے اسکے دل میں خوف الٰہی، تزکیۂ نفس طہارت وپاکیزگی آجاتی ہے اور سیرت وکردار اور حسن واخلاق کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اسکی حقانیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وقت کے سارے اولیاء اللہ اس سے جڑے رہے ہیں، اسکے باوجود کچھ افراد اسکی حقانیت کے منکر بھی پائے گئے ہیں، اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جو تصوف کی حقیقت سے ناواقف ہے اور اس کی جاشنی کو نہیں پاسکا وہ دھڑلے سے انکار کر بیٹھے گا، مشہور ہے کہ وقت کے عظیم محدث حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک زمانہ تک تصوف اور اسکے اندر آنے والے حال کے منکر تھے مگر جونہی حضوت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں ائے حضرت نے نگاہ تصوف ڈالی اور قال کے بعد حال کی چاشنی کا جام پلایا تو دل کی دنیا زیر وزبر ہوگئی۔ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے باطل نظریہ سے توبہ کر کے آپکے قدموں میں گر گئے پھر تو اسکی خوبی کے مدآح ہو گئے۔۔۔ اسی طرح خواجہ قدس سرہ العزیز کے زمانے میں مولٰینا ضیاء الدین تصوف، راہ سلوک اور اطوار صوفیہ کرام کے منکر تھے اور خوبیوں کے متصرف ہونے کے بجائے اہل تصوف کا شدت سے رد کرتے تھے۔ مگر خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرفات نے جب اپنا کمال دکھایا تو وہ اپنے باطل نظرئیے سے توبہ کرتے نظر آتے ہیں۔۔۔ حضرت عبدالرحمان چشتی (متوفی ۱۰۹۴ھ) رقمطراز ہیں، وہاں مولٰینا ضیاء الدین حامد حکیم بلخی رہتے تھے جو تصوف پر ہرگز یقین نہ رکھتے تھے بلکہ اہل تصوف سے شدت سے پیش آتے

تھے اور بالکل منکر تھے، ایک دن خواجہ بزرگ درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور خادم کباب تیار کررہا تھا اتفاق مولینا ضیاء الدین کا وہاں سے گذر ہوا۔ جب حضرت خواجہ نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا ضیاء الدین نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گئے اور خادم نے کباب لاکر سامنے رکھ دئے۔ آپ کچھ کباب انکے سامنے رکھے۔ کھاتے ہی تمام اعتراضات ان کے دل اور نور معرفت چمکنے لگا، بے اختیار ہو کر خواجہ بزرگ کے قدموں میں گر گئے اور بیعت سے مشرف ہوئے دوسرے دن انہوں نے اپنا سارا کتب خانہ نالی میں پھینک دیا اور اسباب دنیا سے الگ تھلگ ہو کر مجاہدات وسلوک میں مشغول ہو گئے، ان کے تمام شاگرد بھی تائب ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔

سبحان اللہ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت رکھنے والے کباب کا جب عالم یہ ہے کہ سینے کی بیماری، تصوف جیسے حق و سچا فن سے حد و کینہ اور اعتقاد کو ملیا میٹ کر دینا ہے تو آپکی ذات کا عالم کیا ہوگا۔ اس سے اہل سنت و جماعت کے اس عقیدے کا اثبات ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو مافوق الفطرت اللہ تعالیٰ کے طرف سے قدرت ملی ہے وہ بلاشبہ تصرفات واختیارات کے مالک ہوتے ہیں اور دل کی دنیا پر ان کی حکومت کچھ اس قدر ہے کہ جب چاہیں باذن اللہ اسے زیروزبر کر دیں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اجمیر کے عقیدے کی اس آواز کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیئے ہیں اور اسکا اظہار یوں کرتے ہیں۔ ؎

غرض آقا سے کہوں کہ ہے تیری پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

معلوم ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ وایمان وہی ہے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا تھا عقیدے کی ہم آہنگی بریلی مارہرہ مطہرہ، بدایوں، کچھوچھہ مقدسہ، خیرآباد اور مبارکپور میں ملتی ہے نہ کہ دوسرے مکاتب فکر کے مراکز میں، ان واقعات وشواہد کو پڑھنے کے بعد اپکا ضمیر خود ہی پکار اٹھے گا کہ نبیوں اور ولیوں کے تصرفات واختیار کے تعلق سے مسلک اہل سنت کا عقیدہ خود ساختہ نہیں بلکہ اجمیر سے چل کر بریلی پہونچا ہے اور فدایان خواجہ کے دل و دماغ میں رچ بس گیا ہے۔

## تصرفات خواجہ کی دوسری مثال

جب آپ نے اجمیر مقدس میں اپنا قدم رکھا تو راجہ رائے پتھورا آپکی کرامات اور خوارق عادت دیکھ کر ششدر رہ گیا، اپنی جاہ وحشمت کی خاطر وہ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا لیکن دل میں وہ ملک ہندستان کی بادشاہی سے ہاتھ دھو چکا تھا جب جیپال جوگی خواجہ بزرگ کے کمالات وکرامات کا مشاہدہ کرکے پشیماں ہوا اور اسلام لایا اور حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش غلام بن گیا تو رائے پتھورا مجبور گیا اور آپکے خادمان کو ضرر پہنچانے کے منصوبے بنانے لگا لیکن جونہی اس کے دل میں یہ خیال فاسد آتا تھا وہ نابینا ہو جاتا تھا اور جب اس خیال سے توبہ کرتا تھا تو بینا ہو جاتا۔

واقعہ کے حصہ کو بار بار پڑھئے، بعدہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز یا آپ کے خدام کے بارے میں صرف برے خیال سے انکھیارا اندھا ہو جاتا ہے اور اندھا انکھیارا تو اگر آپ اپنی قوت واختیار اور مافوق الفطرت طاقت کو استعمال میں لے آئیں تو دشمن کا کیا حال ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ ایک مرتبہ فرمایا: پتھورا را زندہ بدست لشکر اسلام دادم پھر تو دنیا والوں نے اپنے سر کی انکھوں سے دیکھا کہ اس نحیف و ناتوں (جسمانی طور پر) انسان رائے پتھورا جیسے بہادر ہیکل اور لاکھوں کی تعداد میں افواج کثیرہ رکھنے والے شخص کو زندہ گرفتار کر لیا اور شہاب الدین غوری کے ہاتھوں میں دے دیا پھر انھوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

## تیری مثال

ہندستان کفر کی کان میں رہتے ہوئے حضرت خواجہ قدس سرہ کے خدام پانچ وقت اذان دیتے تھے اور نمازیں باجماعت ہوتی تھیں یہ دیکھ کر کفار جلتے تھے، انھوں آپ کے خدام کو نقصان پہنچانے کی بہت کوشش کی لیکن جونہی یہ خیال فاسد لیکر باہر نکلتے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور مجبور ہو کر رہ جاتے تھے، ایک دن ایک سخت دل کافر خنجر بغل میں چھپا کر خواجہ بزرگ پر ہاتھ صاف کرنے کی غرض سے آیا اور آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا

آپ نے فراست سے اسکا ارادہ معلوم کرلیا اور اس سے فرمایا کہ خنجر کیوں نہیں چلاتے، میری گردن حاضر ہے۔ یہ سنتے ہی اسکے جسم میں لرزہ طاری ہوگیا۔ خنجر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور حضرت خواجہ کے قدموں پر گر گیا۔ اسکے بعد اس نے توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

حدیث شریف میں ہے: اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی فراست سے ڈرو اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن سے مراد مومن کامل یعنی ولی اللہ ہے، ولی اللہ کی فہم و فراست اور دانائی عطیہ الٰہی ہے کہ اسکے بعد اس پر الہام کا ورود ہونے لگتا ہے۔ ایک عیسائی مذکورہ حدیث پڑھنے کے بعد ایک زمانے تک اس سلسلے میں متحیر رہا کہ فراست مومن کیا چیز ہے یہ طے کرلیا کہ جو شخص اسکا مطلب بتادے گا اسکے ہاتھ پر ایمان لے آؤنگا برسوں گھومتا رہا علمائے کرام سے پوچھتا رہا لیکن کہیں حل نہیں نکلا۔ ایک مرتبہ صلیب پہنا اور زنار باندھا اور اسے چھپا کر حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ دریافت کیا کہ فراست مومن کیا چیز ہے فرمایا فراست یہ ہے کہ تو صلیب اور زنار کو توڑ دے اور اسلام لے آ، اس نے فوراً زنار اور صلیب کو توڑ دیا اور اسلام قبول کرلیا، حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو کفار مکہ تاک ہی میں تھے کہ کسی طرح آپ کو شہید کر دیا جائے اسکے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے، اسی منصوبے کے تحت جب آپ تبلیغ اسلام کے لیئے بازار گئے تھے ایک کافر مسلمانوں کے ساتھ اسلامی شکل و صورت اور ہیئت بنا کر آیا اور بغل میں تلوار چھپائے ہوا تھا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تو حسن ارادہ سے آیا وہ کام کرلیا تو اس ارادے سے نہیں آیا ہے اتنا کہنا تھا کہ اسکے ہاتھ میں کپکپی طاری ہوگء اور آپکے قدموں میں گر گیا، ولی نبی کا مظہر ہوتا ہے اور ولایت نبوت کا پرتو و عکس ہوتی ہے۔

**ماہتاب اجمیر سے محدث بریلوی کو محبت**

آج کے اس پرفتن دور اور ہوش ربا ماحول میں اہل بدعت معاندین دین وسنت نے جہاں خیابان دین محمدیہ کی شان کو گھٹانے کیلئے اور طرق اپنائے وہیں سرزمین ہند پر امت مرحومہ کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے ماہتاب اجمیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ اور مجدد اعظم امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے درمیان ایک خط فاصل کھینچنے کی سعی لاحاصل کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول کا نام ہے، ان کی زندگی کا نصب العین ہی محبت خدا اور عشق مصطفیٰ تھا، بزرگوں سے عقیدت و محبت اور ان کی تعظیم بجالانا ان کی زندگی کا ماحصل تھا۔

سرکار اعظم خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ والرضوان امام احمد رضا کی نظر میں کس شان کے ولی ہیں، ان کی بارگاہ میں کس طور سے سوغات محبت پیش کرتے ہیں، ان کے دربار عالیہ میں حاضر ہوکر کس شان سے عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں ان شاء اللہ آنے والے سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے، عاشق رسول شیدائے آل رسول امام احمد رضا خواجہ ہند کے خصائل حمیدہ اور درجات رفیعہ کو ایک فتوے کا جواب دیتے ہوئے کس حسین پیرائے اور مؤدب وجامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

آپ رقمطراز ہیں کہ،،حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں۔،، (فتاویٰ رضویہ، جلد یازدہم ص ۴۳ ناشر رضا اکیڈمی)

مذکورہ بالا عبارت سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے عشق کی حد تک پہنچے ہوئے شیدائی ہیں کہ بہر تقدیر ان کا دفاع کرتے، ان کی قرار واقعی شان اجاگر کرتے اور ان پر کئے گئے اعتراضات کا دندان شکن جوابات دیتے ہیں، وہیں حضرت خواجہ کے سلطان الہند، دین کے مددگار اور غریب نواز ہونے کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ محب کو محبوب کی ہر شی سے محبت ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیئے کہ یہ محبت کا تقاضا، شان عشق اور اشد حبا کا اعلیٰ نمونہ ہے عشق کے راہی امام العشاق حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے اس مفہوم کو قلمی لسانی اور عملی۔ طور پر کرکے دکھایا کہ جہاں آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ والرضوان سے حد درجہ محبت رکھتے تھے وہیں ان کے شہر سے بھی کافی محبت والفت

اسلاف و اخلاف

رکھتے ہیں، بلکہ ان سے محبت کرنے والے اوران سے نسبت رکھنے والے کوداد تحسین دیتے، اور جوان سے بغض وحسد اور نفرت رکھتے ان کو مبغوض قرار دیتے ہیں یہ دیکھئے! وہ شخص جس کا نام غلام معین بالدین اور غلام کالفظ اپنے نام سے ہٹادے نیز کوئی شخص اجمیر شریف کوشریف نہ جانے اس کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ ایسا حکم واضح فرماتے ہیں جس سے اصل مسئلہ بھی منقح ہوکر سامنے آتا ہے اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی عقیدت ومحبت بھی مترشح ہوتی ہے ۔جس کا اندازہ ذیل کی اس تحریر سے لگایا جاسکتا ہے جس کو امام احمد رضا نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا ہے۔

اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ ''شریف'' نہ لکھنا اوران تمام مواقع اس کا التزام نہ کرنا اگراس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جی جلوہ افروزی حیات ظاہری و مزار پرانوار (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں رسو اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب (جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں)

اوراگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی وفضل عظیم وخیر جسم سے محرومی ہے۔ کما افادہ الامام المحقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ فی الترضی اوراگراس کا مبنی وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے۔اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت؟ ما علی مثله یعد الخطاء اوراپنے نام سے غلام کا حذف کرنا اگراس بنا پر ہے کہ حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکارواستکبار ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین۔ اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار ومرتدین ہیں، وللکفرین عذاب مھین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ ص ۱۸۷ و ۱۸۸)

یقیناً مذکورہ بالا سطور کو محدث بریلوی قدس سرہ نے غایت درجہ عشق سلطان ہند میں ڈوب کر تحریر فرمایا ہے جبھی تو اس کا ہر لفظ ان کی الفت ومحبت کی غمازی کررہا ہے، جس طرح اعلی حضرت اماماحمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے لفظی اعتبار سے حضرت خواجہ ومرقد خواجہ کی رفعت شان کو بیان فرمایا ہے اسی طرح معنوی روحانی اعتبار سے بھی عقیدت وحقیقت کے ساتھ ان کے بلندی مقام کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد گرامی خاتم المحققین مفتی نقی علی خان قدس سرہ نے بہدف اور محرب دعاؤں پر مشتمل ایک وقیع اور مایہ ناز کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے احسن الوعا لاداب الدعا، اسکی افادیت کو عام ونام کرنے کے پیش نظر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسکی شرح لکھی جس کا نام ''ذیل المدعا لاحسن الدعا'' رکھا ہے۔ ان میں خاتم المحققین اوراعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چوالیس (۴۴) مقامات مقدسہ کی نشاندہی کی ہے جس میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ان مقامات میں اعلیٰ حضرت نے ۹ ۳ نمبر پر حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ انور کو شمار فرمایا ہے۔آپ نے واضح فرمایا ہے کہ آپ کے مزار پرانوار کے پاس لوگوں کی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں فرماتے ہیں، مدسی ونہم مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ غور فرمایئے اس اقتباس میں اعلی حضرت امام احمد رضا حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ اقدس میں جس اس قدر عقیدت ومحبت کے نچھاور کئے ہیں اور خوب سے خوب تر القاب سے یاد فرمایا ہے وہ ارباب علم و بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نغمہ سنجی کے ذریعہ درخواجہ سے آپ کو انعام خسروی اور بے شمار فیوض و برکات حاصل ہوکے، جس کا ذکر آپ نے الملفوظ میں بھی کیا ہے:

''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔'' (الملفوظ ص ۴۴ حصہ سوم)

اس عقیدت ومحبت سے لبریز جملہ کو پڑھنے کے بعد کسی مجال کو انکار نہ ہوگی کہ یقیناً آپ کو سلطان الہند سے حد درجہ محبت تھی، مزید یہ کہ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کے ساتھ ساتھ سیدنا معین الدین حضور غریب نواز چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسلسلے کی بھی اجازت یو خلافت حاصل تھی، وہ تیرہ سلاسل جن کی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی ان میں سلسلہ چشتیہ بھی ہے، جیسا کہ "**الاجازات المتینہ**" میں آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بلکہ طالبان اجازت کو سلسلہ چشتیہ جدیدہ وقدیمہ کی بھی اجازت دیتے تھے علماء مکہ ومدینہ زادھما اللہ شرفا وعدلا کو بھی اسکی اجازتیں دیں جیسا کہ مذکورہ کتاب میں ہے۔اس سلسلہ کی اجازت وخلافت ملنا اور دیگر طالبان کو اسکی اجازتیں عنایت کرنا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ آپ مقبول بارگاہ خواجہ تھے اور ان کے عاشق وشیدا تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ متعدد بار بارگاہ خواجہ کی حاضری کے شرف سے مشرف ہوئے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے، یہ حاضری کبھی بیداری اور کبھی خواب میں ہوئی، ذیل میں امام احمد رضا خان کی ہند کے سلطان کے تعلق سے واقعات درج کئے جا رہے ہیں جس سے آپ کو حضور خواجہ غریب نواز سے کسی قدر عقیدت تھی اس پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جب اپنے دوسے سفر حج سے تشریف لائے اور بمبئی پہنچے تو حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ نے انہیں دعوت دی کہ حضور میرے گھر جبل پور تشریف لے چلیں تو اعلیٰ حضرت نے اپنے اس خاص محب اور عقیدت مند کی دعوت کو ترجیح نہ دیا اور نہ وہی اپنے گھر بریلی شریف کو، بلکہ ترجیح دی تو کس کو؟ وہی سرکار اعظم کو، دربار خواجہ میں حاضری کو، ان سے فیوض وبرکات لوٹنے کو، چنانچہ حضرت برہان ملت موصوف رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے ممبئی سے بریلی شریف کا قصد کیا والد ماجد نے جبل پور تشریف لے جانے کیلئے عرض کیا تو فرمایا: ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا، انشاء اللہ پھر کبھی جبل پور آؤں گا۔" (اکرام امام احمد رضا ص۔ ۸۲)

قارئین نے کرام احمد رضا قدس سرہ کی دربار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں بیداری حاضری کا واقعہ ملاحظہ کیا، اب رویائے صادقہ صالحہ کے راستے سے بھی ایک واقعہ خود امام احمد رضا کی زبانی ملاحظہ کرلیں، اصل واقعہ سے قبل یہ ذہن نشیں کرلیں کہ ماہ وربیع الآخر (ربیع الجیلانی) ۱۳۰۲ھ میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سیدنا غریب نواز قدس سرہ کے بالواسطہ مرید وخلیفہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے قصد سے بریلی شریف سے چلے تو پہلے بارگاہ غیاث پور کی خاک بوسی کی پھر تین دن کے بعد وہاں سے واپس ہوکر دہلی میں قیام کا عزم فرمایا، حضرت محبوب الٰہی کے دربار پر بہار میں حاضری دے کر ان کے فضل راسخ کی طرف متوجہ ہوئے اور ازراہ محبت وشوق حضرت کی مدح میں منقبت کے کچھ اشعار کا تحفہ پیش کیا، جب کہ اس سے قبل کثرت مطالعہ کے سبب آپ کی چشم مبارک میں ضعف آ گیا تھا اور درد بھی۔

الحمدللہ آپ کا یہ تحفہ بارگاہ محبوب الٰہی میں قبول ہوا بلکہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی بارگاہ اقدس میں بھی قبول ہوا اور حضرت خواجہ نے امام احمد رضا کو اپنی زیارت پر انوار سے شرفیاب فرمایا، خواب ہی میں امام احمد رضا نے روضۂ خواجہ کی خاک بوسی کی خاک درپاک خواجہ کو اپنی آنکھوں میں لگایا اور چہرے پر مل لیا، پھر کیا تھا وہ ضعیف ومرض جو چالیس دن تک علاج ومعالجہ کے بعد بھی ٹھیک نہ ہوا تھا، اس خاک پاک کی برکت سے دور ہو گیا، درد کافور ہو گیا اور بینائی سبھی اچھی ہو گئی۔

اب آئیے اصل واقعہ کو خود اعلیٰ حضرت کی زبانی ملاحظہ کیجئے جسے مجیر معظم کے داعیہ کے طور پر امام احمد رضا نے درج کیا:

"امابعد! گدائے سرکار غوثیہ، سگ کوئے قادریہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کا حشر سگان مولیٰ میں فرمائے۔

غرض ہرداز ہے کہ فقیر نے ماہ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت، حضور پرنور صاحب فضل عالی، سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرضوان الغیر المتناھی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے

اسلاف و اخلاف

بریلی سے شدرحال سفر کر کے بارگاہ غیاث پور کی خاک بوسی کی، تین دن بعد وہاں سے واپس آکر شاجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا اس سے قبل میری داہنی آنکھ میں کثرت مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آگیا تھا دل نے کہا آنکھ کی شفاوصفا کی امید پر دوائے چشم کے لئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا، لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، ازراہ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے، رات کے وقت جب سر تکیے سے لگایا نیند آگئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنئے) ایک رنگین جنت نشاں مقام ہے جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے بخت رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرت کارساز خواجہ غریب، سلطان الہند وارث نبی قدس سرہ العزیز کا مزار باامتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند سورج کے پیچھے آئے، یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی روح الملك القوی کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے میں نہ پہچان سکا۔

سرعقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجہ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائتانے بیٹھ گیا اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، شناور، دراز قامت شخصیت ہے رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت ودلیری بھی عیاں ہے، آنکھیں کشادہ داڑھی کے بال سیاہ وسفید عیب سے دور محاسن سے بھر پور ذات مبارک ہے بےخود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا وہ خاک پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرے اور آنکھ پر لگائی پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کردی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاش پر ترش رو ہوگئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہورہا ہے، اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہوجاتی ہے، گویا مجھے اشارہ فرمارہے ہیں انہیں چھوڑ و تم پڑھو اور خبردار ائے فقیر ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ان ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹادی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ: ربنا اتنا من لدنك رحمة وهئ لنا من امرنا رشدا ترجمہ: ائے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر (کہف آیت ۱۰) تک پہنچا تھا، یا ینشر لکم ربکم من رحمة ویهیء لکم من امرکم مرفقا ترجمہ: تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دےگا اور تمہارے کام میں آسانی کا سامان بنادےگا۔ (کہف آیت ۱۶) تک، کہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہوگیا، بحمد اللہ، ادھر یہ خواب دیکھا ادھر مرض میں نمایا تخفیف ہوئی، میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔'' (مجیر معظم شرح اکسیر اعظم، ص ۱۰۹۔۱۱۴)

کیا خوب فیضان غوث وخواجہ ہے! محبوبان خدا خواب میں بھی قرآن مقدس کا تلاوت کرتے نظر آتے ہیں اور جیسا دیکھتے ویسا ہی پاتے ہیں، دکھیئے تو سہی، خاک تربت پاک آنکھوں میں ڈالا ضعف بصر ختم ہوگیا اور درد چشم سے آرام مل گیا، اسی لئے تو استاذ زمن فرماتے ہیں:

اسلاف و اخلاف

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھالے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

ص ۳۹ رکا بقیہ........................................

ثم الصلوٰۃ علیٰ...... خیر الوریٰ الھادی
والآل معتمدی..... والصحب اسیادی
صلیٰ علیہ ربی........ ماجادت الجوادی

نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت بلاشبہ گلشن ہستی کے لیے فصلِ نو بہار کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ کی آمد آمد سے انسانیت کی مردہ رگوں میں فرحت ومسرّت کا تازہ خون دوڑنے لگا اور کائنات کا چپّہ چپّہ نورِ محمدی ﷺ سے جگمگانے لگا۔آپ کی ولادت طیّبہ کے وقت کے احوال کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا خامہ فکر سلاست وفصاحت اور عشقِ رسالت کا یوں گوہرآب دار لٹاتا ہے:

حال العناء وحلّتِ السّرّاء
وُلد الضیاء فالکون وضّاء
صدح الھزار وغرّدت ورقاء
ولد الھُدیٰ فالکائنات ضیاء
المصطفیٰ تزھو بہ العّلیا!!!
وعلیٰ السماء تسمو بہ الغبراء
یا حبّذا مولد المختار من بشر
ما قدّرت للمصطفیٰ النّظراء !!
یا اوّل الکون انت ربیعہ
روض الدُّنیٰ برببیعھا زھراء
(نغماتِ اختر،ص 12)

عشقِ محبّت کی زبان میں لکھا گیا یہ عربی سلام بھی عربی زبان وادب میں حضرت تاج الشریعہ کے مقامِ امتیاز کو اجاگر کرتا ہے:

ھادی السبل یا منار سلام
عدد البر و البحار سلام
یا سراج المنیر من ربی
من بہ العالمُ استنارَ سلام
یا معینا لکل ملھوف!!!!!
خیر جار لذی استجار سلام
یا صبا بلغی الیٰ حِبّی!!!
من بعید عن الدیار سلام
(نغمات اختر،ص 16)

حاصل کلام یہ کہ حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمہ صرف اردو ہی نہیں بلکہ عربی زبان کے بھی ایک عظیم شاعروادیب تھے،ان کی عربی نثرنگاری اور عربی شاعری ایک مستقل عنوان ہے،جس پہ بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اوراسے ایم فل یا پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا جاسکتا ہے،اللہ کرے کوئی اسکالراس جانب پیش قدمی کرے اور کمال شرح وبسط کے ساتھ ان سادہ خاکوں میں رنگ بھر کے دنیائے علم وادب کے سامنے پیش کرے اور اس طرح زبان و ادب کی ایک عظیم خدمت انجام پاسکے۔

ص ۵۸ رکا بقیہ........................................

سمجھے تھے کہ سورج پہ بھی ہے اُن کا تسلط
جوشب کے لٹیرے ہیں،سحر بھول گئے تھے
ٹھہرے ہوئے پانی کو دکھاتے تھے جو آنکھیں
بے عقل وہ طوفاں کی نظر بھول گئے تھے
جو لوگ ہواؤں کی عنایت پہ تھے مغرور
وہ بادِ مخالف کے شرر بھول گئے تھے
پھر دیپ اُنہی اہلِ سیاست کے بجھے ہیں
جوالفت وتہذیب کے دَر بھول گئے تھے
امید ہے چھٹ جائیں گے غفلت کے اندھیرے
وہ جاگ اٹھیں گے جو سحر بھول گئے تھے
یارب مرے بھارت میں محبت کی فضا ہو
پودے وہ کھلیں،جو گُل تر بھول گئے تھے
جو راستہ دلّی نے دکھایا ہے وطن کو
اب وہ بھی چلیں گے جوسفر بھول گئے تھے
شاید کہ وہ،اب وقت کی ٹھوکر سے سنبھل جائیں
خوش فہم جو سب زیر وزَبر بھول گئے تھے
جو لوگ ہدف سب کو بناتے تھے فریدی
خود اپنی حفاظت کا ہنر بھول گئے تھے

◆◆◆

اسلاف و اخلاف

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی*

# حضور تاج الشریعہ کی عربی شاعری

**ہندوستان** کی علمی و ادبی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہاں کے علماء و مشائخ نے مختلف علوم و فنون میں قابلِ رشک خدمات انجام دینے کے علاوہ عربی زبان و ادب میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں ان کی گراں قدر نگارشات اور تحقیقی کتب و رسائل ہمارے درمیان موجود ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے یہ علماء و مشائخ اردو اور فارسی کے علاوہ عربی زبان کے بھی رمز شناس تھے۔ ہندوستان کے وہ علماء و فقہاء اور ادباء و شعراء جنھوں نے عربی نظم و نثر میں اپنی بیش قیمت نگارشات یادگار چھوڑی ہیں، ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ملّا قاضی محبّ اللہ بہاری، قاضی شہاب الدین دولت آبادی، ملّا احمد جیون امیٹھوی، شیخ امان اللہ بنارسی، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی، شیخ علی متّقی، میر عبدالواحد بلگرامی، شیخ مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، شیخ عبدالحلیم فرنگی محلی، شاہ ولیّ اللہ محدّث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدّث بریلوی، علامہ فضلِ حق خیرآبادی، علامہ عبدالحی فرنگی محلی، امام احمد رضا محدّث بریلوی، شیخ احسن اللہ عبّاسی بھاگل پوری، علامہ ظہیر احسن شوق نیموی، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری، شاہ سلیمان قادری پھلواروی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی وغیرہم۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک مضبوط اور خوب صورت کڑی کا نام مرشدِ گرامی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے، جو ایک درجن سے زائد علوم و فنون پر مجتہدانہ بصیرت رکھنے کے علاوہ عربی زبان و ادب میں غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اپنی مادری زبان کی طرح عربی بولتے تھے اور لکھتے تھے۔ آپ کی عربی دانی کا اعتراف جامع ازہر، مصر کے علماء و اساتذہ نے بھی کیا ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں جب آپ اپنے مصری اساتذہ سے عربی زبان میں گفتگو فرماتے تو وہ لوگ حیران رہ جاتے اور کہتے کہ ایک ہندوستانی عجمی طالب علم ایسی فصیح عربی بولتا ہے۔

عربی زبان و ادب میں حضرت تاج الشریعہ کا مقامِ امتیاز ایک مسلّمہ حقیقت ہے، عرب و عجم کے اہلِ علم و قلم نے آپ کی عربی دانی کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور آپ کو "سلطان الادباء" کا خطاب دیا ہے۔ آپ کا گراں قدر عربی" حاشیۂ بخاری" قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح "الفردہ" اور عربی نعتیہ مجموعہ" روح الفؤاد بذکری خیر العباد" معروف بہ" نغماتِ اختر" آپ کے با کمال عربی ادیب و شاعر ہونے پر دال ہیں۔

آپ کے قادر الکلام عربی ادیب ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے چار سال قبل جب راقم الحروف بریلی شریف گیا تھا اور آپ کے خادم خاص جناب مولانا عاشق حسین کشمیری مصباحی کے ساتھ حضرت کی ایک علمی نشست میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا، اس وقت" فتاویٰ رضویہ" کی تعریب کا کام چل رہا تھا۔ راقم نے اس نشست میں دیکھا کہ مولانا عاشق صاحب اِدھر اردو عبارت پڑھتے، اُدھر حضرت تاج الشریعہ بڑی سلاست و روانی کے ساتھ برجستہ اور فی البدیہہ اس کی عربی بناتے جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ عربی، حضرت کی مادری زبان ہے۔ راقم نے اپنی زندگی میں ایسا قادر الکلام اور زود گو عربی شاعر اور نثر نگار حضرت تاج الشریعہ کے علاوہ کسی دوسرے ہندوستانی عالم کو نہیں دیکھا۔

ماہرِ رضویات پروفیسر مسعود احمد مجدّدی، تاج الشریعہ کی عربی شاعری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ اختر رضا خان قادری ازہری بڑے متّقی اور باعمل عالمِ دین ہیں۔1983ء میں پاکستان تشریف لائے۔ ازراہِ کرم غریب خانے پر ٹھٹھہ بھی تشریف لائے۔ میں نے ایک عربی نعت کی فرمائش کی، آپ نے اسی وقت قلم برداشتہ ایک عربی نعت لکھ ڈالی۔"

(اُجالا،ص3 :،ادارہ مسعودیہ، کراچی)

عربی شاعری، عربی ادب کی سب سے پہلی شکل ہے۔

عربی شاعری کا سب سے پہلا نمونہ چھٹی صدی ہجری میں ملتا ہے مگر زبانی شاعری اس سے بھی قدیم ہے۔ عربی شاعری، اس کی صحیح تعریف اور اس کے اجزاء میں محققین ادب کا اختلاف ہے۔ ابن منظور کے بقول:

"شعر وہ منظوم کلام ہے جو وزن اور قافیہ میں مقیّد ہو، وہ آگے لکھتے ہیں کہ: شعر منظوم اور موزوں کلام کا نام ہے، جس کی ترکیب مضبوط ہو اور اس میں شعر کہنے کا قصد بھی پایا جاتا ہو۔ اگر اس میں ایک بھی شرط مفقود ہو تو یہ شعر نہیں کہلائے گا اور اس کے کہنے والے کو شاعر نہیں کہا جائے گا۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں جو موزوں کلام، مثلاً:

انا اعطینٰك الکوثر

یا

انا النبی لا کذب!!!

انا ابن عبد المطلب

ملتا ہے، وہ قصد و ارادہ کے فقدان کی وجہ سے شعر نہیں کہلاتا۔ ابن منظور اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شعر میں شعری احساس کا ہونا ضروری ہے اور یہ احساس بالارادہ اور دانستہ ہی ہوسکتا ہے۔

شعر کے چار ارکان ہیں: معنی، وزن، قافیہ اور قصد۔ علامہ سیّد شریف جرجانی علیہ الرحمہ کے مطابق: شعر، عرب کا ایک علم ہے جو فطرت، روایت اور احساس پر مشتمل ہوتا ہے۔

سیّد شریف جرجانی نے شعر کی حقیقت و ماہیت یوں بیان فرمائی ہے: "لغوی اعتبار سے شعر ایک علم ہے اور اصطلاحاً شعر اس موزوں اور مقفّٰی کلام کو کہتے ہیں جسے شاعر نے قصد و ارادے سے نظم کیا ہو۔ چنانچہ اس آخری شرط کی بنا پر قرآن کی یہ آیت، شعر نہیں ہے: الذی انقض ظھرك، ورفعنا لك ذكرك"

یہ موزوں اور مقفّٰی کلام تو ہے مگر شعر نہیں ہے کیونکہ اس کلام کو شعر کے ارادے سے نہیں کہا گیا ہے۔ عربی کی قدیم شاعری میں وزن اور قافیہ لازمی اجزا تصور کیے جاتے ہیں۔ قافیہ، بیت کا آخری حرف یا کلمہ ہوتا ہے۔ لیکن جدید شاعری کو قافیہ کی پابندی سے آزد کر دیا گیا ہے۔ عربی شاعری کی دو اقسام ہیں: موزوں اور غیر موزوں۔ غیر موزوں شاعری خال خال ہی نظر آتی ہے۔ موزوں شاعری، فراہیدی کے متعارف کردہ پندرہ بحور (طویل، مدید، بسیط، وافر، کامل، ہزج، رجز، رمل، سریع، منسرح، خفیف، مضارع، مقتضب، مجتث، متقارب، متدارک اور خَبب) میں محدود ہوتی ہے۔ خلیل بن احمد فراہیدی، علم عروض کے امام مانے جاتے ہیں اور یہ عروضی بحریں انہیں کی ایجاد کردہ ہیں۔ ایک بحر کئی اکائیوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس کو "تفعلہ" کہا جاتا ہے۔ ہر بحر میں کچھ تفعلے ہوتے ہیں جن کا ہر بیت میں خیال رکھنا ضروری ہے۔ محققین نے عربی شاعری کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے، کلاسیکی شاعری اور جدید شاعری۔

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی عربی شاعری میں کلاسیکی شاعری اور جدید شاعری دونوں کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ آپ کی عربی شاعری، نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے، جس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی سطر سطر سے مترشّح ہوتی ہے اور قارئین کے دامانِ دل کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔

خواہ وہ کسی بھی زبان کی شاعری ہو، وہ حِسّیاتی صداقتوں کا لفظی اظہار اور قلبی میلانات کا معنوی بیان ہوا کرتی ہے۔ اگر اس اظہار میں حُبِّ صادق، عشق و وارفتگی اور جذبہء عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عنصر شامل ہوجائے تو یہی قلبی اظہار "نعت" بن جایا کرتا ہے۔ حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری سر تا پا "نعتیہ شاعری" ہے، جس میں لفظی اور معنوی لحاظ سے "نعت

گوئی" کے جملہ اوصاف بدرجہء کمال موجود ہیں۔

عشقِ رسول ﷺ سے لبریز یہ اشعار ملاحظہ کریں:

رسول اللہ یا کنز الامانی
علیٰ اعتابکم وقف المُعانی
بھٰذا الباب یعتزّ الذلیل!!
بھٰذا الباب یاتی کل عانٍ
رسول اللہ فامنعنی وکن لی
معینا خیر عون فی الزمانِ
رسول اللہ یا بدر التّمامِ
الیك افرُّ من شرّ الظلامِ
یُقصّر عند غمرك کُلُّ بحرٍ
ویَقصر عن سماك ید الغامِ
سماء کم علیٰ الاقطار دامت
وبحرکم یُفیض علیٰ الدّوامِ

(نغماتِ اختر،ص 5 : 6/)

مندرجہ بالا اشعار میں جہاں سلاست وروانی اور صفائی و برجستگی ہے، وہیں عشقِ رسول کی چاشنی وسرمتی بھی ہے۔ شاعر نے اپنے ممدوح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مالک ومختار ہونے، ان کے جود وسخا، عطا وکرم اور آپ کے دربارِ گہربار کی فیض بخشیوں کا جس والہانہ انداز میں تذکرہ کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خصوصیت کے ساتھ پانچواں شعر: یُقصّر عند غمرك....... تعبیر کی عمدگی کی بہترین مثال ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی عربی شاعری میں ایک عربی النسل ناظم اور عرب نژاد شاعر کی ادبی خصوصیات نظر آتی ہیں اور کسی بھی جہت سے اس میں عجمیت کی جھلک دکھائی نہیں دیتی ۔آپ ایک قادر الکلام، زود گو اور پُر گو شاعر ہیں۔آپ کی عربی شاعری میں فصاحت و بلاغت، سلاست ومہارت، معنیٰ آفرینی، بلند خیالی، صنائع وبدائع، جذبات کی شدّت، افکار کی نُدرت، خوب صورت الفاظ، دلکش تراکیب، حُسنِ بیان اور عشقِ رسول کے جلوے جابجا نظر آتے ہیں۔

ذیل کے اشعار دیکھیں کہ شاعر نے اپنی جودتِ طبع کے سہارے فصاحت و بلاغت کے موتی لُٹاتے ہوئے کس طرح کے شعری گُل بوٹے کِھلائے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ صورت وسیرت اور ان کے علم وکرم کے تفوّق و برتری کا اظہار کرتے ہوئے دین وشریعت کی ایک اہم اور معرکۃ الآراء بحث" مسئلہء امتناع النظیر" کو کتنی خوب صورتی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

یا مطلع الانوار فی کلِّ ازمانٍ
من سِرّہ سارٍ فی کلِّ اکوانٍ !!
فاق النّبیین فی خَلقٍ وفی خُلُقٍ
ولیس لہ فی علم و لاَ کرم ثانٍ
انت الذی مثلہ فی الکون ممتنع
صلّیٰ علیك اللہ یا خیر انسانٍ!!

(نغماتِ اختر؛ص 28 :)

حضرت تاج الشریعہ کے پر دادا امام احمد رضا محدّث بریلوی کی سیرت وسوانح سے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ نے اپنا عربی کلام جس کا مطلع ہے:

الحمد للمتوحدِ
بجلالہ المتفردِ

علمائے عرب کے سامنے پیش کیا تو وہ لوگ ایک ہندی عالم کے عربی کلام کو سن کر پھڑک اٹھے۔

راقم الحروف کا وجدان کہتا ہے کہ علمائے عرب اگر حضرت تاج الشریعہ کا مندرجہ ذیل عربی کلام بغور سماعت کرلیں تو عربی زبان وادب میں شاعر کے مرتبہء کمال پر فائز ہونے کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

اشعار ملاحظہ کریں:

الحمد للجوادِ....... الواهب المرادِ
منّان یا عمادی...... شکرا علیٰ الرشادِ
وعلیٰ ذہِ الایادی..... فینا علیٰ التمادی

بقیہ ص ۳٦/ پر

از: مولانا ملک الظفر سہسرامی*

# شہریت ترمیمی قانون! پس منظر و پیش منظر

احوال وطن

**شہریت** ترمیمی بل جواب قانونی شکل اختیار کر چکا ہے گو کہ ابھی اس کا نفاذ عمل میں نہیں آیا ہے، لیکن ملک کا باشعور طبقہ اس کی زہرناکیوں اور تباہ کاریوں کو محسوس کرتے ہوئے دستوری وآئینی دائرے میں رہ کر اس کی مخالفت میں احتجاجی تحریک کا حصہ بن گیا ہے، اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی احتجاجی تحریکوں کا رنگ پھیکا پڑتا نظر نہیں آرہا ہے، بلا تفریق مذہب وملت اور رنگ ونسل تمام وطن دوست حضرات احتجاجی صداؤں کا حصہ بن رہے ہیں، کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب ملک اور آئین کی حفاظت کی دہائی دیتے ہوئے موسم کے سرد تھپیڑوں کو مات دے رہے ہیں۔ دستوری وآئینی حق کی اساس وبنیاد پہ اس سیاہ قانون کے خلاف احتجاج کرنے والے مظاہرین کے تعلق سے حکومت نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ انصاف ودیانت پہ مبنی نہیں ہے، ایک جمہوری ملک میں دستور وآئین کے دائرے میں رہ کر رائٹ آف پروٹیسٹ عوام کو حاصل ہے اور رہے گا، جبر وتشدد کے ذریعے ان پر امن مظاہروں کے خلاف کی جانے والی کارروائی پہ ہر چہار جانب سے مذمت ہو رہی ہے، انسانی حقوق کی اس پامالی کے خلاف دنیا کے مختلف حصوں سے رد عمل کا اظہار ہو رہا ہے آوازیں بلند ہو رہی ہیں، لیکن اقتدار کے نشے میں چور حکمراں جماعت کے ارکان کے کان پہ جوئی تک نہیں رینگ رہی ہے۔

دراصل ہر محاذ پہ ناکام حکومت اپنی نااہلیوں اور ناکامیوں پہ خوشنما پردہ ڈالنے کے لیے طرح طرح کے اوچھے ہتھیار کا استعمال کر رہی ہے۔ ملک میں نفرت کا زہر گھول کر عوام کو بے وقوف بنانے کا عمل جاری ہے، نفرت کی یہ سیاست ملک کو کس تباہی کی جانب لے جا رہی ہے اسے ہمارا باشعور طبقہ بخوبی سمجھ رہا ہے ملک کا جی ڈی پی آج گھٹ کر ساڑھے تین فی صد ہو چکا ہے، تجارتی سیکٹر میں حد درجہ گراوٹ آئی ہے، ریزرو بینک کا خزانہ خالی ہو چکا ہے، ملک کی معاشی واقتصادی صورت حال حد درجہ افسوسناک ہے، ملک کے باشندوں کے اندر عدم تحفظ کا احساس بڑھ رہا ہے ایسے میں ان غیر ضروری مسائل پہ تمام سیاسی توانائیاں صرف کرنے کا جو احساس ہے وہ حکمراں جماعت کی ناکامیوں کی چغلی کھا رہا ہے، ان تمام باتوں پہ نظر رکھنے والے وطن دوست، باشعور حساس افراد نفرت کی اس سیاست کے خلاف بیک آواز سرگرم عمل ہو چکے ہیں یہ الگ بات ہے کہ زرد صحافت کے اس دور میں حکومت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو گودی میڈیا اور زردی اخبارات میں صحیح کوریج نہیں مل رہا ہے، تاہم سوشل میڈیا اور ذمہ داریوں کا احساس کرنے والے کچھ زندہ ضمیر صحافیوں کی گراؤنڈ لیول کی رپورٹنگ سے پوری دنیا اس کے خلاف اٹھنے والی احتجاجی تحریکوں کو بہت گہری نظر سے دیکھ رہی ہے۔

آزاد بھارت میں آنجہانی جئے پرکاش نارائن کے ذریعہ چلائے گئے آندولن کے بعد شاید یہ سب سے بڑا آندولن ہے، جس میں طلبہ وطالبات نیز پڑھے لکھے باشعور لوگوں نے اس سیاہ قانون کے خلاف بہت بے باکی کے ساتھ آواز بلند کی ہے، جب کہ اس کی پاداش میں انہیں پولس کے ظلم وستم کا شکار بھی ہونا پڑا ہے، ڈنڈے بھی برسائے گئے ہیں، گولیاں بھی چلائی گئی ہیں یہاں تک کہ ضلع انتظامیہ کو حکام بالا کی جانب سے سخت ہدایت جاری کی جا چکی ہے کہ اس کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو سختی کے ساتھ کچلا جائے لیکن ظلم وستم کی آندھی کب حق پسندی کا چراغ بجھا سکی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی میں احتجاجی آواز



* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

بلند کرنے کی پاداش میں طلبہ وطالبات کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوئے اس نے بشمول ہندوستان پوری دنیا کے انصاف پسندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور یہ چنگاری اب شعلہ بن چکی ہے اور ہر طرف سے ملک دوست افراد احتجاج کی اس چیخ و پکار کا حصہ بن رہے ہیں، طلبہ و طالبات کا پورا قافلہ سرگرم عمل ہو چکا ہے جس نے حکومت کا سکھ چین چھین لیا ہے اب ارباب اقتدار کے سامنے اس قانون مین ترمیم کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا۔

آزاد بھارت میں میڈیا کا رول ہمیشہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رہا ہے اور انصاف پسند حضرات کے ہاتھوں قرطاس وقلم کی ناموس وعزت کا تحفظ بحال رہا ہے لیکن اب رفتہ رفتہ ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ ایک جمہوری ملک کا یہ مضبوط ستون بھی حکومت وقت کا حصہ بنتا جا رہا ہے، یہ غیر جانبدارانہ ماؤنٹرنگ کا کام انجام دینے کی بجائے حکومت وقت کی صحیح، غلط پالیسیوں کی توضیح وتشریح میں لگا ہوا ہے، اخباروں میں پے نیوز چلائی جا رہی ہے تو الیکٹرانک میڈیا پہ ضمیر فروش اور زر خرید صحافیوں کی اجارہ داری کے سبب زرد صحافت کا بول بالا ہے چنانچہ صحافت سے وابستہ افراد حکومت وقت کے اشاروں پہ اپنی تمام خبر رساں ایجنسیوں کا استعمال کرتے ہوئے حقائق نظری سے یکسر آنکھیں موند کر زرد صحافت کی ایک مکروہ مثال پیش کر دی ہے۔

ابھی چند دنوں قبل کا واقعہ ہے راقم الحروف ایک مقبول ہندی اخبار کا اداریہ دیکھ رہا تھا، صحافت سے ادنیٰ اور معمولی نسبت رکھنے والے افراد پہ یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ کسی بھی اخبار کا اداریہ اس کی روح ہوتا ہے، اس کا ایک ایک حرف احساس ذمہ داری کی قسمیں کھاتا ہے۔ صحافتی دیانتداری اس کے خمیر کا حصہ ہوتی ہے لیکن جب زبان وقلم حکومت کے ہاتھوں گروی رکھ دیئے جائیں تو پھر صحافتی اصول وضوابط کا خون یقینی ہے۔

جب اس قانون کے خلاف اپنے ردعمل کے اظہار کے لیے محترمہ سونیا گاندھی کی قیادت میں ایک وفد صدر جمہوریہ ہند سے ملاقات کو گیا اور ملک کے آئین اور دستور کے خلاف مذہب کی بنیاد پہ شہریت ترمیمی قانون کے تعلق سے عوام کے اضطراب اور اپنے احساسات کا اظہار کیا، تو اس خبر پہ فاضل مدیر نے تبصرہ کرتے ہوئے چٹکی لی اور لکھا کہ یہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے، ان باشعور لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ شہریت ترمیمی بل دونوں ایوان سے پاس ہو چکا ہے اور صدر جمہوریہ ہند کے دستخط و مہر ثبت ہو جانے بعد اسے قانونی شکل حاصل ہو چکی ہے، اب اس میں ردوبدل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔ لہٰذا اس سلسلے میں کی جانے والی تمام کوششیں بے سود ورائیگاں ہیں اور عوام کو بے وقوف بنانے والی سیاست ہے۔ یہ تبصرہ پڑھ کر میں حیرتوں میں ڈوب گیا، بہت دیر تک اس پہ غور کرتا رہا لیکن میری فہم ناقص نے اپنی کم مائیگی کا عذر پیش کر دیا، ایک دن اتفاق کہ ہائی کورٹ کے سینئر وکیل اور ماہر قانون داں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک دل میں خیال آیا کہ قانون کی باریکیوں اور نزاکتوں کو ان حضرات سے بہتر کون سمجھے گا، میں نے اپنا ذہنی خلجان ان کے سامنے پیش کیا اور اداریئے کا وہ تبصرہ بھی، تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آخر یہ قانون بھی کسی گزشتہ قانون میں ردوبدل کر کے ہی پاس کیا گیا ہے جسے آج قانونی شکل حاصل ہو چکی ہے، جب یہ ردوبدل روا ہے تو پھر اس میں ردوبدل کیوں کر جائز نہیں ہوگا، یہ کوئی خدائی قانون تو ہے نہیں جس میں ردوبدل کی گنجائش باقی نہ ہو، آئے دن قانون میں ردوبدل ہوتے رہتے ہیں، اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کام کس کی جانب سے انجام دیا جا رہا ہے، صحافت کے پاسدارو! تمہارا منصب یہ نہیں ہے، تمہیں تو حقائق سے پردہ اٹھا کر عوام کی آنکھوں پہ پڑی ہوئی پٹی ہٹا کر دعوت مطالعہ دینا ہے۔

شہریت ترمیمی قانون کے خلاف جو احتجاجی تحریکیں سرگرم عمل ہوئی ہیں ان میں ابتداً تو مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ناانصافیوں کے رد میں آوازیں گونج رہی تھیں، لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کا رنگ تبدیل ہو گیا، اس احتجاجی تحریک میں دانشوروں کے طبقے نے جو بات خصوصی طور پر نوٹ کی وہ یہ ہے کہ قیادت کے بغیر وطن دوستوں کا پورا قافلہ سڑکوں پہ نکل آیا ہے۔ علما جن کے کاندھوں پہ مسلم قیادت کی ذمہ داریاں ہیں وہ بھی اس قافلے کا

احوال وطن

حصہ ضرور بنے لیکن قائدانہ رول ان کا نہیں رہا۔ علمائے کرام کی قیادت سے خالی اس احتجاج پہ مثبت ومنفی خیالات وآرا بھی آرہے ہیں لیکن حق یہی ہے کہ قیادت سے آزاد بغیر سوچے سمجھے جو طبقہ احتجاجی تحریک کا پرچم لے کر میدان عمل میں اترا اس کے اسی انداز نے حکومت وقت کی آنکھوں سے نیند چھین لی اور شاطر و چالاک حکمراں چاہ کر بھی اسے قومی رنگ دینے میں ناکام ونامراد ہیں، علما کی قیادت پہ شاکی حضرات اس نازک وحساس پہلو پہ کشادہ نظری سے توجہ فرمائیں گے تو انہیں اس میں خیر کا پہلو نظر آئے گا۔

اگر علما کی قیادت میں یہ قافلہ سرگرم عمل ہوتا تو شاطر و چالاک حکمراں اسے قومی رنگ دے کر نفرت کا زہر گھولنے میں کامیاب ہوجاتے۔ اس قافلے میں داڑھی ٹوپی والوں سے کہیں زیادہ وہ حضرات پیش پیش نظر آئے جن کے چہرے کسی شناخت وپہچان سے عاری تھے جس کا خوش گوار نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حکومت اسے قومی رنگ دینے کی تمام تر کوششوں کے باوصف ناکام ونامراد رہی۔ فرقہ واریت سے اوپر اٹھ کر دیش بچاؤ، سمودھان بچاؤ، دستور بچاؤ، آئین بچاؤ کے نعرے لگائے جارہے ہیں۔ حق و انصاف کی آواز تو یہی ہے کہ یہ کسی قوم کسی ذات کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ملک کے اس مضبوط وسیکولر دستور وآئین کی حفاظت کا ہے جس کی گھنیری چھاؤں میں یہاں کے رہنے والے مختلف رنگ ونسل سے وابستہ، الگ الگ زبان اختیار کرنے والے، علیحدہ علیحدہ دین ومذہب کے پاسدار اور مختلف تہذیب وتمدن اپنانے والے تمام لوگ بلا تفریق ایک ساتھ باہم شیر وشکر ہو کر زندگی گزارتے ہیں انہی پاکیزہ جمہوری قدروں کی بنیاد پہ پوری دنیا میں ہمارے ملک کی ایک الگ امتیازی شناخت و پہچان ہے جس کی اساس پہ ہم نغمہ سرا ہوتے ہیں ع

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

افسوس! آج کچھ لوگ اس کی یہ شناخت و پہچان مٹانے کے درپئے آزار ہیں لیکن وطن دوستوں کا جذبہ حب الوطنی سرفروشی کی تمنا دل میں لے کر میدان عمل میں اترا ہوا ہے جو انہیں ناپاک عزائم میں کبھی بامراد نہ ہونے دے گا، ہندوستان زندہ باد، حب الوطنی زندہ باد۔

سیاسی بساط پہ یہ جو مہرہ آزمائی ہو رہی ہے اس کا پس منظر کیا ہے وہ سیاسی شعبدہ بازی کے تیوروں سے واقف کار حضرات سے پوشیدہ نہیں ملک، کی ترقی، خوشحالی اور روزگار کی وسیع سہولتوں کے سبز باغ دکھانے والی سیاسی جماعت آج بیک فٹ پر چلی گئی ہے، دن بدن عوامی مقبولیت کا گھٹتا ہوا گراف ان کے کرب و اضطراب میں اضافے کا سبب بن رہا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی عوامی مقبولیت کا گراف اس وقت کس قدر ہے اسے سمجھنے کے لیے یہ تفصیل بہتر رہنما ہوگی:

ملک میں ۲۹ر ریاستیں ہیں جن میں صرف ۱۰ر ریاست میں بی جے پی کو اکثریت حاصل ہے جبکہ ۱۹ر ریاستوں میں اس کی مقبولیت کا گراف بہت نیچے ہے، عوام نے تو بعض ریاستوں میں اس کی غلط پالیسیوں کے سبب بالکل صفایا کر دیا ہے سکم، میزورم اور تامل ناڈو میں اسے ایک نشست بھی حاصل نہیں ہے۔

آندھرا پردیش میں ۱۷۵ر نشستوں میں صرف چار کیرل میں ۱۴۰ر میں صرف ایک پنجاب میں ۱۱۷ر میں ۳ر مغربی بنگال میں ۲۹۴ر میں ۳ر تلنگانہ میں ۱۱۹ر میں ۵ر دہلی میں ۷۰ر میں ۳ر اڑیسہ میں ۱۴۷ر میں ۱۰ر ناگالینڈ میں ۶۰ر میں ۱۲ر نشستیں حاصل ہیں۔

جن ریاستوں میں این ڈی اے کی حکومت ہے وہاں بھارتیہ جنتا پارٹی کی نشستوں کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں، میگھالیہ میں ۶۰ر نشستوں میں ۲ر بہار میں ۲۴۳ر میں ۵۳ر جھارکھنڈ میں ۸۱ر میں ۲۵ر گوا میں ۴۰ر میں صرف ۱۳ر نشستیں ہیں۔

ملک میں ۴۱۳۹ر ودھان سبھا نشستوں میں سے بی. جے. پی کے پاس صرف ایک چوتھائی سے کچھ زائد نشستیں ہیں جن کی تعداد ۱۵۱۶ر ہے جن میں ۹۵۰ر نشستیں ان چھ ریاستوں سے متعلق ہیں گجرات، مہارشٹر، کرناٹک، اتر پردیش، مدھیہ پردیش اور راجستھان، پورے ملک میں ۶۶ر فی صد نشستوں پہ بی. جے. پی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

دم توڑتی ہوئی مقبولیت اور گری ہوئی ساکھ بقیہ ص ۱۸ر پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# احتجاجی تشدد پر دوہرا معیار اور حمایت کیلئے اوچھے ہتھکنڈوں کا سہارا کیوں؟

احوال وطن

**حقوق** انسانی کے عالمی منشور میں حقوق اقلیت کے تحت اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ" سارے انسان وقار اور حقوق میں برابر ہیں۔"

ہمارے ملک میں بھی دستور ہند کے بنیادی حقوق کے تحت اقلیتوں کے مذہب، زبان اور نسل وتعلیم کی حفاظت برابری کا اعلان کیا گیا ہے، قانون کی رو سے حکومت کسی بھی طرح کا امتیاز نہیں کرسکتی. اسی لئے ملک کے حکمران ہوں یا عہدے داران، دستور(constitution) پر حلف اور دستور کی حفاظت کا عہد لیتے ہیں، لیکن آزادی کے بعد سے ہی ملک میں نفاذِ قانون پر دوہرا معیار اپنایا گیا، قوانین کا اطلاق اقلیت واکثریت کے پیمانے پر ہوتا رہا، یہاں تک کہ اقلیتیں اور خصوصاً مسلمان ہر میدان میں اسی امتیازی تفریق کا شکار ہوتے رہے نوبت یہاں تک آ گئی کہ اب حکومتی اہلکار کھلے عام ظلم وزیادتی پر اتر آئے ہیں، حالیہ وقت میں متنازعہ شہریت قانون سی اے اے(CAA) کے خلاف ملک کی عوام نے بلا تفریق مذہب احتجاج کیا، احتجاجی دائرہ جب مسلم اکثریتی علاقوں میں پہنچا تو کئی احتجاجی مظاہرے پُرتشدد ہوگئے، جس میں جان ومال کے ضیاع کے ساتھ عوامی املاک کا بھی نقصان ہوا۔

یہ بات بھی نوٹ کئے جانے لائق ہے کہ جن صوبوں میں غیر بی جے پی پارٹیاں برسر اقتدار ہیں وہاں لاکھوں افراد کے مظاہرے بھی پرامن اور تشدد سے پاک رہے لیکن بی جے پی زیر اقتدار ریاستوں میں محض سو دو سو افراد کے مظاہرے بھی تشدد کی زد میں آ گئے، پُرتشدد مظاہروں میں اتر پردیش سرِفہرست ہے، صوبے کے دارالحکومت لکھنؤ سمیت سنبھل، نہٹور(بجنور) مظفر نگر، رامپور، امروہہ، ہاپوڑ، علی گڑھ، میرٹھ، کانپور وغیرہ میں جم کر تشدد ہوا، اسی تشدد کا سہارا لے کر پولیس انتظامیہ نے کھل کر مذہبی تعصب اور مسلم دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مظاہرین پر گولیاں چلائیں جس کے باعث قریب 20افراد شہید ہوگئے، ظلم پر ظلم یہ کہ مسلمانوں پر ہی دنگا وفساد کے مقدمہ دائر کرکے ہزاروں افراد کو گرفتار کیا گیا، اب انہیں مظلوموں پر عوامی املاک کی بربادی کا الزام لگا کر ہرجانہ وصولی کے نوٹس جاری کئے جا رہے ہیں۔

## چند بڑے احتجاجی تشدد

بھارت میں احتجاجی مظاہروں کا پرتشدد ہوجانا کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ بھارت کی کچھ قوموں کے احتجاج کا مطلب تشدد اور لوٹ مار ہی ہوتا ہے، لیکن چونکہ اُن سب مظاہرین کا تعلق ہندو قوم سے ہوتا ہے اس لئے لاکھوں کروڑوں کا نقصان اور پولیس کا جم کر پٹنا بھی میٹھی گولی کی طرح ہضم کرلیا جاتا ہے، لیکن اگر مظاہرین مسلمان ہوں تو یہی پِٹی ہوئی پولیس ایک دم سے بہادر ہوجاتی ہے، ایک نظر پچھلے چند سالوں کے احتجاجی مظاہروں پر ڈالتے ہیں تا کہ موجودہ احتجاجی تشدد پر واویلا مچانے والوں کا اصلی چہرہ سامنے آسکے۔

مئی2015ء میں راجستھان کی گوجر برادری نے ریزرویشن کی مانگ کو لیکر احتجاج شروع کیا، ان مظاہرین نے ریلوے ٹریک اور بس اڈوں پر سات دنوں تک قبضہ جمائے رکھا208 ٹرینیں رد کی گئی، 141 ٹرینوں کے روٹ بدلے گئے، جس کے باعث قریب 200 کروڑ کا نقصان ہوا، فروری 2016ء میں ہریانہ کے جاٹوں نے ریزرویشن کو لے کر احجاج شروع کیا، امیدوں کے مطابق احتجاج تشدد میں بدل گیا، 7 ریلوے اسٹیشنوں کو تباہ کردیا گیا، جس کے باعث 800 ٹرینیں رد کرنا پڑیں، کئی بس اڈوں اور سرکاری دفتروں میں آگ لگادی گئی، سڑکوں کو

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

کھود کر گڈھے بنادیئے گئے۔

1000 سے زیادہ گاڑیاں 500 سے زائد دکانیں نذر آتش کردی گئیں، کئی شاپنگ مالس میں آگ لگا گئی، بھارت، پاکستان کے مابین چلنے والی سمجھوتا ایکسپریس کو روکا گیا، سونی پت میں مال گاڑی میں آگ لگائی گئی، جیند میں سابق وزیر ستیہ نارائن کے ساتھ مار پیٹ کی گئی، گنور ایس ڈی ایم (SDM) کی گاڑی کو آگ لگائی گئی، دہلی کو پانی سپلائی کرنے والی منف نہر کو بند کردیا گیا، جسے آرمی نے جا کر کھلوایا، مسافروں کے ساتھ لوٹ مار اور خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی تک واقعات ہوئے لیکن حکومت و انتظامیہ کانوں میں تیل ڈالے سوتی رہی، رام رحیم نامی بابا کو زنا و قتل کیس میں سزا سناتے ہی ڈیرا بھکتوں کے احتجاج میں جم کر بوال ہوا، آج تک اور ٹائمز ناؤ نیوز چینل کی او بی وین پھونک دی گئیں، پنجاب کے مانسا اور ملوٹ ریلوے اسٹیشن پر آگ لگادی گئی جس کے باعث فیروز پور ڈویژن کی 124 ٹرینیں رد ہوئیں، فاضلکا اسٹیشن پنجاب میں فیروز پور ڈپو کی بس کو نذر آتش کیا گیا، سنگرُور میں بجلی گھر کو ہی آگ لگادی گئی، پنچکُولہ ہریانہ میں 100 سے زیادہ گاڑیوں میں آگ لگادی گئی۔

**ذرا سوچیں!**

ہفتے بھر تک گوجر مظاہرین ریلوے اسٹیشن اور بس اڈوں پر اودھم مچاتے رہے، 9 دنوں تک جاٹ قوم کے فساد و آگ زنی کے واقعات میں قریب 34 ہزار کروڑ کا نقصان ہوا، اس احتجاجی تشدد کے نقصان کی بھرپائی کے لئے ہریانہ حکومت نے "نیشنل ڈجاسٹر مینج مینٹ اتھارٹی" (NDMA) سے ایک ہزار کروڑ روپے کی امداد مانگی تاکہ عوامی املاک کی مرمت و تعمیر کرائی جاسکے، رام رحیم کے ڈیرا بھکتوں نے ہفتوں تک سڑکوں پر تشدد مچایا، ہفتوں تک عوامی نقل و حمل بند رہی، سڑکوں کو کھودا گیا، اسٹیشنوں کو تباہ کیا گیا لیکن حکومت اور پولیس والوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ مظاہرین کو قانون کی طاقت کا احساس کراتے لیکن یہ پولیس مسلمانوں کو دیکھتے ہی گولی بندوق سے بات کرتی ہے، اس پولیس کی بندوق اور ہمت نہتھے مسلمانوں پر کام کرتی ہے، حالانکہ اُس وقت ہریانہ و راجستھان اسی بی جے پی کی حکومت تھی مگر تب بی جے پی کو اپنا فرض اور عوامی املاک کی تباہی کا خیال نہیں آیا! لیکن یوپی اور دہلی میں اسی بی جے پی کے اشاروں پر پولیس کا انتہائی ظالمانہ چہرہ سامنے آیا، جس کے لئے تاریخ کبھی نہیں کرے گی۔

**تشدد کی وجوہات اور پولیس کی سفاکیت**

آئین کی دفعہ (1)19 کے تحت حکومت کے کسی بھی قانون سے عدم رضامندی کا اظہار ہر بھارتی شہری کا آئینی اور بنیادی حق ہے، اس کا جمہوری طریقہ احتجاجی مظاہرہ بھی ہے، سی اے اے مخالف مظاہرین میں عدم اعتماد اس وقت پیدا ہوا جب پولیس نے قریب تمام ہی اضلاع میں دفعہ 144 لگا کر ہر قسم کے احتجاج پر پابندی عائد کردی، جس کے باعث عوامی غصہ مزید بڑھ گیا، اس کے علاوہ کچھ اسباب یہ ہیں:

احتجاجی جلوسوں کو جا بجا روک کر پولیس اہلکاروں نے نہایت سخت زبانی اور بدکلامی کا مظاہرہ کیا، نتیجتاً مظاہرین اور پولیس میں ٹکراؤ ہوا، پر امن جلوسوں میں بعض ایسے اجنبی افراد بھی مظاہرین میں داخل ہوئے جنہوں نے تشدد کا آغاز کیا، ایک وائرل ویڈیو میں بی جے پی کے جھنڈے والی گاڑی سے مظاہرین پر پتھراؤ کیا گیا، جس سے مظاہرین بھڑک گئے، اکثر مقامات پر پولیس نے مظاہرین سے ذرا بھی انسانی لب ولہجہ میں بات نہیں کی بلکہ بدکلامی کرتے ہوئے "مقدمہ کرنے اور ہاتھ پیر توڑ دینے" جیسی غیر دستوری زبان استعمال کی، انہیں وجوہات کی بنا پر بعض مقام پر عوام بھی مشتعل ہوگئے، پولیس چاہتی تو بغیر نقصان پہنچائے بھی مظاہرین کو روک سکتی تھی لیکن نہتھے اور کمزور مسلمانوں کو دیکھ کر پولیس نے سیدھا لاٹھی چارج، آنسو گیس اور گولیوں کا استعمال کیا، اب اس بہادر پولیس نے 498 لوگوں کو نامزد کر کے قریب 74 لاکھ روپے کی ریکوری کے نوٹس بھیجے ہیں۔

ایک طرف جاٹوں کے تشدد میں 34 ہزار کروڑ کا نقصان ہوا لیکن ہریانہ کی بی جے پی حکومت اور بہادر پولیس خاموش تماشائی بنی رہی لیکن مسلمانوں کے سامنے آتے ہی حکومت و پولیس کو

قانون قاعدے بھی یاد آ گئے اور نہتھے مسلمانوں پر بہادری دکھانے کا جذبہ بھی واپس آ گیا، پولیس کی سفاکیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ صرف مظفر نگر میں پولیس نے قریب 30 گھروں میں گھس کر توڑ پھوڑ کی اور قریب 50 سی سی ٹی وی کیمرے توڑ دیئے، اب پولیس عوامی املاک کی بربادی کے لئے مظاہرین سے ہرجانہ وصول کرنا چاہتی ہے، لیکن جن مکانوں میں پولیس نے توڑ پھوڑ کی ہے ان کا ہرجانہ کون دے گا؟ جو لوگ پولیس کی گولیوں سے مارے گئے ہیں ان کے اہل خانہ کی تسلی کون کرے گا؟

آخر cctv کیمرے کس لئے توڑے گئے؟ کیا کیمروں میں اپنی کرتوتوں کے ریکارڈ ہونے کا ڈر تھا؟ کہانی تو کچھ یونہی دکھائی دے رہی ہے مگر انصاف پسند لوگوں کے لیے وہ ویڈیوز ہی کافی ہیں جو پبلک میں وائرل ہوئے ہیں، بس اب ضرورت یہ ہے کہ قوم مسلم (یا وہ مظلوم جن کے ساتھ یہ ہوا ہے) ان کو محفوظ رکھیں اور کورٹ جانے کی تیاری کریں، اگر دو چار پولیس والوں کو ہی جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے اشاروں پر چلنے والی پولیس کو آدھا مفلوج کر دیا، اگر اتنا نہ ہو تو کم از کم جب تک کیس کی سماعت ہو رہی ہے ملازمت سے فارغ کر دیئے جائیں یہ بھی ان کے لئے موت سے کم نہ ہوگا، ان ویڈیوز کو ان تحریکوں تک پہنچائیں جو ان معاملات میں پیش پیش ہیں، امید کا دامن تھامے رہیں کیونکہ ؂

ان اندھیروں کا جگر چیر کے نور آئے گا
یہ ہیں فرعون تو موسی بھی ضرور آئے گا

### CAA کی حمایت کے لئے اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال

شہریت قانون کے لئے دجل وفریب کرنا جمہوریت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے، جمہوریت تبادلہ خیال اور باہمی مشاورت کا نام ہے، اس میں ضد نہیں پالی جاتی، فریق مخالف کی بات بھی سنجیدگی سے سنی اور درست ہونے کی صورت میں تسلیم بھی کی جاتی ہے، لیکن بی جے پی حکومت جمہوریت کے اس اصول پر عمل کرنا ہی نہیں چاہتی، اس لئے CAA اور NRC پر ملک کے اکثر طبقات کی کھلی ناراضگی کے باوجود اسے اپنی ضد وانا کا سوال بنا کر اوچھی حرکتوں پر اتر آئی ہے جو انتہائی شرمسار کرنے والی ہیں۔

### غیر اخلاقی حرکات

حال ہی میں بی جے پی نے سی اے اے پر عوامی حمایت کے لیے ایک ٹول فری نمبر جاری کیا اور عوام سے مسڈ کال کے ذریعے حمایت کی اپیل کی، یہ ایک جمہوری طریقہ ہے جو ہر سیاسی پارٹی کا حق ہے، لیکن اس کے لئے انتہائی بے شرم اور اوچھے ہتھکنڈے اختیار کئے گئے جو کسی بھی مہذب معاشرے میں گری ہوئی ذہنیت کی نشانی ہے، ٹول فری نمبر کے ذریعے حمایت حاصل کرنے کے لئے جنسی باتیں کرانے والی کال گرل سائٹس، فری ڈیٹا آفر، نیٹ فلکس آفر اور تو اور کیجری وال حکومت کی مفت وائی فائی سروس کے پاس ورڈ کے نام پر بھی یہی ٹول فری نمبر وائرل کیا گیا تا کہ کسی نہ کسی لالچ میں لوگ فون لگائیں اور بی جے پی ان کالز کا ڈیٹا لے کر یہ پروپیگنڈہ کرے کہ اسے بڑی تعداد میں عوامی حمایت حاصل ہوئی ہے۔

### دجل وفریب کے نمونے

حال ہی میں احمد آباد (گجرات) کے ایک پرائیویٹ اسکول "گرلز لِٹل اسٹار" میں 7 جنوری کو اساتذہ نے کلاس روم میں بلیک بورڈ پر یہ مضمون لکھوایا:

"جناب وزیر اعظم! میں اور میری فیملی سی اے اے قانون کی حمایت کرتے ہیں اور قانون بنانے کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

انتظامیہ نے طلبہ وطالبات سے یہ مضمون پوسٹ کارڈ پر لکھ کر وزیر اعظم کے آفیشل پوسٹل ایڈریس پر بھیجنے کے لئے دباؤ بنایا اور یہاں تک کہا کہ اگر کسی طالب علم نے ایسا نہیں کیا تو اسے انٹرنل ایگزام میں نمبر نہیں دیئے جائیں گے، اسکول کی طالبات جو پری بورڈ امتحان میں مصروف ہیں، انہیں اس مضمون کی فوٹو کاپی دے کر پوسٹ کارڈ لکھنے کے لیے کہا گیا، جب طلبہ وطالبات کے اہل خانہ نے پہنچ کر اسکول انتظامیہ سے باز پرس اور اعتراض کیا تو اسکول مالک جِنیش پرَسا رام نے فوراً پینترا بدلتے ہوئے کچھ اساتذہ کی غلطی قرار دے کر معافی مانگ لی اور لکھے ہوئے

احوال وطن

پوسٹ کارڈ واپس کر دیئے گئے۔

10 جنوری کو وائناڈ (کیرل) میں بی جے پی کارکنان سی اے اے حمایتی مہم کے تحت پرچے تقسیم کرتے گھوم رہے تھے، اسی کے تحت انہوں نے ضلع کلکٹر کو بھی ایک پرچہ دیا اور چپکے سے ان کی تصویریں اتارلیں اور سوشل میڈیا پر یہ کہہ کر وائرل کر دیں کہ وائناڈ ڈی ایم نے بھی سی اے اے کی حمایت کی ہے، اب ڈی ایم نے بی جے پی کی اس حرکت پر سخت اعتراض کرتے ہوئے ان کی تصویر کا غلط استعمال کرنے کا الزام عائد کیا ہے، بی جے پی لیڈران بات بات پر تہذیب و ثقافت کی دہائی دیتے پھرتے ہیں لیکن اپنے بنائے قانون کی حمایت کے لئے ایسی نازیبا حرکتیں آخر کس تہذیب کی عکاسی کرتی ہیں؟

اسکول انتظامیہ کا طلبہ وطالبات کو نمبرات کی دھمکی دے کر زبردستی حمایتی کارڈ لکھوانا، کس کی ایماواشارے پر ہے، آخر وہ کون لوگ ہیں جو اس فریب کے ساتھ طلبہ سے جھوٹی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

کیرل کا معاملہ تو بے حد تشویش ناک ہے، ایک آئی پی ایس افسر کسی بھی قانون کی خوبی وخامی کو سیاسی ورکر سے ہزار گنا بہتر جانتا ہے لیکن اسے اقتدار کا نشہ ہی کہا جائے گا کہ بی جے پی کارکنان اتنے بڑے افسر کو بھی ایسے پرچے دیتے ہیں اور فریب سے تصویر نکال کر جھوٹے دعوے کے ساتھ وائرل کرتے ہیں، اگر بی جے پی کو اپنی سمجھ اور قانون کی افادیت پر اتنا یقین ہے تو آخر وہ ان افراد سے بات کیوں نہیں کرتی جو اس قانون کو خلاف دستور ثابت کر چکے ہیں، اپنے فکری مخالفین سے بات کرنا جمہوریت کا اہم جز ہے لیکن اقتدار کے نشے میں چور بی جے پی لیڈران ساری شرم وحیا بالائے طاق رکھ کر جمہوریت کو شرمندہ کرنے پر اتارو ہیں۔

کاش! بی جے پی ایسی اوچھی حرکتوں سے بچتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہٹا لیتی تو ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی، ہندی کی مشہور کہاوت ہے "وِناش کالے وِپریت بُدّھی" یعنی جب وقت برا ہوتا ہے تو دماغ بھی الٹی سیدھی حرکتوں پر اتارو ہو جاتا ہے، دہلی کی وہ مستعد پولیس جو جامعہ ملیہ میں ڈیوٹی کے نام پر بغیر اجازت رات کو بھی گھس جاتی ہے، جے این یو میں سنگھی دہشت گردی پر سیکڑوں فون کالز، ٹوئٹس پر بھی تین گھنٹوں تک نہیں پہنچتی ہے، لیکن اب بھارتی لوگ جاگ چکے ہیں اس طرح کے ہتھکنڈوں سے کام نہیں چلے گا، بہتر ہے کہ بی جے پی اپنی ضد چھوڑ کر قانون واپس لے لے ورنہ جھارکھنڈ کی طرح بچے ہوئے صوبوں سے بھی رخصتی ہو سکتی ہے۔

◆◆◆

## ص ۵۴ رکا بقیہ ..................................................

اور آپ کی چادر رحمت میں نمایاں مقام عطا فرمائے، آمین۔

حضرت کے ذریعہ قائم مدارس اور اداروں کو رب کریم روز افزوں ترقی ودوام عطا فرمائے، ان کے روحانی فیضان سے اہل سنت کو بہرہ مند فرمائے، ان کے علمی اور دعوتی وارثین کو رب تعالیٰ سچا جانشین، مذہب ومسلک کا مخلص حامی محامی، ناصر بنائے، صلح کل کے فتنے سے ان سب کو محفوظ فرمائے، اپنے کہے جانے والے بیگانوں سے دور رکھے، ان کی شان وعظمت کو دوبالا کرے، آمین ثم آمین۔

۲۶ رنومبر کو خیر علی حسن اتفاق کہ حقیر فقیر کی رہائش گاہ پر محفل مولود شریف کا اہتمام تھا، علما اور مخصوصین جمع تھے، حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر دی گئی، لوگوں کو حضرت کے بارے میں بتایا گیا اور اختتام پر حضرت علیہ الرحمہ کے لیے ایصال ثواب کیا گیا، تعزیت پیش کرنے والوں میں امام احمد رضا فاؤنڈیشن کے چیئرمین الحاج قاری محمد صابر علی رضوی بانی ومہتمم دار العلوم قادریہ رضویہ لکھنؤ، مدرسۃ الرضا احسن البرکات لکھنؤ کے فاؤنڈر علامہ خورشید احمد برکاتی کے نام قابل ذکر ہیں، یہ فقیر رضوی حضرت علیہ الرحمہ کے اہل خاندان واہل خانہ اور متوسلین کی خدمات میں صمیم قلب سے تعزیت پیش کرتا ہے۔

◆◆◆

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی ٭

# حوا کی بیٹیوں نے پرچم ہند کو آنچل بنا لیا

احوال وطن

**جان** سے زیادہ پیارا ہمارا ملک ہندوستان آج انتہائی مشکل دور سے گزر رہا ہے۔خواہ وہ مالی خسارے کے اعتبار سے ہو، یالا قانونیت کے اعتبار سے ہو،مہنگائی ہو،عوامی بے چینی ہو وغیرہ،اہل علم ودانش سے لے کر سبھی طبقہ کے لوگ پوری طاقت سے چلا رہے ہیں لیکن انتہائی فکر کی بات یہ ہے کہ حکمراں طبقہ بالکل توجہ نہیں دے رہے ہیں، فاشزم،ضد، ہٹ دھرمی اور غرور میں چور یہ حکومت (جسے اصل میں آر ایس ایس چلا رہی ہے) اپنے عزائم سے پیچھے ہٹنے کو ذرا بھی تیار نہیں ہے، ہوم منسٹر کا غرور بھرا بیان آچکا ہے کہ این آرسی،سی اے اے، این پی آر سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

جانکسل ،صبر آزما اور پر عزیمت جدو جہد، اللہ کی جانب سے خصوصی حمایت ونصرت ملے تبھی اس ملک گیر متحدہ مزاحمتی جدو جہد کو کامیابی مل سکتی ہے ”ان شا اللہ تعالیٰ ضرور ملے گی“ یہ طریقہ بہت خطرناک،تشویش ناک، پریشانی کا باعث ہے،غریب و درمیانی طبقہ،ہر ذات ومذہب کا انسان کراہ رہا ہے لیکن موجودہ حکومت اس طرف توجہ نہ دینے کی قسم کھا کر پوری طاقت سے ہندتوا کے ایجنڈے پر اور آر ایس ایس کی آئیڈیالوجی کو نافذ کر نے پر تلی ہوئی ہے، ایک دو ہوں تو گنا یا جائے، دو چار دس ہوں تو رونا رویا جائے، تین طلاق، کشمیر، بابری مسجد NRC,CAA NRP لاکر مسلمانوں کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ساتھ میں غریب، دلت وپچھڑے طبقے کے برادران وطن کو بھی پریشانی میں لاکھڑا کیا اور سب سے بڑی بات ہندوستان کے سنودھان کو بدلنے کی جسارت ہی نہیں کی بلکہ پوری قوت سے سنودھان پر حملہ بول دیا ہے اور ہندتوا کے ایجنڈے پر پوری طرح سے عمل شروع کر دیا ہے، تا کہ جو ملکی مسائل ہیں ان کی طرف کسی کا دھیان نہ جائے، یہ طریقہ بہت تشویش ناک ہے۔

**ملک کی گرتی معیشت اور حکمرانوں کی ہٹ دھرمی**

سوال یہ ہے کہ آخر عوام کرے تو کیا کرے بے روزگاری سے لے کر گرتی معیشت (Gross Domestic Prduct) گروتھ ڈومیسٹک پروڈکیٹ، خام ملکی پیداوار یعنی مالی ترقی کا سب سے اہم شماریاتی اشاریہ، جیسے انتہائی اہم مسئلہ کی گراوٹ کی شرح، آزادی کی بعد سے سب سے نچلی سطح پر چلی گئی ہے، کسانوں کی خودکشی کے بڑھتے واقعات کا مسئلہ، دلتوں اور مسلمانوں پر بڑھتے موب لنچینگ ومظالم کا مسئلہ، تعلیمی شعبے میں فیس کا زبردست اضافہ، عورتوں پر بڑھتے مظالم خاص کر اعلیٰ عہدوں پر براجمان نیتا وعہدیداران کی طرف سے زنا کاری جیسے شرم ناک واقعات پر افسوس وشرم کے اظہار کے بجائے مظلوم کی جان اس کے وکیل ورشتے دار تک کو جان سے مار دے رہے ہیں وغیرہ وغیرہ ہندوستان کے غریب دلت ومسلمانوں کے سکون کو غارت کر دیا ہے۔حکومت کسی کی بھی آواز سن نہیں رہی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سن کر بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی طرح عوام کی ہر بات کا جواب سختی سے دے رہی ہے، مظلوموں کے بولنے پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔

ظاہر سی بات ہے جب چاروں طرف سے کسی پر مار پڑے گی تو وہ گھبرا جائے گا اور مایوس ہو جائے گا۔ جب سے بی جے پی کی حکومت اقتدار میں آئی ہے آئے دن نت نئے فتنوں سے، دلتوں پچھڑوں، آدی باسیوں اور آر ایس ایس کی آئیڈیالوجی کی مخالفت کرنے والوں خصوصاً مسلمانوں پر یلغار (حملہ، دھاوا) کر دیا ہے، تین طلاق، کشمیر کی دفعہ 370 کو ختم کرنا، بابری مسجد کا فیصلہ اپنے حق میں کرا کر انصاف کا قتل کرنا اور اب توظلم کی

٭ مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

ساری حدیں پار کر کے غریبوں ،کمزوروں، آدی واسیوں ،پچھڑوں اور مسلمانوں پر این آرسی،سی اے اے، این پی آر، جیسے کالے قوانین کو لاکر پورے ملک کے چین وسکون کو غارت کر دیا ہے۔زرخرید غلاموں جسے عرف عام میں گودی میڈیا کہا جاتا ہے،ان سے جھوٹ کو سچ، سچ کو جھوٹ پھیلانے میں لگا دیا ہے، گودی میڈیا نے پوری طاقت جھونک دی ہے اور بی جے پی،آئی ٹی سیل کی ٹیم،واٹس ایپ یونی ورسٹی کے غلام اور بی جے پی حکومت کے وہ نمک (حلال×) حرام تنخواہ دار جو دن رات جھوٹ کو سچ بتانے کے لیے نوکری میں رکھے گئے ہیں، لاکھوں مدح سرا اور پرستار بے روزگاروں کو ملک گیر سطح پر دو سو سے لے کر ایک ہزار روپے یومیہ کی مزدوری پر روزگار دے رکھا ہے، اُچھلنے کودنے، دنگا کرنے،ٹرول کرنے، لنچینگ کرنے،غیر فاشسٹ دانشوروں، انقلابیوں، نیز مخلص ومحب وطن باشندوں کو غدارِ وطن، ملک دشمن اور قسم قسم کے گندے اور تذلیل تبصرے و گالیاں دینے اور زمین پر ان کا صفایا کرنے کے لیے (اپنے بھگتوں) کو تو روزگار بی جے پی نے دے دیا ہے، بقیہ عوام کو روزگار کیوں دیں؟ انھوں نے ووٹ تو دیا نہیں تھا، نہ ہی وہ حکومت کے مددگار ہیں، نہ ہی دنگا فساد کا اہم ومفید کام کر رہے ہیں، یہ مسلمان، دلت، کمزور طبقہ کے لوگ اپنے حق اور دستور کی بات کرتے ہیں، تو ایسے ناسمجھوں اور دیش دروہیوں کو ایک راشٹر وادی سرکار،نسل پرست سرکار، ارب پتیوں کی غلام سرکار، بھلا سب کو روزگار کیوں دے؟

### ووٹ کا حق چھیننے کی سازش

آرایس ایس کے پلان کے مطابق مسلمانوں ، دلتوں ، پچھڑوں، آدی باسیوں سے ووٹ کا حق چھین لیا جائے اور انھیں DETENTION CENTRE میں ڈال دیا جائے،طرح طرح کے مظالم کر کے ان کو ڈمرالائز کر دیا جائے اور ملک کے دوسرے درجے کا شہری بنا دیا جائے، یہ کام موجودہ حکومت بہت منصوبے کے تحت کر رہی ہے، این آرسی، سی اے اے، این پی آر جیسے کالے قانون اسی لیے لائے گئے ہیں، اللہ خیر فرمائے۔

### شب دیجور کے بعد صبح نو ضرور آئے گی ان شاءاللہ

پورے ملک ہی نہیں پوری دنیا میں NCR,CAA, NPR قانون کے خلاف زبردست احتجاج ہو رہا ہے، جامعہ ملیہ دہلی اور شاہین باغ کی شاہین صفت خواتین ومعصوم بچوں اور بوڑھی دادیوں نے تو انقلاب برپا کر دیا ہے، ایک سو اٹھارہ سال ریکارڈ توڑ 2 ڈگری درجہ حرارت میں، ان انقلابی خواتین کی ہمت نے پورے ملک کو جگا دیا اور اس وقت پورے ہندوستان میں 20 سے زیادہ جگہوں پر شدید احتجاج جاری ہے، اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، ان شاءاللہ اور اضافہ ہوگا۔ حالات جتنے خراب ہوں کسی کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، خاص کر اہل ایمان کو اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں کتابِ ہدایت قرآن مجید واحادیث طیبہ کا مطالعہ فرمائیں مدد لیں، واضح ہدایات موجود ہیں روشنی ومدد ملے گی ان شاءاللہ تعالیٰ ضرور۔

### حوصلہ رکھیں مایوس نہ ہوں

مایوس نہ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں 84 سے زیادہ ہدایات دیا ہے، چند مطالعہ فرمائیں، قرآن مجید کی ایک آیت ہی کافی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور وہی (اللہ) ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اُتارتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور (اللہ) وہی کام بنانے والا ہے، تعریف کے لائق ہے۔" (القرآن، سورۂ شوریٰ:42 آیت 28)

"اور سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔" (القرآن، سورہ البقر:2 آیت 110)

سورۂ 10 آیت 9/ سورۂ 15 آیت 50/ وغیرہ وغیرہ مایوسی قطعی نہ ہو ہمت رکھیں انقلاب آ کر رہے گا ان شاءاللہ تعالیٰ، اللہ کی مدد آئے گی قدرت کا نظام اٹل ہے جس طرح پورے سال میں 22 جون کا دن سب سے بڑا اور روشن ہوتا ہے، اسی طرح پورے سال کی سب سے بڑی رات 22 دسمبر کی ہوتی ہے اور سب سے اندھیری ہوتی ہے، جسے "شبِ دیجور" کہتے ہیں، اس کالی رات کے بعد بھی صبح نو (نیا سویرا) نمودار بقیہ ص ۱۱/ پر

بارہویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو "ملفوظات" کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود    گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲/ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰/ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، "ملفوظات تاج الشریعہ" صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ "ملفوظات تاج الشریعہ" میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی تیرہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

## گزشتہ سے پیوستہ

۱۱/ جولائی ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**عرض...۱:** کیا سفر معراج روحانی اور ایک خواب تھا؟ ہماری مسجد میں بتایا گیا کہ یہ حقیقتاً ایک خواب تھا اور اگر کسی نے جسمانی سفر کا لکھا بھی ہے تو وہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تھا۔ رہنمائی فرمائیں۔

**ارشاد...:** حق یہ ہے کہ اسرا ومعراج کُل، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک سب روح وجسد کے ساتھ، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ فضیلت عطا کی گئی اور اس سلسلے میں قاضی عیاض اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے اور اسرا جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک یہ قطعی ہے اور مطلقاً اسرا کا منکر کافر ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسرا بالروح تھا یا بالجسد لیکن حق یہ ہے کہ یہ اسرا بھی جسمانی ہے اور اس کے بعد آسمانوں تک اور سدرۃ المنتہیٰ تک سب اسرا جسمانی ہے اور اس کے بعد جو لامکاں تک سرکار علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لے گئے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ اُتنا سفر وہ روحانی اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دو معراجیں ہوئیں ایک سر کی آنکھ سے یعنی جسمانی ہوئی اور دوسری قلب سے یعنی وہ روحانی ہوئی اور اس میں یہ تطبیق ہوسکتی ہے کہ پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو تمہید کے طور پر معراج منامی سے مشرف فرمایا تاکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس کے لئے تیار ہوں اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک قسم کی تقویت اور طمانیت قلب حاصل ہو اس لئے معراج منامی سے سرفراز فرمایا اور اس کے بعد معراج جسمانی جاگتے میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی۔

**عرض...۲:** کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا؟ ہم نے کسی سُنّی عالم کی تقریر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے سُنا تھا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک نہیں چونتیس (۳۴) مرتبہ معراج کی سعادت عطا ہوئی۔ وضاحت فرمادیں۔

**ارشاد...:** حق یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہما سے اس سلسلے میں دونوں روایتیں ہیں ایک یہ بھی کہ اپنے قلب سے اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی آنکھ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا بے محاذات اور بے کیفیت اور جہت سے وراء آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس وصال اور اس قرب سے نوازا اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور اپنے لاجواب کلام میں یہ فرمایا کہ:

یہ طور کجا سپہر تو کیا کہ عرش عُلا بھی دور رہا
جہت سے وراء وصال ملا یہ رفعت شاں تمہارے لئے

اور حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے کسی نے یہ پوچھا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھا تو المعتقد المنتقد علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی کتاب میں اور دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ فرمایا: راٰہ راٰہ راٰہ اور اس کی تکرار کرتے رہے یہاں تک کہ سانس ٹوٹ گئی یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ عام مجالس میں عوام کے سامنے اس مسئلے کو بتانے سے احتراز، احتیاط کرتے تھے تاکہ عوام جو کالانعام ہیں وہ اس دقیق مسئلے میں اعتقاد تجسیم یا محاذات اور جہت کے اعتقاد میں پڑ کر کے ضلالت میں نہ پڑیں اور گمراہی کا شکار نہ ہوں اور یہ جو کسی واعظ نے بیان کیا یہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "مدارج النبوۃ" میں تو میں نے نہیں دیکھا البتہ "معارج النبوۃ" واعظ کاشفی کی کتاب ہے اس میں غالباً یہ موجود ہے کہ معراج منامی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو بتیس مرتبہ یا جس طرح واعظ نے بیان کیا چونتیس مرتبہ نصیب ہوئی۔

**عرض...۳:** سورہ نجم کی آیت نمبر ۸ اور ۹ ہے: **ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ** مصر کے ایک اشعری اسکالر نے کہا کہ اس سے مراد سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور جبرائیل امین علیہ السلام کا قرب ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کے بارے میں مکان اور فاصلے کے ساتھ ہے تو یہ مجسمہ کا عقیدہ ہے اور یہ کفر ہے، حضور اس کی وضاحت فرمادیں۔

**ارشاد...:** دونوں ہی قول ہیں تفاسیر میں اور ایک قول کے تحت دنیٰ اور تدلی کی ضمیریں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب ہوئے اور بہت نزدیک ہوئے اس نزدیکی کو تدلی سے تعبیر کیا گیا یعنی جس طرح سے کوئی چیز اوپر سے آئے تو لٹک جائے یہ کہ ان کا تعلق سدرۃ المنتہیٰ سے بھی تھا اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی آپ علیہ السلام اس قدر قریب تھے گویا کہ آپ علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے لٹکے ہوئے تھے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف آپ علیہ السلام قریب تھے ایک قول یہ ہے اس کو تفاسیر میں بیان کیا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے اور معالم التنزیل بغوی میں اور دوسری تفاسیر میں اس کو اور شفا شریف میں بھی اس کو لیا ہے اور یہ قرب مکان اور فاصلے کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ یہ قرب باعتبار مرتبہ اور باعتبار منزلت کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اتنا بڑھایا ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا

ملفوظات

قریب کیا کہ جس قرب کی کوئی غایت بیان نہیں کی جاسکتی اور وہ قرب مکانی قرب سے اور جسمانی قرب سے بہت دور ہے اس لئے کہ وہاں پر جسم وجسمانیت کا گزر ہی نہیں ہے اور اس تفسیر کی خود تائید اسرا و معراج میں جو ایک روایت شریک نے انس ابن مالک رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے کی ہے اس میں یہ ہے کہ:

”ودنا الجبار رب العزۃ۔ (تفسیر معالم التنزیل، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱) پھر جبار رب العزت (اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام ہیں) قریب ہوا، اپنے محبوب حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سے۔“

اسی کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ترجمۂ کنز الایمان میں استعار فرمایا چنانچہ اس کا ترجمہ:

”پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔“

یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے پتا لگا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اسی تفسیر کو اختیار فرمایا ہے رہ گئی وہ بات جو مصری اسکالر نے کہی کہ ”جو یہ کہتا ہے کہ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کے بارے میں مکان اور فاصلے کے ساتھ ہے تو یہ مجسمہ کا عقیدہ ہے“ تو الحمد للہ اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ قرب مکانی و قرب مسافت تھا تو یہ بے شک مجسمہ کا عقیدہ ہے جو اس زمانے کے وہابیہ ہیں، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو مجسم مانتے ہیں اور اس کے لئے آنا جانا اور عرش پر بیٹھنا وہ ہی مانتے ہیں اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے یہاں جو اہل سنت اس کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ صرف قرب منزلت ہے نہ قرب مکانی۔

**عرض...۴:** یہ شعر معراج شریف کے حوالے سے SMS کیا گیا حضرت کیا فرماتے ہیں؟

انہیں تو عرش پہ محبوب کو بلانا تھا
ہوس تھی دید کی ، معراج کا بہانہ تھا

**ارشاد...:** یہ شعر قابل اعتراض ہے اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہوس کی نسبت ہے جو کھلی بے ادبی ہے ہوس کی نسبت بندوں کی طرف سے بندوں کے لئے ہو تو اس سے بُرے معنیٰ سمجھے جاتے ہیں اور ایک بندہ اپنے لئے اس لفظ کی نسبت گوارا نہیں کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقام تو بہت بلند و بالا ہے یہ شعر کفری مضمون پر مشتمل ہے اس کو مقرر رکھنا اور اس کو sms سے پھیلانا بہت سخت مذموم اور شنیع، اس کے مضمون پر مطلع ہو کر جن لوگوں نے اس کو مقرر رکھا ان پر توبہ اور تجدید ایمان ہے۔

**عرض...۵:** اکاؤنٹینٹ یا آڈیٹر جو آڈیٹنگ کرتے ہیں وہ اکاؤنٹ میں ہیرا پھیری کر کے ان کو غلط ظاہر کرتے ہیں تاکہ ٹیکس اور انٹرسٹ (سود) بچایا جاسکے اور انہیں اچھی تنخواہ بھی دی جاتی ہے اور یہ اکثر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کرتے ہیں اس کام کا اور تنخواہ کا کیا حکم ہے؟

**ارشاد...:** یہ سوال انٹرنیٹ پر دینے کے قابل نہیں ہے اس کا جواب انٹرنیٹ پر دینا خلاف مصلحت ہے اور اس سلسلے میں، میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہیرا پھیری کا لفظ قابل وضاحت ہے اور میری سمجھ میں یہ ہیرا پھیری نہیں آتی ہے اور کسی کے پاس اگر اس کی ملک ہے وہ اپنی ملک میں شرعاً اس کو ہر جائز تصرف کا اختیار ہے اور اس کے اوپر یہ فرض نہیں ہے کہ اپنی ملک وہ کسی پر ظاہر کرے کل یا جز۔

**عرض...۶:** میں نعت اور قوالی سنتا ہوں لیکن میرے اکثر دوست اس بارے میں غلط رائے رکھتے ہیں، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** آپ نعت سن سکتے ہیں، میوزک کے ساتھ نعت سننا جائز نہیں اور قوالی کا بھی یہی حکم ہے اور اسی حکم کے تحت قوالی بھی نہیں سُن سکتے۔

**عرض...۷:** کیا ہمیں کسی بھی قسم کی موسیقی سننے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** نہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔

جاری.........

ملفوظات

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

# نبیل ملت اور شیر نیپال کا وصال! اہل سنت کا عظیم خسارہ

یادرفتگاں

## نبیل ملت حضرت علامہ نبیل احمد حیدر القادری

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ۱۲۷۲/۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں ؎

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

مؤرخہ ۲۸ ربیع النور شریف ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶ نومبر ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ بعد فجر یہ افسوس ناک خبر کانوں سے ٹکرائی کہ گزشتہ شب ۹ بج کر ۵۰ منٹ پر سلسلۂ حیدریہ حسن پورہ کے صاحب سجادہ خانقاہی نظام دعوت وارشاد کے عظیم مربی، معلم، مرشد اور ہادی نبیل ملت حضرت علامہ مولانا نبیل احمد حیدر القادری علیہ الرحمہ اللہ کو پیارے ہو گئے، یہ سن کر ایک جھٹکا لگا، دل مغموم اور غم والم سے رنجور ونا چار، عقل ودماغ نے جیسے کام کرنا بند کر دیا، بہر حال بندہ کیا کر سکتا ہے، اللہ کی مرضی کے آگے کس کا بس چلتا ہے، کلمۂ ترجیع زبان پر جاری ہوا، بار بار مغفرت اور ترقی درجات کی دعا لب پہ جاری ہوئی، موت کا وقت مقرر ہے، موت سے راہ فرار نہیں، اللہ نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا اور موت کا وقت مقرر فرما دیا، اس سے ایک لمحہ پہلے یا بعد کو موت نہیں آتی، نیک وبد سب کو موت آتی ہے، ہاں! یہ ضرور ہے کہ صالحین اور فاجرین دونوں کی موت میں فرق ہے، گنہگار، فاجر و کافر مرتے ہیں تو انہیں عذاب الٰہی میں گرفتار کیا جاتا ہے، موت ان کے لیے حسرت و افسوس اور سزا لے کر آتی ہے اور جب کوئی مومن صالح مرتا ہے تو واصل بحق ہوتا ہے، یعنی اپنے رب کی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے، فرشتے اس کا احترام بجا لاتے ہیں، قبر میں مومن صالح کو سب سے بڑی دولت یہ ملتی ہے کہ جان ایمان، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ ؎

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ہمیں یقین ہے کہ ضرور ضرور سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کرم کی بدولت نبیل ملت علیہ الرحمہ ان تمام مراحل سے گزر کر گنبد خضریٰ کے حسین چھاؤں میں محو استراحت ہوں گے۔

اہل سنت وجماعت کے لیے ۲۶ نومبر کی تاریخ بڑی غمناک اور کربناک رہی کہ ایک ہی دن میں بہار کی سرزمین سے حضرت نبیل ملت اور نیپال کی سرزمین سے شیر نیپال علامہ مفتی جیش محمد برکاتی دونوں بزرگوں کے سانحۂ ارتحال کی خبریں موصول ہوئیں، رب تعالیٰ مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور ان کے روحانی، علمی فیضان سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے، آمین۔

حضرت نبیل ملت رہتے سیوان میں تھے، لیکن ان کا دعوتی، علمی سلسلہ ملک کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا تھا، ان کے چاہنے والے، محبت کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں بستے ہیں، بلکہ کہیں تعداد و بیان سے باہر، زندگی بھر انھوں نے خانقاہی نظام اور صوفیانہ طرز تبلیغ کے ذریعہ دین وسنیت کی خدمات انجام دی، وہ عالم باعمل، پابند شرع شیخ طریقت، مقبول عام خطیب اور بااثر

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

مربی تھے، اس حقیر نے حضرت علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی بچپنے میں سن رکھا تھا، ملاقات کا شرف عمر مبارک کے آخری دور میں ہوا، حد درجہ حسین وجمیل، خوبصورت، رُخ پرنور، ہونٹوں پہ ہمیشہ تبسم، چہرہ بھرا ہوا، چوڑی پیشانی، باتوں میں حلاوت، گفتگو میں ٹھہراؤ، الفاظ وانداز تکلم پُرتاثیر، پوری زندگی سلسلے کے فروغ اور بیعت وارشاد میں گزری، گویا کہ اپنے آپ کو بزرگوں کے بتائے طریقے اور کاموں کے لئے وقف کر دیا تھا، آپ جس خانوادے سے تعلق رکھتے تھے خانوادۂ حیدریہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے، اس سلسلے کے وابستگان اپنے نام کے آگے حیدری کی نسبت لگاتے ہیں، اس سلسلے کے شہرۂ آفاق بزرگ اور بافیض ہستی مخدوم الآفاق حضرت سید غلام حیدر علیہ الرحمہ گزرے ہیں، جن کا مرقد مبارک حسن پورہ ضلع سیوان میں مرجع خلائق ہے۔

حاصل شدہ تعارفی مواد سے پتہ چلتا ہے کہ خاندان حیدریہ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جوت کے نواسے سلطان سید احمد چرم پوش ہمدانی ثم بہاری سے منسوب ہے، واضح رہے کہ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جوت رشتے میں حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری کے خسر تھے، حضرت نبیل ملت علامہ نبیل حیدر القادری علیہ الرحمہ کے والد ماجد علامہ وکیل احمد حیدری کا اور علامہ غلام حیدر علیہ الرحمہ کے درمیان کا زمانہ تقریباً چار سو سالوں پر محیط ہے۔

اس خاندان میں بہت سے بافیض، صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں، جانکاروں کا ماننا ہے کہ ہندو پاک کے امیر وکبیر اور سیاسی دنیا کی مانی ہوئی ہستیاں مذکورہ خانوادہ کے بزرگوں کے ربط میں رہتی تھیں، مختلف بلاد وامصار سے حاجتمند رجوع کرتے تھے اور دعاؤں کے طالب ہوتے تھے، اسی نامور خانوادہ کے فرزند جلیل اور بطل عظیم کا نام علامہ نبیل حیدر تھا، آپ کی پیدائش ماہ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ بروز جمعرات رات ۱ر بجے مطابق ۱۹ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں ہوئی، آپ کا نام نامی اسم گرامی سید نبیل احمد اور تاریخی نام شاہ رضا احمد وشاہ حامد رضا تجویز ہوا۔

والد گرامی حضرت علامہ سید وکیل احمد حیدری نے ناز ونعم کے ساتھ آپ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا، ابتدائی تعلیم گھر کے دینی مذہبی ماحول میں ہوئی، درس نظامیہ کی تعلیم کے لیے صوبۂ بہار کا معروف شہر مظفر پور کا سفر کیا، وہاں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی تعلیمی اسناد حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضور حافظ ملت جلالۃ العلم، علامہ حافظ عبد العزیز مرادآبادی ثم مبارکپوری، مشہور محدث علامہ ثناء اللہ محدث مئوی، علامہ وکیل احمد حیدری اور علامہ کفیل احمد حیدری کے نام معروف ہیں۔

آپ کی زندگی کے بیشتر ایام رشد وہدایت، تبلیغ وارشاد اور سلسلۂ حیدریہ کی توسیع وترویج اور فروغ میں گزرے، آپ کا حلقہ بہت وسیع تھا، بالخصوص شمالی بہار، اڑیسہ، آسام اور چمپارن بہار میں بکثرت آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں، آپ کے سلسلے اور آپ کے نام سے منسوب کئی مذہبی ادارے چلتے ہیں، آپ کی خانقاہ حسن پورہ میں صبح سے شام تک حاجتمندوں کا ازدحام رہتا ہے، ایک طرح سے روحانی شفاخانہ ہے، جہاں روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں مریض دعا کرانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، آپ بڑے خوش مزاج، رقیق القلب، نرم خو، وسادہ لوح تھے، ہمیشہ چہرہ پہ مسکراہٹ اور سادگی کے آثار نمایاں رہتے اور یہ خوبی وراثتاً آپ کے صاحبزادگان بالخصوص موجودہ سجادہ وجانشین حضرت علامہ ڈاکٹر ناہید احمد حیدر القادری میں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

آپ کے تبلیغی اسفار میں اکثر وبیشتر آپ کے جانشین علامہ ناہید صاحب شریک سفر رہتے، موجودہ سجادہ بذات خود باصلاحیت، باخلاق، پڑھے لکھے شخص ہیں، ایک ولی عہد اور سجادہ کے اندر جن خوبیوں اور اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے الحمد للہ وہ سب آپ میں پائی جاتی ہیں، مذہبی اور دینی خدمات کے ساتھ ساتھ صاحب سجادہ اعزہ واقارب اور دوست واحباب کے بھی منظور نظر ہیں، عام طور پر لوگ عزت واحترام کے ساتھ نام لیتے ہیں، پاس پڑوس کے لوگوں کے دُکھ درد میں شامل ہوتے ہیں، حضرت مولانا سید ناہید صاحب کے تین صاحبزادے ہیں، عزیز مکرم عاطف احمد (انجینئر) عاکف احمد (عالم دین) کاشف احمد (زیر تعلیم) اور ایک دختر

ماشاء اللہ سب کے سب تعلیم و تعلم سے وابستہ اور حسن صورت و سیرت سے مرصع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو مذہب حق اہل سنت کے ساتھ ترقی عطا فرمائے۔

حضرت علامہ نبیل صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان میں:

(۱) مولانا ناہید صاحب (۲) ید شاہد احمد حیدری ایم اے علیگ (۳) سید خالد احمد حیدری (۴) سید راشد احمد حیدری۔

حضرت نبیل ملت کے خلفا میں اساتذہ جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہہ بنارس (۱) علامہ مفتی محمد رجب علی بلرامپوری (۲) علامہ الحاج محمد یعقوب مصباحی (۳) مفتی سید فاروق احمد رضوی (۴) مولانا عبد المحیط حبیبی (۵) مولانا عبد الغنی حیدری چمپارن (۶) مولانا محمد شکیل احمد حیدری چمپارن (۷) صوفی سید منظور احمد حیدری علیہ الرحمہ سیوان (۸) مفتی محمد اسرافیل حیدری مغربی چمپارن کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ کے حلقۂ متوسلین میں کئی بڑی کانفرنسیں سالانہ منعقد ہوتی ہیں حیدری کانفرنس کے نام سے جن میں ملک کے مایہ ناز خطبا اور علما کی شرکت ہوتی ہے۔

غرضیکہ حضرت نبیل ملت کی پوری حیات مبارکہ خدمت دین متین اور فروغ مذہب اہل سنت میں گزری، آپ کے سبب سے بہت سے علاقوں میں وہابیت، دیوبندیت، شیعیت اور صلح کلیت جیسے فتنوں سے عوام محفوظ رہی، انتقال کی خبر ملنے کے بعد حقیر کی رہائش گاہ کھدرا سیتا پور روڈ لکھنؤ، دار العلوم قادریہ رضویہ رام نگر لکھنؤ، درگاہ کھمن پیر چار باغ لکھنؤ میں دعائے مغفرت و ایصال ثواب کیا گیا، رب تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے جانشینوں کو مذہب اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا مبلغ و علمبردار بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

## شیر نیپال علامہ مفتی جیش محمد برکاتی

دنیائے سنیت کے عظیم محسن، اہل سنت کے مخلص قائد و رہنما، مذہب و مسلک کے سچے حامی و ناصر شیر نیپال حضرت علامہ مفتی جیش محمد برکاتی علیہ الرحمہ کے انتقال پُر ملال کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت اہل سنت و جماعت میں محتاج تعارف نہیں، ملک کے ممتاز اور نمایاں علما میں آپ کا شمار ہوتا تھا، آپ کی ذات تصلب فی الدین اور راسخ الاعتقادی کی علامت تھی، مسلک اعلیٰ حضرت کے بےلوث اور مضبوط حامیوں کے طور پر پہچانے جاتے تھے، شیر نیپال ان حضرات میں سے تھے جنہوں نے حالات اور ماحول کو بدل دیا، اس حقیر کی موصوف سے ملاقات نہیں لیکن نیپال اور نیپال کی سرحد سے متصل بہار کے علما اور طلبہ کی زبانوں سے ان کا ہمیشہ ذکر خیر سنتا رہا، اس علاقے کے اکثر طلبہ کی زبان سے شیر نیپال کا نام سنتا، عام طور پر شیر نیپال جب کہا جاتا تو اس سے مراد حضرت علیہ الرحمہ کی ذات ہوتی، حضرت والا نے پوری سختی کیساتھ خدمت دین وسنیت کا فریضہ ادا کیا، دین ومذہب کے معاملہ میں تساہلی اور تذبذب کو کبھی بھٹکنے نہ دیا، بلاشبہ وہ اہل سنت کی وراثتوں کے امین، اسلاف کی نشانی اور اخلاف کے لیے دلیل وحجت تھے، وہابیت، دیوبندیت، رافضیت، نیچریت اور صلح کلیت جیسے فتنوں سے زندگی بھر نبرد آزما رہے، ان کی زندگی کا نصب العین احقاق حق وابطال باطل تھا، اس سے سر مو انحراف انہوں نے نہ کیا۔

ان کی رحلت پوری دنیائے سنیت اور بالخصوص نیپال اور شمالی بہار کے اہل سنت کے لیے عظیم خسارہ ہے، شیر نیپال علامہ جیش محمد علیہ الرحمہ پر بزرگوں نے اعتماد اور بھروسہ فرمایا اور بعد والوں نے آپ کو اپنا بڑا تسلیم کیا، ۲۶ر نومبر ۲۰۱۹ء مطابق ۲۸ر ربیع النور شریف ۱۴۴۱ھ رات ساڑھے گیارہ بجے حضرت والا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، اس خبر جانکاہ کو پڑھ کر صدمہ پہنچا کہ ہمارے اکابر اور اساطین ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہوتے جا رہے ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جن کے دم قدم سے سنیت میں بہار تھی، ان کے نام سے باطل لرزہ براندام رہتا تھا، ان کی گرج سے وہابیت کا کلیجہ تھرّا اٹھتا تھا، ان کے وجود سے عوام اہل سنت پر علما کا رعب قائم تھا، اللہ رب العزت ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے، سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ، جان عالمین ﷺ کی شفاعت بقیہ ص ۶۴ر پر

دوسری اور آخری قسط

# امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف

از: مفتی محمد اختر حسین قادری*

یادرفتگاں

**◄■گزشتہ سے پیوستہ■►**

۲۵ رصفر المظفر ۱۴۰۹ء بروز منگل میرے لئے ارجمندی وسعادت مندی کا ایک عظیم اور تاریخی دن ہے مجھے اس دن وہ نعمت بے بہا ملی جس کے انوار وتجلیات سے آج میرا پورا وجود تابندہ ودرخشندہ ہے اور شبستان حیات بھی تیرہ وتاریک کے بجائے روشن اور منور ہے، صبح کو حضور امام العلما کی معیت میں ''دربار اعلیٰ حضرت'' میں دوبارہ حاضری کا شرف ملا اور پھر آپ کے ان کلمات روح افزا کا سماعت نے خیر مقدم کیا:

''چلو حضرت ازہری میاں صاحب کے دولت کدہ پر چلتے ہیں تم کو حضرت سے مرید ہونا ہے۔''

یہ مژدۂ خیر وبرکت سن کر عرس رضوی کی بہاروں میں گویا جان بہار آ گئی اب میں اپنے رفیق درس برادر خواجہ تاش مولانا محمد اشتیاق القادری ساکن کنتور بارہ بنکی استاذ جامعہ عربیہ بحر العلوم سدھور بارہ بنکی کے ساتھ امام العلما کی رہنمائی میں شیخ عرب وعجم مخدوم حل وحرم پیکر رحم وکرم منبع افضال ونعم معدن علوم وحکم سیدی مرشدی تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی قدس سرہ (ولادت ۲۴ رذیقعدہ ۱۳۶۲ھ وفات ۶ رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ) کے دولت کدہ کی طرف چل پڑا حضور تاج الشریعہ قدس سرہ اس وقت صدر دروازہ موسوم بہ ''باب الرضا'' سے متصل اتر اور پچھم کی سمت بنے کمرہ میں تشریف فرما ہوتے تھے، حضور امام العلما ہم دونوں کو لے کر جس وقت پہنچے دروازۂ شیخ بند تھا مگر امام احمد رضا کے فیوض وبرکات کا آفتاب اپنی کرنوں سے قلوب واذہان کو حرارت بخش رہا تھا اور اہل ارادت در پر کھڑے نور کی سوغات سے دامن دل کے بھرنے کا انتظار کر رہے تھے۔

میری قوت حافظہ کے مطابق حضور امام العلما تقریباً ایک گھنٹہ تک ہم لوگوں کے ساتھ ''باب رضا'' کے پاس کھڑے رہے پھر یکا یک دروازہ وا ہوا اور بڑی تیزی سے پروانے شمع پر قربان ہونے کے لئے دوڑ پڑے، بحمدہ تعالیٰ اپنے شیخ سے قریب ترین جگہ پا کر مرید ہونے والوں میں ہم دونوں کو اوّلیت حاصل رہی، ہم لوگ غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال کر جب تک باہر نہ آ گئے امام العلما باہر کھڑے رہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے دل میں بریلی شریف اور خانوادہ رضویہ کی عزت وعظمت کس درجہ موجزن تھی اور در رضا کی غلامی پر کس قدر ناز اور اعتبار واعتماد تھا۔

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ

ایک بار جامعہ اسلامیہ روناہی میں سالانہ امتحان کے موقع پر یادگار اسلاف صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان مدعو ہوئے، امام العلما نے راقم سے فرمایا:

''بریلی شریف سے بہت بڑے عالم تشریف لا رہے ہیں، حضرت کا قیام میری درسگاہ میں رہے گا اور تم خدمت پر مامور کئے جاتے ہو، حضرت کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔''

میں نے اپنی سعادت مندی تصور کرتے ہوئے لبیک کہا پھر حضور صدر العلما جلوہ فرما ہوئے، دو دن تک حضرت کا قیام رہا اور فقیر نے فیوض وبرکات حاصل کئے اور پھر گاہے بگاہے حضور صدر العلما علیہ الرحمہ کے وصال سے ایک ہفتہ قبل تک راقم کو آپ سے فیض حاصل کرنے کا موقع میسر آتا رہا ہے فللہ الحمد۔

بریلی شریف اور خانوادہ رضویہ کے حوالہ سے امام العلما کی یہ ارادت مندی اور تعظیم واحترام کا یہ جذبہ فراواں دراصل مجدد دین



* مضمون نگار دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے مفتی واستاذ ہیں۔

وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا نتیجہ تھا، کیونکہ اگر انسان کو کسی کی ذات سے سچی وابستگی اور شیفتگی ہوگی تو اس سے تعلق رکھنے والی ہر شئے سے لگاؤ اور تعلق ہوگا دیار محبوب کی محبت میں در حقیقت محبت محبوب کی ہی جلوہ گری ہوتی ہے۔

امام العلما کو سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عقیدت تھی اس سے پوری دنیائے سنیت واقف ہے آپ کی درسگاہ میں جانے والوں نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ آپ کی نشست گاہ کے اوپر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اسم مبارک اور مزار پر انوار کے مختلف نقشوں کے طغرے لگے رہتے تھے اور آپ دوران درس ان کی طرف اشارہ کرکے فرط عقیدت میں بار بار فرماتے ”فقیر کے پاس کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے سب وہاں سے آرہا ہے“ اور جب کبھی سفر پر نکلتے تو ان طغروں کو بوسہ دیتے، ان پر ہاتھ مس کرکے آنکھوں پر ملتے اور ”یا میرے اعلیٰ حضرت المدد“ کہہ کر استمداد کرتے۔

دوران درس سیدنا اعلیٰ حضرت کی علمی تحقیقات کا ذکر فرماتے آپ کے منطقی و فلسفی مصطلحات پر مشتمل اشعار کی شرح فرماتے اور آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے، اوقات درس کے علاوہ کبھی کبھی فتاویٰ رضویہ کی عبارات پڑھ کر ان کی وضاحت فرماتے اور رسائل وتصنیفات کے معرض وجود میں آنے کا پس منظر وپیش منظر بتاتے اور پھر فرماتے ”ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔ ع

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

ایک بار فرمایا کہ جب میں جامعہ اسلامیہ روناہی میں درس وتدریس کی خدمت پر مامور ہوا تو یہاں سے عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف جانے کے لئے لوگوں میں کوئی خاص جذبہ نہیں دیکھا پھر میں نے اس نہج سے جدوجہد کا آغاز کیا حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری علیہ الرحمہ صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ روناہی سے گزارش کی کہ عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف بس لے چلیں تاکہ طلبہ اساتذہ اور آبادی کے لوگ زیادہ سے زیادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند ہوں حضرت صدر المدرسین علیہ الرحمہ نے میری گزارش کو شرف قبول بخشا طلبہ میں اعلان کیا اساتذہ کو تیار کیا اور آبادی کے لوگوں میں جذبہ پیدا ہوا اور پھر جب تک آپ روناہی جلوہ فرمار ہے عرس رضوی کے موقع پر بس ریزرو کرکے مسلسل بریلی شریف لے جاتے رہے جس کا بہترین ثمرہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

راقم اپنی معلومات کی حد تک کہہ سکتا ہے کہ اگر جامعہ کے قدیم فارغین کی کثیر تعداد قطب ربانی شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں قادری برکاتی نوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہے اور موجودہ وقت میں اکثر فضلائے جامعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت سیدی تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت رکھتے ہیں اور خود جامعہ اسلامیہ روناہی آج ہندو بیرون ہند مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کا ایک عظیم قلعہ سمجھا جاتا ہے تو بلاشبہ یہ سب جملہ اساتذۂ جامعہ کی بے لوث خدمات اور حضرت صدر المدرسین علیہ الرحمۃ والرضوان کی سعی پیہم کی برکتیں ہیں مگر حضور امام العلما کی جگر کاوی انتھک کوشش اور شبانہ روز مساعی جمیلہ کی اولیت وفوقیت سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

حضور امام العلما کے معمولات میں یہ امر بھی شامل تھا کہ جمعرات کو بعد نماز عشا نعت خوانی کی محفل منعقد فرماتے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ سے نعت خوانوں کو نعت پڑھنے کا حکم دیتے مستقل نعت خوانوں میں برادر محترم مولانا فروغ القادری گیاوی حال مقیم لندن اور مکرمی حافظ وقاری مولانا بیت اللہ صاحب صدر المدرسین الجامعۃ الغوثیہ عربک کالج اترولہ بلرام پور ہوتے کبھی کبھی یہ فقیر اور اس کے برادر خواجہ تاش مولانا محمد اشتیاق القادری کنتوری صاحب بھی موقع پا جاتے۔

نعت خوانی کے وقت امام العلما پر جو کیفیت طاری ہوتی وہ در حقیقت عشق مصطفیٰ اور محبت رضا کی آئینہ دار ہوتی آنکھیں بند اور اشکبار رہتیں اور پورا وجود جلوۂ محبوب میں بقیہ ص ۱۱۱ پر

یادرفتگاں

خیر و خبر

## سراج ملت تاحیات مسلک کا علم بلند کرتے رہے

سراجِ ملت کا پہلا ۳؍روزہ عرس سید بادشاہ میاں کی دعا پر اختتام پذیر

(پریس ریلیز) ممبئی: دنیائے سنیت کی عظیم علمی، روحانی اور عبقری شخصیت خلیفہ حضور مفتی اعظم حضور سراجِ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری نور اللہ مرقدہٗ (پھول گلی) کے پہلے عرس پاک کی ۳؍روزہ تقریبات بخیر وعافیت اختتام پذیر ہوئیں اور ہر تقریب شایانِ شان رہی، انجمن برکاتِ رضا اور دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے زیر اہتمام پہلا عرسِ حضور سراجِ ملت تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا، ملک کے کونے کونے سے زائرین نے شرکت کی، مہمان علما مشائخ کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی اور بیرونی علما بھی شریک رہے، اس موقع پر فارغین کی جانب سے حضور سراج ملت کی مختصر حیات خدمات پر مشتمل شائع شدہ کتابچہ ''ضیائے سراجِ ملت'' [تالیف جانشین سراج ملت سید محمد ہاشمی رضوی] کا رسم اجرا بھی عمل میں آیا پہلے اور دوسرے دن کی کامیاب تقاریب کے بعد تیسرے دن صبح ۶ ؍بجکر ۴۵؍منٹ پر آستانہ عالیہ حضور سراج ملت پر قل شریف اور چادر پوشی سے عرس کا آغاز ہوا بعدہٗ قرآن خوانی اور نعت ومنقبت کی محفل کا اہتمام ہوا جس میں طلبائے دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے علاوہ مولانا ذکی اللہ رضوی (واشی) مولانا عبد الباری (اندھیری) وغیرہ نے کلام پیش کئے اور اس موقع پر قاضی شریعت مفتی اشرف رضا قادری، حضرت مولانا سید عبد الجلیل رضوی (عبد السلام مسجد) مفتی عبد الصمد رضوی ودیگر علما کا بیان بھی ہوا، جس میں انہوں نے حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کو اجاگر کیا، عرسِ سراج ملت کا آخری اور اہم اجلاس ۲۸؍ کو بعد نماز مغرب منعقد ہوا اور رات ایک بجے کے قریب اختتام پذیر ہوا، اس اجلاس میں شہزادہ فاتح بلگرام حضرت ڈاکٹر سید محمد بادشاہ حسین واسطی قادری مدظلہ العالی (خانقاہ واسطیہ صغرویہ بلگرام شریف، یوپی) نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ والوں کو کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ ہر لمحہ خشیت الٰہی میں ہوتے ہیں، آپ نے کہا کہ سراجِ ملت بقیہ ص ۶؍پر

## امام العلماء علیہ الرحمہ کا عرس چہلم شریف

۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰؍جنوری ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ ملک کی عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی ضلع فیض آباد کے حسین صحن میں امام العلماء جامع معقولات ومنقولات حضور سیدی علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف ورکن فیصل بورڈ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف) کے پہلے عرس چہلم کا انعقاد کیا گیا، بعد نماز فجر مختلف مساجد میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا جس میں طلبائے جامعہ کے علاوہ قصبہ روناہی کے افراد اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی، مغرب سے پہلے حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کی مزار پر انوار پر پہنچ کر محقق عصر حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ قادری صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ روناہی شریف کی دعا پر تمام ہوا، بعد نماز مغرب ۶؍بج کر ۲۰؍منٹ پر قل شریف کے پروگرام کا افتتاح تلاوت کلام ربانی سے کیا گیا اور چند نعت ومنقبت کے بعد ۷؍بج کر ۱۵؍منٹ پر قل شریف کیا گیا جس میں عالم اسلام کی معروف ترین شخصیت مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی نے دعا فرمائی، بعد نماز عشا پروگرام کا افتتاح ہوا جس میں حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے تلامذہ و معتقدین کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔

حضرت مولانا محمد تبریز عالم قادری جامعی رام پوری، حضرت علامہ مفتی ابو طالب صاحب سلطان پوری، حضرت مولانا کمال اختر صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی محمد مسیح الدین حشمتی اور حضرت مفتی اختر حسین علیمی صاحبان جیسے علمائے کرام نے حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے فضائل وکمالات پر اپنے مشاہدات کی روشنی ڈالی، مفکر اسلام علامہ محمد قمر الزماں خاں صاحب قبلہ اعظمی (سربراہ اعلی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی) نے فرمایا: میں نے دنیا کی بہت ساری درسگاہوں کا تعلیمی جائزہ لیا، اس سلسلے میں مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کا سفر کیا مگر جو انداز تدریس میں نے علامہ بقیہ ص ۱۸؍پر

منظومات

## فکر پانی، پانی پانی روشنائی ہوگئی

(از: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، ملنگوا، نیپال

جس کی تیرے در کے درباں تک رسائی ہوگئی
اس کا طالب رب اکبر کی خدائی ہوگئی

مذہب اسلام کی پرچم کشائی ہوگئی
شرک وبدعت کی زمانے سے ویدائی ہوگئی

سید کونین کو جب گود میں لے کر چلی
ملکۂ سلطاں سے بڑھ کر ایک دائی ہوگئی

ہو سکا نہ حق ادا توصیف کا خامہ تھکا
فکر پانی ، پانی پانی روشنائی ہوگئی

نعت ہے میرا وظیفہ، نعت میری بندگی
نعت کے صدقے مری قسمت طلائی ہوگئی

لاؤ گے تم وہ کہاں سے جذبۂ عشق رضا
نعت کے اسلوب سے تو آشنائی ہوگئی

حسن کی خیرات سے روشن ہوئی یہ کائنات
مصطفٰی کے حسن کی جب رونمائی ہوگئی

جنبش لب نے کیا جب آپ کا ذکر جمیل
اضطراب غم سے اس دل کی رہائی ہوگئی

میرے آقا کو پسند آجائے میری شاعری
پھر میں سمجھوں گا وصولی پائی پائی ہوگئی

عشق کا جذبہ جگا ایمان کامل ہوگیا
جب رضا کے آستاں سے آشنائی ہوگئی

عشق کا لنگر بریلی کا ہوا جس کو نصیب
گمرہی سے قلب کی اس کی صفائی ہوگئی

بقیہ ص ۲۳ ؍ پر

## ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

ہے گواہ اس کا ہر ذرہ ذرہ ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا
اس کا ہر خطہ کہتا رہے گا ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

تم تعصب کا عینک اتارو، تم حقیقت کے سائے میں آؤ
اسکی رگ رگ میں ہے خوں ہمارا ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

جان نثار وطن ہم رہے ہیں، اس کی خاطر مظالم سہے ہیں
اسکے سینے پہ اب بھی ہیں کندہ ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

تم سے جمہوریت ہے شکستہ، ناپنا ہے تمہیں اپنا رستہ
ہم سے پھیلا وفا کا اُجالا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

یہ بزرگوں نے ہم کو سکھایا، غدر سے دور تا زیست رہنا
ہم سے روشن عمل کا ہے سہرا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

ہے ہمارے یہ مذہب کی تعلیم، ہم کو الفت وطن کی ہے تسلیم
جاں سے بھی ہے زیادہ یہ پیارا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

سی اے اے ظالمانہ ہے قانون، اہل ہند اس میں ہوں گے نہ مامون
احتجاج اپنا جاری رہے گا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

اب نہ چل پائے گی دشمنوں کی، شامت آنے لگی سازشوں کی
خون اہل وفا رنگ لایا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

سر وطن کا نہیں جھکنے دیں گے، راہ حق سے نہیں ہم ہٹیں گے
جان دے کر نبھائیں گے وعدہ، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

ہم محب وطن تھے رہیں گے، مات اعدا کو دیتے رہیں گے
ہند کا اونچا رکھیں گے جھنڈا، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

قدسی عبدالحمید اور عثماں، ہوگئے جو بصد شوق قرباں
ان کے لب پہ ہر دم تھا نعرہ، ہم ہیں بھارت کے بھارت ہمارا

## سروری جس پہ کرے ناز وہ سرور صدیق

(از: حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

بہتری جس پر کرے فخر وہ بہتر صدیق
سروری جس پہ کرے ناز وہ سرور صدیق

چمنستانِ نبوت کی بہارِ اوّل
گلشن دیں کے بنے پہلے گل تر صدیق

بقیہ ص ۱۰ ؍ پر

## نادان جفاؤں کا ضرر بھول گئے تھے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

مظلوم کی آہوں کا اثر بھول گئے تھے
کم ظرف محبت کی ڈگر بھول گئے تھے

جو قتل ہوئے ہیں وہ محبت کے تھے قاتل
نادان، جفاؤں کا ضرر بھول گئے تھے

بقیہ ص ۳۶ ؍ پر

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

MARCH - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

**بظل روحانی**

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نوردیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدرالطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

**زیر سرپرستی**

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ وجانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائدِ ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی

# شرعی کونسل آف انڈیا
## کا
# سترہواں فقہی سیمینار

مورخہ: ۱۳/ ۱۴/ ۱۵/ مارچ ۲۰۲۰ء

مقام: جامعۃ الرضا بریلی شریف

## موضوعات

(۱) لائسنس یا سرٹیفکٹ کرائے پر دینے کا شرعی حکم۔
(۲) حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کیلئے احرام کا شرعی حکم۔
(۳) عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے کا شرعی حکم۔

مذکورہ عنوانات پر ملک وملت کے نامور مفتیان کرام اپنے مقالات پیش فرمائیں گے۔

APRIL-2020 Rs. 25/-
شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ / اپریل ۲۰۲۰ء



مدیر اعلیٰ جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنّی دُنیا بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA





ایک سنہرا موقع! شب برأت

شب برأت کے فضائل ومعمولات
علم، پیام بیداری اور نوائے سحر
کرونا وائرس اور اسلامی تعلیمات
شہریت ترمیمی ایکٹ! حقائق کے تناظر میں
عظمت رسول اشعار رضا کی روشنی میں
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ
ایمان، کفر اور تکفیر
الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی! ایک مختصر سوانح حیات
مطلب براری کے لئے اسلام کا بیجا استعمال
رضویات کا ایک مخلص خادم

مُدیر: مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

www.muftiakhtarrazakhan.com

مرکز الدراسات الإسلامیة جامعة الرضا بریلی شریف یوپی، ہند

# CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)







## Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan

**بیادگار** امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰحضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰحضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی، دینی و اصلاحی ترجمان ۱۹۸۲ء

مسلک اعلیٰحضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۴
Issue No. 4
Vol. 5 جلد نمبر ۵

شعبان المعظم
۱۴۴۱ھ ہجری
اپریل ۲۰۲۰ء

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمجید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

- قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
- سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
- سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
- پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
- امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**Contact Address**
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
**Contact Numbers**
0581-2458543, 2472166, 3291453

**Email:**
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
**Visit Us:**
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
**ماہنامہ سنی دنیا**
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
| --- | --- | --- | --- |
| اداریہ | ایک سنہرا موقع! شب برأت | عبد الرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| اسلامیات | شب برأت کے فضائل و معمولات | مولانا آل مصطفیٰ مرکزی | ۶ |
| ● | کرونا وائرس اور اسلامی تعلیمات | مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی | ۱۲ |
| ● | احکام جنازہ | مفتی صابر القادری فیضی | ۱۷ |
| رضویات | عظمت رسول اشعار رضا کی روشنی میں | مفتی ولی محمد رضوی | ۲۰ |
| نقد و نظر | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۲۶ |
| ● | مطلب براری کے لئے اسلام کا بیجا استعمال | مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی | ۲۹ |
| احوال قوم وملت | علم، پیام بیداری اور نوائے سحر | غلام مصطفیٰ رضوی | ۳۱ |
| احوال وطن | شہریت ترمیمی ایکٹ! حقائق کے تناظر میں | مفتی عبد المالک مصباحی | ۳۳ |
| ملفوظات | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۳۶ |
| اسلاف و اخلاف | حضرت امام اعظم ابو حنیفہ | مولانا سید اولاد رسول قدسی | ۳۹ |
| یادرفتگان | الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی! ایک مختصر سوانح حیات | مولانا نثار احمد مصباحی | ۴۳ |
| ● | رضویات کا ایک مخلص خادم | مفتی محمد راحت خاں قادری | ۴۷ |
| ● | امام العلما! کچھ یادیں کچھ باتیں | مولانا ارشد احمد رضوی | ۴۹ |
| خیر و خبر | مسلمانوں کو ڈرانے والے خائب و خاسر ہوں گے | اراکین دار العلوم مفتی اعظم پھول گلی | ۵۶ |
| ● | ہماری وفاداری کے نشان پورے ملک میں بکھرے ہیں | اراکین پاسبان آئین ہند کمیٹی | ۵۷ |
| ● | مدرسہ اسلامیہ دلسنگھ سرائے میں عرس ملک العلما | اراکین مدرسہ اسلامیہ دلسنگھ سرائے | ۵۷ |
| منظومات | تنم فرسودہ، جاں پارہ زہجراں یارسول اللہ | حضرت علامہ جامی قدس سرہ العزیز | ۵۸ |
| ● | مٹے غم کی ادھیر شہ اجمیر، فیض غوث و رضا حامد و مصطفےٰ | مولانا سلمان رضا فریدی، شکیل اثر | ۵۸ |
| ● | لطف الٰہی مادے | مفتی انور علی رضوی | ۵۵ |


مشمولات

محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

## موجودہ حالت زار میں اللہ رب العزت سے فریاد کا

# ایک سنہرا موقع! شب برأت

اداریہ

گزشتہ چند سالوں میں ملکی حالات بے حد سنگین بنا دیئے گئے ہیں، اب تک جو لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل رہتے تھے اور اپنے اطراف وجوانب سے بے خبر چین کی نیند سو رہے تھے، آج ایک دوسرے کے پاس جانے سے کترانے لگے ہیں جو لوگ ایک دوسرے کی چھوٹی سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے تھے آج وہی ایک دوسرے کو لہولہان کر رہے ہیں، ایک دوسرے کے مکان ودکان کو نذر آتش کر رہے ہیں، ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔

جدھر دیکھو نفرت وعداوت کا زہر آلود ماحول ہے، ملک کا اکثر گوشہ لہولہان ہے، سوال یہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں آخر ایسا کیا ہو گیا جس کی وجہ سے آپسی بھائی چارہ کی پر امن فضا اس قدر زہر آلود ہو گئی؟ اور دیکھتے ہی دیکھتے لوگ ایک دوسرے کا خون بہانے لگے، غور وفکر کے بعد یہ حقیقت ابیض من الأمس اور اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ یہ سنگین صورت حال از خود نہیں پیدا ہوئی بلکہ پیدا کی گئی ہے اور اس کا سہرا بی جے پی کے "دیش بھگت" نیتاؤں کے سر جاتا ہے۔

آج جسے دیکھو ہر ایرا غیرا مسلمانوں کو مشق ستم بنائے ہوئے ہے، نہ حکومت کے کانوں پہ جوں رینگ رہی ہے نہ عدلیہ کو حالات کی سنگینی سمجھ میں آ رہی ہے، مسلم پرسنل لا میں مداخلت کرتے ہوئے اب حکومت اور پارلیامینٹ یہ طے کرنے لگے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہبی اور عائلی قوانین کیا ہوں گے، حکومت کے ہم خیال غنڈے ہجومی تشدد کے ذریعہ بے قصور مسلمانوں کو مسلسل قتل کر رہے ہیں، ملک کے بنیادی قانون میں غیر ضروری تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں، یہ چیزیں صاف اشارہ کر رہی ہیں کہ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت ہو رہا ہو اور پورا ملکی نظام اس میں ایک دوسرے کا معاون ومددگار ہے، مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے آشیانے کی بربادی کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں، کوئی اندھا، بہرا ہی ہوگا جو آنے والی آندھیوں کی دھمک محسوس نہیں کر سکتا۔

ایک طرف تو حالات کی یہ سنگینیاں ہیں، دوسری طرف ہم مسلسل اپنے مالک حقیقی کی نافرمانیوں میں مصروف ہیں، مصطفٰے جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین کو ہم نے فراموش کر دیا ہے، مسجدیں ہماری ویران ہو گئیں ہیں، بد اعمالیاں ہماری پہچان ہو گئیں ہیں، بد اخلاقیاں ہماری شان ہو گئیں ہیں، آپسی رنجش وعداوت شباب پر ہیں، موجودہ حالات میں بھی ہم ایک دوسرے کو نیچا دکھانے سے باز نہیں آ رہے ہیں، آخر ہمارا کون سا عمل ایسا ہے جو ہمیں سچا مسلمان ثابت کرتا ہو؟ ؎

طریق مصطفٰے کا چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

ایسی حالت میں جبکہ ہمارا رب رؤف رحیم ہم سے ناراض ہو، مصطفٰے جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے ناخوش ہوں، اسلاف کے نقش قدم ہم سے کوسوں دور ہوں تو بھلا بربادیاں ہمارا مقدر کیوں نہ ہوں گی، ہم زمانے کے ظلم وستم کے لئے تختۂ مشق کیوں نہ ہوں گے، ہماری عزت وآبرو سر عام نیلام کیوں نہ ہو گی، جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے: جب بندے اللہ کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو اللہ ان پر ظالم وجابر حکمراں مسلط فرما دیتا ہے جو ان پر طرح طرح سے ظلم وستم کو روا رکھتا ہے، اگر ہم نے اللہ و رسول کی نافرمانیوں سے سچی توبہ کر لی، اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہو کر احکام شرع کے پابند ہو گئے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ اسی ظالم و جابر حکمراں کو ہمارے لئے نرم خو اور رحم دل بنا دے۔

بقیہ ص ۳۰/ پر

(از: مولانا محمد آل مصطفےٰ مرکزی *

# شب برأت کے فضائل و معمولات

**یوں** تو سارے دن اور سارے مہینے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں مگر کچھ لمحات، کچھ دن اور کچھ ماہ ایسے ہیں جن میں رب کے فیضان اور اس کی تجلّیوں کی برسات کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے انہیں میں ایک فیض بخش اور کرم پاش مہینہ شعبان المعظم بھی ہے جو اپنے ساتھ نجات و مغفرت کا مژدۂ جانفزا لے کر آتا ہے آئیے اس رات کی مخصوص عبادات کی لذتوں سے ہم اور آپ بھی سرشاری حاصل کریں۔

ماہ شعبان کی پندرہویں رات کا نام شب براءت یعنی نجات کی رات ہے، اس بابرکت رات کے چار نام ہیں: لیلۃ البراءۃ نجات والی رات لیلۃ الرحمۃ رحمت والی رات لیلۃ المبارکۃ برکت والی رات لیلۃ الصّك نجات کا پروانہ اور چیک ملنے والی رات۔ (صاوی)

قرآن مجید میں خداوند قدوس نے اس مبارک رات کا ذکر اس طرح فرمایا کہ "اس رات میں ہمارے حکم سے ہر حکمت والا کام تقسیم کردیا جاتا ہے۔" (سورۂ دخان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شعبان میرا مہینہ ہے اور رجب اللہ کا اور رمضان میری امت کا، شعبان گناہوں کو دور کرنے والا اور رمضان بالکل پاک کردینے والا مہینہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اور رمضان کے درمیان شعبان کا مہینہ ہے لوگ اس کی طرف غفلت کرتے ہیں حالانکہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال اللہ رب العزت کے حضور پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ (غنیۃ الطالبین)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف تجلی خاص فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے جتنے بال ہیں اس سے زیادہ تعداد میں میری امت کی مغفرت فرماتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل میری خدمت میں شعبان کی پندرہوں رات کو حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! سرانور کو آسمان کی طرف بلند فرمائے، میں نے کہاں یہ کون سی رات ہے؟ تو جبرئیل نے عرض کی یہ مبارک رات ہے، اللہ تعالیٰ اس رات میں رحمت کے تین سو دروازے کھولتا ہے اور سب مسلمانوں کو بخشتا ہے سوائے بدمذہبوں، مشرکوں، جادوگروں، کاہنوں، زنا پر اصرار کرنے والوں، مستقل شرابیوں کے، ایک حدیث میں ہیں کہ مسلمانوں میں جھگڑا ڈالنے والوں، دوسری حدیث میں ہے شودخوروں، تکبرانہ انداز سے پائجامہ اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں، ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس وقت تک مغفرت نہیں فرماتا جب تک کہ وہ ان برائیوں کو ترک کرکے یا چھوڑنے کا مصمم ارادہ کرکے توبہ واستغفار نہ کرلیں۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس میں نوافل پڑھو اور پندرہ کو دن میں روزہ رکھو، بے شک وہ رات برکت والی ہے، اللہ تعالیٰ اس مبارک رات میں ارشاد فرماتا ہے، کون ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں اور کون ہے عافیت طلب کرنے والا کہ میں اس کو عافیت عطا کروں اور کون ہے روزی طلب کرنے والا کہ میں اس کو

* مضمون نگار مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم دلسنگ سرائے سمستی پور کے مدرس ہیں۔

روزی عطا کروں، ہے کوئی مانگنے والا، صبح صادق طلوع ہونے تک یہ ندائیں اور بخششیں ہوتی رہتی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! کیا جانتی ہو کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ آپ نے عرض کی یارسول اللہ! ارشاد فرمائیے کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ سال بھر میں جو پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ اس شب میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور سال بھر میں جتنے ہلاک ہونے والے ہیں وہ بھی لکھ لئے جاتے ہیں اور اسی شب میں ان کے اعمال بلند کئے جاتے اور اس میں ان کے رزق اتارے جاتے ہیں۔

**شب برأت کے معمولات**

(۱) شب براءت میں جو کچھ بھی میسر ہو بکثرت صدقہ وخیرات کیجیے تاکہ روزی میں برکت ہو۔(۲) شب براءت میں اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب اور دوسرے لوگوں کو برے کاموں کے کرنے سے منع کیجیے اور اپنے آپ کو بھی برائیوں سے بچائیے۔ (۳) شب براءت میں کثرت سے نفل نماز پڑھیے (۴) شب براءت میں نفل سے بہتر ہے کہ ”نماز قضائے عمری“ پڑھیں۔ (۵) شب براءت میں رشتہ دار، دوست احباب سے حسنِ سلوک اور محبت کرنی چاہیے، کیوں کہ رشتہ توڑنے والے، دوستی کاٹنے والے رحمت سے محروم کردیے جاتے ہیں۔(۶) کھانا تیار کرکے غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو کھلانا چاہیے، کیوں کہ ہر کھانے کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی شب براءت میں کھانا، کپڑا یا نقد جو ہوسکے صدقہ و خیرات کرے گا، خداوند قدوس اس کی ہر چیز میں خیر وبرکت عطا فرمائے گا اور اس کی روزی میں کشادگی عطا فرمائے گا۔

**شب برأت کے روزہ کی فضیلت**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے شعبان میں ایک دن روزہ رکھا اس کو میری شفاعت حلال ہوگئی۔ ایک اور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص شعبان کی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے گا اُسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔

جو شخص شب برأت میں سات پتے بیری کے پانی میں جوش دے کر غسل کرے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ پورے سال تک جادوں کے اثر سے محفوظ رہے گا۔

**چار سو سال کی عبادت کا ثواب**

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے اور وہاں ایک خوبصورت گنبد نما بلند پتھر دیکھا۔ آپ تعجب سے اُس کے گرد گھومنے لگے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ اس پتھر کا راز تم پر ظاہر کردوں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی میری تمنا تو یہی ہے۔ اتنے میں پتھر شق ہوگیا۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی عبادت میں مشغول ہے اور اس کے قریب ہی ایک انگور کی بیل ہے اور ایک نہر جاری ہے، اُس شخص نے کہا کہ یہی انگور میں ہر روز کھاتا ہوں اور اس نہر کا پانی پیتا ہوں اور اللہ کی عبادت کرتا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اس پتھر کے اندر کتنے دنوں سے عبادت کرتے ہو؟ اُس نے کہاں کہ چار سو برس سے۔ یہ سُن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ شاید اس شخص جیسی عبادت تو تیرے کسی بندے نے نہیں کی ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اُمتی شعبان کی پندرہویں رات میں دو رکعت نماز پڑھے گا وہ اس کی چار سو برس کی عبادت سے بہتر وافضل ہوگا۔ یہ سُن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے اللہ تو مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل فرمالے۔ (روض الافکار، نزہۃ المجالس)

**شب برأت کی نماز واوراد**

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس رات میں سو رکعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتہ بھیجے گا جن میں سے تیس فرشتے اس کو جنت کی بشارت دیں گے اور تیس اس کو جہنم کے عذاب سے بچائیں گے اور تیس دنیا کی آفتوں اور بلاؤں کو اس سے دور رکھیں گے اور دس فرشتے اس کو شیطان کے مکر وفریب سے بچائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

شب برأت میں بعد نماز مغرب چھ رکعات نفل دو دو رکعت

اسلامیات

کی نیت سے پڑھنا بھی منقول ہے، اس کی ترکیب یہ ہے کہ پہلی دو رکعات کے بعد ایک بار سورۂ یٰسین شریف یا ۲۱/ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دعائے شب برأت پڑھے اور خیر وعافیت کے ساتھ درازی عمر کے لئے دعا مانگے قبول ہوگی پھر دو رکعت کے بعد سورۂ یٰسین شریف یا ۲۱/ بار سورۂ اخلاص کے بعد دعائے نصف شعبان ایک بار پڑھ کر دفع بلا کی دعا کرے پھر دو رکعت کے بعد سورۂ یٰسین یا سورۂ اخلاص ۲۱/ بار پڑھ کر مخلوقات کا محتاج نہ ہونے کی دعا مانگے۔

شب برأت کی مشہور اور مجرب دعا اگر ممکن ہو تو شب برأت میں ''دعائے شب برأت'' پڑھیں کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو مسلمان اس دعا کو شب برأت میں پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بُری موت یا ناگہانی موت سے محفوظ رکھے گا وہ مبارک دعا یہ ہے:

''بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ: اَللّٰھُمَّ یَاذَا المَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیہِ یَاذَا الجَلَالِ وَالاِکرَامِ یَا ذَا الطَّولِ وَ الاِنعَامِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ ظَھرَ اللَّاجِینَ وَجَارَ المُستَجِیرِینَ وَاَمَانَ الخَائِفِینَ اَللّٰھُمَّ اِن کُنتَ کَتَبتَنِی عِندَکَ فِی اُمِّ الکِتَابِ شَقِیًّا اَو مَحرُومًا اَو مَطرُودًا اَو مُقتَّرًا عَلَیَّ فِی الرِّزقِ فَامحُ اَللّٰھُمَّ بِفَضلِکَ شَقَاوَتِی وَحِرمَانِی وَطَردِی وَاقتِتَارَ رِزقِی وَاَثبِتنِی عِندَکَ فِی اُمِّ الکِتَابِ سَعِیدًا مَرزُوقًا مُوَفَّقًا لِلخَیرَاتِ فَاِنَّکَ قُلتَ وَقَولُکَ الحَقُّ فِی کِتَابِکَ المُنزَلِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ المُرسَلِ یَمحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثبِتُ وَعِندَہٗ اُمُّ الکِتٰبِ اِلٰھِی بِالتَّجَلِّی الاَعظَمِ فِی لَیلَۃِ النِّصفِ مِن شَھرِ شَعبَانَ المُکَرَّمِ الَّتِی یُفرَقُ فِیھَا کُلُّ اَمرٍ حَکِیمٍ وَّیُبرَمُ اَن تَکشِفَ عَنَّا مِنَ البَلَآءِ وَالبَلوَآءِ مَا نَعلَمُ وَمَا لَا نَعلَمُ وَمَا اَنتَ بِہٖ اَعلَمُ اِنَّکَ اَنتَ الاَعَزُّ الاَکرَمُ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحبِہٖ وَسَلَّمَ وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ۔ (ماجاء فی شعبان، ص ۱۰۵)

### رزق میں برکت اور کاروبار کی ترقی کیلئے

دو رکعت نماز ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک مرتبہ، سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھیں، سلام کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر تین سو تیرہ مرتبہ یَا وَھَّابُ یَا بَاسِطُ یَارَزَّاقُ یَامَنَّانُ یَالَطِیفُ یَاغَنِیُّ یَامُغنِیُّ یَاعَزِیزُ یَاقَادِرُ یَا مُقتَدِرُ کا وظیفہ پڑھنے سے کاروبار میں برکت اور رزق میں وسعت ہوجاتی ہے۔

### حج اور عمرہ کا ثواب

جو شخص چار رکعت نفل نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور عمرہ کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

### صلوٰۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

آٹھ رکعت نماز ایک سلام اور چار قعدہ کے ساتھ ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کوئی اس نماز کو ماہِ شعبان میں پڑھے اور مجھے اس نماز کا ثواب پہنچائے میں اس کی شفاعت کئے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گی۔

مفتاح الجنان میں ہے کہ جو شخص چودہ شعبان کو غروب آفتاب کے قریب چالیس مرتبہ لَاحَولَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ اور سو مرتبہ درود شریف پڑھے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ آفتوں اور مصیبتوں سے سال بھر تک محفوظ رہے گا اس کے چالیس کے گناہ بخش دے گا اور جنت میں چالیس حوریں اس کی خدمت کے لئے مقرر فرمائے گا۔

امام عارف باللہ ابو الحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس عطا وبخشش والی رات میں یہ دعا بکثرت پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیمٌ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ العَفوَ وَالعَافِیَۃَ وَالمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ جو کوئی اس دعا کو بکثرت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

آنکھوں کی روشنی بڑھے گی: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان شب برأت میں بعد نماز عشا غسل کر کے دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ لگائے اور سرمہ لگاتے وقت یہ مقدس اور نوری درود شریف پڑھتا رہے تو پورے سال تک

آنکھ نہ دُکھے گی اور نہ عبادت الٰہی میں سستی وکاہلی ہوگی اور آنکھوں کی روشنی میں بہت زیادتی ہوگی اور وہ درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نُّوْرِكَ الْمُنِیْرِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔

## صلوۃ التسبیح کی فضیلت

اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے، بعض محققین فرماتے ہیں کہ اس کی بزرگی سن کر کوئی ترک نہ کرے گا مگر دین پر سستی کرنے والا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں؟ کیا میں تمہاری بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو نہ دوں، کیا تمہارے ساتھ احسان نہ کروں، دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشش دے گا، اگلا، پچھلا، پرانا، نیا، جو بھول کر کیا اور جو قصداً کیا، چھوٹا اور بڑا، پوشیدہ اور ظاہر۔ اس کے بعد صلوۃ التسبیح کی ترکیب تعلیم فرمائی پھر فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے تو ہر روز ایک بار پڑھا کرو یا پھر جمعہ کے دن ایک بار یا ہر ماہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھو۔ طریقہ یہ ہے کہ نیت کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر ثنا پڑھیں، پھر تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ بار پھر تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور کوئی بھی سورہ پڑھ کر رکوع میں جانے سے پہلے دس بار یہی تسبیح پڑھیں پھر رکوع میں دس بار، رکوع سے سر اٹھا کر قومہ میں تحمید کے بعد دس بار سجدہ میں دس بار دونوں سجدوں کے درمیان جلسے میں دس بار، دوسرے سجدہ میں دس بار اس طرح چاروں رکعت میں پڑھیں ہر رکعت میں ۷۵ / بار چاروں رکعتوں میں ۳۰۰ / بار تسبیح پڑھی جائے گی، یہ واضح رہے کہ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعتوں کے شروع میں فاتحہ سے پہلے پندرہ بار اور رکوع سے پہلے دس بار یعنی قیام میں ۲۵ / بار اور رکوع وسجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین مرتبہ پڑھ کر پھر تسبیح دس دس بار پڑھیں گے۔

## زیارت قبور

مردوں کو قبروں کی زیارت کے لئے جانا سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے اور اس کے فائدے اور برکتیں بھی بتائی ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے قبروں کی زیارت کروں اس لئے کہ دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، ص 112)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات نبی کریم ﷺ کے رات گزارنے کی باری میرے پاس تھی تو میں نے دیکھا کہ آپ رات کو اُٹھے اور بہت آہستہ آہستہ باہر تشریف لے گئے تو میں بھی اٹھی اور آپ کے پیچھے پیچھے چلی، اس خیال سے کہ دیکھوں آپ کس بیوی کے پاس تشریف لے جاتے ہیں، مگر آپ جنت البقیع قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور قبرستان پہنچ کر مومنین اور مومنات اور شہداء کے لئے دعائے مغفرت کرنے لگے، تو میں چپکے سے واپس آ کر بستر پر لیٹ گئی، اتنے میں حضور اقدس ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا: اے عائشہ! کیا حال ہے کہ تمہاری سانس پھول رہی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جب آپ کو حجرہ شریف سے باہر تشریف لے جاتے ہوئے دیکھا تو میرا خیال ہوا کہ آپ اس وقت کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں، اس لئے میں آپ کے پیچھے پیچھے گئی لیکن جب آپ جنت البقیع پہنچ کر مردوں کے لئے دعائے مغفرت فرمانے لگے تو میں تیزی سے واپس آ کر بستر پر لیٹ گئی، یہی وجہ سانس پھولنے کی ہے، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ تم کو یہ معلوم نہیں یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے جبرئیل امین نے مجھے آ کر خبر دی ہے کہ یہ رات دوزخ سے نجات کی رات ہے اور توبہ واستغفار اور عبادت کی رات ہے، مگر مشرک، جادوگر، شرابی، تکبر کرنے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، اپنے رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے والا، ان لوگوں کے لئے اس رات میں کوئی حصہ نہیں ہے، ہاں! اگر یہ لوگ اس رات کے آنے سے قبل اپنے اپنے فعلوں سے توبہ کر لیں تو وہ بھی اس کی برکتوں سے محروم نہ ہوں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس رات میں عبادت کرنے کی اجازت

دو، کیوں کہ آج تمہاری باری ہے، میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کیلئے اجازت ہی اجازت ہے، اس کے بعد آپ عبادت کے لئے کھڑے ہوئے اور جب آپ سجدے میں گئے تو سجدہ بہت دراز فرمایا، اس وقت میرا خیال ہوا کہ شاید حضور کی روحِ پاک نکل گئی، تو میں نے اپنا داہنا ہاتھ آپ کے قدم مبارک پر رکھا تو حرکت معلوم ہوئی اور میں بے حد خوش ہوئی۔

**درود قبرستان**

ایک ایسا درود ہے جس کے پڑھنے سے فوت شدہ حضرات کو عالم برزخ میں بہت فائدہ پہنچتا ہے، لہٰذا یہ درود مردوں کے لئے بخشش کا ذریعہ ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کے فوت شدہ ماں باپ بخشے جائیں یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرے تو اسے چاہیے کہ اکتالیس روز ماں باپ کی قبروں پر جا کر اس درود کو روزانہ صبح کے وقت اکتالیس مرتبہ پڑھے اور بعد میں اللہ تعالیٰ کے ان کی مغفرت کی دعا کریں ان شاء اللہ دعا قبول ہوگی اور اللہ ان کی بخشش کر دے گا اور عالم برزخ میں ان کی قبر کو مثل جنت بنا دے گا، اس درود شریف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قبرستان میں اسے پڑھنے سے روحوں کو عذاب سے نجات ملتی ہے لہٰذا جب کوئی قبرستان میں زیارت قبور کے لئے جائے تو اسے چاہیے کہ وہاں ایک مرتبہ یہ درود پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّادَامَتِ الصَّلٰوۃُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّادَامَتِ الرَّحۡمَۃُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّادَامَتِ الۡبَرَکَاتُ وَصَلِّ عَلٰی رُوۡحِ مُحَمَّدٍ فِی الۡاَرۡوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی صُوۡرَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّوَرِ وَصَلِّ عَلٰی اِسۡمِ مُحَمَّدٍ فِی الۡاَسۡمَآءِ وَصَلِّ عَلٰی نَفۡسِ مُحَمَّدٍ فِی النُّفُوۡسِ وَصَلِّ عَلٰی قَلۡبِ مُحَمَّدٍ فِی الۡقُلُوۡبِ وَصَلِّ عَلٰی قَبۡرِ مُحَمَّدٍ فِی الۡقُبُوۡرِ وَصَلِّ عَلٰی رَوۡضَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الرِّیَاضِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الۡاَجۡسَادِ وَصَلِّ عَلٰی تُرۡبَۃِ مُحَمَّدٍ فِی التُّرَابِ وَصَلِّ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَزۡوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَحۡبَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ۔

**اس رات کی فاتحہ**

یہ رات اپنے مُردوں اور دوسرے بزرگوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے اور فاتحہ دلانے کے لئے بڑی خاص رات ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عید اور عاشورہ اور رجب کے پہلے جمعہ کے دن اور شعبان کی پندرہویں رات اور جمعہ کی رات میں مُردوں کی رُوحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر جا کر پکارتی ہیں کہ اے گھر والوں! ہمارے اوپر رحم و کرم اور مہربانی کرو، آج کی رات میں ہمارے لئے کچھ صدقہ کرو، کیونکہ ہم لوگ ایصال وثواب کے محتاج ہیں۔ ہمارے نامۂ اعمال ختم کر دیئے گئے اور تمہارے نامۂ اعمال جاری ہیں۔ پس اگر یہ روحیں کچھ نہیں پاتیں تو حسرت و ناامیدی کے ساتھ واپس چلی جاتی ہیں۔ (فتاویٰ خیریہ بحوالہ اتیان الارواح)

لہٰذا ان مبارک راتوں دنوں اور خاص کر شب برأت میں اپنے مرحومین کی طرف سے صدقہ و ایصال ثواب اور فاتحہ بالکل درست و جائز ہے اور اس کا دلائل سے ثبوت ہے، اس سے بدعت کہنا سراسر غلط ہے۔

**فاتحہ کا طریقہ**

سُورۂ کَافِرُون ایک بار پڑھیں، سُورۂ اِخلاص تین بار پڑھیں، سورۂ فَلَق ایک بار پڑھیں، سُورۂ نَاس ایک بار پڑھیں، سُورۂ فَاتِحہ ایک بار پڑھیں، سُورۂ بَقَرہ الٓمّٓ سے مُفلِحُون تک ایک بار پڑھیں، آیۃ خَمسَہ ایک بار پڑھیں، تین بار درود شریف پڑھیں، اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کریں، پروردگار عالم قرآن شریف کی تلاوت ہوئی درود شریف کا نذرانہ پیش کیا گیا شیرنی پانی خوشبوں حاضر ہیں ان تمام میں جانے انجانے کسی طرح کی کوئی غلطی بے ادبی ہوگئی ہو اُسے اَپنے فضل و کرم سے معاف فرما، مولائے کریم جو کچھ صحیح ہے پیارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں نذر ہے قبول ومنظور فرما، مولائے کریم ان تمام کا ثواب اپنے نبی کے صدقہ طفیل جملہ انبیائے کرام کی مقدس بارگاہوں میں نذر ہے قبول فرما، آقا کے جملہ ازواج مطہرات صحابہ صحابیات کی بارگاہوں میں نذر ہے

اسلامیات

قبول فرما، جملہ شہدائے کرام تابعین طبع تابعین تابعات طبع تابعات ائمہ مجتہدین کی مقدس بارگاہوں میں نذر ہے قبول فرما۔

تمام سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ بالخصوص سرکارغوث اعظم، سیدنا خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت محبوب الٰہی، حضرت صابر کلیری، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مخدوم سمنانی، حضرت مخدوم بہاری، حضرت مخدوم ماہمی اور تمام سلاسل کے بزرگوں اور اپنے مرحومین کو ایصال ثواب کریں اور اپنے لئے دین ودنیا کی بھلائی کی دعا کریں۔

◆◆◆

ص ۵۸ رکابقیہ...............

زِ رحمت کن نظر بر حالِ زارم یا رسول اللہ
غریبم، بے نوایم، خاکسارم یا رسول اللہ

یارسول اللہ! میری خود بگاڑی ہوئی حالت پر نظر کرم ہو، میں غریب دنیا میں بے سہارا و عاجز ہوں۔

زِ داغِ ہجرِ تو کے دِل فگارم یا رسول اللہ
بہارِ صد چمن دَر سینہ دارم یا رسول اللہ

یارسول اللہ! آپ کی جدائی کے صدمہ کی سرمستی سے غمگین دل کی یہ کیفیت ہوگئی کہ جیسے اس میں سیکڑوں گلشن و چمن کی بہاریں موجزن ہوں۔

توئی تسکینِ دل، آرام جاں، صبر و قرارِ من
رُخِ پُرنور، جانِ بے قرارم یا رسول اللہ

یارسول اللہ! آپ میرے بے قرار دل کا سکون، راحتِ جاں اور اطمینانِ ہستی ہیں، آپ کے نورانی رُخ زیبا کی زیارت میرے مضطرب جسم کی روح وجاں ہے۔

توئی مولائے مَن، آقائے مَن، والی جانِ من
توئی والی کہ جُز تو کس نہ دارم یا رسول اللہ

یارسول اللہ! آپ کو تو علم ہے کہ آپ کے سوا میرا کوئی والی مددگار نہیں، آپ ہی تو میرے آقا و سردار، میرے فریادرس اور میری جان کے مالک ہیں۔

دمِ آخر نُمائی جلوۂ دیدار جامؔی را
زِ لطفِ تو ہمیں اُمید دارم یا رسول اللہ

یارسول اللہ! آپ کے لطف وکرم سے سبھی کو اُمید اور آس لگی ہے، زندگی کے آخری لمحات ہیں، مجھ جامؔی کو بھی اپنے رُخ زیبا کا جلوہ دکھا دیجیے۔

◆◆◆

ص ۵۸ رکابقیہ...............

گرتی ہوئی آس، سنبھل جائے
مظلوم کا حال بدل جائے
تم چاہو تو آج ہی ٹل جائے
دُکھ درد کا پھیر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

خود دار جبیں، جرأت کا جگر
بے خوف قدم، ہمت کی نظر
ایسا ہے تری ہستی کا سفر
بے باک و دلیر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

ملت کو وقار عطا کیجے
عظمت کی بہار عطا کیجے
نصرت کا حصار عطا کیجے
اے دین کے شیر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

گُل کھل جائیں، ہو دُور خزاں
دل مل جائیں، ہو امن و اماں
بیدار ہوں سب اہلِ ایماں
ہو جلد سویر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

سخیوں کے سخی، اے غریب نواز
اے چرخِ ولایت کے شہباز
سن لیجے فریدؔی کی آواز
ہم سب ہوں بخیر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# کرونا وائرس اور اسلامی تعلیمات

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

**ان** دنوں کرونا وائرس (corona virus) کی وجہ سے پوری دنیا میں خوف وہراس پھیلا ہوا ہے، عالمی صحت ایجنسی (W.H.O) نے عالمی ایمرجنسی کا اعلان کر دیا ہے، چینی شہر وُہان میں سب سے پہلے اس وائرس کا پتا چلا، اب تک اس وائرس کی وجہ سے 900/ سے زائد اموات ہوچکی ہیں اور 37000/ افراد اس مرض کی زد میں ہیں۔ پورے شہر میں لوگوں کے آنے جانے پر پابندی ہے۔ خوف کا عالم یہ ہے کہ پورے چین میں لوگ پلاسٹک کے نقاب وبرقع پہننے پر مجبور ہیں تا کہ وائرس کی زد سے محفوظ رہ سکیں۔ چین کے علاوہ اب تک 22/ ملکوں میں کرونا وائرس پھیل چکا ہے۔ وطن عزیز بھارت کے علاوہ تھائی لینڈ، سنگاپور، ساؤتھ کوریا، آسٹریلیا، ملیشیا، فرانس جرمنی وغیرہ میں بھی یہ وائرس پایا گیا ہے۔

**کرونا وائرس کیا ہے؟**

کرونا وائرس کئی وائرسوں کا مجموعہ ہے، جو کئی جانوروں میں پایا جاتا ہے، یہ آر این اے وائرس ہوتا ہے، انسانوں کو یہ وائرس سانس کے ذریعے پہنچتا ہے جو جان لیوا تک ہوجاتا ہے۔ اس وائرس کے اثرات خنزیر، بلی چمگادڑ جیسے جانوروں میں بڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں، اب تک اس وائرس کی کئی اقسام سامنے آچکی ہیں، خوردبین سے اس وائرس کا جائزہ لینے پر یہ وائرس چھوٹے سے دائرے کی شکل میں نظر آتا ہے، اس کے کناروں پر ہلکے ہلکے کانٹے دار ابھار نظر آتے ہیں جس طرح تاج وغیرہ کے اوپری حصے ابھرے ہوتے ہیں۔ رومن زبان میں تاج کو کراؤن کہتے ہیں اسی مناسبت سے اس وائرس کا نام کرونا پڑ گیا، یہ وائرس سب سے پہلے 1960 میں سامنے آیا تھا، اب تک اس وائرس کی 13/ اقسام دنیا کے سامنے آچکی ہیں ان میں سے سات قسم کے وائرس انسانی جسموں میں داخل ہوکر انہیں اپنی زد میں لے سکتے ہیں، ان وائرس میں SARS یعنی Severe acute Respiratory Syndrome اور Novel coronavirus 2019 کی دریافت چین میں ہوئی ہے جبکہ MERS یعنی Middle Este Respiratory syndrome شرق اوسط میں پایا گیا ہے۔

**کہاں سے آیا یہ وائرس؟**

چین کے طبی مرکز کے ڈاکٹر گاؤ فو (Gou fu) نے کہا ہے کہ یہ وائرس چینی شہر وُہان کی ایک سمندری مارکیٹ سے پھیلا ہے، یہاں گوشت خوری کے شوقینوں کے لیے بہت بڑا بازار لگتا ہے جہاں مختلف قسم کے جنگلی جانور مثلاً لومڑی، مگرمچھ بھیڑیئے اور سانپ وغیرہ فروخت کیے جاتے ہیں، سب سے پہلے یہ وائرس اسی مارکیٹ سے پھیلا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پورے وُہان شہر کو اپنی زد میں لے لیا ہے۔ یونیورسٹی آف ایڈن برگ کے پروفیسر مارک وول ہاؤس کا کہنا ہے کہ جب ہم نے یہ نیا کرونا وائرس دیکھا تو ہم نے جاننے کی کوشش کی کہ اس کا اثر اتنا خطرناک کیوں ہے؟ یہ عام سردی جیسی پہچان رکھنے والا نہیں ہے جو تشویش کی بات ہے، یہ بالکل ایک نئی قسم کا وائرس ہے، یہ ایک جانور سے دوسرے جانوروں کی جنس تک پہنچتا ہے پھر ان سے انسانوں میں پہنچ رہے ہیں، اس دوران اس کا پتا بالکل بھی نہیں چلتا، ناٹنگم یونیورسٹی کے ایک وائرولوجسٹ پروفیسر جوناتھن وال کے مطابق یہ بالکل ہی نئی طرح کا کرونا وائرس ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ جانوروں سے ہی انسانوں تک پہنچا ہو۔ اس کی روک تھام کے لیے ابھی کوئی ٹیکہ (vacsaen) یا Antiviral تیار نہیں ہوئی ہے۔ ابھی اس کے علاج کے لیے انسانی جسم کی

اسلامیات

*مضمون نگار ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

مدافعانہ قوت پر زیادہ انحصار ہے باقی دیگر ادویات سے اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کرونا وائرس سانس کی اوپری نالی پر حملہ کرتے ہیں جس سے سانس کا داخلی نظام متاثر ہوتا ہے اور انسان جان لیوا نمونیا، بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عام طور پر اس کی زد میں آنے کے بعد بخار، زکام، سانس لینے میں تکلیف، ناک بہنا اور گلے میں خراش جیسی تکلیفیں ہوتی ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے یہ تکلیفیں بڑھتی جاتی ہیں اور پھر انسان کے پھیپھڑوں میں انفیکشن پھیل جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کو سانس لینے میں دشواری ہونے لگتی ہے اگر جسم کی مدافعانہ قوت کمزور پڑ جائے اور باہر اسے کوئی اینٹی وائرل دوائی یا ویکسین نہ ملے تو انسان کی موت ہو جاتی ہے۔ ابھی تک اس مرض کی کوئی دوائی تیار نہیں ہوئی اس لیے ڈاکٹر مریض کی قوت مدافعت اور نارمل دوائیوں پر ہی انحصار کیے ہوئے ہیں جس کے باعث یہ مرض ابھی تک قابو میں نہیں آسکا ہے۔

**کرونا جیسے وائرس پھیلنے کی وجہ؟**

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی بقا کے لیے نظام اکل وشرب کو ذریعہ ووسیلہ بنایا ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی بھوک مٹاتا ہے اور مختلف نعمتوں سے قوت بھی حاصل کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نظام کے لیے پاکیزگی اور اچھائی کو پیمانہ بنایا ہے تا کہ انسان وہی خوراک استعمال کرے جو پاکیزہ اور صحت کے لیے مفید ہو، قرآن کریم فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا١ۖ٘ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ١ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (سورۃ البقرہ ۱۶۸) اے لوگوں کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

جو چیزیں انسانی کھانے میں استعمال ہوتی ہیں وہ عام طور پر دو طرح کی ہوتی ہیں :1/لحمیات، 2/ارضیات۔

لحمیات سے مراد وہ خوراک ہے جسے انسان مختلف جانوروں کے گوشت سے حاصل کرتا ہے، مثلاً بیل بھینس، بکرا، مرغا، مچھلی وغیرہ دوسری قسم ارضیات سے مراد وہ خوراک ہے جسے ہم جنس زمین سے حاصل کرتے ہیں مثلاً گیہوں، چاول، دالیں، سبزیاں اور مختلف قسم کے پھل فروٹ وغیرہ۔

کھانے پینے کے بارے میں ہر سلیم الطبع انسان طبعی طور پر اچھی اور صاف چیزیں کھانا پسند کرتا ہے، گندی اور خراب چیزوں کو کوئی بھی سلیم الطبع انسان پسند نہیں کرتا۔ لیکن دور حاضر کا انسان جنس ارضیات سے حاصل ہونے والی چیزوں کے استعمال میں تو صفائی کا دھیان رکھتا ہے کہ چیزیں صاف ستھری ہوں، سڑی گلی اور خراب نہ ہوں۔ مضر اجزا سے پاک ہوں تا کہ استعمال کر کے انسان بیمار نہ پڑ جائے۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ جو انسان ارضیات سے حاصل شدہ خوراک کے بارے میں اتنا زیادہ غور و فکر سے کام لیتا ہے وہ لحمیات سے حاصل ہونے والی خوراک کے بارے میں اتنی ہی زیادہ لاپرواہی اور غفلت سے کام لیتا ہے، یہی وہ ذریعہ خوراک ہے جس میں مسلمان صرف ان جانوروں سے خوراک حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال فرمائے اور ان کا گوشت صحت انسانی کے لیے مفید بھی ہوتا ہے، لیکن دنیا کے دیگر انسان اس معاملے میں نفع ونقصان کی پرواہ کیے بغیر ایسے جانوروں کو اپنی خوراک بناتے ہیں جن کا گوشت انسانی صحت کے لیے نہایت مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے۔

آج کا مہذب حیوان ہر اس جانور سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے جس پر گوشت کا اطلاق ہو سکے اس لیے وہ ایسے جانوروں کا گوشت بھی نہایت شوق سے کھاتا ہے جو صحت انسانی کے لیے نہایت مضر اور نقصان دہ ہے مگر اپنی حیوانی بھوک مٹانے کے لیے صحیح غلط کی تمیز کے بغیر ہر اس جانور کو اپنی خوراک بنا لیتا ہے جو طبعی طور پر ایک اچھا آدمی کبھی پسند نہیں کرتا، جب انسان کھانے پینے میں ایسی بے احتیاطیاں کرتا ہے تو کبھی کبھی ان جانوروں سے ایسی بیماریاں انسانوں کو لاحق ہو جاتی ہیں جو وبائی مرض بن جاتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں انسان اس کی زد میں آ کر جان لیوا بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آج چائنا کے جس شہر میں کرونا وائرس پھیلا ہے وہ اس

مارکیٹ سے پھیلا ہے جہاں گوشت خوروں کی بڑی مارکیٹ لگتی ہے۔ جہاں حلال جانور نہیں بلکہ مگرمچھ، سانپ، بھیڑیئے اور چمگاڈر جیسے مکروہ اور گھنونے جانور فروخت ہوتے ہیں، ترقی یافتہ ممالک کے لوگ اپنے پیٹ کا جہنم بھرنے کے لیے جہاں نجس العین خنزیر اور کتے کا گوشت کھاتے ہیں تو ناشتے میں چمگاڈر کا سوپ پیتے ہیں، یہ لوگ سانپ، مگرمچھ کا گوشت کھا جاتے ہیں، کیڑے مکوڑے، چینٹے، کینچوے تک کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سارے جانور اور کیڑے مکوڑے انتہائی گندے ہیں لیکن اسلام کی ضد میں یہ لوگ ان ناپاک چیزوں کو شوق سے کھاتے ہیں جس کی بدولت ہر سال دو سال میں ایسی مہلک بیماریاں پھیل جاتی ہیں جن کا تعلق ان حرام جانوروں سے ہوتا ہے۔ کبھی خنزیری بخار، کبھی برڈ فلو، کبھی ایبولا کا وائرس لوگوں کی موت کا سبب بنتا ہے اور آج کل کرونا وائرس انسانی آبادیوں میں موت کا رقص کر رہا ہے۔ یہ سب قدرت خداوندی سے بغاوت کا نتیجہ ہے۔

جو جانور اللہ تعالیٰ نے حلال کیے ہیں آج تک ان میں ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں ہوئی جو وبائی مرض بن جائے، وائرس کی شکل میں انسانی آبادیوں کو نگل جائے یہ صرف انہیں علاقوں میں پھیلتی ہے جہاں کھانے کے نام پر حلال و حرام کا فرق مٹایا جا چکا ہے، کبھی کبھی قدرت خداوندی وبائی امراض کی شکل میں ایسے لوگوں کو متنبہ کرتی ہے کہ فطرت سے بغاوت نہ کرو ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے، اسلام نے ایسے جانوروں کے کھانے سے سخت منع کیا ہے جن کا گوشت صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ۔

(البقرہ 173) اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سُور کا گوشت۔"

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ (مسلم شریف 4988) نبی کریم ﷺ نے کچلیوں (نوک دار دانت) والے ہر درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ (مسلم شریف 4996) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے (کو کھانے) سے منع فرمایا۔"

**وبائی امراض اور اسلامی تعلیمات**

کچھ بیماریاں عام ہوتی ہیں جو موسم کے تغیر یا کسی غفلت و بے توجہی کی بدولت ظاہر ہوتی ہیں لیکن کچھ بیماریاں ایسی ہوتی ہے جو وبائی شکل اختیار کر لیتی ہیں، جن کی لپیٹ میں بستیوں کی بستیاں اور ملکوں کے ملک آجاتے ہیں، جیسے اس وقت کرونا وائرس وبائی مرض بن چکا ہے، ایسے امراض کے تعلق سے بھی اسلام میں واضح ارشادات موجود ہیں، آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ (صحیح البخاری، باب الجذام) جذام کی بیماری میں مبتلا مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔"

جذام ایک خبیث بیماری ہے جو تیزی سے پھیلتی ہے اور مریض کو ہلاک کر دیتی ہے، لہٰذا ایسے مریضوں سے دور رہنے کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ بیماری آگے نہ پھیلے۔

"لَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ (صحیح البخاری، باب الہامۃ، ح ۵۷۷۱: وصحیح مسلم، السلام، باب لا عدوی ولا طیرۃ... ح ۲۲۲۱) یعنی بیمار اونٹوں والا اپنے اونٹوں کو تندرست اونٹوں والے کے پاس نہ لے جائے۔"

اس حدیث میں بیماری کے متعدی ہونے کا اثبات مؤثر ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن اس کی تاثیر کوئی حتمی امر نہیں ہے کہ یہی علت فاعلہ ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے مجذوم سے بھاگنے اور بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لانے کا جو حکم دیا ہے، یہ اسباب سے اجتناب کے باب سے ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بیماریوں کو خود سے مؤثر مان لیں اور یہ عقیدہ جما لیں

اسلامیات

کہ بیماریاں خود سے کسی کو لگتی ہیں مشیت الٰہی کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے، آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"لَا عَدْوَی، وَلَا طِیَرَۃَ، وَلَا ھَامَّۃَ، وَلَا صَفَرَ (صحیح مسلم، السلام، باب لا عدوی ولا طیرۃ ولا ہامۃ، ح ۲۲۲۰) نہ کوئی بیماری متعدی ہے، نہ کوئی بدشگونی ہے، نہ الو کا بولنا ہے اور نہ ماہ صفر کی تبدیلی میں کوئی بدشگونی ہے۔"

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی تحریر فرماتے ہیں:

"اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ بیماریوں میں عقل و ہوش ہے جو بیمار کے پاس بیٹھے اسے بھی اس مریض کی بیماری لگ جاتی ہے، وہ پاس بیٹھنے والے کو جانتی پہچانتی ہے یہاں اسی عقیدے کی تردید ہے۔ موجودہ حکیم ڈاکٹر سات بیماریوں کو مُتَعَدِّی مانتے ہیں: جذام، خارش، چیچک، موتی جھرہ، منہ کی یا بغل کی بو، آشوبِ چشم، وبائی بیماریاں اس حدیث میں ان سب وہموں کو دفع فرمایا گیا ہے۔ اس معنیٰ سے مرض کا اُڑ کر لگنا باطل ہے مگر یہ ہوسکتا ہے کہ کسی بیمار کے پاس کی ہوا متعفن ہو اور جس کے جسم میں اس بیماری کا مادہ ہو وہ اس تَعَفُّن سے اثر لے کر بیمار ہو جائے اس معنیٰ سے تَعَدِّی ہو سکتی ہے اس بنا پر فرمایا گیا کہ جذامی سے بھاگو لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ غرضکہ عدویٰ یا تَعَدِّی اور چیز ہے کسی بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار ہو جانا کچھ اور چیز ہے۔"

(مرآۃ المناجیح، ج6، ص256)

## احتیاطی تدابیر

آقائے کریم ﷺ نے مہلک امراض سے بچنے کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

□ سیدنا اُسامہ بن زید روایت کرتے ہیں: رسول اللہ نے فرمایا: طاعون عذاب کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں کچھ لوگوں کو طاعون میں مبتلا کیا۔ جب تم طاعون کے بارے میں سنو تو وہاں مت جاؤ، جب کسی جگہ یہ بیماری پھیل جائے، تو وہاں کے لوگ اُس بستی سے باہر نہ جائیں۔ (مسلم شریف حدیث ۵۷۷۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام کے سفر پر جا رہے تھے، سَرغ نامی بستی سے اُن کا گزر ہوا، سیدنا ابو عبیدہ بن جراح اور اُن کے ساتھیوں نے بتایا کہ اِس بستی میں طاعون کی وبا پھیل گئی ہے، سیدنا عمر فاروق نے مہاجرین وانصار صحابۂ کرام اور غزوۂ فتح مکہ میں شریک اکابرِ قریش سے مشورہ کیا، پھر اجتماعی مشاورت سے اُنہوں نے بستی میں داخل نہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ سیدنا ابو عبیدہ بن جراح نے کہا: امیر المومنین! اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو، انہوں نے جواب دیا: ہاں! اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر کی آغوش میں پناہ لے رہا ہوں پھر سیدنا عبد الرحمن بن عوف آئے اور اُنہوں نے کہا: اِس حوالے سے میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی ہدایت موجود ہے، آپ نے فرمایا: جب تم کسی بستی میں اِس وبا کے بارے میں سنو، تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم پہلے سے وہاں موجود ہو اور یہ وبا پھیل جائے تو وہاں سے بھاگ کر نہ جاؤ، یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنا سفر آگے کی طرف جاری رکھا۔ (مسلم، مُلخصاً) سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: جذام کے مریض سے بچو جیسے تم شیر سے بچتے ہو۔ (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو متعدی اور وبائی بیماریوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنا چاہیے اور ایسا کرنا ہرگز توکل کے خلاف نہیں ہے، توکل کی اصل حقیقت یہی ہے کہ اسبابِ عالم کو اختیار کیا جائے اور اَسباب کو مؤثر بالذات ماننے کی بجائے اللہ سے امید لگائی جائے جو مسبب الاسباب ہے، وبائی امراض سے احتیاط جہاں ضروری ہے وہاں یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ ایسے امراض میں مبتلا افراد سے نفرت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ اپنائیت کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ حضور سید عالم ﷺ نے جذام کے مریض کو اپنے ساتھ بٹھا کر ایک برتن میں کھانا کھلایا۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کے اِس پیارے عمل کا مقصد یہی ہے کہ وبائی امراض سے احتیاط ضرور کی جائے مگر مریضوں سے نفرت نہ کی جائے تا کہ ان کے دل میں احساسِ محرومی پیدا نہ ہو، چنانچہ آج بھی ڈاکٹر احتیاطی تدابیر کے ساتھ ایسے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔

وائرس کا تعلق سانس سے ہے، اس لیے اس سے بچاؤ کیلئے منہ اور ناک پر ماسک پہنیں، کاموں سے فارغ ہو کر ہاتھ صابون

سے دھوئیں، نزلہ اور زکام کے مریضوں سے دور رہیں، کھانستے اور چھینکتے وقت منہ اور ناک پر کپڑا رکھیں، جانوروں سے دور رہیں، کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھوں کو اچھی طرح دھوئیں۔

الحمدللہ! جو شخص نماز پنج گانہ کا اہتمام کرتا ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کی سنت پر عمل کرتا ہے، اس کے لیے یہ تدابیر معمول کا حصہ ہیں، اس کے علاوہ ایسی بیماریوں اور مصیبتوں سے نجات کے لئے حضور ﷺ سے ایک دعا بھی منقول ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی مصیبت زدہ کو دیکھے اور یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً۔ یعنی سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس مصیبت سے بچایا جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔ تو وہ زندگی بھر اس وبا سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۴۳۱)

لہٰذا کسی بھی بیمار، تکلیف زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس بیماری سے محفوظ رہیں گے، اہل دنیا کو بھی ہماری دعوت ہے کہ وہ آغوش اسلام میں آئیں اور قدرت خداوندی کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں اسی میں انسانیت کی معراج اور کمال ہے۔

◆◆◆

ص ۲۸ رکا بقیہ ..........

ارتکاب کبیرہ کی نسبت کرے [۵] یا اللہ کا پیغام پہچانے میں [۶] یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداہنت کی نسبت کرے [۷] یا ان کے مرتبے کو گھٹائے [۸] یا ان کی نسب شریف کو کم بتائے [۹] یا ان کے علم وافر میں [۱۰] یا ان کی پارسائی میں کمی بتائے [۱۱] یا جو حضور سے بشہرت ثابت ہے ایسے امور کو جن کی حضور نے خبر دی اور ان کی خبر متواتر ہوئی، قصداً ان کی خبر کو رد کرنے کے لیے جھٹلائے [۱۲] یا گھٹیا بات اور برا کلام اور (دشنام کی قسم سے کوئی بات) حضور کی شان میں بولے اگرچہ اس کے حال کی دلالت سے یہ ظاہر ہو کہ اس نے حضور کی مذمت کا ارادہ نہ کیا اور نہ دشنام دینے کا قصد کیا، یا تو جہالت کی وجہ سے جس نے اس کو اس بات پر اکسایا جو اس نے کہی، یا تنگدلی کی وجہ سے، یا کسی خلاف شرع کی وجہ سے، یا نگہداشت اور زبان پر قابو میں کمی کی وجہ سے، یا اپنے کلام میں بے باکی کی وجہ سے وہ بول گیا تو اس وجہ کا حکم وہی ہے جو وجہ اوّل کا ہے، قتل بے تردد، اس لیے کہ کفر بولنے میں کوئی جہالت کے سبب معذور نہیں ٹھہرتا۔

.........جاری ■◄

ص ۵۷ رکا بقیہ ..........

مذمت کرتے ہیں، اس موقع پر جے این یو کے زخمی طلبہ سے اظہار ہمدردی میں موبائل ٹارچ روشن کی گئی، سیکڑوں ٹارچ بیک وقت جل اٹھیں، ازیں قبل ڈاکٹر رئیس احمد رضوی نے کہا کہ حکومت وقت خلاف آئین قانون سازی سے باز آ جائے، یہاں کے آئین کے خلاف کوئی بھی قدم قابلِ قبول نہیں ہوگا، حافظ شاہد کاملی نے کہا کہ: قرآن کی بشارت ہے کہ تمہیں غالب آؤ گے، یقیناً ہم نے اگر اسلام پر استقامت اختیار کی تو ہمیں کامیابی ملے گی، ڈاکٹر امبیڈکر کے ذریعے تشکیل ہندوستانی آئین کی پامالی کوئی بھی سنجیدہ ہندوستانی برداشت نہیں کرے گا، انجینئر عمران تابانی نے کہا کہ پاسبانِ آئین ہند کمیٹی اپنے قیام سے ہی سپریم کورٹ میں عرضیاں بھیج رہی ہے، مولانا نور الحسن مصباحی نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ عرضی کو پر کر کے سپریم کورٹ کو اسپیڈ پوسٹ سے روانہ کریں، تمہیدی گفتگو عتیق الرحمٰن رضوی نے کی، زماں رضوی و زبیر رضوی نے انقلابی اشعار پیش کیے، محمد اظہار اشرفی نے جے این یو دہلی کے طلبہ پر حملے کی مذمت کی اور ان سے اظہار یگانگت کیا، دھرنے میں مولانا اشفاق امجدی، حافظ ابرار اشرفی، حافظ غلام مصطفیٰ اشرفی، حافظ عبد المجید رضوی، حافظ جاوید، حافظ ابراہیم میمن، حافظ رفیق القادری، حافظ اشتیاق عالم اشرفی، حافظ مبین رضا، حافظ صادق القادری، حافظ احسان رضا، قاری زین العابدین، میمن شبیر ماکڑا، قاری ہارون رضوی،، یعقوب رضوی، سلیم غازیانی، عرفان تمنا، ایڈوکیٹ فرید، شکیل ممتا سمیت سیکڑوں عمائدین، اہل علم واہلیانِ شہر موجود تھے، سلام ودعا پر دھرنے کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: اراکین پاسبانِ آئین ہند کمیٹی مالیگاؤں

چوتھی قسط

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

# احکام جنازہ

## مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے متعلق ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم و رواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات و منکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھائیے۔ [فاروقی]

اسلامیات

### گزشتہ سے پیوستہ

گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے، سردی میں دیر سے، کھاری یا نمناک زمین میں جلد بگڑتا ہے اور اس کے علاوہ دوسری زمین میں دیر سے، موٹا تازہ آدمی جلد بگڑتا ہے اور دبلا پتلا دیر سے لہٰذا اس کے لیے مدّت معین نہیں کرسکتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ر صفحہ ۳۱)

### دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا

مذہب حنفی میں جب کہ ولی نماز جنازہ پڑھ چکا اس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہو گیا تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں، نہ ان کو دوبارہ پڑھنا جائز جو پڑھ چکے، نہ ان کو جائز جو باقی ہے، ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے، جو اس کے خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے تمام کتب مذہب اس کی تشریحات سے گونج رہی ہیں، متعدد کتب فقہ کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے:

۱ نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔ (درمختار)

۲ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ (درمختار)

۳ ایک میّت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔ (غنیۃ شرح منیہ)

۴ نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے، ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں کہ کسی میّت پر ایک بار سے زیادہ نماز پڑھی جائے۔ فتاویٰ عالمگیری)

۵ نماز جنازہ کا فرض ایک بار کے پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہو جائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔ (طحطاوی)

۶ کسی میّت پر دو دفعہ نماز نہ ہو، ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا اس کا حق ساقط نہیں کرسکتا۔ (مبسوط، سرخسی)

۷ جب خود ولی یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھاوے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ۴ر صفحہ ۱۵۹)

### جنازۂ غائب پر نماز پڑھنا

مذہب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی نماز محض ناجائز ہے ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے، ظاہر ہے کہ اسلامی شہروں میں جہاں مسلمان انتقال کرے، نماز ضرور ہوگی اور دوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچے گی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ر صفحہ ۶۷ ملخصاً)

کتب فقہ میں اس مسئلہ کی صراحت موجود ہے کہ جنازۂ غائب پر نماز ناجائز ہے اس مسئلہ سے متعلق چند کتب فقہ کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، ظاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ (فتح القدیر، بحر الرائق)

نماز جنازہ صحیح ہونے کے شرائط میں سے ہے جنازہ کا مصلّی کے آگے رکھا ہونا اسی لیے ہمارے علما نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔ (حلیہ)

جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا نماز جنازہ کی شرط ہے۔ (متن تنویر الابصار)

جنازہ کا حاضر ہونا شرط نماز ہے لہٰذا کسی غائب پر نماز

جنازہ صحیح نہیں۔ (درمختار)

صحت نماز جنازہ کی شرطوں میں سے ہے میت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔ (متن نور الایضاح)

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے اختلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میّت دوسرے شہر میں ہو اور اگر اسی شہر میں ہو تو نمازِ غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب جائز ہونے میں مشقت نہیں، ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔ (شرح مجمع، فتاویٰ رضویہ ج۴ ر ۶۷، ۶۸)

## بے نمازی کی نماز جنازہ

مسلمانوں کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا ہے کہ علما، صلحا جن کے پڑھنے سے امید برکت ہوتی ہے، بے نمازی کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوا دیں۔

لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیں یہ جائز نہیں ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے، عالم ہوں خواہ جاہل اور اس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اس کا بدن سلامت رہنے کا گمان ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج۲ ر صفحہ ۱۹۹)

## مقام عبرت

جو بے نمازی ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ علما، صلحا کے لیے حکم ہے کہ وہ بے نمازی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں جب کہ ان کا نماز پڑھنا باعث برکت و رحمت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم پر میری نماز رحمت و مغفرت ہے۔ (حاشیہ بخاری)

دوسری حدیث میں ہے کہ قبر اندھیریوں سے بھری ہوتی ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن و منور کر دیتا ہوں۔ (حاشیہ بخاری)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز روشنی و نور ہے، مسلمان کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے جب علما، صلحا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثین و نائبین ہیں تو ان کی نماز میں بھی کچھ خیر و برکت ہے جس کی یہ نماز پڑھیں گے تو نہیں یہ برکت و سعادت تو ملے گی مگر بے نمازی اس سے محروم ہے۔

## جنازہ سے متعلق چند ضروری ہدایات

بعض باتیں ایسی ہیں جن پر لوگ کم توجہ دیتے ہیں یا وہ غلط طور پر مشہور ہیں ہم بغرض اصلاح یہاں پر درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے ہاں حد مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے۔

☆ میّت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اس پر بھی اسی طرح جائز ہے، کھولنے کی ضرورت نہیں۔

☆ قبر جس قدر میّت سے متصل ہوتی ہے اس کے اندرونی حصّہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں۔

☆ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لے جانا تو بڑی بات ہے، دوسرے شہر کو لیجانا بھی ممنوع ہے، میل دو میل تک لے جانے میں حرج نہیں۔

☆ تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلاف سنت ہے مگر اس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لیے حرج نہیں۔

☆ بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اس کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔

☆ کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۴ ر صفحہ ۸۲)

☆ نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد نہیں مل سکتی اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱ ر صفحہ ۶۱۸)

بچے نے جب تک بات نہ کی ہو اُسے مرد و عورت سب بے پردہ نہلا سکتے ہیں یہی وہ عمر ہے جس تک ستر عورت کی اصلاً حاجت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱/ ۶۵۶)

## حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازۂ اقدس پر باجماعت نماز نہ ہوئی جنازۂ اطہر کا کوئی امام نہ تھا، بعض علما فرماتے ہیں کہ حضور کے جنازۂ مقدس پر درود و دعا ہوئی، نماز نہ ہوئی، اس لیے کہ حضور سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں صرف ایک آن

کو وعدۂ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوئی، پھر اسی آن کے بعد زندہ ہو گئے لوگ گروہ در گروہ آتے اور درود وسلام عرض کرتے ان کا کوئی امام نہ تھا۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منبر لٹایا، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے وارث ہیں، اپنی دنیاوی زندگی دنیا میں اور بعد وصال بھی، پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلوٰۃ کرتے، کوئی ان کا امام نہ تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے، دُرود وسلام حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور یہ ثابت ہیں اپنی امت کی بھلائی کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور اللہ کا قول پورا ہوا، الٰہی تو ہم کو اُن پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں سے کر اور ان کے دین پر قائم رکھ اور روزِ قیامت ہمیں اُن سے ملا۔

مولیٰ علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے یہاں تک کہ ان پر مرد، پھر عورتوں پھر بچّوں نے صلوٰۃ کی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ (طبقات ابن سعد، بیہقی)

اسی سعد و بیہقی کی روایت میں ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن دیکر منبر مبارک پر آرام دیا صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی سلام حضور پُرنور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ کی مُہر اور اس کی افزونیاں اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر اس حجرۂ پاک میں سما جاتا، ان سب نے یوں ہی سلام عرض کیا اور صدیق وفاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے کہ الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اُتارا حضور نے اُمت کو پہنچایا اور اس کی خیر خواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا، اور اللہ کی باتیں پوری ہوئیں، میں ایک اللہ پر ایمان لاتا ہوں، اس کا کوئی شریک نہیں تو اے معبود ہمارے ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جوان کے ساتھ اتری اور ہمیں ان سے ملا کہ ہم انہیں پہنچانیں اور تو ہماری پہچان انہیں کرا دے کہ وہ مسلمانوں پر مہربان رحم دل تھے، ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا، لوگ اس دعا پر آمین آمین کہتے پھر باہر جاتے اور آتے یہاں تک کہ مردوں پھر عورتوں پھر بچّوں نے حضور پر صلوٰۃ کی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب میں پہلے جبرئیل مجھ پر صلوٰۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔ (بزار)

اس حدیث پاک سے بھی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر دُرود وسلام پڑھتے جانا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹/ ۴۰، ۴۱)

جاری .........

ص ۳۵ کا بقیہ..........

خلاف مزاحمت ہو رہی ہے کیا مسلمان کیا ہندو بلا تفریق مذہب وملت ہر محب وطن اپنی پوری طاقت وقوت کے ساتھ میدان عمل میں سرگرم ہے، آزادی کے بعد سے اب تک کسی قانون کی اتنی مخالفت نہیں ہوئی مگر افسوس صد افسوس حکومت کے کانوں پر جوں رینگتی دکھائی نہیں دیتی اس لیے اس مزاحمت میں ثابت قدم رکھنا ضروری ہے احتجاجی جلسے جلوس اور مظاہرے اس وقت تک جاری رکھے جائیں جب تک یہ کالا قانون واپس نہیں لے لیا جاتا اس سے کم پر کسی صورت میں سمجھوتا نہ کیا جائے اسی میں اس ملک کی جمہوریت کی بقا اور سالمیت کا راز مضمر ہے۔

◆◆◆

از: مفتی ولی محمد رضوی ٭

# عظمتِ رسول اشعارِ رضا کی روشنی میں

سب سے اولی و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی

اس شعر میں ہمارے عشق کے امام نے حضور علیہ السلام کی تمام نبیوں علیہم السلام پر افضلیت کا اظہار کیا ہے اور دلائل اس کے تعلق سے آپ کی مستند کتاب "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" یقین کی روشنی اس بات پر کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتنے نبی و رسول دنیا میں اللہ کی طرف سے آئے ؛ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان میں جتنے بھی انبیا و مرسلین آئے سب پر ہمارا ایمان ہے مگر ان سب پر امامت و سیادت اللہ کریم جل مجدہٗ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عقیدے کو آیات قرآن پاک، احادیث طیبات و دیگر آسمانی کتب کے حوالے سے اتنا مدلل کیا کہ آفتاب کی طرح اسے روشن کر دیا جیسے رب کی ذات کہ رب العالمین ہے کہ وہ سب جہانوں کل کائنات کا پیدا کرنے والا مالک و خالق ہے اسی طرح ''وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ''میں حضور علیہ السلام کی رسالت بھی سب کو گھیرنے والی ہے، مخلوق کی کوئی شی آپ کی رسالت و نبوت سے باہر نہیں ہے جس جس کا رب اللہ ہے اسی طرح ان سب کے نبی و رسول حضور علیہ السلام ہیں، تمام انبیا و رسول بھی اللہ کی عطا سے حضور کی نبوت کے دائرے میں رہ کر ایک طرح سے آپ کے امتی ہیں، یہ رتبہ و درجہ اللہ نے اپنے کرم خاص سے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے، اللہ کا شکر و احسان ہے کہ ہم نے اسی مقدس و مکرم رسول گرامی علیہ السلام کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالا ہے جن کی امامت و قیادت کے دائرے میں سارے نبی، سارے رسول ان کے جھنڈے کے نیچے ہیں، مولیٰ ان کی غلامی و وفاداری میں ہم کو ثابت قدمی اور ان کے طریقۂ حسنہ پر مر مٹنے کی توفیق دے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

وہ عاشق رسول فنا فی رسول کس طرح پیارے پیارے انداز اچھے اچھے طریقے سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت کے خطبے پڑھتا ہے کہ سن سن کر مومن کی روح جھومنے اور مچلنے لگتی ہے دونوں جہان کے سب لوگ اپنے دور کے یا اگلے حضرات جتنے صالحین، طیبین، محبوبین، مقبولین چاہے وہ نبیوں کی مقدس جماعت ہو، رسولوں کی مبارک جماعت ہو اولیاے کرام کا گروہ ہو، شہدائے کرام، صالحین عظام علیہم السلام سے کوئی ہو کسی دور کے کسی زمانے کا اولین و آخرین سے بڑے بڑے مرتبے والا اونچے سے اونچے درجے والا، ہاں ہاں کان کھول کر ہوش دل و جان سے سن لو کہ ہمارے آقا و مولیٰ اسی ساری بارات کے دولہا ہیں، باراتی کو جو ملے گا عزت و حرمت یا ظاہری شرف یا باطنی بزرگی لباس و خوراک جو چاہو آپ نام لے سکتے ہیں سلطنت الٰہیہ حکومت خدائی کے تنہا اور صرف تنہا ہمارے آقا و مولیٰ ہیں دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، جنت میں بھی، جہاں جہاں رب کی ربوبیت ہے وہاں محبوب خدا صاحب قاب قوسین، رسول دارین یہی دولہا ہیں۔

### عظمتِ مصطفےٰ

اللہ کریم اپنے خاص عنایت سے اپنے محبوب صلی اللہ وسلم سے ایسا پیار کرتا ہے اس طرح ان کو چاہتا ہے کہ ان کے برابر کسی سے اتنا پیار نہیں کرتا اور ایسا پیار کرتا ہے کہ جو اس کے

رضویات

محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کا امتی اوران کا غلام اوران کا متبع ہے اللہ اپنے کرم سے اپنے محبوب کی وجہ سے اسے بھی محبوب بنالیتا ہے۔قرآن پاک شاہد ہے:

''قل ان کنتم تحبون اللہ فتبعونی یحببکم اللہ۔''

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

عرش اعظم وہ مقدس ومحترم مقام ہے کہ ساتوں آسمان کے اوپر ہے جس کی عظمت ورفعت بیان سے باہر ہے، مگر قربان جائیے اللہ کی عنایت وکرم پر کہ قیامت کے دن جب ساری مخلوق، کل کائنات حاضر دربار خدا ہوگی تو اپنے محبوب علیہ التحیۃ والثناء کو اس عرش پر بٹھا کر عزت وکرامت کا تاجدار بنائے گا، سب رسولان گرامی، انبیائے کرام علیہم السلام ان کی ساری امتیں اپنے اورغیر، مومنین ومسلمین، کافرومشرکین سب دیکھیں گے کہ اللہ کے نزدیک آج سب سے زیادہ شان وعظمت والا کون ہے؟ ہاں وہ صرف ایک ہی ہے جس کو اللہ روز محشر اپنے خاص عرش اعظم پر بٹھائے گا اور سب کو ان کی رفعت وعظمت کے جلوے بتائے گا، کیا حسین وجمیل منظر ہوگا کیا آن وشان والی وہ گھڑی ہوگی اللہ ان آنکھوں سے ہم کو بھی دکھائے، ضرور اللہ اپنے کرم سے دکھائے گا ان شاء اللہ۔

ادب وفن کے امام کس طرح اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف طرح طرح سے، نئے نئے طور پر جھنڈے بلند کرتے ہیں، سنو اس کی باتوں میں مٹھاس ہے، چاشنی ہے، کشش ودلربائی ہے۔

جن کے تلووں کا دھون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

## عشق صحابہ کے جلوے

صحابۂ کرام نے واقعی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والفت کی ہے جن میں کوئی اپنے کسی محبوب سے نہ کرسکا اور نہ کرسکے گا، ان کی محبت وعقیدت کی مثال نہیں ہے، اللہ کے محبوب اپنی عظمت ومرتبے میں بے مثل ومثال ہیں تو صحابہ کرام اپنی محبت وعشق میں بے مثال ولاجواب ہیں، تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں، آیات واحادیث اس کی گواہ ہیں، یہ واقعہ بھی اہل نظر میں مشہور ہے کہ جب حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تب صحابۂ کرام کی مقدس جماعت شمع کے گرد پروانے کی طرح ٹوٹ پڑتے، دیکھنے والا اس عجیب منظر کو دیکھتا تو یہی کہتا کہ یہ اس نعمت وبرکت کو حاصل کرنے کے لیے لڑ پڑیں گے، مگر وہ عشق والے بھی تھے ادب والے بھی، کہ حضور علیہ السلام کے وضو کا غسالہ مبارک، طیب پانی کہ اعضائے شریف سے دھلنے کے بعد گرتا تھا مگر صحابۂ کرام زمین پر نہیں گرنے دیتے، بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے لیتے تھے، پھر اس پانی کو کہ اب وہ صرف پانی نہیں ہے، طیب ومقدس وہ نعمتِ کبریٰ اور دولت عظمیٰ ہے کہ اگر یہ بوند وقطرہ جسے ملے اسے چہرے پر اور سینے پر ملتے تو ایمان پختہ ہوتا، چہرے چمکنے اور سینے میں علم وعرفان موجیں مارنے لگتا، اللہ اکبر اللہ اکبر! وہ غسالہ مبارک ہے جو نئی زندگی دیتا ہے، بلکہ یوں کہو تو بجا ہے کہ وہ زندہ وجاوید کردیتا ہے، اللہ اکبر ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ وسلم کو اللہ کریم نے کیا کیا فیوضات وبرکات کے خزانے عطا کئے ہیں۔

آنکھ والے تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

واقعی سچے پکے، اصلی کھرے، سنی کا ان حکایات طیبہ، واقعات مبارک کو سن کر ایمان تازہ ہوتا ہے روح جھوم اٹھتی ہے اور اس کا چہرہ چمکنے لگتا ہے، مولیٰ تعالیٰ آخری دم تک ہم کو اسی سنی عقیدۂ حقہ پر ثابت قدمی دے جسے آج کے پرفتن دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مولیٰ تعالیٰ اس مسلک کی چمک دمک ہر سنی صحیح العقیدہ کے دل میں چمکادے اور اس سے منور ومجلی کردے۔

اعلیٰ حضرت کیا ہی پیارے انداز میں شان محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے اور چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

رضویات

حضور سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک بے شمار نبی اور رسول آئے، شمع ہدایت بن کر آئے، روشنی و نور لے کر آئے، کتب آسمانی تورات، زبور، انجیل مقدس اور صحفہائے آسمانی لے کر آئے جو اپنی اپنی جگہ چراغ ہدایت تھے، نورواجالا تھے، طریقہ حسنہ تھے، سنت وشریعت تھے جن میں ساری ہدایات، سارے دینی اصول وضابطے تھے، جن میں دنیا وآخرت کے لئے ساری وہ باتیں اوراحکام ومسائل تھے جو ظاہر وباطن، روح وبدن سب کو معطر کر کے مہکادیں۔

انبیائے کرام علیہ السلام انہیں کتابوں سے قوم کو خطبہ دیتے، قوم کی اصلاح کرتے اوران کی رہنمائی کرتے غرض ان کتب سماوی کو ہم خدا کی کتاب اور آسمانی خزانہ کہتے ہیں مگر جب بدباطن فاسد فکر کے لوگوں نے ان میں چھیڑ چھاڑ کی ان میں تغیر وتبدل کیا، نفسانی خواہشات ان میں ملادیں اور خبیث طبیعت کی مرادیں بھی ان میں شامل کیں توان کتب ہدایت پراب وہ یقین و اعتماد نہ رہا، تو اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے ختم المرسلین، نذیر للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا اور قرآن جیسی عظیم و بے نظیر کتاب کی تائید حمایت کے ساتھ بھیجا اور آپ کی سنت وطریقت کے ساتھ شان وآن سے آمد ہوئی تو احکام تورات وانجیل وزبور وغیرہ منسوخ، اب ان کو پکڑ کر بیٹھنا قرآن کے ہوتے ہوئے صرف انہی پر جمے رہنا گمراہی و بے دینی ہو گیا اور اب ساری کائنات کے لیے صرف ایک ہی آخری کتاب جو آخری نبی لے کر آئے اسی سے نور لیں، رحمت وبرکت لیں۔ اب یہی کتاب محکم سب کے لیے سرمایہ حیات اور توشہ آخرت ہے اب جو رب سے قریب ہو کر اس کی رضا کا طالب ہونا چاہتا ہے صرف اور صرف اس کے لئے اسی شریعت وسنت پر عمل لازم وضروری ہے۔

اس سے سرمو اختلاف نہیں کر سکتا قیامت قائم ہونے تک اس کے لئے یہی انمٹ فیصلہ ہے نہ صرف اہل عرب کے واسطے بلکہ خطہ زمین پر جہاں پر بھی ہے یہی قرآن اس کے لئے سرچشمہ نورو ہدایت ہے اور اگر کسی کو جنت کا حقدار بننا ہے تو یہی نبی رحمت کی شریعت وسنت اس کی گردن میں عزت دارین کا ہار ہے۔

میرے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضور تاج دار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان وعظمت کے اس طور پر ڈنکے بجائے کہ ہر سنی صحیح العقیدہ کا ایمان تازہ ہو گیا، اس کا چہرہ مسرت و شادمانی سے پھول کی طرح کھل گیا اور وہابی کمینے کے چہرے پر مُردنی چھا گئی، مولیٰ تعالیٰ امام عشق ومحبت کا فیضان تمام سنیوں پر خوب سے خوب سے فرمائے، آمین۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

### انبیائے کرام کی عظمت

قرن کا معنی زمانہ؛ یعنی زمانہ بدلتا رہتا ہے، دنیا میں انقلاب آتے رہتے ہیں، دنیا ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی ہے حالات و کیفیات کا بدلنا ہر ایک کا مشاہدہ۔ کبھی گرمی کبھی سردی، کبھی خوشی کبھی غمی، کبھی کبھی غریبی کبھی امیری، کبھی ظلم کبھی انصاف، کبھی نیکی کبھی بدی، اسی طرح بدلنا ہوتا رہتا ہے، تو دنیا کے حالات و معاملات کے حساب سے رب نے بھی نبی اور رسول انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجے تاکہ وہ انسانوں کو نفس وشیطان کے وسوسے اور پھندوں سے نکال کر ان کو توحید ورسالت کے حقیقی جام پلا کر اللہ کی عبادت اور رسول کی سنت کے طریقہ حسنہ پر گامزن کردیں۔

نیک طینت پندو ہدایت قبول کرنے والے انسانوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے فرمان وارشاد کو قبول کیا تو وہ نیک و صالح اور ولی کامل بن گئے، اللہ کے قرب ورضا کے حقدار ہو گئے، جنت ایسے ہی خوش بختوں اور سعادت مندوں کیلئے ہے، رب تبارک وتعالیٰ نے برابر نبی اور رسول بھیج کر انعام واکرام کی وہ بارش کی کہ انسانیت دوزخ سے بچ گئی، جنت کے باغوں کے مسند نشین ہو گئے، یہ رسول کے بدلنے کہ ایک کے بعد ایک آیا، دوسرے کے بعد تیسرا، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبیوں اور رسولوں کے آنے کا سلسلہ رہا، مگر جب خاتم پیغمبراں آئے، امام المرسلین آئے، سیدالانبیاء آئے تو بس، اس آخری کڑی کے آنے کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا محل

نبوت پر آخری اینٹ لگ گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی مثال بھی دی؛ کہ ایک نے بڑا حسین وجمیل عالیشان مکان بنایا اسے ہر طرح سے زینت دی، کاریگر نے اپنے پورے جوہر دکھائے، اس میں اپنی حد تک خرچ کیا، اب وہ مکمل ہوا تو صرف ایک اینٹ کی جگہ اس نے خالی چھوڑ دی سارا مکان تیار رہوا، سب ضروریات اس میں موجود، کسی طرح کی کوئی کمی نہیں، اب دیکھنے والے آئے مکان کے گوشے گوشے کو ہر طرف سے دیکھا، اس کی ہر منزل اور روم کو دیکھا، اس کی بناوٹ وسجاوٹ کو دیکھا، کمال فن پر ہنر مندی اور کاریگری کو ملاحظہ کیا تو خوشی میں جھوم اُٹھے اور کہا کیا حسین مکان ہے کتنی خوبصورت عمارت ہے، مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھی تو وہ تعجب میں پڑ گئے کہ آخر یہ اینٹ کیوں نہ لگائی کہ مکان مکمل ہو جاتا؛ پورے حسن وکمال سے دکھائی دیتا، اے کاش وہ اینٹ لگ جاتی تو یہ مکان اپنی مثال آپ ہوتا۔

اب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اللہ نے نبوت ورسالت کے اس حسین وجمیل مکان میں جو ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑی تھی سنو سنو وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں، اللہ نے مجھے سب رسولوں اور نبیوں سے آخر میں بھیجا ہے'' اب وہ مکان مکمل ہو گیا اس کا حسن وجمال نکھر گیا، سب کو جس اینٹ کا انتظار تھا وہ نبوت ورسالت کی آخری اینٹ ہمارے سرکار ہیں، جس طرح مکان مکمل ہونے کے بعد کوئی اینٹ نہیں رکھی جاسکتی اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی ورسول نہیں آسکتا، اس عقیدۂ حقہ پر قرآن وحدیث میں بے شمار دلائل موجود ہیں، سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں:

''لانبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

جس طرح خدا کو ایک ماننا فرض ہے، رسول کی رسالت کا ماننا بھی فرض ہے۔ یوم آخرت پر ایمان رکھنا فرض ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ورسول ماننا بھی ایمانیات سے ہے۔ جس کا آپ کے آخری نبی ہونے پر ایمان نہیں وہ کافر ومرتد دوزخی اور خدائے قہار کے قہر وغضب کا مستحق ہے، اسے کافر جاننا تمام اہل ایمان پر لازم وضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔''

اسی عقیدۂ حقہ راسخہ کو اجاگر اور دلوں میں نقش کرنے کے لئے میرے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے کئی ایک کتب ورسائل لکھ کر ہمارے ایمان کی حفاظت کی ہے۔ اب ایسے محسن اہل سنت، آبروئے دین وملت، محافظ شریعت کے احسانوں کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے، وہ تو ہماری سنیت کا وقار اور شان ہیں، وہ ہماری آبرو، وہ ہمارے لئے باعث فخر وناز ہیں۔

جس نے ٹکڑے کیے قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

اللہ کریم انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات عطا فرماتا ہے کسی نبی کو ایک، کسی کو دو، کسی کو اس سے زیادہ، یعنی نو معجزات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے اپنے کرم سے عطا فرمائے۔

**معجزہ کیا ہے؟**

معجزہ کا لغوی معنیٰ ہے عاجز کرنے والی خاص قوت وطاقت، یعنی جس دور میں جس طاقت وقوت یا فن وغیرہ پر اگر کوئی غرور وتکبر کرکے گمراہی وبے دینی پھیلائے اور مخلوق خدا کو باطل عقیدہ کی طرف بلائے اور وہ اس میں اپنی انتہا کو پہنچ جائے تب اللہ کریم اپنے خاص فضل وکرم سے نبی اور رسول کو وہ معجزات عطا فرماتا ہے کہ دنیا کے سارے باطل قوتوں کو کو چلینج کرتا ہے اور جب وہ مدمقابل پر آتے ہیں تو نبی کی اس قوت معجزہ کے سامنے بے بس وعاجز ہو جاتے ہیں، اور اس مقابلہ میں اللہ کریم اپنے نبی کو ان سب پر فتح مبین عطا کرتا ہے۔

پوری تاریخ اس سے بھری ہے مگر رسول کونین، سلطان دارین ان معجزات میں سب رسولوں سے ممتاز اور منفرد ہیں اور جتنے عظیم معجزات وتصرفات اللہ نے آپ کو عطا فرمائے اتنے اختیارات واقتدار کسی دوسرے نبی اور رسول کو نہیں دیئے اور خاص طور پر آسمانی معجزات تو آپ کے لیے بے مثل وبے مثال ہیں اور تمام دنیائے انسانیت کو حیرت واستعجاب میں ڈالنے والے

رضویات

تھے۔ آپ کو نبی اور رسول ماننے کی طرف طرف دعوت دینے والے ہیں، سورج کا پلٹانا، چاند کے دوٹکڑے ہو جانا، آپ کے مشہور و معروف معجزات ہیں، ان سے آپ کا نائب رب اکبر اور خلیفہ اعظم ہونا صاف ظاہر ہے کہ آپ حکومت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں، اللہ کی عطا سے آپ کا حکم کائنات کی ہر شے پہ جاری ہے اور چاند اور سورج بھی آپ کی حکومت میں ہے اور ان پر بھی آپ کی اطاعت لازم، فرماتے ہیں:

"ارسلت الیٰ الخلق کافۃ۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اور چاند و سورج بھی مخلوق ہیں ان پر بھی ہمارے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ماننا واجب و لازم ہے۔ جب منکرین نے آپ سے چاند کے دوٹکڑے کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں تو ایسی قدرت نہیں رکھتا، یا وہابیہ کے طور پر کہ میں تو عاجز و مجبور ہوں" نہیں نہیں، رسول مختار، صاحب اختیار رسول نے بلا تاخیر چاند کے دوٹکڑے کر دئے، پہاڑ کے اس کنارے پر ایک دوسرے کنارے کی طرف دوسرا گرا، اور دنیا نے پہلی مرتبہ چاند کے دوٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے۔ ماننے والوں کے دلوں میں آپ کی رفعت و شوکت کے بے شمار چراغ روشن ہو گئے اور منکرین کے کلیجے پھٹ گئے اور جادو کی کہہ کر ان کی بغاوت و عداوت اور زیادہ شدت میں بدل گئی۔ ہلاکت و بربادی کی راہ اختیار کر کے اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر لیا تو ہمارے سرکار رسول مختار علیہ السلام کا چاند کو دوٹکڑے کرنے کا معجزہ ایسا ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، محدثین صحاح ستہ نے اپنی کتب میں اسے لکھا، ایمان تازہ کیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے "مدارج نبوت" امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "خصائص کبریٰ" وغیرہ میں اسے بڑے تفصیل سے لکھا ہے، جس سے ایمان والوں کی آنکھیں روشن ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی اپنے نعتیہ دیوان شریف میں پیارے پیارے انداز اور نئے نئے طور پر کئی مقامات پر اس معجزے کا ذکر کر کے اپنی والہانہ عاشقانہ انداز کا اظہار کیا ہے تا کہ جو سنی جو عوامی سطح کے لوگ ہیں اور میلا شریف میں آکر نعت پڑھتے یا سنتے ہیں وہ اس مبارک دیوان شریف کو پڑھ کر یا سن کر اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عظیم معجزہ سے عقیدت رکھیں اور اسے دل و جان سے مان کر حب نبی کریم سے سرشار ہو جائیں۔

یقیناً جب وفادار امتی ایسی نعتوں کو پڑھتا ہے جن میں چاند کے ٹکڑے ہونے کا ذکر جمیل ہے تو اس پر محبت کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آقا و مولا کی خداداد سلطنت کو دیکھ کر جھوم اٹھتا ہے اور وہ ضرور مچل سا جاتا ہے اور سچے وفادار امتی کی یقینا یہی شان ہے مولیٰ تعالیٰ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو اپنے آقا و داتا علیہ السلام کے تمام معجزات و اختیارات کو دل سے ماننے کی توفیق دے اور ان کو سن کر ہمارے اعتقاد کو پختہ کر دے اور تردد و تشکیک سے ہمیشہ ہم کو محفوظ رکھے۔

اس سچے عاشق کے مزار پر رحمت کے پھول برسائے جس نے دن رات، صبح و شام ایک کر کے یہ علم کے جواہر پارے تیار کیے اور ہمہ دم ہمارے عقائد کے تحفظ کی فکر میں سرگرداں رہے مولیٰ ان کا فیضان خوب برسائے آمین۔

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

پوری امت قیامت کے دن غم میں ڈوبی ہوگی؛ باپ بیٹے سے، ماں اولاد سے، مرد بیوی سے بھاگے گا ایسے ماحول میں بھی جب مایوسی کا عالم سب پر طاری ہوگا اس سب سے بڑی شدت و مصیبت کے وقت کون کام آئے گا؟ تو جان لو، سب سے بڑی مصیبت کو مٹانے، دفع کرنے کو وہی آگے آئے گا جو وجاہت و محبت، عنایت و کرم میں رب کے دربار میں سب سے زیادہ مقبول اور محبوب ہوگا، اب میں ایمان والوں سے سوال کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ رب کے حضور کون مقبول و منظور ہے؟ تو جن کے سینے میں ایمان کی روشنی ہے عقیدہ درست ہے وہ دل سے گواہی دیں گے کہ رب کے دربار میں ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب مقبول کوئی نہیں ہے۔

یہ مقام ومرتبہ صرف اور صرف آپ کا ہی ہے تو اب سب کے دل قیامت میں یہی فیصلہ کریں گے کہ اس مصیبت والی گھڑی اور ہلاکت خیز حالت سے اگر کسی کے وسیلے سے نجات اور وراحت مل سکتی ہے تو وہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اسی سہارے اور مدد کی طرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بارگاہ رسالت کے سچے پاسبان خوشخبری دیتے ہیں کہ کیوں گھبراتے ہو، ارے وہ تمہارا سہارا ہے، وہ ہر مصیبت میں کام آنے والے ہیں ایسے دور میں جب کہ وہابیہ امید توڑ رہے تھے حضور علیہ السلام سے امید وآس توڑ رہے تھے کہ حضور علیہ السلام کے بے بس مجبور ہونے پر باطل کتابیں ورسائل دل کی سیاہی، باطل کی خباثت سے اوراق کو سیاہ کرکے، گمراہی وبے دینی پھیلا رہے تھے کہ اے سنیوں! تم کیوں ان سے آس رکھتے ہو وہ تو معاذ اللہ اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بھی کام نہ آئیں گے تو ایسے مردود، غدار، نام نہاد کلمہ گو ونماز کی رٹ لگانے والے مکاروں، عیاروں کے پھندے سے نکال کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کے دربار میں رسائی کرانے والے وہ امام عشق ومحبت ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی شفاعت پر کئی ایک فتاوے و رسائل لکھ کر حقانیت وصداقت کا پرچم لہرایا، وہابیت کی خباثت و نجاست وشرارت سے ہم سنیوں کی حفاظت کی ہے۔

اے بھولے، بھالے، سیدھے، سادھے سنی وفادارو! اپنے اس محسن رہنما وقائد مجدد اسلام کی قدر ومنزلت، شان ووجاہت کو پہچانو کہیں یہ نہ ہو کہ حاسد اپنے حسد سے، بدخواہ اپنی بدخواہی تمہاری سے عقیدت کا رشتہ وتعلق اس مجدد اعظم سے کمزور کردے یا توڑ دے اور تم کو ان کا باغی بنادے اور رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا ایمان وعقیدہ کمزور ہوجائے گا اور اعمال میں بھی آزادئ فکر کا مرض داخل ہوگا اور تم تباہی کے راستے پر چل پڑو گے اور جس کا رشتہ وتعلق آج اعلیٰ حضرت سے پختہ وسلامت ہے وہ عقیدے میں بھی پختہ ہے اور اعمال میں بھی اکابر واسلاف کی راہ پر سلامت ہے، مولیٰ تعالیٰ ہم پر خصوصی فضل فرمائے کہ ہم مرکز اہل سنت بریلی شریف سے اپنا تعلق ہمیشہ پختہ کریں اور کسی طرح بھی اسے کمزور نہ ہونے دیں کیوں کہ حاسدین کا ایک ٹولہ ایسے گندے کام برابر کرتا رہتا ہے کہ سنیوں کا قبلہ بدل دیں تاکہ وہ آزاد فکر، آوارہ لوگوں کے ہتھے چڑھ جائیں پھر ہم جہاں چاہیں بھٹکا کر آوارگی کے جنگل میں آوارہ کرکے ان کو نفس وشیطان کے قدموں میں ڈال دیں، مولیٰ تعالیٰ تو ایسے نازک وقت میں اپنے محبوب علیہ السلام کے طفیل اپنے سچے محسن ورہنما پیشواؤں کی چھپر چھاؤں میں رکھ، اسی مسلک اعلیٰ حضرت پر ہم کو خاتمہ نصیب فرما آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

## ص ۵۶ رکا بقیہ ...........................................

کے جانشین کی آمد سے خانوادہ حضور سراجِ ملت، دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم کے جملہ اساتذہ، طلبا اور ہمارے احباب بے حد مسرور ہیں، حضور قائد ملت کے داماد اور اہل سنّت کے عظیم فاضل **مفتی عاشق حسین کشمیری** صاحب نے اپنے بیان میں آیات واحادیث کی روشنی میں صحابۂ کرام کی شان بیان فرمائی، آپ نے کہا کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا علم وتقویٰ والا ہو، کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، ساتھ ہی آپ نے کہا کہ علما علم میں انبیا کے وارث ہیں اور یہ وارثت انہیں حضرات صحابہ کے توسط سے ملی ہے، حضرت **مفتی محمد اشرف رضا قادری**، حضرت **مفتی محمود اختر القادری امجدی**، **مفتی محمد ارشاد احمد رضوی** ساحلؔ شہسرامی (علیگ) فاضل بغداد **مولانا انیس عالم سیوانی** (لکھنؤ) اور **مولانا اسمٰعیل رضوی** نے بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ صدیق اکبر کی محبت ایمان کی علامت ونشانی ہے، آپ کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہے، جس کا منکر مسلمان نہیں، نیز ملک العلما اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بیحد مقبول تھے، اتنے مقبول کہ اعلیٰ حضرت انہیں پیارا بیٹا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ارشاد فرمایا، اس موقع پر دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم کے اساتذہ وطلبا کے علاوہ عبد المصطفیٰ رضوی (ادونی)، عالی جناب سید عبد الصمد رضوی اور محترم حسن رضا رضوی (صاحبزادہ الحاج محمد سہیل رضوی) وغیرہم نے کلام پیش کئے۔

رپورٹ: محمد زاہد علی رضوی سیوانی، پھول گلی ممبئ

رضویات

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

چوتھی قسط

# ایمان، کفر اور تکفیر

تنقید و نظر

**گزشتہ سے پیوستہ**

**یہاں** ہم تحذیر الناس کی عبارت نقل کرتے ہیں اس پر تبصرہ پیشگی ہو چکا جس میں ہم نے اس کے کئی کفر گنوائے بطور یاددہانی اس کے جملوں پر ہم نمبر لگائے دیتے ہیں جن کو دیکھ کر ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس کے کفریات اس کے جملوں میں کہاں واقع ہیں اور اس کا خاتمہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے چند کلمات سے کرنا مناسب سمجھتے ہیں، اس لئے کہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے تحذیر الناس کے متعدد حوالے دیئے ہیں جن سے اس کا اقراری کفر ثابت ہوتا ہے اور ختم ذاتی اور ختم زمانی دونوں کی نفی روشن ہے اور یہ کہ جو معنی وہ بتاتا ہے خود اسی کے بقول "اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی" چنانچہ مفتی اعظم ہند اس کے اختراعی معنی کے ردّ و ابطال کے لئے یوں سوال فرماتے ہیں:

۱-"عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں۔" دیکھیے وہ معنی کہ ائمہ علما تابعین صحابہ سب نے سمجھے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے انہیں جاہلوں نافہموں کا خیال بتایا۔

۲-"اس میں ایک تو خدا کی جانب یاوہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور شکل رنگ سکونت وغیرہ اوصاف میں جنہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال۔" دیکھیے کیسی صریح تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاصہ عظیمہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیا خود کوئی فضیلت ہونا درکنار اسے فضیلت میں دخل تک نہیں وہ کوئی کمال نہیں بلکہ ایسے ویسوں کے ذلیل احوال کی طرح ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۳-"ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔" دیکھیے صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خاصہ جلیلہ مقام مدح میں ذکر کے قابل نہیں کیا آج تک کسی مسلمان نے ایسا بکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے وصف کریم کی ایسی تذلیل وتحقیر کوئی مسلمان کر سکتا ہے؟ حاش للہ۔

۴-"حضور کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی اگر کوئی نیا نبی مانا جائے تو خاتمیت میں خلل نہیں۔" الحمد للہ کہ آپ نے "تحذیر الناس" میں اس کے وجود سے انکار نہ کیا ملاحظہ ہو کہ یہ خاتم النبیین پر ایمان نانوتوی صاحب کا خاتمہ کر گیا ختم زمانی میں اس کے ریائی اقرار اور اس کے منکر کے تصنعی اکفار کا پردہ اتر گیا یا یوں کہیے کہ اس ص ۱۱ر کے ظاہری اسلام کو جو خود باقرار نانوتوی صاحب برائے نام تھا، ص ۳۳ر کا یہ صریح کفر منسوخ کر گیا، پچھلے کفر کو گذشتہ اسلام کیا مٹا سکتا ہے بلکہ یہ کفر ہی اسے منسوخ کر گیا۔ یہ تو بدیہی ہے کہ اس تقدیر پر کہ "بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو" ختم زمانی باطل ہو جائے گا کہ وہ تو یہی تھا کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں اور جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہو تو سب میں آخر نبی کب رہیں گے کہ ان سے آخر اور ہوا غرض اس سے ختم زمانی کا انتفا بدیہی اور اس کے انتفا سے نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم ذاتی بھی ختم کہ اسے ختم زمانی لازم تھا۔

۵-"ختم نبوت بمعنی معروف کو تاخر زمانی لازم ہے" اور لازم کے انتفا سے ملزوم کا انتفا لازم تو نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی بچا سب فنا

اور خاتمیت بجا اس میں کچھ خلل نہ آیا یہ کیسا شدید کفر ہے اور کتنی ڈھٹائی کے ساتھ۔ [الموت الاحمر]

مضمون نگار رقم طراز ہے:

"ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں"

بہت ٹھیک کہا، اتنا اور کہہ دیتے کہ ان چیزوں کا دانستہ انکار یا ایسی بات کہنا جو ایسی باتوں کے انکار کی موجب ہو بدرجۂ اولیٰ کفر ہے اور اس میں کوئی عذر مسموع نہیں، ہر چند کہ نہ کہا پھر بھی یہ بات خود مضمون نگار کے جملوں سے ظاہر ہے اور دیو بندیوں کے کلام پر بارہا یہ تبصرہ کیا جس کا ذکر صفحات کی نشاندہی کے ساتھ گزرا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ عبارتیں نا قابل قبول اور عذر نامقبول، پھر بھی دیو بندیوں کے لئے معافی ہے اور نیت نہ ہونے کا عذر ہے، مگر جب بقول مضمون نگار یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی تو نیت پر کیا موقوف؟ اب اگر نیت بھی ہو تو ان باتوں پر کیا اثر؟ کیا جو بات فی نفسہ کھلی گستاخی، انکار ضروریات دین، قرآن وسنت کے شواہد کی نافی، اجماع کی منافی، تمام مسلمانوں کے لیے نا قابل قبول، اسی وقت کفر کے زمرے میں آئے گی جب کہ قائل نے نیت کی ہو اور اگر نیت نہ کی ہو تو قائل تو کفر سے بچا اور وہ بات بھی کفر کے زمرے سے نکل گئی اگر چہ فی نفسہ کھلی گستاخی ذلّت آمیز انکار ضروریات دین پر مبنی ہو، کیا صریح میں نیت کی حاجت ہے؟ مضمون نگار ثبوت دیں، قرآن تو عذر نہ سنے مگر مضمون نگار دیو بندیوں کے لئے عذر کا جتن کرے اگر چہ ڈھونڈے سے نہ ملے اور وہی اقرار بن پڑے جو بارہا ذکر ہوا کیا نہ سنا کہ قرآن نے فرمایا:

۱ – لا تعتذروا قد کفر تم بعد إیمانکم. ان نعف عن طائفه منکم نعذب طائفه بانهم کانوا مجرمین ۔ [توبہ ٦٦] ترجمہ: بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔

۲ – یحلفون باللہ ما قالوا. ولقد قالوا کلمه الکفر و کفر و بعد اسلامهم وهمو بما لم ینالوا. وما نقموا الا ان اغنٰهم الله ورسوله من فضله فان یتوبوا یك خیرا لهم، وان یتولوا یعذبهم الله عذابا الیما فی الدنیا و الآخره. ومالهم فی الارض من وّلیّ وّلانصیر ۔ [توبہ ۷۴] ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آ کر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب کرے گا دنیا اور آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہو گا نہ مددگار۔

۳ – ولئن سألتهم لیقولنّ إنما کنا نخوض ونلعب، قل أبالله وآیاته ورسوله کنتم تستهزؤن۔ [توبہ ٦٥] ترجمہ: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

۴ – یعتذرون إلیکم إذا رجعتم إلیهم قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم قد نبّانا الله من اخبارکم ، وسیری الله عملکم ورسوله ثم تردّون الی عٰلم الغیب و الشهاده فینبّئکم بما کنتم تعملون۔ [توبہ ۹۴] ترجمہ: تم سے بہانے بنائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، تم فرمانا بہانے نہ بناؤ ہم ہر گز تمہارا یقین نہیں کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دی ہیں اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے وہ تمہیں جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہوا کہ کسی کو بارگاہ رسالت میں بیہودہ بات کی اجازت نہیں اور یہاں نیت کی حاجت نہیں بلکہ ایسے مقام میں اگر یہ کہے کہ میری نیت یہ نہ تھی نہ سنا جائے اور یہ بہانہ قرار پائے اور یہ کہ ہنسی جس میں بظاہر قصد نہیں ہوتا اور سنجیدگی کا حکم یہاں یکساں ہے، زواجر کی عبارت پہلے گزری جس میں فرمایا: "یا ایسی بات منہ سے نکالے۔۔۔۔"

روح المعانی میں فرمایا: "واستدلال بعضهم بالآیه

نقد و نظر

علی أن الجد و اللعب فی إظھار کلمه الکفر سواء ولا خلاف بین الأئمه فی ذلك" [روح المعانی، ۱۰/ ۴۴۹] بعض علما نے آیت سے اس بات پر استدلال کیا کہ سنجیدگی اور ہنسی کا حکم کھلم کھلا کفریہ کلمہ بولنے میں ایک جیسا ہے اور اس معاملے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔

معالم میں فرمایا:"وقال محمد بن اسحاق الذی عفی عنه رجل واحد هو مخشی بن حمیر الأشجعی یقال هو الذی کان یضحك ولا یخوض، وکان یمشی مجانبا لهم و ینکر بعض مایسمع"۔ [معالم ۲/ ۳۰۸] محمد بن اسحاق نے فرمایا جن کو معافی دی گئی وہ ایک صاحب تھے جن کا نام مخشی بن حمیر اشجعی تھا، کہا جاتا ہے کہ یہی ہنس رہے تھے اور بیہودہ گوئی میں شریک نہ تھے اوران لوگوں سے الگ چل رہے تھے جو بد گوئی میں مصروف تھے اور جو سنتے تھے اس میں سے کسی بات پر انکار کرتے تھے۔

روح المعانی کی عبارت ابھی گزری بلکہ نص قرآن سے معلوم ہوا جس کا معنی معالم نے کھولا کہ اس بات پر ہنسنا بھی کفر ہے، اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے، حالانکہ محض ہنسی میں صریح کلام کی نسبت عدم قصد کی زیادہ گنجائش ہے کہ ہنسی کبھی بے اختیار بھی ہوتی ہے، اب مضمون نگار کے جابجا یہ لفظ دیکھیے اور جو پیمانہ مضمون نگار نے خود مقرر کیا تھا اسے یاد کیجیے اور سوچیے کہ یہ کیسا تضاد ہے اور یہ کیا تماشا ہے کہ ع

سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے

کیوں مضمون نگار صاحب؟ روح المعانی کا اخیر فقرہ کہ "اس معاملے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں" کیا صاف نہیں بتا رہا ہے کہ صریح کفری بول میں قصد وعدم قصد یکساں ہے اور اس پر ائمہ کا اجماع ہے جو اس کا مخالف ہے وہ مخالف اجماع ہے اس کے اختلاف کا اعتبار نہیں اسی کو آپ نے اپنے اقراری پیمانے میں صاف سمجھایا، پھر بھی اختلاف علما کی آڑ لیں اور اپنا ساختہ پیمانہ توڑیں اور دیوبندیوں کی حمایت سے اپنے منہ آپ عاجز رہیں اور نہ صرف اجماع ائمہ کا خلاف کریں بلکہ قرآن کو سنائیں کہ ان کی نیت گستاخی کی نہیں، آپ کو سب چھوٹ ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

"الوجه الثانی لاحق به فی البیان والجلاء وهو أن یکون القائل لما قال فی جهته صلی الله علیه وسلم غیر قاصد للسب والإزراء ولا معتقد له ولکنه تکلم فی جهته صلی الله علیه وسلم بکلمه الکفر من لعنه أو سبه أو تکذیبه أو اضافه مالا یجوز علیه أو نفی مایجب له مما هو فی حقه صلی الله علیه وسلم نقیصه مثل ان ینسب الیه اتیان کبیره أو مداهنه فی تبلیغ الرساله أو فی حکم بین الناس أو یغض من مرتبته أو شرف نسبه أو وفور علمه أو زهده أو یکذب بما اشتهر من امور اخبر بها صلی الله علیه وسلم وتواتر الخبر بها عن قصد لرد خبره أو یاتی بسفه من القول أو قبیح من الکلام ونوع من السب فی جهته وان ظهر بدلیل حاله انه لم یتعمد ذمه ولم یقصد سبه اما لجهاله حملته علی ما قاله أو لضجر أو سکر اضطره الیه او قله مراقبه وضبط للسانه و عجرفه وتهور فی کلامه فحکم هذا الوجه حکم الوجه الاول القتل دون تلعثم إذلا یعذر أحد فی الکفر بالجهاله ولا بدعوی زلل اللسان ولا بشیء مما ذکرنا [شفاء ۲/ ۲۰۴] یعنی وجہ ثانی: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں سب وشتم کا قصد کیے بغیر کلمہ کفر بولنے کے بیان میں: یہ دوسری وجہ ظہور ووضاحت میں پہلی سی ملحق ہے اور وہ یہ کہ قائل نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے جو کہا اس سے دشنام دینے اور تنقیص کا قصد نہ رکھتا ہو، اور نہ اس کا معتقد ہو، لیکن اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کفری بول بولا ہو، یعنی [۱] ان کی شان میں لعنت اور دشنام کا کلمہ بولے [۲] یا حضور کی تکذیب کرے [۳] یا اس میں حضور کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو حضور کے لیے محال ہے [۴] یا اس چیز کی نفی کرے جو حضور کے لیے واجب ہے، یعنی ایسی بات کہے جو حضور کے حق میں تنقیص ہے، مثلاً حضور کی طرف

بقیہ ص ۱۶ ر پر

# مطلب براری کیلئے اسلام کا بیجا استعمال

نقد ونظر

دو دن پہلے آنلائن نیوز پورٹل پر برطانوی بھارت کی ایک ایسی داستان عشق پڑھی جس میں اپنے مطلب کے لئے نہایت بے شرمی کے ساتھ اسلام کا بیجا استعمال کیا گیا تھا، افسوس یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ بھدّے مذاق کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، مطلب براری کیلئے آج بھی اسلام کا بیجا استعمال کیا جارہا ہے۔

خبر کے مطابق برطانوی بھارت میں تیلگو ریاست پیٹھم پور کے راجہ ''راؤ وینکٹ کمار مہی پتی سوریا'' کی بیٹی ''رانی سیتا دیوی'' انتہائی حسین وجمیل خاتون تھیں، ان کی شادی وائیر کے زمیندار ''ایم آر اَپّا راؤ بہادر'' سے ہوئی، اس شادی سے رانی کو تین اولادیں ہوئیں، 1943 میں رانی سیتا دیوی مدراس (چنئی) میں گھوڑوں کی ریس دیکھنے پہنچی تھیں، لیکن ریس کورس میں رانی کی آنکھیں چار بچوں کے باپ اور بڑودا کے راجہ پرتاپ سنگھ گایکواڑ سے لڑگئیں۔

آگ لگی تو دھواں اٹھنا ہی تھا، رانی کے عشق کی خبر پھیلتے ہی بھونچال آگیا، لیکن رانی پیچھے ہٹنے تیار نہیں تھیں، انہوں نے اپنے شوہر سے طلاق مانگی تاکہ اپنے عاشق سے شادی رچا سکیں شوہر اَپّا راؤ نے طلاق دینے سے انکار کر دیا، اس وقت سیتا دیوی نے اَپّا راؤ کی شادی سے نکلنے کیلئے اسلام قبول کیا اور کورٹ میں اپیل کی کہ وہ مسلمان ہو چکی ہیں جبکہ شوہر ہنوز ہندو ہیں اس لئے انہیں بحیثیت مسلمان انکے شوہر سے طلاق دلائی جائے کیوں کہ شریعت کے مطابق کوئی مسلم عورت کسی غیر مسلم کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔

قانونی طور پر دعوی درست تھا اس لئے کورٹ نے رانی سیتا دیوی کو طلاق دلادی. طلاق ملتے ہی رانی نے اسلام چھوڑ کر دوبارہ آریہ دھرم اختیار کیا اور اپنے عاشق راجہ پرتاپ سنگھ سے شادی رَچالی، اس طرح ریس کورس سے شروع ہوئی کہانی میں رانی میدان عشق کی ریس جیت ہی گئیں بھلے ہی اس کے لئے اپنے شوہر، تین بچوں کی قربانی اور مذہب اسلام کا نہایت بے شرمی سے استعمال کرنے کا گناہ عظیم کیا، اس کہانی کو پڑھ کر سطح ذہن پر ایسے کئی حادثے تازہ ہوگئے جب مطلب پرستوں نے اپنی خواہشات کے لئے مذہب اسلام کا بیجا استعمال کیا۔

**"مطلبی" مسلمان**

فلمی دنیا کے مشہور اداکار دھرمیندر اور اداکارہ ہیما مالنی کی داستان عشق بھی اسلام کے بیجا استعمال سے ہی مکمل ہوئی، دھرمیندر شادی شدہ اور چار بچوں کے باپ تھے لیکن کنواری ہیما مالنی سے عشق کر بیٹھے. ہیما اس رشتہ کو معتبر نام دینا چاہتی تھیں، لیکن ہندو میرج ایکٹ کے مطابق ہندو مرد پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرسکتا، دھرمیندر اس قانون سے مجبور تھے، بعد میں قانونی زد سے بچنے اور عشق کو انجام تک پہنچانے کے لئے دھرمیندر نے بھی مذہب اسلام کا استعمال کیا، دھرمیندر اسلام قبول کر کے دِلاور خان اور ہیما مالنی عائشہ بی ہوگئی اس طرح کورٹ میں دونوں نے شادی رچائی. چونکہ یہ قبول اسلام اپنے مطلب کے لئے تھا، اس لئے کاغذ کے ٹکڑے کے سوا اسلام کہیں نظر نہیں آیا، دونوں ہی اپنے آبائی دین پر قائم رہے بس قانون کی آنکھوں میں دھول جھونک کر شادی کرنے میں کامیاب رہے۔

اسی طرح کا ایک معاملہ ہریانہ کے سابق وزیر اعلیٰ بھجن لال کے خاندان میں پیش آیا جب ان کے بیٹے اور صوبے کے نائب وزیر اعلی چندر موہن وِشنوئی بیوی اور دو بچوں کے ہوتے ہوئے بھی انورادھا نامی خاتون کے عشق میں گرفتار ہوگئے، مگر بیوی بچوں کے ہوتے ہوئے قانوناً شادی ہونہیں سکتی تھی اس لئے سیاسی رسوخ، خاندانی دباؤ اور مذہبی بندشوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں نے اسلام قبول کیا اور شادی کرلی، خمارِ عشق میں وِشنوئی

* مضمون نگار ماہنامہ سواداعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

نقد و نظر

نے شادی تو رچالی لیکن سیاسی حیثیت کے خاتمے اور خاندانی دباؤ نے جلد ہی عشق کا بھوت اتار دیا، نتیجتاً اپنی معشوقہ کو چھوڑ کر پھر سے ہندو بن کر اپنے بیوی بچوں میں لوٹ گیا، اس کہانی کا سب سے خراب پہلو بھی اسلام کا بیجا استعمال ہی تھا۔

ایسا نہیں ہے کہ اسلام کو محض غیر مسلموں نے ہی استعمال کیا، اس فہرست میں کئی ایسے بدنصیب کلمہ گو بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی سماجی وتجارتی حیثیت بنائے رکھنے کے لئے اسلام کا استعمال کیا اور ابھی تک کر رہے ہیں، ایسے لوگوں میں دہلی کا ایک مشہور تاجر اور ایک بڑے ادارے کا سربراہ بھی شامل ہے، دولت وثروت اور اثر ورسوخ بڑھا تو موصوف کی خواہشات بھی بڑھیں، آخر کار ایک خاتون پر جا کر نگاہ ٹھہری، حسن اتفاق کہیں کہ حسن انتخاب، خاتون غیر مسلمہ تھی، ویسے بھی آج کل سیاسی وتجارتی دنیا میں مذاہب کے کاک ٹیل کو روشن خیالی وترقی سے تعبیر کیا جاتا ہے، ممکن ہے جناب کے ذہن میں بھی ایسا ہی کوئی خیال رہا ہو خیر! موصوف نے اس غیر مسلمہ خاتون سے ہندوانہ رسم ورواج کے مطابق شادی کی اور آج تک وہ خاتون اور اس سے پیدا شدہ بچے غیر مسلم ہی ہیں، علانیہ کفر وشرک میں ملوث ہونے کے باوجود آنجناب "نام کے مسلمان" برابر بنے ہوئے ہیں کیوں کہ "اسلامی نام" کے سہارے ہی قوم مسلم سے اربوں کا کاروبار چلتا ہے اسی سے سیاسی رسوخ بنا رکھا ہے، اسلامی نام چھوڑتے ہی کاروبار اور حیثیت بادلوں کی طرح اڑ جائے گی اس لئے مطلباً عقیدہ اسلام ترک کرنے کے باوجود اسلامی نام برقرار رکھا ہوا ہے۔

اسی فہرست میں ایک معروف صحافی بھی ہیں، موصوف بھی ایک عدد بیوی کے بعد وادی عشق میں وارد ہوئے، روشن خیال صحافی بننے کے لئے موصوف کی نگاہِ عشق بھی ایک غیر مسلم خاتون پر ٹھہری بس! اکبر اعظم کی فرزندی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل ہندوانہ رسم ورواج سے دوسری شادی کی اور پدر روحانی کی طرح اہلیہ کو آبائی دین پر ہی برقرار رکھا، اکبر اعظم نے تو بیٹے کو مسلمان بنا کر تلافی گناہ کی کوشش کی لیکن موصوف اس معاملے میں اکبر اعظم سے زیادہ فراخ دل نکلے اور انہوں نے اولاد کو ماں کے آبائی دین پر ہی رکھا، یہ الگ بات ہے کہ موصوف آج بھی بولنے، لکھنے کی حد تک ہمدردِ قوم بنے پھرتے ہیں، لیکن خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے اسلام کے بیجا استعمال میں ذرا بھی خوف نہیں آیا، اپنی دنیا کے لئے اسلام کو استعمال کرنے والے یاد رکھیں کہ دنیا کو دوام نہیں ہے، کل انہیں بارگاہ مولیٰ میں جواب دینا پڑے گا۔

**اسلام کے ساتھ یہ کھلواڑ کب تک؟**

بھارت میں اسلام کو اپنے مفاد کیلئے استعمال کئے جانے کی تاریخ کافی پرانی ہے، سیاست ہو کہ تجارت، سینما ہو کہ احتجاج، ہر جگہ غیر مسلم" قبول اسلام" کا سہارا لے کر شادیاں رچاتے ہیں تو اپنی مانگیں پوری کرانے کے لئے" قبول اسلام" کی دھمکیاں دیکر حکومت وانتظامیہ سے اپنے مطالبات بھی منواتے ہیں" قبول اسلام" کی دھمکی سے دَلتوں کو ریزرویشن جیسا بڑا فائدہ حاصل ہوا تو بہت سے افراد کو اسی کے سہارے محبوباؤں کی قربت ملی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ صبح وشام اسلام کو کوسنے والے بھی موقع پڑنے پر اسی اسلام کا سہارا لیتے ہیں، کاش انہیں قبول اسلام کی سچی توفیق میسر ہوتی تو دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی بھلائی کے حقدار ہوتے، مسلم وکلا ودیگر ذمہ داران کو چاہیے کہ کورٹ سے ایسے معاملات پر سختی کی اپیل کریں تا کہ مذموم مقاصد کے لیے اسلام کے ساتھ کھلواڑ بند ہو سکے۔ ◆◆◆

ص ۵ ر کا بقیہ......................................

اس لئے آئیے بارگاہ رب العزت میں مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کے صدقے صدق دل سے اپنے سبھی گناہوں کی بخشش طلب کریں، اپنی ان کوتاہیوں، بداعمالیوں اور گناہوں کی بخشش کے لئے شب برأت کا یہ سنہرا موقع نہایت ہی غنیمت ہے، کیونکہ اس بابرکت موقع پر اللہ رب العزت مائل بکرم ہو کر آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے اور ہر اس بندے کو بخشش ومغفرت کا پروانہ عطا فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کرتا ہے، مجھے اللہ کی ذات پاک سے امید قوی ہے کہ شب برأت میں ہماری گریہ وزاری، توبہ واستغفار اور احکام شرع کی پابندی کا عہد ہمیں ضرور اس مخمسے سے نجات دلائے گا، آمین۔ ◆◆◆

از: غلام مصطفےٰ رضوی *

# علم، پیامِ بیداری اور نوائے سحر

## تقدیرِ مسلم نغمۂ حجازی سے سنورتی ہے اور نوائے علم سے مستقبل کی شاہراہ تعمیر ہوتی ہے

**علم** وفضل کی گرہیں اسلاف نے کھولیں، جب یورپ میں اندھیروں کا راج تھا؛ بغداد و کوفہ علم وفن کی روشنیوں سے اکنافِ عالم روشن کرر ہے تھے۔ جب تمدنِ مغرب انسانی اقدار سے نا آشنا تھا؛ جب مغربی فضا غیر انسانی رویوں کا مسکن بنی تھی؛ اُس وقت عرب دنیا سے انسانیت کا وہ عظیم پیغام فضائے بسیط میں نغمگی بکھیر رہا تھا؛ جس میں فوز وفلاح کے اَن گِنَت ابواب مستور تھے، جس میں شفق وشبنم کی دیدہ زیبی بھی تھی اور صبح کی کرنیں بھی، جس میں حیاتِ انسانی کی تازہ لہریں بھی تھیں اور انسانی کردار کا حُسن بھی؛ جس میں حیا کا مادۂ پاکیزہ بھی تھا اور تمدن کا سنہرا اُصول بھی۔

جو نسخۂ کیمیا حرا کی وادیوں سے ملا اس سے انسانیت کا وجود نکھر گیا، آدمیت کا وقار بلند ہوا، اقراء کی تابشوں سے وجودِ آدمیت سرشار ہو گیا۔ ؎

حِرا سے اُتر کر سوئے قوم آئے
اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لائے

علم وفضل ہماری فطرت کا لازمہ تھے، ہم نے دنیا کو ذوقِ علم دیا، سرمایۂ حیات دیا، اُصولِ حیات دیا، فلسفۂ تمدن دیا، نوائے سحر گاہی سے گلشن زندگی میں بہاریں برپا کر دیں، اقراء کی تابشوں نے مومنین کے ذریعے ابلاغِ علم کی راہیں استوار کیں، جہل کے اندھیرے دَم توڑنے لگے، علومِ شرقیہ کے جمال نے جہان کو نہال کر دیا، اسلامی مملکتوں کے سورج کی کرنیں جوانب کو بھی منور کرنے لگیں۔ طلیطلہ وغرناطہ مسلم یونیورسٹیوں کے لیے زمینیں کشادہ کرنے لگے، یورپ کی سرحدیں علومِ اسلامی کی ٹاپوں سے گونج اُٹھیں، مسیحائے حیات پہنچے۔ ایک طرف ایمان کا نور تھا اور دوسری طرف سنہرے تعلیمی اصولوں کی کرنیں جن کے مجتمع ہونے سے جہل دَم توڑنے لگا۔ نیا سویرا طلوع ہونے لگا۔

افسوس کہ گزری کئی صدیوں سے ہم زوال کی سمت گامزن ہیں، ہند میں مغلوں کی بساطِ اقتدار کیا سمٹی اور عرب میں عثمانیوں کا زوال کیا آیا کہ ہمارا سرمایۂ علم لٹتا چلا گیا، آن کی آن میں ہم کہاں سے کہاں آ گئے، ہم تو اُجالوں کے سفیر تھے، ہم سے اندھیروں کی حوصلہ شکنی ہوتی تھی، ہم سے شاہراہِ علم روشن تھی، لیکن جب زمامِ اقتدار پلٹی ہے ہم غفلت کی وادیوں میں جا پہنچے، کارواں لٹ گیا، ہم مدہوش رہے، متاعِ علم بکھرتی گئی ہم سوئے رہے، فلک کی بلندیوں سے زمیں کی پستیوں میں پہنچ گئے۔

جاگئے! وقت کا لحاظ کیجیے، وقت کی قدر کیجیے، ذہن وفکر کو وا کیجیے، یہ وقت جاگنے کا ہے، اب قوم کی فکر کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے ملنے والے علوم سے مَن کی ستھرائی اور فکر کی تعمیر کیجئے، انبیائے کرام علیہم السلام نے کیا ہی عظیم مال ورثہ میں چھوڑا؛ اور وہ متاعِ علم ہے، قوموں کی حیات علم کے نکھرے دامن سے وابستگی میں پنہاں ہے۔

اے نوجوانانِ قوم! ہم کب اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں گے! کب قوم کے درخشاں مستقبل کی تعمیر کے لیے تاباں ماضی کو روبرو لائیں گے! یہی وقت ہے، یاد رکھیے حال کی جدوجہد سے ہی سنہرے مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے اور اس کی بنیاد علم پر ہے، ارتقائے نسل نو کے لیے دین کی پختہ بنیادوں پر تعلیمی فصیل کھڑی کی جاتی ہے تو جہالتوں کی تہیں چاک ہونے لگتی ہیں، اس کے دامن سے وہ سحر نمودار ہوتی ہے جس سے مغربی طاغوت مضمحل ہونے لگتا ہے۔ ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی ست

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

جن ہاتھوں میں علم کی زرہیں اور نصابی شمشیر و سناں ہونی تھیں وہ طاؤس و رباب سے مملو ہیں، جام و مینا سے آلودہ ہیں، جن فکروں میں سودائے حجاز سمانا تھا وہ مغربی سحر سے مرعوب ہیں، تقدیر مسلم تو نغمۂ حجازی سے سنورتی ہے اور نوائے علم سے مستقبل کی شاہراہ کو رونق بخشتی ہے، متاعِ زندگی اگر علم کا موتی ہے تو اس کا تحفظ جوانوں کی بیداری سے ہے، جس قوم کا نوجوان علم کی معرفت سے زینت پاتا ہے اس کی زندگی کی سرخی کوئی دھندلا نہیں پاتا، اس لیے اب بھی وقت ہے کہ ہم تعلیم گہِ حیات میں صف بندی کر لیں اور ان پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر اپنے ورثۂ علم کی محافظت کریں:

۱— اپنی جدوجہد کی رہنمائی کے مینار اسلامی تعلیمات کی قندیل سے فروزاں کریں۔

۲— اسلامی اخلاقی خوبیوں سے اپنے جوہر علم کی دعوت پہنچائیں؛ اس سے مغربی تمدن کے جراثیم کی تہیں چاک ہوں گی۔

۳— ہر شعبہ ہائے علم میں موشگافی کریں، نئی جہتوں کا سراغ لگائیں، علوم و فنون کی پیچیدہ گرہیں کھولیں اور غیر انسانی سلوک کی زنجیروں کو تیشۂ علم سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔

منصب امامت و قیادت جوانوں کے سر ہے، جس کی آبیاری و زیبائش کے لیے اسلاف کی علمی وراثت سے استفادہ ضروری ہے لیکن اس کے لیے عزم و یقیں کے ہر طاق پر اُمیدوں کے ہزاروں دیپ روشن کرنے ہوں گے اور شمعِ بزمِ ہدایت کی کرنوں سے عالم منور کرنا ہوگا۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

◆◆◆

ص ۳۸ رکا بقیہ.........................................

اور میری بیوی میں طبی لحاظ سے کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے؟

**ارشاد...** :اس سلسلے میں سیمینار میں یہی طے ہوا کہ چونکہ اس میں خطرات بہت زیادہ ہیں لہٰذا اس کی اجازت نہیں ہے۔

**عرض...۲۳**: حضرت سے درخواست ہے کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کا نام عطا فرما دیں؟

**ارشاد...** :لڑکے کا نام محمد جمیل اور لڑکی کا نام فاطمہ، جمیلہ، عائشہ جو چاہے رکھ لے۔

**عرض...۲۴**: کیا بد مذہبوں سے سیاسی اتحاد کی اجازت ہے؟ یہاں کچھ سُنّی حضرات نے ایسا کیا جب کہ ان کے عقائد اور معمولات اس عمل کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے ہیں، رہنمائی فرما دیں؟

**ارشاد...** :اتحاد کا لفظ بولنا، اس کی تو اجازت نہیں ہے چاہے وہ سیاسی ہو اور اس اتحاد کے لفظ بولنے کا مآل یہ ہے کہ معاذ اللہ بد مذہب اور سُنّی سب ایک، اپنے اندر یہ بہت قبیح معنیٰ رکھتا ہے اور اس لفظ کے اطلاق کی، بولنے کی کسی طور پر اجازت نہیں ہو سکتی البتہ سیاسی معاہدہ یہ اگر کسی ضرورت شرعیہ یا حاجت شرعیہ کے تحت ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں ہے یا سخت مشکل کا سامنا ہے تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے لیکن ضرورت کا بہانہ لے کر، حاجت شرعیہ کا بہانہ لے کر اور بہت جگہ پر مصلحتیں بتا کر دیکھایا جاتا ہے کہ سیاسی لوگ مذہب کا نام لے کر اور قوم کا نام لے کر مذہب اور قوم کو داؤ پر لگا دیتے ہیں اور اپنا اُلّو شخصی مقصد اور اپنا ذاتی معاملہ سیدھا کرنے کے لئے قوم کو بے وقوف بناتے ہیں اور مذہب کا نام استعمال کرتے ہیں اس لئے عام حالات میں، میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

**عرض...۲۵**: مرد کو کرتے میں سونے (گولڈ) کے بٹن لگانے کی اجازت ہے؟

**ارشاد...** :لگا سکتا ہے جب کہ زنجیر نہ ہو گولڈ بٹن لگا لے اور ان کو دھاگے سے مربوط کر لے۔

......... جاری

## قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

# شہریت ترمیمی ایکٹ! حقائق کے تناظر میں

احوال وطن

**پارلیمنٹ** نے شہریت سے متعلق ترمیمی بل منظور کرلیا ہے، ایوان بالا میں ۱۲۵/ارکان نے بل کی حمایت کی جب کہ ۱۰۵/ ارکان نے مخالفت میں ووٹ دیا۔ ہندوستانی پارلیمنٹ میں بل کا پاس کرالینا اس بات کی شہادت ہے کہ حکمراں پارٹی کی نظر میں ہندوستان کا آئین اور یہاں کا دستور کوئی معنی نہیں رکھتا کیوں کہ ہندوستان میں شہریت کے حوالے سے پہلے ہی سے باقاعدہ قوانین موجود ہیں جن سے صرف نظر کرتے ہوئے مذہب کی تفریق پر کوئی نیا قانون پاس کرنا جمہوری قدروں کو پامال کرنا اور ملک کو کسی دوسرے سمت لے جانے کی کوشش کے علاوہ کچھ نہیں۔

یہاں پر یہ بات ذہن نشیں رہے کہ آئین ہند کے مطابق بھارت میں دستور کو پارلیمان پر فوقیت حاصل ہے کیوں کہ اسے مجلس دستور ساز نے ترمیمی ایکٹ نہ کہ بھارتی پارلیمان نے، پارلیمان ترمیمی ایکٹ کو معطل نہیں کرسکتی ہے۔

شہریت ترمیمی بل میں یہی ہو رہا ہے کہ آئین تو تمام شہری کو چھ بنیادی مساوی حقوق دے رہا ہے (۱) استحصال کے خلاف حق (۲) برابری کا حق (۳) مذہبی آزادی کا حق (۴) تعلیمی و ثقافتی حق (۵) آئینی چارہ جوئی کا حق (۶) آزادی کا حق۔

اس ترمیمی بل میں مذہب کے بنیاد پر تفریق برتی جارہی ہے جو ملک کے سیکولر اقدار کے سراسر منافی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس بل کی مخالفت میں تمام سیکولر پارٹیاں آواز بلند کررہی ہیں۔

۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو آئین ہند کا اعلان ہوا جس کے تحت بھارت کو جمہوری ملک قرار دیا گیا، کسی انسان کے بھارتی شہری ہونے کا تعین آئین کی دفعات ۵/تا ۱۱/ (حصہ دوم) کے تحت کیا جاتا ہے، یہ قانون شہریت کے ایکٹ ۱۹۵۵ء سے متعلق ہے جس میں ۱۹۸۶ء، ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۵ء اور ۲۰۱۵ء میں ترمیمیں کی گئی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ترمیم مذہب کی بنیاد پر نہیں ہوئی ہے سب سے پہلی مرتبہ حکمراں پارٹی کے ۲۰۱۴ء میں اقتدار میں آنے کے بعد ۱۹/جولائی ۲۰۱۶ء کو لوک سبھا میں شہریت کے ایکٹ ۱۹۵۵ء میں ترمیم کا بل پیش کیا گیا جس میں کہا گیا کہ اگر یہ بل بھارتی پارلیمان سے منظور ہوگیا تو سکھ، بدھ مت، جین مت، پارسی یا مسیحی جو افغانستان، بنگلہ دیش اور پاکستان سے آئے ہوئے ہوں کو بھی بھارتی شہریت مل سکے گی مگر ان مما لک سے آنے والے مسلمان اس سے محروم رہیں گے، ہندوستان کی پارلیمنٹ میں پہلی مرتبہ مذہب کی بنیاد پر کوئی قانون پاس کرنے اور کرانے کی جسارت کی گئی۔ اس کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ یہ بل درحقیقت تقریباً ایک صدی پہلے بنائے گئے منصوبوں کی طرف عملی پیش قدمی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حقائق سے واضح ہے۔

راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ (آر. ایس. ایس) کے فکری تانا بانا سے عوام کو آگاہ کرنے کے لیے پہلی میٹنگ ۲۷/ستمبر ۱۹۲۵ء کو ناگ پور، مہاراشٹر میں ہوئی۔ مگر باقاعدہ طور پر رام نومی کے موقع پر ۱۹۲۷ء کو اس نام کا انتخاب اور اعلان ہوا اور اسی دن ''بھگوا'' جھنڈا کو تنظیم کے جھنڈے کی حیثیت دی گئی۔

(آر. ایس. ایس ایک مطالعہ؛ ص ۱۸/از حارث بشیر، مطبوعہ کوسموس بکس، نیو دہلی)

اسی آر، ایس، ایس کے سربراہ ایم. ایس گولوالکر (۱۹۷۳-۱۹۰۶) نے اپنی کتاب We or our nationhood Defined میں ''ہندو راشٹر'' کے حوالے سے جو کچھ اظہار خیال کیا ہے وہ دیدۂ عبرت سے پڑھنے کے لائق اور فوری طور پر غور کرنے کے قابل ہے:

* مضمون نگار دوماہی رضائے مدینہ جمشید پور کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

"ہندوستان میں بیرونی نسلوں کو لازمی طور پر ہندو کلچر اور زبان اختیار کرنی چاہیے، ہندو دھرم کی تعظیم اور اس کا احترام کرنا سیکھ لینا چاہیے، ہندو نسل اور کلچر یعنی "ہندو راشٹر" کے نظریئے کے علاوہ کسی اور پر فخر نہیں کرنا چاہیے اپنی علاحدہ شناخت کو ترک کر کے ہندو نسل میں شامل ہو جانا چاہیے بصورت دیگر انھیں اس ملک میں پوری طرح "ہندو راشٹر" کے ماتحت بن کر رہنا چاہیے جس میں کسی قسم کا دعویٰ نہیں کریں گے، کسی ترجیحی سلوک تو الگ وہ کسی رعایت کے بھی مستحق نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ حقوق شہریت کے بھی حق دار نہ ہوں گے۔"

اسی گولوالکر نے ۱۹۳۸ء میں ناگ پور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا:

"اگر انھوں نے ہندوستان میں اپنا علاحدہ مذہبی، معاشرتی اور معاشی تشخص برقرار رکھا تو جس طرح ہٹلر نے جرمنی میں یہود کا صفایا کیا ہے ہم بھی یہاں کے مسلمانوں کا صفایا کر دیں گے۔"

آٹھ دہائی پرانے ان ناپاک عزائم اور دھمکیوں کو دیکھیں اور اس تناظر میں ہونے والے کام کی رفتار ملاحظہ کریں۔

ہندو دھرم سنسد کی ایک خفیہ میٹنگ کی خاص باتیں اکھیل بھارتیہ ہندو پرچار سنگھ، بنارس کی طرف سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کی گئی ہیں جس کا مقصد برہمنوں اور منوواد ی ذہنیت کے حامل افراد کو بیدار کرنا ہے، اس کتابچے میں جو زہر افشانی کی گئی ہے اس کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد موجودہ دور کے آر. ایس. ایس والوں کی ناپاک ذہنیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"ہندو توکی پاک سرزمین "پریاگ" (الٰہ آباد) میں ہم راشٹر یہ سیوم سیوک سنگھ (آر. ایس. ایس) وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور اکھیل بھارتیہ برہمن مہاسبھا ایک اجتماعی ہندو دھرم سنسد کی شکل میں جمع ہو کر یہ وعدہ کرتے ہیں کہ مستقبل میں ہماری مجموعی قوت آرکچھن ختم کرنے، ہندوستانی قانون تباہ کرنے، بدھ مذہب، عیسائی مذہب اور اسلام مذہب کے بڑھتے اثرات کو بالکلیہ ختم کرنے اور دلت آندولن میں پھوٹ ڈالنے اور انھیں الگ الگ ٹکڑوں میں بانٹے رکھنے میں لگی رہے گی۔" (ص ۲)

چند صفحات کے بعد کا تیور دیکھیے:

"ہم نے مسلمانوں کو کھدیڑنے کے لیے جس طرح بابری مسجد گرائی، سکھوں کو قبضے میں رکھنے کے لیے انھیں آتنک وادی مشتہر کر کے گھر گھر قتل عام کرایا، پسماندہ طبقات کے آرکچھن کو سپریم کورٹ سے ختم کروایا، اب ہمارا ایک ہی مقصد ہے امبیڈکر کے قانون کو پوری طرح سے ختم کر کے ملک میں جمہوریت کی جگہ رام راج کے قیام کے ساتھ "ہندو راشٹر" قائم کرنا، سنسکرت کو قومی زبان قرار دینا، منوسمرتی کی روشنی میں نئے قوانین بنانا اور سنسد میں امبیڈکر کے مجسمہ کو تباہ کر کے اس کی جگہ "منو" کی عظیم الشان تصویر لگانا۔" (ص ۹)

ایک مقام پر آر. ایس. ایس چیف موہن بھاگوت نے کہا:

"پہلے اس ملک سے مسلمانوں کو ختم کرنا ہے پھر دلتوں کا آرکچھن ختم کرنا ہے، سر پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ لوگ ہندوستانی قانون کی وجہ سے۔"

یہ ہے ان دیش بھگتوں کے خفیہ ایجنڈے جن پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔

ان احوال و واقعات کے تجزیاتی مطالعہ سے یہ بات دو دو چار کی طرح صاف نظر آتی ہے کہ گولوالکر کے خواب کو ابھی ایک صدی بھی نہیں ہوا ہے مگر اس کی عملی تعبیر کے نشانات بہت واضح طور پر دکھائی دینے لگے ہیں، آر. ایس. ایس کے پیروکار اور ہندووادی نظریات کے مبلغین پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنے میں جٹے ہیں، آر. ایس. ایس کی زائیدہ و پروردہ، حکمراں جماعت "ہندو راشٹر" بنانے کی طرف اپنا قدم تیزی سے بڑھاتی جا رہی ہے، آرٹیکل ۳۷۰/ رام جنم بھومی، تین طلاق بل جیسے اہم مدعوں پر قابو پا چکنے کے بعد "یکساں سول کوڈ" کے نفاذ سے پہلے "شہریت ترمیمی ایکٹ" ایک انتہائی

احوال وطن

خطرناک چال ہے جس سے مسلمانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی جائے گی، دوسروں کی منھ بھرائی اور زبان بندی کے لیے مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب کی شمولیت نے اس کی سنگینیت کو اور کئی گنا بڑھا دیا ہے۔

ان جسارتوں کو دیکھنے کے بعد اب یہ یقین کر لینے میں ذرہ برابر جھجک نہیں کہ قیامت سر پر کھڑی ہے۔ گولوالکر کے جاں نشین اپنے آقا کے فرمان پر عمل کرنے کے جوش جنون انگیز میں انسانیت کا دامن تار تار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آئے دن Might is right (جس کی لاٹھی اس کی بھینس) کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی بے پناہ قربانیوں کی خوں چکاں داستان تاریخ کے صفحات سے مٹائی جا رہی ہے اور اس کی جگہ من گھڑت تاریخ تاریخ پیش کر کے نئی نسل کا ذہن زہر آلود کیا جا رہا ہے، کھلم کھلا قانون کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں مگر کوئی بڑھ کر کلائی پکڑنے والا نظر نہیں آ رہا ہے، جس کی وجہ سے چار سو حیوانیت کا ننگا ناچ ہو رہا ہے، قانون کے رکھوالے قانون کی دھجیاں اڑا کر ملک کو پستی کے غار میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

شہریت ترمیمی بل ایک پنتھ کئی کاج کی زندہ مثال ہے، اس سے ایک طرف ہندو ووٹ بینک کو مضبوط کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف مسلمان مکت بھارت کی طرف پیش قدمی کی جا رہی ہے۔ پچیس کروڑ لوگوں کو ایک ساتھ نہ تو ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ ملک بدر کیا جا سکتا ہے اس لیے قسطوں میں صفایا کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

**شہریت ترمیمی بل اور این آر سی کے اثرات**

آج کچھ نادان دوست دانستہ یا نادانستہ طور پر یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سی. اے. اے اور این. آر. سی سے مسلمانوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے (اس خوش فہمی میں نام نہاد دانشوروں کا بھی ایک بڑا طبقہ شامل ہے) حالاں کہ یہ سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔ بعض لوگ یہ بھی سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں یہ بھی پوری طرح سے غلط ہے اور جانے انجانے لوگوں کو گڑھے میں ڈالنا ہے۔

شہریت ترمیمی بل مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوموں کے لیے چور دروازہ اور این، آر، سی مسلمانوں کے لیے ایک انتہائی خطرناک پل ہے۔ جسے پار کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے اور جو پار نہ کر سکا اسے تڑپ تڑپ کر جینے کے لیے ڈیٹینشن کیمپ (حراستی قید خانہ) میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی زمین و جائداد پر یا تو وہ لوگ قبضہ کریں گے جو برسوں سے آنکھ گڑائے بیٹھے ہیں یا پھر وہ لوگ جو باہر سے آئیں گے انھیں دے دی جائے گی، اس طرح سے ہندوستان کے وہ باشندے جن کے باپ دادا نے وطن کی آزادی کے لیے پھانسی کا پھندہ چوما، توپوں کے دہانے پر کھڑے کر کے اڑا دیئے گیے، ہاتھیوں سے روندوا دیئے گیے جنھوں نے اپنے خون کے ایک ایک قطرہ سے وطن کی آزادی کی تاریخ مرتب کی ان کی اولادوں کو ڈیٹینشن کیمپ میں بھیج دیا جائے اور اگر کوئی اس کی ہولناکی سے راہ فرار اختیار کرنا چاہے تو اس کے سامنے اس کی ایک صورت پیش کی جائے گی اور ایسے مجبور اور نہتھے لوگوں کے سامنے یہ تجویز رکھی جائے گی کہ تم ”گھر واپسی“ کر لو (مرتد ہو جاؤ، معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ) تمھیں پہلے کی طرح ساری سہولتیں دے دی جائیں گی، اب ایسے روح فرسا حالات میں کتنے لوگ ہیں جو عزم حسینی کا مظاہرہ کر کے فرعون وقت سے نبرد آزمائی کی جرأت کر پائیں گے، یقیناً ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم رہ جائے گی گویا اس بل کے پاس کرنے اور کرانے کا مقصد ملک کو ”ہندو راشٹر“ بنانا ہے اور یہاں کے مسلمانوں کو جبراً صراط مستقیم سے برگشتہ کرنا ہے۔

شہریت ترمیمی بل ہندوستان کے ہولوکاسٹ کی شروعات اور ہندو راشٹر کی بنیاد ہے، اس کی ہولناکی اور خطرناکی کو سمجھنے کے لیے ہمیں ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر امت مسلمہ کے لیے مستحکم لائحۂ عمل بنانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ مخالفین جس منظم انداز سے مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے میں جٹے ہیں اس سے صرف نظر کرنا اپنے کو ہلاکت اور بربادی میں ڈالنا ہے۔

ان دنوں پورے ملک میں اس بل کے بقیہ ص ۱۹ / پر

احوال وطن

چودھویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

ملفوظات

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات و فرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات و فرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کر سکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات و فرمودات اگر چہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال و جواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری و ساری رہا، اس دوران آپ نے کم و بیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات و جوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم و دانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل و مرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے، راقم اس کی چودھویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی

**گزشتہ سے پیوستہ**

**عرض...۸:** حضرت نے میوزک جیسے ذکر کا نعتوں میں استعمال کو منع فرمایا تھا کیا اس کے متبادل کے طور پر مرحبا مرحبا، حق حق وغیرہ الفاظ بیک گراؤنڈ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

**ارشاد...:** بیک گراؤنڈ کا کیا مطلب ہے؟ اگر بیک گراؤنڈ وہی میوزک ہے اور اس سے میوزک جیسی آواز نکلتی ہے مرحبا مرحبا، حق حق اسی طور پر ادا ہوگا جس طور پر اللہ اللہ ادا ہوتا ہے کہ اس سے سننے والے کو یہ پتا لگتا ہے جیسے کہ دف کی آواز ہے یا کوئی کھن کھن کی آواز ہے اس طور پر اگر ادا کیا جائے تو ادا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر سادے طور پر بغیر میوزک کے انداز کے اور بغیر میوزک کی مشابہت کے میوزک جیسی آواز پیدا نہ ہو تو حرج نہیں۔

**عرض...۹:** نعت شریف پڑھتے وقت اتنا مائک کا ایکو رکھنا کہ آواز بار بار گونجے، کیا یہ صحیح ہے؟

**ارشاد...:** اس سے بے ہنگم آواز نکلتی ہے اور تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ نعت یا تقریر یا مائک پر جو کچھ کہا جاتا ہے وہ کچھ سنائی نہیں پڑتا۔ نعت ذکر ہے اور تقریر وغیرہ بھی یہ تذکیر و تلقین ہے اصل مقصد سنانا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے یہ فوت ہو جاتا ہے اور ذکر کی آواز اس بے ہنگم آواز میں گم ہو جاتی ہے یہ کسی طور پر مناسب نہیں ہے اتنی آواز ہونا چاہئے کہ ذکر کی اور

نعت کی آواز نہ دبے اور لوگ سنیں اور سن کر مستفیض ہوں اور داخل حسنات ہوں۔

**عرض...۱۰:** کیا میں (فرقہ) اہل حدیث کی مسجد میں جا کر اپنی نماز پڑھ سکتا ہوں؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** آپ کیوں جائیں اہلحدیث کی مسجد؟ آپ اپنی نماز اپنی مسجد میں ادا کر سکتے ہیں اور کسی دوسری جگہ پر بھی، لہٰذا کوئی مجبوری نہیں کہ آپ ایسی جگہ جائیں جہاں جانے کی اجازت نہیں، اگر بچا جا سکتا ہے تو ضرور بچنا چاہیے اور اگر ایسی صورت ہے کہ بچا نہیں جا سکتا تو آپ (اپنی انفرادی نماز پڑھنے کے لئے) جا سکتے ہیں۔

**عرض...۱۱:** سوئمنگ پول اکثر دہ در دہ ہوتا ہے کیا اس میں نہانے سے پاک ہو جاتے ہیں جب کہ اس میں کیمیکل اور لوگ قضائے حاجت وغیرہ بھی کرتے ہیں؟

**ارشاد...:** اگر اس جگہ سے ہٹ کر وہ نہایا جہاں نجاست پڑی ہوئی ہے اگر اتنے فاصلے پر ہے کہ اس کو اگر ہلایا جائے تو وہاں سے نجاست کے پانی کا اتصال اس دوسری طرف کے پانی سے نہیں ہوگا تو اس صورت میں یہ پاک ہو جائے گا البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں سے ہٹ کر نہائے۔

**عرض...۱۲:** کچھ حضرات اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور ذکر کرتے کرتے دھمال ڈالنا شروع کر دیتے ہیں جسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے ناچ رہے ہوں اگر ایسا وجد میں آکر نہ کرتے ہوں تو کیا حکم ہے؟ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے۔

**ارشاد...:** یہ اچھوں کا کام نہیں ہے اور جس کو یہ لوگ وجد کے بہانے سے جائز کرنا چاہتے ہیں اس قسم کی حرکات اس بہانے سے جائز نہیں ہو سکتیں رقص وغیرہ حرکات ناشائستہ کی اجازت ذکر میں یا نعت میں نہیں ہے اور اگر یہ لوگ ہوش میں ہیں تو ان پر شریعت کا حکم نافذ ہے اور ان کو یہ حرکات ہرگز روا نہیں ہے اور اگر واقعی کوئی بے ہوش ہو تو بے ہوش پر کوئی حکم نہیں چلتا۔

**عرض...۱۳:** اگر والدین کسی کو بچپن میں ہی کسی سے بیعت کروا دیں اور وہ بالغ ہو کر کسی اور سے بیعت ہونا چاہے تو کیا وہ ہو سکتا ہے؟

**ارشاد...:** اگر کوئی وجہ شرعی اس کی متقاضی نہیں ہے تو والدین نے جس سے بیعت کرایا ہے اسی کی بیعت پر قائم رہے اور والدین کے عہد کو اور ان کے عقد کو نہ توڑے بیعت بھی ایک طرح کا عقد ہے اور عقد کا ایفا لازم ہے:

"**یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔** اے ایمان والو! اپنے معاہدے اور عقود کو پورا کرو۔" (سورۃ المائدہ جز آیت ۱)

لہٰذا بے وجہ شرعی تبدیلِ بیعت جائز نہیں ہے اور کوئی وجہ شرعی ہے جس کی وجہ سے وہ بیعت صحیح نہ رہی تو یہ کسی اور سے بیعت ہو سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ قادری سلسلے کے علاوہ کسی اور سلسلے میں وہ بیعت ہو البتہ اگر قادری سلسلے ہی میں وہ بیعت ہو رہا ہے تو یہ تجدید بیعت کے حکم میں ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے کہیں سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی منقبت میں اپنے قصیدے میں فرمایا ہے کہ ؎

انہیں تو قادری بیعت ہے تجدید
وہ ہاں خاطی جو مستبدل ہے یا غوث

**عرض...۱۴:** ایک حنفی مفتی نے کہا کہ اگر تم امام شافعی علیہ الرحمہ کو غلط نہ سمجھو گے تو تم پکے حنفی نہیں ہو، کیا یہ صحیح ہے؟

**ارشاد...:** یہ صحیح نہیں ہے، یوں کہنا چاہئے دُرِّ مختار میں یہ بتایا کہ ایسے کہے کہ ہمارا عقیدہ حق ہے اور ہم اہل حق ہیں اور ہمارے دشمن اور خصوم ان کا عقیدہ باطل ہے اور وہ باطل پر ہیں اہل باطل ہیں، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہم، امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی طرح اہل حق ہیں ان میں کوئی اہل باطل نہیں ان کو اس طور پر کہنا خلاف ادب بے ادبی ہے ہاں یہ کہہ سکتا ہے فروع میں مسائل شریعت میں فقہ کے مسائل میں کہ ہمارا مذہب حق ہے اور ہمارا مذہب صواب ہے اس میں خطا کا احتمال ہے اور حنفی مذہب کے علاوہ دوسرا مذہب خطا ہے اور وہ محتمل صواب ہے۔

**عرض...۱۵:** عند اللہ ایک ہی مذہب حق ہے اور وہ امام اعظم

علیہ الرحمۃ کا ہے، کیا یہ کہنا صحیح ہے؟

**ارشاد...:** یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہے ابھی میں نے تفسیر کردی کہ مسائل اجتہادیہ میں یہ ہے کہ جس مُقلَّد کی ہم تقلید کررہے ہیں ہمارے امام کا مذہب صواب ہے اور محتمل خطا ہے اور ہمارے امام کے علاوہ دوسرے امام کا مذہب، قول خطا ہے اور محتمل صواب ہے عند اللہ کیا حق ہے اس کے جاننے کے نہ ہم مکلف ہیں نہ ہمارے لئے کوئی سبیل ہے کہ ہم مسائل اجتہادیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم پر مطلع ہوکر زبردستی یہ حکم لگادیں کہ یہی عند اللہ صحیح ہے جو ہم نے سمجھا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمیں رخصت ہے کہ جن مسائل میں اللہ تبارک وتعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی نص نہیں ہے مجتہد کو یہ رخصت ہے کہ اپنی وسعت سے اور اجتہادی طاقت سے بھر پور کوشش کرکے اس کا حکم نکالے اگر اس کا حکم ٹھیک ٹھیک اس نے نکال لیا تو اس کو دو ثواب ہیں اور اگر اس نے خطا کی تو اس کے لئے ایک ثواب ہے ایک اجر ہے۔

**عرض...١٦:** بیعت کیسے ٹوٹتی ہے؟ صرف کفریہ کلمات بکنے سے یا پیر صاحب کے خلاف جانے سے بھی بیعت ٹوٹ جاتی ہے؟

**ارشاد...:** کفری کلام سے بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور پیر کی معمولی مخالفت سے بیعت نہیں ٹوٹتی۔

**عرض...١٧:** کیا ہم اولیاء اللہ یا ولی اللہ کو انگلش میں Saints کہہ سکتے ہیں جیسا کہ عیسائیوں میں مذہبی رہنماؤں کو کہا جاتا ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** ولی یا اولیا اللہ کہنا چاہیے اور لفظ سینٹ استعمال نہ کریں ہاں البتہ مسلم سینٹ کہہ سکتے ہیں۔

**عرض...١٨:** اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

**ارشاد...:** اولیا اللہ کے مزارات پر حاضری کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب حاضر ہو تو قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے مزار کی طرف رُخ کرے اور باادب کھڑا ہو اور قبر کے سامنے کچھ فاصلے پر کھڑا ہونا چاہئے اور مزار کو بوسہ دینے اور چھونے سے گریز کرے اور اس کے بعد اس کو چاہئے کہ تلاوت کرے جو کچھ وہ تلاوت کرسکتا ہے قرآن پاک کی آیتیں اور یہ اس کو پڑھنا ہی چاہئے اور قرآن کی تلاوت کے بعد اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا کرنا چاہئے اپنے لئے اور مرحومین کی مغفرت کے لئے اور اگر وہ کسی ولی کی قبر پر حاضر ہے تو اس ولی کے وسیلے سے دُعا کرے۔

**عرض...١٩:** جو امام اگر متولی سے ڈر کر کہ نوکری چلی جائے گی کچھ نہیں بولتے اگر متولی فیصلے میں غلط ہو تب بھی، ایسے امام صاحبان کے بارے میں حضرت کیا فرماتے ہیں؟ کیا ایسے کے پیچھے نماز ہوجائے گی؟

**ارشاد...:** ان کو اظہارِ حق کرنا چاہئے اور روزی رساں خدائے تعالیٰ ہے اور ان کو اگر قدرت ہے مسئلۂ شرع بتانے کی تو ان پر لازم ہے کہ مسئلۂ شرع بتائیں اور اگر فتنے کا خوف ہے یا یہ ہے کہ اس کے بتانے سے ان پر اثر نہیں ہوگا تو اس پر لازم نہیں ہے البتہ بہتر یہی ہے کہ مسئلۂ شرع بتائے۔

**عرض...٢٠:** کیا زچگی کے لئے کسی نامحرم مرد ڈاکٹر سے کنسلٹ کرسکتے ہیں؟

**ارشاد...:** عورت سے لیڈی ڈاکٹر سے ہی کنسلٹ کرنا مناسب ہے بلکہ متعین ہے۔

**عرض...٢١:** مرد کا آپریشن کیا کوئی نامحرم لیڈی ڈاکٹر کرسکتی ہے؟ اور اگر وہاں صرف وہی دستیاب اور مشہور ڈاکٹر ہو تو کیا حکم ہے؟

**ارشاد...:** اگر وہی دستیاب ہے اور ضرورت ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے تو یہ مستثنیٰ ہے ورنہ لیڈی ڈاکٹر سے آپریشن کرانے کی اجازت نہیں۔

**عرض...٢٢:** Intra-Uterine Insemination (IUI) کراسکتے ہیں؟ اس میں مصنوعی طریقے سے مرد کا نطفہ (Sperm) عورت کے رحم (Uterus) میں ڈالتے ہیں، یہ ایک مسلمان ڈاکٹر کریں گی اس کا کہنا ہے کہ شوہر کا ہی نطفہ اس کی بیوی کے رحم میں ڈالیں گے اس سے ان شاء اللہ اولاد ہوجائے گی، میری شادی کو ۴ سال ہو گئے ہیں اور مجھ میں

بقیہ ص ٢٣٢ پر

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

# حضرت امام اعظم ابو حنیفہ

## حیاتِ مبارکہ کے چند درخشاں پہلو

اسلاف و اخلاف

کسے معلوم تھا کہ سرزمین کوفہ میں ایک ایسی نابغۂ روزگار شخصیت معرضِ وجود میں آئے گی کہ جس کی خداداد بے مثال ذہانت وفطانت اور تبحرِ علمی و محسن فنی کے ذریعے پوری دنیا سرفراز و بہرہ ور ہوگی، آج ہمارے سامنے جو فقۂ اسلامی کا گراں مایہ سرمایہ موجود ہے، یہ اُسی ذاتِ مقدسہ کی کد و کاوش، محنت و مشقت اور سعی پیہم کا نتیجہ ہے، یہ سرمایہ نہ صرف یہ کہ ایک ملک تک محدود و محصور ہے بلکہ پوری دنیا اس سے کل بھی مستفاد تھی، آج بھی ہے اور صبحِ قیامت تک رہے گی۔

یہ وہی شخصیت ہے جسے دنیا امام اعظم کے نام سے جانتی، پہچانتی اور مانتی ہے۔ ۸۰ھ میں آپ کی ولادت باسعادت کوفہ کی سرزمین پر حضرت ثابت بن نعمان کے کاشانۂ اقدس میں ہوئی، ''صاحب شرحِ تحفۂ نصائح'' کے قول کے مطابق آپ کا سلسلۂ نسب نوشیرواں سے ہوتا ہوا زینہ بہ زینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ کی خاندانی نسبت حضور سرورِ کائنات ﷺ سے متصل ہو جاتی ہے، یہی نسبت آپ کی باوقار زندگی کی رفعت و منزلت کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ کے تعارف کے لیے مینارۂ نور ہے۔

حضرت امام اعظم کی شخصیت آیت من آیت اللہ تعالیٰ اور معجزۃ من معجزات النبی کریم ﷺ کی مکمل آئینہ دار تھی۔ مذکورہ جملہ محض الفاظ کی بازی گری پر مشتمل نہیں بلکہ یہ ایک روشن حقیقت ہے، جو چند صفحات کے بعد گونا گوں محیر العقول صفات کے درمیان کھل کر سامنے آجائے گی۔

حضرت امام اعظم کی بلندیِ شان پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ سرور کائنات ﷺ نے آپ کی ولادت سے سالہا سال قبل بشارت دی تھی:

''سیاتی منہم بعدی رجل یحیی السنۃ و یمیت البدعۃ و ھو نعمان ابن ثابت۔ یعنی میرے بعد عن قریب ایسا شخص اس خاکدانِ گیتی پر آئے گا جو میری سنتوں میں تازہ روح پھونکے گا اور بدعتوں کا قلعہ قمع کرے گا۔''

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں سرورِ عالم ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو میں نے سرکار سے عرض کی حضور! میں آپ کو کہاں کہاں تلاش کروں تو سرکار نے ارشاد فرمایا:

''عند علم ابی حنیفہ۔ یعنی ابوحنیفہ کے علم کے نزدیک تلاش کرو۔''

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں ہم حاضر تھے کہ ناگہاں سرکار پر سورۃ جمعہ کا نزول ہوا، جب آپ نے سورۃ جمعہ کی آیت ''و آخرین منہم لما یلحقو بھم'' کی تلاوت فرمائی تو آپ سے عرض کیا گیا کہ حضور! تلاوت کردہ آیت میں آخرین سے مراد وہ کون شخصیتیں ہیں کہ جنھوں نے اب تک ہم سے ملاقات نہیں کی، صحابۂ کرام کے اس سوال پر سرکارِ ابد قرار ﷺ نے کوئی جواب مرحمت نہیں فرمایا پھر آپ سے سوال کیا گیا تو بھی آپ خاموش رہے، جب بار بار مذکورہ سوال دہرایا گیا تو آپ نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر دستِ مقدس رکھ کر بڑے محبت آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا:

''لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھولاء۔ یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اسے ضرور پالیں گے۔''

مذکورہ حدیث پاک میں رجال من ھولاء سے مراد

حضرت امام اعظم ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر مکّی علیہ الرحمہ نے امام سیوطی علیہ الرحمہ کے بعض شاگردوں کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے۔

امام اعظم کی قدرومنزلت میں مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس دعاؤں کو خاصا دخل ہے، جب آپ کے والد گرامی کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے دادا حضرت نعمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہ میں آپ کو دعا کے لیے لے گئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی اولاد کے حق میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا فرمائی نیز کئی بشارتیں دیں، حضرت اسمٰعیل بن حماد کے قول کے پیشِ نظر حضرت علی کی دعاؤں اور بشارتوں کی کماحقہ مصداق حضرت امام اعظم کی ذات گرامی بنی۔

حضرت امام اعظم نے حصولِ تعلیم کے بعد تجارت کے میدان میں قدم رکھا اور آپ نے اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر بڑی قلیل مدت میں اس میدان میں بھی اپنی انفرادی شناخت قائم کرلی۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا کہ جب انسان تجارتی میدا میں اترتا ہے تو اس قدر مشاغل میں گھر جاتا ہے کہ اس کے دینی رجحان، حزم وتقویٰ اور زہد وورع میں بہت حد تک کمی آجاتی ہے اور قدم قدم پر دنیاوی مصروفیات حائل ہوجاتی ہیں لیکن امام اعظم کا طرۂ امتیاز تھا کہ آپ نے تجارتی ہما ہمی کے باوجود اپنے تقویٰ میں ذرہ برابر بھی کمی آنے نہیں دی اور رفتہ رفتہ آپ کو دنیاوی امور سے شدید ترین نفرت ہونے لگی پھر آپ نے خلوت گزینی و گوشہ نشینی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ ہمہ وقت دنیا ومافیہا سے بے خبر خداوند قدوس کی یاد میں منہمک ومستغرق رہنے لگے۔ لیکن خداوند قدوس کو یہ کب گوارا تھا کہ مستقبل کے امام کے فیوض وبرکات سے خلق اللہ یکسر محروم رہ جائے۔

چنانچہ ایک بار امام اعظم محوِ خواب تھے۔ بخت بیدار ہوا، تقدیر کا ستارا چمکا، سرور کائنات ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، سرکار نے عالم رویا میں ارشاد فرمایا، اے ابوحنیفہ! اللہ تعالیٰ نے تجھے میری سنتوں کی ترویج واشاعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ لہٰذا تم دنیا سے اپنی توجہ نہ ہٹاؤ۔ پھر کیا تھا سرکارِ ابد قرار ﷺ کے ارشاد کے فوراً بعد امام اعظم نے مزید حصولِ تعلیم کے لیے خود کو وقف کردیا۔

آپ کی شانِ علمی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے چار ہزار اساتذہ سے اس قدر استفادہ کیا کہ آپ کا مقدس سینہ علم وعرفان کا لازوال گنجینہ بن گیا، پھر آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق میں گزاردی اور ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ دنیا آج تک ان کی تمثیل پیش کرنے سے قاصر ہے اور تا قیامت قاصر رہے گی، جہاں تک آپ کی علمی کارکردگی کا تعلق ہے، اس امر کا ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے کہ آپ کے سامنے سب سے پریشان کن مسئلہ جو حائل تھا وہ تھا وضع حدیث کا سنگین مسئلہ، واضعین نے احادیث نبویہ پر بے جا تصرف کر کے اختلاطِ فاحش پیدا کردیا تھا، آپ نے اپنی علمی بصیرت سے ان موضوع حدیثوں کو الگ کیا اور تدوینِ فقہ کی اشد ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس اہم امر پر ہمہ تن مصروف ہوگئے، بلاشبہ آپ کی تدوینِ فقہ پوری ملت اسلامیہ پر ایک ناقابلِ فراموش احسان ہے، پوری دنیا تا قیامت آپ کے اس بے مثال ایثار کی مرہونِ منت رہے گی، بھلا کیوں نہ ہوا گر آپ ہمیں فقہ کے انمول ذخائر عطا نہ کرتے تو ہماری اسلامی زندگی اجیرن بن کر رہ جاتی اور قدم قدم پر ہمیں منہ کی کھانی پڑتی۔

میں نے مضمون کا عنوان ''انوکھا امام'' رکھا ہے، دراصل جب ہم امام اعظم کی زندگی کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کے ہر ہر وصف میں ایک انوکھا پن محسوس ہوتا ہے، خواہ آپ کی ذہانت وفطانت ہو یا آپ کی علمی تمکنت، فقہی بصیرت ہو یا عبادت وریاضت، خشیتِ الٰہی ہو یا حاضر جوابی، یہی وہ انوکھا پن ہے جو آپ کو اپنے معاصرین اور دیگر ائمہ کرام سے ممتاز ومنفرد کردیتا ہے، تبھی تو آپ کے بے مثال اوصافِ کمالیہ کو دیکھ کر برملا زبان پکار اُٹھتی ہے۔

لقد زان البلاد و من علیها
امام المسلمین ابو حنیفة

باحکام و أثار و فقه

كأيات الزبور علی صحيفة

آپ کی عقل و دانائی اور فہم و فراست پر حضرت علی بن عاصم کا قول قابلِ ذکر ہے فرماتے ہیں: اگر حضرت ابو حنیفہ کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جائے تو آپ کی عقل کا پلّہ بھاری رہے گا۔"

آپ کی فقہی بصیرت کے سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن مبارک قسمیہ فرماتے ہیں: واللہ ہم نے کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو فقہ میں آپ سے زیادہ بالغ النظر ہو۔"

رہی آپ کی عبادت تو اس پر اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہوگی کہ آپ رات کی نماز میں ایک رکعت میں مکمل قرآن ختم کرتے، یہی وجہ ہے کہ حضرت یحیٰ بن ایوب زاہد کا قول ہے کہ وہ متبرک جگہ جہاں امام اعظم کا وصال ہوا وہاں آپ نے سات ہزار ختم قرآن کیا تھا، جب آپ کا قیام مکّہ مکرمہ میں ہوتا تو رات کی شاید ہی کوئی ساعت ہوتی کہ جس میں آپ کو طواف کی حالت میں نہ پایا جاتا۔

آپ کے قلبِ اقدس میں خشیتِ الٰہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک بار نمازِ عشاء میں امام نے "اذا زلزلت الارض" سورت کی تلاوت کی تو امام اعظم کا سینہ ہیبت قیامت سے دہل گیا اور آپ پہ ایسی رقت طاری ہوئی کہ صبح تک آنکھیں اشک بار ہیں اور آپ اپنی داڑھی مبارک پکڑے یوں کہہ رہے تھے: اے ذرّہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور ذرّہ بھر برائی کا سخت بدلہ دینے والے اپنے بندے نعمان کو آگ کے عذاب سے بچالے۔"

یہ خشیت الٰہی کی زندہ مثال نہیں تو پھر کیا ہے کیوں کہ جو شخص عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتا ہو، جو ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتا ہو اور جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت و ریاضت کی خوشگوار فضا میں گزرتا ہو کیا اس کے لیے جنت کی بہاریں اپنی پلکیں نہ بچھاتیں مگر پھر یہ آہ و بکا کیسی؟ تو یہ بات ماننا پڑے گی کہ آپ کے اندر خوفِ خدا کا ایسا عنصر غالب تھا کہ "اذا زلزلت الارض" میں قیامت کی ہیبت ناکی کو سنتے ہی آپ لرز اٹھے اور پوری رات خداوند قدوس کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرتے رہے، آپ کی گریہ و زاری کا یہ عالم تھا کہ جب آپ بطریق الحاح بارگاہِ خداوندی میں آہ و فغاں کرتے تو پڑوسیوں پہ بھی رقت طاری ہو جاتی اور سارے پڑوسی آپ کے حالِ زار پر رحم کرتے۔

آپ کے اوصافِ کمالیہ کی یہ بھی ایک مابہ الامتیاز حیثیت ہے کہ جب آپ نے بارگاہِ رسالت میں حاضری دی تو آپ نے فرمایا: السلام یا سید المرسلین تو روضۂ اطہر سے جواب آیا: وعلیك السلام یا امام المسلمین۔ جسے بارگاہِ مصطفیٰ سے امام المسلمین جیسے مقدس خطاب سے نوازا گیا ہو اس کی شان وعظمت پر قلم کیا جسارت کرسکتا ہے۔

آئیے ہم ان مسلّم صاحبِ وقار اکابر ملت کے زریں اقوال اور قابلِ قدر تاثرات پیش کریں تا کہ امام اعظم کی مزید خوبیاں اور انوکھا پن واشگاف ہو جائے۔

امام اعظم برائے حج و زیارت مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، جب کعبہ میں آپ کو امام جعفر صادق سے شرفِ لقا حاصل ہوا تو آپ نے بڑھ کر مصافحہ و معانقہ کیا، امام جعفر صادق نے بھی آپ کو فرطِ محبت میں اپنے سینے سے لگا لیا، آپ کی اور آپ کے خدّام کی خیریت دریافت فرمائی۔ امام اعظم نے بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیا اور آگے بڑھ گئے۔ آپ کا آگے بڑھنا ہی تھا کہ امام جعفر صادق سے آپ کے کسی خادم نے پوچھا اے شہزادۂ رسول! آپ نے جس شخص سے مصافحہ و معانقہ کیا ہے کیا آپ ان سے متعارف بھی ہیں؟ امام جعفر صادق نے فرمایا تم عجیب و غریب بات کرتے ہو کہ جس شخص کے خدّام تک کی میں نے خیریت دریافت کی ہو پھر اسے نہ پہچاننے کا کیا سوال، اگر تم ان کے تعارف سے نا آشنا ہو تو بغور سنو یہ شخص کسی معمولی شخصیت کا حامل نہ تھا بلکہ یہ شہر کوفہ کا تاجدارِ فقہ تھا، واضح رہے کہ کوفہ آپ کے عہدِ پاک میں اسلام کا عظیم ترین علمی مرکز مانا جاتا تھا۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ امام شافعی کو امام اعظم سے کس قدر والہانہ عقیدت تھی۔ جب کسی مسئلہ میں آپ کو الجھاؤ

اسلاف و اخلاف

محسوس ہوتا تو آپ امام اعظم کی بارگاہ میں رجوع کرتے تو آپ کی الجھن دور ہو جاتی اور مسئلہ کا حل نکل آتا، تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جب امام شافعی امام اعظم کے دیار میں پہنچتے تو بجائے اپنے مذہب کے امام اعظم کے مذہب پر عمل کرتے، آپ کے اس عمل کو دیکھ کر لوگوں نے کہا حضور! آپ کا یہ فعل تو آپ کے مذہب کے معارض ہے۔ اس پر امام شافعی بصد افتخار جواب دیتے کہ اتنے بڑے امام کی بارگاہ میں پہنچ کر مجھے اپنے مذہب پر عمل کرنے میں ندامت محسوس ہوتی ہے۔ یہی جلیل القدر امام شافعی ہیں امام اعظم کے مناقب میں ارشاد فرماتے ہیں:

”لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لا یتبحر فی الفقة۔
یعنی کوئی شخص حضرت ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیے بغیر فقہ میں کمال حاصل نہیں کرسکتا۔“

آپ نے امام اعظم کی محبت میں سرشار ہو کر یہ بھی ارشاد فرمایا: هو المسك ما کررتهٗ تتضوع۔ یعنی امام اعظم کی ذات گرامی مشک وعنبر سے کم نہیں جتنا تم ان کا ذکر جمیل کرو گے اتنے ہی مشک بار ہو جاؤ گے۔

اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے عظیم کارناموں میں تدوینِ فقہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے تراسی ۸۳ رہزار مسائل بیان فرمائے، سچ فرمایا خطیب خوارزمی نے کہ اگر حضرت ابوحنیفہ کا وجود نہ ہوتا تو لوگ گمراہی اور جہالت کی تیرہ وتار وادیوں میں ہراساں بھٹکتے رہتے، یہ امر مبنی بر حقیقت ہے کہ امام اعظم کی شان میں جو کچھ لکھا جائے کم ہے۔ تبھی تو صاحب جامع الاصول فرماتے ہیں کہ اگر ہم حضرت ابوحنیفہ کے فضائل ومناقب بیان کرنا چاہیں تو دفاتر لکھنے کے باوجود اپنے اصل مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑی بڑی شخصیتوں کا وجود دنیا کی نگاہوں میں کھلتا ہے اور عاقبت نااندیش دنیا دار انہیں گوناگوں مظالم کا شکار بناتے ہیں اور انہیں بے پناہ اذیتوں میں ڈال کر خداوند قدوس کے اشد عذاب کے مستحق ہوتے ہیں، وقت کے عظیم وجلیل امام کے ساتھ بھی خلیفہ منصور نے ناگفتہ بہ برتاؤ کیا اور انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔

چنانچہ خلیفہ منصور نے آپ کو منصبِ قضا سنبھالنے کی دعوت دی تو آپ نے انکار فرمایا نتیجتاً ظالم نے امام المسلمین کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا اور روزانہ آپ کے جسم اقدس پر دس دس درّوں کی برسات کی جاتی تھی۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ آپ کا آب ودانہ بھی بند کر دیا گیا۔ لیکن وقت کے عظیم امام نے ان سارے مصائب کو خنداں پیشانی کے ساتھ جھیلا اور کبھی صبر و شکیب کا دامن نہیں چھوڑا۔ امام اعظم ایک روز خداوند قدوس کی بارگاہ میں انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ عرض گزار ہوئے مولا! اب بے قراری بڑھتی جا رہی ہے تو مجھے لذتِ وصال سے آشنا فرما، امام کی زبان سے یہ جملہ صادر ہونے کے چند روز بعد ۴ رشعبان المعظم ۱۵۰ھ کو آپ نے دارِفانی کو خیرآباد کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصالِ پُرملال کے خبر پھیلتے ہی پوری دنیائے اسلام میں کہرام مچ گیا، چاروں طرف سے آہ وفغاں کی صدائیں بلند ہونے لگیں، جس نے بھی یہ خبر جانکاہ سنی وہ غم سے نڈھال ہو گیا حد تو یہ تھی کہ تابعین، محدثین، فقہاء بھی اس خبر جاں گسل کی تاب نہ لا کر سرد آہیں بھرنے لگے اور اپنی زبان سے بے ساختہ پکار اٹھے کہ آہ! آج کوفہ میں اندھیرا چھا گیا، دنیائے اسلام یتیم ہو گئی اور آج سب سے بڑا عالم جاتا رہا۔ ان بزرگوں کے مذکورہ اقوال کی صداقت امام اعظم کی تدفین کے بعد آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو گئی، چنانچہ آپ کی قبر انور سے یہ صدا مسلسل تین رات تک فضا میں گونجتی رہی:

”ذهب الفقه فلا فقیهلکم فاتقوا اللہ۔ فقہ چلا گیا اب تمہارے لئے فقیہ نہ رہا تو اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔“

اور یہی آواز آپ کے جلالِ علم اور شانِ تقویٰ پر مہر ثبت کر گئی اور ظالموں کے دلوں پر ہتھوڑے چلاتی رہی۔

بأن الناس فی فقه عیال
علی فقه الامام ابی حنیفه

◆◆◆

از: مولانا محمد نثار احمد مصباحی*

## حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی علیہ الرحمہ

# ایک مختصر سوانح حیات

یادرفتگاں

**حضرت** حافظ محمد بشیر احمد نعیمی ولد محمد ابراہیم انصاری کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۹۳۰ء میں آبائی وطن اونڑھا، بلاک گرکھا ضلع چھپرہ بہار میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اونڑھا کے مکتب ہی میں ہوئی، مزید تعلیم وتربیت سارن کمشنری کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم نعیمیہ صاحب گنج چھپرہ میں ہوئی۔

حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی علیہ الرحمہ ایک دین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ان والد محمد ابراہیم صاحب بہت ہی نیک سیرت انسان تھے، یہی وجہ تھی کہ شادی کے بعد بھی مزید حصول علم کیلئے دارالعلوم نعیمیہ میں آپ کا داخلہ کرایا، ایک میلاد شریف کی محفل میں حضور نعمت العلماء سے ملاقات ہوئی، حضور نعمت العلماء کی نگاہ فیض نے حضرت حافظ محمد بشیر احمد نعیمی کی زندگی بدل دی، حضور نعمت العلماء علیہ الرحمہ اپنے ساتھ دارالعلوم لائے اور درجۂ حفظ میں داخلہ فرمالیا، سرکار نعمت العلماء کی خصوصی توجہ رہی جس کی وجہ سے بہت ہی کم وقت میں حافظ قرآن بن گئے ،حضور نعمت العلماء نے اپنے مقدس ہاتھ سے دستار حفظ باندھی اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

دستار حفظ کے بعد دارالعلوم نعیمیہ میں شعبۂ ناظرہ کے معلم بنائے گئے، کچھ دنوں کے بعد دارالعلوم نعیمیہ کی شاخ ستجوڑہ پکڑی میں بحیثیت امام ومدرس خدمت کے لئے حضور نعمت العلماء نے بھیج دیا، وہاں تقریباً ۵؍سالوں تک دینی خدمات انجام دیئے، یہ بتادوں کہ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں آزادی کا جشن منایا جارہا تھا اور چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں کیونکہ تقسیم ہند کا عمل بھی وجود میں آچکا تھا، ہجرت کرنے والے دونوں طرف سے محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں سرگرداں تھے، حضرت حافظ محمد بشیر احمد نعیمی نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔

زندگی میں کبھی ایسا مرحلہ آجاتا ہے کہ انسان دوسرے کے زیر اثر غلط فیصلہ لے لیتا ہے جس کی وجہ سے زندگی پریشانی میں مبتلا ہوجاتی ہے، مرحوم بھی اسی کے شکار ہوئے، ۱۹۷۰ء میں اپنی زمین اور مکان فروخت کر کے پوربی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش کے لیے ہجرت کر گئے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد بہت بڑی پریشانی میں گھر گئے، کیونکہ وہاں بنگلہ دیش کی آزادی کی جنگ چل رہی تھی، اب حضرت کے سامنے ایسے مسائل پیدا ہوئے کہ زندگی دوراہے پہ ٹھہر گئی، قوت فیصلہ جواب دینے لگی لیکن وہ تنہا اس کرب میں مبتلا نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ ایک بڑی جماعت تھی، حضرت کے اہل خانہ سے ان کی والدہ، اہلیہ محترمہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی مہاجرین میں شامل تھے، جنگ کے دوران بم اور بارود کے پرشور ہنگاموں میں زندگی گزارنے کے لیے سکون کا آشیانہ تلاش کرنا بہت دشوار تھا۔

اجنبی ملک، اجنبی لوگ، اجنبی زبان اور پورے ملک میں جنگ کا ماحول! ہر چہرہ پریشان، بھاگتی دوڑتی زندگی، بکھری ہوئی لاشیں، جلتے ہوئے مکانات، ہر طرف انقلاب کے بلند ہوتے ہنگامہ خیز نعروں کے بیچ ایک مہاجر کی صدا کون سنتا، قافلے کے لوگ دھیرے دھیرے اپنے اپنے نشیمن کی تلاش میں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے، سالار قافلہ مفقود الخبر ہوگیا، جنگ کے ایام میں کھانے پینے کی اشیا بہت مہنگی ہوجاتی ہیں، ایسے حالات میں حضور حافظ محمد بشیر احمد نعیمی صاحب کے سامنے کئی طرح کے مسائل پیدا ہوگئے، سامان سفر زادراہ سب ختم ہونے لگے۔

جس کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے، وہ خود مفلوک الحال تھا، بارود سے لپٹی ہوئی مسموم ہواؤں نے حضرت کے معصوم بچوں کے چہرے سے تازگی چھین لی تھی، تقریباً دس دنوں تک

مستقل پناہ گاہ کی تلاش میں سعی پیہم کرتے رہے،لیکن غیر منظم حالات کے پیش نظر کوئی محفوظ ٹھکانہ نہ ملا، جب بیٹا تھک ہار جاتا ہے توسکون ماں کے آنچل میں ہی میسر ہوتا ہے، بیٹے کا اداس چہرہ دیکھ ماں گھبرائی ہوئی آواز میں بولی: بیٹا بشیر چلو واپس چلتے ہیں، ہمیں ہندوستان کی مٹی آواز دے رہی ہے، اپنوں سے بچھڑنے کا غم برداشت نہیں کر پا رہی ہوں، پھر دیار غیر میں اپنا کس کو سمجھوں اور پتہ نہیں یہ جنگ کب تک چلے گی، بعد میں کہیں سرحد بند ہوگئی تو واپسی بھی مشکل ہو جائے گی، ۱۵/دنوں تک غیر آزاد بنگلہ دیش میں قیام کے بعد مہاجرین کا یہ مبارک قافلہ ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوجاتا ہے۔

ہندوستان کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد ایک سوال نے ان کا استقبال کیا کہ جاؤ گے کہاں؟ اپنے نشیمن پر توکسی اور کا بسیرا ہو گیا تھا، اپنی زمین تو کسی اور کے لئے دانہ اگانے لگی تھی، اب ایک مہاجر نہیں بلکہ ایک ایسا مسافر کلکتہ جانے والی سڑک پر پیدل چل رہا تھا،جس کا سامان سفر لٹ چکا تھا، ساتھ میں معصوم بچے تھے، شریک حیات تھیں اور حوصلوں کو پرواز کی قوت دینے والی ماں تھی، ایک طویل سفر کے بعد صبح کے وقت کلکتہ کی زمین کو حضرت حافظ محمد بشیر احمد نعیمی صاحب کے قدموں کو بوسہ لینے کا شرف حاصل ہوا۔

کلکتہ اس شہر کا نام ہے جو ہمیشہ مسکرا کر مسافروں کا استقبال کرتا ہے، وہاں کی فضاؤں میں اخلاق، مروت اور ہمدردی کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے، کلکتہ اپنی بلند ترین عمارتوں اور وسیع میدانوں کی وجہ سے نہیں بلکہ غریب پروری اور انسان شناسی کی وجہ سے دنیا میں متعارف ہے، حضرت کی اہلیہ نے مشورہ دیا کہ یہاں میری بہن رہتی ہے چلئے وہاں چند روز قیام کرتے ہیں، اس کے بعد جو آپ کا فیصلہ ہوگا اس پر عمل کریں گے۔

عروس حیات کو خوداری کے زیور سے آراستہ کرنے والی شخصیت خود کو بہت دنوں تک دوسرے کے دسترخوان کی زینت نہیں بنا سکتی تھی، ایک ہفتہ اپنے ہم زلف، ہم داماں کے گھر قیام کرنے کے بعد چھپرہ کے لئے رخت سفر باندھ لیا، حالات نے چہرے کی چمک چھین لی تھی، لیکن پیشانی پر خدا کی مرضی پر راضی ہونے کا یقین چمک رہا تھا، سفر میں ماں ساتھ ہو تو مشکلیں بھی مشکلوں میں پڑ جاتی ہیں، طوفان بھی راستہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، تین دنوں کے بعد یہ قافلہ اونڑھا گاؤں میں پہنچا، لوگوں کا ہجوم آ گیا، سب کی زبان سے ہمدردی کے الفاظ نکل رہے تھے لیکن نہ کسی کے دل کا دروازہ کھل سکا نہ مکان کا دروازہ! جس سے مکان فروخت ہوا تھا اس نے واپسی سے انکار کر دیا۔

اہالیان اونڑھا کو یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی کہ یہی نوجوان حافظ قرآن کل قوم کی تاریک راہوں میں جگہ جگہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کرے گا، جس کی چمک شدت کے ساتھ اس گاؤں میں بھی محسوس کی جائے گی، آج بھی بستی کی بے زبان مٹی اپنے وجود پر ماتم کر رہی ہے، وہاں کی فضائیں آج بھی ان کی جدائی کا مرثیہ گا رہی ہیں، حضرت کی آمد کی خبر پورے علاقے میں خوشبو کی طرح پھیل چکی تھی، ہر شخص کے چہرے پر خوشی تھی لیکن فکر کی پیشانی پر ایک سوال تھا کہ حضرت اب کہاں قیام پذیر ہوں گے؟ سب کچھ تو بک چکا ہے۔

بہت سے صاحب حیثیت لوگ اس انتظار میں تھے کہ حافظ بشیر احمد اپنی بے بسی کے آنسو ان کی دہلیز پر نچھاور کرتے ہوئے جائے سکونت کی فریاد کریں گے، لیکن حضور نعمت العلماء کی بارگاہ کا فیض یافتہ ایک غیرت مند باپ کے بیٹے کی حمیت نے دست سوال کی اجازت نہ دی، خدا کی ذات پر یقین رکھنے والوں کو تو سمندر بھی پناہ دیتا ہے، پہاڑ اپنا سینہ چیر کر ان کی راہوں میں دودھ کی ندیاں بہا دیتا ہے، خاردار وادیاں ان کے لئے گلاب کے باغوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں، جو رب زیرِ آب ذی روحوں کو قرار دیتا ہے، وحوش وطیور کو آشیانہ عطا کرتا ہے، وہ اپنے اس بندے کو کیسے بے ٹھکانہ چھوڑ دیتا جس کے سینے میں قرآن مقدس کی برکتیں لپٹی ہوئی تھیں؟

حضرت الحاج محمد بشیر احمد نعیمی جب اونڑھا میں اپنے فروخت شدہ مکان کو حسرت و یاس کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس بستی سے نکلے تو اولہن پور جو کثیر مسلم آبادی پر مشتمل قصبہ ہے، اس نے

حضرت کے لئے اپنا دامن پھیلا دیا، حضرت ہجرت سے پہلے اسی بستی میں قوم کے بچوں کو دینی تعلیم دے کران کے قلوب کو قرآن مقدس کی تجلیوں سے معمور کر رہے تھے، ایک ایسے عظیم شخص نے ان کے لئے اپنے مکان کا ایک بڑا حصہ خالی کر دیا جس شخص کی نسبت اس گھر سے تھی جس گھر سے آج تک کسی نے ''لا'' اور ''ما'' کی آواز نہیں سنی۔

ایک آل رسول سید شمس الضحیٰ صاحب نے حضرت حافظ بشیر احمد سے کہا کہ جب تک آپ کا اپنا ذاتی مکان تعمیر نہ ہو جائے آپ اپنے بچوں کے ساتھ اس گھر میں قیام فرمائیں، اس سچائی سے انکار کی مجال نہیں کہ امیروں کے دروازے بند ہو سکتے ہیں لیکن سیدہ زہرا کے بیٹوں کے دروازے پوری دنیا کے بے بسوں اور مظلوموں کے لئے ہمہ وقت کھلے رہتے ہیں ۔

ہر در پہ طلب گار کو عزت نہیں ملتی
ملتی ہے تو پھر حسب ضرورت نہیں ملتی

زہرا کے دلاروں نے ہمیں جتنا دیا ہے
دنیا میں کہیں اتنی محبت نہیں ملتی

سید شمس الضحیٰ صاحب کی فیاضی اور حسن مروّت کی وجہ سے غیر معلوم منزل کی تلاش میں سفر کرتی زندگی کو قرار حاصل ہوا، چہرے پر مسرت کی لکیریں نمایاں ہوگئیں، سید صاحب کے اس خلوص کو دیکھنے کے بعد حضرت کی زبان تو کچھ نہیں کہہ سکی لیکن آنسوؤں کے سیلاب نے تشکر کے حق ادا کر دیئے، معصوم بچوں کے غمگین چہرے کھل اٹھے، ماں کے ہاتھ فضائے بسیط میں دعا کے لیے دراز ہو گئے، اہلیہ محترمہ کی آنکھیں جو اپنے بچوں کی فکر میں خشک ہو چکی تھیں، کبھی نہ سوکھنے والے جھرنے کی طرح امتنان کے آنسو بہانے لگیں۔

زمین و مکان بک جانے کا غم، ہجرت کا ایک ناکام سفر میں تبدیل ہو جانے کا احساس اور سفر کی دشواریوں نے حضرت کو اندر سے کمزور کر دیا تھا، سید صاحب نے حضرت کے کنبے کے لئے اپنے دسترخوان کو وسیع کر دیا تھا لیکن حضرت کی غیرت نے ضروریات زندگی کی فراہمی کیلئے توانائی عطا کر دی، دو روز کے آرام کے بعد جب تھکن کے آثار پیشانی سے معدوم ہوئے تو مخزن فیض وعطا مشفق و مہربان اپنے مرشد و استاذ حضور نعمت العلماء علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے دار العلوم نعیمیہ چھپرہ تشریف لے گئے، اپنے چہیتے شاگرد کو سامنے دیکھ کر حضور نعمت العلماء نے گلے سے لگا لیا، حضرت حافظ بشیر احمد صاحب کی آنکھیں ساون بن گئیں، ہچکیوں نے غم کے سارے فسانے سنا دیئے، حضور نعمت العلماء کی ہمدردی کے ایک جملے نے سارے زخموں پر مرہم رکھ دیئے، بشیر ہم ہیں نہ آنسو نہ بہاؤ۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب کے بیاض حیات پر حضور نعمت العلماء کی کرم فرمائیوں کے اتنے نقوش مرتب ہیں کہ احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے، حضور نعمت العلماء نے جس پر نظر عنایت ڈال دی کامیابی اس کے قدموں کی اسیر بن گئی، اللہ تعالیٰ نے حضور نعمت العلماء کو اہل سارن کے لئے عظیم نعمت کی شکل میں عطا فرمایا تھا، جنہوں نے قلب شہر میں دار العلوم نعیمیہ کا قیام کر کے جہالت کے سینے پر علم و عرفان کا چراغ روشن کیا تھا، آج بھی اس چشمۂ علم سے تشنگان علوم سیراب ہو رہے ہیں۔

سارن کے مضافات میں مختلف مقامات پر دار العلوم کی شاخیں قائم کر کے پورے علاقے میں شعور و آگہی کی قندیلیں فروزاں کیں، راقم الحروف حضور نعمت العلماء کی حیات مبارکہ پر تقریباً ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی مقالہ تیار کر چکا ہے، دعا فرمائیں کہ یونیورسٹی میں قبول کر لیا جائے اور مجھے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل ہو جائے، حضرت حافظ محمد بشیر احمد نعیمی صاحب جب حضور نعمت العلماء کی پناہ میں پہنچ گئے تو غم و آلام کی ساری زنجیریں کٹ گئیں، کامیابی و سرفرازی کے افق پر عطائے نعمت بن کر چمکنے لگے، حضور نعمت العلماء نے اپنی شفقتوں کے سائے میں رکھ کر ایسا خطیب بنا دیا کہ خطابت ان کے مطاف سخنوری کا طواف کرنے لگی، حضرت حافظ محمد بشیر احمد نعیمی قوم کا عظیم سرمایہ اور ضرورت بن گئے۔

اسی درمیان اولہن پور شاہی مسجد کی کمیٹی کے ممبران نے حضور نعمت العلماء سے التماس کی کہ حضرت کو شاہی مسجد کا امام وخطیب

یادرفتگاں

یادرفتگاں

منتخب فرمادیا جائے، حضور نعمت العلماء نے درخواست قبول فرمالی اور حضرت کو شاہی مسجد کا امام بنا کر روانہ فرمادیا، اولہن پور قصبہ اپنی متعدد خصوصیات کی وجہ سے ضلع میں امتیازی مقام رکھتا ہے، اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہاں مغلیہ سلطنت کے عظیم شہنشاہ شاہ جہاں کے عہد کی تعمیر کردہ شاہی مسجد ہے جس کی دیواروں کی مضبوطی تعمیر کرنے والوں کے ایمان کی مضبوطی کی بھی نشاندہی کرتی ہے، طوالت کے خوف سے اس کی تاریخی حیثیت سے صرف نظر کر رہا ہوں۔

حضور نعمت العلماء نے حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب کو غموں کے ہجوم سے نکال کر شاہی مسجد کے منبر ومحراب کی زینت بنا دیا، دھیرے دھیرے زندگی معمول پر آنے لگی، امامت اور بچوں کو درس دینے کے بعد فکر نعمت کی ترجمانی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لئے علاقے کا دورہ بھی کرنے لگے، حضور نعمت العلماء کا مشن تھا کہ سارن کے ہر مسلم گھرانے میں مذہبی تعلیم کی روشنی پہنچے، ہر زبان پر ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کا ترانہ ہو، ہر دل عشق رسول کی تجلیوں سے معمور ہو، حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب حضور نعمت العلماء کے منشور پر عمل کرتے ہوئے قوم کے ذہنوں پر پڑے ہوئے دینی بیزاری کے دبیز پردوں کو ہٹانے کے ساتھ پیغام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقتوں کا آئینہ دکھانے میں مصروف ہو گئے۔

لیکن عزم وہمت کی آزمائشوں کا دور ابھی ختم نہیں ہوا تھا، مسائل کے کتنے طوفان ان کے حوصلوں کی شمع کو بجھانے کے لئے زندگی کی راہوں میں کھڑے تھے، کئی زندگیوں کے بوجھ کو کاندھے پر رکھ کر مصائب کے بے سمت صحرا میں بھٹکنے والے انسان پر اللہ کا کرم ہوا کہ ٹھہرنے کے لئے آل رسول کا گھر ملا اور رزق کے لئے امامت وخطابت کا عظیم منصب عطا ہوا، تین چار مہینے گزرنے کے بعد ایک دن سید شمس الضحیٰ صاحب نے ایسی خبر سنائی جس کو سننے کے بعد حضرت اس ستارے کی مانند اداس ہو گئے، جس کی روشنی اچانک سلب کر لی گئی ہو۔

سید صاحب نے کہا کہ حضرت میں چند دنوں میں پاکستان ہجرت کرنے والا ہوں، اپنا مکان اپنے بھائی کے حوالے کر کے جا رہا ہوں، میرے بعد بھی آپ اس گھر میں قیام کر سکتے ہیں، کوئی تکلیف نہیں ہوگی، میرا بھائی آپ کا خیال رکھے گا، لیکن حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب کے لئے اس محسن کی جدائی کا غم برداشت کرنا بہت ہی مشکل کام تھا، اس نئے غم نے دل پر گہرا اثر ڈالا، پھر سے حضرت کو تقدیر اس جگہ لا کر چھوڑتی ہے جہاں نہ کوئی ہمدم ہے نہ ہمراز ہے، صرف بے سروسامانی ہے اور اضطراب کی کیفیت ہے، مستقبل منتشر خوابوں کی طرح ہے اور ماضی کے اوراق غربت وافلاس اور مصائب کے فسانوں سے بھرے پڑے ہیں۔

دس سال کی عمر تھی تو شفقت پدری سے محروم ہو گئے، ابھی بازو اتنے مضبوط نہیں ہوئے تھے کہ باپ کا جنازہ اٹھا سکیں، آنکھوں میں بصارت کی اتنی قوت نہیں تھی کہ ماں کی کلائیوں کی ٹوٹتی ہوئی چوڑیوں کا منظر دیکھ سکیں، یتیمی نے بچپن کی مسکراہٹیں چھین لی، ایک دس سال کے بچے کے سامنے ماں کی پیشانی پر غم کی لکیریں نمودار ہو گئیں، تین بہنوں کے چہرے بجھ گئے، زندگی مشکلات کی تصویر بن گئی، ماں اور تین بہنوں کی کفالت کے احساس نے عنفوان شباب سے پہلے ہی جوان بنا دیا، تلاش رزق کی مجبوریوں نے مکتب کی تعلیم سے آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی، غربت کی زنجیر سے آزادی کے لیے ایک معصوم زندگی مسلسل جنگ لڑنے لگی۔

دکھوں کی بھیڑ میں ہنسنا ہنسانا بھول جاتی ہے
غریبی روتے روتے مسکرانا بھول جاتی ہے

جاری.........

از: مفتی محمد راحت خان قادری*

# رضویات کا ایک مخلص خادم

یادِ رفتگاں

**صاحبزادہ** حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمہ (ولادت ۲۷؍جمادی الاولی ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۶؍جولائی ۱۹۳۹ء بروز اتوار، وفات ۳۰؍جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶؍جنوری ۲۰۲۰ء بروز اتوار) نے اسلام و سنیت خصوصاً فروغِ رضویت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے جس کے سبب آپ موجودین ومعاصرین میں نمایاں مقام کے حامل تھے۔

سال نامہ/ ماہ نامہ ''معارفِ رضا'' کراچی، پاکستان کے آپ ایک طویل عرصہ تک ایڈیٹر رہے مجھے نہیں لگتا کہ اس وقت سنی صحافت کے اُفق پر کوئی اِس نوعیت کا ایسا مذہبی و مسلکی رسالہ ہو کہ جس کے ایڈیٹر نے اتنے طویل عرصہ تک اتنی خوش اسلوبی سے متنوع مضامین کے ساتھ اس فرض کو ادا کیا ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کی ہمہ گیر مذہبی وملی خدمات کو عام کرنے کے لیے بہت سے لوگوں نے تن من دھن سے کوششیں کیں اور اپنی زندگی کے اہم حصہ کو اسی مذہبی مقصد کی بجا آوری کے لیے صرف کر دیا، سید صاحب قبلہ بھی انہیں مخلص شخصیات میں سے ایک ہیں، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے مختلف عہدوں پر فائز رہ کر خدمت کرتے رہے، یونیورسٹیز میں اعلیٰ حضرت پر ریسرچ کرنے والوں پر آپ نے خاص دھیان دیا، اُن کی ہر زاویے سے مدد کی یہاں تک کہ بہت سے حضرات کو ہزاروں کی مفت کتابیں ارسال فرمائیں تا کہ وہ اعلیٰ حضرت پر پی. ایچ. ڈی وغیرہ مکمل کر سکیں۔

میری نظر میں ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے موجودین علما میں آپ کی ذات ہی ایسی ہے جس نے ان تینوں ملکوں کو نہایت ہی قریب سے اپنا گھر ہونے کی حیثیت دیکھا اور سمجھا، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ہندوستان کے مشہور شہر بنارس (اتر پردیش) میں ہوئی، بچپن بھی یہیں گزرا، ابتدائی دینی تعلیم بھی یہیں حاصل کی، لڑکپن سے لے کر جوانی تک کا زمانہ بنگلہ دیش میں گزرا، تعلیم وتربیت بھی یہیں کے مختلف مقامات پر حاصل فرمائی اور زندگی کی ۲۵؍بہاریں مکمل کرنے کے بعد پاکستان کے شہر کراچی تشریف لائے۔

پاک وہند کے بہت سے علماو مشائخ کرام (کثر اللہ سوادہم) بنگلہ دیش کے تبلیغی وتقریری دورے فرماتے رہتے ہیں۔ آپ نے بھی ۲۰۰۳ء سے ۲۰۱۰ء تک بنگلہ دیش کے تقریباً ۱۰؍دورے فرمائے ہیں جس کے اثرات آج بھی بنگلہ دیش کے مفکرین ومحققین، علما وطلبا، جامعات ومدارس، کالجز اور یونیورسٹیز میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

بنگلہ دیش میں آپ کی کوششوں سے تحقیق وتصنیف کے متعدد ادارے قائم ہوئے، امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں قادری، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری، حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفی رضا خاں قادری بریلوی (رحمہم اللہ) وغیرہم علمائے کرام کی پچاس سے زائد تصنیفات کو بنگلہ زبان میں منتقل کیا گیا جس میں آپ کی تحریکات کا وافر حصہ شامل ہے۔ مشہورِ زمانہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے والے حضرت علامہ عبد المنان رضوی چاٹگامی حفظہ اللہ کو آپ نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) کی جانب سے پاکستان مدعو فرما کر گولڈ میڈل سے سرفراز فرمایا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی دینی ومذہبی خدمات پر لکھی گئی درجن اردو اور عربی کتابوں کو بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے منتقل کیا گیا ان میں سے اکثر کا ترجمہ آپ کے انھیں

* مضمون نگار دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی ہیں۔

چند دوروں کا اثر ہے۔ (فروغ رضویات میں علمائے بنگلہ دیش کی خدمات کی تفصیل کے لیے راقم کی کتاب ''امام احمد رضا اور علمائے بنگلہ دیش'' کا مطالعہ فرمائیے)

بنگلہ دیش کی سرزمین پر فروغِ رضویات کے لیے آپ نے اپنی جیبِ خاص سے خطیر رقم دے کر ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کا قیام بنگلہ دیش کی راجدھانی ڈھاکہ میں فرمایا، ''اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن بنگلہ دیش'' کا قیام اگرچہ ۱۹۹۸ء میں ہوا تھا لیکن جب آپ کے پے درپے بنگلہ دیش کے لیے اسفار ہوئے تو فاؤنڈیشن کے کاموں میں نمایاں تبدیلیوں اور ترقیوں نے انقلابی صورت اختیار کرلی، اب اس ادارے کی طرف سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مذہبی وملی اور عصری خدمات پر انٹرنیشنل سیمینار اور کانفرنسوں کو منعقد کیا جانے لگا، ڈھاکہ میں ہی آپ نے ایک ادارہ ''اعلیٰ حضرت ریسرچ انسٹیٹیوٹ'' کے نام سے قائم فرمایا، آپ کی کوششوں اور مالی تعاون سے بنگلہ دیش کے مشہور شہر چاٹگام میں ''اعلیٰ حضرت مسجد'' اور ''اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر'' کا قیام عمل میں آیا۔

آپ نے بنگلہ دیش کے تبلیغی دوروں میں وہاں کی مشہور یونیورسٹیز کا دورہ فرمایا تاکہ وہاں پڑھنے والے طلبہ کو اسلام و سنیت کی طرف خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات کی طرف راغب کیا جاسکے اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ کئی طلبہ نے آپ کی تحریک پر پی. ایچ. ڈی میں اعلیٰ حضرت کی زندگی کے کسی پہلو کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور کچھ آپ کے علمی تعاون کی وجہ سے اسناد حاصل کرنے میں بھی کام یاب ہوئے، یونیورسٹیز اور دیگر عصری ادارات میں کام کرنے والے اسکالرز سے آپ نے ملاقاتیں کرکے اُن سے تبادلۂ خیال کیا اور اُن کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی تحقیقات پڑھنے کی دعوت پیش کی اور ان تک اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کی ترسیل کے لیے راستے تلاش کیے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج بنگلہ دیش میں علما کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیز کے پروفیسر بھی اعلیٰ حضرت کی خدمات پر عربی، انگلش اور دیگر زبانوں میں لکھتے ہیں جس کو ''سال نامہ المختار'' چاٹگام اور دیگر رسائل وجرائد میں دیکھا جاسکتا ہے اور عرسِ رضوی کے موقع پر کچھ اخبارات میں بھی اعلیٰ حضرت پر خصوصی ضمیمے شائع کیے جاتے ہیں۔

بنگلہ دیش میں تعلیمی نظام ابتدائی جماعت سے عالم تک مدرسہ ایجوکشن بورڈ ڈھاکہ کے نصاب کے تحت چلتا ہے اور عالم بنگلہ دیش کی حکومت مس م انٹر کے مساوی ہے اس کے بعد فاضل (مساوی بی. اے) اور کامل (مساوی ایم. اے) کی تعلم عربی اسلامی یونورسٹی کے نصاب کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ تعلیمی نظام ونصاب میں حکومت کی دخل اندازی کے سبب بنگلہ دیش کے مدارس کے طلبہ کی دینی ومذہبی تعلیم وتربیت پر بھی گہرا اثر پڑا ہے اور بہت سے ضروری مضامین نصاب تعلیم سے خارج ہوگئے ہیں، آپ نے مدارس میں دورے فرما کر اُن میں بھی کچھ ترمیمات اور اصلاحات کے نظریہ کو پیش کیا اور بعض مدارس میں جزوی ترمیمات بھی کی گئیں لیکن ان بعض ترمیمات سے دینی و مذہبی وہ فائدہ نہیں ہوسکتا جس کی آپ مدارس کے فارغین علما سے توقع رکھتے تھے، آپ کی صحبت میں کچھ ایام گزارنے والے حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی چاٹگامی حفظہ اللہ کی کوششوں سے باضابطہ درسِ نظامی کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ ''الامین باریہ درس نظامی'' کے نام سے منصۂ شہود پر آیا جس میں کئی سال سے پڑھائی شروع ہوچکی ہے اور ہنوز جماعت رابعہ تک کہ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔

علما میں خصوصیت کے ساتھ نوجوان علما میں آپ نے تحقیقی کام کرنے کی ایک خاص لگن پیدا فرمائی اور کئی محاذ پر گویا کام کرنے کے لیے ایک ٹیم تشکیل دے دی ہوان کو کام میں آسانیاں پہنچانے کے لیے پاکستان سے بہت سے کتابیں، علمی و تحقیقی مقالات مفت میں ارسال فرمائے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نوجوان علمانے بنگلہ دیش کے ہمہ جہت میدانوں اور مختلف زبانوں میں برسہا برس سے چلے آرہے جمود وتعطل کو توڑتے علم وتحقیق اور تحریر وصحافت رفعتوں اور بلندیوں کے اوج ثریا تک لے جانے کے عزم مصمم کے ساتھ مختلف زاویوں سے محنتیں اور کوششیں شروع کردی ہیں۔

◆◆◆

(از: راشد احمد رضوی جامعی*

## امام العلماء علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ

# کچھ یادیں کچھ باتیں

یادِ رفتگاں

حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جس کو شرفِ نسبت حاصل ہوجائے وہ یقیناً مقبول بارگاہ الٰہی ہوجایا کرتا ہے، خلفائے راشدین، اصحاب رسول اور اہل بیت اطہار فلک رشد و ہدایت پر ماہتاب نبوت ورسالت کے پھیلے ہوئے مختلف ماہ وانجم ہیں۔ ایسے ہی جن کا رابطہ ان پاکیزہ اور مقدس طیب وطاہر ہستیوں سے مربوط ہوگیا وہ بھی پاک ومقبول ہو گئے، اس دنیائے روحانیت میں کوئی مرتبۂ ابدال سے شرف یاب ہوا تو کوئی غوثیت جلیلہ کے منصب پر فائز ہوا، ان اہل اللہ کی شان ارفع کو ملاحظہ کیجئے کہ چور بن کر آیا قطب بن کر واپس گیا جن اصحاب امت نے ان اسلاف واخلاف کی غلامی سے فیض حاصل کیا وہ ولی کامل، صاحب کشف وکرامت بزرگ عارف باللہ بن گئے۔

نظام قدرت کے تحت یہ بات عیاں ہے کہ ولی اللہ شہنشاہ اور متصرف حاکم وقت ہوتا ہے، جس کی ظاہری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کا ہاتھ بظاہر تنگ اور خالی ہوتا ہے مگر حقیقت میں نعمت خداوندی سے پر ہوتا ہے، اس کا جسم نحیف وناتواں لگتا ہے مگر اس کے سامنے مشہور زمانہ پہلوان اور بلند بالا پہاڑ لرزہ براندام نظر آتے ہیں، یہ درویشانہ زندگی گزارنے والے خود چٹائی پر فروکش ہوتے ہیں مگر دنیوی تخت وتاج کے بادشاہ اور وزرائے اعظم ان کے قدموں پر سرنگوں کرتے نظر آتے ہیں، ان کی نگاہیں اگر ایک طرف زمین کے آخری حصہ تحت الثریٰ کی گہرائیوں تک پہنچتی ہیں تو دوسری طرف عرش بریں کی بے پناہ وسعتوں کو چھوتی نظر آتی ہیں، ان کا ہر ہر قدم، ہر ہر لمحہ، ہر ہر لحظہ مرضئ الٰہی ومنشائے خداوندی کے تابع ہوتا ہے، ان کا قلب وسینہ علوم الٰہی کا خزانہ ہوتا ہے جو دلوں کے حالات وخطرات پر قابو رکھتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں خاصان خدا ومقبولان بارگاہ کی طرح میرے شیخ کریم، پیکر علم وفضل وکمال، جامع علوم وفنون، نمونۂ اسلاف، حامل زہد وتقویٰ، صاحب بصیرت، علمبردار مسلک اعلیٰ حضرت، افقہ الفقہاء افضل الفضلاء سند الفقہاء خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ومفتی نانپارہ امام العلماء جامع معقولات ومنقولات حضور علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا وعنی کو منتخب فرمایا اور انہیں اپنا مقبول ومحبوب بندہ بنایا اور یہ سب صدقہ ہے اللہ کے حبیب حضور رحمت عالم ﷺ کا جن کی نگاہ لطف و عنایت اور بے پایاں فضل وکرم نے حضور سیدی امام العلما کے انوار و تجلیات کو عالم اسلام کے گوشے گوشے میں منور کر رکھا ہے۔

حضور امام العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باوقار باوضع سنجیدہ بزرگ کا نام ہے، آپ نہایت پاکباز، لطیف مزاج، دیندار متقی، پرہیزگار اور نفاست پسند تھے، میانہ قد، سفید نورانی داڑھی، شراب عشق سے مخمور آنکھیں، شفقت آمیز رویہ اور بہت سی ایسی باتیں جن سے شرافت وبزرگی اور وقار ٹپکتا تھا، آپ کے ملاقات کا انداز حد درجہ ہمدردانہ اور مشفقانہ تھا جس سے محبت وخلوص کی بو آتی تھی، آپ کے ارشادات عالیہ کو سن کر دلوں کی ویران بستیاں آباد ہوجاتیں، آپ کی بارگاہ میں آنے والے ہر شخص کا دل باغ باغ ہوجاتا اور وہ یہ محسوس کرتا تھا کہ حضور والا سب سے زیادہ اسی پر مہربان ہیں، آپ کا نورانی چہرہ جو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا آپ کا چہرہ کیا تھا؟ حسن کی کھلی ہوئی کتاب تھا۔ جس پر جمال تقوی اور جلال علم کا نور برستا رہتا تھا، آپ کی ساری زندگی خدمت خلق میں گزری اور آپ نے اپنی پوری زندگی اپنی صحت وآرام کا خیال کیے بغیر درس وتدریس فتوی نویسی اور خلق خدا کی خدمت میں گزار دی، آپ اخلاق حسنہ سے مزین اور حلم وتواضع، رحم وکرم، عدل وانصاف، امانت ودیانت، غربا پروری جیسی بے بہا امتیازی خصوصیات کے حامل تھے، آپ

* مضمون نگار الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد جماعت ثامنہ کے متعلم ہیں۔

کی بارگاہ میں جو بھی حاجت منداپنی حاجت لے کر حاضر ہوا آپ نے اس کی تکمیل فرمائی، مدرسہ کے طلبا کے لیے امداد کی خاطر آپ کا دربار فیض ہمیشہ کھلا رہتا اور اپنے پاس رہنے والے طلبا سے آپ ہمیشہ یہ دریافت فرماتے رہتے تھے کہ اگر کوئی لڑکا ایسا ہو جو ضرورتمند ہو تو اس کے بارے میں مجھ سے بتادیا کرو اور جن طلبا کے متعلق آپ کو معلوم تھا کہ وہ ضرورتمند ہیں تو ان کو حضرت اپنی بارگاہ میں بلا کر خفیہ طور پہ کچھ رقم عطا فرمادیتے اور دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دیتے، اگر کسی بچے کے بیمار ہونے کی اطلاع آپ تک پہنچتی تو آپ اس کو بلا کر دعا کے ساتھ دوا کرنے کو فرماتے ساتھ ہی آپ یہ بھی فرماتے کہ پیسہ ہے یا نہیں اگر نہ ہوتا تو خاطر خواہ اس کی امداد فرماتے، یہ بھی آپ کی خصوصیات سے تھی کہ جب بھی آپ کسی کو کچھ رقم عطا فرماتے تو ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ: جاؤ اور جائز طریقے سے خرچ کرنا۔ الغرض! آپ کی بارگاہ سے کوئی بھی شخص خالی دامن اور محروم نہیں لوٹتا تھا بلکہ جو بھی آتا اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر جاتا۔

ہندو مسلم سکھ عیسائی سب ہی در پر آتے ہیں
سب کی جھولی بھرتے ہیں یہ داتا ہی کچھ ایسے ہیں

سیکڑوں خوبیاں آپ کی عظیم ذات میں موجود تھیں اور آپ کی فطرت وعادت میں داخل تھیں اور ان تمام خوبیوں میں جو خوبیاں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں اور آئے دن جن کا مشاہدہ ہوتا رہتا تھا وہ تھی آپ کی تواضع وانکساری، مخلوق خدا کی خدمت گزاری، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت، عقائد اہل سنت کا تحفظ، حضور غوث اعظم واعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی الفت ومحبت کا جام اپنے تلامذہ ومعتقدین ومتعلقین کو پلانا اور دنیا سے بے تعلقی وبے نیازی کہ جس کا علما ومشائخ میں فقدان نظر آتا ہے، (الا ماشاء اللہ) اور یہ آپ کی وہ پسندیدہ عادتیں تھیں کہ جن کی وجہ سے آپ نے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دلوں کو موہ لیا تھا۔

## آپ کا عشق رسول

یوں تو ہر موقع پر خصوصاً بخاری شریف کے درس کے دوران محبت رسول اور عشق مصطفی کے پیمانے چھلکا کرتے، آپ کی درس گاہ میں بیٹھنے والا محبت رسول کے سمندر میں موجزن ہوجاتا بسا اوقات آپ کی آواز بھر جاتی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑتے چنانچہ بخاری شریف کی گھنٹی میں ایک دن دوران درس اختیارات مصطفیٰ ﷺ کی بات آگئی اور حضور والا اس پر کلام کرنے لگے اور وہ واقعہ ذکر فرمانے لگے کہ اللہ کے رسول سرکار اعظم ﷺ نے ایک یہودی سے گھوڑا خریدا اور تسلیم کے وقت اس یہودی نے گواہی طلب کی، الخ۔

آپ یہ واقعہ بیان فرمارہے تھے اور جب اس مقام پر پہنچے کہ ”جب حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے حق میں گواہی دے دی اور آپ نے دریافت فرمایا کہ اے خزیمہ تم نے گواہی کیسے دی؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے جو بھی فرمایا ہم نے بغیر دلیل تسلیم کرلیا لہٰذا ہم نے یہاں بھی بنا دلیل کے مان لیا“ تو آپ کی آواز بھر گئی، پلکیں بھیگ گئیں، سر مبارک جھک گیا جب میں نے آپ کے مبارک چہرے کی جانب دیکھا تو حضور والا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات بہہ رہے تھے اور آپ نے اسی حالت زار میں اگلا جملہ ارشاد فرمایا: کہ اتنا سننے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے کرم جوش میں آیا اور ارشاد فرمایا کہ اے خزیمہ! تمہاری تنہا گواہی دو مردوں کے قائم مقام ہے۔

## عشق غوث ورضا وابن رضا

حضور امام العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہی فخر کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ”میں حضور شہنشاہ بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں“ اور حضور بدر ملت مصنف جواہر المنطق علامہ مفتی بدر الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضور بلبل ہند شیدائے مفتئ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں ان دونوں بزرگوں سے بڑا عاشق سرکار اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتئ اعظم کا کسی کو نہیں دیکھا اور الحمد للہ راقم الحروف رضوی فقیر نے بھی آج تک حضور امام العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا عاشق حضور سیدنا غوث اعظم وحضور سیدنا اعلیٰ حضرت اور

حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کسی کو نہیں دیکھا اور اگر یہی سوال حضور امام العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریائے علم وفضل سے سیراب ہونے والوں میں سے کسی سے بھی کیا جائے تو یقیناً سب کا یہی جواب ہوگا۔

ایک دن ہم اور ہمارے ساتھی درسگاہ میں موجود تھے بخاری شریف کی گھنٹی تھی اسی اثناء میں جامعہ کا ایک طالب علم محمد کیف حضرت کے دروازے کے سامنے سے گزرا اس دن درسگاہ سے قبل سلام اسی نے پڑھایا تھا، چنانچہ حضور والا نے اسے آواز دیا جب وہ آیا تو حضور والا نے اس سے فرمایا کہ جب تم سلام پڑھاتے ہو تو یہ شعر ”غوث اعظم امام التقی والنقی“ کیوں چھوڑ دیتے ہو؟ ہم شہنشاہ بغداد کا کھاتے ہیں، انہیں کی حکمرانی پوری دنیا پر ہے، ہم سب ان کے غلام ہیں، لہٰذا جب بھی سلام پڑھایا کرو تو یہ شعر ضرور پڑھایا کرو، الحمدللہ یہ راقم الحروف رضوی فقیر اسی دن سے جب بھی کہیں سلام پڑھتا یا پڑھاتا ہے تو اس شعر کو ضرور پڑھتا ہے۔

### حضور سیدنا غوث اعظم سے عقیدت

یہ بات حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کے تمام تر تلامذہ کو معلوم ہے ان میں سے ہر ایک آئے دن اس کا مشاہدہ کرتا رہتا کہ حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کی بافیض درسگاہ میں حضور سیدنا غوث اعظم، حضور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مبارک گنبد شریف کی تصویر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی ”محمد“ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مبارک نقش دیوار پر سجا ہوا تھا اور حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب بھی کہیں تشریف لے جانا ہوتا تو آپ نکلتے وقت اسم پاک ”محمد“ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنے دست مقدس کو پھیرتے اور بوسہ دے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور اپنی غلامی کا اظہار فرماتے اور ”یارسول اللہ کرم، یا میرے آقا غوث اعظم نگاہ کرم“ وغیرہ الفاظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے ہوئے حجرے سے باہر تشریف لاتے، یہ فقیر راقم الحروف بعد وصال جب حضور والا کے جسد اطہر کو رونا ہی شریف سے آپ کے در دولت پر اہل خانہ اور علاقائی لوگوں کو دیدار کرانے کے لیے لے جایا گیا تو آپ کے ساتھ ہی تھا جب ہم سب آپ کے جسد اطہر کو لے کر آپ کے گھر پہنچے تو وہاں پر بھی میں نے دیکھا کہ حضور امام العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کے مکان کے دروازے پر بھی حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کا نقش شریف لگا ہوا تھا، یقیناً ان سب کو دیکھ کر اس بات کی جانب اشارہ ملتا ہے کہ آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی اور سچے عاشق وغلام تھے۔

### بخاری شریف کا امتحان

حضور والا نے فرمایا کہ جب میں بخاری شریف کا امتحان دینے کے لئے حاضر ہوا تو ممتحن نے مجھ سے سوال کیا کہ: لِمَاذا لم یبدأ البخاری کتابه بحمد الله۔ تو میں نے جواب میں کہا ”الحمدللہ اس فقیر کے پاس اس سوال کے گیارہ جواب ہیں“ جوں ہی میں نے اتنا کہا ممتحن نے کہا کہ جاؤ تمہارا امتحان ہو گیا اور اس امتحان میں مجھ کو ۹۵ نمبر ملے پھر بعد میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ ارے بیٹا جب عربی میں سوال ہوا تھا تو عربی میں جواب دینا چاہیے تھا تاکہ تم کو پورے ۱۰۰/ نمبر ملتے، یعنی صرف آپ کا پانچ نمبر عربی میں جواب نہ دینے کی وجہ سے کاٹ لیا گیا۔

### علم وفضل

آپ علوم وفنون کا ایسا کوہ ہمالہ تھے کہ آپ کی بارگاہ میں اپنے وقت کا بڑے سے بڑا عالم بھی لب کشائی سے گھبراتا تھا اور آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کو اپنے لیے سعادت عظمیٰ اور فخر کی بات سمجھتا تھا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود کوئی بھی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا ہے کہ حضور امام العلماء کے کسی بھی قول وفعل وعمل سے تفوق وتعلی اور برتری کا کبھی بھی اظہار ہوا ہو، کبر ونخوت تو دور کی بات ہے جب کہ آج کل لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس کو تھوڑا سا بھی علم حاصل ہو جاتا ہے وہ غرور علم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ”ہم چوں من دیگرے نیست“ کی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ آپ کے علم کی گہرائی کو بیان کرتے ہوئے ممتاز الفقہاء، شہزادۂ حضور صدر الشریعہ حضور محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے فرمایا: ہماری جماعت اہل سنت کے بہت مؤقر، بے مثال عالم دین جن کے

علم کی گہرائی کا اندازہ لگانا بھی مشکل“ مزید فرمایا: انہوں نے جتنا علم حاصل کیا اور ان کے سینے میں جو مستحضر تھا وہ میں کئی مرتبہ لوگوں سے کہہ چکا کہ ان کا علم مجھ سے بہت زیادہ تھا اور وہ علم مستحضر تھا، صرف الجامعۃ الاسلامیہ میں نہیں بلکہ بے شمار بڑے بڑے اداروں میں آپ کی مثال نہ تھی۔

۲۲ رصفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ راکتوبر ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ جب الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف میں پہلی مرتبہ استاذ العلماء بڑے حضرت حضرت علامہ محمد نعمان خان صاحب قبلہ قادری (سابق صدر المدرسین: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف) علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس مبارک بنام ”جشن اثر قادری“ کا انعقاد ہوا تو اس موقع پر جلسے کو خطاب فرماتے ہوئے استاذی الکریم غزالیٔ دوراں حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد وسیم صدیقی صاحب قبلہ قادری (سابق نائب صدر المدرسین: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف) نے فرمایا: روناہی قصبے کے معزز افراد بھی یہاں آکے بیٹھتے تھے کبھی کبھی ہم لوگوں کے ساتھ۔ ان حضرات کے درمیان برملا اظہار کرتے تھے علامہ نعمان قادری کہ مفتی شبیر حسن رضوی نہ صرف یہ کہ نہایت زبردست عالم دین ہیں بلکہ یہ مجھ سے بہت زیادہ فائق عالم دین ہیں۔ کون ہے وہ استاذ جو اپنے شاگرد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا شاگرد مجھ سے زیادہ قابل ہے، مجھ سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے، مجھ سے زیادہ بلند مقام رکھتا ہے، یہ علامہ اثر قادری کا ذہن تھا اور سچی محبت تھی کہ برسرعام اعلان کرتے تھے کہ یہ مجھ سے بڑے عالم دین ہیں، مجھ سے زبردست منطقی ہیں، مجھ سے بڑے متکلم ہیں، مجھ سے بڑے فلسفی ہیں، مجھ سے بڑے فقیہ ہیں، مجھ سے بڑے مفسر ہیں، مجھ سے بڑے محدث ہیں اور سارے علم میں، ہر علم میں مجھ سے بڑے ہیں۔“

## آپ کا عالی علمی مقام

یہ حق ہے کہ شخص سے شخصیت بننا آسان نہیں ہے، یہ کوئی بنی بنائی کھیر نہیں ہے کہ آدمی کھالے اور کایا پلٹ جائے، اس کے پیچھے کئی اسباب ہوتے ہیں، کتنے عوامل کی کارفرمائی ہوتی ہے متعدد ذرائع جب اپنے جواہرا گلتے ہیں تب کہیں جا کر کلی پھول بنتی ہے، ذرہ آفتاب بنتا ہے اور زندگی میں انقلاب عظیم آتا ہے مثلاً گھر کا ماحول کیا ہے اور گھر کی فضا کیسی ہے، خاندان میں علمی دلچسپی کا معیار کیا ہے، اساتذ کیسے ہیں، دانش گاہ کا علمی دبدبہ کس نوعیت کا ہے، تعلیمی و تعلمی رجحان کا معاملہ کیا ہے، دوست واحباب میں محنت ولگن کی فراوانی ہے کہ نہیں ہے، جستجو وآرزو میں صداقت کا عنصر ہے کہ نہیں، غرض کہ یہ بکھری کڑیاں جب ایک جگہ سمٹ جاتی اور باہم گلوگیر ہوجاتی ہیں تو علم راسخ کی نوری زنجیر وقوع پذیر ہوتی ہے اور شخص میں شخصیت، انسان میں انسانیت اور عظیم میں عظمت کی روح مسکراتی ہے، پھر بلندیاں قدم چومتی ہیں اور سرفرازیاں بلائیں لینے لگتی ہیں اس تناظر جب ہم حضور امام العلماء علیہ الرحمہ کی عظیم شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں جو دیوریا لعل ضلع بستی کی فضا سے رشد وہدایت کا بادل بن کر چلی اور نانپارہ ضلع بہرائچ شریف، قصبہ روناہی شریف ضلع فیض آباد پر ٹوٹ ٹوٹ کر برسی اور مسلسل پانچ دہائی سے زائد عرصے تک تشنہ کامانِ صلاح وفلاح اور طالبان علوم نبوت کو رضوی فیضان، قادری عرفان اور دینی علوم وایقان سے مالا مال کرتی رہی، آپ کی ذات علم سے پہچانی گئی تھی اور آپ کو جو شہرت وعزت ملی تھی وہ اپنے باپ دادا کی جاگیر دارانہ ریاست ووجاہت یا کسی اور سبب کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم وفضل، زہدوتقوی کی بنا پر حاصل ہوئی تھی اور فضل بالائے فضل یہ کہ آپ حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور تاج الشریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور محدث کبیر صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے معتمد اور چہیتے اور مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مبارک فرمان کے سچے اور حقیقی مصداق تھے ۔

لعمرك ما الانسان الا بدينه
فلا تترك التقوىٰ اتكالا على النسب
فقد رفع الاسلام سلمان فارس
و قد وضع الشرك الشريف ابالهب

یعنی تیری عمر کی قسم انسان دین ہی سے پہچانا جاتا ہے، تو نسب پر بھروسہ کرتے ہوئے تقوے کو مت چھوڑ۔ اسلام نے سلمان فارسی کو بلند کردیا جب کہ شرک نے ابولہب سے شرافت

کو ختم کر دیا۔

**اپنے تلامذہ و متعلقین کے لئے دعائیں**

حضور استاذ گرامی اپنے تلامذہ و متعلقین و محبین کو اور خصوصاً ان حضرات کو جو خدمت دین حنیف میں مصروف رہتے ہیں ہمیشہ اپنی مقبول دعاؤں سے نوازتے رہتے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ دعا ان لوگوں کے لیے کی جاتی ہے جو دین کا کام کرتے ہیں بارہا ایسا دیکھا گیا کہ جب بھی آپ کسی بھی مقام پر دعا فرماتے تو اپنے ان تلامذہ اور متعلقین و محبین کو ضرور یاد فرماتے اور دعائیں دیتے جو دین متین کا کام کرتے رہتے ہیں۔

رواں سال شوال المکرم کے مہینہ میں دھسوا اں بازار اترولہ میں لڑکیوں کے ایک مدرسہ ''گلشن نور'' میں ختم بخاری شریف اور افتتاح بخاری شریف کے لیے آپ کو دعوت دی گئی اور آپ تشریف لے گئے، مولانا سمیع الدین صاحب اور یہ ناچیز بھی حضور والا کے ساتھ تھے جمعہ کا دن تھا اور ختم بخاری شریف کا وقت شام کا تھا ہم لوگ تقریباً دس بجے حضرت کے شاگرد مولانا احمد رضا صاحب کے گھر پر پہنچ گیے حضور والا نے وہاں پہنچ کر کچھ دیر آرام فرمایا اور پھر حضرت کے کچھ دوسرے شاگرد بھی حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے حضرت نے مولانا احمد رضا صاحب سے دریافت فرمایا کہ تم نماز کہاں پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں گاؤں کی مسجد میں امامت کرتا ہوں اور جمعہ کی نماز بھی میں ہی پڑھاتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ مجھے کوئی مسجد بتاؤ جہاں میں چل کر جمعہ ادا کروں، تقریر کروں اور لوگوں کو کچھ دین کی باتیں بتاؤں اور سکھاؤں جیسا کہ یہ بزرگوں کا اور خصوصاً حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ تھا کہ وہ چل چل کر دین کی تبلیغ کرتے تھے اور لوگوں کو علمی، مذہبی و دینی باتیں بتایا کرتے تھے چنانچہ حضور والا نے کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد کھانا تناول فرمایا اور جمعہ سے کچھ دیر پہلے دھسوا بازار کی مسجد میں تشریف لائے اور مسجد میں آپ نے چالیس منٹ سے زیادہ خطاب فرمایا اور وہیں آپ نے جمعہ ادا فرمایا اور پھر نماز کے بعد آپ کے کچھ تلامذہ آپ کو مدرسہ انصار العلوم دھسوا اں میں لے کر گئے حضور والا کا وہاں پر کچھ دیر تک قیام رہا اور نماز عصر سے کچھ دیر پہلے جب وہاں سے حضرت تیار ہو کر چلنے لگے تو آپ نے فرمایا آؤ سب لوگ جمع ہو جاؤ جانے سے پہلے میں مدرسہ اور تم سب کے لیے دعا کر دوں ورنہ یہی کہو گے کہ حضرت آئے تھے اور دعا بھی نہیں کیا چنانچہ سب لوگ جمع ہوئے اور پھر حضور والا نے تمام اساتذہ اور طلبا، مدرسہ اور متعلقین کے لیے دعا فرمائی اور پھر مدرسہ گلشن نور میں تشریف لائے وقت کم تھا اور جلد از جلد پروگرام کو اختتام تک پہنچانا تھا، حضور والا نے درس بخاری شریف کا افتتاح فرمایا اور اختتام تک پہنچتے پہنچتے بہت جلد بازی کے باوجود تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگ گئے افتتاح درس بخاری شریف اور ختم بخاری شریف میں، اختتام کے بعد حضور والا کے کچھ قدیم تلامذہ جو وہاں پر موجود تھے عرض کرنے لگے حضور آج آپ کی درس کی تقریر سن کر دل خوش ہو گیا اور ہمیں ایسا محسوس رہا تھا کہ جیسے ہم آپ کی درسگاہ میں بیٹھ کر آپ سے درس لے رہے ہوں۔

اس ناچیز راقم الحروف کے والد محترم جب پہلی مرتبہ رونا ہی شریف تشریف لائے اور ساتھ میں حضرت حافظ پیر غلام صاحب اور ان کے علاوہ دو لوگ اور موجود تھے تو یہ ناچیز سب کو لے کر ملاقات کرانے کی غرض سے حضور والا کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب ہم حضور والا کی بارگاہ میں پہنچے اور اپنا تعارف کرایا اور کچھ دیر تک حضور کی خدمت میں رہے اسی اثنا میں نانپارہ کا ذکر آ گیا اور اس میں کچھ ایسے لوگوں کا بھی تذکرہ آ گیا جن کا وصال ہو چکا تھا، حضور والا نے فرمایا آؤ سب مل کر ہمارے ساتھ ان سب مرحومین کیلئے دعائے خیر کریں چنانچہ حضور والا نے سب کے لیے دعا فرمایا۔

**تلامذہ کی کثرت**

حضور امام العلماء علیہ الرحمہ علم کے بحر ذخار، درس و تدریس کے نامور استاذ بے پناہ خصوصیات کے حامل تھے، آپ کی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس، تحقیق و تصنیف اور فتوی نویسی میں گزرا، دارالعلوم اہل سنت عزیز العلوم نانپارہ اور الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی جیسے عظیم ادارے میں تقریباً ۵۶ رسالوں تک علوم و فنون کے گوہر لٹاتے رہے اور ہزاروں تشنگان علوم نبوت کو سیراب

فرماتے رہے، آپ کے تلامذہ میں مفسر، محدث، فقیہ، محقق، خطیب مناظر، متکلم، ادیب، مصنف ومؤلف ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، ان میں بہتوں کا مقام تو اتنا بلند ہے کہ وہ اپنے درجہ میں شعبۂ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جو اکناف عالم میں دین متین کی خدمات میں مصروف عمل ہیں آپ کے بعض تلامذہ ایسے بھی ہیں جنہیں بین الاقوامی شہرت و مقبولیت حاصل ہے اگر یہ کہا جائے کہ آج کے زمانے میں جتنے تلامذہ حضور امام العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں کسی اور استاذ کے نہیں ہیں تو یہ مبالغہ نہیں حقیقت کا اعتراف ہے۔

**تصنیفات وتالیفات**

حضور امام العلماء کے اوصاف جمیلہ میں سے ایک وصف ذیشان یہ بھی ہے کہ آپ مسند درس وتدریس کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مصنف ومؤلف بھی تھے، مختلف موضوعات پر نصف درجن سے زائد علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں، فتاویٰ تحریر فرمائے، سیکڑوں مضامین ومقالات اور علمی جواہر پاروں پر تقاریظ بھی رقم فرمائیں، چند کتابوں کے اسما یہ ہیں:

(۱) حاشیۂ شرح ہدایۃ الحکمت الٰہیات (عربی) (۲) الجوہر المنظم فی شرح المسلم (۳) جوامع الحکم (۴) امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (۵) توضیحات کبریٰ (۶) حاشیۂ کبریٰ (۷) مختصر حالات فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (غیر مطبوع)

**چند تفصیلی اور تحقیقی فتاویٰ ومقالات**

ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ آپ نے بہت سارے مقالات اور تفصیلی وتحقیقی فتاوی تحریر فرمائے ہیں جو اکثر علمی حلقوں میں مقبول اور اصحاب علم ودانش سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں، چند فتاویٰ ومقالات کے اسما قابل ذکر ہیں:

(۱) (التوضیح التام فی التفاوت بین اللزوم والالتزام) اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کف لسان کیوں فرمایا؟ کی مکمل نہایت ہی حسین وعمدہ انداز میں توضیح اور حکم کفر فقہی وکفر کلامی وکفر لزومی والتزامی میں فرق و تفاوت کا بیان (۲) (افتراق امت) (۳) (ڈاکٹر طاہر القادری کیسے عالم ہیں اور انکا بیان سننا کیسا؟) پروفیسر طاہر القادری اپنے اقوال وافعال کی روشنی میں بعض میں لزوم کفر اور بعض میں التزام کفر کی بنا پر خارج از اسلام وایمان ہے اس کی تقریر سننا اس کی کتابیں پڑھنا سراسر ناجائز وحرام ہے۔ (۴) (میلاد شریف و صلوٰۃ وسلام وقیام کے دلائل) میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعقاد کے جواز کا ثبوت ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں (۵) (امام احمد رضا بحیثیت منطقی وفلسفی) امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا مقام ومرتبہ علوم عقلیہ (منطق وفلسفہ) کے حوالے سے اور رد جہلا مناطقہ وفلاسفہ، آپ کا یہ مقالہ بہت پہلے ماہنامہ انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹیڈ لاہور ص ۳۱۸/ تا ص ۳۲۱/ پر شائع ہو چکا ہے۔ (۶) (مفتی اعظم اور علوم عقلیہ) حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ومرتبہ علوم عقلیہ میں، یہ مضمون جہان مفتی اعظم ص ۳۴۰/ تا ۳۴۲/ پر مطبوع ہے، اس کے علاوہ دوسرے ماہناموں اور کتب کی زینت بن چکا ہے، (۷) (بحر العلوم مایۂ ناز محقق) حضور بحر العلوم علیہ الرحمہ کے کارناموں کا تذکرہ اور آپ کی حیات طیبہ کا مختصر خاکہ یہ مضمون بھی بحر العلوم نمبر سالنامہ تجلیات رضا شمارہ (۶) امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف ص ۸۹/۔۹۰/ پر شائع ہو چکا ہے۔

**وصال پر ملال اور نماز جنازہ**

حضور امام العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پر ملال ۱۴/ ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱/ دسمبر ۲۰۱۹ء بروز چہارشنبہ بوقت عشاء رات ۷/ بج کر ۱۵/ منٹ پر لکھنؤ میں ہوا، اسی رات آپ کے جسد اطہر کو روناہی شریف لایا گیا اور ۱۵/ ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ بروز جمعہ مبارکہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی سے متصل جامع مسجد کے صحن میں بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، نماز جنازہ حضور محدث کبیر حضرت علامہ مفتی الشاہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری رضوی امجدی نے پڑھائی، آپ کے تلامذہ کے علاوہ تقریباً ۲۵/ ہزار سے زائد کی تعداد میں قرب وجوار کے عوام وخواص نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

◆◆◆

## لطف الٰہی تاریخی مادے ۱۴۴۱ھ

از: مفتی محمد انور علی رضوی*

برانتقال پرملال نبیرۂ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ سید ہدایت رسول لکھنوی ومدیر معارف رضا، ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت ناشر رضویات، محقق لاجواب ادیب وشاعر، قلمکار، مدبر مفکر حضرت علامہ سید وجاہت رسول تاباں قادری ابن حضرت سید وزات رسول حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان، وصال ۳۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶/جنوری ۲۰۲۰ھ۔

آہ رونق محفل صادق العقیدہ محبوب بزم علیہ الرحمہ ۱۴۴۱ھ
آہ جدائی سید وجاہت رسول نکتہ داں نور اللہ مرقدہ ۲۰۲۰ء
آہ پاسبان تحریک سنیت، طبع ۱۴۴۱ھ
آہ سید وجاہت رسول ابن سید وزارت رسول صاحب کمال ۲۰۲۰ء
آہ لطف حق، ناشر مسلک حق علیہ الرحمہ ۱۴۴۱ھ
آہ مداح اعلی حضرت صاحب الجود والکرم ۲۰۲۰ء
آہ شمع مجلس جوہر ادب نور اللہ مرقدہ ۱۴۴۱ھ
آہ مفکر اہل سنت بلند مراتب علیہ الرحمہ ۲۰۲۰ء
آہ عادل دانا ہمدرد قوم وملت علیہ الرحمہ ۱۴۴۱ھ
آہ بزرگوار نقیب رضویت ۲۰۲۰ء
آہ شیدائی گلزار بریلی شریف ۱۴۴۱ھ
آہ خطیب اہل سنت جدا، تجربہ کار جدا ۲۰۲۰ء
آہ ہادی مہربان، شاعر اہل سنت ۱۴۴۱ھ
آہ وفات قلمکار سنی رضوی ۲۰۲۰ء
آہ ادیب آفاق مداح وشیدائی بریلی شریف ۱۴۴۱ھ
آہ بافیض شمس الہدیٰ نور اللہ مرقدہٗ ۲۰۲۰ء
آہ آہ انتقال پرملال ادیب مکرم محبوب القلوب ۱۴۴۱ھ
آہ رحلت پاکیزہ نسب صابر وشاکر علیہ الرحمہ ۲۰۲۰ء
آہ نیک، عظیم القدر ۱۴۴۱ھ
آہ مجمع البرکات، مضمون نگار ۲۰۲۰ء
آہ جدائی فیض یافتہ طیب ۱۴۴۱ھ
آہ فصیح گفتار، مدبر، چشمۂ عنایت ۲۰۲۰ء

ص ۵۸/ کا بقیہ.................................................

شاہ کار رضا حامد و مصطفےٰ
ظل غوث الوریٰ حامد و مصطفےٰ

میرے مشکل کشا حامد و مصطفےٰ
میرے حاجت روا حامد و مصطفےٰ

راہ حق وصداقت کے بن کر رہے
رہبر و رہنما حامد و مصطفےٰ

حسن اخلاق وپاکیزہ کردار کا
پیکر دل کشا حامد و مصطفےٰ

وقت کے اصفیا اتقیا کہہ اٹھے
ہیں ولی خدا حامد و مصطفےٰ

دونوں نور ولایت کے شمس وقمر
سنیت کی ضیا حامد و مصطفےٰ

گلشن قادریت کے فصل بہار
شان شہر رضا حامد و مصطفےٰ

زہد وتقویٰ وعلم وعمل سے بنے
جانشین رضا حامد و مصطفےٰ

عمر بھر ہر جگہ بانٹتے ہی رہے
فیض غوث و رضا حامد و مصطفےٰ

خوب ہی آپ دونوں نے مہکا دیا
گلستان رضا حامد و مصطفےٰ

اہل سنت کے دل جگمگانے لگے
تم نے بخشی جلا حامد و مصطفےٰ

ہیں بلا اختلاف اہل ایمان کے
مقتدا پیشوا حامد و مصطفےٰ

میں ہوں مصطفوی اور باپ ہیں حامدی
ہے یہ فیض آپ کا حامد و مصطفےٰ

میرے غم خوار ہیں اے شکیلؔ اثر
غوث و خواجہ رضا حامد و مصطفےٰ

* مادہ نگار جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے استاذ ہیں۔

خیر و خبر

# مسلمانوں کوڈرانے والے خود خائب وخاسر ہوں گے

## سیدنا صدیق اعظم وملک العلما کانفرنس سے قاضی القضاۃ کا خطاب

(پریس ریلیز) ممبئی، مسلمان اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، مسلمانوں کو ڈرانے والے خود خائب وخاسر ہوں گے، اس طرح کا اظہار خیال پھول گلی ممبئی کے ''سیدنا صدیق اعظم وملک العلماء کانفرنس'' میں جانشین حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری صاحب قبلہ بریلی شریف نے مسلمانانِ ہند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، ''انجمن برکات رضا'' اور ''دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم'' پھول گلی کے زیر اہتمام منعقد اس عظیم الشان کانفرنس میں جانشین حضور تاج الشریعہ نے ہزاروں کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو مسلک اہلسنّت والجماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) پر سختی سے قائم رہ کر بے خوف زندگی گزارنے کی تلقین کی اور کہا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو، اللہ سے ڈرو، اس کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو، مزید آپ نے خلیفۂ اول سرکار سیدنا صدیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ورسول کی بارگاہ میں جو مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا، وہ کسی اور کو نہیں ملا۔ سیدنا صدیق اکبر کے فضائل ومناقب ہمارے حد بیان سے باہر ہیں، آسمان کے ستاروں کو شمار کیا جاسکتا ہے، لیکن آپ کی فضیلتیں شمار نہیں کی جاسکتیں۔

حضور قائد ملت نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو تمام صحابہ پر افضلیت کا مرتبہ، نماز روزے یا اعمال صالحہ کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت رسول کی وجہ سے حاصل ہے، جانشین حضور تاج الشریعہ نے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیدنا صدیق اکبر کی محبت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ جان بچانا فرض ہے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار ثور میں جان کی پرواہ کئے بغیر سانپ کا ڈنک برداشت کرتے رہے اور جنبش تک نہ کی کہ کہیں حضور کی مبارک نیند میں خلل نہ آجائے اور بتادیا کہ جان جائے تو جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آرام دل وجاں میں خلل نہ پڑے، جسے بزبانِ تاج الشریعہ یوں سمجھیں ؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لیے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے

حضور قائد ملت نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت ایمانی کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے پردہ فرماجانے کے بعد بہت سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے، جن کا سد باب ضروری تھا، ایسے ماحول میں اس لشکر کو جسے حضور نے روانہ فرمایا تھا، بیشتر صحابۂ کرام نے واپس بلانے کے لئے کہا، جس پر سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا کہ جس جھنڈے کو میرے آقا نے لہرادیا ہے، میں اسے ہرگز نہیں روک سکتا اور آپ نے قوتی ایمانی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسلام کو مستحکم فرمایا، سیدنا صدیق اعظم کانفرنس کے پر بہار موقع پر حضرت قائد ملت عسجد رضا قادری دامت برکاتہم العالیہ کے دست اقدس پر کثیر تعداد میں لوگ داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ ہوئے اور اپنی گردن میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا قلادہ ڈالنے کی سعادت حاصل کی۔

دارلعلوم فیضانِ مفتی اعظم کے پرنسپل اور سربراہ اعلیٰ، جانشین حضور سراج ملت علامہ سید محمد ہاشمی رضوی مدظلہٗ نے شہزادۂ حضور تاج الشریعہ کی آمد پر استقبالیہ خطبہ پیش کرتے ہوئے والہانہ استقبال کیا اور کہا کہ دورِ حاضر میں ہمارے قائد ورہبر اور امیر کا نام حضور عسجد میاں قادری ہے، ان کی قیادت پر ہمیں مکمل اعتماد ہے، علماء اور عوام نے بھی زبردست تائید کی۔ آپ نے کہا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم میں درس بخاری کا افتتاح ۱۴۲۷ھ میں حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ نے بخاری کی پہلی حدیث کا درس دے کر فرمایا تھا، مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں اس وقت دورۂ حدیث کا طالب علم تھا، مجھے ہی حدیث پاک کی عبارت خوانی کا شرف حاصل ہوا تھا، آج تاج الشریعہ

بقیہ ص ۲۵/ پر

## ہماری وفاداری کے نشان پورے ملک میں بکھرے ہیں

**پاسبانِ آئین ہند کمیٹی کے احتجاج میں عوام کا ہجوم، تحفظ دستور کا عزم**

مالیگاؤں: ہم سے وفاداری کا ثبوت مانگنے والو! دہلی میں انڈیا گیٹ پر جا کر شہیدوں کے نام دیکھ لو کہ ہمارے اسلاف نے کتنی قربانیاں ملک کے لئے دی ہیں، ہم تو جہاں جاتے ہیں وہاں ترنگا لہراتے ہیں، ہم اتفاقی طور پر ہندوستان میں نہیں بلکہ ہم نے یہاں رہنا پسند کیا، الگ الگ قومیں ملک کا حسن بڑھاتی ہیں، تم انہیں تقسیم کرنا چاہتے ہو، مسلمان ملک کے وفادار ہیں جس کے نشاں پورے ہندوستان میں بکھرے ہوئے ہیں۔

بٹوارے کے وقت حضور مفتی اعظم وحضور حافظ ملت نے کہا تھا کہ ملک چھوڑ کر مت جاؤ، یہاں مساجد، خانقاہیں، مزارات اور درس گاہیں ہیں، جن کی حفاظت تمہیں کرنی ہے، اس طرح کا اظہار خیال ممتاز عالم دین علامہ وقار احمد عزیزی (بھیونڈی) نے ۶ رجنوری کی شب شہیدوں کی یادگار کے پاس پاسبانِ آئین ہند کمیٹی کے چوتھے دن کے دھرنے میں کیا، موصوف نے تاریخ ہند میں مسلمانوں کی عدیم النظیر شجاعت وخدمات کی اِک جھلک دکھادی اور کہا کہ خواجہ غریب نواز کروڑوں دلوں پر راج کر رہے ہیں، اپنے اعمال خواجہ غریب نواز کے بتائے ہوئے طریقے پر کرلیں ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے، ملک راجواڑوں میں بٹا ہوا تھا اِسے اکھنڈ بھارت مسلم سلاطین نے بنایا، برادرانِ وطن کو پتہ ہے کہ ملک کی متحدہ قوت مسلمانوں سے ہے۔

ازیں قبل مفتی عرفان رضا مصباحی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہندوستان اسلاف کی وراثت ہے؛ یہاں کا آئین تعلیم یافتہ افراد کی کمیٹی نے بنایا، جو قانون نافذ کیا گیا وہ بھید بھاؤ سے پاک ہے، ہم سے ہندوستانی ہونے کا ثبوت مانگا جارہا ہے، ہمارے اسلاف نے قربانی دیکر اس ملک کو آزاد کروایا، آج جھوٹے اور غدار کپڑوں اور فطرت سے پہچانے جارہے ہیں، ملک کے تعلیمی مراکز پر حملہ ان کی ملک دشمنی کا ثبوت ہے، جے این یو پر حملہ کرنے والے دہشت گرد ہیں۔

مولانا احمد رضا ازہری نے کہا کہ یہ احتجاج آغاز ہے، ہم اس وقت تک احتجاج جاری رکھیں گے جب تک کہ کالا قانون حکومت واپس نہیں لیتی، جے این یو پر حملے کی بقیہ ص ۱۷ ر پر

## مدرسہ اسلامیہ دلسنگھ سرائے میں عرس ملک العلما

**دلسنگ سرائے** ۱۴ رفروری بروز جمعہ مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم مدرسہ چوک سردار گنج دلسنگھ سرائے سمستی پور میں اعلیٰ حضرت کے شاگرد وخلیفہ حضور ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین قدس سرہ کے عرس مبارک کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، نقیب ہندوستان حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ مدنی مظفر پوری نے نقابت کے فرائض انجام دیئے، شاعر اسلام حضرت زین العابدین بریلی شریف، شاعر ہندوستان حضرت اکمل ویشالوی، مداحان رسول اظہر کلیم وآصف رضا سمستی پور اور مدرسہ ہذا کے طلبا نے حمد ونعت اور منقبت کے اشعار پیش کئے۔

اس کے بعد حضرت مولانا مفتی آل مصطفیٰ مرکزی مظفر پوری صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم نے اپنی خطابت میں کہا کہ حضور ملک العلما عالم اسلام کی اس عبقری شخصیت کا نام ہے جن کے زبان وقلم کا ایک زمانہ معترف ہے، پچاس سے زائد علوم و فنون پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی صحیح البہاری فن حدیث میں آپ کی وہ معتبر تصنیف ہے جس کا جامع ازہر مصر کے صدر شعبہ حدیث نے کھلے دل سے اعتراف کیا اس تقریب میں اساتذہ و طلبہ کے علاوہ شہر کے معززین عالی جناب ڈی ایس پی نثار احمد صاحب، ممتاز عالم صاحب بینک آف بڑودہ، داروغہ انظار احمد صاحب، حاجی ادریس صاحب، سکریٹری محمد آصف، محمد حسنین صاحب، سکندر صاحب، امجد صاحب، خزانچی محمد شمیم صاحب، مہتاب عالم، اشفاق احمد، آزاد احمد، تنویر عالم، شمیم انور، جمیل احمد، عبدالرازق، محمد پرویز عالم، محمد ارشد نے بھی اچھی تعداد میں شرکت کی صلوۃ وسلام اور حافظ کلیم الدین رضوی کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

**رپورٹ:** اراکین مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم دلسنگ سرائے

منظومات

## تنم فرسودہ، جاں پارہ، زہجراں یارسول اللہ

از: علامہ عبدالرحمن جامی قدس سرہ العزیز

ترجمہ: ڈاکٹر اقبال احمداختر القادری

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یارسول اللہ

دِلم پژ مُردہ آوارہ زعصیاں یارسول اللہ

یارسول اللہ! آپ کی جدائی میں میراجسم بے کاراورروح ریزہ ریزہ ہوگئی، گناہوں کی آوارگی سے میرادل بھی مردہ ہوگیا۔

چوں سوئے من گزرآری منِ مسکیں زناداری

فدائے نقش نعلینت کنم جاں یارسول اللہ

یارسول اللہ! اگرآپ کبھی مجھ غریب اورآنے سے مجبورکواپنا جلوۂ زیبادیکھادیں،تومیں آپ کے نشانِ کفش پا(جوتوں کے نشان) پراپنی جان قربان کردوں۔

زکردہ خویش حیرانم سیہ شد روزِ عصیانم

پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ

یارسول اللہ! میں اپنے اعمال پرشرمندہ ہوں گناہوں سے اعمال نامہ سیاہ ہوچکا، مجھے افسوس ہے، میں شرمندہ ہوں،آپ کے حضورنادم ہوں۔

زجام حُب تو مستم با زنجیر تو دل بستم

نمی گویم کہ من ہستم سخن داں یارسول اللہ

آپ کی محبت کے جام پی پی کربیخودھوگیا، دل کواسی زنجیر محبت میں باندھ لیا، یارسول اللہ! آدابِ گفتگونہیں جانتا، بس آپ کوشفیع المذنبین جان کرپکارتا ہوں۔

چوں بازوئے شفاعت راکُشائی برگنہ گاراں

مکن محروم جامی رادراآں یارسول اللہ

روزمحشرجب آپ گنہگاروں کواپنے دامن میں چھپاکر شفاعت فرمائیں تو، یارسول اللہ! اس وقت اس جامی کواپنی شفاعت سے محروم نہ کیجیے گا۔

دیگر

رُخِ پُرنور، جانِ بےقرارم یارسول اللہ

بقیہ ص ۱۱۱ر پر

## مٹے غم کی اندھیر، شہِ اجمیر

از: مولاناسلمان رضافریدی، مسقط، عمان

ترے درکی ہوخیر، شہِ اجمیر

مٹے غم کی اندھیر، شہِ اجمیر

فریاد سنو مورے نَینَن کی

کہتی ہے لڑی یہ اَنسُوَن کی

چلتی ہے کٹاری دُشمن کی

کردو اُنھیں زیر، شہِ اجمیر

ترے درکی ہوخیر، شہِ اجمیر

اے رب کے ولی پیارے خواجہ

بھارت کی زمیں کے مہاراجہ

مشکل میں ہیں اب تیرے شیدا

ہے ظلم گھنیر، شہِ اجمیر

ترے درکی ہوخیر، شہِ اجمیر

روتے زخمی ہنستے قاتل

حاکم بھی جفا میں ہے شامل

بھارت کے دل وجاں ہیں گھائل

لاشوں کے ہیں ڈھیر، شہِ اجمیر

ترے درکی ہوخیر، شہِ اجمیر

نفرت کی نظر، اُلٹی بولی

اِس باغ میں زاغ کی ہے ٹولی

بنیاد محبت کی ڈولی

آپس میں ہے بیر، شہِ اجمیر

ترے درکی ہوخیر، شہِ اجمیر

بقیہ ص ۱۱۱ر پر

## فیض غوث ورضا حامد و مصطفٰے

از: جناب شکیل اثر بریلوی، بریلی شریف

وارث انبیا حامد و مصطفٰے

نائب مصطفٰے حامد و مصطفٰے

بقیہ ص ۵۵ر پر

# माहनामा सुन्नी दुनिया बरेली शरीफ में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोट:-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022
APRIL - 2020
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

MAY & JUNE-2020 Rs. 50/-

رمضان المبارک و شوال المکرم ۱۴۴۱ھ / مئی و جون ۲۰۲۰ء

عالم اسلام کو رمضان المبارک، عید الفطر اور
عرس تاج الشریعہ مبارک ہو



جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

علم دین کی برکتیں

ملکی عدلیہ اور مسلم نمائندگی

سادگی بہترین طرز زندگی ہے

تربیت اولاد اور بڑوں کا ادب و احترام

چین سے آکر ہندوستان! کرونا ہوا مسلمان

قرآن، لیلۃ القدر اور رمضان عظیم نعمت الٰہی

جانشین تاج الشریعہ کا دورۂ تلنگانہ، مہاراشٹر اور راجستھان

معرکۂ بدر! اسلام کی سچائی اور فتح مبین کا دلکش نظارہ

مسجد میں سوشل ڈسٹینسنگ کا شرعی جواز اور اس کا منصفانہ جائزہ

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چند نامور شعرائے عظام

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ بحیثیت خلیفۃ المسلمین

لفظ ''میٹھا'' کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ

تبلیغی جماعت اور فرقہ پرستوں کی زہر افشانیاں

حضور تاج الشریعہ! منظر و پس منظر

حضور تاج الشریعہ کی نوازشات و عنایات

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مجاہدانہ کردار

امام احمد رضا ہر عہد کی ضرورت ہیں

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند

# CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)







## Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران، رضانگر، بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/C No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

**بیادگار** امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۵-۶
Issue No. 5-6
Vol. 5 جلد نمبر ۵

رمضان و شوال ۱۴۴۱ ہجری
مئی و جون ۲۰۲۰ء

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**Contact Address**
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
**Contact Numbers**
0581-2458543, 2472166, 3291453

**Email:**
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
**Visit Us:**
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**رابطہ کا پتہ**
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں



| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| اداریہ | جانشین تاج الشریعہ کا دورۂ تلنگانہ، مہاراشٹر اور راجستھان | عبد الرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| اسلامیات | علم دین کی برکتیں | مفتی ولی محمد رضوی | ۱۲ |
| ● | قرآن، لیلۃ القدر اور رمضان، عظیم نعمت الٰہی | حافظ ہاشم قادری صدیقی | ۱۶ |
| ● | سادگی بہترین طرز زندگی ہے | مفتی محمد اجمل رضا قادری | ۱۹ |
| ● | تربیت اولاد اور بڑوں کا ادب واحترام | مفتی محمد اسلم رضا شیوانی | ۲۱ |
| ● | احکام جنازہ | مفتی محمد صابر القادری فیضی | ۲۶ |
| ایمانیات | معرکۂ بدر! اسلام کی سچائی اور فتح مبین کا دلکش نظارہ | غلام مصطفٰے رضوی | ۲۹ |
| احوال قوم وملت | ملکی عدلیہ اور مسلم نمائندگی | مولانا غلام مصطفٰے نعیمی | ۳۲ |
| احوال وطن | چین سے آکر ہندوستان! کرونا ہوا مسلمان | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۳۴ |
| ● | مسجد میں سوشل ڈسٹینسنگ کا شرعی جواز اور اس کا منصفانہ جائزہ | مولانا غلام مصطفٰے نعیمی | ۳۷ |
| اسلاف واخلاف | بارگاہ رسالت آب ﷺ کے چند نامور شعرائے عظام | مولانا اسلم رضا قادری | ۴۱ |
| ● | امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ بحیثیت خلیفۃ المسلمین | حافظ ہاشم قادری صدیقی | ۴۳ |
| ● | الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی! ایک مختصر سوانح حیات | مولانا نثار احمد مصباحی | ۴۹ |
| نقد ونظر | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۵۵ |
| ● | لفظ ''میٹھا'' کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ | مفتی محمد شمشاد حسین بدایونی | ۶۰ |
| ● | تبلیغی جماعت اور فرقہ پرستوں کی زہر افشانیاں | مولانا انیس عالم سیوانی | ۶۴ |
| ملفوظات | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۶۸ |
| ازہریات | حضور تاج الشریعہ! منظر وپس منظر | مفتی محمد شمشاد حسین بدایونی | ۷۳ |
| ● | حضور تاج الشریعہ کی نوازشات وعنایات | حافظ محمد شمس الحق رضوی | ۸۰ |
| بزم نسواں | ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مجاہدانہ کردار | عالمہ کنیز عائشہ امجدی | ۸۲ |



مشمولات

بقیہ فہرست صفحہ نمبر ۱۰۶/ پر دیکھیں

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

# جانشین تاج الشریعہ کا

## دورۂ تیلنگانہ، مہاراشٹراوراجستھان! ایک مشاہدہ

اداریہ

**جہاں** بھی جانشین تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی کا تبلیغی دورہ ہوتا ہے لوگوں کا ہجوم امنڈ پڑتا ہے، لوگوں کی عقیدت ومحبت، وارفتگی ودیوانگی کا منظر دیکھ کر حضور تاج الشریعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اللہ رب العزت نے حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت عامہ کا وافر حصہ آپ کو عطا فرمایا ہے، حضرت علامہ ابوالحسن علی صاحب اور حضرت مفتی جاوید اختر صاحب رضوی کی دعوت پر ۳؍مارچ ۲۰۲۰ء بروز منگل جامعہ قادریہ رضویہ، رُدرور ضلع نظام آباد، تیلنگانہ کے دوسرے سالانہ اجلاس وجشن دستار بندی میں جانشین تاج الشریعہ کی شرکت ہوئی، ساتھ میں حضرت مفتی عاشق حسین صاحب اور راقم الحروف بھی تھے، کولکاتا سے پہلی فلائٹ چھوٹ جانے کے سبب شام کی فلائٹ سے تقریباً ساڑھے آٹھ پونے نو بجے شب میں آپ حیدرآباد ایئر پورٹ پہنچے، ایئر پورٹ سے ہم بائی کار ردرور کے لئے روانہ ہوئے، تقریباً ۱۷۰؍کلومیٹر کا طویل سفر طے کر کے رات سوا ایک بجے ہم ردرور پہنچے، جانشین تاج الشریعہ فوراً ہی تیار ہو کر رونق اسٹیج ہوئے، ماشاء اللہ لوگوں کا ہجوم دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل ہو رہا تھا کہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا دیوانوں کا یہ جم غفیر رات ۱۰؍بجے کا ہے یا ۲؍بجے شب کا۔

**۳؍مارچ ۲۰۲۰ء جلسۂ دستار بندی ردُرور**

اس وقت جلسہ کے مقرر خصوصی خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب حشمتی ردولوی ردوہابیہ دیابنہ پر اپنا مدلل خطاب فرما رہے تھے، آپ کے خطاب نایاب کے بعد خلیفہ ومعتمد حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری کی ایک پر مغز تقریر ہوئی، پھر ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ابوالحسن علی صاحب لنگم پیٹ نے قوم کو خطاب فرماتے ہوئے علاقے میں اپنی طویل مدتی دینی خدمات کی ایک مختصر روداد پیش کی اور جانشین تاج الشریعہ سے اپنے دیرینہ تعلقات کا تذکرۂ جمیل کیا، ساتھ ہی حضرت مفتی جاوید اختر صاحب رضوی کی خدمات کو بھی سراہا اور عوام اہل سنت کو ان کے شانہ بشانہ رہنے کی تلقین کی، اس کے بعد حضور قائد ملت کے ہاتھوں جامعہ قادریہ رضویہ سے فارغ ہونے والے ۶؍حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی۔

وقت چونکہ کافی ہو چکا تھا، اس لئے حضرت مفتی عاشق حسین صاحب نے حضور جانشین تاج الشریعہ کا اعلان کیا، دیوانگان تاج الشریعہ اور عاشقان اعلیٰ حضرت نے نعرہائے تکبیر ورسالت سے آپ کا والہانہ استقبال کیا، حضور جانشین تاج الشریعہ نے سب سے پہلے ہزاروں کی تعداد میں موجود لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعد آپ نے اپنے ناصحانہ خطاب میں فرمایا کہ آپ حضرات نے بیعت کے وقت جو کلمات میرے ساتھ دہرائے وہ دراصل ساری تقریروں اور نصیحتوں کی اصل ہے، اگر آپ نے اس پر سختی کے ساتھ عمل کر لیا تو آپ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں سرخ رو ہوں گے، یاد رکھئے یہ وعدہ آپ نے مجھ نہیں حضور تاج الشریعہ سے کیا ہے اور ان کے وسیلے سے یہ وعدہ آپ نے حضور مفتی اعظم، حضور اعلیٰ حضرت، حضور صاحب البرکات، حضور غوث اعظم، حضور مولائے کائنات اور حضور فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ہے، اس بیعت کے ذریعہ آپ نے سلسلہ بسلسلہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، اس لئے آپ حضرات نمازوں کی پابندی اور احکام شرع کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں، ان شاء اللہ دونوں جہان کی نعمتیں آپ کے قدموں میں ہوں گی، اس کے بعد صلاۃ وسلام اور جانشین تاج الشریعہ کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔

جلسہ کا آغاز مولانا اکمل رضا صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا پھر مفتی غلام صمدانی صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب امجدی کی تقریر ہوئی، جناب رفیق رضا اور جناب عامر رضا صاحبان نے نعت رسول کے ترانے گنگنائے، نقابت جناب عرفان ازہری نے کی، اسٹیج پر حافظ غلام یٰسین صاحب، حافظ محمد وسیم رضا صاحب اور جامعہ قادریہ رضویہ کے اساتذۂ کرام کے علاوہ بڑی تعداد میں علاقائی علمائے کرام موجود تھے۔

واضح ہو کہ جامعہ قادریہ رضویہ اب تک ایک کرائے کی عمارت میں تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دے رہا تھا، اختتام جلسہ کے بعد مفتی جاوید اختر صاحب رضوی اور دیگر ارکان کی کوششوں کے ذریعہ دور سے ایک کلومیٹر کی دوری پر خریدی گئی جامعہ کے لئے دو ایکڑ کی وسیع وعریض زمین پر جانشین تاج الشریعہ نے جامعہ کی ذاتی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے دعائیں فرمائیں۔

**۴؍مارچ ۲۰۲۰ء نرسی جشن غریب نواز واستقبال حضور قائد ملت**

پروگرام سے فراغت کے بعد احباب کے اصرار پر قائد ملت کے ساتھ ہم رات ہی میں نظام آباد کے لئے روانہ ہو گئے، مہاپلّی، نظام آباد میں علاء الدین بھائی کے گھر یہاں ہمارا قیام ہوا، عشا کی نماز کے بعد ہم نرسی، ناندیڑ مہاراشٹر کے لئے روانہ ہوئے، یہاں بھی جانشین تاج الشریعہ کا شاندار استقبال ہوا، جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ نرسی نے یہاں ''جشن غریب نواز واستقبال حضور قائد ملت'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا، لوگوں کا والہانہ پن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، ہزاروں کا مجمع جلوۂ قائد ملت کی صرف ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب تھا، جیسے ہی آپ رونق اسٹیج ہوئے، ایسا لگا جیسے پورے مجمع میں ایک نئی جان پڑ گئی، دیوانوں کا جوش وجنون دیکھ کر زمیں عش عش کر اٹھا، نقیب اجلاس نے فوراً ہی حضرت مفتی عاشق حسین صاحب کشمیری کو دعوت سخن دی، آپ نے ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، چونکہ یہاں کے بعد اسی شب کیج مہاراشٹرا کے جلسے میں بھی حضور جانشین تاج الشریعہ کو شرکت فرمانی تھی اس لئے بلا تاخیر آپ سے مائک پر سنبھالنے کی گزارش کی گئی، سب سے آپ نے پہلے ہزاروں عاشقان رضا کو داخل سلسلہ فرمایا، اس کے بعد آپ نے حسب معمول بیعت وقت کئے گئے وعدے کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی اور اس پر قائم ودائم رہنے کی تلقین فرمائی، پھر صلاۃ وسلام کے بعد آپ کی دعاؤں پر جلسے کا اختتام ہوا۔

علاقائی علما کرام وائمۂ مساجد کے علاوہ پروگرام میں شریک چند مخصوص علمائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت مولانا محمد اسلام خاں مصباحی، پرنسپل دار العلوم گلشن رضا کولمبی، حضرت مفتی محمد شاکر القادری صاحب کولمبی، حضرت مولانا اطیع اللہ صاحب امجدی، شعرا ونعت خواں حضرات میں صوفی غلام معین الدین رضوی اور الحاج توفیق رضوی صاحبان کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، حاجی افضل صاحب صدر نورانی مسجد، حاجی یوسف صاحب رضوی صدر مکہ مسجد، جناب اعجاز رضا باغباں، جناب کامران رضا، جناب عبد الجلیل اور دیگر صاحبان نے جلسے کے انتظام وانصرام کو بحسن وخوبی انجام دیا، پروگرام کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے میں حضرت مولانا قاری محمد شاہد رضا صدیقی رضوی بانی وناظم مدرسہ قادریہ ریاض البنات وامام خطیب نورانی مسجد کی کاوشیں قابل ذکر رہیں۔

**۴؍مارچ ۲۰۲۰ء کیج، پیغام تاج الشریعہ وجشن دستار بندی**

یہاں سے روانہ ہو کر قریب ایک بجے شب میں ہم کیج مہاراشٹرا پہنچے، جہاں پیغام تاج الشریعہ وجشن دستار بندی کے عنوان سے یہاں کے غیور مسلمانوں ورفعال علمائے کرام نے ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد فرمایا تھا، قائد ملت کی تشریف آوری سے قبل ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی بشیر احمد حشمتی صاحب، خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی سہیل رضا خاں قادری، حضرت مفتی جابر مصباحی اور حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحبان جیسے نامور علمائے کرام خطاب فرما چکے ہیں۔

وقت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے حضور جانشین تاج الشریعہ فوراً تیار ہو کر جلسہ گاہ تشریف لائے، آپ کی تشریف آوری ہوتے

ہی جلسہ دوبارہ شباب پر پہنچ گیا، عاشقان تاج الشریعہ نے فلک شگاف نعروں سے محفل میں نئی جان ڈال دی، اس وقت حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ حشمتی صاحب ردولوی کا خطاب نایاب ہورہا تھا، نعت خوان رسول جناب رفیق رضا اور جناب عامر رضا صاحبان نے نعت پاک کے ترانے گنگنائے۔

اس کے بعد بلا تاخیر نہایت کی ادب واحترام کے ساتھ مائک حضور جانشین تاج الشریعہ کے سپرد کردیا گیا، آپ نے سب سے پہلے ہزاروں عاشقان رضا کو داخل سلسلہ فرمایا اور پندونصائح پر مشتمل ایک مختصر سا خطاب بھی فرمایا پھر صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔

مدرسہ فیض العلوم صوفیہ سے فارغ ہونے چار حفاظ کرام کی دستار بندی بھی حضور قائد ملت کے مبارک ہاتھوں عمل میں آئی، جلسے کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے میں بزرگ حافظ وقاری محمد سلیم اشرفی، حافظ محمد عمر قادری، حافظ محمد مقیم احمد رضوی، حافظ محمد عباس رضوی اور جناب الحاج علاء الدین صاحبان اور جماعت کے رضائے مصطفیٰ شاخ کیج کے مخلص اراکین کا اہم رول رہا۔

**۵/مارچ ۲۰۲۰ء کٹھورا بازار**

جلسہ کے اختتام کے بعد ہی ہم کیج سے اورنگ آباد کے لئے روانہ ہوگئے، ۵/مارچ ۲۰۲۰ء بروز جمعرات تقریباً صبح ساڑھے ۷/بجے جانشین حضور تاج الشریعہ کا نورانی قافلہ اورنگ آباد پہنچا، یہاں ایک ہوٹل میں قیام ہوا، پھر رات قریب ۱۰/بجے ہم وادیٔ رضا کٹھورا بازار ضلع جالنہ کے لئے روانہ ہوئے، یہاں بھی ہزاروں دیوانوں کا پرشوق مجمع جانشین تاج الشریعہ کی ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب نظر آرہا تھا، آپ نے ہزاروں کی تعداد میں عاشقان تاج الشریعہ کو داخل سلسلہ فرمایا اور ایک مختصر مگر جامع خطاب بھی فرمایا۔

خلیفۂ تاج الشریعہ شیر رضویت حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ حشمتی صاحب ردولوی، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد بشیر احمد حشمتی صاحب، معتمد وخلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب کے پرمغز خطابات ہوئے، جناب نعت خوان رسول جناب رفیق رضا اور جناب عامر رضا اور عبدالمبین رضوی صاحبان نے نعت ومنقبت کے گلدستے پیش کئے اور نقابت کے فرائض عرفان ازہری نے انجام دیئے۔

اختتام جلسہ کے بعد حضور جانشین تاج الشریعہ نے یہاں ”دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ“ کے نام سے ایک تعلیمی ادارے کا سنگ بنیاد بھی رکھا، مقامی علمائے کرام میں حضرت مولانا کلیم رضا قادری، حضرت مولانا شہادت حسین رضوی، حضرت مولانا محمد عمران برکاتی، حضرت مولانا سلیم رضوی اور حضرت مولانا علاء الدین رضوی صاحبان زینت اسٹیج رہے اور پروگرام کو کامیابیوں سے ہم کنار کیا، اس عظیم الشان پروگرام کا انعقاد اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ کٹھورا بازار نے کیا تھا۔

جلسے کے اختتام کے بعد ہم اورنگ آباد ہوٹل واپس آگئے، دوسرے دن مسجد سیدنا امیر حمزہ میں آپ نے نماز جمعہ پڑھائی، آپ کی آمد کی خبر سن کر آس پاس کے سیکڑوں لوگ جمع ہوگئے اور آپ کے نورانی چہرے کی زیارت اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔

**۶/مارچ ۲۰۲۰ء، امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس اورنگ آباد**

بعد نماز عصر ”عام خاص میدان“ اورنگ آباد میں ”امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس“ شروع ہوئی، جو رات قریب گیارہ بجے تک نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

رات تقریباً نو بجے اہل سنّت کی مرکزی شخصیت قائد اہل سنّت قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی ”امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس“ کے اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، جہاں وادیِ اورنگ زیب (عام خاص میدان) اورنگ آباد میں ہزاروں کا مجمع آپ کی آمد کا منتظر تھا، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ اور جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ اورنگ آباد کے اشتراک سے امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس منعقد کی گئی، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ کا یہ آٹھواں سالانہ جشنِ دستارِ حفظ وقرأت تھا، جس میں جانشین حضور تاج الشریعہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ظلم وستم کی آندھی حق پرستی کے چراغ کو کبھی نہیں بجھا سکتی، شریعت مطہرہ کا مکمل پابند رہ کر ظلم کے

اداریہ

خلاف جدو جہد جاری رکھیں۔

حضور قائد اہل سنّت نے اس تاریخی کانفرنس میں اپنے خطاب میں حضرات ابدال کا تذکرہ فرمایا اور روئے زمین پر ان کا موجود رہنا کتنا ضروری ہے اور ان کی موجودگی کی کیا برکتیں ہیں، اس پر روشنی ڈالی، آپ نے اولیائے کرام کی باذنِ اللہ دست گیری کی توضیح کرتے ہوئے ان سے وابستگی کو ذریعۂ نجات قرار دیا، جانشین حضور تاج الشریعہ نے فرمانِ الٰہی کی روشنی میں سچوں کے دامن سے وابستگی کا درس دیتے ہوئے کہا کہ کسی ایک سچے کے ساتھ ہو جائیں، سارے سچے مل جائیں گے، آپ نے یہ بھی کہا کہ ہم نے ایک سچے یعنی تاج الشریعہ کا دامن تھام لیا، ان کے ذریعہ مفتی اعظم، اعلیٰ حضرت اور غریب نواز سے لے کر غوث اعظم تک بلکہ تمام سچوں کا دامن مل گیا، حضور قائد اہلسنّت نے اسلاف اور بزرگوں کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے کی تلقین کرتے ہوئے ہوئے کہا کہ اسلاف کی تعلیمات کو اپنا لو پھر تمہیں کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، قرآنی آیات کی روشنی میں اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے قاضی القضاۃ فی الہند نے فرمایا کہ ملک سے نکالنے کی دھمکیاں یہ آج کی نہیں ہے، پہلے بھی دی گئیں اور کہا گیا کہ تم ہمارے دین میں آجاؤ، ورنہ تمہیں ہم اپنی زمین سے نکال دیں گے، لیکن ہوا وہی جو اللہ کی مرضی تھی، مزید آپ نے لوگوں سے سنت وشریعت اور مسلک اہلسنّت وجماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) پر سختی سے قائم رہ کر زندگی گزارنے کی تلقین کرتے ہوئے نمازوں کا پابند ہو جانے کو کہا اور فرمایا کہ نمازیں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر پڑھیں، بعدہٗ موصوف نے خوبصورت لب ولہجہ میں نعت پاک پڑھی، جسے سن کر لوگ جھوم اُٹھے، کثیر تعداد میں شرکا نے سلسلۂ قادریہ رضویہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

ازیں قبل صدر اجلاس جانشین حضور سراجِ ملت، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ علامہ سید محمد ہاشمی رضوی صاحب (پھول گلی ممبئی) نے خطاب کرتے ہوئے سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وفضیلت کو اُجاگر کیا اور کہا کہ دُنیا کا بادشاہ لوگوں کے سروں پر حکومت کرتا ہے لیکن میرے خواجہ غریب نواز صرف سروں پر نہیں بلکہ دلوں پر بھی حکومت کرتے ہیں، بھارت کا مسلمان کسی حکومت کے رحم وکرم پر نہیں بلکہ غریب نواز کے فیضان کے بھروسے ہے، مزید کہا کہ بحیثیت مسلمان جہاں اپنے ایمان وعقیدے کی حفاظت ضروری ہے وہیں عزت دارانہ زندگی اور شہری حقوق کے لیے بھی آواز بلند کرنا ضروری ہے، اس لیے شریعت کے دائرے میں رہ کر اپنی آواز بلند کریں، ایمان جو شرطِ اوّل ہے اس کا ضرور خیال رکھیں۔

اس موقع پر خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مفتی عاشق حسین کشمیری بریلی شریف نے اپنے بیان میں امام ا✝ین، امام المسلمین، سراج الائمہ، کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی امتیازات اور علمی کمالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام اعظم کے کمالات کے اپنے تو اپنے غیر بھی معترف ہیں، مفتی صاحب نے امام اعظم کی ذہانت کو مثالی قرار دیتے ہوئے کہا کہ مشکل سے مشکل مسئلوں میں امام اعظم کا ذہن اس تیزی سے چلتا تھا، کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

فاضل بغداد علامہ انیس عالم سیوانی صاحب (لکھنؤ) نے دورانِ نقابت اظہارِ مسرت کرتے ہوئے منتظمین خاص کر صدر اجلاس مولانا سید محمد ہاشمی رضوی کی خصوصی توجہ اور دلچسپی کے ضمن میں مبارک باد پیش کی، ساتھ ہی سیوانی صاحب کا خوبصورت خطاب بھی ہوا، جس میں انہوں نے امام اعظم کی عظمت وفضیلت اور ذہانت کا خصوصی تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو تمام ائمہ کا امام قرار دیا، خطیب اہلسنّت علامہ محمد اسماعیل امجدی صاحب سورت نے اپنے معلومات افزا خطاب میں اصلاح معاشرہ کی اہمیت واضح کی اور سود کی حرمت اور اس کے نقصانات بتاتے ہوئے اس کی مذمت پر کئی روایات پیش کیں۔

شیڈول کے مطابق میدان میں ہی نمازِ عصر باجماعت ادا کی گئی اور اس کے فوراً بعد جلسہ کا آغاز ہوا، دار العلوم رضائے مصطفیٰ کے طلبہ نے کلام پیش کیے، مغرب کی نماز بھی اسی میدان میں جانشین حضور سراجِ ملت کی اقتدا میں ادا کی گئی، اس موقع پر

اداریہ

دار العلوم رضائے مصطفی (اورنگ آباد) کے شعبۂ حفظ وقرآت سے فارغ ہونے والے طلبہ کے سروں پر جانشین حضور تاج الشریعہ ودیگر علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں سے تاجِ زریں رکھا گیا، اخیر میں ملک میں امن وامان کے قیام اور اہلِ حق کی سلامتی کے لیے خصوصی دُعائیں کی گئیں، کانفرنس کی کامیابی کے لیے، جماعت رضائے مصطفی کے اراکین بالخصوص محترم عبدالعزیز کھتری صاحب، محمد گل خان رضوی صاحب، مولانا شعیب رضا سراجی، حکیم مدثر رضوی صاحب، ارشد خان صاحب، حاجی علی بھائی رضوی، راجہ بھیا اور دیگر ممبران وشہر کے سنی تنظیموں کی ٹیم مکمل طور سے مستعد رہی، جناب عبدالمصطفیٰ رضوی (ادونی) اور محترم محمد رفیق رضوی (ممبئی) اور محمد حسان تحسینی نے نعت خوانی کی، کانفرنس میں اطراف وجوانب سے کثیر تعداد میں عاشقانِ رسول نے شرکت کی، جب کہ علمائے کرام کے کئی وفود منبر پر رونق افروز تھے، رات تقریباً گیارہ بجے حضور قائد ملت کی دعاؤں کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا۔

نوٹ: اورنگ آباد تک کے دوروں میں راقم الحروف کو قائد ملت کی ہم رکابی کا شرف حاصل رہا پھر ۷؍مارچ ۲۰۲۰ء کو قائد ملت راجستھان کے لئے روانہ ہوئے اور راقم بریلی شریف کے لئے! اس کے بعد کے دوروں کی تفصیلی رپورٹ بالترتیب جناب سید مرغوب احمد ضیائی، پالی، مفتی محمد اسلم رضا رضوی اور نوری مشن مالیگاؤں نے ارسال کی ہے۔

**۷؍مارچ ۲۰۲۰ء، جشن سرکار غریب نواز کانفرنس پالی**

مرکز اہل سنت بریلی شریف نے اہل سنت کی ہمیشہ بہترین قیادت فرمائی ہے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام علامہ مفتی شاہ حامد رضا خاں قادری بریلوی مفتی اعظم ہند شاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کے بعد مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی جیلانی میاں علیہ الرحمہ اور حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان نے دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں جو خدمات جلیلہ انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو خداداد مقبولیت حاصل تھی، علم وفضل، تدبر وتفکر، تفقّہ وتبحر جیسی دولت بے بہا سے تو مالا مال تھے ہی، تقوی وورع میں بھی اپنے اقران ومعاصرین میں ممتاز مقام پر فائز تھے، آپ کی خصوصی صحبت وتربیت نے حضور عسجد رضا خاں قادری نوری مدظلہ العالی کو بھی باکمال بنادیا ہے، جس طرف نکل جاتے ہیں مریدین ومعتقدین ومتوسلین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے، یہ منظر کئی بار راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں دیوانوں کا جم غفیر امنڈ پڑتا ہے، اہل عقیدت ومحبت بے قابو ہوجاتے ہیں اور وارفتگی ایسی جو دید کے قابل ہوتی ہے۔

مورخہ ۷؍مارچ ۲۰۲۰ء کو سرزمین پالی میں جشن سرکار غریب نواز کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں خصوصی مہمان جانشین و شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضور قائد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ قادری رضوی کی پہلی بار آمد ہوئی آپ کی آمد سے پالی کا ماحول نور علی نور ہوگیا پالی کا ہر فرد آج اپنی قسمت پر ناز کررہا تھا کیوں کہ حضرت قائد ملت کی تاریخ اہل پالی کو بڑی کوشش کے بعد ملی تھی، حضرت کی آمد اودے پور ایئر پورٹ سے ہوئی اہل پالی نے اپنے مہمان عظیم کا استقبال بڑے جوش وجذبے کے ساتھ کیا اور کثیر تعداد میں گاڑیاں شہر پالی سے استقبال کے لئے نکلی اور نعروں کی صداؤں میں حضور قائد ملت کا استقبال کرتے ہوئے شہر پالی میں داخل ہوئے، جانشین تاج الشریعہ کے دیدار کے لئے سب امڈ پڑے اور قیام گاہ تک لائے ساتھ ہی داماد حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی عاشق حسین صاحب قبلہ قادری کی بھی تشریف آوری ہوئی، بعد نماز عشا پروگرام اپنی پوری آن وبان شان کے ساتھ شروع ہوا، تلاوت کلام مجید حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور نظامت کے فرائض دار العلوم فیضان اشفاق کے فاضل حضرت مولانا غلام احمد صاحب یزدانی نے انجام دی، اس کے بعد سرزمین پالی کے مشہور ومعروف ثنا

خواں حضرات نے نعت ومناقت کے گلہائے عقیدت پیش کئے پھر اس کے بعد آل راجستھان جماعت رضائے مصطفیٰ کے صدر ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور قائد ملت حضرت مولانا حافظ محمد نصیر احمد صاحب قبلہ رضوی نے ایک شاندار خطاب فرمایا جس میں آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک مختصر اور جامع تعارف عوام کی سماعتوں کے حوالے کیا اور پالی کی سرزمین پر بھی اس کی ایک شاخ قائم کرنے کا اعلان فرمایا، بعدہٗ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ اودے پور کے صدر حضرت مولانا محمد مثنی صاحب قبلہ جہانگیری کا بھی شان خاندان اعلیٰ حضرت پر شاندار خطاب ہوا، پھر شان راجستھان، فخر رضویت معتمد حضور تاج الشریعہ حضور مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد صاحب قبلہ رضوی مدظلہ العالی کا ولولہ انگیز خطاب ہوا اور اعلیٰ حضرت سرکار کی بارگاہ میں منقبت کے چند اشعار پڑھے پھر بلبل باغ رضا حضرت مولانا محمد رفیق صاحب قبلہ رضوی ممبئی نے اپنے انوکھے انداز میں نعت و منقبت کے اشعار سے بزم میں ایک سماں باندھا پھر حضرت مولانا محمد مبارک حسین صاحب قبلہ امجدی گجرات کا شاندار بیان ہوا پھر داماد حضور محدث کبیر حضرت مولانا مفتی محمد شاہد رضا صاحب قبلہ امجدی نے سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات پاک پر روشنی ڈالی اور اسی دوران حضور قائد ملت ومدظلہ العالی کی آمد ہو گئی، داماد حضور محدث کبیر نے حضور قائد ملت کی حیات پاک پر روشنی ڈالی اور داماد حضور قائد ملت حضرت مولانا مفتی عاشق حسین صاحب قبلہ کشمیری کو بیان کے لئے دعوت دی اور حضرت نے بہت ہی سادہ انداز میں علمی گفتگو فرمائی پھر آخر میں جگر گوشۂ حضور تاج الشریعہ حضور قائد ملت ومدظلہ العالی نے حضور تاج الشریعہ کا لکھا ہوا ایک مشہور زمانہ کلام ؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لئے

کے چند اشعار اپنی زبان فیض ترجمان سے پڑھے اور قریب آدھا گھنٹہ ایک شاندار نصیحت آموز خطاب فرمایا اور لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے کی ہدایت دی پھر حضرت مولانا مفتی شاہد رضا نے صلوۃ وسلام پیش کیا اور حضور قائد ملت نے دعا فرمائی اور لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا، ہزاروں لوگ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے، یقیناً حضور قائد ملت کے چہرے کی زیارت کر کے حضور تاج الشریعہ نور اللہ ومرقدہ کی یاد تازہ ہو گئی اور قریب رات ۴ ربجے پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

**۸ر مارچ ۲۰۲۰ء، جشن غریب نواز کانفرنس جودھپور**

جودھپور راجستھان میں آپ کی آمد سے چاروں جانب خوشی کی لہر نظر آرہی تھی، جماعت رضائے مصطفیٰ، شاخ جودھپور کے ارباب حل وعقد نے بڑی عقیدت واحترام سے آپ کو دعوت پیش کی تھی، بالخصوص حضرت علامہ مفتی محمد عالمگیر صاحب رضوی مصباحی (استاذ ومفتی دار العلوم اسحاقیہ جودھپور) کی بے پناہ کاوشوں سے قائد ملت کی جودھپور آمد ہوئی۔

خطیب مارواڑ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب اشرفی، حضرت مفتی محمد عبد القادر رضوی تھے مفتی محمد اسلم رضا رضوی عصر کے وقت روانہ ہو کر عشا سے کچھ پہلے جودھپور پہنچ گئے، راستہ میں استاد گرامی اور مولانا حسن سے کئی بار رابطہ کیا اور حضرت کی آمد کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

شہزادہ حضور تاج الشریعہ، مغرب کے بعد پالی سے روانہ ہوئے، جودھپور پہنچ کر آپ نے سب سے پہلے مفتی اعظم راجستھان شاہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر حاضری دی، بعدہ قیام گاہ تشریف لائے، ضروریات سے فارغ ہو کر جشن غریب نواز وتحفظ مسلک اعلیٰ حضرت کانفرنس کے اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، عیدگاہ میدان جالوری گیٹ کے اندر شاندار اسٹیج لگا ہوا تھا، حضور شیر راجستھان حضرت علامہ مفتی شیر محمد خاں صاحب قبلہ رضوی (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم اسحاقیہ جودھپور) کی صدارت میں پروگرام رکھا گیا تھا، پورا اسٹیج علما وائمہ کرام سے پر تھا، مجمع بھی کثیر تھا، حضرت مولانا ہاشم صاحب نینی تال نے خانوادہ اعلیٰ حضرت کی علمی ودینی خدمات پر روشنی ڈالی، آپ کے بعد حضور شیر راجستھان نے حالات حاضرہ پر شاندار خطاب فرمایا اور شہزادہ وجانشین حضور تاج الشریعہ کا زبردست

اداریہ

تعارف پیش کیا۔

حضرت مفتی عالمگیر صاحب نے ہدیۂ تشکر پیش کیا، بعدہ قائد ملت کو سکوں سی وزن کیا گیا، یہ اہل جودھپور کا ایک تاریخی اور یادگاری کارنامہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، شیر راجستھان نے فرمایا: آج ہمارے حضرت کو سکوں سے وزن کیا جارہا ہے ان شاء اللہ آئندہ حضرت کو اہل جودھپور چاندی سے تولیں گے۔

آپ کے بعد حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب نے "اسلام کے نظام عدل وانصاف" پر ایک مدلل ولاجواب خطاب فرمایا، آخر میں حضور قائد ملت نے دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت کے تعلق سے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا اور حضرت مولانا مفتی محمد عالمگیر صاحب رضوی کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی مختصر یہ کہ جماعت رضا مصطفیٰ شاخ جودھپور نے آپ کو مدعو کر کے ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔

**۹/مارچ ۲۰۲۰ء، دربار حضور غریب نواز میں خصوصی حاضری**

۹/مارچ ۲۰۲۰ء بروز پیر بعد نماز مغرب شہزادۂ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری مدظلہ العالی نے سلطان الہند خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا، یہ حاضری حضرت سید فرقان علی چشتی اجمیری دام ظلہ کی معیت میں ہوئی، اس موقع پر مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ، جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت اور ظالمانِ عہد کے خاتمہ کے لیے دربارِ اقدس میں دعا بھی کی گئی، ازیں قبل حضرت سید فرقان علی چشتی نے اپنے جد امجد مولانا سید حسین علی چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ کتاب ''دربارِ چشت'' حضور قائد ملت کی خدمت میں پیش کی اور بتایا کہ اس کتاب میں اجمیر مقدس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حاضری کا تذکرہ موجود ہے، اِس موقع پر اجمیر مقدس سے بریلی شریف کے قدیم دینی رشتہ وتعلق پر بھی گفتگو ہوئی اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی سلطان الہند خواجہ غریب نواز سے عقیدت ومحبت کا تذکرہ ہوا، واضح ہو کہ دربارِ اقدس میں بوقت حاضری خلیفۂ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری (ناظم تعلیمات جامعۃ الرضا بریلی شریف) اور کثیر تعداد میں دیگر علمائے کرام ومریدین ومتوسلین بھی موجود تھے۔

قادری چشتی رضوی دارالمطالعہ اندرون درگاہ شریف حجرہ ۹۳/ میں ایک گھنٹہ قیام رہا اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی اجمیر شریف حاضری کے تعلق سے ایمان افروز گفتگو رہی، سید صاحب نے کہا کہ ہر سال حضور مفتی اعظم، حضور تاج الشریعہ عرس میں حاضر ہوتے تھے، اس روایت کے مطابق آپ بھی ہر سال عرس شریف میں تشریف لائیں، چہرۂ حضور قائد ملت دیکھ کر ہزاروں زائرین جمع ہوگئے اور نعرے بلند کیے، اس موقع پر سید فرقان علی چشتی نے مراسم چشت کے مطابق دستار بندی بھی ہے، سید صاحب نے بتایا کہ الحمد للہ! خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے شہزادگان میرے اور میرے اجداد کی وکالت میں دربارِ خواجۂ خواجگان میں حاضر ہوتے رہے ہیں، حضور تاج الشریعہ کی بار بار حاضری کرانے کا شرف مجھے حاصل رہا ہے اور آج پھر اسلاف کی روایات کے مطابق حضور قائد ملت کی حاضری میری وکالت میں ہوئی۔

سید صاحب کو خلافت کا شرف حضور مفتی اعظم وحضور تاج الشریعہ علیہما الرحمہ سے حاصل ہے، آخر میں ہندستانی مسلمانوں کے لیے خصوصی دعا حضور قائد ملت نے کی، بعدہٗ جے پور کے لیے روانہ ہوئے، حضرت سید فرقان علی چشتی کے توسط سے یہ رپورٹ نوری مشن مالیگاؤں نے جاری کی۔

◆◆◆

**ص ۹۸/ کا بقیہ........................................**

رکھوا پنے دامن کو پھیلائے اس جا
ہے مہر وفا عرس تاج الشریعہ
نوازے گا کتنا تمہیں یہ نہ پوچھو
بنام رضا عرس تاج الشریعہ
رضا کی تجلی کے سائے میں قدسی
ہے فکر رسا عرس تاج الشریعہ

◆◆◆

اداریہ

مفتی ولی محمد رضوی٭

# علم دین کی برکتیں

اسلامیات

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے علم کی قدر بتاتے ہوئے فرمایا:

وہ انمول بے قیمت شی ہے کہ تو اس کی قدر کر اور اس کے مقام و مرتبہ کو جان و پہچان تو بھی اس علم کے فیض و اثر سے بابرکت و باقدر ہو جائے گا۔

خوب یاد رکھو! ماضی میں ایسی ہستیاں اہل اسلام میں بہت ہوئی ہیں جو علم کی قدر کرتی تھیں اس کے حصول میں جان کی بازی لگاتی تھیں تو اسی علم نے ان کو علم وقدر کے تاج حسین پہنائے کہ بادشاہوں کے تاج ختم ہوئے مگر علم وفضل والوں کے رفعت و عظمت کے تاج کبھی ختم نہ ہوئے بلکہ بلند تر ہوئے۔

تو ہماری امت کے ایک بزرگ شیخ شرف الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، جن کا نام اور کام آج بھی زندہ ہے ۸؍صدیوں سے اور زندہ ہی رہے گا کہ علم نے ان کو زندہ کیا ہے علم کا زندہ کیا ہوا نہیں مرتا تو فرمایا ہے: اے مومن! تو علم دین کی قدر کر، اس کے حصول میں جان توڑ کوشش کر اگر تو اس میں کامیاب ہوا تو علم تجھے وہ عزت دے گا کہ ایسی عزت کسی تاجدار و مالدار کو نہ ملی وہ تجھے ملے گی شرط ہے شمع کی طرح پگھل شمع نے اپنا پورا وجود فنا کر کے ایک محل ومقام کو روشن کر دیا تاریکی کو وہاں سے بھگا دیا در و دیوار، محل و مکانات وغیرہ شمع سے چمکے روشنی اجالے پھیل گئے ہر طرف نور و اجالا ہی اجالا کے نظارے ہو گئے ارے یہی نہ چمکے انسانوں کے چہرے چمکے ارے اس شمع کی چمک نے آنکھ کی شمع کو چمکایا کہ وہ بھی شمع ظاہر کے بغیر نہ چمکے نہ وہ شمع کی طرح کام کرے اس شمع نے جل کر وجود ختم کر کے فنا کر کے ہر طرف نور باری کر دی کہ محلات، مکانات و انسان تک چمک گئے اور انسان کی شمع کی چمک اس شمع سے چمکی اور آنکھ کی شمع نے چمک کر جہان کے نظارے کئے اور جہان میں اپنے وجود سے وہ جوہر و کمالات دکھائے کہ جہان کو قابل رشک بنا دیا یہ سب ایک شمع کی قربانی کا ثمرہ ہے قربانیاں رنگ لاتی ہیں، اے نادان جاہل علم کی قدر کر بس پھر دیکھ علم دین تیری روح کو کیسی کیسی بلندیاں، رفعتیں، شوکتوں کے تاج دیتا ہے، اللہ اکبر کیا شان علم ہے مولیٰ غافلوں کو اس کی قدر کرنے اور اس کے حصول کے لئے تڑپ و بے قراری دیدے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

قرآن کریم میں بار بار علم و اہل علم کی قدر کے تعلق سے پیغام و ہدایات دی ہیں کہ اپنی علمی پیاس اہل علم جاننے والوں سے بجھاؤ، علمی حاجت وضرورت اہل علم و جانکاروں سے حاصل کرو اور علم و اہل علم کی قدر کرو ان کو اپنی مشکلات دینی پیش کرو وہ تمہاری علمی ضرورت کتاب سنت فقہ وحدیث کے مطابق علم کا ادب عالمانہ وقار ومنصب کے مطابق دیں گے اور جائز کو جائز، ناجائز کو ناجائز ہی کہیں گے واقعی جو علما ہوں گے وہ جانیں گے کہ ہم اس امانت کے امین ہیں اگر ہم نے ذرا بھی اس میں غلطی کی تو ملت کے بگڑنے اور ہم سے خیانت ہو جائے گی اور ہم کو لینے کے دینے پڑیں گے صحیح مسئلہ بتائیں گے تو ہماری بھی نجات اور جو عمل کرے گا اس کی بھی نجات ہوگی ورنہ اگر غلط مسئلہ بتایا تو دونوں کا انجام بُرا ہوگا، جب ایسے خداترس عالم باعمل علما ہوں گے تو ملت دینی طور پر ایک اسلامی ماحول میں ڈھلتی نظر آئے گی اور اسلام کا چمن علم کی خوشبوؤں سے مہکے گا۔

مگر افسوس! کہ اب دو ہندی کی کتاب پڑھنے والا نہ عالم ہے نہ علم سے تعلق ہے، نہ اپنے کو حصول علم کا طالب علم بنانے کے لئے تیار کرتا ہے، بس چند دن کسی کے ساتھ بس چکر کر کے اور دو تین سنت ظاہری کو پکڑ لیا اور علم کے ناقدروں نے بے نمک

٭ مضمون نگار سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

پھٹکری اس کے سر پر مبلغ اسلام ہونے کی پگڑی باندھی اور ڈھٹائی بے حیائی اور علم کی ناقدری بے مروتی اتنی کہ اسے حوصلہ دیا جاتا ہے، زبان درازی بے حیائی سے اسے یہ کہنے کی جرأت دی جاتی ہے کہ تو اب یہ اعلان کر کہ میں پوری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کروں گا، واہ رے بے علم، واہ رے بے قدرے، واہ رے بے غیرت تیری یہ ہمت کے تو دو چند اردو ہندی چندی کی کتابیں پڑھ کر دو تین سنتیں ظاہری پر عمل کر کے علم کو اس طرح رسوا کرتا ہے؟ ہاں ہاں سن لے علم تو رسوا نہ ہوگا تجھے ذلیل وخوار کرے گا تیری بے غیرتی، بے شرمی، بے حیائی کو سر عام کرے گا پہلے تیری جہل نے بے زبان کھولے تجھے رسوا نہ کیا تھا مگر اب تیری جہل کا پردہ فاش ہوگیا، سچ فرمایا:

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

جب تک مرد نے زبان نہ کھولی اس کا عیب وہنر دونوں پوشیدہ رہیں گے مگر جب مرد بولا دونوں ظاہر ہوئے ہنر وکمال ہے تو وہ ظاہر اور عیب وجہل ہے تو وہ ظاہر تو اب پردہ کھل گیا کہ اندر سے کھوکھلا علم سے کورا ہے اور اب علم سے کورا کیا روشنی پھیلائے گا، کیا علم کی خدمت کرے گا، کیا سنیت کو عام کرے گا، کیا یہ مسلک رضا کا مبلغ بنے گا؟ نہیں ہر گز نہیں ہوگا اونٹ سے شیر کی امید کرنا، بانجھ سے بچے کی امید کرنا نادان وا جہل کا فیصلہ ہوسکتا ہے، دانا و دانش والا تو فیصلہ کیا کرے گا سوچ وخیال بھی اس طرف تو نہ لے جائے گا، وہ خوب جانتا ہے کہ یہ خیال خیال جنون ہے یہ فکر فکر دیوانگی ہے۔

افسوس ہزار افسوس! اب ملت کو ایسے لوگوں کے سپرد کیا جا رہا ہے، اب مسجد وجلسوں کے منبروں پر اور مائکوں جلسوں کو ایسے لوگوں کو لڑائی جھگڑا کر مسلط کیا جا رہا ہے اور ملت کو بگاڑنے جہل کو عام کرنے علماء سے کاٹ کر ان جہلا کی گود میں ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ کوئی ایک فرد نہیں بلکہ افراد ارے کروڑ افسوس! تحریک وتنظیم کام کر رہی ہیں خدا کے لئے ہوش کے ناخن ہاتھ میں لو آخر دن دہاڑے اس طرح کیا تماشہ ہو رہا ہے چند ذمہ دار علماء خدا ترس علم وعقل والوں کے سوا سب کے منھ پر تالے مار دیئے گئے ہیں اور بعض علماء بھی مجھے ہزار افسوس! کے سوز دردوں سے آخر مجبور ہو کر کہنا پڑے گا کون سی مصلحت اور کونسی حکمت نفس نے ان کو مجبور کر رکھا ہے اور جہلا کی حمایت و تائید کر کے سچے علما سے بیزاری اور دوری بنا رہے ہیں ہائے کیا علم کی ناقدری ان آنکھوں سے آج دیکھنی پڑتی ہے۔

کتمان حق حق پوشی کا مجرم نہ ہو جاؤں اس لئے بادل نہ خواستہ چند سطریں لکھیں اس اگر میرے دینی سنی بھائی جو مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق ہوں اس کی نظر میں جرم ہے تو للہ پیشگی معذرت ہے، اے میرے اللہ! میری قوم کو علم وعلما کی قدر دے اور میری قوم میں ایسے جیالے، جانباز، مخلص، مرد مجاہد علما پیدا کر جو حق بات کہیں رد باطلہ کریں، حق کا نور پھیلائیں اور اعلیٰ حضرت کے مشن کو قولی عملی طور پر قبول کر کے سچے عاشق رسول اور متبع سنیت بن جائیں، آمین۔

آیئے بہت گفتگو ہوگئی حدیث رسول پاک علیہ السلام کے اجالے میں طلب علم کی قدر جانیں، حضرت کثیر بن قیس تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ملک شام کی دمشق کی جامع مسجد میں تھا کہ ایک مسافر صحابی رسول گرامی سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا عرض کی اے صحابی رسول میں نبی کریم علیہ السلام کے شہر پاک مدینہ طیبہ سے سفر کر کے صرف آپ سے ایک حدیث شریف سننے آیا ہوں اے میرے رسول گرامی علیہ السلام کے پیارے صحابی میرے آنے سفر کرنے یہ سب میرا صرف آپ سے ایک حدیث پاک سننا ہے اور کوئی اس طویل سفر سے مقصد میرا نہیں ہے۔

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنے والے کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک وہ حدیث سنائی جس میں طلب علم اور سفر علم اور عالم کی فضیلت وقدر ومنزلت کا ذکر ہے، سبحان اللہ کیا قول رسول وقار علیہ السلام سے علم دین کی قدر کے ہزاروں چراغ روشن ہوتے ہیں فرماتے ہیں، اے مبارک مسافر! سن سرکار فرماتے ہیں:

''مَن سَلَكَ طَرِيقًا لِطَلَبِ العِلمِ سَلَكَ اللهُ طَرِيقًا مِن طُروقِ الجَنّةِ۔ یعنی جو کوئی طالب علم کسی راستہ پر دینی علم کے لئے چلے اللہ اسے اپنے فضل و کرم سے جنتی راستوں سے ایک خاص راستہ پر چلائے گا۔''

واہ رے دین حبیب خدا علیہ السلام کا طالب علم تو اتنا خدا کومحبوب رب کا تجھ پر اتنا بڑا اکرم کہ ایک دین کی بات کو طلب کرنے چلا اب یہ تیرا راستہ بھی جنتی ہو گیا واہ رے مبارک متعلم تو بھی مبارک تیرا راستہ بھی مبارک ارے ہاں ہاں تجھے بھی ہزاروں سلام اور تیرے راستے کو بھی ہزاروں سلام تو تو بڑا مقدر کا سکندر ہے، اب صحابی رسول ذی شان علیہ السلام فرماتے ہیں میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

''ان الملئکة تضع اجنحتها رضا لطالب العلم۔ یعنی بے شک اللہ کے فرشتے اپنے مبارک نورانی پر بچھاتے ہیں طالب علم کو راضی کرنے کے لئے۔''

سبحان اللہ ماشاء اللہ قرآن وسنت کے طالب علم کی یہ شان ورتبہ کے آسمانی نوری گناہوں سے پاک وصاف مخلوق اسے راضی کرے اس کی خدمت کرے، ہاں ہاں کیوں نہ ہوگا کہ یہ کوئی عام طالب علم نہیں ہے ارے دل کے کان سے سن یہ خاص طالب علم ہے یہ روحانی نورانی علم کا طلبگار ہے اس کے سر میں سودا ہے کہ میں ایسا علم حاصل کروں جو مجھے قدم رسول گرامی میں ڈال دے اور ارے میں مدنی تاجدار کے دربار کا بھکاری اور سوالی ہوں میرا داتا نرالا ہے تو میں اس داتا کے کرم سے انوکھا سوالی ہو گیا ہوں، اب کیوں نہ یہ فرشتے میری خوشی وخدمت کریں گے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو دربار نبی کا ایک خادم ہے وہ تو اللہ کو بھی پیارا ہے رسول مختار کو بھی پیارا ہے تو ضرور ہوا کہ ہمیں بھی پیارا ہوگا اور ہم اس کی رضا وخوشی خدا اور رسول کی خوشی حاصل کرنے کی غرض ومقصد سے کریں گے، سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

اب آئیے جب یہ طلب علم میں ثابت رہا جان ودل سے علم کے حصول میں مخلص رہا سالوں محنت ومشقت برداشت کی اساتذہ کے قدموں میں پڑا دن رات قال اللہ اور قال الرسول اللہ کے نغمات روحانی نے اس کی روح کو چمکا یا دس سال کے قریب زمانے ادارے میں آنے استاذ کا ادب اور خدمت کی وہاں کے ضابطے اصول کو مانا اور ایک وفادار سعادت مند سچے طالب علم کا کردار پیش کیا تو تفسیر حدیث فقہ وغیرہ سے آراستہ ہوا اپنے سب آرام وعیش کو طلب علم پر قربان کیا اور خوب محنت کی اور دل سے رات دن ایک کئے تو اللہ نے وہ مبارک دن سعید گھڑی اسے اپنے کرم سے عطا کی کہ آج سادات ومشائخ علما اساتذہ کے مبارک ہاتھوں سے سر پر دستار باندھی جاتی ہے کہ بیٹا اب تک تو طالب علم تھا تیری غلطی ایک متعلم کی تھی اب ادارہ نے تیری محنت و وفاداری کی قدر کرتے ہوئے تیرے سر پر ذمہ داری قوم وملت کی رہنمائی خدمت دین وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ذمہ داری کی ایک ایک دستار کے پیچ سے باندھی ہے، اب تو باندھ دیا گیا ہے اب تو جہاں جائے گا ہماری عزت تیرے ہاتھ ادارے کی لاج تو رکھنا اور ایک دین کے سچے وفادار خادم کے طور پر قوم کی ضروریات ہوں جہاں جیسی پوری کرنا حلال کو حلال حرام کو حرام بتانا اور صبر وہمت سے یہ خدمت انجام دینا تیرا قدم اب سنت وشریعت کے طور پر اٹھے اب قوم تجھے ہمارے کہنے دستار دینے کی بنا پر ایک دین کے سچے خادم اور عالم کے طور پر دیکھے گے، اب تیرا ہر قدم ایک عالم کی طرح ہونا لازم ہے اگر تو نے ایسا کیا تو تیرا بھی بھلا مدرسہ کا نام اور ہماری روح خوش ہوگی اور قوم نے جو خیرات وعطیات دے کر تیری خدمت کی وہ بھی صحیح طور پر پھل لائے گی ورنہ تیرے قدم اگر پھسلے تو جہاں تو رسوا ہوگا مدرسہ اور اساتذہ کو علما کو رسوا کرے گا، لہٰذا تجھے وصیت ونصیحت ہماری ہے کہ بس اور بس تو اس پر کاربند ہو کر عمل کرے گا تو تیری عزت میں چار چاند لگ جائیں گے اور تیرے وجود سے اللہ نے چاہا تو اسلام وسنیت ومسلک رضا کا بول بالا ہوگا اور باطل کا منھ کالا ہوگا، جا ہم تیرے لئے دعا کرتے ہیں جا بیٹا ہم کو تیری جدائی کا غم ہے، جا خدا تجھے سلامت رکھے، اللہ تیری نصرت کرے، خدا حافظ۔

اگر وہ واقعی عالم باعمل ھدایاتِ اساتذہ کے مطابق رہا اور اس کے وجود سے سنت وشریعت کے احکام جاری ہوں اور وہ

اسلامیات

حامی سنت ماحی بدعت، حق و باطل، ہدایت و گمراہی کے ظاہر کرنے میں ثابت قدم رہا اور مخلص بے باک مرد مجاہد رہا احقاق حق ابطال باطل میں اس نے کوئی کبھی کسی کی رعایت یا پاس نہ کی تو اب اس کی کیا شان ورتبہ ہوگا سنو اور سنو! صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول کونین سلطان دارین ﷺ سے یہ سنا کہ:

"ان العالم یستغفر ولہ من فی السمآ و من فی الارض حتی الحیطان فی جوف الماء۔ یعنی اس عالم دین کے لئے زمین میں جو اللہ کی مخلوق ہے اور آسمان جو اللہ کی مخلوق ہے اور سمندر میں جو مچھلیاں ہیں، اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔"

کیا جب قریب ساری مخلوق جس کے لئے دعائے مغفرت کرے گی کیا وہ عذاب میں گرفتار ہوگا؟ ارے نہیں ہرگز نہیں اس کے درجات بلند ہوں گے اور وہ ان مخلصانہ دعاؤں اور دین کی خدمتوں کے طفیل وہ تو ایسا ہوگا کہ لاکھوں کی مغفرت کا وسیلہ ان نجات کی سبب بنے گا، وہ بڑی شان والا ہوگا کہ محشر میں اس کی شان تو دیکھنے والے ہی ایک ہی نظر میں دیکھ لیں گے کہ میں ان خوش قسمت زندہ دل سنی عقیدہ کے مسلمانوں کو مبارک باد دے کر بے شمار سلام کروں گا جو اپنے نور نظر بیٹے بیٹی اپنی جدائی کا غم سینہ میں لے کر ان کو دین کا سچا پاسبان بنانے کو سنی دینی مسلکی ادارہ میں بھیجتے ہیں اور دین کا ایک سچا قابل خادم تیار کراتے ہیں وہ یقیناً دنیا کے طور پر تو زیادہ خوشحال دولت مند ہو یا نہ ہوں مگر آپ کی آخرت کی جنت کا سبب اللہ کے کرم سے ضرور ہو جائے گا اور رسول گرامی علیہ السلام کی رحمت سے آخرت میں آپ فقیر نہیں بڑے سرمایہ دار پونجی پتی کی شان والے سب کو نظر آئیں گے اور محبوب خدا علیہ السلام کی شفاعت کے سبب رب کریم آپ کے سر پر وہ تاج رکھے گا کہ سورج کی روشنی سے زیادہ روشن ہوگا، اس وقت آپ کو محسوس ہوگا کہ میں نے عالم بنوا کر سب سے زیادہ عقل مندی کا ثبوت دیا تھا رب نے مجھے توفیق خیر سے نوازا کہ میں نے دنیوی دولت کی خاطر صرف دنیا حاصل کرنے کے لئے بیٹا نہ دیا بلکہ دین کی حفاظت اور اس کی حمایت کے لئے پیش کیا تھا یہ میری کمائی بہت ہی شاندار لازوال ہے مولیٰ ایسے والدین کو سلامت رکھ، عزت دارین عطا کر جو اس طرح علمائے کرام دیتے ہیں اور دین کے محافظ تیار کراتے ہیں، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

آج جب کہ سب کو دنیا کی آرائش و آرام پوری قوت سے اپنی طرف مائل کر رہے ہیں بڑے بڑے مالداروں سرمایہ داروں کے حالات ماسٹر، ڈاکٹر وغیرہ کی بڑی تنخواہیں سنتے ہیں تو غریب بھی کسی طرح سے ہمت کرتا ہے کہ میں بھی ایسا کروں مگر مرد مومن کی شان ہے کہ دنیوی آسانیوں کی طرف سے نظر پھیر کر اگر خالص دینی فکر و غیرت سے غور کرے تو اللہ کے حبیب کا دین صحابہ نے جس کے لئے خون دیا جانیں دیں اولا د وطن دے کر ہم تک پہنچایا اب ہم پر لازم کہ ہم بھی مدارس دینیہ سنیہ میں ضرور اپنی اولاد کو پیش کریں اور ان کو سنی ٹاناٹن پختہ عقیدہ مسلک رضا کے پاسبان اداروں میں مدرسین معلمین کو سپرد کریں تا کہ یہ سلسلہ قیامت تک چلے اور ادارے طلبہ سے بھرے رہیں اور آنے والی نسل میں یہ روح ضرور پھونکیں کہ یہ سنی ادارے رہے تو سنیت رہے گی مذہب و مسلک سب سلامت رہیں گے لہٰذا افراد کار دین وملت پر بہت ضروری ہے کہ چند بچوں سے صرف ایک دین کے لئے پیش کریں یہ جہاں آپ کا بھلا ہوگا ملت و قوم مسلم کا بھی بھلا ہوگا اور قدرداں آپ کا شکریہ ادا کریں گے اور نیک علما آپ کے لئے برابر دعا کریں گے۔

مولیٰ اس تیرے کمزور بندے کی پکار کو مؤثر بنا دے حوصلہ مند باہمت والدین کو توفیق دے کہ وہ ضرور عالم تیار کر کے نیک نامی دارین کی سعادت سے سرفراز ہو جائے اور علما سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ بھی اپنی اولاد کو عالم بنا کر اپنا نائب بنانا اپنے پر لازم جانیں۔

**نوٹ**: ہر خطیب کے خطاب ہر مصنف کی تصنیف اور مقالہ سے ہر قارئین کا اتفاق ہو جانا ممکن نہیں ہے بس اسی طرح یہ معاملہ یہاں بھی ہونے کی امید ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

# قرآن، لیلۃ القدر اور رمضان عظیم نعمت الٰہیہ

(از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

اسلامیات

**اللہ** نے اپنے تمام بندوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار ملتا ہے، بنی نوع انسان کو رب نے اپنی نعمتوں سے نوازا لیکن ایمان والوں کو رب تعالیٰ نے اوروں سے زیادہ نوازا، علما وصوفیا فرماتے ہیں ''تمام نعمتوں میں اعلیٰ نعمت اللہ نے مومنوں کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا اور قابلِ قدر، قابلِ ذکر نعمتوں کا شمار بھی مشکل بلکہ ناممکن ہے لیکن ایمان، رشد و ہدایت کا سرچشمہ کلام الٰہی قرآن مجید، رمضان المبارک، لیلۃ القدر، رحمت ومغفرت، جہنم سے آزادی یقیناً اللہ کا انعام ہے، جس کا ہم اور آپ جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے، حکم خداوندی ہے:

''لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم۔ یعنی تم میری پہلی نعمت کا شکر ادا کرو میں تمھیں اور دوں گا۔'' (سورۂ ابراہیم، آیت ۶)

**رمضان المبارک اور قرآن مجید نعمت الٰہی:**

صرف ان ہی دونوں نعمتوں کا ہی شکر ادا کریں تو انسانی طاقت وقوت سے بعید ہے، ارشاد خداوندی ہے:

''شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِلَ فِیهِ القُرآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الھُدٰی وَالفُرقَانِ۔ یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، لوگوں (انسانوں) کی ہدایت کے لئے اور اس میں فیصلہ کی روشن باتیں ہیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمھیں ہدایت دی تا کہ تم حق گزار ہو۔'' (سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ ہم اور آپ اس مبارک مہینہ میں زندہ ہیں، ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں، قرآن کی تلاوت سے، روزوں کی برکتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ (جہنم) سے آزادی ہے۔ (حدیث)

صرف ایک ماہ میں پہلا عشرہ (دس دن) رحمت کا پھر دوسرا عشرہ (دس دن) مغفرت کا پھر آخری حصہ جہنم سے نجات کا، سبحان اللہ! کتنی ساری نعمتیں! قربان جائیے، اسی لئے تو قرآن کریم اعلان فرما رہا ہے:

''وَاِن تَعُدُّو نِعمَتَ اللہِ لَا تُحصُوھَا۔ یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔'' (سورہ ۱۴، آیت ۳۳)

اتنے انعام پر معاملہ ختم نہیں، پھر ایک ایسی شب عنایت فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، سبحان اللہ، سبحان اللہ! اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا، اس سے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ کبھی ہزار مہینوں میں نوع انسانی کی فلاح کا وہ کام نہ ہوا ہوگا جتنا اس ایک رات میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے دنوں کے روزے فرض کئے اور اس کی راتوں کو تطوع قرار دیا، تطوع سے مراد وہ کام ہے جو آدمی اپنے دل کی خواہش سے انجام دے، بغیر اس کے کہ وہ اس پر فرض کیا گیا ہو (یعنی فرض سے زیادہ کام کرنا) ماہِ رمضان المبارک



* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ ایسے مواقع پیدا فرما دیتا ہے جن کی بدولت تم اس کی بے حدوحساب (Unlimited) نعمتیں، مغفرت، رحمت، جہنم سے آزادی وغیرہ وغیرہ کا فائدہ اٹھا سکتے ہو اٹھالو، اس مہینے میں ایک مومن اللہ کی جتنی عبادت کرے گا اور نیکیوں کے جتنے زیادہ کام کرے گا وہ سب اس کے لئے زیادہ سے زیادہ روحانی ترقی کا وسیلہ بنیں گے، اس کی برکتیں سمیٹنے کے بے شمار مواقع فراہم کر دیئے گئے ہیں، رمضان کی ہر ساعت کو اپنے حق میں نعمت خداوندی سمجھ کر اس سے اکتسابِ فیض کیجئے، حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر اس مہینے میں کسی آدمی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق شاملِ حال رہے گی اور اگر یہ مہینہ بے دلی، تردد اور پریشان خیالی میں گزرے تو پورا سال اسی حال میں گزرنے کا اندیشہ ہے۔"

(مکتوبات امام ربانی)

رمضان المبارک کے روزوں کو آداب کی پابندی سے رکھیں تا کہ کل جب آپ خدا کے حضور حاضر ہوں تو روزہ آپ کی سفارش کر سکے اور آپ جنت کے مستحق قرار پا سکیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن روزہ سفارش کرے گا اور کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا، خدایا! تو اس شخص کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور خدا اس کی سفارش قبول فرمالے گا۔ (مشکوٰۃ)

**رحمت، مغفرت اور نجات کا مہینہ! رمضان المبارک**

اس مبارک مہینے کی آمد پر آپ روزہ رکھنا شروع کرتے ہیں ادھر اللہ کی رحمت آپ پر سایہ فگن ہو جاتی ہے پھر رمضان کا وسط آتا ہے اور اللہ آپ کے گناہوں، قصوروں سے درگزر فرما لیتا ہے اور آپ کی مغفرت ہو جاتی ہے، اسی طرح اب آپ آخری عشرہ میں پہنچ گئے اور آخری روزہ رکھتے ہی آپ کو دوزخ کے خطرے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے، پیارے مسلمانو! اس آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب دوزخ سے آزاد ہو گئے ہیں تو جو جی چاہے کرتے پھریں، اب آپ کی کوئی پکڑ نہ ہوگی، قرآن کریم کا اعلان ہے:

"اللہ ہی کا ہے جو آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۴)

قرآن کریم میں اور احادیث کریمہ میں روزہ کی بے شمار فضیلتیں موجود ہیں، حدیث پاک میں کتنی پیاری بشارت ہے اس روزہ دار کے لئے جس نے اس طرح روزہ رکھا جس طرح روزہ رکھنے کا حق ہے یعنی روزہ کے تمام آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے روزہ رکھا اور تمام اعضا کو بھی گناہوں سے باز رکھا تو وہ روزہ اللہ کے فضل و کرم سے اس کے تمام پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کا فرمان سناتے ہیں:

"اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"

حدیث قدسی کے ارشاد پاک کو محدثین کرام اَنَا اُجْزیٰ بِہٖ بھی پڑھا ہے (روزہ کی جزا میں خود ہی ہوں) سبحان اللہ! یعنی اللہ فرما رہا ہے کہ روزہ رکھ کر روزہ دار بذات خود مجھے ہی پالیتا ہے۔

**تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں روزہ کا کردار**

روزہ اسلام کا ایک اہم رکن و عبادت ہے جس کے ذریعہ انسان اطاعت و فرمابرداری کی زبردست تربیت (Training) حاصل کرتا ہے، روزہ شخصیت کی تعمیر اور اخلاقی تربیت کا بے مثال پروگرام ہے اور نفس امّارہ کو شکست دینے اور نفس مطمئنہ تک پہنچنے کا بے نظیر لائحہ عمل ہے، یہ نفس کو شرعی ضوابط کی پابندی کا خوگر بناتا ہے، غرض کہ تہذیب و اخلاق میں روزہ کا کردار نہایت ہی اہم ہے، اگر انسان روزہ رکھ کر بھی گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو دراصل وہ روزہ کی روح کو مجروح کرتا ہے، روزہ انسان کے لئے بہترین تربیت گاہ ہے لیکن یہ سب چیز تب حاصل ہوگی جب انسان روزہ کی حالت میں سختی کے ساتھ تمام گناہوں سے

بچے جس سے بچنے کا حکم اسے دیا گیا ہے، لیکن روزہ رکھ کر بھی انسان غیبت میں مبتلا اور نامحرم چہروں کو دیکھتا رہے، فضول باتوں میں وقت برباد کرے تو ایسے روزہ سے نہ خود اس کی ذات کی تربیت ہوتی ہے اور نہ ہی ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے اور ایسے روزہ دار کو بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

**منہ اور زبان کا روزہ**

جھوٹ بولنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، گالی گلوج کرنا یہ سب روزہ کے فوائد کو کم کر دیتے ہیں، روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت انتہائی ضروری ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب صبح ہوتی ہے تو سب اعضا عاجزی کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیوں کہ ہم تجھ سے متعلق ہیں (یعنی ہماری خیر و عافیت اور دکھ تکلیف تجھ سے ہے) پس اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اگر تجھ میں کجی (ٹیڑھا پن) آ گئی تو ہم میں بھی کجی آ جائے گی۔" (ترمذی:۲۴۰۷)

ایک اور حدیث پاک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

"بلا شبہ بندہ کبھی اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاتا اور اس کی وجہ سے اللہ اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے اور بلا شبہ بندہ کبھی اللہ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ گزرتا ہے کہ اس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے۔"

(بخاری:۶۴۷۸)

کم بولنے اور زبان کی حفاظت سے صرف دنیاوی فائدہ اور راحت ہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ آخرت کی نجات اور کامیابی کی ضمانت بھی دی گئی ہے، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے گھر میں اپنی جگہ رہو (یعنی زیادہ تر اپنے گھر میں رہو، باہر کم نکلو کیونکہ گھر کے باہر بہت فتنے ہیں) اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔" (ترمذی:۲۴۰۶)

**لیلۃ القدر بخشش و مغفرت کی رات**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"جب رمضان کی آخری دس تاریخیں آتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ ہو جاتے تھے، رات رات بھر جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔" (متفق علیہ)

اس حدیث پاک سے آخری عشرہ اور لیلۃ القدر کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، آپ ﷺ اللہ کی بندگی بجا لانے میں ہمیشہ انتہائی محنت کرتے تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق رمضان کے آخری دس دنوں میں آپ کی محنت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔

**لیلۃ القدر کی دعا**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو مجھے اس میں کیا کہنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی۔ یعنی اے میرے اللہ، تو بڑا معاف کرنے والا ہے، تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔"

(مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

یہ ماہ اور یہ رات خطا کاروں کے لئے رحمت و عطا اور بخشش و مغفرت کی رات ہے، اس رات اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائیں، رب کریم سے التجائیں کریں، بھلائی کی التجا کریں، اس ماہ رحمت خداوندی ہر پیاسے کو سیراب کرتی بقیہ ص ۲۰ / پر

از: مفتی محمد اجمل رضا قادری*

# سادگی بہترین طرز زندگی ہے

**انسان** کو اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کی فطرت عطا کی ہے وہ کہیں اپنے آپ کو تکلیف میں محسوس کرتا ہے کہیں آسانی میں، اگر کسی محفل میں ہو اور کرتے کا بٹن ٹوٹا ہوا ہو تو ساری توجہ اسی بات پر رہتی ہے کہ میرا بٹن ٹوٹا ہے کہیں کوئی دیکھ نہ لے، یہ نفسیاتی مسئلہ ہے، اس کو سمجھئے، جس طرح انسان کا ظاہری حلیہ ٹھیک نہ ہو تو پورے سکون میں نہیں ہوتا، اسی طرح اگر باطن پہ بوجھ ہونا تو بھی، بندہ سکون میں نہیں رہ سکتا، تکبر والا بندہ کبھی سکون میں ہیں رہتا، خود پسندی والا بندہ کبھی سکون میں نہیں رہتا۔

شیخ سعدی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"لکڑی کو گھن اتنی تیزی سے نہیں کھاتی جتنی تیزی سے خوشامد بڑے لوگوں کو کھا جاتی ہے۔"

یہ باطن کا جو میل کچیل ہے نہ یہ انسان کو چین نہیں لینے دیتا، نبی اکرم، سید عالم صلی اللہ تعالیہ وسلم کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا یہ اس طرح کا تھا کہ کوئی چیز کسی پر بوجھ نہیں بنتی تھی بلکہ جو دیکھتا جاتا تھا مدینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بنتا جاتا تھا۔

سادہ زندگی بڑی آسان ہوتی ہے، یہ جو ۴۰۰ ۵ روپیہ لگا کے بچے بال کھڑے کراتے ہیں نا سر پہ، یہ پریشان بھی رہتے ہیں کہ اتنے پیسے لگا دیئے ہیں، دیکھا کسی نے بھی نہیں اور جو بزرگ ابھی آیا ہے نہ جس نے گھاس کاٹی ہے، بھینسوں کو چارا ڈالا ہے، کپڑے بس اس نے یونہی جلدی سے پہن لئے ہیں، اس کو کوئی فکر نہیں کوئی دیکھے تب بھی ٹھیک ہے اور نہ دیکھے تب بھی ٹھیک۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسان کو کہا کہ اندر کا بوجھ اتار دے ورنہ تیرے لئے جینا مشکل ہو جائے گا، اتار دے یہ اندر کے سارے بوجھ، یہ جھوٹ کا، یہ عداوت کا، یہ حسد کا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں کہ حسد کرنے والا بندہ سامنے والے بندے پہ اعتراض نہیں کرتا بلکہ حسد درنے والا اللہ کی تقسیم پہ اعتراض کرتا ہے۔

میرے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سادہ اور سمجھ والا اور عین طبیعت کے مطابق جس میں کسی بندے کو کوئی مشکل نہ ہو، ایسی زندگی گزاری، میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ عیہ وسلم تک رسائی یعنی پہنچنا بڑا آسان تھا۔ ہر بندہ بڑی آسانی سے پہنچ جاتا۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی پیاری ایک حدیث تحریر فرمائی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ملک شام کا ایک شخص حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اپنے بادشاہ کا کوئی پیغام لے کر" غریب آدمی ویسے ہی ڈر رہا ہوتا ہے سہا ہوا ہوتا ہے لیکن حالات کے سہمے ہوئے لوگوں کو بتا دو، حالات بدل جاتے ہیں ایک جیسے نہیں رہتے، یہاں تک کہ آستانوں پہ بھی یہ لوگ ڈر کے پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں کہ جن کی جیب تگڑی ہے وہ ہی آگے بیٹھے ہوں گے، بات کہاں کی تھی چلی کہاں گئی۔

تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو وہ کانپنے لگا، کوئی بات بھی نہیں ہوئی، کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں ہوا اور وہ تھر تھر کانپنے لگا تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ کیوں ڈرتے ہو؟ کیا بات ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ مدینے کی جو ریاست ہے میں اس کے سربراہ کے پاس آیا ہوں، غریب آدمی ہوں، ڈر لگتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے آپ ناراض نہ ہو جائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا اور پھر جواب میں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامیات

نے کیا فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو پڑے، اتنا روئے کہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ "نا بھئی تو کسی بادشاہ کے پاس نہیں آیا، نہ تو کسی حکمراں کے پاس آیا ہے، تو تو اس بیٹے کے پاس آیا ہے جس کی ماں گوشت کے خشک ٹکڑے کھا کر بھی رات گزار لیا کرتی تھی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ بات سنی تو رو پڑا اور میں نے سنا تو میں بھی رو پڑا۔

یہ ہے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت جو لوگوں کے دلوں اور روح تک اترتی ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اندر کے بوجھ ہیں، یہ گناہ جو ہوتا ہے یہ کھٹکتا ہے سینے میں، یہ بندے کو پریشان کرتا ہے، بندہ تکلیف میں ہوتا ہے کسی کو پتہ نہ چل جائے۔

ہم لوگوں نے آہستہ آہستہ کر کے نااحساسات کی دنیا چھوڑ دی ہے، میرے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے بچوں کے جذبات کا بھی خیال رکھتے، بوڑھوں کے جذبات کا بھی خیال کرتے، لیکن وہ ہمارا اپنے آپ کو پسند کرنے، اپنی طبیعت پہ ناز کرنا، اپنے آپ کو دیکھتے رہنا اور اپنی تعمیر میں اتنا غرق ہونا کہ باقی اور چیزیں بھول ہی جانا، خدارا! تھوڑا تھوڑا پیار بانٹیں، اتنا زیادہ اوپر کھڑے ہو کر نیچے دیکھو گے تو ہر چیز چھوٹی نظر آئے گی، کبھی کبھی نیچے کھڑے ہو کے بھی اوپر دیکھیں، ان شاء اللہ بڑے بڑے قد والے لوگ دنیا میں ملیں گے، اگر آپ کے کپڑے میلے کچیلے ہوں تو آپ سکون میں نہیں رہ سکتے تو اگر آپ کے اندر میل ہو تکبر کا، حسد کا، غیبت کا چغلی کا اور سب سے بڑا بدگمانی کا، برا سوچنے کی عادت کا، تب آپ کیسے سکون میں رہ سکتے ہیں۔

ہمارا کوئی مخلص دوست اس لئے نہیں ہوتا کیونکہ ہم کسی کو مخلص سمجھتے ہی نہیں، ہمارے زمانے میں سچا اس لئے کوئی نہیں کہ ہم کسی کو سچا سمجھتے ہی نہیں، ہمارا اس لئے کوئی ہمدرد نہیں کیونکہ ہم کسی کو ہمدرد سمجھتے ہی نہیں، ہم ہر بندے کو تو دکان دار کہہ رہے ہیں، ہر بندے کو تو جھوٹا کہہ رہے ہیں، ہر بندے کو تو، دھوکے باز کہہ رہے ہیں، ہر شخص تو ہماری نظر میں جاہل ہے، ہر عالم تو معاذ اللہ ہماری نظر میں بے عمل ہے، تو جب اس قدر زیادہ ہمارا ذہن برا ہو جائے گا تو پھر تو اس بات پے غور کریں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تمہارے گمان کے قریب ہے، جس طرح کا گمان کرتے ہو رب بھی ویسا ہی بن جاتا ہے۔

اپنی سوچ کو ستھرا کریں، اپنی طبیعت میں نرمی لائیں، آپ اچھے بندوں کو ڈھونڈنے نکلیں گے تو رب عزوجل آپ کو ڈھیروں بندے عطا کرے گا، اپنے سے دوسروں کو افضل جاننا سیکھیں، لوگوں کا اکرام کرنا سیکھیں، آداب سیکھیں اور لوگوں کے بارے میں اچھی گفتگو کرنا سیکھیں، یقین کریں یہ کام آپ کسی کے لئے کر کے دیکھیں اللہ آپ کو سکون عطا کرے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت جی میرا دل بڑا بے سکون رہتا ہے تو کوئی وظیفہ بتائیے، تو اس کا خیال تھا کہ کچھ پڑھنے کو بتائیں گے تو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس طرح کر کہ کسی بندے کے ساتھ نیکی کر پر، اسے پتہ نہ ہو کہ میرے ساتھ کون کر رہا ہے فرمایا اس طرح کی نیکی کر پھر رب تیرے دل کو قرار عطا کرے گا، اللہ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا کرے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۱۸ رکا بقیہ..........................................

ہے اور ہر منگتے کی جھولی کو ہر مراد سے بھر دینے پر مائل ہوتی ہے، تمام مسلمانوں کے لئے یہ سنہرا موقع ہے رحمتیں سمیٹنے کا، خیر جمع کرنے کا، گناہ معاف کروانے اور جنت میں جانے کا، موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں، اللہ ہم سب کو رمضان المبارک کی برکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔ ◆◆◆

از: مفتی محمد اسلم رضا شیوانی *

# تربیت اولاد اور بڑوں کا ادب واحترام

اسلامیات

**اسلام** ایک پاکیزہ اور جامع دین ہے، یہ ہمیں اپنے بڑوں اور بزرگوں سے ادب واحترام سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے، ان کے کام آنا، ان کے مصائب وآلام کو دُور کرنا، ان کے دُکھ درد بانٹنا، ان کے ساتھ ہمدردی، غمخواری اور شفقت سے پیش آنا، بہت بڑی نیکی اور باعث اجر وثواب ہے، عمر رسیدہ لوگوں کا ادب واحترام اور ان سے محبت، اللہ ورسول کی رِضا وخوشنودی کا بہترین ذریعہ ہے، اِن کی تعظیم، اللہ کی تعظیم ہے، حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ۔ یعنی یقیناً عمر رسیدہ مسلمان کی عزّت وتکریم، اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتکریم ہے۔" (سنن أبي داود، ر4843: ص.684)

رحمتِ کونین ﷺ نے اپنی اُمّت کو بزرگوں کی عزّت وتکریم کی خاص تلقین فرمائی ہے، اور انہیں یہ تاکید فرمائی کہ کم عمر افراد اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا ادب واحترام کریں، اور بڑے چھوٹوں سے نرمی وشفقت سے پیش آئیں اور اُن پر رحم کریں، حضرت سیّدنا عبادہ بن صامت سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا۔ یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔" (ترمذی، ر۱۹۱۹: ص.۴۴۸)

**باادب بانصیب، بےادب بےنصیب**

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا:

"كَبِّرِ الْكُبْرَ۔ یعنی بڑے کے مرتبہ اور عزّت کا خیال رکھو۔" (صحیح البخاری، ر6143: ص.1071)

آج اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ہماری عزت وتکریم بھی کرے، تو ہمیں اپنے بڑے بزرگوں اور عمر رسیدہ لوگوں کی عزت اور ان کا ادب واحترام کرنا ہوگا، حضرت سیّدنا اَنس سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ۔ یعنی جو جوان کسی بوڑھے کی بزرگی کے باعث اس کی عزّت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس جوان کے لیے بھی کسی کو مقرر فرما دیتا ہے، جو اِس کے بڑھاپے میں اس کی عزّت کرے گا۔" (سنن الترمذی، ر2022: ص.466)

جو لوگ اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا لحاظ نہیں کرتے، ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں، ان کے آگے زبان درازی کرتے ہیں، ایسوں کے لیے حدیثِ پاک میں خصوصی طور پر یہ وعید ہے، رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا۔" (سنن أبي داود، ر4943: ص.696)

مصطفی جانِ رحمت ﷺ یتیموں، بیواؤں، کمزوروں اور مسکینوں کی مدد کے ساتھ ساتھ، بڑی عمر کے لوگوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت سے پیش آتے، ان کا ادب واحترام اور عزت افزائی کرتے ہوئے، اُن کا بوجھ تک اپنے شانۂ نبوت پر اٹھا لیا کرتے، اُمّ المومنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ جو حضورِ اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ قریب تھیں، سرورِ کونین ﷺ کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ یعنی آپ صِلہ رحمی فرماتے ہیں، لوگوں کا بار اُٹھاتے ہیں، ضرورت

* مضمون نگار وزارت اوقاف سعودیہ عربیہ کے مفتی ہیں۔

مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب میں مدد فرماتے ہیں۔" (صحیح البخاری کتابُ بَدْءِ الْوَحْیِ، ر3: ص1.)

چونکہ اسلامی تعلیمات مکمل طور پر ادب ہی پر مبنی ہیں، اس لیے ادب ہی کی تعلیم وتلقین کرتی ہیں، اس کارخانۂ قدرت میں جس جس کو جو نعمتیں ملیں ادب کی بنا پر ملی ہیں اور جو ادب سے محروم ہے، حقیقتاً ایسا شخص ہر نعمت سے محروم ہے، شاید اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ" باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب۔"

**والدین کا اَدب واحترام**

اس دنیا میں سب سے زیادہ حسنِ سلوک، عزت افزائی اور ادب واحترام کے لائق ہمارے اپنے والدین ہیں، والدین سے بھلائی کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے، ان کی عزّت وتکریم اور ان کا ادب واحترام کیا جائے، ان کے ہر جائز حکم پر بخوشی عمل کیا جائے، ان کی خدمت کے لیے ہر دَم کوشاں رہا جائے اور انہیں خوشی فراہم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

یاد رکھیے! جو مسلمان اپنے والدین کے ساتھ عزّت واحترام اور اَدب کا معاملہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کی عزّت و احترام کا سامان کر دیتا ہے اور اس کی اپنی اولاد کے دل میں اس کی عزّت ڈال دی جاتی ہے، رَحمتِ عالمیان ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

"بَرُّوا آبَاءَكُمْ، تَبَرُّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ۔ یعنی اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، تمہارے بچے بھی تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے۔" (مستدرک الحاکم، ر۷۲۵۹: ۷/۷۰۲۵۹۲.)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص کہتے ہیں کہ ایک شخص سرکارِ ابدقرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت مانگنے لگا، مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمایا:

"أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟۔ یعنی کیا تمہارے والدین حیات ہیں؟ اُس نے عرض کی: جی ہاں، نبی پاک ﷺ نے فرمایا: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ۔ یعنی اُن کی خدمت کرو، اسی میں تمہارا جہاد ہے۔" (صحیح مسلم، ر۶۵۰۴: ص۱۱۱۷.)

والدین کے حقوق سے کسی بھی طرح کی رُوگردانی کرنا یا اُن کے ساتھ بے ادبی، یا اپنے رویّے سے اُن کی عزت وتکریم میں کمی لانا، جنّت سے محرومی کا سبب بن سکتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ۔ یعنی اُس کی ناک خاک آلود ہو، وہ برباد ہو جائے، اُس کی ناک خاک آلود ہو! عرض کی گئی: یا رسول اللہ کس کی؟ فرمایا: مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ یعنی جو اپنے بوڑھے والدین میں سے ایک یا دونوں کو پائے، پھر بھی اُن کی خدمت کر کے جنّت کا حقدار نہ ہو سکے۔" (صحیح مسلم، ر۶۵۱۱: ص۱۱۱۹.)

حدیثِ پاک میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَقِّرِ الْكَبِيرَ وَارْحَمِ الصَّغِيرَ تُرَافِقْنِي فِي الْجَنَّةِ۔ یعنی بڑوں کی تعظیم وتوقیر کرو اور چھوٹوں پر شفقت کرو، تو تم جنّت میں میری رَفاقت پالوگے۔" (شعب الإیمان، ر۱۰۹۸۱: ۷/۳۵۱۱.)

**اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت**

والدین کا کردار ان کی اولاد کے لیے مشعلِ راہ ہوتا ہے، کہ بچہ اپنے والدین کے کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے کل کو ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنیں، ہماری عزت اور اَدب واحترام کریں، تو انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیے، ہمیشہ اپنوں سے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کی نصیحت کریں اور اپنے والدین سے حسنِ سلوک، ان کا ادب واحترام، ان کی اِطاعت وفرماں برداری کا درس دیں، رشتہ داروں کی پہچان کرائیں اور اُن کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے، اُن سے میل جول کے طریقے اور آداب بھی سکھائیں؛ تاکہ وہ ان سے صِلہ رحمی کریں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ،

مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ۔ یعنی اپنے رشتہ داروں کو پہچانو؛ تا کہ رشتوں کا لحاظ رکھ سکو؛ اس لیے کہ رشتہ داروں سے حسن سلوک خاندان میں محبت اور مال وعمر میں برکت کا باعث ہے۔" (سنن الترمذی، ر1979: ص.458)

بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت، اِن میں عقائد اہلِ سنّت کی پختگی، اَخلاق کی درستگی اور اعمال میں پاکیزگی لانے کا سبب بنتی ہے، جس سے ان کے اندر بلندیٔ کردار، وسعت فکر ونظر اور عزت نفس کا اِحساس پیدا ہوتا ہے، اقوامِ عالم کی تاریخ بتاتی ہے، کہ جن لوگوں نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی، وہ ہر زمانے میں کامیاب رہے اور جن لوگوں نے اس بات کی اہمیت محسوس نہیں کی، اولاد کی صحیح پرورش وتربیت سے غافل رہے، معاشرے میں انہیں کوئی عزت نہ مل سکی اور کل بروزِ قیامت اس کوتاہی پر ان سے باز پُرس بھی کی جائے گی، حدیثِ پاک میں ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.......... وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ،وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ،وَ الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا،وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا۔ یعنی تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا........... مرد اپنے اہل وعیال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" (صحیح البخاری، ر۸۹۳: ص.۱۴۴)

حضرت سیّدُنا علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمُ الْخَيْرَ۔ یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو۔"

(شعب الإیمان، ر8704: 6/2911)

اولاد کی اچھی تربیت ہی اچھے معاشرے کی بنیاد ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ۔ یعنی باپ کی طرف سے اولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے۔"

(سنن الترمذی، ر۱۹۵۲: ص.۴۵۳)

بعض لوگوں کو اپنی اولاد میں بچوں سے زیادہ محبت ودلچسپی ہوتی ہے، جبکہ بچیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں، اسی لیے ان کی خبر گیری اور تربیت میں بھی کوتاہی برتتے ہیں، یہ عمل معاشرتی بگاڑ کا سبب ہے، اسلام نے خصوصیت کے ساتھ بچیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کی تاکید فرمائی اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ۔ یعنی جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور مناسب جگہ ان کی شادی کرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو اس کے لیے جنت ہے۔" (سنن أبی داود، ر۵۱۴۷: ص.۷۲۳)

اللہ کے حبیب ﷺ نے ہمیں ساری اولاد کے درمیان برابری کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی کہ ان کے درمیان کوئی فرق نہ کیا جائے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ۔ یعنی اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری رکھو۔"

(صحیح البخاری، ر۲۵۸۷: ص.۴۱۸)

بیٹے کو بوسہ ومحبت زیادہ دینے اور بیٹی کو محبت سے محروم کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اس معاملہ میں بھی اپنے بچوں میں برابری کی جائے، ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کا بچہ آیا، اس نے اسے اُٹھایا، چوما اور اپنی گود میں بیٹھا لیا، پھر کچھ دیر بعد اس کی بچی آئی، تو اس نے اسے اُٹھایا اور اپنی ایک جانب بٹھا دیا، رحمتِ عالمیان مخدوم قدسیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَمَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا۔ یعنی تم نے ان دونوں کے درمیان برابری نہیں کی۔" (شعب الإیمان، ر۸۷۰۰: 6/۲۹۱۰)

اسلامیات

## تربیت اولاد کے چند ضروری آداب

والدین کی یہ اوّلین ذمہ داری ہے، کہ بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کر کے انہیں اچھا، ذمہ دار اور مثالی مسلمان بنائیں؛ کیونکہ اگر بچے کی صحیح دیکھ بھال کی جائے، تو وہ بڑا ہو کر بے شمار قابلیتوں کے ساتھ، مُعاشرے میں بہترین کردار ادا کرسکتا ہے، خود اپنے آپ کو اور پورے معاشرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، بچوں کی تربیت کے ابتدائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وَأَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ یعنی بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس برس کے ہوں تو (نماز نہ پڑھنے پر) اُنہیں مارو اور ان کے بستر الگ الگ کردو۔"

(سنن ابی داود، ر495 :ص.۸۲)

بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرمی وشفقت کا پہلو پیشِ نظر رہے، حتی الامکان انہیں پیار ومحبت سے سمجھانے، اور اپنی بات پر قائل کرنے کی کوشش کریں، اور ان پر بے جا سختی اور تُرش روی سے گریز کیا جائے؛ ہمارے نبی کریم، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ بچوں کے ساتھ بہت مہربانی اور نہایت شفقت سے پیش آیا کرتے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سیّدنا انس بن مالک نے اس بارے میں فرمایا:

"مَا رَأَيْتُ أَحَداً كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔ یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر، بچوں پر مہربانی فرمانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"

(صحیح مسلم، ر۶۰۲۶: ص.۱۰۲۳)

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، کہ وہ اپنی اولاد کے دل میں اللہ تعالی، اس کے رسول ﷺ، دینِ اسلام، علمائے اسلام اور بزرگوں کی محبت، ان کا ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر پیدا کرنے کی کوشش کرے، عام مسلمانوں کے ساتھ بھی محبّت وخلوص اور عزت کے ساتھ پیش آنے کی تربیت دے اور انہیں معاشرے کا اچھا فرد بنا کر جینے کا ڈھنگ سکھائے۔

ہم پر یہ بھی لازم وضروری ہے کہ اپنی اولاد کو مہمان نوازی کے آداب سکھائیں؛ کہ یہ انبیاء ومرسلین کا طریقہ ہے، ان کی یہ بھی تربیت کریں، کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیسے کرنا ہے، ان کے حقوق اور فضائل بتائیں، ان کے ذہنوں میں یہ بھی راسخ کریں، کہ جب کسی محفل میں ہوں تو توجہ سے اچھی باتوں کو سنیں، بڑے جب بات کریں تو چھوٹے خاموش رہیں، جب کوئی کچھ سمجھائے تو اس کی بات پوری توجہ سے سنیں، اور اس پر عمل کی کوشش بھی کریں، جب کہیں گفتگو کا موقع ہو تو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ اچھی باتیں کریں، یعنی کچھ بولنے سے پہلے اچھی طرح تول لیں۔

ان سب آداب کی مختصر وجامع الفاظ میں رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا احترام کرے اور جو اللہ جل جلالہ اور یومِ آخرت کو مانتا ہے، اسے چاہیے کہ مہمان کی عزّت کرے۔"

(صحیح مسلم، ر173 :ص.41)

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان آداب اور تربیت کی بنیادی باتوں کو اس لیے کمالِ ایمان قرار دیا، کہ ان کی اَہمیت بہت زیادہ ہے، اور مُعاشرے پر ان کے اچھے اثرات بھی بہت عظیم ہیں۔

اولاد کی اچھی تربیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین اِنہیں وقت دیں، اور ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں، صرف مدرسے یا اسکول بھیج کر مطمئن ہو جانا اور بذاتِ خود اِن کی تربیت کا اہتمام نہ کرنا، والدین کی بہت بڑی بھول ہے، جس کے

باعث اکثر اوقات اولاد اچھی تربیت سے محروم رہ جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ انسان اپنی اولاد کی اچھی تربیت کی خاطر خود اپنے اخلاق، عادات واطوار بھی بہتر بنائے؛ کیونکہ بچوں کی لیے پہلی تربیت گاہ وہ ماحول ہے جو انہیں گھر میں ملتا ہے، لہٰذا بچہ اپنے والدین میں جو عادات واخلاق دیکھتا ہے، انہیں فوراً اپنالیتا ہے، چنانچہ اگر والدین کی عادات واخلاق اچھے ہوں، تو بچوں کی عادات واخلاق بھی خود بخود اچھے ہو جاتے ہیں، بصورتِ دیگر بچوں کے بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔

اچھی تربیّت کے چند ضروری آداب میں سے یہ بھی ہے، کہ بچوں کے اَحوال پر کڑی نظر رکھی جائے، ان کے طور طریقوں کو پرکھا جائے، ان کے دوستوں پر بھی نگاہ رکھی جائے، انہیں اچھی صحبت اختیار کرنے کے فوائد بتا کر ترغیب دی جائے اور بُری صحبت کے نقصانات بتا کر اس سے مکمل اجتناب کی تعلیم دی جائے؛ کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا:

"اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ، فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دیکھ بھال کر دوست بنائے۔"

(مسند الإمام أحمد، ر۲۵ 84: ۳، /۲۳۳.)

لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں پر کڑی نگاہ رکھیں، ان کا گھر میں اور باہر کہاں اور کن کن کاموں میں وقت صرف ہوتا ہے، ذرائع اِبلاغ خصوصاً موبائل فونز اور انٹرنیٹ وغیرہ میں ان کی کیا سرگرمیاں ہیں اور کس طرح کے لوگوں سے ان کے روابط ہیں، اس کا خاص خیال رکھیں اور ہر ممکن حد تک انہیں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔

**حرفِ آخر**

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس مبارک دین نے ہر معاملے میں اہلِ ایمان کی رَہنمائی کی ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں دینِ اسلام نے ہماری رہنمائی نہ فرمائی ہو، اس لیے ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ دینِ اسلام کی روشن ودرخشاں تعلیمات پر عمل پیرا رہے، اسلامی آداب و تعلیمات جو نہایت ہی آسان، سلیس اور دِل نشین ہیں، ان کی بجا آوری کر کے انعاماتِ ربّانی کا مستحق اور اُسوۂ حسنہ کا سچا پیروکار بن جائے اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم وتربیت دے، تاکہ وہ بھی شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی کے ساتھ ساتھ، اپنے سے بڑوں اور بزرگوں کا ادب واحترام کرنا سیکھیں اور چھوٹوں کے ساتھ بھی نرمی وشفقت سے پیش آئیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے بڑوں کے ادب واحترام کی توفیق مرحمت فرما، اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی سعادت عطا فرما، ان کے لیے ہمیں اچھی اچھی دعائیں کرنے کی توفیق نصیب فرما، انہیں اچھے اَخلاق وآدابِ مُعاشرت سکھانے کی ہمت وطاقت عطا فرما، ہمارے گھروں کو محبّت، رَحمت اور شفقت کا گہوارہ بنا، ہمارے مابین محبّت واُلفت کو راسخ فرما، ہمیں خوشحالی عطا فرما، تنگدستی سے بچا اور نظرِ بد سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنی عبادت، نیک اعمال اور اپنے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، ہم تجھ سے تیری رحمتوں کا سوال کرتے ہیں، تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں، ہر گناہ سے سلامتی وچھٹکارا چاہتے ہیں، ہم تجھ سے تمام بھلائیوں کے طلبگار ہیں، ہمارے غموں کو دُور فرما، ہمارے قرضے اُتار دے، ہمارے بیماروں کو شفایاب کر دے، ہماری حاجتیں پوری فرما! اے رب! ہمارے رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کر دے، ہمارے اعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، مسلمانوں کی جان ومال اور عزّت وآبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما۔

الٰہی! مسلمانوں کو جن مصائب وآلام کا سامنا ہے، ان سے نجات عطا فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی اِطاعت کی توفیق عطا فرما، آمین۔

◆◆◆

اسلامیات

پانچویں اور آخری قسط

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

# احکام جنازہ

## مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ سے متعلق ایک معلومات افزا سلسلہ

ہمارے یہاں آج بھی مردے کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں بہت ساری غلطیاں اور جہالت کے رسم و رواج موجود ہیں، دیہی علاقے تو خاص کر بدعات و منکرات اور خرافات کے شکار ہیں، جبکہ کچھ شہری علاقے بھی مذکورہ برائیوں سے اچھوتے نہیں، ذیل میں ہم انھیں برائیوں کے تعلق سے ''احکام جنازہ'' کے عنوان سے ایک معلومات افزا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جسے حضرت مفتی صابر القادری صاحب فیضی نے تحریر فرمایا، مطالعہ فرمائیے اور فائدہ اٹھائیے۔ [فاروقی]

### اذان قبر کے فوائد و دلائل

میّت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذا کہنا جائز و درست ہے، شرع مطہرہ میں اس کی کہیں پر کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی، اذان قبر سے مردے کو سوالات قبر کے جواب یاد آتے ہیں اور اگر عذاب ہو تو عذاب میں تخفیف و کمی ہوتی ہے، بلکہ علما نے اس اذان کو سنت کہا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے جن دلائل و براہین سے قبر پر اذان دینے کے مسئلہ کو مدلل و مبرہن کیا ہے ان سے اہل انکار خاموش ہوگئے اور ان کا منھ بند ہوگیا ان کے پیش کردہ دلائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

علمائے دین نے میّت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا ہے، حق یہ ہے کہ اس اذان کا جواز یقینی ہے، ہرگز شرع مطہرہ سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع مطہرہ منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا، جائز کہنے والوں کے لیے اسی قدر کافی ہے جو ممانعت کا مدعی ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔

**پہلی دلیل:** وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے، شیطان رجیم (کہ اللہ عزوجل صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں اس لیے حکم آیا کہ میّت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ (نوادر الاصول)

وہ حدیثیں اس کی مؤید ہیں جن میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے، الٰہی اسے شیطان سے بچا اگر وہاں شیطان کا کچھ بھی دخل نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کیوں فرماتے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔

جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حدیث جابر سے واضح ہے کہ چھتیس میل دور تک بھاگ جاتا ہے۔ (مسلم)

اور یہ حکم بھی آیا ہے کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہوجائے گا۔ (طبرانی)

**دوسری دلیل:** جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کردی گئی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابۂ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے، پھر حضور اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ دہراتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور اوّل تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے ارشاد فرمایا اس نیک مرد

اسلامیات

پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (مسند احمد، طبرانی، بیہقی)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میّت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو قبر پر اذان دینا عین سنت ہوا۔

**تیسری دلیل:** بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میّت کے پاس حالت نزع میں کلمۂ طیبہ لاالٰہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر یاد ہو۔

حدیث متواتر میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے مردوں کو لاالٰہ الا اللہ سکھاؤ۔ (مسلم، ترمذی)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمۂ اسلام سکھانے کی حاجت ہے تا کہ جواب یاد ہو جائے اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے، اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مردہ ہے اور اُسے بھی کلمۂ پاک سکھانے کی حاجت کہ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکاوے میں نہ آئے، اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لاالٰہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں ان کے سوال تین ہیں:

(۱) من ربّك: تیرا رب کون ہے؟

(۲) مادینك: تیرا دین کیا ہے؟

(۳) ما كنت تقول فی هٰذا الرجل: تو اس مرد یعنی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا۔

اب اذان کی ابتدا میں الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر، اشهدان لآ إله الاالله واشهدان لا اله الا الله اور آخر میں الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله، سوال نمبر ایک من ربك کا جواب سکھائیں گے ان کے سننے سے یاد آئے گا کہ میرا رب اللہ ہے۔

اور اشهد انّ محمّداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله سوال نمبر ۳ ما كنت تقول فی هٰذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انھیں اللہ کا رسول جانتا تھا۔

اور حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ سوال نمبر ۲ کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس کا نماز رکن وستون ہے، تو بعد دفن اذان دینا اس ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں فرمایا۔

**چوتھی دلیل:** حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو، وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ابن السنی، ابن عساکر)

دوسری حدیث میں ہے آگ کو تکبیر سے بجھادو۔ (ابو یعلیٰ)

ملاّ علی قاری اس حدیث کی شرح میں کہ ''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے'' لکھتے ہیں:

''اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بجھانے کو ہے اس لیے آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔''

وسیلۃ النجاۃ میں منقول ہے کہ اہل قبرستان پر اس تکبیر میں حکمت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی جگہ آگ لگی دیکھو اور وہ تمہارے ہاتھ سے بجھ نہ سکے تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے بجھ جائے گی، جب عذاب قبر بھی آگ سے ہے اور تمہارے ہاتھ کی رسائی وہاں نہیں ہے تو تکبیر کہنا چاہیے تا کہ مردے دوزخ کی آگ سے چھٹکارا پائیں۔

**پانچویں دلیل:** حضرت سعد ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ وفی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے پھر فرمایا میں نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

صحابۂ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کرے، الٰہی اسے شیطان رجیم سے پناہ دے، اہل علم مستحب جانتے تھے کہ جب میّت کو دفن کریں یوں کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر، الٰہی اسے عذاب قبر، وعذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے محفوظ فرما۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یوں ہی یہ بھی واضح ہوا کہ اذان دفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر۔

**چھٹی دلیل:** حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دفن میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔(ابوداؤد)

دوسری روایت میں ہے کہ جب مردہ دفن ہو کر قبر درست ہوجاتی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا الٰہی سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اُسے طاقت نہ ہو۔(سنن سعید ابن منصور)

ان احادیث اور دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد دعا سنت ہے۔

**ساتویں دلیل:** کتاب الاذکار میں ہے مستحب ہے کہ دفن سے فارغ ہو کر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دعا اور وعظ و نصیحت اور نیک بندوں کے ذکر و حکایت میں مشغول رہیں۔

اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میّت کو نزول رحمت کی حاجت ہے اور ان امور میں نزول رحمت ہے تو اذان بحکم احادیث موجب نزول رحمت و دفع عذاب ہے کیوں کر جائز و مستحب نہ ہوگی، ان کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے خالص علمی انداز میں پیش فرمایا ہے جو اہل علم حضرات پر مخفی نہیں۔

**میّت کے لیے اذان قبر کے فوائد و برکات**

اذان سے میّت کو یہ سات فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) شیطان رجیم کے شر سے پناہ۔

(۲) تکبیروں کی بدولت عذاب نار سے امان۔

(۳) جواب سوالات کا یاد آجانا۔

(۴) ذکر اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پانا۔

(۵) ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نزول رحمت۔

(۶) اذان کی بدولت دفع وحشت۔

(۷) زوال غم وحصول سرور و فرحت۔

**زندوں کے لیے منافع**

زندوں کے لیے اذان میں پندرہ منافع ہیں، سات تو وہی جو مذکور ہوئے اور باقی یہ ہیں:

(۸) میّت کے لیے دفع شیطان کی تدبیر سے اتباع سنت۔

(۹) آسانی، جواب کی تدبیر سے اتباع سنت۔

(۱۰) قبر کے پاس کی دعاء سے اتباع سنت۔

(۱۱) نفع میّت کے قصد سے قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباع سنت۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن وحدیث مالا مال ہیں۔

(۱۳) ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا۔

(۱۴) مطلق دعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغز عبادت فرمایا۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا، جن میں منتہائے آواز تک مغفرت اور ہر خشک وتر کے استغفار و شہادت اور دلوں کو صبر وسکون و راحت ہے۔

**ایک احمقانہ سوال کا جواب**

جہاں منکرین یعنی وہ لوگ جو اذان قبر کے منکر ہیں یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کے لیے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مقامات میں اذان مستحب فرمائی ہے۔

بقیہ ص ۳۱ / پر





اسلامیات

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

# معرکۂ بدر
## اسلام کی سچائی اور فتح مبین کا دل کش نظارہ

ایمانیات

**اللہ** تعالیٰ نے فضل فرمایا، اپنا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھیج کر بابِ رسالت مکمل کر دیا... بہاروں کی زمیں پر انبیا کی آمد ہوتی رہی... محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھروں کی زمیں پر بھیجا... ریگ زارِ عرب میں بھیجا... اہلِ باطل کے معبودانِ باطلہ بھی پتھر کے تھے... سچائی کا آوازہ بلند ہوا... حرا کی وادیوں سے علم ویقیں کا اُجالا پھیلا... وادیٔ مکہ مکرمہ نغماتِ توحید ورسالت سے گونج گونج اُٹھی... سردارانِ قریش، آقایانِ کفر لرزہ براندام ہو گئے... اُنھیں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ فطرت ایک آنکھ نہ بھائی... جور وستم کے پہاڑ توڑے گئے... ایذا دی گئی... ستایا گیا... سماجی بائیکاٹ کیا گیا... ظلم شباب کو پہنچا... ہجرت کا عظیم مرحلہ درپیش آیا... اوّل جانبِ حبشہ ہجرت کی گئی... رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے جو ہماری تاریخ کا ایک اہم باب ہے... ہجرت کی ہر ساعت معجزوں کی نورانی قندیل سے روشن ہے... اہلِ مدینہ مسرور ہو اُٹھے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے... وادیٔ طیبہ ''طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا'' کے والہانہ نغموں سے گونج گونج اُٹھی اور یہ نغمۂ مدحت بھی بچیوں کی زباں پر جاری تھا ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِیْ النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

''یعنی ہم خاندانِ بنوالنجار کی بچیاں ہیں، واہ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پڑوسی ہو گئے۔''

ابھی ہجرت کا مرحلۂ شوق جاری تھا... اصحابِ رسول ﷺ کی اِملاک کو کفار نے ضبط کرنا شروع کیا... اسلام کے خلاف اُن کی ریشہ دوانیاں حدیں پار کر گئیں... رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جرأت کی جا رہی تھی... دوسری سمت زنگ آلود دل مائل بہ اسلام تھے... قبولِ اسلام کا کارواں تیز گام ہو رہا تھا... کُفر کا زور ٹوٹتا جا رہا تھا... تاریک دِل جگمگانے لگے... بُجھی بُجھی طبیعتیں کھلنے لگیں... خطۂ عرب ایسے انقلاب سے گزر رہا تھا جس کے خوش گوار اَثرات جلد ہی پوری کائنات پر رُونما ہونے والے تھے... کفار نے ٹھان لیا تھا کہ اسلام کی روشنی بُجھا دیں گے... ناموسِ رسالت ﷺ کے جتنے دُشمن تھے سب یکجا تھے... اُن کی نگاہیں جانبِ طیبہ لگی ہوئی تھیں... وہ اِس وہم میں تھے کہ چراغ مصطفوی بُجھ جائے گا۔

### عہدِ وفا

اہلِ مدینہ نازاں تھے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں... اصحاب وانصار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے جان نچھاور کرنے کو ہر آن آمادہ تھے... گرچہ اب تک جور وزیادتی اور ظلم وستم پر صبر ہی کیا گیا تھا؛ لیکن اب تقاضا تھا کہ باطل کو سرنگوں کیا جائے اور ظلم کے پنجوں کو مروڑ دیا جائے... ۲؍ہجری میں حکمِ الٰہی نازل ہوا کہ ''خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم لوگوں سے لڑتے ہیں۔'' اِس لیے جہاد کے لیے قصد فرمایا گیا... صحابۂ کرام وانصار نے جاں نثاری کا عہدِ وفا کیا... بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ محفوظ ہیں:

''ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں؛ جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنہا چھوڑ دیا، ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چاروں طرف سے لڑیں گے۔ راویِ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا۔'' (جلد ۲؍صفحہ ۵۶۴)

انصار کی نیابت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے

جو تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے وہ اس طرح ہیں:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپ کی اطاعت کا عہد کر رکھا ہے، جو حکم ہوگا اسے بجالائیں گے۔ آپ بلا تأمل اپنا ارادہ پورا فرمائیں۔ ہم دل وجان سے آپ کا ساتھ دیں گے، قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے؛ اگر آپ ہم کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم سارے سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔''

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے یہ جاں نثارانہ جوابات سُن کر مسرور ہوئے اور فرمایا:

''اللہ کے نام پر چلو، تمہیں خوش خبری ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔'' (زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۶۱۶)

کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو زیارتِ کعبہ سے روکا، املاکِ مومنین ضبط کیں، مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی تیاری کی، اسلام کے خلاف ماحول سازی کی، رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے قتل کے منصوبے بنائے، اہلِ ایماں پر ستم ڈھائے کہ وہ دین سے باز آجائیں... اِسی کے نتیجے میں اسلام کی پہلی جنگ ''بدر'' کے میدان میں ہوئی۔

## معرکۂ بدر

مدینہ منورہ سے ۸۰ ؍میل کی دوری پر ''بدر'' واقع ہے... جہاں ۱۷ ؍رمضان کو اسلام و کفر کے درمیان عظیم معرکہ ہوا... جس میں کفر کو شکست ہوئی، فتح اسلامی کا یہ عظیم دن ''یوم الفرقان'' کہلایا... اسلامی فوج ۳۱۳ ؍افراد پر مشتمل تھی... جن میں ۶۰ ؍انصار بقیہ مہاجرین تھے... جب کہ کفار ایک ہزار سے کم نہ تھے... جن کے پاس بیش قیمت تلواریں، ہتھیار اور اونٹ وغیرہ سامانِ جنگ کثیر تھے... مسلمان فرسودہ ہتھیار، قلیل سامانِ جنگ کے باوجود اللہ کی مدد پر مکمل یقین کے ساتھ محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں باطل سے نبرد آزمائی کو تیار تھے۔

میدان میں زبردست حکمت کے ساتھ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں آراستہ کروائیں... محل وقوع و ماحول کے پیشِ نظر انتظامات فرمائے... قریبی ٹیلے پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عریش (سایہ) بنوایا گیا تاکہ میدانِ جنگ کا مشاہدہ کیا جا سکے... اسی مقام پر آج مسجد عریش ہے... جہاں پہنچ کر روحانی سکون ملتا ہے... ماضی میں ہم نے ۱۷ ؍رمضان (۲۰۱۶ء) کی دوپہر اصحابِ بدر کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا اور محفلِ ذکر سجائی، مسجد عریش کی بہاروں میں کئی ساعتیں گزاریں... پھر کئی بار اپنی تاریخ کے ان نقوش کی یادیں تازہ کیں... ایک ایک لمحہ یاد کیا، وادیِ بدر میں پاکیزہ انفاس کی خوشبو محسوس کی... سبحان اللہ ؎

جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
[اعلیٰ حضرت]

تین سو تیرہ جاں نثارانِ اسلام ایک ہزار سپاہ سے لڑنے کے لیے پُرعزم تھے... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھڑی ہاتھ میں لیے میدان میں تشریف لائے، صفوں کو درست فرمایا... سردارانِ کفار کے مرنے کی جگہ نشانات لگائے... میمنہ اور میسرہ پر سالار تعینات فرمائے... جنگی اُصول دیئے... ہدایات ارشاد فرمائیں۔

## حق غالب آیا

جنگ ہوئی... کثیر پر قلیل غالب آئے... کفر نے وہ زخم کھائے جس کے نتیجے میں اسلام کا قصرِ رفیع مستحکم ہوا... جنگ کا غبار چھٹا تو دیکھا گیا کہ جس مقام پر جس سردارِ قریش کی موت کا فرمایا گیا تھا وہیں وہ قتل ہوا... علم غیب نبوی کی وسعت کا نظارہ دُنیا نے دیکھا... اللہ نے فرشتوں کی سپاہ بھیج کر کفر و ظلم کو مغلوب کیا... جو سازشوں کے خوگر تھے ان کی موت اسلام کی شوکت کا پیغام بن گئی... ان کی نسلوں نے اسلام قبول کیا... محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں نچھاور کیں... آج بھی معرکۂ بدر عزم و یقین کے

ان گنت چراغ روشن کر رہا ہے، جن سے نور لے کر یہود ونصاریٰ اور فرقہ پرستوں کی سازشوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے اور اسلام کے قصرِ رفیع کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔

آج پھر درجنوں طوفان درپیش ہیں۔۔بھارت میں اسلام کا چراغ بُجھانے کو کفر آمادہ ہے۔۔۔وجودِ مسلم کے خاتمہ کے لیے اقتدارِ باطل نے کمر کس لی ہے۔۔۔ماب لنچنگ، قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔۔نفرتوں کی کاشت اقتدار کے سائے میں جاری ہے۔۔بحیثیت مسلمان جینا دوبھر ہو گیا ہے۔۔۔ہر روز نئے فتنے ہیں۔۔۔شام وعراق، یمن وفلسطین کی تاراجی کے بعد ایوانِ کفر سربراہانِ مملکتِ اسلامیہ سے متحد ہو کر مزید اسلامی مملکتوں کی تاراجی کو آمادہ ہے۔۔آج پھر حرمین کی مقدس زمین پر امریکی سربراہی میں یہودی ریاست اسرائیل کے استحکام کا ماحول بنایا جا چکا ہے۔۔۔بیداری کے ساتھ تگ ودَو کی ضرورت ہے۔۔جس کا نتیجہ یقیناً اُمید افزا اور عزم کا اشاریہ ثابت ہوگا۔۔۔بھارت کے نفرتوں کے ماحول میں ہمیں مکمل بیدار ہونا پڑے گا؛ جبھی سی اے اے، این آر سی جیسے کالے قانون کی فضا ختم ہوگی۔۔۔آر ایس ایس کی مہیب سازشوں کا خاتمہ ہوگا اور ہم اپنے حقوق کی پاس داری کے ساتھ اپنے وجود کی بقا کے لیے کامیاب راہوں کو طے کرسکیں گے۔۔۔گویا عزم ویقیں کی تجدید کا درس ''وادیِ بدر'' سے مل رہا ہے ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

◆◆◆

ص ۲۸ر کا بقیہ.......................................

اذان غم وفکر کو دور کرنے کے لیے بھی ہوتی ہے، وحشت و خوف زائل ودفع کرنے کے لیے بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے، نیز آندھی یا خوفناک بارش وغیرہ ہو تو اذان دی جاتی ہے، ان کے سوا اور بھی دیگر مواقع پر اذانیں دی جاتی ہیں، بعض احمق جاہل بچے کے کان کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بچہ کی موت کے بعد ہوتی ہے، یعنی نماز جنازہ یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے؟ بچہ کے کان کی اذان کو نماز جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نماز جس طرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے، ایک نماز روزِ محشر صرف سجود سے ہوگی جو اعلیٰ افعال نماز ہے جس دن کشف ساق ہوگا اور مسلمان سجدے میں گریں گے، منافق سجدہ نہ کرسکیں گے، قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ر صفحہ ۵۴۵ ت ۵۵۸)

◆◆◆

ص ۳۶ر کا بقیہ.......................................

امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک کی اس بیماری نے چولیں ہلادیں اٹلی جو طب وصحت کے اعتبار سے دنیا میں دوسرے نمبر پہ ہے وہاں معالجین کی ٹیم بے بس ومجبور نظر آرہی ہے تو جس ملک کا شمار طب وصحت کے اعتبار سے ایک سو بارہ پر ہے، وہاں اس سے بچاؤ کے کس قدر موثر طریقے اختیار کیے جائیں گے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، برسر اقتدار جماعت کے سُر میں سُر ملا کر میڈیا قومی نفرت کی سوداگری سے پرہیز کرے، اس پر قابو پانے کے لیے گورنمنٹ مضبوط اور موثر حکمت عملی اختیار کرے، عام لوگ بھی طبی نقطۂ نظر سے احتیاطی تدابیر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اسے اپنے شب وروز میں شامل کریں، ڈاکٹروں نے سوشل ڈسٹنس قائم رکھنے کی جو ہدایات جاری کی ہیں عام وخاص سب اس پر عمل کریں، مصیبت کی اس گھڑی میں تمام لوگ ملک اور ملک کے باشندوں کی حفاظت کے لیے اپنے گھروں رہیں، مکمل احتیاطی تدابیر اختیار کریں، یہ وقت آپسی اختلافات کو ہوا دینے کا نہیں ہے، میڈیا بھی اس سے سخت پرہیز کرے، فیک نیوز چلا کر عوام کو گمراہ کرنے کی پالیسی ترک کرے، ارباب اقتدار بے سروساماں لوگوں کو ان کے گھروں تک سہولت کے ساتھ پہنچائیں، جن افراد میں اس کے اثرات نظر آئیں وہ اپنا میڈیکل چیک اپ ضرور کرالیں یہ ملک، قوم اور خود ان کے حق میں بہتر ہے اور میڈیکل سائنس سے جڑے افراد کا تعاون کریں ان سے ہرگز نہ الجھیں۔

◆◆◆

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# ملکی عدلیہ اور مسلم نمائندگی

احوال قوم وملت

**کسی** بھی جمہوری ملک میں عدلیہ (Judiciary) کا رول سب سے اہم اور ضروری ہوتا ہے، اسی لیے جمہوریت میں میں عدلیہ کو تیسرا اہم ستون مانا اور جانا جاتا ہے جو پارلیامینٹ (parliament) اور انتظامیہ (Administration) پر نظر رکھنے کا کام کرتا ہے۔

دستور ہند کے اعتبار سے عدلیہ کو سب سے زیادہ آزاد اور طاقتور تسلیم کیا جاتا ہے، عدلیہ کی اہم ذمہ داریاں یہ ہیں:

1— دستور کی حفاظت اور اس کی تشریح کرنا۔

2— شہریوں کے بنیادی و دیگر حقوق کی حفاظت کرنا۔

3— پارلیمنٹ اور انتظامیہ کے اقدامات کا دستور کی روشنی میں تجزیہ کرنا کہ وہ دستور مخالف نہ ہوں۔

4— شہریوں کے بنیادی حقوق کے خلاف ہونے والی آئین سازی کو دیکھنا اور اسے کالعدم قرار دینا۔

پورے جمہوری نظام میں عدلیہ شاید سب سے اہم اور مضبوط کردار ادا کرتی ہے، عدلیہ ہی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں اور حکومت دستور کے دائرے میں ہی ہر کام انجام دے، بھارت میں نظام عدلیہ کثیر الجہات ہے، صوبائی سطح پر ہائی کورٹ، ضلعی سطح پر ضلع کورٹ، علاقائی سطح پر ایس ڈی ایم کورٹ اور ملکی سطح پر سپریم کورٹ سارے معاملات کا دستور کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں، ہمارے ملک میں سپریم کورٹ کے علاوہ 25 ہائی کورٹ بھی موجود ہیں، جہاں لوگوں کے نجی، مذہبی اور دیگر معاملات نپٹائے جاتے ہیں۔

مسلمان اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت اور دوسری بڑی اکثریت ہیں لیکن یہ بات اپنے آپ میں کس قدر افسوس ناک ہے کہ "نظام عدلیہ" میں مسلمانوں کی نمائندگی تشویش ناک حد تک کم ہے، اپنی غفلت شعاری کے باوجود ہماری قوم آئے دن اپنی بے بسی اور مجبوری کا رونا روتی ہے لیکن یہ بات بھول جاتی ہے کہ زندہ قومیں اپنے حقوق کے لیے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتیں بلکہ جدو جہد سے اپنے حقوق حاصل کرتی ہیں۔

نظام عدلیہ میں مسلمانوں کی نمائندگی دیکھی جائے تو پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے کہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت عدلیہ جیسے نظام سے کس قدر غافل اور دور ہے، سپریم کورٹ کے علاوہ ملک میں 25 ہائی کورٹ ہیں، اس وقت سپریم کورٹ میں ججوں کی کل تعداد 33 ہے جبکہ مسلم نمائندگی کے طور محض ایک جج موجود ہے، صوبائی ہائی کورٹوں کی بات کریں تو یہاں کی صورت حال بھی کوئی امید افزا نہیں ہے ملک کے واحد مسلم اکثریتی صوبے جموں و کشمیر ہائی کورٹ میں بھی محض ایک ہی جج مسلم ہے، مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی والے اتر پردیش میں محض پانچ جج مسلمان ہیں، بنگال، بہار اور آسام جیسے بڑی مسلم آبادی والے صوبوں میں بھی مسلم نمائندگی محض 1 جج پر رکی ہوئی ہے، اس کے علاوہ کرناٹک میں 1، کیرلا میں 3، مہاراشٹر میں 4، گجرات میں 1، راجستھان میں 1، مدراس میں 1، اڈیشہ میں 1، تری پورہ میں 1، تلنگانہ میں 1، دہلی میں 1 جبکہ باقی 10 ہائی کورٹ میں ایک بھی مسلم جج موجود نہیں ہے، جملہ صوبائی ہائی کورٹوں میں 581 جج موجود ہیں جبکہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد 24 ہی ہے، اعداد وشمار میں اگر اضافی ججوں کو شامل کرلیا جائے تو ہائی کورٹ کے ججوں کی مجموعی تعداد 705 ہوجاتی ہے اور مسلم ججوں کی تعداد 29 سے آگے نہیں بڑھ پائی ہے۔

اس فہرست سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نظام عدلیہ میں ہماری تعداد آٹے میں نمک برابر بھی نہیں ہے، یوں تو مسلمان

پارلیمنٹ اور انتظامیہ دونوں میں ہی بہت پیچھے ہیں لیکن عدلیہ جیسے نظام میں قلت تعداد بہت زیادہ چبھنے والی ہے کیوں کہ یہی وہ نظام ہے جس کے ذریعے پارلیمنٹ اور انتظامیہ کی زیادتی اور تعصب کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ پچھلے کچھ وقت میں عدلیہ سے آنے والے کئی اہم فیصلوں نے ملت اسلامیہ کو بے حد مایوس کیا ہے، ہر زبان پر ناانصافیوں کا تذکرہ ہے لیکن کوئی اس بات کا تذکرہ نہیں کرتا کہ انصاف کرنے والوں میں آپ کے افراد کیوں نہیں ہیں؟

کسی بھی قوم کے مذہبی افکار و نظریات اور قوم کے بنیادی حقوق کی جتنی بہتر تشریح و تعبیر اسی قوم کے افراد کر سکتے ہیں دوسرا شاید ہی اتنی بہتر تشریح کر سکے! گزشتہ کچھ فیصلوں میں اگر ہمارے نمائندے موجود ہوتے تو شاید فیصلے زیادہ منصفانہ ہوتے۔

عدلیہ میں جج کے علاوہ وکلا کا بھی نہایت اہم رول ہوتا ہے لیکن یہاں بھی ہماری قوم "نظر کے ٹیکے" کی مانند نظر آتی ہے، مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر صرف راجدھانی دہلی کی مثال سے پورے ملک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، دہلی میں اس وقت ضلع اور ہائی کورٹ میں تقریباً 55 ہزار وکلا ہیں ان میں مسلم وکلا کی تعداد تقریباً 1500 سو کے آس پاس ہے۔

یہ بات ہماری لیے انتہائی افسوسناک ہے کہ طلاق ثلاثہ جیسے شرعی معاملے کی پیروی کے لیے ملک بھر میں کوئی مسلم وکیل نہیں تھا نتیجتاً مسلم تنظیموں نے کپل سبّل کو کیس کی پیروی کے لیے مقرر کیا۔ جن لوگوں نے کورٹ کی جرح سنی ہے وہ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ بڑے سے بڑا قابل ہندو وکیل بھی قرآن وحدیث کی توضیح و تشریح کا حق ادا نہیں کر سکتا اور کر بھی کیسے سکتا ہے قرآن وحدیث کے معنی و مراد سمجھنے کے لیے خاصا وقت درکار ہوتا ہے محض چند دنوں کی تیاری سے کوئی قرآنی تفاسیر اور احادیث کی تشریح پر قادر نہیں ہوسکتا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشیں رکھیں کہ کسی بھی ہندو وکیل کا مسلم مسائل سے خالص پروفیشنل تعلق ہوتا ہے جذباتی نہیں! برخلاف اگر مسلم وکیل ہو تو اسے قومی امور سے جذباتی وابستگی بھی ہوتی ہے جس کے ناطے اس کی جرح کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ فی الحال جو جج صاحبان "مسلم نمائندگی" کر رہے ہیں ان کی اکثریت فکری طور آزاد مزاج اور مذہبی شناخت سے قصداً دوری بنائے رکھنے کو ترجیح دیتی ہے، ایسے میں یہ نمک برابر تعداد بھی اہم فیصلوں میں آپ کے خلاف نظر آتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ جس طرح قوم نے دیگر تعلیمی ادارے بنا کر افراد تیار کئے ہیں اسی طرح عدلیہ کے لیے بھی افراد سازی کی جائے تاکہ وہ عدالتوں میں مسلمانوں کے دستوری حقوق کی نگہداشت کرسکیں۔

یہاں اہل مدارس اور خانقاہوں کی دوہری ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ اس محاذ پر قوم مسلم کی قیادت کریں کیوں کہ آج کل جس تسلسل کے ساتھ عدلیہ کی آڑ میں شرعی امور زیر بحث لائے جارہے ہیں۔ اس سے ایک طرف اکثریتی عوام کے ذہنوں میں مسلمانوں کی شبیہ بگاڑی جارہی ہے دوسری جانب قانون سازی یا من مانی تشریح کے ذریعے مسلمانوں کے نجی، عائلی اور شرعی حقوق تلف کئے جارہے ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ شرعی عائلی امور کی جتنی اچھی تفہیم دینی افراد کر سکتے ہیں شاید ہی کوئی دنیوی تعلیم یافتہ شخص کرسکے۔

یہی وجہ ہے کہ عدلیہ میں ہمارے اچھے وکلا بھی شرعی امور کی کامیاب پیروی نہیں کر پارہے ہیں اور ایک کے بعد ایک شرعی مسائل میں دخل اندازی بڑھتی جارہی ہے، طلاق ثلاثہ پر پابندی کے بعد مساجد میں خواتین کے داخلے، تعدد ازواج اور پردہ و برقع کے خلاف عدالتوں میں درخواستیں داخل کی جارہی ہیں تاکہ عدلیہ کی آڑ میں ان امور میں دخل اندازی کی جائے، مسلمان مانیں تو شرعی حقوق سے محروم ہوں نہ مانیں تو عدلیہ کی مخالفت کی تلوار لٹک رہی ہے، اس لیے ارباب حل و عقد نہایت سنجیدگی سے عدلیہ کے لیے افراد سازی کریں تاکہ مستقبل میں مسلمانوں کے دستوری حقوق محفوظ رہیں اور کسی بھی من مانی تشریح کے ذریعے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا دروازہ نہ کھولا جاسکے۔

◆◆◆

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# چین سے آکر ہندوستان! کرونا ہوا مسلمان

احوال وطن

**پوری** دنیا اس وقت آفت ناگہانی کی شکار ہے، ہر طرف انتشار ہے، چیخ و پکار ہے۔ نظر نہ آنے والے ایک وائرس نے پوری دنیا کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ترقی یافتہ مما لک کا اعتراف ہے کہ اس خطرناک وائرس کی زد میں آنے والوں کا علاج ابھی میڈیکل سائنس نے دریافت نہیں کیا ہے۔ نہ ہی اس کے لیے کوئی اینٹی ویکسین تیار ہو سکی ہے۔ ہر آنے والے دن میں اس کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ دنیا کے کئی مما لک اس کی زد میں آچکے ہیں اور محکمۂ طب وصحت اس سلسلے میں معقول و موثر حل تلاش کرنے کی سمت میں اپنا سفر جاری رکھے ہوا ہے، ہمارے وطن عزیز میں بھی اس وبائی بیماری نے اپنے خونیں پنجے گاڑ دیئے ہیں اور روز بروز اس سے متاثر ہونے والے افراد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، صوبۂ مہاراشٹر میں اس کی زد میں آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، ارباب اقتدار اس پہ قابو پانے کے لیے موثر اقدام کر رہے ہیں، پورا ملک لاک ڈاؤن کر دیا گیا ہے، فلائٹ، ٹرین، بس حتی کہ پرائیوٹ گاڑیوں سے بھی نقل و حمل کی عام اجازت نہیں ہے، پورے ملک میں کرفیو جیسی صورت حال ہے، پانی سر سے اونچا ہوا تب حکومت کی جانب سے حفاظتی قدم اٹھائے گئے اگر ابتداً بیرون ملک سے آنے والے لوگوں پر پابندیاں لگا دی جاتیں یا انھیں ملک میں لایا جاتا لیکن مکمل طبی معائنے کے بعد اور جو حضرات اس سے متاثر ہوتے انھیں آئیسولیشن میں بھیج دیا جاتا تو شاید صورت حال یوں خراب نہ ہوتی۔

حکومت کا دعویٰ ہے کہ ۱۵ر جنوری سے ہی بیرون ملک سے آنے والے افراد کو مکمل طبی جانچ کے بعد ایئرپورٹ سے باہر جانے دیا جا رہا ہے جب کہ حکومت کا یہ دعویٰ ایک مہمل فریب کے سوا کچھ بھی نہیں میری جانکاری میں خود کئی ایسے لوگ ہیں جنھیں کسی طرح کی طبی جانچ کے بغیر ایئرپورڑ سے چیک آؤٹ دے دیا گیا، پھر یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ جن حضرات کی طبی جانچ کا دعویٰ کیا جا رہا ہے وہ بھی کھوکھلا ہے کیونکہ اس وقت تک ان کے پاس کرونا وائرس کی جانچ کے لیے طبی کٹ بھی نہیں ہے صرف رسمی طور پر تھرمل اسکیننگ کر کے انھیں رخصت دے دی گئی، جبکہ یہ جانچ اس شخص کے بخار زدہ ہونے یا نہ ہونے کی ہی تصدیق کرتی ہے کرونا وائرس کی نہیں اگر کسی شخص کو بخار آگیا اور اس نے جہاز میں اس کے لیے کوئی دوا لے لی اور بخار اتر گیا تو اس جانچ میں اسے نگیٹیو دکھا کر کلین چٹ دے دی جائے گی، کیا یہاں یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ بیرون ملک سے آنے والے پندرہ لاکھ (ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق) ہندوستانیوں کو بلا روک ٹوک آنے دیا گیا ان کی قابل اطمینان طبی جانچ کرائے بغیر انھیں ایرپورٹ سے چک آؤٹ دے دیا گیا تاکہ وہ آزادی کے ساتھ ملک میں وائرس پھیلائیں اس طرح ملک میں بڑھتی ہوئی آبادی جو برتھ کنٹرول کے تمام اصول وضوابط کے باوجود قابو سے باہر ہے اس میں کمی آجائے، ملک کنگال ہو چکا ہے، معاشی طور پہ اس کی چولیں ہل چکی ہیں، ارباب اقتدار کو اسی بہانے ایک معقول بہانہ مل جائے گا کہ دنیا اس وائرس کی زد میں آکر برباد ہو گئی ہے بھارت اگر برباد ہوا تو کیا تعجب؟ اوپر سے اس مرض کے خلاف لڑنے کے نام پہ متاثرین کے علاج ومعالجے کے لیے پی۔ ایم فنڈ میں اربوں ارب روپے جمع کرنے کا موقع غنیمت بھی ہاتھ آجائے گا، بہر حال پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے اور حکومت اپنی نااہلی، ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔

حفاظتی تدابیر کے لیے پورا ملک Lock Down کر دیا

* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

گیا ہے، عجلت میں اٹھایا جانے والا یہ قدم کتنے مسائل کا جنم داتا ہوگیا جگ ظاہر ہے، روزانہ کھانے کمانے والوں کے لیے یہ کس قدر مشکل کی گھڑی بن گئی ہے جن پہ بیت رہی ہے وہی اسے صحیح طور پہ محسوس کر رہے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی ریلیف کا کوئی انتظام حکومت کی جانب سے نہیں کیا گیا جو لوگ روزی روٹی کے لیے وطن سے دور ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے سامنے نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے کرونا وائرس کی زد میں آئیں گے کہ نہیں؟ آئیں گے بھی تو کیا ہوگا؟ لیکن بھوک پیاس انہیں پہلے ہی مار دے گی، چنانچہ اس ڈر خوف سے لاکھوں لاکھ لوگ اپنا بوریہ بستر کاندھوں پہ اٹھائے ہوئے بغیر سوچے سمجھے وطن کے لیے پیدل نکل گئے، سڑکوں پہ اترنے والے ان بے آسرا لوگوں کی زندگی، موت، دکھ تکلیف، راحت وآرام سے حکومت قطعی بے فکر ہے، بعض مقامات پہ تو انتہائی غیر انسانی سلوک بھی ان بے چاروں کے ساتھ ہوا، شہر بریلی میں ان پہ کیمیکل کا چھڑکاؤ کیا گیا، بھارت کے جونیر ہیلتھ سکریٹری اور بریلی کے ڈی۔ ایم نے بھی اس عمل کو غلط قرار دیا، لیکن صرف غلطی تسلیم کر لینے سے بات بن جائے گی؟ غلطی کرنے والوں کے ساتھ قانونی طور پر کیا کارروائی کی گئی اس کا جمہور کو انتظار ہے، بیرون ملک سے ہندوستانیوں کو لانے کے لیے تو خصوصی طیارے بھیجے جا رہے ہیں لیکن غربت و افلاس کے ماروں کو ان کے وطن تک پہنچانے کے لیے موجودہ حکومت کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے، سڑکوں پر لوگ نکل کر حکومت کی نااہلیوں کا مذاق بنے ہوئے ہیں۔

اس صورت حال میں پوری دنیا غافل حکمرانوں کی نااہلیوں کا تماشہ دیکھ رہی ہے، Lock Down سے پہلے ان تمام لوگوں کو خصوصی سہولت فراہم کرکے ان کے وطن روانہ کرنا حکومت کی منصبی ذمہ داری تھی یا پھر Lock Down کے بعد انھیں ان کے گھروں تک پہنچانا تھا، حکومت اس موقع پہ بھی دورخی پالیسی اختیار کر رہی ہے امیروں کے لیے الگ سہولتیں ہیں غریبوں اور مفلسوں کے لیے کچھ بھی نہیں، چار دنوں تک میڈیا پہ اس طرح کے واقعات کو لے کر جگ ہنسائی ہوتی رہی اور حکومت کان میں تیل ڈال کر سوتی رہی۔ لیکن اچانک اسے یاد آیا کہ بستی حضرت نظام الدین اولیا میں بین الاقوامی سطح پہ تبلیغی جماعت کا ایک اجتماع ہوا تھا جس میں ملک کے مختلف اضلاع سے لوگ شریک ہوئے تھے اور بیرون ملک سے بھی اس میں بہت سارے افراد شرکت کے لیے آئے تھے کیوں نہیں جماعت کے مرکزی دفتر پہ چھاپہ مار کر کرونا وائرس کو بھی قومی رنگ دے دیا جائے پھر کیا تھا اس شیطانی کھیل میں رنگ بھرنے کا کام شروع ہوگیا چنانچہ ۳۰؍مارچ کو چھاپا ماری کی گئی اور وہاں پھنسے ہوئے لوگوں کو اپنی ناکامیوں اور نااہلیوں کی ڈھال بناتے ہوئے خبر نشر کر دی گئی کہ دو ہزار تبلیغی جماعت کے لوگ مرکز میں چھپے ہوئے تھے جن میں بیرون ممالک سے آنے والے افراد بھی تھے اور بلڈ ٹسٹ کے بعد کرونا وائرس ان میں سے بعض میں مثبت پایا گیا، اب کیا تھا وہ گودی میڈیا جو حکومت کی نااہلیوں ناکامیوں پہ پردہ پوشی کی تمام کوششوں میں ناکام انتراکچھی کے لایعنی کھیل میں مصروف تھا اچانک اس میں قومی رنگ بھرنے کا شیطانی عمل شروع کر دیتا ہے اور پھر دیکھتے دیکھتے کرونا وائرس بھی ہندو مسلم ہو جاتا ہے اور تبلیغی جماعت کے ان مٹھی بھر افراد کی حرکتوں کا بہانہ بنا کر پوری قوم مسلم کے سر پہ اس کا ٹھیکرا پھوڑا جا رہا ہے جو یقیناً ایک منفی سوچ کا نتیجہ ہے، واضح رہے کہ بھارت میں مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت و جماعت کی ہے جو صوفیا کی جماعت ہے، ہزاروں سال سے یہاں کے مسلمان انھیں عقائد ونظریات کے سائبان میں زندگی گزار رہے ہیں جو انھیں صوفیائے کرام سے ملے ہیں، یہاں پہ کئی سوال پیدا ہوتے ہیں جس پہ غیر جانبدار افراد کو گہری نظر رکھنی چاہیے۔

حکومت کا یہ دعویٰ کہ ۱۵؍جنوری سے ہی بیرون ملک سے آنے والے افراد کی میڈیکل جانچ ہو رہی ہے اور جانچ کے بعد ہی انھیں ایئر پورٹ سے لایا جا رہا ہے تو کیا اس اجتماع میں شامل ہونے والے افراد ۱۵؍جنوری سے قبل ہندوستان آئے تھے؟ اگر ۱۵؍جنوری کے بعد آئے تو کیا انھیں طبی جانچ کے بغیر چھوڑ

دیا گیا تھا؟ یہ اجتماع ۱۵؍مارچ کو اختتام پذیر ہوجاتا ہے اس کے بعد ۱۶؍مارچ کو دہلی حکومت کی جانب سے ایک آرڈر کے ذریعے سوشل ڈسٹینس قائم رکھنے کے لیے تمام اجتماعات، تقریبات، تفریحات پہ پابندی عائد کردی جاتی ہے، جب کہ یہ اجتماع اس حکم سے ایک دن پہلے ہی اختتام پذیر ہوجاتا ہے، ۱۳؍جنوری کو بھی دہلی حکومت کی جانب سے ایک حکم جاری ہوا تھا جس میں مذہبی مقامات پہ اجتماعات اور مذہبی جلسے جلوس کی پابندی شامل نہیں تھی، ۱۵؍مارچ کو اجتماع ختم ہونے کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے کچھ افراد رہ گئے، ابھی ملک میں Lock Down کا حکم نافذ نہیں کیا گیا تھا، ۲۳؍مارچ کو دہلی Lock Down کردیا گیا اور ۲۴؍مارچ کو وزیر اعظم ہند نریندر مودی نے ۲۵؍مارچ سے پورے ملک کو Lock Down کرنے کا حکم جاری کردیا، مرکز کے امیر نے ۲۳؍مارچ کو مرکز سے متصل پولس اسٹیشن میں تحریری طور پہ درخواست دی کہ جمع شدہ لوگوں کو ان کے مقام تک پہنچایا جائے۔ اس کام کے لیے مرکز نے بسوں کا نظم کیا تھا اور درخواست میں ان کے نمبرات بھی دے دیے گئے تھے۔ لیکن محکمۂ پولس نے اس سلسلے میں کوئی مناسب قدم نہیں اٹھایا۔ ۲۴؍مارچ کو جب پورے ملک کو ۱۲؍بجے شب سے Lock Down کرنے کا اعلان کردیا گیا تو امیر جماعت نے دوبارہ تحریری درخواست دی، لیکن محکمہ نے اس سمت ضروری قدم اٹھانا غیر مناسب خیال کیا، کیا ان تمام حقائق کے پیش نظر اس امر میں اب کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ حکومت ایک خاص قوم کو ٹارگٹ کرکے سارے فیصلے لے رہی ہے اور زرخرید میڈیا حکومت وقت کی چشم ابرو پہ رقص برہنہ کا کھلا مظاہرہ کررہا ہے، جہاں اسے کوئی موقع ملتا ہے نمک مرچ لگا کر قومی رنگ دینے کی ناکام کوششوں میں لگ جاتا ہے۔

Lock Down کے بعد لکھنؤ میں کنیکا کپور کا پروگرام ہوتا ہے، جس میں صدر جمہوریہ سے لے کر وزیر اعظم ہند تک بڑے بڑے راہنما شامل ہوتے ہیں اور سوشل ڈسٹنس قائم رکھنے کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے حکم کے باوجود باقاعدہ معانقہ مصافحہ ہوتا ہے اور قانون کی پیشانی پہ بل نہیں پڑتا، یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی اپنے حمایتیوں کے ساتھ ایودھیا پہنچ کر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر مورتی نصب کرتے ہیں اور حکومت سے لے کر میڈیا تک کو یہ ہجوم نظر نہیں آتا، مدھیہ پردیش میں سیاسی شعبدہ بازی ہوتی ہے سیکڑوں ایم. ایل. اے کو ایک جگہ اکٹھا کرکے حکومت سازی کا کام انجام دیا جاتا ہے اور سوشل ڈسٹنس قائم رکھنے کی ہدایت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے سیشن چلتے رہتے ہیں اور ہجوم نظر نہیں آتا۔

ابھی چند دنوں قبل کرناٹک کے وزیر اعلیٰ ایک شادی کی تقریب میں شریک ہوتے ہیں اور میڈیا خاموش تمائی بنا نظر آتا ہے، ۱۷؍مارچ کو تروپتی میں چالیس ہزار عقیدت مندوں کا رجسٹر کے مطابق ہجوم ہوتا ہے لیکن میڈیا سے لے کر قانون تک سب مہر بلب نظر آتے ہیں، چار سو لوگ ویشنو مندر میں Lock Down کے بعد چھپے رہ جاتے ہیں لیکن میڈیا چپی سادھے رہتا ہے قانون بھی خاموش ہے، آخر ان اجتماعات اور بھیڑ بھاڑ میں کیا حکومت کی جانب سے جاری کردہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے والے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی؟ کیوں میڈیا اس حوالے سے خاموش تماشائی بنا ہوا ہے اور ایک خاص قوم کو نشانے پہ رکھ کر واویلا مچا رہا ہے؟

۳۰؍جنوری کو کرونا وائرس سے ہمارے ملک میں پہلی موت ہوئی ہے، اس وبائی بیماری سے یہاں یہ پہلی موت ہے، دو ماہ کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد کیا حکومت نے اس بیماری سے لوگوں کو محفوظ رکھنے اور مریضوں کے علاج کے لیے کیے گئے اقدام کی تفصیل عوام کے سامنے پیش کرے گی؟ ۱؍ارب ۳۰؍کروڑ آبادی والے ملک میں کتنے ایسولیشن سینٹر کی ضرورت ہے اور حکومت نے کتنے سنٹر بنائے ہیں؟ کتنے وینٹی لیٹر کی ضرورت ہے اور کتنے موجود ہیں؟ ارے جس ملک میں اس مہلک بیماری کی جانچ کے لیے اب تک کٹ تیار نہیں کیا جاسکا وہاں اس قدر بلند دعوے کا کھوکھلا پن سمجھا جاسکتا ہے۔

بقیہ ص ۱۳۱؍پر

# مساجد میں Social Distancing کا شرعی جواز
## ایک منصفانہ تجزیہ



کورونا وائرس کی وجہ سے دنیا بھر میں سارے معمولات زندگی بند ہیں، مساجد میں بھی چند نمازیوں کے علاوہ سب پر پابندی لگی ہوئی ہے، فی الحال اس مرض کی دوائی تیار نہیں ہو پائی ہے اس لیے احتیاطی تدبیر کے طور پر سماجی دوری (Social Distance) کا فارمولہ اختیار کیا گیا ہے، حالیہ دنوں میں حکومت نے کچھ شرائط کے ساتھ "مذہبی عبادت گاہوں" میں مکمل اجازت دینے کا اعلان کیا ہے، ان شرائط میں نماز میں سماجی دوری (فاصلے) کا اہتمام کرنا لازم قرار دیا گیا ہے، سوشل میڈیا پر کچھ فتوے وائرل ہو رہے ہیں جن میں "سماجی دوری (social distance)" کو "اضطرار اور حکومتی پابندی" کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، اس تحریر میں ہم یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ نماز باجماعت میں اتصال صفوف کی اہمیت اور تاکید کے ہوتے ہوئے بھی فاصلے (social distens) کو جائز قرار دینا کیسا ہے؟

**اتصال صفوف کی اہمیت**

نماز میں صف بندی کی بڑی اہمیت اور سخت تاکید آئی ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ۔ یعنی تم اپنی صفوں کو درست کیا کرو کیونکہ صفوں کی درستی سے نماز قائم ہوتی ہے۔" (صحیح البخاری ۱/۱۰۰)

حدیث مذکور میں "تسویۃ الصّف" کو اقامت صلواۃ کا حصہ قرار دیا گیا ہے، علامہ بدرالدین عینی "اقامت صلواۃ" کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں:

"یراد بھا ایضاً سد الخلل الذی فی الصف۔ یعنی اقامت صلواۃ کا مطلب یہ ہے کہ کہ صف میں نمازیوں کے درمیان ذراسی جگہ بھی خالی نہ رہے۔" (عمدۃ القاری 4/353)

"عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: أَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ۔ یعنی نماز میں صف کو درست کرو اس لئے کہ صف کو درست کرنا نماز کے حسن میں سے ہے۔" (صحیح البخاری: ج1 ص 100)

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ إِقَامَةَ الصَّفِّ۔ یعنی بیشک نماز کی تکمیل صفوں کی درستی سے ہوتی ہے۔"

(مسند احمد 22: ص346 رقم الحدیث 14454)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

"فَقَالَ: أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس طرح کیوں صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے یہاں کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ فرمایا: وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے یوں مل کر کھڑے ہوتے ہیں کہ درمیان میں کوئی فاصلہ باقی نہیں رہتا۔" (صحیح مسلم، ۱/۱۸۰)

روایت مذکورہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ

کرام کو درستی صف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرشتوں کی صف بندی کا تذکرہ فرمایا، جب صحابہ کرام نے اشتیاق ظاہر کیا تب آپ نے صفوف ملائکہ کی کیفیت بیان فرما کر لوگوں کو ویسی ہی صف بنانے کی تاکید فرمائی۔

ان روایات میں درستی صف کو" اقامت صلوٰۃ، حسن صلوٰۃ، تکمیل صلوٰۃ اور طریقہ ملائکہ" قرار دیا گیا ہے، جس سے اس بات کا بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ نمازوں میں صفوں کو درست رکھنا کس قدر مطلوب و محبوب ہے، اب ایک نظر ان روایات پر بھی ڈال لیں جن میں صفوں کی بے ترتیبی اور عدم درستی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے:

"عن نعمان بن بشير يقول: كان رسول الله ﷺ يسوى صفوفنا حتى كانما يسوى بها القداح حتى رأى انا قد عقلنا عنه ثم خرج يوماً فقام حتى كاد ان يكبر فرأى رجلا باديا صدره من الصف فقال عباد الله لا تسوون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم۔ یعنی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا کرتے تھے گویا ان کے ذریعہ آپ تیروں کو سیدھا کریں گے، یہاں تک کہ آپ کو خیال ہو گیا کہ اب ہم لوگ سمجھ گئے ہیں کہ ہمیں کس طرح سیدھا اور کھڑا ہونا چاہئے، اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ پر کھڑے بھی ہو گئے، قریب تھا کہ آپ تکبیر کہہ کر نماز شروع فرما دیں کہ آپ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفیں ضرور سیدھی اور درست رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے رخ ایک دوسرے کے مخالف کر دے گا۔" (صحیح مسلم 1/ 182)

عموماً تیر سے دیگر چیزوں کو سیدھا کیا جاتا ہے لیکن درستی صف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر مبالغہ فرماتے کہ صحابہ کو محسوس ہوا کہ ہماری صفیں اس قدر سیدھی ہیں کہ تیر کو سیدھا کیا جا سکتا ہے۔

"عن ابن عمر رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: اقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بايدى اخوانكم ولا تذروا فرجات للشيطان ومن وصل صفّا وصله الله ومن قطع صفّا قطعه الله۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفیں قائم کرو، کندھے ایک دوسرے کی سیدھ میں کرو، خلا کو پُر کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو جاؤ، شیطان کے لئے صفوں میں خالی جگہ نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا، اللہ اسے ملائے گا اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے کاٹ دے گا۔" (سنن ابی داود: ج 1 ص 104 باب تسویۃ الصفوف)

درج شدہ روایت میں درستی صف کی شکلیں بیان کی گئی ہیں، بایں طور کہ نمازیوں کے کندھوں اور پاؤں کے درمیان ذرا سی بھی خالی جگہ نہ رہے، خالی جگہ شیطان کے داخل ہونے کا ذریعہ بنتی ہے اس لیے آقائے کریم ﷺ نے" بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانے" کی ہدایت فرمائی، نرم ہو جانے کی تشریح میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

" مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ فرجہ (فاصلہ) رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انہیں حکم ہے کہ دب جائیں اور جگہ دے دیں تا کہ صف بھر جائے۔" (فتاویٰ رضویہ کتاب الصلاۃ)

یعنی شرع مطہرہ میں اتصال صفوف اس قدر اہم ہے کہ قیام نماز کے بعد بھی خالی جگہ رہ جائے تو نماز میں مشغول نمازیوں کو دب جانے اور جگہ پر کر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ صورت حال تب کی ہے جب صف اوّل میں کچھ جگہ خالی تھی تو دوسری صف میں آنے والا شخص اگلی صف میں داخل ہو جائے اور وہ نمازی دب جائیں اور جگہ دیں لیکن اتصال صف کی

اہمیت اس قدر ضروری ہے کہ پہلی صف میں خلا رہ جائے اور اس کے پیچھے دوسری صف بھی بھر جائے تو پیچھے آنے والے شخص کو دونوں صفیں چیرنے کی اجازت ہے، امام احمد رضا فرماتے ہیں:

"نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ (فاصلہ) چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کرلی اور نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کر کے دوسری صف باندھتے، اب ایک شخص آیا اور اس نے صف اول کا رخنہ دیکھا اسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھر دے کہ صف دوم بے خیالی کر کے آپ تقصیروار ہے اور اس کا چیرنا روا۔ قنیہ و بحر الرائق و شرح نور الایضاح و درمختار وغیرہ میں ہے: واللفظ لشرح التنویر لو وجد فرجة فی الاول لا الثانی، له خرق الثانی لتقصیر هم۔ شرح تنویر کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے صف اول میں رخنہ پایا حالانکہ دوسری میں نہ تھا تو اس کے لئے دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے دوسری صف کو چیرنا جائز ہوگا۔" (درمختار باب الامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴۔ فتاویٰ رضویہ کتاب الصلاۃ)

"عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یتخلل الصف من ناحیة یمسح صدورنا و مناکبنا ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم۔

یعنی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف میں ایک جانب سے دوسری جانب تشریف لے جاتے تھے اور صف کو برابر کرنے کے لئے ہمارے سینوں اور کندھوں پر دست مبارک پھیرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ تم آگے پیچھے نہ ہونا ورنہ تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں گے۔" (سنن ابی داود: ج1 ص 104)

اتصال صفوف کو اتحاد و اتفاق اور افتراق صفوف کو اختلاف وانتشار قرار دینا، کیا اس سے درستی صف کی ازحد اہمیت معلوم نہیں ہوتی؟

"عن انس بن مالك انه قدم المدينة، فقيل له ما انكرت منا منذ يوم عهدت رسول الله ﷺ قال: ما انكرت شيئا الا انكم لا يقيمون الصفوف۔

یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ سے مدینہ تشریف لائے، تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کے لحاظ سے اس زمانہ میں کون سی بات ناپسندیدہ پائی ہے؟ انہوں نے فرمایا: اور تو کوئی خاص بات نہیں، البتہ یہ کہ تم لوگ صفوں کو سیدھا نہیں کرتے ہو۔" (صحیح بخاری: ج1 ص100 باب اثم من لم یتم الصفوف)

اللہ اکبر! حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ میں درستی صف اس قدر اہم تھی کہ آپ نے اتصال صفوف سے غفلت کو "ناپسندیدہ" قرار دیا۔

ان روایات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صفوں کی برابری اور درستی کس قدر ضروری اور مطلوب ہے ایسے میں حکومتی آرڈر کے نام پر طریقہ عبادت میں چھیڑ چھاڑ کرنا کہاں تک جائز ہے؟

جو علما و مفتیان کرام حکومتی پابندی کی بنا پر فاصلے (social distending) کو جائز قرار دے رہے ہیں، ہمیں ان کی نیتوں پر شک نہیں لیکن انہیں چند امور نگاہ میں رکھنا چاہیے:

- ❐ نماز اسلام کی اہم ترین عبادت ہے، اس کا مکمل طریقہ حضور علیہ السلام نے بیان فرما دیا ہے، اب حکومتی آرڈر کی بنیاد پر اس میں تبدیلی کی راہ نکالنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ہلکا کرنا اور اس بات کا چور دروازہ کھولنا ہے کہ حکومتی پابندی کے خوف سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح احکامات میں بھی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔
- ❐ دستور ہند کے بنیادی حقوق دفعہ 25، 26 کے مطابق ہر شخص کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کا حق حاصل ہے، اتصال صفوف نماز باجماعت کا اہم حصہ ہے اس میں تبدیلی کا حکم دینا خلاف دستور بھی ہے۔
- ❐ اگر سماجی دوری کا فارمولہ نمازوں میں تسلیم کرلیا گیا تو کل اس کا اطلاق درس گاہوں پر بھی کیا جا سکتا ہے، اب اندازہ لگائیں

احوال وطن

کہ اس پابندی کے ساتھ درس وتدریس کا کام کس طرح متاثر ہوگا؟ مکاتب اور چھوٹے مدارس تو دور بڑے مدارس بھی اس پرعمل درآمد سے معذور ہوں گے۔

❐ ڈاکٹر کورونا وائرس کے علاوہ دیگر کئی امراض کو بھی متعدی بتاتے ہیں کل انہیں بیماریوں کی آڑ لے کر نمازوں، درس گاہوں اور دیگر مذہبی محافل پر سماجی دوری کو نافذ کیا جاسکتا ہے۔

❐ کورونا کی روک تھام کے لیے سماجی دوری اتنا ہی مؤثر ہوتی جیسا کہ بتایا جارہا ہے تو سورت، احمد آباد اور آنند وہار دہلی میں لاکھوں مزدوروں کی بھیڑ اور شراب خانوں پر ہزاروں شرابیوں کے اختلاط سے لاشیں بچھ جانا چاہیے تھیں لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا، سماجی اختلاط سے مرض کا بڑھنا یقینی نہیں ہے تو محض امر موہوم کی خاطر نمازوں کی ہیئت میں تبدیلی پر رضامندی کیوں؟

❐ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت طریقہ عبادت میں تبدیلی کی راہ نکالنا حکومت کو دیگر امور میں مداخلت پر آمادہ کرسکتا ہے، کل کو اسی قاعدہ کی آڑ لے کر دیگر اسلامی احکامات پر پابندی لگائی گئی تو تب علما کیا کریں گے؟

❐ یہاں "صحت انسانی" کے مدنظر "فر من المجذوم" سے استدلال مفید نہ ہوگا کہ وہاں یقینی مریض سے پرہیز کا حکم ہے جبکہ موجودہ معاملے میں مریض کا یقینی ہونا موہوم اور ظنی ہے اس لیے موہوم مریض سے پرہیز چہ معنی دارد؟

❐ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ رہے کہ یہ معاملات عارضی ہیں حالات نارمل ہوتے ہی واپس معمول پر لوٹ آئیں گے، حکومت ہرگز اپنے ایجنڈے سے واپس نہیں لوٹے گی۔

❐ اس سے قبل بھلے ہی چند نمازیوں کو مسجد جانے کی اجازت تھی مگر نمازیں تو شرعی طور پر ادا کی جارہی تھیں لیکن نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے چکر میں شرعی ضوابط کی پامالی کس لیے؟

خوب یاد رکھیں کہ حکومتی احکام کے زیر اثر جو علما بھی گنجائشیں نکال رہے ہیں، وہ سب حکومت کے ریکارڈ میں محفوظ رہے گا، اس لیے "لچک اور حالات زمانہ کی رعایت" کے نام پر رخصت کی راہیں نکالنا مستقبل میں نقصان دہ ثابت ہوگا۔

لاک ڈاؤن کے ایام میں دکانوں، شراب خانوں اور دیگر عبادت گاہوں میں لمبی قطاریں نظر آئیں لیکن کسی بھی مذہب کے رہنما نے اپنے طریقہ عبادت میں تبدیلی کے لیے کوئی ہدایت نامہ جاری نہیں کیا لیکن ہمارے مذہبی رہنماؤں کی عجلت اور جوش دیکھتے ہی بنتا ہے۔

ان امور کے مدنظر سماجی دوری کو جائز قرار دینا سخت محل نظر اور نظر ثانی کا متقاضی ہے بہتر ہوگا کہ اکابر علما ومفتیان کرام ارباب حکومت کے سامنے شرعی مسائل کو دوٹوک انداز میں بیان کریں اور واضح کریں کہ شرعی امور میں تبدیلی کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، ساتھ ہی دستور ہند سے حاصل اختیار کو ماہرین قانون کی تشریح کے مطابق پیش کریں تا کہ ہر دو طرف سے ہمارا پہلو مضبوط رہے، اگر آج عزیمت سے کام نہیں لیا گیا تو کل نئی نئی دخل اندازیوں کے لیے تیار رہیے۔

◆◆◆

ص ۸۱ر کا بقیہ ........................................

آپ کی دلکش اور مقدس صورت دیکھ کر بے شمار غیر مسلم آپ کے دست حق پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں بدعقیدہ آپ کی صورت زیبا دیکھ کر آپ کے تبلیغی جذبے سے متاثر ہوکر بدعقیدگی سے تائب ہوئے۔ افسوس کہ عرب وعجم کا یہ فقیہ المثال مرشد وشیخ طریقت عقیدت مندوں کو ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء کو دائمی داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جاملا، ۲۲ر جولائی کو دس بج کر پچاس منٹ پر اسلامیہ کالج بریلی کے وسیع عریض میدان میں جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا قادری دام ظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، ازہری گیسٹ ہاؤس سوداگران آپ کی آخری آرام گاہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم تمام مریدین ومتوسلین کو آپ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور آپ کے جانشین مخدوم گرامی حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی کو آپ کا علمی اور دینی وارث وامین بنائے، آمین۔

عرش پر دھومیں مچیں، وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے، وہ طیب وطاہر گیا

◆◆◆

(از: مولانا محمد اسلم رضا قادری*)

# بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے چند نامور شعرائے عظام ایک مختصر تعارف

**نعت** کہنا اور پڑھنا سعادت مندی کی علامت ہے جنھوں نے بھی اس میدان میں قدم رکھا ہے سرخروئی اور سرفرازی سے ہم کنار ہوئے اور دنیا میں نامور بھی! اگر ہم اس حوالے سے صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو عظیم الشان، ادبا و فصحائے عرب کی ایک جماعت مدحت رسول میں سرشار دکھائی دیتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے چند شعرائے کرام کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے امام احمد قسطلانی اور امام زرقانی کے حوالے سے پیش کیا ہے، تاکہ ہمارے قلوب بھی نعت رسول کی نورانی کرنوں سے روشن و منور ہو جائیں۔

## حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں منبر بچھاتے، حسان اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و مفاخر بیان کرتے، حضور کی طرف سے طعنہائے کفار کا رد کرتے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے، اللہ عزوجل جبریل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری)

## تحدیث نعمت

الحمدللہ علی احسانہ! فقیر کو زیارت روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سعادت حاصل ہے، ایک شب کا واقعہ ہے کہ باب البقیع کے سامنے اور گنبد خضرا پر نگاہیں جمائے ہوئے امام عشق و محبت اعلی حضرت کے مبارک کلام کے اشعار آہستہ آواز میں گنگنا رہا تھا جو ہمیشہ کا معمول تھا اور مجھ سے کچھ ہی دوری پر چند حضرات جمع ہو کر نعت نبی پڑھ رہے تھے کہ ایک مطوا آیا اور انھیں سختی سے ڈانٹنے لگا اور کہا: اس طرح پڑھنا قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ہے، یہ بدعت ہے اور ناجائز ہے، تم یہاں آ کر بھی یہ ناجائز کام کرتے ہو؟ تو انھوں نے کہا تمہارا یہ اس طرح رومال سر پر لٹکانا اور اس کے اوپر یہ پٹا باندھنا کون سی حدیث سے ثابت ہے؟ تو کہنے لگا: یہ تو لباس ہے اور لباس تو کیسا بھی پہن سکتے ہیں۔

مجھے چوں کہ مذکورہ بالا حدیث یاد تھی میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا: تم یہ کس طرح کہتے ہو کہ نعت پڑھنا ثابت نہیں ہے؟ حالانکہ خود سرکار علیہ الصلاۃ والسلام حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد نبوی شریف میں منبر بچھاتے تھے، حضرت حسان اس پر کھڑے ہو کر حضور کی نعت پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سماعت کرتے تھے، تو نعت کہنا صحابہ کا طریقہ ہے اور نعت سننا خود ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سنت ہے، بالآخر وہ زور زور سے چلانے لگا تو میں نے ان پڑھنے والوں سے کہا: کہ ہمیں ان لوگوں سے الجھنا نہیں ہے ہمیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرنا ہے۔

## حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موکب اقدس کے حدی خواں تھے، عجب دلکش آواز رکھتے اور بہت خوبی سے اشعار حدی پڑھتے، یہ اجلہ صحابہ کرام سے ہیں، بدر کے سوا سب مشاہد میں حاضر ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نسبت

اسلاف و اخلاف

* مضمون نگار سنی ایجوکیشنل ٹرسٹ باسنی ناگور شریف کے رکن ہیں۔

فرمایا: بہت الجھے بال، میلے کپڑے والے، جن کی کوئی پرواہ نہ کرے ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل پر کسی بات میں قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم سچی ہی کرے، انہیں میں سے براء بن مالک ہے۔

**حضرت انجشہ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

ان کی خوش آوازی مشہور تھی، حجۃ الوداع شریف میں حدی پڑھی اور اونٹ گرمائے، بہت تیز نکل چلے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ آہستہ، شیشوں کے ساتھ نرمی کر، شیشوں سے مراد عورتیں ہیں یعنی اونٹ اتنے تیز نہ کرو کہ تکلیف ہوگی یا عورتوں کا مجمع ہے خوش الحانی حد سے نہ گزارو۔

**حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

عمرۃ القضا کے دن جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہزاران جاہ وجلال داخل مکہ ہوا، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے، کافروں کے جگر پر تیر برساتے جا رہے تھے، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ ابن رواحہ، رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ عزوجل کے حرم میں یہ شعر خوانی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو، کہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کار گر ہے۔

**حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے حدی خوانی کرتے چلتے تھے، اعلیٰ حضرت، امام عشق ومحبت، سیدنا شاہ امام احمد رضا قدس سرہ اپنا قول فیصل اس طرح لکھتے ہیں:

"اشعار حسنہ محمودہ، کا پڑھنا جن میں حمد الٰہی ونعت رسالت پناہی، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومنقبت آل واصحاب واولیا وعلمائے دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، بروجہ صحیح اور تجیح، مقبول شرعی یاذکر موت وتذکیر آخرت واہوال قیامت وغیرہ ذلک مقاصد شرعیہ ہو، قطعاً جائز وروا اور خود زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک تمام ائمہ دین وعباد اللہ الصالحین میں رائج رہا ہے۔

محمود ومباح اشعار کا سادہ خوش الحانی سے پڑھنا بھی زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ دین مجوز ومقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ماثور ومنقول، بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا، حضور اسے سنتے اور انکار نہ فرماتے، بارگاہ رسالت میں حدی خوانی پر صحابہ مقرر تھے، کہ اپنی خوش الحانیوں، دلکش حدی خوانیوں سے اونٹوں کو راہ روی میں وارفتہ بناتے۔

سادہ خوش الحانی کے ساتھ جائز شعر خوانی کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، بلکہ اشعار محمودہ بہ نیت محمودہ اعمال محمودہ میں معدود و باعث اجر ورضائے رب ودود ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ 172.171.9)

◆◆◆

ص ۸۸ رکا بقیہ..........

طبقات میں بٹ رہے تھے، سیاسی بے وزنی، مالی ابتری اور برادران وطن کی بے رخی انھیں دربدری پر مجبور کر رہی تھی، مسلمان اپنے گھر میں رہ کے بھی بے گھری کے شکار تھے، امام احمد رضا ان کے لیے امید کی کرن بن کر نمودار ہوئے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کے لئے مسیحا بن گئے، انہوں نے دین وشریعت کے چہرے پر پڑی ہوئی دھول کو اس خوش اسلوبی سے صاف کیا کہ جماعت علما جھوم جھوم اٹھی، خود جماعت علما بھی کسی ہمالیائی شخصیت کی منتظر تھی، امام احمد رضا نے جو تصورات وخیالات پیش کیے ہیں اس میں اسلام کی چودہ سو سالہ تصویر حسین وجمیل صورت میں جھلکتی تھی، آپ نے جو اضافات کیے وہ آپ ہی کا حق تھا، آپ کا علمی قد اتنا بلند وبالا تھا کہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے والوں کے سروں سے ٹوپیاں گر جاتی تھیں، آپ کی تحقیقات میں جو وسعت وگہرائی اور جامعیت تھی اس کی نظیر علما کو ڈھونڈنے سے نہیں ملتی تھی، یہاں تک کہ پورے عالم اسلام کے علما ومشائخ کی جبیں عقیدت آپ کے سامنے خم ہو گئیں، سب نے بالاتفاق آپ کو اپنا قائد ورہنما تسلیم کیا اور آپ کی ذات کو حق کی علامت قرار دیا، آپ کے زمانے میں امت محمد ﷺ کی فلاح ونجات کی یہی سب سے بہتر راہ تھی۔ آپ کے رہنما اصولوں کو آج بھی اپنایا جاتا ہے تو فتح وکامرانی کے بے شمار دریچے کھل سکتے ہیں اور مسلم قوم آبرومندانہ زندگی گزار سکتی ہے۔

◆◆◆

اسلامی فکر و اخلاق

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

# امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ! بحیثیت خلیفۃ المسلمین

اسلاف و اخلاف

**حضور** نبی کریم ﷺ کی اصل حیثیت تو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول کی ہے اور آپ کے طرز عمل میں سب سے گہرا رنگ وحی کی صورت میں اللہ سے رہنمائی لینے اور اس کو عمل میں لانے کا ہے ہر اہل ایمان کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ مبارکہ آپ کی ہر حیثیت (حاکم، قاضی، سپہ سالار وغیرہ) میں مسلمانوں کے لیے راہ ہدایت ہے اور اسی میں نجات ہے، بطور حاکم آپ کی اطاعت بھی عین اللہ کی اطاعت ہے، قرآن کریم میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم بہت سی جگہ موجود ہے:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ۔ یعنی ہم نے رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔'' (سورۃ نسا 4: آیت 64)

پھر اطاعت اللہ کا ذکر کیا:

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔ (القرآن، سورۃ نسا 4، آیت 80) یعنی جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔'' (کنز الایمان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں آکر رسالت کے ساتھ حکمراں کی حیثیت سے مدنی زندگی کا آغاز کیا آپ نے اللہ کی ہدایت کی روشنی اپنے حسن تدبر اور حسن انتظام (GOVERNANCE) سے مدینہ میں مثالی سلطنت قائم فرمائی اور ایسا مثالی معاشرہ قائم فرمایا جس کی مثال آج تک دنیا میں نہ ہو سکی، آپ کی حکومت میں دور اندیشی نمایاں تھی آپ ﷺ مذہب کے ساتھ ریاست کے سربراہ بھی تھے اور پھر یہ دائرہ وسیع تر ہوتا گیا جس کی تفصیل کے لئے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں، آپ کی حکومت میں دینی و دنیاوی ہر طرح کا اقتدار جمع تھا، لیکن نہ تو آپ ﷺ کو پوپ (POPE) عیسائیوں کا سب سے بڑا پادری یا چرچ کا سربراہ، پاپائے اعظم) کا ''ایسا'' غرور تھا اور نہ ہی، قیصر روم، کسرائے ایران، عزیز مصر، نجاشی شاہ حبش جیسا سلطان بادشاہ اعظم کی طرح کوئی فوج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی، آپ کی مثالی حکومت کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے آپ کی حکومت اور آپ کے حاکم کی صورت میں دنیا کی مشہور تاریخی و مستند کتاب انسائیکلو پیڈیا میں ڈیٹیل کے ساتھ موجود ہے اور مصنف نے آپ کے دور حکومت کو سب سے اچھا اور انصاف کا دور لکھا ہے۔

**خلافت راشدہ شورائی نظام جمہوریت**

حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا عہد خلافت ''خلافت راشدہ کہلاتا ہے'' خلافت راشدہ کی مجموعی مدت 30 تیس سال ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اوّل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آخری خلیفہ ہیں، اس عہد (وقت، زمانہ، دور) PERIOD کی نمایاں اور اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ قرآن و سنت کی بنیاد پر قائم نظام حکومت تھا، خلیفۃ المسلمین حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی خلافت کا قیام 656 سے 661ء چار سال آٹھ مہینہ نو دن آپ نے امور خلافت کو انجام دیا اور ترسٹھ سال کی عمر میں 21 رمضان المبارک دن اتوار 40ھ میں آپ کی شہادت (وفات ہوئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

خلافت راشدہ کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس کا انتظام ایک شورائی (مشورہ کرنے والی جماعت، کمیٹی) کا نظام تھا، مجلس شوریٰ کی بنیاد پر عام مسلمانوں سے رائے لی جاتی اور مشوروں پر عمل کیا جاتا، ہر مسلمان کو مشورہ، رائے دینے کا حق تھا اور خاص

بات یہ تھی کہ حکومت پر نکتہ چینی کا بھی حق رکھتا تھا۔خلافت راشدہ میں لوگوں کے مشورے اور رائے کو بہت اہمیت حاصل تھی،حضرت ابوبکر سے حضرت علی تک کی خلافت کے لیے جمہوری (DEMOCRATIC) روح کارفرما تھی،ان میں کوئی بھی فیصلہ ایسا نہ تھا جس کو امیرالمومنین مقرر کرنے میں مسلمانوں پر زبردستی کی گئی ہو،مسلمانوں کا حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفۃ المسلمین نامزد کرنا،حضرت عمر فاروق اعظم کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام سے مشورہ لینا اور مسلمانوں کے ان کے لیے متفق ہونا،حضرت عمر فاروق کی چھ 6 صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ (COMMITEE) میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے متفق ہونا اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے خلافت کا بار اُٹھانے پر اصرار کرنا،حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ تمام طریقے اسلامی سلطنت میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے کئے اور جمہوریت DEMOCRACY کی عمدہ اور واضح مثال پیش فرمائی،آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ راشد ہوئے،مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے سسر اور تاریخ اسلام کے اہم ترین شخصیات میں سے آپ ایک ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں (خلیفہ راشدہ کے سبھی امیرالمومنین عشرہ مبشرہ سے ہیں) آپ کا شمار علما وزاہدین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے، 23 اگست سنہ 634ء بمطابق 22 جمادی الثانی سنہ 13ھ کو مسند خلافت سنبھالی،عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک باعظمت، انصاف پسند اور عادل (انصاف کرنے والا منصف) حکمراں مشہور ہیں،آپ کی عدالت میں مسلم وغیر مسلم دونوں کو یکساں انصاف ملا کرتا تھا،حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف بہت مشہور ہے اور آپ کا لقب فاروق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کی وجوہِ تسمیہ میں ایک وجہ یہ بھی بنی،یوں تو ہر خلیفۃ المسلمین کی حاکمیت بے شمار فضائل وخصائص سے بھرپور ہیں جن کے ذکر کے لیے کتاب لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کم پڑ جائے گی،تاریخ میں سبھی کا ذکر صراحت سے موجود ہے۔

**امیرالمومنین حضرت مولیٰ علی! بحیثیت خلیفۃ المسلمین**

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ (پیدائش 17 مارچ، 599ء،وفات 29 جنوری 661ء چوتھے خلیفہ راشد تھے جنھوں نے 656ء سے 661ء تک دنیائے اسلام پر بحیثیت خلیفہ حکمرانی کی،آپ رسول اللہ ﷺ کے داماد بھی ہیں،آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں،آپ بچپن میں ہی رسول کریم کے گھر آگئے تھے،حضور کی زیرنگرانی میں آپ کی تربیت ہوئی،حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلے بچے تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا،آپ کی عمر اس وقت تقریباً 10 یا 11 سال تھی،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی،اسی عرصہ میں لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ منصب قبول کرنے کے لیے سخت اصرار کیا گیا،آپ نے پہلے اس بار گراں کے اٹھانے سے انکار کردیا،لیکن آخر میں مہاجرین و انصار کے اصرار پر خلافت قبول فرمائی۔ (طبرانی 3010)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تیسرے دن 21 ذی الحجہ پیر کے دن مسجد نبوی ﷺ میں آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئی،حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی آپ کو سخت مخالفت کا سامنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام اور زبیر بن عوام مکہ اور دیگر افراد کی جانب سے ہوا، نتیجتاً اسلام میں پہلی خانہ جنگی ہوئی،اسے پہلا فتنہ بھی کہا جاتا ہے اس کے بعد اسلامی خلافت دوحصوں میں بٹ گئی،آگے کے معاملات انتہائی اختلاف سے بھرے ہیں،بڑوں کی بڑی باتیں ”ہمارے لیے کسی کے خلاف لکھنا بدنصیبی ہوگی،توبہ،توبہ استغفر اللہ“ ہم دونوں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دل سے عزت واحترام کرتے ہیں اور عوام کے ساتھ ساتھ علمائے کرام سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ خدارا کسی ایک صحابہ کی حمایت میں دوسرے صحابۂ کرام کی بے ادبی سے بچیں،اپنی عاقبت کا خیال رکھیں،اختلافی باتوں،تحریروں کا عوام پر غلط اثر ہوتا ہے،صحابہ کرام کی فضیلت قرآن واحادیث میں موجود ہے جس سے کوئی

انکار نہیں کرسکتا،حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کی خلافت کو بخوشی منظور فرمایا اور کسی کی خلافت سے انکار نہیں کیا ہے جیسا کہ ابن عسا کر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

## آپ کا علم اور آپ کے فیصلے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے جواہر پارے ہیں،حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا،حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ مسائل شریعہ کا جاننے والا کوئی نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہوجائے۔

(تاریخ الخلفاء، خطبات محرم: ص204)

مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی جسے زنا کا حمل تھا،ثبوت شرعی کے بعد آپ نے اسے سنگسار (ایک قسم کی شرعی سزا جس میں آدمی کو کمر تک زمین میں گاڑ کر پتھر مار، مار کر اسے ختم کر دیا جاتا تھا، یہ سزا زانی (RAPEST) اور زانیہ کو دی جاتی تھی) کا حکم فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے، اس لیے کی زنا کرنے والی عورت اگرچہ گناہ گار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ بے قصور ہوتا ہے،حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاد دہانی کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرلیا اور فرمایا:

”لَوۡلَا عَلِیٌّ عُمَرُ۔ یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچالیا۔“

(خطبات محرم ص،204 سے 205)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علمی مقام ومرتبہ، ان کی قرآن فہمی، حقیقت شناسی اور فقہی صلاحیت تمام موجودین میں ممتاز ومنفرد تھی، اللہ رب العزت نے انھیں عقل وخرد کی بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ جو مسائل دوسرے حضرات کے نزدیک پیچیدہ اور لاینحل سمجھے جاتے تھے، انہیں مسائل کو وہ آسانی سے حل کردیتے تھے، اکابر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے اوقات سے پناہ مانگتے تھے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے اور اس کے حل کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ ہوں، حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِن مَعۡضلة لَيس فِيهَا وفي رواية: لَيۡسَ لَهَا اَبُوحَسَن۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پیچیدہ مسئلہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علی ابن طالب نہ ہوں۔“

(فضائل الصحابہ، ج:2، ص:803، رقم1100)

بعض اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہادت دی کہ مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر و باطن دونوں کے امین تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اِنَّ عَلِيّاً بن ابی طَالِب عِندَه عِلۡمًا الظَّاهِرِ وَالبَاطِنِ یعنی بیشک علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے پاس علم ظاہر بھی ہے اور علم باطن بھی ہے۔“ (حلیۃ الاولیاء، ج1 ص105)

## خوارج کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی کا سلوک؟

اسلام میں پہلا فتنہ گر مذہبی فرقہ خوارج کا ہے جس نے شعائر اسلام سے ہٹ کر اپنا الگ گروہ بنایا، یہ گروہ جس کی اکثریت بدوی عراقیوں کی تھی، جنگ صفین کے موقع پر سب سے پہلے یہ نمودار ہوا، یہ خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج سے اس بات پر الگ ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کی ثالثی (صلح صفائی کرانے کا عمل) کی تجویز منظور کرلی تھی، خارجیوں کا نعرہ تھا کہ (حاکمیت اللہ ہی کے لیے ہے) ان لوگوں نے شعث بن رابی کی سرکردگی میں مقام حرورا میں پڑاؤ ڈالا اور کوفہ، بصرہ، مدائن وغیرہ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کردی،

ان کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں انسان کو حاکم بنانا کفر ہے اور جولوگ ایسے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے وہ واجب القتل ہیں، خارجیوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے، ان کی بیعت ہر مسلمان پر لازم ہے، جن لوگوں نے اس کا انکار کیا وہ اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن ہیں، اس لئے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کسی قسم کی صلح کرنا ازروئے قرآن کفر ہے۔ (معاذ اللہ، معاذ اللہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چونکہ ان کے ساتھ مصالحت (باہمی صلح صفائی، میل ملاپ، آپس میں صلح کرنا) کی ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مجرم ہیں (معاذ اللہ، معاذ اللہ) لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کے خلاف جہاد ضروری ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کو جنگ نہروان میں شکست فاش دی، (تفصیل آگے آرہی ہے) لیکن ان کی شورش (شوروغل، چیخ وپکار) پھر بھی جاری رہی، چنانچہ، اہل سنت کے چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم پر خارجی ابن ملجم نے 26 جنوری 661ء بمطابق 19 رمضان المبارک، 40ھ کو کوفہ کی مسجد میں زہر آلود خنجر کے ذریعہ نماز کے دوران قاتلانہ حملہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہو گئے، اگلے دو دن تک زندہ رہے لیکن زخم گہرا تھا، چنانچہ جانبر نہ ہو سکے اور 21 رمضان 40ھ کو وصال فرما گئے۔

آپ تیسرے خلیفہ تھے جن کو خلافت کے دوران قتل کیا گیا، آپ سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی قتل (شہید) کیا جا چکا تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی ان کی بغاوتیں جاری رہیں، ان کا دائرۂ عمل شمالی افریقہ تک پھیل گیا، کوفہ اور بصرہ ان کے دو بڑے مرکز تھے، عباسی خلافت تک ان لوگوں کا اثر ورسوخ رہا اور حکومت کے خلاف جنگیں لڑتے رہے اور اسلام کے پیروکاروں کے لیے دردسر بنے رہے۔

**خوارج کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی**

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن ذی الخویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! عدل سے کام لیجئے'' آپ نے فرمایا: تمہاری خرابی! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ آپ میں سے کوئی شخص، ان کی نماز کے مقابلے میں اپنی نماز کو حقیر سمجھے گا اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھے گا، یہ لوگ دین سے ایسے دور نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور اس کے پروں کو دیکھا جائے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے، پھر اس (تیر کے) پھل کو دیکھا جائے تو معلوم نہیں ہوتا ہے (کہ یہ شکار کے اندر سے گزرا ہے) حالانکہ وہ خون اور گوبر سے ہو کر گزرا ہے، ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کا ایک ہاتھ یا ایک چھاتی، عورت کی طرح ہوگی، یا فرمایا کہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگی اور ہلتی ہوگی، یہ لوگ میں خانہ جنگی کے وقت نکلیں گے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا قتل کیا تو میں ان کے پاس تھا، اس وقت (ان کے سامنے) ایک شخص اسی صورت کا لایا گیا جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی تھی، انہیں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو آپ پر صدقات کے بارے میں طعنہ زنی کرتے ہیں۔''

(بخاری، کتاب استابۃ المرتدین، حدیث 6533,6534)

**خارجیوں کی خانہ جنگی**

خارجیوں نے خلافت راشدہ کے صحابۂ کرام سے دشمنی کی حد پار کر دی تھی، ایک بار انہوں نے ایک صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے طلب کی، انہوں نے ان سب کی تعریف کی تو انہیں شہید

کر دیا، ان کے ساتھ ایک خادمہ بھی تھی جو حاملہ تھی، اسے شہید کر دیا ان خوارج کا زہد و تقویٰ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کا قتل ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، لیکن بقیہ معاملات میں یہ بڑے محتاط تھے، ایک جگہ ایک درخت سے کھجور گرا تو ایک خارجی نے اسے منھ میں ڈال لیا اس کے ساتھی نے اسے ٹوکا کہ یہ کھجور لینا تمہارے لئے حرام ہے، اس نے منھ سے کھجور نکال کر پھینک دیا اور اپنا ہاتھ بھی کاٹ لیا، اس کردار کے لوگ اب بھی ہمارے سامنے نظر آتے ہیں جو انسانوں کے قتل کو بڑا مسئلہ نہیں سمجھتے ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے معاملات میں زہد و تقویٰ کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، شام و عرب میں داعش، تو افریقہ میں بوکو حرام، لادین گروپ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے خوارج کو بہت سمجھایا، لیکن حضرت عبداللہ بن حباب رضی اللہ عنہ کا سن کر ان خوارج کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا، آپ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کی سربراہی میں ایک فوج خوارج کی طرف بھیجی، براہ راست حملہ کرنے کے بجائے پہلے خوارج کو دعوت دی کہ وہ قاتلین کو ان کے حوالے کریں اور توبہ کر کے مسلمانوں سے آ کر مل جائیں لیکن خوارج نے انکار کر دیا اور اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی انھیں سمجھایا لیکن یہ کسی طرح نہیں مانے۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک سفید جھنڈا کھڑا کر کے اعلان کیا کہ جو شخص جنگ کے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آ جائے، اسے امان حاصل ہوگی اور جو یہاں سے نکل کر کوفہ یا مدائن چلا جائے، اسے بھی امان حاصل ہوگی متعدد خوارج نے اس آفر (پیشکش offfer) سے فائدہ اٹھا کر امان حاصل کی، خوارج کی تعداد محض 4000 تھی جن میں سے 2800 آدمی عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ رہ گئے تھے، انھوں نے جنگ کی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے لشکر کے ہاتھوں سب مارے گئے، جنگ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کے 400 زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی اور انھیں ان کے قبائل میں بھیج دیا، آپ نے ان کا مال و اسباب بھی واپس کر دیا، اس سے زیادہ اور اچھا سلوک کسی نے باغیوں سے کیا کیا ہوگا؟ تفصیل کے لیے اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں۔

**حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور آپ کے اہم کارنامے**

35ھ میں مسلمانوں نے خلافت اسلامی کا منصب علی ابن طالب کے سامنے پیش کیا، آپ نے پہلے انکار کیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنت کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رو رعایت سے کام نہ لوں گا، اس شرط کو مسلمانوں نے منظور کرلیا اور آپ نے خلافت قبول فرمالی، لیکن زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا، آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ بغاوت کرنے لگے جنھیں آپ کی مذہبی حکومت میں اقتدار کے ختم ہونے کا خطرہ تھا، آپ نے سب کا مقابلہ کیا، آپ کی خلافت میں بہت اہم اور بڑے، بڑے کام ہوئے۔ (اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں) آپ کی خلافت کا ایک بہت بڑا دینی، علمی اہم کام ہوا، کتاب جامعہ کہ بنا بر روایت ابوبصیر، علی ابن طالب نے اس میں اسلامی احکام رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک کہے ہوئے لکھے اور اس میں متعدد موضوعات کے حلال و حرام کے مسائل جمع فرمائے یہ ایک ضخیم کتاب ہے اسے کتاب علی بھی کہا جاتا ہے، احادیث پاک جمع فرمائیں بے شمار احادیث نبوی آپ نے نقل فرمائی ہیں چونکہ آپ سب سے زیادہ رسول کریم ﷺ کے قریب اور ساتھ رہے تو سب سے زیادہ فرامین سنتے تھے۔

**امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کا دور خلافت اور عربی گرامر کی ابتدا**

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا علمی مقام بہت بلند تھا اور کیوں نہ ہو کہ ان کی شان میں نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، حدیث پاک کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”انامدينة العلم و ابو بكر اساسها و عمر حيتانها وعثمان شفقها و علي و بابها۔ یعنی میں شہر علم ہوں، ابوبکر

اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی دیواریں ہیں، عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

(رواہ الحاکم، الطبرانی، 1089–1090)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عربی گرامر کے موجد ہیں (ایجاد کرنے والے ہیں) آپ ایسے علم کے موجد ہیں جس کے بغیر کوئی شخص عالم نہیں بن سکتا، آج اگر کوئی انسان عالم ہے اور قرآن وحدیث کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ صلاحیت صرف اسی علم کے بدولت ہے جس کے موجد باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور وہ علم عربی گرامر (Grammer) یعنی علم نحو ہے، ہر اہل علم اس بات کو جانتا ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کی لغت کی معرفت کتنا ضروری ہے پھر عربی لغت کی اہمیت تو اور بڑھ جاتی ہے قرآن وحدیث کو پڑھنا، سمجھنا، علم نحو اور صرف یعنی عربی گرامر کے بغیر ممکن نہیں، اسی لیے عربی گرامر کے متعلق کہا گیا ہے:

"اَلصَّرفُ اُمُّ العُلُومِ وَالنَّحو اَبُوهَا۔ یعنی علم صرف تمام علوم کی ماں ہے اور علم نحو ان سب کا باپ ہے۔"

ان دونوں علوم کے موجد و مؤسس (بانی) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، سب سے پہلے آپ ہی نے ان دونوں علوم کے بنیادی قوانین املا کرائے اور اسم، فعل اور حرف کی پہچان بتائی، پھر ان کے بتائے ہوئے علم کو بغرض سہولت دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو "صرف" کا نام دیا گیا اور دوسرے کو "نحو" کا حقیقت میں "صرف" نحو ہی کا ایک حصہ ہے اور اس کے موجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، حضرت امیر المومنین نے بہت سے ایسے کاموں کی ابتدا فرمائی جس کے آثار نہ صرف یہ کہ باقی و پائندہ ہیں بلکہ جب تک عربی زبان اور اس کے قواعد نحو و صرف باقی ہیں حضرت علی کا کارنامہ زندہ وجاوید رہے گا۔

ابو القاسم الزجاجی کی کتاب "مالی" میں لکھا ہے کہ (ابوالاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو دیکھا کہ سر جھکائے متفکر بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا: امیر المومنین! کس معاملے میں فکر مند ہیں؟

فرمایا: تمہارے شہر میں عربی غلط طریقے پر بولتے ہوئے سنتا ہوں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زبان کے اصول وقواعد میں ایک یادداشت تیار کردوں، میں نے عرض کیا:

"ان فعلت ھٰذا حییتنا و بقیت فینا ھٰذہٖ اللغۃ۔ یعنی اگر آپ ایسا کردیں تو ہمیں آپ کے ذریعہ زندگی مل جائے گی اور ہمارے یہاں عربی باقی رہ جائے گی۔"

اس گفتگو کے تین روز بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ مرحمت فرمایا اس میں علم نحو کے ابتدائی مسائل درج تھے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ملخصاً، ج:2، ص:479)

حضرت علی کے دور خلافت میں بہت سے کام ہوئے جن کے لکھنے کے لیے کتاب کی ضرورت ہوگی چھوٹے سے مضمون میں ممکن نہیں، آپ کی شان علمی بہت اعلیٰ ہے، بدنصیب لوگ ہیں جو آپ کی شان وعظمت سے انکار کرتے ہیں، آپ کے بے شمار خصائص وصفات ہیں چند ملاحظہ فرمائیں، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۃ التوبہ کے ساتھ بھیجا اور حضرت علی کو بھی ساتھ میں بھیجا تو فرمایا:

"لا یذھب بھا الا رجل ھو منی وانا منہ۔ یعنی اس اعلان برأت کے ساتھ فقط وہ شخص جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"

رسول کریم ﷺ سیدنا حسنین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان پر چادر پھیلائی پھر دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھلُ بَیتِی، فَاذھِب عَنھُمُ الرِّجسَ وَطَھِّرھُم تَطھِیراً۔ یعنی اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر طرح کی پلیدی دور فرمادے اور انہیں خوب پاک فرمادے۔"

آپ بچوں میں سب سے اوّل شخص ہیں جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائے، آپ کے بے شمار فضائل وکمالات، بے پناہ شجاعت سے دین اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے، آپ انتہائی بہادر اور شجاع تھے، آپ نے اسلام کی سب سے پہلی جنگ غزوہ بدر میں 72 مشرکین میں بقیہ ص ۲۷ رپر

## حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی علیہ الرحمہ

از: مولانا محمد نثار احمد مصباحی*

# ایک مختصر سوانح حیات

دوسری اور آخری قسط

اسلاف واخلاف

**کم** عمری میں والد صاحب کے انتقال کے بعد بہت سی مشکلوں نے زندگی کو اپنے حصار میں لے لیا، باپ کی وراثت کی حفاظت ذریعہ معاش کی فکر تین بہنوں کی شادی بیوہ ماں کا خیال رکھنا یہ وہ مسائل تھے جن کا حل ایک دس سال کے بچے کو تلاش کرنا تھا، نہ زراعت کی زمین نہ کھیتی کا ہنر تھا، عمر بھی اتنی نہیں تھی کہ دہلی اور کلکتہ کا سفر ہوتا، اونڑھا گاؤں میں ہی انہوں نے بیڑی بنانے کا کام شروع کر دیا، وقت کے گزرنے کے ساتھ والد کی جدائی کا زخم بھی بھرنے لگا، زندگی کے حالات بدلنے لگے یہاں تک کہ بیس سال کی عمر ہونے تک اپنی اور تین بہنوں کی شادی بھی کر لی۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں حضور نعمت العلماء علیہ الرحمۃ کا دیہی علاقوں میں دورہ ہو رہا تھا اونڑھا کے مسلمانوں کی خواہش پر حضور نعمت العلماء نے ایک دن اپنے مبارک قدموں سے اونڑھا کی سرزمین کو شاداب کرنے کے لیے میلاد شریف کی دعوت میں تشریف لائے، بقول حافظ علی اشرف حضور نعمت العلماء اونڑھا بستی کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک لڑکے کی سحر انگیز آواز سنکر روک گئے جو ایک شعر گنگناتے ہوئے بیڑی بنا رہا تھا۔ ے

جس کو بھی عربی ساجن کا دیدار ہو گیا
دونوں جہاں میں اس کا بیڑا پار ہو گیا

یہ نوجوان لڑکا ابوالحسن تھا جو حضور نعمت العلماء کی نگاہ فیض کے بعد حافظ محمد بشیر احمد نعیمی کے نام سے متعارف ہوا، حضور نعمت العلماء نے میلاد شریف کے بعد ابوالحسن اور علی اشرف کو بلایا، علی اشرف سر میں تیل مالش کرنے لگے اور ابوالحسن حضور نعمت العلماء کے پاؤں دبانے لگے، حضور نعمت العلماء نے دونوں کے نام پوچھے اور گھر کے حالات کی جانکاری لی، جب معلوم ہوا کہ علی اشرف کی ماں نہیں ہے اور ابوالحسن کے والد نہیں ہیں تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: میرے سر کے پاس بھی یتیم اور پاؤں کے پاس بھی یتیم! تم دونوں عید کے بعد چھپرہ میرے مدرسہ میں چلے آؤ، نہ تمہارے گھر والوں کو تکلیف ہوگی نہ تم لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

عید کے بعد دونوں دار العلوم نعیمیہ میں پہنچ گئے تین سال کے عرصہ میں حضور نعمت العلماء علیہ الرحمۃ نے ابوالحسن کو حافظ محمد بشیر احمد ہی نہیں بلکہ بہت اچھا خطیب بنا دیا، چلیئے ماضی کے غمناک داستان سے نکل کر سید شمس الضحی صاحب کے وسیع صحن میں داخل ہوتے ہیں، جہاں ایک محسن ہجرت کی تیاری کر رہا ہے اور ایک مہاجر واپس آکر اپنے وطن میں مستقل ٹھکانہ تلاش کر رہا ہے، ایک ہفتہ کے بعد سید شمس الضحی صاحب اولہن پور کی زرخیز مٹی کو آخری سلام پیش کر رہے تھے اور حضرت حافظ محمد بشیر احمد نعیمی صاحب اپنی آنکھوں سے جاری آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

دو روز کے بعد حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب شام کے وقت بھواپور تشریف لائے مغرب کی نماز پڑھ کر بھواپور مسجد سے نکلے تو حزن وملال کی کیفیت چہرے سے عیاں تھی، قافلے سے بچھڑ جانے والے مسافر کی طرح بیخودی میں قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے، عالی جناب مرحوم اسلام خان صاحب کی نظران پر پڑی اسلام خان جو چہرہ شناس بھی تھے اور ملت نواز بھی انہوں نے حضرت کو آواز دی اور اپنے گھر لے گئے، حافظ صاحب کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اسلام خان صاحب نے کہا حضرت آپ اسی بستی میں رہیں چلیئے میں آپ کو زمین دیتا ہوں، یہ سن کر حضرت کو ایسا محسوس ہوا جیسے سراب کے پیچھے بھاگتی زندگی کو اچانک میٹھے پانی کا چشمہ مل گیا ہو، اگر بھواپور کی تاریخ لکھی جائے اور

* مضمون نگار سہ ماہی نعت چھپرہ بہار کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اس میں اسلام خان کے حسن اخلاق، علمانوازی اور سیاسی بصیرت کا تذکرہ نہ ہو تو تاریخ ادھوری رہ جائے گی، اسلام خان صاحب نے حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد صاحب کو تقریباً دو کٹھہ زمین رجسٹری کر دی جہاں آج حضرت کا چمن آباد ہے۔

قحط الرجال کے زمانے میں بھواپور کی زمین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ایک ایسے حافظ قرآن نے اس گاؤں میں اپنا مسکن بنایا جو حضور نعمت العلماء کی بارگاہ کا فیض یافتہ تھا، بستی کے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی، اس زمانے میں دور دور تک نہ کوئی فاتحہ پڑھنے والا نظر آتا تھا نہ جنازہ پڑھانے والا ایسے ماحول میں ایک حافظ قرآن کا کسی گاؤں میں مستقل قیام پذیر ہونا واقعی مسرت کی بات تھی، اونڑھا کے مسلمان بھی اس بات سے خوش تھے کہ حضرت پڑوسی بستی کے ہی فرد بن گئے چونکہ دارالعلوم نعیمیہ میں حصول علم کے دوران اوں ڑھا کے مسلمانوں نے حافظ علی اشرف اور حافظ محمد بشیر احمد نعیمی صاحب کی کافی مدد کی تھی۔

دارالعلوم کی تعاون کا تو یہ عالم تھا کہ کچھ لوگ اونڑھا سے اپنے سر پر دھان گیہوں لے کر پیدل نعیمیہ چلے جاتے، مذہبی جذبہ کے ساتھ یہ احساس بھی تھا کہ اس بستی کے دولڑکے حافظ بن رہے تھے، حالیہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب کی ہجرت سے وہاں کے لوگ ناراض تھے شاید یہی وجہ تھی کہ واپسی کے بعد توجہ نہیں دی گئی، ان سب باتوں کے باوجود قدرت کا فیصلہ تو یہ تھا کہ حضرت بھواپور کی فضاؤں کو قرآن مقدس کی حلاوت اور مٹھاس کی ضیاء پاشیوں سے پاکیزہ اور منور کریں اور مسلم بچوں کو دینی تعلیم کی برکتیں تقسیم فرمائیں، اگر حضرت حافظ بشیر احمد صاحب بھواپور تشریف نہیں لاتے تو شاید میرے سر پر بھی دستار فضیلت نہیں باندھی جاتی، میرے ہاتھ میں آج قلم کی جگہ بندوق ہوتی اور میں ملک کی حفاظت کے لئے کسی سرحد پر گمنام زندگی گزار رہا ہوتا کیونکہ میرا ارادہ بھی یہی تھا حافظ فضل حق وفضل رب جو حضرت کے ہم شکل بیٹے ہیں بہت اچھی آواز میں نعت شریف پڑھتے ہیں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نعت خوانی کے لئے سفر کر چکے ہیں انہیں دونوں کی نعت خوانی سے متاثر ہو کر میں مدرسہ جانے کے لئے تیار ہوا۔

میں حضرت کے اس فیصلے کو سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے رہائش کے لئے بھواپور کا انتخاب کیا، کھپر پوس مکان کی تعمیر کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا تھا، بیٹے: 1 منیر البشیر، 2 انوار البشیر، 3 فضل حق، 4 فضل رب، بیٹیاں: 1 رخسانہ خاتون، 2 کوثر جہاں، 3 کنیز فاطمہ، 4 شہیدہ خاتون، 5 ناہیدہ خاتون، اتنے بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی فکر نے ان کو کسی مقام پہ ٹھہرنے نہیں دیا۔

امامت کے بعد جو وقت بچ جاتا وہ سائیکل کی ننگی پیٹھ پر گزرتا، میلاد شریف پڑھنے کا جو دائرہ تھا وہ سونپور سے لے کر ململیہ تک وہ بھی سائیکل سے، ضروریات حیات کی فراہمی کیلئے تسلسل کے ساتھ زندگی کا سفر جاری رہا بچوں کے مستقبل کو خوشگوار بنانے کیلئے اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت پڑتی ہے اسی کے پیش نظر حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد صاحب گرکھا بازار میں ڈاکٹر طاہر حسین کے پاس فن طب کی تربیت حاصل کرنے لگے ڈاکٹر طاہر حسین صاحب تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے، دو سال کی تربیت کے بعد حضرت ایک نبض شناس ماہر طبیب بن گئے ہمارے علاقے میں ایک اچھے معالج کی حیثیت سے بھی حضرت متعارف تھے۔

ممتا کی بولتی ہوئی تصویر حضرت کی اہلیہ محترمہ حمیدہ خاتون اس داستان کا اہم کردار ہیں، گھر کو سنوارنے اور اپنے گلشن کے پھول اور کلیوں کو خوش لباسی اور تعلیم وتہذیب کا رنگ چڑھانے میں جتنی مشقتیں اٹھائی ہیں ناقابل فراموش ہیں، ان کی جاں فشانی اور محنت ومشقت کی کہانی بھواپور کی ہر عمر رسیدہ خاتون کو معلوم ہے میری ماں بتاتی ہے کہ جب میں 1982 میں شیلا نگ سے گاؤں میں آئی تو حافظ صاحب کے متعلق سب کچھ معلوم ہوا، وہ لوگ بہت مشکلوں سے گزر رہے تھے، میں دیکھتی تھی کہ حافظ صاحب کی امی سلائی کے لئے گھر گھر سے کپڑہ لے کر جاتیں اور حضرت کی اہلیہ سلائی کا کام کرتیں، بچوں کی مسکراہٹ کے لئے

اسلاف واخلاف

والدین اسباب و ذرائع کے صحرا میں کس قدر بھٹکتے ہیں حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی اور ان کی اہلیہ کی زندگی اس کے لئے واضح مثال ہے۔

حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی صاحب کی اہلیہ محترمہ حمیدہ خاتون کا آبائی وطن دگھوارہ تھا، ان کے والد حضرت حافظ محمد سلیم صاحب جو خوف وخشیت یزدی کے سائے میں زندگی گزارنے والے نیک سیرت انسان تھے ان کے زہد وتقویٰ اور قوت حافظہ کا کوئی جواب نہیں تھا، عشق رسول کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ کی حاضری کے لئے بے خودی کی کیفیت میں سائیکل سے روانہ ہو گئے لیکن غیر ملکی سفر کے دستور پر عمل نہ کر پانے کی وجہ سے چند روز کے سفر کے بعد گھر واپس ہونا پڑا، اسی عاشق رسول کی بیٹی حمیدہ خاتون تھیں، جن کے دو بیٹوں کو حافظ قرآن ہونے کا شرف حاصل ہوا، مرحومہ حمیدہ خاتون کو ایک ماں کی حیثیت سے لکھوں تو کتنے صفحات ان کے جذبے اور ایثار کے انمول نقوش سے رنگین ہو جائیں۔ ؎

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
میں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

ایک دن صبح کے وقت میں حافظ فضل حق کے گھر گیا تو دیکھا کہ ان کی ماں دروازے پر بیٹھ کر آنسو بہا رہی ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک پرانہ کرتا تھا، میں نے سلام کیا اور رونے کی وجہ پوچھی، جواب میں صرف اتنا بول سکیں کہ یہ فضل رب کا کرتا ہے، یہ سن کر میں بھی اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکا، حافظ فضل رب پہلی بار سعودیہ کمانے گئے تھے اور ادھر ماں بیٹے کی جدائی میں اس کے کپڑوں کو دیکھ کر آنسو بہا رہی ہے، بیٹوں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر فضل حق فضل رب کو چھپرہ ضلع سے باہر جلسوں کی دعوت میں جانا ہوتا تو کبھی ان دونوں کو اکیلے نہیں جانے دیتیں، ان کے ساتھ حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب کو جانا پڑتا، ایک بار ہم کو اور فضل حق و فضل رب کو دہلی کانفرنس میں جانا تھا، میں نے ان کو بہت سمجھایا کہ میں ساتھ میں ہوں، آپ فکر نہ کریں لیکن وہ تیار نہیں ہوئیں، بولیں کہ آپ لوگ اسی شرط پر دہلی جا سکتے ہو جب فضل حق کے ابا ساتھ میں جائیں گے۔

بھلا اس ماں کا بیٹا سعودیہ چلا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا بیٹے کی جدائی کے غم نے کبھی مسکرانے کی مہلت نہیں دی، دروازے پر بیٹھ کر بیٹوں کی راہ تکنے والی ماں کو دو سال تک سب سے چھوٹے بیٹے کا انتظار کرنا بہت مشکل کام تھا، 2008 میں فضل رب سعودیہ گئے اور ماں 2009 میں 6 رمضان بروز جمعہ بچوں کو جینے کی دعا دیتے ہوئے خود زندگی سے رشتہ توڑ لیتی ہے، موت کے آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں، تب کہیں جا کر تھوڑا سکون پا لیتی ہے ماں، گھر والوں کے لئے رمضان بے رونق ہو گیا، آنے والی عید غمگین ہو گئی، حضرت الحاج حافظ بشیر صاحب زندگی کے سفر میں اکیلے ہو گئے، غموں کو تقسیم کرنے والی شریک حیات قبر کی گود میں سکون سے سو گئی، بچوں نے اپنی جنت کھو دی گھر کے اجالوں پر غم کی تاریکیوں کا قبضہ ہو گیا۔

مصائب کے طوفان میں کھڑے ہو کر مسکرانے والی شخصیت حافظ صاحب کو پہلی بار میں ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا، عمر کے جس حصے میں اہلیہ کی سب سے زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے اس عالم میں شریک حیات کا ساتھ چھوڑنا حضرت کے لئے بہت بڑی آزمائش تھی، اس عظیم حادثے نے حضرت کو اندر سے بہت کمزور کر دیا لیکن بچوں کو حوصلہ دینے کے لئے رنج و غم کے فصیل پر بھی کھڑے ہو کر باپ کو مسکرانا پڑتا ہے، ماں کے انتقال کے بعد بیٹوں نے باپ کی خدمت میں کوئی کمی نہ کی ہمیشہ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ پوری زندگی کے غموں کو مسکراہٹ میں بدلنے کے لئے چاروں لڑکے مل کر 2013 میں حج کی سعادت کے ساتھ والئی کون ومکاں سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجنے کا فیصلہ کیا جہاں بے قراروں کو قرار ملتا ہے، بے کسوں کی فریاد سنی جاتی ہے جہاں دنیا کے غموں سے نکال کر آخرت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جہاں جنت کی سند عطا کی جاتی ہے جہاں تھکی ہوئی زندگی کو دائمی سکون ملتا ہے جہاں کی ہوائیں چہرے کو تازگی عطا کرتی ہیں، جہاں کی دھوپ گناہوں کو جلا دیتی ہے جہاں کا پانی پورے وجود پاک

کر دیتا ہے، جہاں کے گرد وغبار جسم سے لگ جائیں تو شفا مل جاتی ہے جہاں کی صبح زندگی کا پیغام دیتی ہے، جہاں کا دن عید سے بھی زیادہ مسرت کا احساس دلاتا ہے جہاں کی ہر رات لیلۃ القدر کی طرح اہمیت رکھتی ہے جہاں کی گلیاں خلد کی کیاریاں لگتی ہیں جہاں کی مٹی سونے سے زیادہ قیمتی ہے جہاں کے خار گلابوں سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ ؎

ہے وہاں خاک کے ذرّوں میں ستاروں کی چمک
فرش پر عرش کے آثار حسیں ملتے ہیں
ساری دنیا میں مدینے کا چمن ہے وہ چمن
پھول تو پھول ہیں کانٹے بھی وہاں کھلتے ہیں

تقریباً 75 سالوں تک زندگی کے غیر ہموار سڑکوں پر سفر کرنے کے بعد ایک تھکا ہوا مسافر منزل کی بانہوں میں رحمت کی چھاؤں میں پہنچنے والا تھا، 2013 میں جب حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب اپنی ہمشیرہ مجرہا خاتون (جو حضرت مولانا مظہر الحق صاحب کی والدہ ہیں) کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو رہے تھے بہت ہی پرکیف منظر تھا اس عظیم مسافر سے دعا لینے والوں کی کثیر تعداد تھی، حضرت کی آنکھوں سے ماضی کے سارے درد ظاہر ہو رہے تھے اور چہرہ زیارت حرمین شریفین کے شوق میں چمک رہا تھا ان لمحوں کو لفظوں کے میزان پر پرکھنا مشکل ہے یہ تو عشق رسول کی برکتیں تھیں جو حضرت حافظ محمد بشیر احمد کو مدینہ منورہ لئے جا رہی تھیں ورنہ پوری زندگی معیشت کی زلف خمیدہ میں الجھی ہوئی شخصیت کے لئے یہ سفر آسان نہیں تھا لیکن اسباب وزرائع کی قلت عشق کی راہوں میں دشواریاں پیدا نہیں کرتی، محبت تو فاتح عالم ہے، عشق کی قوت تو سمندر کی اس موج تند کی مانند ہوتی ہے جو اپنے سامنے آنے والی ہر خس و خاشاک کو بہالے جاتی ہے۔

جانے والے کے پاس اسباب کی کمی تھی لیکن بلانے والا مالک کونین ہے، جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا، یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے، حضرت حافظ بشیر صاحب جب بھی میلاد شریف کی محفل میں پیشانی پر درود شریف کی دستار سجا کر نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے آنکھوں سے عشق کے آنسو جاری ہو جاتے اور آنسوؤں کی زبان یہی کہتی رہی۔ ؎

یہ بھی ہے کوئی جینے میں جینا میرے رسول
دیکھوں نہ زندگی میں مدینہ میرے رسول
اشکوں کی روشنائی سے روئے حیات پر
کب تک لکھوں مدینہ مدینہ میرے رسول

ایک عاشق رسول کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوتی ہے کہ کم سے کم ایک بار ضرور حاصل کونین کی چوکھٹ پر حاضری ہو جائے، حضرت کو زندگی بھر کی کمائی مل گئی گنبد خضری کی زیارت کا شرف حاصل ہوا عشق کو معراج حاصل ہوئی، زندگی مرکز ہدایت پر پہنچ کر مسکرا اٹھی، حج وزیارت کے بعد زندگی میں بہت زیادہ تبدیلی آ گئی، شام غربت کی وحشت ختم ہو چکی تھی غم دنیا کی قید سے رہائی مل چکی تھی، کعبۂ عشق سے روبرو ہونے کے بعد آنکھوں نے دنیا کے مناظر دیکھنے سے انکار کر دیا، اب نہ کوئی حسرت باقی رہی نہ کسی منزل کی تلاش، دنیا سے دوری بڑھتی چلی گئی خلوت میں شب وروز گزرنے لگے کبھی حرم کعبہ کا تذکرہ تو کبھی صبح مدینہ شام طیبہ کے ذکر سے زبان وفکر معطر رہتے۔ ؎

انہیں دونوں منزلوں کی ہیں حدوں میں کھو گیا ہوں
کبھی روبرو ہے کعبہ کبھی سامنے مدینہ

زیارت حرمین شریفین کے بعد کی زندگی بہت ہی پرسکون گزری علاقے کے لوگ حضرت کو تبرک سمجھ کر میلاد شریف کی محفلوں میں اپنے گھر لے جاتے حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی سادگی اور انکساری کے پیکر تھے ان کی زندگی نمود بے بود سے بہت دور تھی تصنع اور ریا ان کی دہلیز حیات پر دستک دینے کی ہمت نہ کر سکی حضور نعمت العلماء نے جس بشیر کو سنوارا تھا، اس نے بے ضمیری کے زمانے میں اپنی خودداری کے تاج کو رسوا نہیں کیا بلکہ اللہ کی رحمت اور قوت بازو پر بھروسہ کر کے اس کشتی کو جس میں ایک ماں اہلیہ پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے سوار تھے، مصائب کے منجدھار سے نکال کر ساحل تک پہنچایا اس ناخدا کی

اسلاف واخلاف

ہمت اور حوصلے کو میرا اسلام۔

حضور نعمت العلماء نے جس مرید کو سب سے زیادہ شفقتوں سے نوازہ وہ حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی کی شخصیت ہے وہ شمع بزم مریداں کی حیثیت رکھتے تھے اور مرشد سے جتنی محبت حضرت حافظ محمد بشیر صاحب کرتے تھے، اس زمانے میں اتنی محبت کرتے میں نے کسی کو نہیں دیکھا، تقریباً 200 سے زائد میلاد شریف کی محفلوں میں ان کے ساتھ شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے ان کی کوئی تقریر ایسی نہیں ہوئی، جس میں حضور نعمت العلماء علیہ الرحمۃ کی لکھی ہوئی نعت شریف نہ پڑھے ہوں یا ان کا تذکرہ نہ کئے ہوں کلام کا مقطع پڑھتے وقت ضرور آنسو نکل جاتے، جب کبھی خواب میں حضور نعمت العلماء کی زیارت نصیب ہوتی مجھ کو ضرور بتاتے اور یہ نوازش ان پر بار بار ہوتی حج پر جانے سے پہلے انہوں نے کہا کہ مدینہ شریف جانے کی بشارت میرے مرشد ہی نے دی ہے، جب کبھی مشکل میں گرفتار ہوتا ہوں تو حضور نعمت العلماء خواب میں ضرور تشریف لاتے ہیں اور مشکلیں خود مشکلوں میں پڑ جاتی ہیں، اب اس سے بڑھ کے کرم کی دلیل کیا ہوگی، میں ڈوبتا ہوں سمندر نکال دیتا ہے۔

یادگار اسلاف حضرت حافظ محمد بشیر احمد صاحب کی 90 سالہ زندگی کا ہر گوشہ قابل تقلید ہے، بگڑے ہوئے حالات سے گھبرانے کے بجائے انہیں قابو میں کرنے کی تدبیریں نکالنا ان کے لئے بہت آسان تھا، مصائب کے اندھیروں کو حوصلوں کی مسکراہٹ سے منور کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، مجبوریوں نے قدم قدم پر ان کی خوداری کی دستار کو گرد آلود کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے عزم کی رفتار کا تعاقب نہ کر سکیں ماں کی دعا اور مرشد کی شفقت ورہنمائی نے انہیں اندر سے اتنا مضبوط بنا دیا تھا کہ ان کے ارادے کی فصیل کو کوئی طوفان جنبش تک نہ دے سکا، آلام روزگار کے باوجود ان کی پیشانی سے سجدوں کی لذت نور بن کر چمکتی رہی مسکراتا ہوا چہرہ توکل علی اللہ اور خود اعتمادی کا ثبوت فراہم کرتا رہا۔

کردار سنت مصطفی کا ائینہ دار تھا سادگی بزرگی کا پتہ دیتی تھی، شفقت ومحبت کا انداز نرالہ تھا کسی کو دعا دیتے تو آنکھوں سے آنسو نکل جاتے دعا لینے والا قبولیت کا یقین لے کر رخصت ہوتا ان سے محبت کرنے والوں کی لمبی تعداد ہے لیکن مجھے کہیں کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے ان کی زندگی کے سفید پیرہن پر تہمت کا داغ تلاشنے کی کوشش کی ہو، علاقے میں جس مسلمان سے ان کے بارے میں کچھ جاننے کے لیے سوال کیا اس کی آنکھوں میں عقیدت کے آنسو نظر آئے دل کو جدائی میں تڑپتا ہوا محسوس کیا جہاں بھی امامت کا فریضہ انجام دینے وہاں ان کی یادوں کا گلشن آباد ہے ہر بستی میں ان کے شاگردوں کی لمبی فہرست ہے۔

موتیراج پورا ترٹولہ جہاں حج سے واپسی کے چھ سالوں تک امامت فرمائے اور یہی ان کی آخری امامت تھی وہاں کے لوگ یہ کہتے تھے کہ حضرت جمعہ کے دن جو خطاب فرماتے ہیں ہم لوگ اسی کا حق ادا نہیں کر سکتے اس بستی کے مسلمانوں کی خواہش تھی کہ حضرت انتقال کے بعد بھی اسی بستی میں آرام فرمائیں لیکن حضرت بھواپور کو مایوس کرنا نہیں چاہتے تھے 2018 میں ضعیفی اور جسم کی کمزوری کی وجہ سے امامت کی ذمہ داری سے ازاد ہو کر مستقل طور پر گھر پر قیام پذیر ہو گئے، اب چاہنے والوں کا ہجوم دولت کدے پر جمع ہونے لگا عیدین اور جمعہ کی امامت کے لئے علاقے کی مختلف بستیوں سے لوگ گاڑی لے کر چلے آتے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کی خواہش ہر بستی کے مسلمانوں کو رہتی۔

حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد صاحب علاقے کے سب سے بزرگ اور محترم ہستی تھے، اس لئے ہر شخص انہیں اپنی محفل کی زینت بنانے کا شوق اور جذبہ رکھتا تھا، عوام ان کو حضور نعمت العلماء کی یادگار اور ان کے فیضان کی شکل میں دیکھتی تھی، پورے علاقے میں ان کی دینی خدمات کے جلوے نظر اتے ہیں، میری ان سے آخری ملاقات 22 جنوری 2020 کو ہوئی، جب ان کے چھوٹے شہزادے حافظ فضل رب سعودی جانے کے لئے گھر سے نکل رہے تھے میں حضرت کے گھر پر موجود تھا دن کے 3 بج رہے تھے اچانک بارش ہونے لگی ایک باپ اپنے بیٹے کو آخری بار خدا حافظ کہہ رہا تھا اور بادل اس جدائی پر آنسو بہا رہا

تھا، بارش کو دیکھ کر حضرت ہم سے بولے کہ آپ اپنی کار سے میرے بیٹے کو چھپرہ پہنچا دیجئے، میں نے فوراً اپنی گاڑی منگوائی، حضرت بھی اس گاڑی میں بیٹھ کر کچھ دور تک گئے۔

ایک باپ کے لئے اپنے بیٹے کو دوسرے ملک کے لئے رخصت کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے اس دن میں نے بہت قریب سے دیکھا، حضرت کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب دیکھ کر میں بھی اپنی ہچکیوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا، جس وقت حافظ فضل رب کی گاڑی آگے بڑھی، حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد صاحب کا چہرہ ایسے اداس ہو گیا جیسے کوئی ستارہ اچانک اپنی روشنی کھو چکا ہو، جیسے چاند کا اپنی چاندنی سے رشتہ ختم ہو چکا ہو جیسے پھول اپنی خوشبو سے محروم ہو گیا ہو جیسے سمندر اپنی روانی بھول چکا ہو، کافی دیر تک ان کی نظریں اسی سمت میں جمی رہیں جس طرف بیٹے کی گاڑی گئی تھی، اس سے پہلے بھی فضل رب عرب گئے تھے لیکن رخصت کے وقت کا یہ درد بھرا منظر پہلی بار دیکھا گیا شاید اس باپ کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ آخری بار اپنے لال کے گلے میں دعاؤں ہار ڈال کر رخصت کر رہا ہے۔

دو دن کے بعد یعنی 24 جنوری کی رات میں حضرت کی طبیعت خراب ہو گئی ان کے بڑے شہزادے منیر احمد اور انوار البشیر ڈاکٹر بلائے صبح تک کچھ آرام ہوا دوبارہ 26 جنوری کو زیادہ حالت بگڑ گئی لیکن یوم جمہوریہ کی وجہ سے چھپرہ جانے سے انکار کر دئے 27 جنوری کو چھپرہ جانے سے پہلے بستی کے امام حضرت مولانا شمیم احمد صاحب کو بلا کر فرمائے کہ میں جا تو رہا ہوں مگر واپسی کی امید نہیں ہے آپ میرا جنازہ پڑھا دیجئے گا، امام صاحب سے ان کو کافی انسیت تھی ان سے بہت خوش رہتے تھے، گھر سے جو کہکے گئے تھے وہی ہوا بقول انوار البشیر جب ڈاکٹر ای. سی. جی. کر رہا تھا تو بولے کیا کر رہے ہو اس کے بعد روح پرواز کر گئی کچھ ہی دیر کے بعد ضلع میں خبر پھیل گئی کہ تہذیب و تمدن علم و اخلاص کا سورج شام ہونے سے پہلے ہی غروب ہو گیا۔

27 جنوری 2020 بروز منگل 2 بجکر 50 منٹ پر یادگار اسلاف عطائے نعمت العلماء حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد نعیمی داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جہاں فانی سے رخصت ہوئے، 28 جنوری 2020 بروز بدھ 2 بجکر 30 منٹ پر وصیت کے مطابق حضرت مولانا شمیم احمد صاحب نے جنازے کی نماز پڑھائی، جنازے میں لوگوں کی کثیر تعداد ان کے مقام کی بلندی اور مقبولیت کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور محبوبین کے جوار میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

### کچھ اپنی باتیں

جب حضرت الحاج حافظ محمد بشیر احمد صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر رضائے مصطفی گروپ میں ڈالی گئی تو بہت سے ممبران کو ان کی شخصیت کے تعلق سے جاننے کی خواہش پیدا ہوئی، اس کے بعد حضرت علامہ الحاج مفتی اصغر علی مصباحی صاحب نے ان کی حیات پر خامہ فرسائی کے لئے گروپ میں میرا نام پیش کیا، میں نے لکھنا شروع کیا، گیارہ قسطیں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں، بیچ میں این. آر. سی. سی. اے. اے. کی ہنگامہ آرائی اور اس کے بعد کرونا کی تباہی نے موقع نہیں دیا لیکن آج سوچا کہ رمضان شریف سے پہلے اس کام کو مکمل کر لیا جائے اور آخری قسط آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

قرطاس و قلم کے ذریعہ کسی کی زندگی کی تصویر پیش کرنا آسان کام نہیں ہے کسی فرد کے اسرار حیات کو آشکار کرنے کے لئے فنکاری کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس سے عقیدت اور زندگی کے نشیب و فراز سے واقفیت ضروری ہے بہت ممکن ہے کہ میرے قلم نے ان کی زندگی کی ترجمانی کرنے میں انصاف نہ کیا ہو لیکن جو بھی غیر منظم اور شکستہ تحریریں آپ حضرات تک پہنچیں ہیں ان میں کوئی افسانہ نہیں ہے بلکہ ایک مرد آہن اور نیک صفت انسان کی زندگی کی سچی کہانی ہے جو مسائل سے لڑنے کی طاقت اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھنے کا سبق دے رہی ہے، خطائے لفظی یا معنوی سے انکار نہیں، تحریری خامیوں کی نشاندہی فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

خیر اندیش: نثار احمد مصباحی

◆◆◆

پانچویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ایمان، کفر اور تکفیر

نقد و نظر

اس لیے کہ کفر کے معاملے میں کوئی جہالت اور سبقت لسانی کے دعوی کے سبب معذور نہ ٹھہرے گا نہ ہماری مذکورہ وجوہ میں سے کسی وجہ پر اسے معذور جانا جائے گا، شفا شریف کی اس عبارت میں کتنے شواہد ہیں، ناظرین دیکھ کر شمار کریں اور وہ مضمون نگار کے موافق ہیں یا مخالف، فیصلہ ناظرین کریں، پھر شفا شریف میں جن باتوں پر حکم کفر دیا دیوبندیوں کی عبارتیں انہی کے مثل ہیں یا اہانت میں ان سے زائد؟

مضمون نگار اور ناظرین سب کو دعوت فکر ہے، پھر شفا شریف کے اخیر کلمات میں غور کریں، کیسا صاف مطلق بلا قید فرمایا کہ" کفر کے معاملے میں کوئی جہالت کے سبب اور سبقت لسانی کے دعوی کے سبب معذور نہ ٹھہرے گا۔" حالانکہ جہالت میں عدم قصد یقیناً ثابت ہے اور سبقت لسانی کے دعوے میں صراحۃً قصد کی نفی ہے اور اخیر فقرہ نے یعنی" ہماری مذکورہ وجوہ میں سے کسی وجہ پر اسے معذور نہ جانا جائے گا" اسے اور مؤکد کیا اور جن وجوہ کا اعتبار نہیں ہم نے عبارت شفا میں ان پر نمبر لگا دیئے، کیا یہ عبارت اپنے ایک ایک فقرے سے اس شرط قصد کی نافی نہیں جس کی بازگشت مضمون نگار کے مقالے میں جابجا ہے اور خود مضمون نگار نے اس کا نامعتبر ہونا اپنے مذکورہ پیمانے میں مطلق بلا قید کلمات سے صاف سمجھا یا بلکہ اس کی صراحت مضمون نگار کے مقالے کے صفحہ ۹ ر پر موجود کہ" کسی بھی شرعی قانون کی تحقیر یا کسی کفریہ عبارت کا نقل کرنا چاہے ہنسی میں کہے اور یہ اعتقاد نہ رکھے جب کہ اس کی نیت تحقیر کی ہو۔" کیا خود اس نے یہ کہہ کر کہ چاہے ہنسی میں کہے اور یہ اعتقاد نہ رکھے" اس شخص کے قصد کا صفایا نہ کر دیا پھر یہ حافظے کی کمزوری ہے یا منھ زوری ہے کہ اسی جملے میں سابقہ بات کو بھلا کر یہ فقرہ جوڑ دیا کہ" جب کہ اس کی نیت تحقیر کی ہو۔" مضمون نگار کو تضاد بیانی کی عادت ہے اس کا ایک اور نمونہ ہدیۂ ناظرین ہے:

" پہلی قسم میں سے کسی چیز کا انکار کھلا کفر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسولوں کے اوصاف یہ کہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رسالت ختم ہوگئی، الخ۔" [ص ۲]

کیا ناظرین نے نہ دیکھا کہ اس اقرار کو اس نے وہیں یہ کہہ کر انکار سے بدل دیا کہ" ایمان اور کفر کا پیمانہ ان امور کو نہیں بتایا جا سکتا جن پر علما کا اختلاف ہو چکا ہے، وہ قرآن، حدیث یا انسان سوچ [غیر جذباتی] کے شواہد کی بنا پر ہو، الخ" پھر اس میں بھی شرطیں لگا کے اس مطلق کو بھی رد کیا چنانچہ وہیں لکھا:

" بشرطیکہ یہ عالمانہ سوچ پر مبنی ہو یعنی کم از کم قرآن اور سنت کی ایسی تخیلاتی تشریح پر مبنی نہ ہو، الخ۔"

یہاں ہمیں یہ دکھانا ہے کہ کیا مضمون نگار اس پر قائم ہے؟ گذشتہ عبارتوں کے ساتھ اس کا یہ بیان ملا کر دیکھیے صفحہ ۹ ر پر تکفیر کا شرعی قاعدہ بیان کرتے ہوئے یہ ہیڈنگ لگائی کہ" وہ کلمات جن سے کفر لازم آتا ہے" اس کے تحت رقم طراز ہے:

" ضروریات دین کا انکار جو کہ قرآن یا حدیث متواترہ سے ثابت ہیں جبکہ نص ناقابل نزاع ہو اور اس میں کوئی شبہ نہ ہو جو اختلاف کا باعث نہ بنے۔" [ص ۹]

ضروریات دین کے پہلے یہ معنی بتائے:

" متعلقہ اسلامی امور جن کو سب جانتے ہیں حتی کہ وہ بچہ جو اسلامی ماحول میں پلا ہو وہ بھی جانتا ہے ان کو معلوم من الدین بالضرورہ یا دین کی لازمی معلومات کہا جاتا ہے۔"

اور یہاں ضروریات دین میں یہ قید لگائی، پہلے مطلق رکھا جس کی رو سے ضروریات دین کے مفہوم میں سارے امور معقول

ومنقول بشمول اجماع امت اور اجماع امت ہی کے قبیل سے ہر زمانے کے مسلمانوں کا عرف مستمر ہے غرض یہ سب امور جو ایسے مشہور ہوں یعنی ہر بچہ جانتا ہو ان کو ضروریات دین میں شمار کیا اب یہاں ان امور میں منحصر کر دیا جو قرآن و احادیث متواترہ سے ثابت ہوں اور ان میں بھی "نص نا قابل نزاع" کی قید لگا دی اور اس طرح اختلاف کی راہ کھول دی تا کہ دیوبندیوں کی تکفیر کی راہ مسدود ہوا گر چہ وہ ضروریات دین میں نزاع کریں۔

ہم تو بارہا کہہ چکے ہیں کہ صریح میں نیت کی حاجت نہیں، باتوں باتوں میں مضمون نگار بھی یہ مضمون ادا کر جاتا ہے چنانچہ اسی صفحہ ۹ / پر حدیث اسامہ ذکر کی، اس کا صریح مفاد اس کے سوا کیا ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے امت کو یہ ہدایت ہے کہ صریح مقال، وظاہر حال پر عمل کریں اب اسی کو قصد وارادے پر دلیل جانیں اب دل چیر کر نیت معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، بحمدہ تعالیٰ یہ حدیث ہمارے لیے حجت ہے جس کو مضمون نگار بے سوچے سمجھے دیوبندیوں کی حمایت میں نقل کر لایا جو اس کے صریح مخالف ہے پھر اس کے صریح مفاد کے برخلاف اور اپنے مکرر اقرار کے باوجود کہ دیوبندیوں کا کلام کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے یہ کیوں کہتا ہے کہ نیت گستاخی یا بے ادبی کی نہیں، مضمون نگار نے حدیث نقل کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا: کہ "اسامہ بن زید کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلمان کے قانونی طور پر اسلام میں داخل ہونے کی قطعی دلیل اس کا کلمہ شہادت پڑھنا ہے، کوئی بھی اس کے بعد کافر نہیں گردانا جا سکتا جب تک کہ اسی درجہ کی قطعی دلیل نہ ہو کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کی ایسا کرنے پر سرزش کی" ہم پوچھتے ہیں کہ قطعی دلیل سے کیا مراد ہے؟ وہ قطعی جس میں جانب مخالف کا اصلاً احتمال نہ ہو یا احتمال ہو مگر ناشی عن دلیل نہ ہو، یا ایسا احتمال ہو جو ناشی عن دلیل ہو، بر تقدیر اوّل وہ قطعی کس درجے کا ہوگا اور شرعاً اس کا کیا نام ہوگا؟ صریح متعین، محکم، مفسر یا کچھ اور؟ اور بر تقدیر ثانی وہ قطعی پہلی قسم سے کمتر ہے یا اس کے برابر؟ برابر کیوں کر ہوگا؟ اور کمتر ہونے کی صورت میں حدیث سے مضمون نگار نے جو نتیجہ نکالا کیا اس سے یہ ثابت نہ ہو گیا کہ صریح میں نیت کی حاجت نہیں خواہ وہ کسی درجے کا ہو، پھر کیا اس کا اعتبار صرف اسلام لانے میں ہے، دوسری کسی صورت میں نہیں؟ اس پر کیا دلیل؟ اور اگر یہ اصل عام ہے جس کا اعتبار ہر جگہ ہے اور ضرور ایسا ہے تو کیا کوئی بطور معارضہ بالقلب نہیں کہہ سکتا کہ: کسی شخص کے قانونی طور پر اسلام سے خارج ہونے کی قطعی دلیل اس کا صریح قول یا فعل منافی اسلام کا ارتکاب کرنا ہے، کوئی بھی اس کے بعد مسلمان نہیں گردانا جا سکتا جب تک کہ اسی درجہ کی قطعی دلیل نہ ہو یعنی کفر سے صریح تبرّی و رجوع نہ ہو، امام عزالدین بن عبدالسلام "قواعد الاحکام" میں فرماتے ہیں:

"اللفظ محمول علی مایدل علیه ظاهره فی اللغه أو عرف الشرع أو عرف الاستعمال، ولا يحمل على الاحتمال الخفي مالا يقصد أو يقترن به دليل۔"

[۲/۱۰۲]

پھر اسی قصہ اسامہ میں غور کر کے یہ بتائے کہ یہاں تو حضرت اسامہ کے لیے مقتول کے عدم قصد پر قرینہ ظاہرہ موجود تھا جو اس کی حالت پر دلیل تھا، جس سے اس کی ظاہری حالت میں احتمال ناشی ہوا، یہی احتمال ناشی عن دلیل ہے اس کے باوجود عدم قصد پر حضرت اسامہ کا عذر نہ سنا گیا اس کا مفاد یہی ہے یا کچھ اور؟ کہ ظاہر پر عمل کرو اور قصد وعدم قصد سے کام نہ رکھو، اسی لیے تو تمام احکام میں مطلق بلا قید حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أمرنا بالظواهر والله يتولى السرائر۔ یعنی ہمیں حکم ہے کہ ظاہر پر عمل کریں اور چھپی نیتیں اللہ کے حوالے کریں۔"

یہی مضمون تو امام ابن حجر مکی نے "الإعلام" میں تفصیل سے ارشاد فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں:

"الذی يتحرر فيه أنه بالنسبة لقواعد الحنفية و المالكية وتشديداتهم يكفر بذلك عندهم مطلقا، وأما بالنسبة لقواعدنا وما عرف من كلام أئمتنا، اللفظ ظاهر فی الكفر، وعند ظهور اللفظ فيه لا يحتاج إلى نية كما علم من فروع كثيرة، وإن أول

قبل منه ۔ یعنی اور جو بات محقق ہے وہ یہ ہے کہ حنفیہ اور مالکیہ کے قواعد اور ان کی تشدیدات کی بہ نسبت، ان حضرات کے نزدیک قائل مطلقاً کافر ٹھہرے گا اور ہمارے قواعد اور ہمارے ائمہ کے کلام معروف کی بہ نسبت، حکم یہ ہے کہ لفظ کفری معنی میں ظاہر ہے اور جب لفظ کفری معنی میں ظاہر ہو تو قائل کی نیت کی حاجت نہیں جیسا کہ کثیر جزئیات سے معلوم ہو چکا اور اگر وہ تاویل بتائے قبول کی جائے گی۔"

[ص ۶۱ : ملخصاً]

نیز فرماتے ہیں:

"عملنا بما دل عليه لفظه صريحا، وقلنا له أنت حيث أطلقت هذا اللفظ لم تؤول كنت كافرا، و إن كنت لم تقصد ذلك لأنا إنما نحكم بالكفر باعتبار الظاهر وقصدك وعدمه إنما ترتبط به الأحكام باعتبار الباطن اللفظ إذا كان محتملا لمعان فإن كان في بعضها أظهر حمل عليه، و كذا إن استوت ووجد لأحدها مرجح، الإرادة وعدمها لا شغل لنا بها۔ یعنی ہم اس کے بموجب عمل کریں گے جس پر اس کا لفظ صراحۃ دلالت کرتا ہے اور اس سے کہیں گے: تو نے یہ لفظ جب مطلق بولا اور کوئی تاویل نہ بتائی تو اس وجہ سے کافر ہو گیا اگرچہ دل میں تو نے اس کا ارادہ نہ کیا ہو، اس لیے کہ ہم تو کفر کا حکم ظاہری معنی کے اعتبار سے ہی لگاتے ہیں اور تیرا قصد ہونا یا نہ ہونا اس سے تو احکام باطن کے اعتبار سے متعلق ہیں، تو لفظ اگر چند معنی رکھتا ہو اور کسی معنی میں زیادہ ظاہر ہو تو اسی پر محمول ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ چند معنی ایک جیسے ہوں اور کسی ایک معنی کے لیے کوئی پہلو ملے جو اس معنی کو راجح کر دے اور ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں کوئی کام نہیں۔"

[ص ۱۳، ۱۴ ملتقطاً]

ان کے اخیر جملوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ لفظ صریح متبین میں نیت کی حاجت نہیں اور قائل فقہا کے نزدیک مطلقاً کافر ٹھہرے گا جب کہ خود یہ نہ بتائے کہ میں نے اس کلام سے یہ معنی مراد لیا ہے اور اگر بتا دے مفتیان کرام قبول کریں گے، اسی مضمون کو انہوں نے یوں ادا کیا کہ "إن أوّل قبل منه" یعنی اگر وہ تاویل بتائے قبول کی جائے گی اور اگر نہ بتائے سب فقہا مطلقاً کافر جانیں گے اسی کا افادہ انہوں نے یہ کہہ کر فرمایا "عملنا بما دلّ عليه ظاهر لفظه" یعنی ہم اس کے بموجب عمل کریں گے جس پر اس کا لفظ صراحۃً دلالت کرتا ہے اور اسی کی تصریح یوں فرمائی "والارادة وعدمها لا شغل لنا بها" یعنی ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں کوئی کام نہیں۔

پھر امام ابن حجر مکی کا یہ فرمانا: کہ " أنت حيث أطلقت هذا اللفظ ولم تؤول كنت كافرا" یعنی تو نے یہ لفظ جب مطلق بولا اور کوئی تاویل نہ بتائی تو اس وجہ سے کافر ہو گیا، اس حکم میں چند صورتیں ہیں اور حکم ہر صورت کو عام ایک یہ کہ کفری معنی کی نیت نہ کی، دوسری یہ کہ کفری معنی کی نیت کی، تیسری یہ کہ بولتے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی، اس پر سب فقہا کا اتفاق ہے کہ دوسری صورت یعنی جب کہ نیت کفر کی ہو وہ متعیّن کے قبیل سے ہے اور اس میں قائل باجماع فقہا و متکلمین کافر ٹھہرے گا اور پہلی اور تیسری متبیّن کے قبیل سے ہے جس میں تمام مذاہب کے فقہا کے نزدیک بصورت اطلاق بلا افادۂ تاویل قائل کافر ہو گا اور مفتی کا قول کو خلاف ظاہر پر محمول کرنا اسے نفع نہ دے گا۔

اس کی سند درر و درمختار سے لیجیے اور یہ لفظ درمختار کے ہیں:

"وفي الدرر وغيرها اذا كان في المسئله وجوه توجب الكفر و واحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه، ثم لو نيته ذلك فمسلم وإلا لم ينفعه حمل المفتي على خلافه۔"

ردالمحتار حاشیہ درمختار مصنفہ ابن عابدین میں اس کے تحت ہے:

"[قوله وإلا] أي وإن لم تكن له نيّه ذلك الوجه الذي يمنع الكفر بأن أراد الوجه المكفر أ ولم تكن له نيه أصلا لم ينفعه تأويل المفتي لكلامه وحمله إياه على المعنى الذي لا يكفّر، كما لو شتم دين مسلم و حمل المفتي الدين على الأخلاق

نقد و نظر

الردیئۃ لنفی القتل عنہ فلا ینفعہ ذلک التاؤیل فیما بینہ وبین ربہ تعالیٰ إلا إذا نواہ۔ یعنی درر اور دیگر کتابوں میں یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند احتمالات تکفیر کے موجب ہوں اور ایک اس سے مانع، تو مفتی پر لازم ہے کہ اس پہلو کی طرف جھکے جو تکفیر سے مانع ہو، پھر بات یہ ہے کہ اگر قائل نے اسی معنی کی نیت کی جو مانع تکفیر ہے جب تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا ظاہر لفظ کے برخلاف معنی پر محمول کرنا اسے نفع نہ دے گا۔" [۲۳۰/۴]

یعنی اگر قائل نے اس پہلو کی نیت نہ کی جو مانع تکفیر ہے بایں طور کہ کفری پہلو مراد لیا ہو یا بولتے وقت اصلاً نیت ہی نہ تھی مفتی کا اس کے کلام میں تاویل کرنا اور اس کو ایسے معنی پر رکھنا جن کے سبب وہ کافر نہ ٹھہرے اسے کام نہ دے گا جیسے دین مسلم کو گالی دے اور مفتی دین کے معنی برے اخلاق لے تا کہ حکم قتل کو اس سے دور رکھے تو اس قائل کو یہ تاویل اس معاملے میں جو اس کے درمیان اور اس کے رب کے درمیان ہے کام نہ دے گی مگر اس صورت میں جب کہ اس نے اس کی نیت کی ہو۔

دیکھو ان عبارتوں سے کیسا صاف ظاہر ہے کہ صریح محتاج نیت نہیں ہر چند کہ صریح میں احتمال ہو یہ احتمال مانع تکفیر نہیں جب کہ قائل مطلق بلا افادۂ تاویل بولے خواہ اس کی نیت ہو یا نہ ہو، اور یہ کہ اس پر حنفی شافعی مالکی حنبلی تمام فقہائے مذاہب متفق ہیں اور مفتی کا تاویل کرنا محض نفی قتل کے لیے ہے مطلقاً ہر طور پر نفی کفر کے لیے نہیں، جیسا کہ شامی کی عبارت میں "لنفی القتل" کی قید کا صریح مفاد ہے اس کو میں ذرا اور واضح کروں۔

فأقول وباللہ التوفیق: محتمل چونکہ مورث شبہ ہے اور حدود شبہات سے منتفی ہو جاتے ہیں، لہٰذا مانع کفر پہلو بتانے کی وجہ سے اس کے کفر میں شبہ پیدا ہوا جو نفی قتل کا مقتضی ہے، مگر یہ شبہ اس درجے کا نہیں کہ ظاہر لفظ جس سے معنی کفری متبین ہے کا معارض ہو اور اس کا ایمان بلا شبہ محقق ہو تو جیسے ایک طرف اس احتمال کے پیش نظر اس کے کفر میں شبہ ہے، تو دوسری طرف ظاہر لفظ اس کا نافی ہے اور صراحۃً اس کے کفر کا متقاضی ہے یا کم از کم بر تقدیر تسلیم معارضہ دونوں شبہے ہیں: پہلا شبہ قویہ ایمان میں، دوسرا شبہ کفر میں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ عمل بالشبہین ہو ورنہ محتمل پر عمل اور ظاہر لفظ لغو و معطل ٹھہرے گا۔

لہٰذا نظر بہ احتمال متکلمین کے طور پر قائل کافر نہیں مگر فقہا کے طور پر بلحاظ صریح لفظ وہ ضرور کافر ہے اور سب کے نزدیک اسے حکم توبہ وتجدید ایمان ہے یہ نہیں کہ احتمال کے پیش نظر ظاہر لفظ کو لغو و معطل ٹھہرایا جائے بلکہ یہاں بدرجۂ اولیٰ توبہ وتجدید ایمان کا حکم کیا جائے گا کہ اس جگہ فقہا کا اختلاف نہیں اور جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں بھی فقہا احتیاطاً توبہ وتجدید ایمان کا حکم دیتے ہیں تو یہاں بدرجۂ اولیٰ، کاش مضمون نگار بے محل اختلاف علما کا سہارا نہ لیتا، اب لیا ہی تھا تو یوں اس کو لغو و بے اثر نہ کرتا، دیوبندیوں کو کسی طرح کافر مان کر احتیاطاً ہی تجدید ایمان کا حکم دیتا۔

کیا اس کے باوجود مضمون نگار کا اس عبارت کے مضمون سے سند لانا جو یوں شروع ہوتی ہے" کیا اس میں کوئی اختلاف تھا" الخ، بے محل نہیں کہ محل وفاق میں اختلاف سے سند لانا چاہتا ہے حالانکہ اختلاف کی یہ کہ کر پہلے ہی نفی کر چکا کہ" کیا اس میں کوئی اختلاف تھا"؟ اور کیا یہ صریح مغالطہ نہیں؟ یاد کرو اس کی عبارت ص ۲۰/ پر اور انکار ضروریات دین کے بارے میں جو کہا ص ۸/ پر اور جو پیمانہ مقرر کیا ص ۳/ پر اور یہاں حدیث اسامہ سے یہ صاف سمجھایا کہ ظاہر پر عمل ضروری اور قصد وعدم قصد سے نہ کام نہ اس کی حاجت اور کیا اس میں اختلاف تھا کہ کر پہلے استفہام انکاری کے طور پر جو اختلاف کی نفی کی اسی نفی کی بارہا تصریح کی جس کا خلاصہ اسی کے بقول کہ تمام مسلمان اسے ناقابل قبول پاتے۔

اس جگہ مضمون نگار دیوبندیوں کی حمایت میں یوں رقم طراز ہے: البتہ امام احمد رضا کا دیوبند اکابر کے خلاف کفر کا فتویٰ ایک غلطی تھی، الخ۔

ہم یہاں امام حصکفی کی وہ عبارت بعینہ انہیں کے الفاظ میں درج کریں پھر اس کا ترجمہ درج کر کے مضمون نگار نے اس کا جو خلاصہ بیان کیا وہ لکھیں چنانچہ درمختار میں امام حصکفی کی

عبارت یوں ہے:

"و اعلم أنه لا یفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفرہ خلاف، ولو کان ذلك روایه ضعیفه۔ یعنی تمہیں معلوم ہو کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے گا جب کہ اس کے کلام کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو یا اس کے کفر ہونے کے بارے میں اختلاف ہوا گرچہ وہ ضعیف روایت ہو۔" [۲۲۹،۲۳۰/۴]

مضمون نگار اس عبارت کا معنی یوں بیان کرتا ہے:

"کسی بھی ایسے مسلمان کے ایمان کے بارے میں کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا جس کے الفاظ کا مطلب صحیح سمجھا جا سکے یا پھر اسکے ایمان کے بارے میں جس نے کسی علمی رائے کی مخالفت میں اپنی رائے دی ہو چاہے کمزور ہی سہی۔" [ص ۳۰]

اس خط کشیدہ فقرے کے بارے میں سوال ہے کہ یہ درمختار کی عبارت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے پھر اس عبارت کو بطور سند اپنے ان بھاری اقراروں کے باوجود پیش کرنا کیسے صحیح ہے؟ ان مقر اقراروں کا خلاصہ خود اسی کے الفاظ میں تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول، خود اسی کے الفاظ میں جس کا دفاع ناممکن اور اس کے ان اقراروں سے خود ثابت کہ یہ محل اختلاف نہیں بلکہ محل وفاق ہے، تو کیا یہ محض اتفاق ہے یا وفاقی کو اختلافی قرار دیکر صریح مغالطہ ہے، اب یہ مضمون نگار یوں رقم طراز ہے:

"دیوبندیوں کے الفاظ کو درست معنوں میں اخذ کیا جا سکتا ہے کیوں کہ ان کے یہ معنی لیے جا سکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مطلق علم غیب اور انسان کے علم غیب کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کے لیے کہے گئے چاہے انتہائی جاہلانہ انداز سے ہی سہی یہ تقابل کیا گیا، سہارنپوری اور تھانوی دونوں نے بعد میں اپنی اور دیگر دیوبندی اکابر کے دفاع میں یہی بیان کیا ہے۔"

......... جاری

ص ۶۳ رکا بقیہ.............................................

بڑوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے مگر افسوس کی بات یہ

نقد و نظر

ہے کہ لفظ "میٹھا" کے استعمال سے پہلے ایسا کچھ بھی نہیں کیا گیا دیکھئے قرآن مقدس کا اصول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسے لفظوں کا استعمال جائز نہیں جن کے چند معانی ہوں ان میں کچھ معانی شان رسالت کے لئے مناسب نہ ہوں اور چند مناسب ہوں، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَ تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلكَافِرِینَ عَذَابٌ أَلِیمٌ۔ (البقرۃ:۱۰۴) یعنی اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔" (ترجمہ کنز الایمان)

تفسیر جلالین میں ہے:

"(یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَ تَقُولُوا راعنا) للنبی امر من المراعاۃ وکانو یقولون له ذالك وھی بلغة الیھود سب من الرعونة فسروا بذالك و خاطبوا بھا النبی فنھی المؤمنون عنھا (وقولوا) بدلھا (انظرنا) ای انظر الینا (واسمعوا) ما تؤمرون به سماع قبول (وللکافرین عذاب الیم) مؤلم وھوالنار یعنی اے ایمان والو "راعنا" نہ کہو یعنی اپنے نبی سے... یہاں "راعنا، مراعاۃ" سے مشتق ہے جس کا معنی "ہماری رعایت فرمائیں" ہے... اس لفظ "راعنا" کا استعمال مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کرتے تھے اور یہی یہودیوں کی لغت میں گالی کے معنی میں استعمال ہوتا تھا کہ وہ اسے رعونت سے لیتے تھے اور رعونت بمعنی حماقت پس وہ اس کلمہ سے خوش ہوتے اور اسی کلمہ سے نبی کو مخاطب کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس کلمہ کے استعمال سے منع فرما دیا کہ اس کے بدلے میں "انظرنا" کہو، یعنی ہم پر نظر فرمائیں، جس چیز کے کرنے کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے، اسے قبولیت سے سنو تا کہ "انظرنا" کہنے کی نوبت ہی نہ آئے اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے اور وہ عذاب جہنم ہے۔" (تفسیر جلالین، ص ۱۶)

......... جاری

پہلی قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی *

# لفظ "میٹھا" کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ

نقطۂ نظر

**میں** نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہی دیکھا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو ہی "میٹھا" "اور میٹھا میٹھا" کہا جاتا رہا ہے.. عوامی سطح پر بھی اور خاص لوگوں کی مجلس میں بھی اور طلبا اپنی مجلسوں میں بھی... اسی طرح عوامی جلسوں میں بھی... ان شواہد وتجربات کی بنیاد پر میں نے یہی جانا اور مانا ہے... ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ استعارہ کے طور پر یا تشبیہی نظام کے انداز میں کھانے پینے کے علاوہ کسی اور چیز کو میٹھی یا میٹھا کہا جاسکتا ہے۔

کوئی دس پندرہ سال سے میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ لوگ افراد کے لئے لفظ "میٹھا" بھی استعمال کررہے ہیں... عام خاص کی بات تو چھوڑ دیجئے نبی ورسول کے لئے بھی اس لفظ "میٹھا" کا استعمال کررہے ہیں اور بول بھی رہے ہیں... مجھے حیرت ہوئی کہ یہ لوگ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ کچھ رسالوں کے ایڈیٹر حضرات نے بھی اس استعمال پر اپنے درد اور دکھ کا اظہار کیا ہے، اس کے باوجود اس درد و دکھ کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا... یہ لوگ کس مٹی سے بنے ہوئے ہیں کہ ان کے سینے میں دل ہی نہیں اور اگر دل ہے تو اس میں رقت کا اتہ پتہ نہیں، جہاں اوروں نے اس بارے میں اپنے نظریہ کا اظہار کیا ہے وہیں اس بے علم اور ناپختہ شعور نے بھی اپنے نظریہ کا اظہار کیا ہے... ذیل میں، میں اپنے اسی نظریہ کو توسیع دینے کی کوشش کررہا ہوں... ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں لفظ "میٹھا اور میٹھا میٹھا" کا استعمال نہ کیا جائے ذیل میں اس کی کچھ وجوہات درج کی جارہی ہیں:

**وجہ اوّل**

لفظ "میٹھا" اردو زبان کا ہے اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ اردو زبان کی لغت اس کے محاورے اور ضرب الامثال اور عام بول چال کی طرف رجوع کیا جائے میرے سامنے "فرہنگ آصفیہ" کی تیسری جلد ہے اس میں لفظ "میٹھا" کے درج ذیل معانی بتائے گئے ہیں:

"میٹھا: صفت... (۱) کھٹا اور سلونا کا نقیض شیریں، شکرین جیسے چوری کا گڑ میٹھا جو پھل چکھا نہیں وہی میٹھا، جتنا گڑ ڈالو اُتنا میٹھا (۲) مزے کا، لذیذ، خوش ذائقہ جیسے میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھوتھو (۳) سست، سست رفتار، ڈھیلا، مٹھا، دھیما، کاہل، کند ذہن، کم رفتار (۴) اسم مذکر شیرینی، حلاوت، مٹھائی، گڑ، قند سیاہ وغیرہ (۵) حلوا (۶) نرم، ہلکا، دھیما جیسے میٹھا میٹھا درد (۷) آٹھواں یا اٹھارہوں حصہ (۸) شیریں لیموں (۹) ایک قسم کا کپڑا جسے شیریں باف بھی کہا جاتا ہے (۱۰) زنانہ، زنخہ، وہ شخص جن کی باتیں اور حرکتیں عورتوں کی سی ہوں، نامرد، لالچی، ہیجڑا وغیرہ (۱۱) ایک قسم کا زہر جیسے میٹھا تیلیا (۱۲) حلیم الطبع آدمی، بردبار آدمی دھیمے مزاج کا آدمی، وہ شخص جسے غصہ نہ آئے (۱۲) شب برأت کا حلوہ۔" (فرہنگ آصفیہ جلد سوم ص ۲۲۵۵)

لفظ "میٹھا" کے ۱۲/ معانی تحریر کردیئے گئے ہیں، اب ان معانی پر غور کیا جائے کہ ان میں سے ایسے کتنے معانی ہیں جو کسی کی ذات وشخصیت کے لئے بولے جاسکتے ہیں:

سست... ڈھیلا... کاہل... کند ذہن... زنانہ... زنخہ... نامرد... ہیجڑا... لالچی... حلیم الطبع... بردبار، وغیرہ

یہ وہ معانی ہیں جن کا سہارا لے کر کسی مرد کے لئے لفظ "میٹھا" کا استعمال کیا جاسکتا ہے مگر افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

منتخب معانی میں سے صرف دو معانی ہی ایسے ہیں جو مدح کے زمرے آسکتے ہیں اور صرف آہی سکتے ہیں حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ مدح کے زمرے میں ہیں نہیں اور بقیہ تمام معانی ذم کے زمرے میں آتے ہیں...اگر کسی میٹھے آدمی سے کبھی "بردباری" یا "حلیم الطبعی" نمایاں بھی ہو جائے تو ایسے لوگوں کی یہ "بردباری" بھی ناپسندیدہ ہے...حدیث پاک کی زیادہ تر کتابوں میں ایک باب بنام "باب كراهة تسمية العنب كرما" یعنی انگور کو کرم کہنے کی کراہت کا بیان" باندھا گیا ہے...اسی باب کے تحت مسلم شریف کے حاشیہ میں ہے:

"قال العلماء سبب كراهة ذالك ان لفظة الكرم كانت العرب تطلقها على شجر العنب، والعنب، وعلى الخمر المتخذة من العنب سمواها كرماً لكونها متخذة منه ولانها تحمل على الكرم والسخاء ولانهم اذا سمعوا اللفظة ربما تذكروا بها الخمر وهيجت نفوسهم اليها توقعوا او قاربوا ذالك وقال انما يستحق هذا الاسم الرجل المسلم قلب المومن۔"

(حاشیہ مسلم شریف ۲/۲۳۸)

علما فرماتے انگور کا نام "کرم" رکھنے کی کراہت کا سبب یہ ہے کہ اہل عرب لفظ "کرم" کا اطلاق انگور پر اس کے پیڑ پر اور اس سے بنائی گئی شراب پر کیا کرتے تھے اس لئے کہ شراب انگور سے بنائی جاتی ہے اور یہاں "کرم" بمعنی انگور ہے اور اس کا نام "کرم" اس لئے رکھا گیا کہ شراب لوگوں کو ابھارتی ہے سخاوت اور بخشش پر (آج بھی اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جو کسی کو ایک ڈھیلا نہیں دیتا شراب پینے کے بعد وہ بہت کچھ دے دیتا ہے) اور اہل عرب جب یہ نام یعنی "کرم" سنتے تھے تو انہیں شراب کی یاد آجاتی تھی اور وہ اس میں پڑ جاتے تھے یا پھر اس کے قریب ہو جاتے تھے...سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نام کا مستحق انگور اس کا پیڑ اور شراب نہیں بلکہ مرد مسلم ہے اور قلب مومن ہے...کیوں کہ اس دل میں جو ایمان، تقوی اور عشق ومحبت پائے جاتے ہیں انگور سے کہیں زیادہ مرغوب ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے شرابیوں کے کرم ونوازش کو "کرم" کا نام دینا مناسب نہیں...صحیح بات تو یہ ہے کہ نشہ کی حالت میں جب کوئی شرابی کسی کو کچھ دے دیتا ہے تو یہ "کرم و نوازش" نہیں بلکہ اس کے عدم شعور کا نتیجہ ہے پھر بھی اہل عرب نے انگور کو "کرم" کا نام دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو ناپسندیدہ قرار دیا اس کے تعلق سے دو حدیثیں پیش ہیں:

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاتقولوا الكرم ولكن قولوا "الحبلة" يعني العنب۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے انہوں نے ارشاد فرمایا: انگور کو "کرم" نہ کہو بلکہ "العنب" کہو۔"

(صحیح مسلم شریف رقم الحدیث ۲۲۴۸)

"عن ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال: قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقولون "الكرم" انما الكرم قلب مومن۔ یعنی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل عرب انگور کو "کرم" کہتے ہیں حالانکہ "کرم" نام ہے "قلب مومن" کا۔" (صحیح البخاری کتاب الادب رقم الحدیث ۶۱۸۳)

اسی طرح میٹھے لوگوں سے جو "بردباری" اور "حلیم الطبعی" صادر ہوتی ہے اسے "بردباری" اور "حلیم الطبعی" کا نام نہ دیا جائے کہ یہ بہت بڑی چیز ہے...بڑا مقدس ہے...باطہارت ہے اور سب کی نظر میں پسندیدہ ہے اور میٹھے لوگوں کی "بردباری" بہت ہلکی ہوتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ یہ بردباری نہیں اس کی بیچارگی ہے...آخر کار بیچارگی کو بردباری کا نام کیوں دیا جا رہا ہے؟ اور اس بردباری کے رشتہ کو اس بردباری سے کیوں جوڑا جا رہا ہے جس کی بلندی کو نہ جانے کون کون سلام کرتا ہے اور اوج ثریا کی بلندی بھی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے...اس کے پیچھے وہ کون سا جذبہ ہے جس کی سرمستی میں ایسا کیا جا رہا ہے اگر اس پر روک نہیں لگائی گئی تو اس بات کا بھی

خطرہ ہے کہیں لوگ میٹھے بن کر اس طرح کی ''برد باری'' نہ کرنے لگیں جس طرح لوگ شراب کا نام ''کرم'' سنتے ہی شراب کی طرف پہل کرنے لگے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برائی کو روکنے کے لئے اس کے راستہ کو ہی بند فرمایا دیا، یہاں یہ راستہ کیوں نہیں بند کیا جا رہا ہے؟ اور اس کو فروغ دینے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے؟...نہ جانے کتنے بے پڑھے لکھے لوگ میٹھے بن کر ہماری جماعت کو نقصان پہونچا رہے ہیں اور یہ میٹھے لوگ اس قدر میٹھے بن جاتے ہیں کہ ہمارے علما بھی ان کے دام تذویر سے نہیں بچ پاتے ہیں...ذرا سوچئے اگر ایسے ہی میٹھے لوگوں کی برد باری کا سہارا لے کر لوگ میٹھے اور میٹھے میٹھے بننے کی روایت قائم کرتے چلے گئے تو پھر قوم و ملت کا کیا ہوگا؟ حکمت کا تقاضا ہے کہ اس سلسلہ کو روکا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظ ''میٹھا'' کا استعمال بطور صفت کس کس کے لئے ہوسکتا ہے؟ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے...اسی فرہنگ آصفیہ میں ہے:

''میٹھا انار...میٹھا سال...میٹھا بولنا...میٹھا پانی...
میٹھا پوئیا...میٹھا تیل...میٹھا تیلیا...میٹھا ٹھگ...
میٹھا درد...میٹھا گھیا...میٹھا منھ ...وغیرہ''

ان میں سے صرف ایک ''ٹھگ'' ہی ایسا ہے جس کے لئے لفظ ''میٹھا'' کو صفت کے طور پر لایا گیا ہے یعنی ''میٹھا ٹھگ'' اور اس کا مطلب ہوتا ہے...جھوٹا دوست، بے ایمان یار، میٹھی میٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا، دغا باز، بد دیانت...ٹھگ کے علاوہ کسی کے لئے ''میٹھا'' بطور صفت نہیں لایا گیا...میرے پاس اردو لغت کی جس قدر کتابیں ہیں میں نے انہیں خوب چھان پھٹک کر دیکھ لیا ہے...کِسی بھی اردو لغت میں...میٹھا زید...میٹھا بکر...،میٹھا پیر...میٹھا عالم...،میٹھا مقرر...میٹھا شیخ...میٹھا ولی...میٹھا مبلغ...لکھا ہوا نہیں ہے اور نہ میں نے کہیں لکھا ہوا دیکھا ہے...ہوسکتا ہے میری معلومات ناقص ہوں...اگر کسی کے پاس اس کی کوئی جانکاری ہے تو برائے کرم مجھے ارسال فرمائیں آپ کا بڑا احسان ہوگا۔

جس طرح لفظ ''میٹھا'' کا استعمال تنہا کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا...اسی طرح اس کا استعمال مکرر طور پر بھی کیا جاتا ہے...فرہنگ آصفیہ میں اس کا استعمال بایں طور دکھایا گیا ہے...ملاحظہ کیجئے:

''الف...میٹھا میٹھا: صفت ـ کم کم، خفیف خفیف، ہلکا ہلکا ـ خفیف سا، ہلکا سا

ب...میٹھا میٹھا درد ـ اسم مذکر درد خفیف، کم کم درد'' ؎

درد ہوتا ہے ہر اک زخم میں میٹھا میٹھا
لیکے قاتل کہیں جلدی سے نمکداں پہنچے

اردو میں ایک کہاوت بھی ہے ''میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو'' اچھی چیز سے محبت کر بری چیز سے نفرت...طبیعت کو جو پسند آجائے اسے لے لو اور جو ناپسند ہوا سے چھوڑ دو...فرہنگ آصفیہ سے ماخوذ لفظ ''میٹھا اور میٹھا میٹھا'' کے معانی اور اس کے مواقع استعمال کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ:

**الف**...لفظ ''میٹھا'' دراصل مشروبات و مطعومات میں پائے جانے والی ''حلاوت، شیرینیت اور مٹھاس'' کی تعبیر کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

ب...میوہ جات اور فواکہ میں جو مٹھاس پائی جاتی ہے اس کی تعبیر بھی لفظ ''میٹھا'' سے کی جاتی ہے یہ تعبیر بھی حقیقی ہے کیونکہ ان میوہ جات کا تعلق بھی مطعومات سے ہی ہے۔

ج...شعر و شاعری...نثر نگاری اور اس کی دوسری صنفوں میں پائے جانے والے اسلوب...ترتیب طبعی اور لفظی تراکیب اور اس میں پائی جانے والی شگفتگی کو بھی لفظ ''میٹھا'' سے تعبیر کرنے کی روایت ادب کی دنیا میں نہیں ملتی ہے...ہاں اگر کوئی اسے لفظ ''میٹھا'' سے تعبیر کرے تو وضع کے خلاف نہ ہوگا...اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی مطعومات اور مشروبات سے کسی نہ کسی حد تک جڑا ہوا ہے کہ زبان سے اس کا بھی تعلق ہے اور مشروبات و مطعومات کا بھی اسی زبان سے تعلق ہے...یہ اور بات ہے کہ دونوں قسم کے تعلق میں بنیادی فرق ہے...ایک کا تعلق حقیقی ہے اور دوسرے کا مجازی ہے...اسی تعلق و نسبت کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے

زبان کو ''میٹھی زبان'' اور کلام کو ''میٹھا کلام'' اور اسلوب کو ''شیریں اسلوب'' کہا جاتا ہے...شیریں مقالی بھی اسی وضع اور نہج سے تعلق رکھتی ہے۔

د...قلب جس کو دل کہا جاتا ہے جب کوئی بات دل سے نکلتی ہے اس میں اثر بھی پایا جاتا ہے اور تاثیر کی قوت بھی جیسا کہ اقبال نے کہا ہے۔'' ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

کلام وشاعری کے اثر وتاثیر کا محل یہی دل ہے...اور دل بذات خود مٹھاس والا ہوتا ہے...اور اس کی اسی مٹھاس کا اعتبار کرتے ہوئے دل کو میٹھا کہا جاتا ہے مگر صفت کے طور پر نہیں بلکہ خبر کے طور پر جیسے کوئی کہے ''القلب حلو'' یعنی دل میٹھاس والا ہے تو اس جملہ میں جو نسبت پائی جاتی ہے وہ نسبت مجازی ہے اگر چہ یہ تعبیر بطور استعارہ ہی کیوں نہ ہو؟...اس لئے...زباں کو...کلام کو...شعر و شاعری کو...اور بات کو میٹھے سے تعبیر کرنا لغت اور بول چال میں جائز و درست ہے۔

ش...مگر افراد ورجال میں سے کسی کو ''میٹھا'' یا ''میٹھا میٹھا'' کہنے کی روایت نہ لغت میں ملتی ہے اور نہ ہی ادبی زبان میں اور نہ ہی عام بول چال میں...ہاں اگر کسی کو میٹھا کہا جاتا ہے تو وہ صرف اور صرف ''ٹھگ'' ہے اس کے علاوہ کسی کو میٹھا نہیں کہا جاتا ہے...مداری لوگ کتنے میٹھے ہوتے ہیں؟ اور وہ میٹھا بن کر کس قدر لوگوں کو لوٹتے ہیں؟ یہ بھی سب کو معلوم ہے اور دوسرا ٹھگ وہ ہوتا ہے جو ایمان کو بھی لوٹ لے جاتے ہیں بڑی پیاری بات کہی ہے سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ؎

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

ان اشعار سے جس کسی کا تصور ابھر کر آتا ہے وہ ٹھگ بھی ہے اور میٹھا بھی ہے بلکہ اسے مکرر طور پر کہئے کہ وہ میٹھا میٹھا ہے...وہ میٹھا جو ایسے خطرناک ٹھگ کی صفت بن کر آتا ہے ذرا سوچئے کیا اس کا تقدس برقرار رہے گا؟ یا نو دو گیارہ ہو جائے گا...میٹھا چاہے کسی قدر میٹھا ہو اس کا تقدس تو گیا تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے ایسے مخدوش لفظ کو کسی عظیم شخصیت کے لئے صفت کو طور پر لائیں۔

ص...لغت میں ''میٹھا'' کے معانی میں اگرچہ ''حلیم الطبع اور بردبار'' لکھا ہوا ہے مگر یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو معنی لکھا ہوا ہے وہ رواج بھی پکڑ لے۔

ع...فرض کر لیا جائے کہ لفظ ''میٹھا'' اگر ''حلیم الطبع اور بردبار'' کی تعبیر بھی کردے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ''میٹھا'' ایک ایسا لفظ ہے جو نہ جانے کتنے ہی غیر مہذب معانی کی تعبیر کر کے یہاں تک آن پہنچا ہے تو کیا بڑے بڑے اور عظیم افراد کی ''حلیم الطبعی اور بردباری'' کی تعبیر کے لئے صرف یہی لفظ ''میٹھا'' رہ گیا ہے اور اس کے لئے اور کوئی دوسرا لفظ ہی نہیں ہے۔

اس تحقیق وتلاش کے بعد میرا اپنا موقف یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کے لئے لفظ ''میٹھا'' کا استعمال نہ کیا جائے اور نہ ہی لفظ ''میٹھا میٹھا'' کا...بلکہ کسی بھی عظیم شخصیت کے لئے اس لفظ کا استعمال نہ کیا جائے، کیا سماج اس بات کی اجازت دیتا ہے کوئی بیٹا اپنے باپ کو ''میٹھا باپ'' اپنی ماں کو ''میٹھی ماں'' کہے؟ نہیں ہرگز نہیں پھر وہ دل کیسا دل ہے جو اپنے نبی کو ''میٹھا نبی'' کہتا ہے۔

وجہ دوم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف نثری ادب میں کی جائے یا شعری ادب میں اس میں ایسے لفظوں، جملوں اور ترکیبات کا استعمال کیا جائے جس کے حرف حرف سے پاکیزگی کا ترشح ہوتا رہے ایسے کسی بھی لفظ کا استعمال ناروا ہوگا جس میں تقدس وطہارت کی آب وہوا نہ پائی جائے...اردو ہم جانتے نہیں اور نہ ہی اردو پڑھتے ہیں تو پھر لفظوں کے تقدس کا ہمیں پتہ کہاں سے ملے گا؟ اس لئے ضروری ہے کہ قرآنی اصول پر عمل کیا جائے اور بڑوں کی رائے لی جائے یا پھر

بقیہ ص ۵۹ / پر

نقد ونظر

از: مولانا انیس عالم سیوانی *

# تبلیغی جماعت اور فرقہ پرستوں کی زہر افشانیاں

تبصرہ و تنقید

**ہمارے** دیش میں ویسے ہی مصیبتوں کی کیا کمی تھی، مہنگائی، بے روزگاری، فرقہ پرستی نے اس دیش کی اقتصادی پوزیشن اور آپسی بھائی چارہ کو کہاں پہنچا دیا ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں، آج ہندوستان میں سب سے بڑا مسئلہ یہ بن گیا ہے کہ آپ کس مذہب کے پیرو ہیں، غریب کمزور اور بے روزگار نوجوانوں کے مسائل سے جان بچانے کی اس سے بہتر تدبیر نہیں ہوسکتی، جب سے مرکز اور کئی ریاستوں میں بی جے پی کی سرکاریں بنی ہیں، تب سے ملک کا ہر ادارہ، میڈیا اور قانون و انتظام کے مناصب پر بیٹھنے والا ہر فرد مودی بھکتی میں اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ مودی دیش کے وزیر اعظم نہیں بلکہ ان کے بھگوان ہوں، اگر مودی وزیر اعظم نہ ہوتے، امیت شاہ وزیر داخلہ نہ ہوتے تو، نہ ہوا چلتی، نہ زمین سے پانی نکلتا، نہ ہم ٹرینوں، ہوائی جہازوں سے سفر کرتے، نہ ہمارے ملک میں فوج ہوتی، نہ کوئی کارخانہ اور تعلیمی ادارہ ہوتا، حکومت کی وفادار میڈیا یہی ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہے کہ مودی نہیں تو کچھ نہیں۔

مودی جی ایسے خوش قسمت وزیر اعظم ہیں کہ ان کو اتنی سمجھ دار اور وفادار میڈیا اور عوام ملی ہے، مارچ کی ۲۷/۲۸/ تاریخ کے بعد سے تبلیغی جماعت چرچے میں ہے، تبلیغی جماعت اور کرونا کا تذکرہ ہو رہا ہے، مارچ کی ۱۳/ ۱۴/ تاریخوں میں دلّی میں تبلیغی جماعت کا اجتماع تھا، جس میں خبروں کے مطابق ۲/ ۳/ ہزار جماعتی شریک ہوئے، ان میں سو سے زیادہ انڈونیشیا، ملیشیا، سعودی عرب، نیپال، برما، سری لنکا اور تھائی لینڈ وغیرہ سے آئے تھے، اس کے علاوہ ملک کے مختلف گوشوں سے باقی جماعتی شریک ہوئے۔

میڈیا میں یہ بات بھی چرچا میں رہی کہ تبلیغی جماعت کیا ہے، سوشل میڈیا کے ذریعہ جو باتیں آرہی ہیں اس میں اکثر لیپا پوتی اور جانب داری سے بھری ہوئی ہیں، جہاں ایک طرف جماعتی طرفدار ہیں وہ اپنی نیک نیتی، خلوص اور بے گناہی کی دلیلیں پیش کررہے ہیں، وہیں فرقہ پرست میڈیا اور آر ایس ایس مائنڈ لوگ اس کو تمام مسلمانوں کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، جیسے کہ بیٹھے بٹھائے داغ بدنامی و بے انتظامی کو دھلنے کا بی جے پی کو ایک سنہری موقع تبلیغی جماعت نے دے دیا۔

سب سے پہلے میں یہ بتا دوں کہ یہ تبلیغی جماعت کیا ہے؟ ہندوستان میں انیسویں صدی عیسوی تک عام طور پر مسلمان سنی حنفی یعنی بزرگوں کے ماننے والے تھے، خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء (جن کے نام پر نظام الدین بستی ہے) مخدوم علاء الحق پنڈوی، مخدوم شاہ مینا، مخدوم صابر کلیری، مخدوم بہار، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی جیسے اہل اللہ اور بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے، اللہ والوں کو دنیا کا کوئی مسلمان نہ خدا مانتا تھا نہ خدا کی طرح بلکہ ان بزرگوں کو اللہ کا نیک اور برگزیدہ بندہ اور اپنا محسن مانتا تھا اور آج بھی ایسا ہی ہے، متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت اسی نظریہ کی حامل تھی اور آج بھی یہی معاملہ ہے، انہیں کو آج کے معاشرہ میں اہل سنت و جماعت یا صوفی یا بریلوی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ جو بہت محدود اور قلیل التعداد تھا وہ شیعوں کا تھا، شیعہ ایران جیسے دیشوں سے بعض مغل حکمرانوں کے ساتھ یا کسی اور ذریعہ سے آئے، ہندوستان میں شیعہ متمول اور صاحب حیثیت اور بااثر رہے، اس کی وجہ حکومتوں اور نوابین کی سرپرستی رہی، دوسری اہم وجہ ان کا تعداد میں کم ہونا، تھوڑے لوگوں کی حالت

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

سدھارنا آسان ہے اکثریت کے مقابلہ میں۔

بہر حال انیسویں صدی تک متحدہ ہندوستان میں سنی اور شیعہ تھے، ہندوستان میں سنیوں کے مراکز اجمیر شریف، ناگور شریف، مہرولی شریف، دلّی شریف، بدایوں شریف، کچھوچھہ شریف، کالپی شریف، بلگرام شریف، مارہرہ شریف، پنڈوہ شریف بنگال، بہار شریف (صوبہ بہار) اورنگ آباد (مہاراشٹر) بہرائچ شریف، بانسہ شریف، مسولی شریف وغیرہ تھے ہندوستان کا سنی مسلمان ان خانقاہوں سے وابستہ تھا۔

دلّی کا مشہور علمی گھرانہ جسے ولی اللٰہی گھرانہ کہا جاتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے صاحبزدگان بالخصوص حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان حضرات کی خدمت دینی اور علم وفضل کا ڈنکا چاردانگ عالم میں بج رہا تھا، معلوم نہیں اس مشہور ومعروف مذہبی گھرانہ تک ابلیس لعین کی کب پہنچ ہوگئی، کس منحوس بدباطن کی نظر بد پڑی کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالغنی کے گھر ایک بدنصیب کا جنم ہوا، کسی کو کیا خبر تھی کہ منحوس نومولود آگے چل کر تفرقہ بین المسلمین کی پہلی کڑی ثابت ہوگا، پڑھ لکھ کر بڑا ہوا، عالم بنا لیکن اس کا علم، علم نبوی نہیں تھا، بوجہلی و بولہبی تھا، یہ بدنصیب دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بنانے کی مشین ثابت ہوا، ہندو پاک و بنگلہ دیش میں جتنے نوزائد فرقے نظر آرہے ہیں وہ اسی مکروہ کے ناپاک بطن کی پیداوار ہیں، آج کوئی وہابی، کوئی اہل حدیث سلفی، کوئی دیوبندی، کوئی قادیانی، کوئی شمع نیازی، کوئی اہل قرآن چکڑالوی، کوئی مودودی، کوئی نیچری تو کوئی صلح کلی یہ سارے وائرس اسی بدبخت کی بد کلامی، بدطینتی، گستاخی، خبط دماغی اور شرارتوں کا نتیجہ ہیں۔

شاہ عبدالغنی کے ناخلف بیٹے اسمٰعیل دہلوی (۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) اور اس کے ان پڑھ غبی پیر سید احمد رائے بریلوی ۱۲۰۱ھ متوفی ۱۸۳۱ء نے ابن عبدالوہاب نجدی کے اس فتنے کو ہندوستان میں پھیلایا جسے نجدی نے انگریزوں کی سازش سے ۱۱۴۳ھ میں درعیہ سے شروع کیا تھا، جس کا مقصد تھا، اللہ کے انبیا اولیاء کی توہین اور خدا کے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والوں کو مشرک اور بدعتی بتانا، ان خبثائے ثلثہ کے ذریعہ جو جماعت وجود میں آئی اس کا نام وہابی ہے۔

ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ فرماتے تھے، وہابیوں کی دو قسمیں ہیں ایک اسمٰعیلیہ اور دوسرا اسحاقیہ، اسمٰعیلیہ جب فیل ہوگیا تو وہابیوں نے اسحاقیہ کے ذریعہ مسلمانوں کو وہابی بنانے کا کام شروع کیا، اس زمانے میں وہابی بمعنی شیطان تھا اور لوگ ان سے دور بھاگتے تھے (برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب) آج بھی سمجھدار آدمی اپنے کو وہابی نہیں کہلواتا اور نہ وہابی کہا جانا پسند کرتا ہے۔

وہابی فرقہ جس کے بنیادی عقائد درجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے بولتا نہیں۔ (رسالہ یک روزی، فتاویٰ رشیدیہ، الجہد المقل)

(۲) اللہ کو مانے اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان)

(۳) پیغمبر کی تعظیم بڑے بھائی کی طرح بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویۃ الایمان)

(۴) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۵) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

(۶) نبی اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں باقی رہا عمل کا معاملہ تو بسا اوقات امتی نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ (تحذیر الناس)

(۷) حضور کا علم بچوں پاگلوں اور جانوروں کی طرح ہے۔ (حفظ الایمان)

(۸) کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس)

(۹) شیطان اور ملک الموت کو آسمان وزمین کا علم نص سے ثابت ہے۔ (براہین قاطعہ)

(۱۰) فخر دو عالم کے لئے آسمان وزمین کا علم ماننا شرک ہے۔ (براہین قاطعہ)

(۱۱) انگلی میں نجاست لگ جائے تو چاٹ لینے سے پاک ہو جاتی ہے مگر چاٹنا منع ہے۔ (بہشتی زیور)

نقد ونظر

(۱۲) بینک میں پیسہ ڈالتے ہی حرام ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اس قسم کی بہت سی خرافات آپ کو تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ اور الجہد المقل جیسی کتابوں میں ملیں گی، ان جیسی بے ہودہ باتوں کے سبب حرمین شریفین کے علما نے ان کے لکھنے والوں اور جانکاری کے باوجود ان کو مسلمان ماننے والوں کو کافر و مرتد اور بعضوں نے واجب القتل لکھا۔

وہابی جس کو آج کل اہل حدیث یا سلفی کے نام سے پرچار کیا جا رہا ہے، جب مقبول نہ ہوا تو پرانے شکاری نیا جال لائے، دیوبند کے علمانے گستاخی رسول کا بیڑا اٹھایا، چولا بدلا کہ ہم لوگ بھی حنفی ہیں، پیری مریدی بھی کرتے ہیں، یعنی بالکل سنیوں کی طرح تمام کام کرتے کہ کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ یہ نجد کے بھیڑیے ہیں، پھر بھی اہل حق کی نظروں سے ان کی عیاری زیادہ دنوں تک چھپی نہ رہ سکی، انہوں نے دیکھا کہ ہزار مکاری اور فریب کاری کے باوجود لوگ ان کو وہابی یا دیوبندی کہہ کے دور بھاگ رہے ہیں تو پھر نئے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے، اب نماز اور مسجد کا سہارا لیا گیا، دیوبندی جماعت کا ایک مولوی جس کا نام محمد الیاس کاندھلوی تھا اس نے میوات ہریانہ کے بے بہروں کو نماز کا سنہری خواب دکھایا اور ۱۹۲۷ء میں ایک جماعت قائم کیا، جس کا نام تبلیغی جماعت رکھا، اس مولوی نے خود لکھا کہ ہماری جماعت کا طریقہ ہمارا ہوگا اور تعلیم مولانا اشرف علی تھانوی کی یعنی وہ تعلیم جو حفظ الایمان جیسی گندی اور غلیظ کتابوں میں ہے۔

دوسری جگہ اس نے خود اظہار کیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری دعوت دعوت صلوٰۃ (نماز) ہے نہیں ہم ایک نئی قوم پیدا کرنا چاہتے ہیں، بالکل ویسا ہی ہوا ان بدبختوں نے ایسی قوم پیدا کی جو صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے زہر ہلاہل اور مصیبت بن گئی، تبلیغی جماعت میں عام طور پر دیوبندی مولوی نہیں جاتے وہ پس پردہ حمایت کرتے ہیں، تبلیغی جماعت والے عام طور پر بالکل جاہل، ان پڑھ، گنوار لوگوں کو یا پھر اسکول کالج میں پڑھنے والے لڑکوں کو یرغمال بناتے ہیں یا دنیاوی اعتبار سے کسی بھی شعبہ کے نامی گرامی لوگوں کو پکڑتے ہیں، بڑے بڑے غنڈے موالی، نیتا، کرمنل، اداکار یا کرکٹروں کو ہائی جیک کرتے ہیں، ظاہر ہے کسی نہ کسی اعتبار سے عوام پہ بہ لحاظ دنیا کچھ نہ کچھ ان کا اثر ہوتا ہے، ان میں بہت سے ایسے لوگ وہابیت کے فروغ کے لیے اپنے منصب اور حیثیت کا استعمال کرتے ہیں، ہر طبقے کا آدمی ان کے ساتھ اس لیے بھی وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ جو جیسا ہے اسی کے حساب سے اس کو اپنا دین بتاتے ہیں، اگر کوئی ہولی دیوالی میں حصہ لیتا ہے تو ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی عورت فلموں میں ناچتی گاتی ہے تو انہیں فرق نہیں پڑتا، کوئی لوگوں کو لوٹتا ہے، کڈنیپنگ کا کرتا ہے تب بھی انہیں فرق نہیں پڑتا۔

ان کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کچھ بھی کرتے ہوں، جائز ناجائز، حلال حرام کی کوئی بات نہیں، آپ ہمارے ساتھ چلّہ چلّی میں چلیں پھر ڈھیرے ڈھیرے اس کو ناکارہ بنا دیتے ہیں، نماز، جنت اور حور و غلماں کی بات کرتے کرتے اس کے دلوں میں گستاخی کا زہر گھول دیتے ہیں، اب جب وہ لوٹتا ہے تو کہنے لگتا ہے، بس اللہ ہی صاحب سے سارا معاملہ رکھیے، ہم میں آپ میں اور معین الدین چشتی، عبد القادر جیلانی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں، انہوں نے جماعت کا کام کیا، دین کے لیے نکلے تو اللہ نے ان کو یہ مقام دیا، باقی ان کی کوئی حیثیت نہیں، اللہ صاحب چاہیں تم سب کو شیطان کی طرح بنا دیں اور چاہیں تو تمام چوروں بنوروں کو جبرئیل کی طرح بنا دیں۔

معاذ اللہ! یہ ان کے گھناونے عقائد کے مفہوم ہیں جو ان نجس لوگوں کی کتابوں میں ان کے مولویوں نے لکھ رکھا ہے، تبلیغی جماعت والے اپنی شکل سے پہچان لیے جاتے ہیں، عام طور پر ان کی پیشانیوں پہ گھٹے یعنی کالے دھبے ہوتے ہیں جو در حقیقت کفر کی مہر ہے، اللہ چاہے جتنی اچھی شکل دے کر پیدا کرے لیکن یہ اپنی شکل خود بدل لیتے ہیں، نہایت بھدے چہرے سے نحوست کے آثار نمایاں، لمبی لمبی پائنٹوں، پائجاموں کو اٹھا کر آدھی پنڈلی اور بعضے اس سے بھی زائد کھول دیتے ہیں، آستین چڑھائے، گلے

کے بٹن کھولے، بے ہنگم داڑھی کہ دیکھ کر وحشت اور کراہت محسوس ہو، ریاح خارج کرنے کی جگہ تسبیح لٹکائے، در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے کوئی نظر آئے تو سمجھ لینا کہ تبلیغی وہابی ہے، اسلام اورانسانیت کی تاریخ میں اس سے بدترین کوئی طبقہ پیدا نہ ہوا، یہ منحوس جماعت اپنی خوابگاہوں کو چھوڑ کر اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں سونے، کھانے، کھانا بنانے کی تبلیغ کرتی ہے۔کلمہ، نماز اور دین کے نام پر لوگوں کو یرغمال بناتی ہے، پھر نجدی عقائد اور شیطانی وساوس وخیالات اُن کے دلوں میں نماز و دین کے حیلے سے داخل کرتی ہے، دنیائے انسانیت کی تاریخ میں یہ وہ واحد بدترین جماعت ہے جو خدا کے محبوب پیغمبروں اور پیغمبر کے چہیتوں کی توہین کرنے کو توحید اور خدا و رسول کے باغیوں کو عزت دینے کو اسلام کہتی ہے، دنیا کی ہر قوم اپنے مذہبی لوگوں کی تعظیم کرتی ہے۔

آپ غور کریں کوئی عیسائی حضرت عیسیٰ کو یا کوئی یہودی حضرت موسیٰ وحضرت سلیمان کو یا کوئی بدھسٹ گوتم بدھ کو یا کوئی ہندو رام، کرشن، کنہیا، ہنومان کو نہ اپنے جیسا کہتا ہے نہ ان کی تحقیر کرتا ہے بلکہ ان کے بارے میں بلاوجہ کی بھی تعریف کرتا ہے، ہر زمانے کا مسلمان بالخصوص حضور کے صحابہ جن کے جنتی اور عادل ہونے کا اعلان اللہ نے دنیا ہی میں اپنے نبی کی زبان سے کرادیا، وہ صحابہ تو حضور کے اک اک اشارے پر اپنی جان، مال، اولادیں قربان کردیں، شاید کوئی مسلمان نبیوں، صحابہ یا اولیاء اللہ کی توہین برداشت کرے، لیکن وہابی جس کا ایک شعبہ تبلیغی جماعت ہے یہ تبلیغ اس لیے کرتے ہیں تاکہ مسلمان نبی اور نبی کی آل پاک کی توہین کرے، ان کا مدرسہ، ان کی مسجد، ان کے دیگر تنظیمی، رفاہی ادارے بس اس مقصد کے لیے قائم کیے جاتے ہیں تاکہ عام مسلمانوں کو بے ادب، گستاخ وہابی بنا سکیں۔

وہابیت کی کئی شاخیں ہیں کوئی دیوبندی، کوئی قادیانی، کوئی نیچری، کوئی چکڑالوی کوئی مودودی کوئی احراری کوئی بہائی نام الگ الگ ہیں بظاہر پلیٹ فارم بھی الگ الگ لیکن یہ سب اہلسنت کے مقابلے میں متحد ہیں، تبلیغی جماعتی کسی ہندو، عیسائی یا شیعہ یا وہابی غیر مقلد یا مودودی کو نہیں پکڑتے بس ان کا ٹارگیٹ سنی بریلوی ہوتا ہے، اس لیے کہ انہیں معلوم ہے کہ ایمان کہاں ہے، چونکہ یہ ایمان کے لٹیرے ہیں، اس لیے جہاں ایمان ہوتا ہے وہیں پر یہ جال ڈالتے ہیں، اہل سنت کے خلاف الگ الگ طریقوں پر زہر افشانی کرنے کے لیے اور سنیت سے نکال کر وہابیت کے گٹر میں پہنچانے کے لیے ڈاکٹر ذاکر نائک، ڈاکٹر اسرار، مولوی طارق جمیل، توصیف الرحمن، خالد رشید فرنگی محلی، مرزا محمد علی (راہ ہدایت جو در حقیقت راہ نجاست) جیسے نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو نت نئے حربے استعمال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وہابیت کے ناپاک فتنے سے محفوظ فرمائے، آمین۔

دلی میں جو کچھ ہوا، میڈیا نے کس قدر تبلیغیوں کو ذلیل کیا، لیکن ان پر کوئی اثر نہیں، یہ ذلت کرونا کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ خدا کے محبوب کی توہین کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے سبب ہوئی، لیکن انہوں نے جس بے حیائی سے مقابلہ کیا، کئی بار شیطان ان کے منہ پر تھوک کر چلا گیا، میڈیا نے نہ جانے کیا کیا کہا لیکن یہ مثل الٹے گھڑے کے منہ کے بل پڑے رہے، الحمدللہ ان کی پیدائش کے روز اول سے مسلمانوں نے ان سے دوری رکھی، ہماری مسجدوں کے باہر ہی عام طور پر لکھا ملے گا کہ تبلیغی جماعت کا داخلہ ممنوع بلکہ اگر کسی مسجد میں داخل ہوگئے تو لوگ پہلے ان کی دھلائی پھر ان سے مسجد کی دھلائی کراتے لیکن افسوس ہوا کہ جب اللہ اور فرشتوں کی لعنت ان تبلیغیوں پر نازل ہوئی تو بہت سے نام نہاد سنی جو در حقیقت وہابیوں کے فضلہ خور اور اخباروں میں فوٹو چھپوانے کے شوقین ہیں انہوں نے ان کی حمایت میں اخباروں میں بیان دیئے، ممبئی کے کچھ اوباش مولوی نما اور کچھ شہرت کے طلبگار جاہل لوگ اور دہلی کے ایک گھڑیال نے بھی دل سے آنسو بہائے، اللہ ان کے ساتھ وہی کرے جو تبلیغیوں کے ساتھ کیا، خدا وہابیت کے جراثیم اور صلح کلیت کے وائرس سے محفوظ رکھے، آمین۔

◆◆◆

نقد و نظر

پندرھویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشدو ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگروہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲/ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰/ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی پندرھویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

ملفوظات

**۱۸/ جولائی ۲۰۱۰ء، دبئی، متحدہ عرب**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**عرض...۱:** دارالحرب میں زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

**ارشاد...:** دارالحرب کا اصل حکم تو یہ ہے کہ دارالحرب میں سکونت اور اقامت مسلمان کو جائز نہیں ہے اور وہاں سے ہجرت دارالاسلام کے لئے مسلمان پر لازم ہے لیکن اختلاف زمانہ سے بہت سارے احکام موقوف ہوجاتے ہیں اور ان اصل احکام کی جگہ پر دوسرے احکام جگہ لیتے ہیں اور اس طور پر زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ احکام بدلتے رہتے ہیں زکاۃ اور نماز یہ حکم الٰہی ہے اور یہ کسی مکان اور زمان کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسے دارالاسلام میں نماز فرض ہے اور زکاۃ فرض ہے ایسے ہی دارالحرب میں بھی کوئی مسلمان صاحب نصاب ہو تو اس پر بھی زکاۃ کے احکام پوری شرائط کے ساتھ لاگو ہوں گے جن شرائط کے ساتھ دارالاسلام میں اس پر زکاۃ کے احکام لاگو ہوتے ہیں یہاں سے حکم مسئلہ ظاہر ہو گیا کہ جب دارالحرب میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں تو اب کوئی وجہ نہیں ہے کہ زکاۃ وہاں پر فرض نہ ہو، زکاۃ بھی فرض ہے روزہ بھی فرض ہے اور نماز بھی فرض ہے۔

**عرض...۲:** اگر کسی کی زیورات کی دکان ہے، کیا ایک سال کے بعد اسے زیورات پر زکاۃ دینا ہوگی؟ اور اگر وہ شخص مقروض ہو تو کیا حکم ہے؟

**ارشاد...:** اس کے پاس جو جیولری ہے سونا اور چاندی اگر وہ بقدر نصاب ہے یا متعدد چند نصاب سونے اور چاندی کے بن جاتے ہیں تو جب سے وہ ان نصابوں کا مالک ہوا ان پر ایک سال گزر جانے کے بعد ان تمام نصابوں کی زکاۃ اس پر دینا فرض ہے بشرطیکہ یہ سارے نصاب اس کی حاجت اصلیہ سے، رہنے کا مکان اور زندگی کے لئے اس کے لئے اور اس کے عیال کے لئے جو اسباب متاع اور جو خرچہ ضروری ہے اس کو نکالنے کے بعد اور دوسری شرط یہ کہ وہ نصاب قرضے میں گھرا ہوا نہ ہو اگر حاجت اصلیہ اور دَین کے بعد بقدر نصاب فاضل بچتا ہے تو اس پر زکاۃ ہے اور اگر پورا کا پورا مال قرضے میں گھرا ہوا ہے تو زکاۃ نہیں۔

**عرض...۳:** ہماری مسجد میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر پہلی صف میں خطیب صاحب کے سامنے دی جاتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر ایک مفتی صاحب نے یہ بتایا کہ خطیب کے سامنے 2x4 فٹ جگہ مسجد سے باہر ہے اور اذانِ ثانی یہاں دی جاسکتی ہے، ان کا یہ بیان درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو وہ شخص جس نے خطیب کے سامنے 2x4 فٹ حصے میں نماز پڑھی کیا وہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پائے گا؟ وضاحت فرمادیں۔(انگریزی سوال)

**ارشاد...:** میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کون سی وجہ ہے جس کی بنا پر ان مفتی صاحب نے اس مخصوص حصہ کو مسجد سے باہر قرار دیا، اس کو واضح کرنا چاہئے تبھی میں اس پر کوئی تبصرہ کرسکتا ہوں البتہ اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اذان مسجد کے اندر دی جائے اذان وہاں دی جائے جو جگہ اسلامی اصطلاح میں ”فنائے مسجد“ کہلاتی ہے جو کہ مسجد کے داخلی راستہ، وضوخانہ وغیرہ کے لئے مخصوص ہو۔ اذان صرف اس مخصوص حصہ میں خطیب کے سامنے دی جانی چاہئے البتہ اگر کسی نے اُس مخصوص مذکورہ حصہ (2x4 فٹ) میں نماز پڑھی تو اس کو ثواب ملے گا۔

**عرض...۴:** شیعوں کی مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ وقت بہت کم ہو؟

**ارشاد...:** یہ مسئلہ غالباً مجھ سے پہلے بھی پوچھا گیا، شیعوں کی مسجد اگر انہوں نے بنائی ہے انہیں کی مسجد ہے تو اس میں بے ضرورت اور بے حاجت شرعیہ جانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ تہمت کا سبب ہے اور شیعوں کے اور بدمذہبوں کے مراکز اور ان کے سینٹر جائے لعنت ہیں وہاں پر مسلمانوں کو بے ضرورت جانے کی اجازت نہیں ہے اگر وقت تنگ ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے تو وہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔

**عرض...۵:** نعرۂ تحقیق، حق چار یار لگانا کیسا؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ایسا کہنا اہل بیت سے بغض کی نشانی ہے کیوں کہ اس سے مراد خلافت ہے تو خلافت ۳۰/ سال تھی جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے وہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر پوری نہیں ہوتی اس لئے حق پانچ یار کہنا چاہئے اور اگر اس سے مراد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں تو حق سب یار کہنا چاہئے، کیا ان صاحب کا یہ اعتراض کچھ معنی رکھتا ہے یا بے جا ہے؟

**ارشاد...:** یہ نعرہ لگانا جائز اور مستحسن ہے اور اہل سنت وجماعت کا شعار ہے اور اُس کے جو معنیٰ اُنھوں نے پہنائے وہ نہ کسی سُنّی کی مراد ہیں اور چار خلفا ماننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ کی خلافت جو ان کو تفویض ہوئی تھی اور پھر انہوں نے وہ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ کو تفویض کردی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تبارک وتعالی عنہ کی شان میں کوئی توہین ہے یا ان سے بغض اہل بیت، یہ معنیٰ ان کی بدظنی اور بدگمانی ہے اور یہ کہنا کہ اگر مراد صحابہ رضوان اللہ تبارک وتعالیٰ علیہم اجمعین ہیں تو حق سب یار، یہاں پر مراد وہ چار ہیں جو دین کے ستون ہیں اور یہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> ”میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر اس کی بنا ہیں اور عمر اس کی دیواریں ہیں اور عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔“

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان چاروں کی تخصیص کسی

وجہ سے کی اسی وجہ سے مستنبط ہم کو یہ ہوا کہ تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین برحق ہیں اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے سر کا تاج ہیں اور ان کی محبت کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہمیں اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بغض ہے بلکہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم دونوں متلازم ہیں دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتی، شیعہ تعظیم اہل بیت کا نام لیتا ہے اور صحابہ سے بغض رکھتا ہے اور خارجی اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اور وہ سب سے گیا، شیعہ تعظیم اہل بیت کا نام لے کر صحابہ سے گئے اور اہل بیت سے بھی گئے اور خوارج اور دوسرے لوگ وہ سب سے گئے اور ۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم)

یہ حق والوں کا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور تمام مسلمانوں کا سچا مذہب ہے تو یہ معنیٰ جو اُن صاحب نے پہنائے یہ صحیح نہیں ہیں اور اس بنا پر اس کو ناجائز کہنا یہ ان کا غلط اور باطل خیال ہے۔

**عرض...۶:** کسی بھی امام کی تقلید کرنا ہمارے اختیار میں ہے یا خاندان کے نسب سے جو ہو رہا ہے وہی اپنائے؟

**ارشاد...:** اختیار کی بات تو یہ ہے کہ ان معاملات میں جس طور پر اکثر بیشتر لوگوں کا ایمان بھی تقلیدی ہے اور کوئی شخص اس کو مکلف نہیں کیا جاتا جو ان مسلمان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوا کہ وہ استدلال کے ذریعے سے اور بحث کے ذریعے سے دلائل کو قائم کرے اور شرعی قوانین کو ثابت کرے اور عقیدوں کا اثبات کرے بلکہ ماں باپ کے ذریعے سے جو عقیدے اس نے سنے انہیں پر اس کا اعتبار ہے اگر وہ سُنّی ہیں تو اس کو بھی سُنّی شمار کیا جائے گا جب تک کہ اپنے اختیار سے کوئی ایسی بات نہ کرے جو سنیت کے خلاف ہو اسی طور پر جو ماں باپ حنفی ہیں ان کی جو اولاد ہے وہ بھی حنفی شمار کی جائے گی جب تک کہ اپنے اختیار سے کوئی ایسی بات نہ کرے کہ جس سے حنفیت کا خلاف ہو اب اختیار والی بات یہ ہے کہ اگر کسی کے اندر اتنی صلاحیت اور اتنی استعداد اور اتنی قابلیت ہے کہ وہ کسی اور مذہب کو اختیار کرسکتا ہے اور وہ اس کے عمل کے لئے ترجیح تقاضا کرتی ہے کہ وہ اس پر عمل کرے تو حنفی، شافعی ہوسکتا ہے شافعی، حنفی ہوسکتا ہے اس پر شریعت کی طرف سے کوئی (گرفت) نہیں ہے لیکن ایسے نہیں کہ یہ کھیل ہے جب چاہا حنفی بن گئے اور جب چاہا شافعی بن گئے بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کرلیا چاہے (حنفی) باپ کے گھر میں پیدا ہونے کے اعتبار سے یا کسی طور پر ان کے مذہب پر عمل کرلیا تو اب لازم ہے کہ سارے مسائل میں ان کی تقلید کرے یہ نہیں ہوسکتا کہ کبھی حنفی بن جائے اور کبھی شافعی بن جائے اور بغیر کسی دلیل کے بلکہ شرعی طور پر، اگر وہ عالم ہے اور ترجیح دے سکتا ہے تو اس کو یہ اجازت ہے اور جو ایسا نہیں ہے عام آدمی ہے تو اس کے اوپر یہی لازم ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تقلید کرے۔

**عرض...۷:** اگر کسی کے والد امام شافعی علیہ الرحمۃ کے پیروکار اور والدہ امام اعظم کی پیروکار ہوں تو بچے کو کس کی پیروی کرنی چاہیئے؟ اگر اس کا اپنے والد کے خاندان اور شافعی حضرات سے زیادہ تعلق نہ رہا ہو اور وہ اپنی زندگی امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے مسائل کو پڑھ کر اور سیکھ کر گزار رہا ہے اور وہ ان مسائل میں صرف امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہی مطمئن ہے تو کیا وہ امام اعظم کا پیروکار ہوسکتا ہے؟ اس بارے میں میرے حضرت کی کیا رائے ہے؟ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس بارے میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ حنفی مسلک کی پیروی کرے کیوں کہ وہ باآسانی حنفی ہدایات وقوانین پر عمل کر سکتا ہے اور وہ ان ہدایات کو دستیاب حنفی علما سے سمجھ سکتا ہے۔

**عرض...۸:** آج کل دیکھا جاتا ہے کہ موئے مبارک کے پاس منت کے رومال رکھے جاتے ہیں اور اس شرط کے ساتھ کہ اگر کسی کی منت پوری ہوجائے تو موئے مبارک کے پاس گیارہ رومال واپس رکھ دے اور جو رومال اٹھایا ہے اسے استعمال

نہیں کرتے بلکہ تبرک کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ اس بارے میں کچھ بتادیجئے؟

**ارشاد...:** یہ منت کوئی شرعی منت نہیں ہے اور ان رومالوں کا اس طور پر رکھنا اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ اس شرط کا ایفا اور اس کی پابندی لازم ہے۔

**عرض...۹:** کیا ولیمہ کرنا ضروری ہے؟ اگر میں نے نہیں کیا تو کیا گناہ کبیرہ ہے؟

**ارشاد...:** یہ سنت ہے اور سنت کا ترک موجب اساءت ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنے اوپر لاگو کرنا اور ان کی سنتوں کو ادا کرنا یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے اور آدمی کی ہدایت کے لئے، یہ اس کی ہدایت کا ضامن ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت پر عمل کرنے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شفاعت خاصہ کی اُمید ہے کہ ترقی درجات کے لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اس کے شفیع ہوں گے اور اس کی شفاعت فرمائیں گے اور جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت ترک کرے اس کے لئے وعید یہ آئی ہے کہ: لم ینل شفاعتی۔

یعنی ترقی درجات کے لئے جو میری شفاعت خاص ہے اگر کسی نے میری سنت چھوڑ دی تو وہ اس شفاعت سے محروم رہے گا اگرچہ گناہ کبیرہ والوں کے لئے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شفاعت ہے وہ اس کو بھی ملے گی۔

**عرض...۱۰:** کیا ہم زکاۃ کے پیسے ایک سُنّی مسلمان کو انگلش تعلیم مثلاً بی کام، بی سی ایس، ایم بی اے وغیرہ پڑھنے کے لئے دے سکتے ہیں؟

**ارشاد...:** اگر وہ مسلمان فقیر ہے یا مسکین ہے، نادار ہے اور صاحب نصاب نہیں ہے تو وہ زکاۃ کی رقم اس کو دے سکتے ہیں اس کو مالک بنادیں وہ مالک بن جائے گا زکاۃ ادا ہوجائے گی لیکن اس مقصد کے لئے دینا بہت برا ہے۔

**عرض...۱۱:** کیا بچے پر نام کا اثر پڑتا ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عمر نام رکھنے سے جلال غالب ہوجاتا ہے؟

**ارشاد...:** اچھے نام رکھنے سے اُمید ہے کہ اچھا اثر پڑے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم اچھے نام رکھنے کی ترغیب دیتے تھے اور اگر کوئی برا نام کسی بچے کا ہوتا تھا تو اس کو بدل کر اس کا اچھا نام رکھتے تھے اور یہ کہ عمر نام رکھنے سے جلال غالب ہوجاتا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کی بنا پر عمر نام نہ رکھا جائے۔ عمر نام رکھنا بہت اچھا ہے سنیت کی یہ پہچان ہے اور اُمید ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام کی برکتیں اس کو حاصل ہوں گی اور اگر جلال بھی اس کو ہوگا تو دین کے معاملے میں ایسا جلال ہوگا کہ بدمذہب اس سے گھبرائیں۔

**عرض...۱۲:** شرٹ کے اندر بنیان وغیرہ اُلٹی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟

**ارشاد...:** شرٹ پہنی اور اندر بنیان اُلٹا ہے تو اُلٹے کپڑے کو پہننا اور اُلٹے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا یہ مکروہ تنزیہی ہے یہ سوال مجھ سے پہلے بھی کیا جاچکا ہے اور بہارِ شریعت کا حوالہ دیا گیا تھا مجھے بہارِ شریعت پڑھ کر سُنائی گئی اس میں مکروہ تحریمی نہیں لکھا ہے بلکہ انہوں نے ظاہر کراہت تحریم لکھا ہے یعنی ان کے نزدیک اس پر وہ پُر یقین نہیں ہیں کہ کراہت تحریم ہے انہوں نے بحث کے طور پر اس کو کہا ہے کہ ان کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی ہونا چاہئے لیکن جو دلیل انہوں نے دی ہے اس سے مکروہِ تحریمی متعین نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ دلیل مکروہِ تنزیہی کی ہے اس لئے کہ انہوں نے فرمایا کہ خلاف معتاد ہے اور مکروہِ تحریمی کے لئے کوئی دلیل خاص حدیث سے یا قرآن سے کوئی آیت ظنی الدلالت چاہئے جس سے کراہت تحریم کا حکم ثابت ہو اور خلاف معتاد ہونا یہ کراہت تحریم کا مقتضی نہیں ہے۔

**عرض...۱۳:** ”بھر دو جھولی میری تاجدار مدینہ“ کہنا کیسا ہے؟ قرآن پاک میں ہے کہ ”اے نبی کہہ دیجئے انسانوں سے کہ تمہارے نفع اور نقصان کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔“ (سورۂ جن ۲۱)

**ارشاد...:** یہ کہنا جائز ہے، مستحسن ہے، اچھا ہے اور یہ جو سائل نے سورۂ جن کی آیت کا ترجمہ نقل کیا ہے اس سے اس کے جواز

پر اور اس کے استحسان پر کوئی زک نہیں پڑتی آدمی خود دیکھے روزمرہ کے محاوارات میں اور شب وروز کی زندگی میں سینکڑوں مرتبہ چھوٹے سے، بڑے سے اور ہم قوم سے، اعلیٰ قوم سے، نیچ سے سب سے آدمی مدد مانگتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا یہ کام کردو میرا وہ کام کردو، حاکم کے پاس جاتا ہے ظالم کی فریاد اس کے پاس لے جاتا ہے، حاکم سے مدد مانگتا ہے کہ مجھے مدد دے دو، حکیم کے پاس جاتا ہے کہ میرے پیٹ میں درد ہے مجھے دوا دے دو تو وہاں پر یہ سوال نہیں آتا ہے کہ سارا نفع وضرر کا اختیار اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے اور جہاں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وسلم کا نام آتا ہے یا اولیا کا نام آتا ہے اور وہاں پر کوئی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اس طریقے سے پکارلے ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کہہ دے یا ''یاغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہہ دے یا ''یا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہہ دے اس قسم کا خیال آتا ہے یہ محض وہابیوں کی اور بد مذہبوں کی تفریق باطل ہے جس طور سے وہاں پر مدد مانگنا جائز ہے بدرجہ اولیٰ نبی علیہ السلام سے اور ولی سے مدد مانگنا جائز ہے وہ مدد وسیلے کے طور پر ہے جیسے وہ مدد وسیلے کے طور پر ہے ویسے ہی یہ وسیلے کے طور پر ہے اور حضور علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کا ایسا وسیلہ ہیں کہ وہ اولین کا، آخرین کا، نبیوں کا، رسولوں کا ساری کائنات کا وسیلہ ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کے راستے میں کوشش کروتا کہ تم فلاح کو پہنچو۔''

(سورۃ المائدہ آیت ۳۵)

جاری.........

ص ۷۹ رکا بقیہ..................

اثر کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی صورت میں ضرور دکھائی پڑتا ہے۔

نہیں جاتی کسی صورت پریشانی نہیں جاتی
الٰہی میرے دل کی خانہ ویرانی نہیں جاتی
نہ جانے کس قدر صدمے اُٹھائے راہِ الفت میں
نہیں جاتی مگر دل کی وہ نادانی نہیں جاتی
پیے بِن ہی یہاں مستی کا یہ عالم معاذ اللہ
قریب مرگ بھی وہ چال مستانی نہیں جاتی
ہزاروں درد سہتا ہوں اسی امید میں اخترؔ
کہ ہر گز رائیگاں فریاد روحانی نہیں جاتی

فریاد روحانی بڑی چیز ہے اور اس کی معنویت کا وہی اندازہ لگا سکتا ہے جو اس راہ کا مسافر ہوا کرتا ہے جو اس راہ سے آشنا نہیں انہیں کیا معلوم کہ ''فریاد روحانی'' کیا ہے ضرورت ہے کہ اس جانا جائے اور پھر اس کو اپنی زندگی کا ایک حصہ بنالیا جائے تا کہ ہماری اور آپ کی یہ فریاد روحانی رائیگاں نہ جائے اسی ایک ترکیب سے ''حضور تاج الشریعہ'' کی روحانیت اور صوفیانہ اثرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ وہ ''قطرۂ آب ہے'' جو سمندر کا پتہ دیتا ہے اور وہ ''ابر نیساں ہے'' جو انمول موتی کا سراغ فراہم کرتا ہے اسی ایک جملہ پر کافی کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر اس وقت اس کا موقع نہیں، آئندہ پھر دیکھا جائے گا، ان شاء اللہ۔

◆◆◆

ص ۴۸ رکا بقیہ..................

سے 36 کو آپ ہی نے واصل جہنم کیا تھا، حضور کے زمانے کے بعد بھی اسلامی جنگوں میں آپ بنفس نفیس شریک رہے، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو آپ کا اور تمام اہل بیت کا وتمام صحابہ کرام کا سچا عاشق بنائے اور سب کا احترام کرنے کے توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۸۴ رکا بقیہ..................

کو عام الحزن بنا کر اس دار فانی کو خیر آباد کہتے ہوئے اپنے ابدی موتیوں والے محلات کی طرف کوچ کر گئیں اور اسلام کی یہ مجاہدہ قیامت تک کی خواتین کے اندر جذبہ شہادت وقربانی کی روح پھونک دینے والی سیرت کو چھوڑ گئیں۔

◆◆◆

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی *

# حضور تاج الشریعہ! منظر اور پس منظر

ازہریات

## پس منظر کی ایک جھلک

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ”حضور تاج الشریعہ“ کون ہیں؟ اور یہ لقب کس ذات گرامی کا ہے؟ اس لقب کے بولے جانے سے جس عظیم شخصیت کا تصور ذہن میں ابھر کر آتا ہے... کیا واقعی میں یہ لقب اس شخصیت پر صادق آتا ہے یا نہیں؟... یہ وہ سوالات ہیں جو بنیادی طور پر کسی کے ذہن وفکر میں وارد ہو سکتے ہیں اور پھر ان کے جوابات بھی دیئے جاسکتے ہیں.. تحریری طور پر بھی اور زبان طور پر بھی.. مگر اس قسم کے سوالات وجوابات کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب کسی بھی شخصیت میں کسی لقب کے تعلق سے کوئی معنوی انقلاب نمایاں ہوا کرتا ہے اور اسی ”شخصی انقلاب“ کو دیکھ کر جب کسی لقب کا انتخاب کیا جاتا ہے... گویا انقلاب کے ابتدائی دنوں میں یہ تمام تر باتیں اچھی لگتی ہیں... پھر رفتہ رفتہ ایک ایسا بھی دور آتا ہے کہ لقب کسی شخصیت کے تارو پود میں اس طرح رچ بس جاتا ہے کہ شخصیت کی پوری تعبیر ہی ”لقب“ بن جاتا ہے اور خود کردہ طور پر ”لقب“ میں کچھ ایسی تحریک پیدا ہوجاتی ہے جو ذہنی تبادر کا باعث ہوجایا کرتی ہے... ایسی صورت میں ”ذہنی تبادر“ ہی وہ نمایاں وصف بن جاتا ہے کہ ادھر ”لقب“ کا اطلاق ہوتا ہے اور اُدھر ذہن میں ”شخصیت“ کے خد وخال نمایاں ہوجاتے ہیں... اس منزل پر آتے ہی نہ کسی کے ذہن میں کوئی سوال اُٹھتا ہے اور نہ ہی کسی سوال کا جواب دینا پڑتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں ”تاج الشریعہ“ کا لقب بھی کچھ اسی نوعیت کا ہے کہ یہاں ”کیوں“ اور ”کیسے“ کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی حاجت... اس دور میں القاب وآداب کی ہوڑ چل رہی ہے، نہ جانے کس کس کو کیسے کیسے القاب دیئے جارہے ہیں؟ اور القاب دینے والے بھی ایسے لوگ ہوا کرتے ہیں... نہ انہیں دن کے اجالوں کی خبر ہوا کرتی ہے اور نہ ہی رات کے اندھیروں کی کوئی جانکاری ہوا کرتی ہے... اور شخصیات بھی ایسی ہوا کرتی ہیں کہ جب انہیں کسی لقب سے نوازا جاتا ہے جبھی ان میں حرکت و توانائی... تاب و طاقت... اور شعور وادراک کا احساس بیدار ہوا کرتا ہے ورنہ اس سے پہلے تو شخصیات بے شدھ سی پڑی رہتی ہیں... شاید اس وقت یہی خیال اور یہی تصور غالب رہا کرتا ہے کہ ”لقب“ ہے تو ”شخصیت“ ہے... یا یوں کہئے جان ہے تو جہان ہے... بہر حال ہر ایک کو اپنے دل سے یہ خیال نکال دینا چاہئے کہ ”لقب“ کسی کو کچھ دیتا ہے... ایسا ہر گز نہیں ہے... کہ ”لقب“ تو سادہ سا لباس ہے... اور اندھیروں سے بھرا ہوا ہے... ہاں!... اگر شخصیت میں کمال ہے اور اس کی جوہری صفت ”کوہ نور“ بن جاتی ہے تو پھر ”لقب“ کا کیا کہنا... وہ بھی کمال والا ہوجاتا ہے... نور ونکہت والا بن جاتا ہے اور پھر لقب شخصیت سے بہت کچھ لینے کے بعد ہی کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے... یعنی مٹی سے سونا اور ذرہ سے آفتاب بن جاتا ہے۔

خاندان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یہ روایت رہی ہے کہ یہاں کی باکمال شخصیتوں کو القاب وآداب کی نہ ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی طرح کی حاجت ہوا کرتی ہے... یہاں تو کسی کو ”بڑے مولوی صاحب“ کہئے یا کسی ذات کو ”چھوٹے مولوی صاحب“ سے پکاریئے.. تو یہ القاب کسی ”خورشید تاباں“ اور ”ماہ شب چہاردہم“ سے کم حیثیت نہیں رکھتے ہیں، کیونکہ یہاں لقب زندہ ومتحرک بن کر رہتا ہے اور شخصیتوں سے کمال وجمال حاصل کرنے کی قوت رکھتا ہے اور جگہ کے القاب مردہ وبے شدھ ہوا کرتے ہیں اور وجہ اس کی صرف یہی ہوا کرتی ہے کہ کہیں لقب



* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور کہیں ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے، جہاں ضرورت ہوتی ہے وہ لقب مردہ سا ہو جاتا ہے اور جہاں ضرورت نہیں ہوتی ہے وہاں لقب زندہ و متحرک بن جاتا ہے کیونکہ یہاں لقب کا رشتہ ان سوتوں سے جا ملتا ہے جو شخصیت کے پردوں سے جاری ہوا کرتے ہیں اور جہاں شخصیت میں کوئی سوت ہی نہیں وہاں تو لقب بھی مرا مرا سا دکھائی پڑتا ہے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے آپ کو "نقصان میں کامل" کہا ہے جب کوئی خود اپنے کو ناقص کہے انہیں لقب کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ "سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی" بڑی شاندار بات کہتے ہیں۔ ؎

محصور جہاں دانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اک وصف میں کمال ہے
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

اسی طرح سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایک اور رباعی ہے ؎

کس منہ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں
شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے نقصان میں کامل ہوں میں

ان دو رباعیوں سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ میں "بے کمالی میں کمال والا ہوں" اور نقصان میں بھی کامل ہوں" کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ "اعلیٰ حضرت فاصل بریلوی" کو کسی لقب کی ضرورت نہیں تھی بلکہ آپ اپنے نقصان میں ہی مست رہا کرتے تھے، اسی بے کمالی نے آپ کو با کمال بنا دیا اور اعلیٰ حصرت کے لقب سے ملقب فرما دیا۔۔۔اور عروج و کمال کے اس منتہی درجہ پر فائز کر دیا کہ بڑے بڑے کروفر والے بھی ان کے قدموں پر سرنگوں ہو گئے "ایں سعادت بزور بازو نیست" یہ سعادت نہ کسی کو طاقت سے ملا کرتی ہے اور نہ ہی شان و شوکت سے۔۔۔ہاں تواضع و انکساری اور عجز سے ملا کرتی ہے۔۔۔ کیا یہ بات صحیح نہیں ہے؟ کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے وہی اسے بلند کر دیتا ہے اور اس قدر بلندی عطا فرما دیتا ہے کہ کوئی بندہ اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔۔۔یہی جذبہ اور عجز و انکساری "حضور تاج الشریعہ" کو ملی تھی۔۔۔کیوں کہ خاندانی روایات کا پاسدار اولاد کے سوا اور کون ہوا سکتا ہے؟ بیٹا ہی تو اپنے خاندان باپ دادا اور اپنے خاندان کے بڑے بڑے ارباب کمال کا مظہر ہوا کرتا ہے۔۔۔انہیں بھی کسی لقب کی ضرورت نہ تھی۔۔۔بلکہ ہر قسم کے لقب سے آپ بے نیاز رہا کرتے تھے آپ نے کبھی اس طرف سوچا بھی نہ تھا "کوئی ہمیں یہ کہے یا وہ کہے ایسا سوچنے والا نہ "یہ" ہوتا ہے اور نہ ہی "وہ" ہوا کرتا ہے اور جو اس بارے میں کبھی نہیں سوچتا ہے اسی وجہ سے وہ بہت کچھ بن جاتا ہے ۔۔۔حضور ازہری میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے "غم جاناں" کو اپنایا ہے اور اسے ہی اپنے دل کے نہاں خانہ میں سجا رکھا ہے اور لوگ خوشیوں کو گلے لگاتے ہیں اور اسی کو سروے سروا مانتے ہیں حالانکہ غم میں جو مزہ ملا کرتا ہے کہیں اور وہ مزہ نہیں ملتا ہے ۔۔۔غم جاناں بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا ہے بلکہ اسے نصیب ہوتا ہے جس کا دل پاک و صاف ہوا کرتا ہے اور جسے شفافیت پسند ہوا کرتی ہے۔۔۔اور جو یہ چاہتا ہے کہ جیسے ہم ہیں ویسا ہی اور لوگ بھی بن جائیں "حضور تاج الشریعہ" جس غم کو اپنے دل و جاں میں جگہ دی ہے وہ غم کوئی اور غم نہیں ہے اس غم میں ندرت پائی جاتی ہے اور کمال پایا جاتا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ غم اپنے دور میں یکتا ہے ویسا غم کسی اور کے پاس نہیں۔۔۔آپ حیرت میں پڑ جائیں گے جب اس غم کی کوئی تصویر آپ کے روبرو کر دی جائے۔۔۔میرے لفظوں میں اتنی طاقت کہاں کہ اس کی وضاحت کروں۔۔۔خود "حضور تاج الشریعہ" کی تحریر میں اس غم کی جو تصویر ہے وہ اب آپ کے سامنے ہے۔ ؎

یکتا ہیں جس طرح وہ ہے ان کا غم بھی یکتا
خوش ہوں کہ مجھ کو دولت انمول مل گئی ہے
پھر کیوں کہوں پریشان ہو کر بقول شخصے
یکتا کے غم میں اب بھی بے کیف زندگی ہے

غم یکتا ہے۔۔۔انمول دولت۔۔۔اس غم کے سبب اپنی

زندگی کو بے کیف کیوں کہوں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس غم نے ''حضور تاج الشریعہ'' کی زندگی کو کیف وسرور والی کر دی ہے اور اسی غم میں گزرنے والی ہر ایک ساعت کو سنہری کر دی ہے ... نتیجے کے طور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حرص وآز سے پاک زندگی ہی آپ کا شعار تھا... غم بھری زندگی میں جو مزہ ملتا ہے کیف و نشاط والی زندگی میں کہاں؟... جہاں ایسے لوگ بستے ہوں ان کی مقدس نگاہوں سے تاب پا کر اگر کوئی ذرہ آفتاب ہو جائے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟... ذرا ٹھہر کر سوچئے اور اس بات کو سنجیدگی سے نوٹ کیجئے کہ جہاں خاک کو سونا بننے میں دیر نہیں لگتی ہے، وہاں القاب وآداب کی کیا ضرورت ہے... جنہیں ضرورت ہو وہ اپنے لئے جو لقب چاہیں لے لیں، ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں القاب لے لیں... اس سے کسی کی شخصیت نکھرنے والی نہیں ہے... بلکہ نکھری اور نتھری ہوئی شخصیت سے القاب وآداب کے انگ انگ میں تاب وتوانائی بھر جاتی ہے اور اس کا سراپا حسن وجمال کی تابشوں سے رشک ماہ ونجوم بن جایا کرتا ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ القاب وآداب پر اپنی توجہ مرکوز نہ کرے بلکہ اس بات کی برابر کوشش کرتا رہے کہ اس کی شخصیت خوب سے خوب تر ہوتی چلی جائے مگر اس دور میں ایسا کون ہے؟

**القاب وآداب کی معنویت کا راز**

ہمارے ہندوستان میں ''ازہری'' حضرات کی ریل پیل ہے... جہاں بھی دیکھئے اور جہاں بھی جائیے ایک دو ''ازہری'' ضرور مل جایا کرتے ہیں... اپنے کے ناموں کے ساتھ ''ازہری'' کے الحاق کرنے سے انہیں کیا فائدہ ہوا؟ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایسے ''ازہری'' کی حیثیت وہی ہے جو ہمارے یہاں... مصباحی... جامعی... منظری... اور... مرکزی... کی ہوا کرتی ہے... یعنی اس کے بولے جانے سے ذہن میں جو تصور ابھر کر آتا ہے وہ نہایت ہی سادہ ہوا کرتا ہے... اس میں کوئی کشش نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی حسن وجمال کی کوئی رعنائی ہوا کرتی ہے... بلکہ اس کے تصور میں سادگی کے ساتھ ساتھ انجمادی کیفیت بھی پائی جاتی ہے... مگر ''ازہری میاں'' کے بولے جانے سے جو شخصیت ذہن میں براجمان ہوا کرتی ہے... اس میں نہ جانے کیا کیا رنگ پایا جاتا ہے اور نہ جانے اس میں کیا کیا خوبیاں پائی جاتی ہیں... اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے ہاں اتنی بات میں ضرور کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ میرے ازہری میاں ''ازہری برادران'' کے سردار ومقتدا ہیں... اس لقب میں اس قدر معنویت کس راہ سے آئی ہے؟ تو وہ صرف اور صرف شخصیت کی راہ ہے... اس کے علاوہ کوئی اور راہ ایسی نہیں ہے جو لقب کو باکمال اور روشنیوں سے منور کر دے... کوئی اس بھرم میں نہ رہے کہ کسی اور راہ سے کوئی راج کمار آئے گا اور میرے لقب کو اپنے سر کا تاج زریں بنا کر لے جائے گا... لقب کتنا ہی بھاری بھرکم کیوں نہ ہو اگر شخصیت بھاری بھرکم نہیں ہے تو کوئی ترقی نصیب ہونے والی نہیں ہے کہ زیرو پلس زیرو ہی رہتا ہے... یعنی (زیرو شخصیت + زیرو لقب = زیرو) ''تاج الشریعہ'' ایک ایسا لقب ہے جس نے باکمال شخصیت سے بہت سی معنویت کا اخذ کیا ہے اس لئے یہ لقب بھی چاند وسورج سے کہیں زیادہ منور وتاباں ہو گیا ہے اور جب اسی لقب (تاج الشریعہ) نے نکہتوں سے بھری ہوئی شخصیت (حضرت قبلہ ازہری میاں کی شخصیت) سے خوشبوؤں کو سمیٹا تو یقین جانئے کہ اس کا انگ انگ نکہتوں سے معطر ہو گیا صرف یہی نہیں کہ لقب ہی معطر ہوا بلکہ اس کے ارد گرد میں خوشبو ہی خوشبو محسوس ہونے لگی ہے... کل بھی اس کا یہی عالم تھا اور آج بھی اس کا یہ زور ٹوٹا نہیں ہے بلکہ جو بھی اس کے مزار پاک کے گرد پہنچتا ہے اس کی مشام جان معطر ہو جایا کرتی ہے... یہ وہ پس منظر ہے جس میں جا کر کوئی بھی انسان اپنے شعور وادراک اور فکر ونظر میں تبدیلی کو محسوس کر سکتا ہے... مگر افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑ رہا ہے کہ ایسے بہت سے القاب وآداب ہیں جن میں مردنی جیسی کیفیت محسوس ہوا کرتی ہے افسوس ہوتا ہے خود ایسے القاب پر جو جیتے جی روز روز مر رہے ہیں اور ان شخصیتوں پر رو رہے ہیں جن شخصیتوں کے یہ القاب بائے گئے ہیں کیونکہ وہ اپنے نصیب میں قطعی طور پر حیات کی رمق نہیں پا رہے ہیں اور عظیم شخصیتوں کے لقبوں کو دیکھئے ان کے لبوں پر مسکان پھیلا ہوا ہے اور اس کے چہروں

پر گلاب کھل رہے ہیں ایسے ہی خوش نصیب القاب میں ”تاج الشریعہ“ کا لقب بھی ہے۔

**منظر کا کمال**

اس پس منظر کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کر رہا ہوگا کہ ”حضور ازہری میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان“ کا لقب اجالوں کی دنیا میں بھی حیرت و کمال کا باعث ہے اور رات کے اندھیروں میں بھی اس کے اجالے دن کے اجالوں سے کہیں بہتر ہیں۔۔۔اس کی ترقی کی رفتار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ لقب صرف بریلی شریف کے گلیوں تک ہی محدود نہیں ہے اور نہ کسی صوبہ تک ہی اس کا دائرہ بڑھا ہوا ہے بلکہ پورے برصغیر میں اس لقب کا چرچا ہے اور قریہ قریہ اس کی دھمک محسوس ہو رہی ہے۔۔۔قریہ قریہ۔۔۔تاج الشریعہ۔۔۔تاج الشریعہ۔۔۔کا نعرہ کس نے دیا۔۔۔یہ آواز کسی ایک انسان کے دل کی آواز نہیں ہے بلکہ ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کے دلوں کی آواز ہے۔۔۔اسی لئے کہا جاتا ہے۔۔۔آواز خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔۔۔اس حقیقت کو تسلیم ہی کرنا پڑے گا اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جس نے بھی انکار کرنے کی کوشش کی اس کے دل سے کسی چیز کے جلنے کی بو محسوس ہوتی ہے۔۔۔

جب کسی کا لقب با کمال ہو جاتا ہے تو اس سے غلطیوں کے صادر ہونے کے امکانات ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کے فیصلے پر حق و صداقت کی مہر ثبت ہو جاتی ہے۔۔۔کیا یہ بات بھی بتائی جائے گی کہ ”حضور تاج الشریعہ“ نے کسی بھی غلط فیصلے کے مقابل حق بات کہی ہے۔۔۔اہل حق کا ہر دور میں یہی شیوہ رہا ہے۔۔۔ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ اگر کسی کو سیکھنا ہے تو بریلی شریف میں آ کر سیکھ لے۔۔۔ظالم کی ہاں میں ہاں ملانا اہل حق کا شیوہ نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں بہت سے جبہ و دستار والے حق کے خلاف فیصلے رہے ہیں میں کیسے کہہ دوں کہ ایسوں کا لقب چاہے جو کچھ بھی ہو زندہ رہ سکتا ہے؟۔۔۔وہ تو مر چکا ہے اور اس مر جانے کی علامت یہی ہے کہ وہ غیروں کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے۔

(۱)۔۔۔ایک وہ بھی دور آیا کہ ہماری ہی جماعت کے ایک بڑے عالم نے ٹی وی پر اسلامی پروگرامس دیکھنے کو جائز کہا۔۔۔اس سے ارباب ہوس کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ بانگ دُہل ٹی وی کی اسکرین پر اسلامی پروگرام دیکھنے لگے۔۔۔اس طرح اس فیصلہ سے فتنہ کا دروازہ کھل گیا اور اس کی آڑ میں بہت سی فحش فلمیں دیکھے جانے لگیں۔۔۔ضرورت اس بات کی پیش آئی کہ کوئی ایسا جانباز سامنے آئے اور اس فیصلے کے خلاف اپنی آواز بلند کرے۔۔۔اس وقت ہندوستان میں علما اور مشائخ کی کوئی کمی نہ تھی۔۔۔ایک سے بڑھ کر ایک عالم موجود تھا اس میں صلاحیتوں کی بھی کمی نہ تھی اگر وہ چاہتے تو بہت کچھ کر سکتے تھے مگر بات یہاں آکر پھنس گئی تھی کہ بلی کی گردن میں گھنٹی کون باندھے؟ اس وقت اگر کمی تھی تو صرف حوصلوں کی کمی تھی۔۔۔کوئی بھی با کمال اپنے منتشر ارادوں کو سمیٹ نہیں پا رہا تھا۔۔۔اس وقت اگر کوئی سامنے آیا تو وہ صرف رضا کا شیر تھا اور سرکار مفتی اعظم ہند کا لاڈلا اور نور نظر تھا ”حضور تاج الشریعہ“ کی ذات گرامی تھی جنہوں نے جماعت کی آبرو بچالی اور ثابت کر دیا کہ ٹی وی کی اسکرین پر جو بھی پروگرام پیش کیا جائے اسلامی یا غیر اسلامی وہ تصویر ہے، اگر وہ تصویر کسی جاندار کی ہے تو اس کا دیکھنا حرام ہے اور غیر جاندار کی نہیں ہے تو اس کا دیکھنا اگرچہ جائز ہے پھر بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اسکرین سے پرہیز کیا جائے۔۔۔اہل علم حضرات اس بات سے واقف ہوں گے کہ اس وقت تصویر اور عکس کی بحث نے طول پکڑ لیا تھا۔۔۔یہ بحث کوئی آسان بحث نہ تھی بلکہ اس بحث میں فقہ و تدبر۔۔۔فکر و شعور۔۔۔تحقیق و تدقیق۔۔۔اور فلسفہ و سائنس نے اپنی ساری توانائی نچوڑ کر پیش کر دی تھی۔۔۔اس وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ بولتا ہوا قلم کسی اور کا قلم تھا جو پس پردہ اپنے فرزند دلبند کی رہنمائی کر رہا تھا جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ ”تاج الشریعہ“ کوئی یونہی نہیں ہو جاتا ہے بلکہ وہ ہوا کرتا ہے جو سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا سراپا فیض ہوا کرتا ہے۔۔۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ”حضور تاج الشریعہ“ کا یہ منظر لائق دید تھا جہاں حیرت کا عالم بھی طاری تھا اور جمال و کمال کا رشک بھی۔

(۲)...لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کا مسئلہ آیا تو اس مسئلہ میں اپنی ہی جماعت کے علما دو دھڑوں میں بٹ گئے، کیا ان کا دو دھڑوں میں بٹ جانا صحیح تھا نہیں ہر گز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس سے پہلے بھی اُٹھ چکا تھا اور ہماری جماعت کے بڑے بڑے اکابر و مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ فاسد ہے پھر بھی ''حضور تاج الشریعہ'' کے دور میں ایک گروپ نے جواز کی راہ نکال لی...اگر ان کے اس جواز کے تعلق سے خاموشی اختیار کر لی جاتی تو ہماری جماعت ایک گرتی ہوئی دیوار کی مانند ہو جاتی اور پھر اس کا وجود بھی ختم سا ہو جاتا ''حضور تاج الشریعہ'' کو یہ گوارا نہ ہوا بلکہ آپ نے قلمدان سنبھالا اور لکھنا شروع کیا تو لکھتے ہی چلے گئے اور دلائل و براہین کی ایسی بھر مار کر دی کہ علمائے کرام اور مفتیان عظام عش عش کر اٹھے بات اسی پر ختم نہیں ہوئی اور جب تنقید و تعاقب کے میدان میں اتر آئے تو مخالف کے دلائل کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور یہ ثابت کر دیا کہ '' تاج الشریعہ؟؟ کی خصوصیت اسی طرح کی ہوا کرتی ہے...اس لقب کی جلوسامانیوں نے دوبارہ سب کو انگشت بدنداں کر دیا۔

(۳)...ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کا مسئلہ بھی سامنے آیا...مسئلہ یہ ہے کہ اگر وقت جاتا ہوا محسوس ہو تو، ٹرین پر نماز پڑھ لے بعد میں پھر اس کا اعادہ کر لے اس بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف بھی یہی ہے مگر برا ہو حاسدین کا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی ایک تحریر کا غلط مفہوم نکالا اور یہ کہہ دیا کہ ٹرین پر پڑھی گئی نمازوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اور پھر اس پر بحث کا ایک دور شروع ہو گیا...اُدھر سے بھی لکھا گیا اور اِدھر سے بھی بہت کچھ لکھا گیا یہاں تک کہ ہمارے علمائے کرام آمنے سامنے آ گئے...حضور تاج الشریعہ اپنے جد مکرم کی عبارت کی جو تشریح کی ہے اور جس انداز میں تجزیہ کیا ہے وہ نہ صرف پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے بلکہ اس سے بہت کچھ سیکھنے سے بھی تعلق رکھتا ہے وہ صرف ایک تحریر ہی نہیں ہے بلکہ نقد و تشریح کا ایک سیل رواں ہے...یہ سیل رواں ضرور ہے مگر اس کا پانی میٹھا ہے خوش گوار ہے اور نکہتوں سے معمور ہے کیونکہ اس میں تعمیر کا جذبہ مضمر ہے...ایک بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لانے کی کوشش کی گئی ہے...جماعتی نظام کے خلاف ریشہ دوانیوں پر خوبصورت انداز میں لگام کسنے کی جدو جہد ہے..مگر افسوس ہوتا ہے کہ جماعتی نظام سے بگڑے ہوئے مزاجوں کے لئے اصلاح کی ساری کوششیں رائگاں چلی گئیں اور تدبیروں نے کچھ کام نہ کیا۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے منظر نامہ میں کرشماتی اور تجلیاتی کارنامے بکھرے ہوئے ہیں بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ ان کی پوری زندگی میں کرشمہ ہی کرشمہ ہے اور تجلی ہی تجلی ہے...جہاں بھی دیکھئے اور جس مقام پر غور کیجئے وہیں سے باد بہاری آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور لالہ و سمن کے قافلے جوق در جوق چلتے پھرتے نظر آجاتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ دیکھنے والی آنکھوں میں محبت اور انصاف و دیانت کی روشنی پائی جائے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حسد بغض اور عداوت بہت سی دیکھنے والی آنکھوں کو اندھی کر دیتی ہے...ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں جو خود بھی جلتے ہیں اور بہت سے لوگوں جلا دیا کرتے ہیں...ایسے جلنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے جب کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا تو پھر آج ایسا کیوں ہو رہا ہے...کیا ہمارے جماعتی نظام میں کوئی خامی ہے تو اسے دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے...یا پھر جماعت ہی سے کوئی پُرخاش ہے اگر ایسا ہی ہے تو بس الامان والحفیظ اور اگر کسی شخصیت سے ہی بیر ہے تو اس بیر کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ یہ تو ایک لا علاج مرض ہے خدا خیر کرے...ایسے ماحول میں بھی ''حضور تاج الشریعہ'' نے اپنے اخلاق کا ہی مظاہرہ فرمایا ہے اور برابر مظاہرہ کرتے رہے ہیں...پھر بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے؟ نہ سمجھنے والوں کو خود اپنے آپ پر ماتم کرنا چاہئے...اور ڈھاٹ کے آنسو رونا چاہئے اس سے زیادہ اور میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

**جھوٹے القاب اور اہل لقب؟**

وہ شخصیات جو پیاز کی چھلکوں کی مانند ہوا کرتی ہیں ان کی

ازہریات

کسی بھی ایک تہہ میں کسی معشوق کا جلوۂ زیبا نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی فکر میں کسی طرح کی کوئی جولانی پائی جاتی ہے۔۔۔ان کی اپنی کوئی سوچ نہیں ہوتی ہے ان کے نہ جذبات میں قرار ہوتا ہے اور نہ ان کے خیالات کسی موقع پر ٹھہرتے ہیں۔۔۔انہیں کسی بھی لقب سے یاد کیا جائے یہ بیچارہ لقب اپنے آپ کو کوستا رہتا ہے اور ہائے توبہ مچاتا رہتا ہے کہ میرا نصیب تو دیکھو میں کس بدنصیب کا لقب بن گیا۔۔جیسی شخصیت ہوا کرتی ہے ویسا ہی اس کا لقب ہوا کرتا ہے شخصیت اور لقب کے مابین تال میل اور اخذ و اکتساب کا رشتہ ہموار نہ ہونے کے سبب بیچارہ لقب جھوٹا ہی ہوتا ہے۔۔۔لقب سراج ہو یا ضیا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اس کے نصیب میں اندھیرا ہے تو اندھیرا ہی ہوگا۔۔۔ سراج کا مفہوم اگرچہ اجالا ہے مگر وہ خود وہ اپنے آپ میں کیا ہوتا ہے کسی کی نظر اس پر نہیں جاتی ہے۔۔۔اس لاک ڈاؤن کے دوران بہت سے ایسے نظریات سامنے آئے جنہوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ۔۔۔شخصیت بھی پیازی ہے اور لقب بھی جھوٹا ہے۔۔۔جس نے غیر معقول نظریوں کی اشاعت کی ہے شخصی اعتبار سے ان میں کوئی وصف نہیں پایا جاتا ہے اور نہ ہی لقبی اعتبار سے ان میں کوئی خوبی اور نہ کوئی خاص کمال پایا جاتا ہے۔۔۔ایسے ہی ایک بدنصیب لقب والے مولوی نے لکھا کہ جیسے ہی ۱۲ر مئی کو ثریا نامی ستارہ طلوع ہوگا پوری دنیا سے کورونا وائرس جاتا رہے گا۔۔۔اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مولوی موصوف نے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔۔۔اس مولوی کا یہ فعل سوفیصد غیر معقول تھا میں نے اس کے اس طرز عمل پر تنقید کی ہے جسے میں پیش کر رہا ہوں۔۔۔کیا ایسا مولوی بھی کسی کام کا ہوسکتا ہے اس مولوی کو جو بھی لقب دے دیا جائے وہ لقب ہی نہیں وہ جھوٹا لقب ہے۔۔۔ملاحظہ فرمائیں:

کسی خاص موقع پر پیش کی گئیں احادیث پاک کے مفہوم کو اپنی مرضی کے مطابق وسعت دینا اور ''کورونا وائرس'' سے اسے جوڑ دینا ''تحریف معنوی'' ہے جو باعث گناہ عظیم ہے۔۔۔ ثریا کے طلوع ہونے کو کھیتی کاشت کاری اور موسم ربیع میں پیدا ہونے اناج غلے اور کھجوروں کے لئے نیک شگون مانا گیا ہے کیونکہ ثریا کے طلوع ہوتے ہی کھجور سے بیماری دور ہو جاتی ہے، بخاری شریف جلد اوّل ص ۲۹۲ ر میں ہے:

''ان زید بن ثابت لم یکن یبیع ثمار ارضه حتی تطلع الثریا۔ یعنی حضرت زید بن ثابت اپنے علاقہ کے پھلوں کو نہیں بیچتے تھے یہاں تک کہ ثریا نامی ستارہ طلوع ہو جاتا تھا۔''

اسی بخاری شریف میں بین السطور میں ہے:

''فی روایة ابی حنیفة عن ابی عطا اذا طلع النجم ای الثریا رفعت العاهة عن الثمار۔ یعنی حضرت ابوحنیفہ کی ایک روایت میں ہے جو حضرت ابوعطا سے مروی ہے کہ جب ستارہ یعنی ثریا کا طلوع ہوتا ہے تو پھلوں سے آفتیں دور ہو جاتی ہیں۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ثریا کے طلوع ہوتے ہی پھلوں میں جو آفتیں ہوتی ہیں دور ہو جاتی ہیں اور ظاہر سی بات ہے ''کورونا وائرس'' کوئی ایسی آفت نہیں جو پھلوں کو لاحق ہوتی ہے بلکہ یہ وہ آفت ہے جو انسانوں کو لاحق ہوا کرتی ہے تو پھر ''کورونا وائرس'' سے اس حدیث کا کیا تعلق؟ دوسری بات یہ ہے کہ ثریا کے تعلق سے جو بھی روائتیں آئی ہیں ان میں لفظ ''عاهة'' کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی جمع ''عاهات'' آتی ہے، بخاری شریف کے حاشیہ میں ''حل اللغات'' کے تحت اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

''عاهات عیوب وآفات تصیب الثمر۔ یعنی عاهات ان عیوب اور آفات کو کہا جاتا ہے جو پھلوں کو لاحق ہوا کرتی ہیں۔''

چونکہ کورونا وائرس ''عاهات'' میں سے نہیں اس لئے ثریا والی روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔۔۔جن لوگوں نے ثریا کے طلوع ہونے کو ''کورونا وائرس'' سے جوڑ کر اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ ۱۲ر مئی ۲۰۲۰ء کو کورونا وائرس پوری دنیا سے ختم ہو جائے گا، اس کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور حدیث پاک میں تحریف

معنوی کا ارتکاب ہے، اس طرح کا ویڈیو جاری کرنے سے پہلے کم از کم سو بار سوچنا چاہیئے۔

سوچئے جس مولوی نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ۱۲ مئی کو کورونا ہندوستان سے ختم ہوجائے گا اور اسے حدیث پاک سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی یہ اور بات کہ انہوں نے غلط ڈھنگ سے استدلال کیا اور تحریف معنوی کے شکار ہوگئے، اگر ایسوں کو کوئی لقب دیا جائے کیا وہ لقب سچا ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔۔۔یہ تو میں نے نمونہ کے طور پر پیش کردیا ہے، ورنہ ہمارے پاس اس طرح کے اور بھی نمونے ہیں۔۔۔ان جھوٹے القاب کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ سچا لقب یاد آجاتا ہے جس کے تصور ہی سے فکر وشعور میں حسن وضیا کی تابشیں بکھر جاتی ہیں اور دلوں میں عرفانی جذبات کی لہریں اُٹھنے لگتی ہیں اور وہ لقب ہے۔۔۔تاج الشریعہ۔۔۔تاج الشریعہ۔۔۔اضداد کو دیکھ کر جب کسی اچھے کا تعارف ہوتا ہے تو وہ تعارف سچا ہوتا ہے اور ٹھوس حقیقت پر مبنی ہوا کرتا ہے میں نے ”حضور تاج الشریعہ“ کے تعلق سے جو حقائق پیش کئے ہیں ان میں سچائی ہے، کہیں بھی کوئی جھول نہیں ہے۔

**اثرات مابعد منظر**

پس منظر جب خوب سے خوب تر ہوتا ہے تو ظاہر سی بات ہے اس کا منظر اس قدر صاف وشفاف ہوتا ہے کہ اس پر چاند کی چاندنی کا گماں ہوتا ہے۔۔۔اور ایسا لطیف ہوتا ہے کہ ہم اسے ریشم وپرنیاں اور گلاب کی پتیاں کہہ سکتے ہیں۔۔۔ایسا منظر۔۔۔اور وہ جو اس منظر کا متحمل ہوا کرتا ہے وہ کبھی بھی قلب وذہن اور فکر وشعور سے غائب نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے منظر کی ایک ایک سین فکر وخیال کے پردے پر آتی رہتی ہے۔۔۔حضور تاج الشریعہ کے شخصی۔۔۔لقبی۔۔۔فکری۔۔۔علمی۔۔۔قلمی۔۔۔استدلالی۔۔۔اور۔۔۔مرشدانہ۔۔۔صوفیانہ۔۔۔محدثانہ۔۔۔متکلمانہ۔۔۔مفسرانہ۔۔۔فقیہانہ۔۔۔منظر ناموں کو کیسے فراموش کردوں؟ بلکہ ان کی یادیں تو رہ رہ کر آتی رہتی ہیں اور قلب وذہن کو معطر کرجاتی ہیں۔۔۔اور میرے تلاش کرنے کا یہ عالم ہے کہ میں کبھی انہیں کتابوں میں پاتا ہوں اور جب کبھی طبیعت بوجھل سی ہوجاتی ہے تو ان کی لکھی ہوئی نعتوں سے استفادہ کرتا رہتا ہوں۔۔۔ان کی نعتیں بھی کمال کی ہیں۔۔۔ان کے اک اک لفظ۔۔۔اک اک جملہ اور اک اک سطر میں زندگی بھی پائی جاتی ہے اور سرمستی وسرشاری بھی۔۔۔یہ نعت لفظیات کا جامع نہیں بلکہ پھولوں کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے ہم یا کوئی اور ان کی یادوں کے جس قدر قریب جاتا ہے اسی قدر اس کی زندگی میں بہار آجاتی ہے اور خشک لبوں کو سبز وشادابی نصیب ہوجاتی ہے، بہترین خراج عقیدت یہی ہے کہ ان کے جذبات کو، ان کے خیالات کو، ان کی فکریات اور ان کی آوازوں کو اپنے آپ میں اس طرح رچا بسا لیجئے کہ ان کی آواز خود آپ کی آواز بن جائے اور پھر آپ کے دل کی یہ کیفیت کچھ ہوجائے کہ ؎

تمہارے رخ کے جلووں سے منور ہوگیا عالم
مگر کیونکر گھٹا غم کی مرے دل سے نہیں چھٹتی

کروں اختر شماری انتظار صبح میں کب تک
الٰہی ہے یہ کیسی رات کہ کاٹے نہیں کٹتی

نہ گھبرا حادثات دہر سے اتنا مرے ہمدم
یہ دنیا ہے کبھی یہ ایک حالت پر نہیں رہتی

دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے پریشان حال انسانوں سے رغبت۔۔۔انہیں اپنی محبتوں اور شفقتوں سے نوازنا۔۔۔منتشر خیالات رکھنے والوں کے سروں پر دست شفقت رکھ کر ان کے خیالات میں جمع وترتیب کی کوشش کرنا اور رشد وہدایت کے پیاسوں کو اپنی دید سے سیراب کرنا، یہ ساری باتیں کیا ہیں؟ ان کی روحانیت کے جلوے اور طریقت کے کرشمے ہیں۔۔۔ان کی روحانیت نے کیسا فروغ پایا ہے اس کا اندازہ دنیا والوں کو اس وقت ہوا جب آپ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا اور جنازہ پاک میں شرکت کرنے کے لئے نہ جانے کہاں کہاں سے چاہنے والے حاضر ہو گئے۔۔۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ روحانیت کے اس امام کے لئے زمین کے سینوں نے اپنے خزانے اُگل دیئے ہوں۔۔۔کہا جاتا ہے غم کی کالی گھٹا کام میں آتی ہے اور کسی کی یاد میں کروٹیں بدلنا۔۔۔راتوں کو نہ سونا اور اپنے سلسلہ کے بزرگوں سے دل کے رشتہ کو مضبوط رکھنا کبھی رائیگاں نہیں جاتا ہے، اس کا

بقیہ ص ۲۷ پر

از: حافظ محمد شمس الحق رضوی*

# حضور تاج الشریعہ کی نوازشات وعنایات

تاثرات

**وارث** علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، فخر ازہر، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمۃ الرضوان کے وصال پر ملال کے صدمے سے دو سال بعد بھی دل ایسا بے قرار و مضطرب ہے کہ آپ کا خیال آتے ہی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

مرشدی حضور تاج الشریعہ سے راقم الحروف کی غلامانہ وابستگی ۱۹۸۷ء ہی سے ہے، کئی بار بڑے قریب سے حضرت کی نیازمندی اور خدمت کا موقع نصیب ہوا، جب جب حضرت سے ملاقات وزیارت کی سعادت حاصل ہوئی، ہر لحہ نیا طور، نئی برق تجلی کا احساس ہوا، مرشد گرامی تاج الشریعہ نے ۱۴۳۴ھ ۲۰۱۳ء میں بموقع عرس رضوی مجھے اور میرے برادر مکرم حضرت مولانا عبد الجلیل رضوی منظری کو اپنے کاشانۂ اقدس پر ایک مخصوص مجلس میں دلائل الخیرات شریف اور دیگر اوراد و وظائف کی اجازت عطا فرمائی۔

خانوادۂ رضویہ سے راقم کے اہل خانہ کا ایک عرصے سے عقیدت مندانہ رشتہ استوار ہے، یہی وجہ ہے کہ متعدد مشائخ خانوادۂ رضویہ نے حقیر کے دولت کدہ سیتا مڑھی اور لدھیانہ میں تشریف لاکر اپنی دعاؤں سے نوازا، خانوادۂ رضویہ کے مشائخ ذوی الاحترام ہی کی بدولت لدھیانہ اور اطراف میں اسلام و سنیت کی بہاریں دن بہ دن پھیلتی نظر آرہی ہیں۔

راقم نے ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کے افکار و تعلیمات کی اشاعت کے لئے ”مجلس فکر رضا“ کے نام سے ایک قلمی وفکری تحریک قائم کی جس سے اب تک چھوٹی بڑی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۰ء میں مارہرہ و بریلی کے روحانی روابط و تعلقات پر اہل سنت کے مشاہیر و نوجوان اصحاب قلم کے منتخب و معیاری مقالات کا مجموعہ شائع کرنے کے عزم کا اظہار کیا تو خانوادۂ رضا کے مشائخ و اکابر خصوصاً مرشدی حضور تاج الشریعہ نے اپنی خصوصی دعاؤں سے نہ صرف سرفراز فرمایا بلکہ تحریری پیغام اور دعائیہ کلمات سے بھی نوازا، ذیل میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے دعائیہ کلمات کی نقل پیش کی جارہی ہے جس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جائے گا کہ لدھیانہ کی سرزمین پر ”مجلس فکر رضا“ کے قیام سے آپ کس قدر خوش تھے اور مستقبل میں مجلس سے آپ کس قدر پر امید تھے۔

**دعائیہ کلمات**

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! مجھے معلوم ہوا کہ مجلس فکر رضا ”مارہرہ سے بریلی تک“ ایک خصوصی شمارہ نکال رہی ہے، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مشائخ بریلی سیدی سندی حضور مفتی اعظم ہند وحجۃ الاسلام اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نیز احسن العلماء اکابر سادات مارہرہ مطہرہ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلس فکر رضا لدھیانہ پنجاب اور اس کے بانی و اراکین کو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے اور اس کی ترویج واشاعت کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین بجاہ سید المرسلین والہ والصلاۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ“

۱۴۳۱ھ ۲۰۱۳ء میں بموقع کل ہند سرکار مفتی اعظم کانفرنس، موجولیا بازار، سیتامڑھی، بہار، آمد تاج الشریعہ کے مبارک و

*مضمون نگار مجلس فکر رضا، لدھیانہ، پنجاب کے ڈائریکٹر ہیں۔

مسعود موقع پر چند احباب موجولیا کے شدید اصرار پر بطور خراج عقیدت ایک مختصر کتاب ''انوار تاج الشریعہ'' مرتب کرنے کا شرف حاصل ہوا جس کا رسم اجرا اسی حسین و پر مسرت موقع سے ہوا۔ (کچھ نا گریز وجوہات کی بنیاد پر حضور تاج الشریعہ کل ہند سرکار مفتی اعظم کانفرنس میں تشریف نہیں لا سکے۔) اس کتاب میں راقم الحروف نے بالترتیب تین مضامین کو شامل کیا ہے:

(۱) تاج الشریعہ حیات وخدمات (۲) تاج الشریعہ: ایک فقید المثال شخصیت (۳) تاج الشریعہ اور جہان علم ودانش۔

اس کی اب تک تین اشاعتیں ہو چکی ہیں۔ کتاب کی پہلی اشاعت میں مصنف تذکرہ علمائے سیتامڑھی، حضرت مولانا محمد الیاس مصباحی اندولوی (شیخ الحدیث مدرسہ خانم جان عربک اسکول اردلی بازار، وارانسی، یوپی) کا وقیع مقدمہ ''خانوادۂ رضا اور بہار'' کے عنوان سے شامل اشاعت ہے، جب کہ دوسرے ایڈیشن (دسمبر ۲۰۱۳، صفر المظفر ۱۴۳۵ھ) کے موقع سے کرم خسروانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری کتاب پر گرامی قدر حضرت مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی نے نظر ثانی فرمائی اور مرشدی حضور تاج الشریعہ اور خانوادۂ رضویہ کی عظمت وحقانیت پر ایک تفصیلی تحریر بھی سپرد قرطاس فرمائی اور تیسری اشاعت ۱۴۳۸ھ ۲۰۱۶ء بموقع عرس رضوی یہ کتاب ۱۱۲ صفحات تک پھیل گئی، اس کتاب کو عام اہل سنت کے ذہن ومعیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے تاکہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات، آپ کی علمی وفکری اور دعوتی وتبلیغی کارناموں سے عام لوگ واقف ہو سکیں۔

حضور تاج الشریعہ کی پوری زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ خلوص وللّٰہیت اور تصلب واستقامت ان کی شخصیت کا خاص پہلو تھا۔ ان کے ہر قول وعمل کی بنیاد خلوص وللّٰہیت پر ہوتی۔ آپ جہاں خود شریعت پر عمل کے سلسلے میں ایک کوہ گراں کی حیثیت رکھتے تھے وہیں اپنے مریدین ومتوسلین کو ہمہ وقت عمل بالشریعت کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے، خلاف شرع عمل پر بر وقت تنبیہ فرماتے لیکن اس تنبیہ میں موعظت حسنہ کا رنگ غالب ہوتا۔ صحیح مسئلہ سے آگاہی ایسے لب ولہجے اور مشفقانہ انداز سے فرماتے کہ وہ بات ہمیشہ کے لیے لوح دل پر نقش کالحجر ہو جاتی۔

۱۹۹۵ء کا واقعہ مجھے آج تک یاد ہے جب میں مرادآباد سے ایک سفر کے سلسلے میں حافظ محمد مسلم صاحب اشرفی علی پٹی اپنی نیپالی کے ساتھ دہلی کے لیے آیا۔ حسن اتفاق دہلی اسٹیشن پہ حضور تاج الشریعہ کی زیارت ہوئی، ہم دونوں بیساختہ حضور کی قدم بوسی ودست بوسی کے لیے بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام ودست بوسی وقدم بوسی سے نیازمندی کی۔ اتفاق سے اس وقت میں چین والی گھڑی پہنے ہوا تھا، آپ نے فرمایا: آپ یہ گھڑی پہنے ہوئے ہیں اسے پہن کر نماز بھی پڑھتے ہوں گے، پھر آپ نے بڑی شفقت سے پورے مسئلہ کو تفصیل سے بیان فرمایا اور چین والی گھڑی نہ پہننے کا حکم دیا، پھر کیا تھا میں نے اسی وقت گھڑی کو ہاتھ سے نکال دی، جب سے آج تک میں نے چین والی گھڑی نہیں پہنی، اس سفر پر ظفر میں پہلی بار ڈیڑھ گھنٹے حضرت کے روبرو رہا اور خدمت کی سعادت بھی میسر آئی، اس ڈیڑھ گھنٹے میں آپ کے پندونصائح سے میں نے ایسے فیوض وبرکات حاصل کئے جسے میرا کوتاہ قلم احاطۂ تحریر میں لانے سے عاجز ہے۔ پہلی بار کسی نجی مجلس میں آپ کی شیریں گفتار اور رس گھولتی ہوئی انداز نصیحت کے لطف سے میں محظوظ ہوا تھا، جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ یہ ساعت سعید دراز ہوتی رہے اور میں آپ کے رخ روشن کی زیارت سے اپنے دل کے بند دریچے کھولتا رہوں لیکن آپ کو کسی سفر کے لیے فوراً روانہ ہونا تھا، آپ نے مجھ فقیر کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازہ اور سفر پر روانہ ہو گئے۔

حضور تاج الشریعہ اگر ایک طرف متبحر عالم، مستند اور معتبر فقیہ، مختلف علوم فنون اور زبان وادب کے ماہر تھے تو دوسری جانب عبادت وریاضت، مکاشفہ ومجاہدہ میں اسرار باطن کی دولت سے آگاہ عابد شب زندہ دار اور زاہد تھے۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے عظیم الشان دینی خدمات انجام دی ہیں، ہمیشہ گمراہیوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ بقیہ ص ۴۰/ پر

(از: عالمہ کنیز عائشہ امجدی *

# ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مجاہدانہ کردار



یہ بات مسلم و طے شدہ ہے کہ مذہب اسلام کی نشرو اشاعت میں خواتین کا بھی اہم کردار رہا ہے، کسی نے اپنی جان قربان کر کے اسلام کو حیات جاودانی عطا کی تو کسی نے اپنے مال کو قربان کر کے اسلام کو تقویت دیا اور کسی نے اپنی اولاد کو اسلام کے لیے وقف کر دیا لیکن تاریخ اسلام میں ایک خاتون ایسی بھی ہیں جنھوں نے اپنی تمام تر محبوب اشیاء راہ خدا میں نذر کر دیا اور خود بھی اسلام کے لیے وقف ہوگئیں، اس جاں نثاری کی مثال قائم کرنے والی بے عدیم النظیر خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لوگ محسنۂ اسلام، محبوبۂ پیغمبر اسلام ﷺ، ام المجاہدات، اولین مؤمنات اور ام المومنین جیسے روشن القابات سے یاد کرتے ہیں۔

**مختصر تعارف**

آپ کا اسم گرامی خدیجہ، لقب طاہرہ اور کنیت ام ہندہ ہے، جس دور میں ہر طرف فحاشی و بے غیرتی کا ڈیرا تھا، اس زمانۂ جاہلیت میں آپ کو طاہرہ کہا جاتا تھا، آپ کے والد کا نام خویلد بن اسد اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زاہد بن الاصم ہے، آپ بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں جب سن شعور کو پہنچیں تو زمانہ جاہلیت میں آپ کا نکاح ابو ہالہ نباش بن ابی زرارہ سے ہوا، جن سے دو بیٹے ہند اور ہالہ کی ولادت ہوئی، ابو ہالہ کی وفات کے بعد آپ کا نکاح عتیق بن عایذ المخزومی القرشی سے ہوا ان سے ایک لڑکی ہند ہوئی، عتیق کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کو زوجۂ رسول، ام بتول نیز اوّل المومنات و المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا، یعنی آپ کا نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا جن کے بطن اطہر سے حضور ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی، آپ کے شرف و بزرگی کے لیے یہی بہت ہے لیکن آپ کی عظمت و بلندی مرتبت اسی پر بس نہیں ہوتی بلکہ زوجۂ رسول بننے کے ساتھ ساتھ آپ رفیقۂ رسول، غمگسار حضور، ناصرۂ دین انبیا و رسل بن کر زبان حق بیان سے ''خیر نساءھا خدیجۃ'' کی عظمت سے سرفراز ہوئیں اور ہوں بھی کیسے نہ کہ آپ نے اسلام اور پیغمبر اسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتنی عظیم قربانیاں دی ہیں، آئیے چند سطور میں ان پر طائرانہ نظر ڈالیں۔

**ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی مالی قربانیاں**

انسان کا اپنے مال کی قربانی دینا اور اتنی محنت و مشقت سے کمائی ہوئی دولت کو راہ خدا میں لٹا دینا کوئی آسان کام نہیں لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ ثابت کر دیا کہ جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت ہوتی ہے، مذہب اسلام سے عقیدت ہوتی ہے تو اس کے لیے یہ قربانی کچھ بھی نہیں ہے جس کی دلیل آپ کی روشن و تابندہ سیرت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد مبارک میں آنے سے پہلے مکہ مکرمہ کی ایک بڑی مالدار تاجرہ (business women) تھیں جن کے مال تجارت کو عرب کے بڑے بڑے تاجر لے کر بیچا کرتے تھے، نیز آپ کی تجارت صرف عرب تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ دوسرے ممالک میں بھی پھیلی ہوئی تھی، اتنی مالدار خاتون اور عظیم تاجرہ جب شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آتی ہیں تو اپنا سارا کا سارا مال آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دیتی ہیں جس کو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم راہ خدا میں صرف فرماتے ہیں، آپ نے اپنی دولت و ثروت اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس عظیم مالی قربانی کو اللہ رب العزت

* مضمون نگار جامعہ فاطمۃ الزہراء آزاد نگر، جمشید پور جھارکھنڈ کی معلمہ ہیں۔

نے قبولیت سے ہمکنار فرمایا اور اس ایثار کا چرچا اپنے کلام میں یوں فرمایا :

''وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى۔ یعنی اور اس نے تمھیں حاجت مند پایا تو غنی کردیا۔'' (الضحیٰ: پارہ ۳۰)

اس آیت کی تفسیر میں امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نفسی جلد چہارم میں تحریر فرماتے ہیں:

''فاغناك بمال خدیجة'' یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت مند پایا تو ابتداً حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غنی کردیا۔''

(اس کے علاوہ اور بھی تفسیر ہیں اس آیت کے تحت) ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ مفسرین کا ایک گروہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مالی قربانی کا تذکرہ اس آیت میں فرما رہا ہے، یوں ہی آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی وفا شعار بیوی کی مالی قربانی کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد بھی اس انداز میں فرماتے ہیں :

''خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کہ لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور انہوں نے اپنے مال سے میری ایسے وقت مدد کی جب کہ لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔'' (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۴۹۱۸، ج ۹، ص ۴۲۹)

یوں تو اور بھی کئی مقامات پر آپ کے مالی قربانیوں کا ذکر موجود ہے لیکن اس ایک آیت و حدیث کی روشنی سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بڑی مجاہدہ ہیں جنھوں نے اپنے مال کا صحیح استعمال کیا اور اسے راہ خدا میں قربان کردیا۔

**ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کی جانی قربانیاں**

اتنی بڑی ملکہ، تاجرہ جو اہل عرب کے درمیان سیدۃ نساء قریش سے جانی پہچانی جاتی تھیں جب وہ سید المرسلین کی زوجیت میں آتی ہیں اور دامن اسلام سے وابستہ ہوتی ہیں تو اپنی تمام سیادت وملکیت اسلام پر قربان کر کے اپنے وقت کی ملکہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ بن جاتی ہیں اور بڑے ہی شوق و وارفتگی سے دل وجاں قربان کر کے اسلام اور آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو جاتی ہیں جس خدمت کی ایک جھلک اس حدیث میں موجود ہے :

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَة رضی الله عنه قَالَ: أَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صلی الله علیه وآله وسلم فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَذِهِ خَدِيْجَة قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّي، وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّة مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آ کر عرض گزار ہوئے : یا رسول اللہ! یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر آ رہی ہیں جس میں سالن اور کھانے پینے کی چیزیں ہیں، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کا اور میرا سلام کہیے اور انھیں جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دے دیجیے، جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی۔'' (صحیح البخاری وصحیح المسلم)

مذکورہ حدیث سے جہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت شان، ان کے فضائل نیز آخرت میں بلندی درجات ثابت ہیں وہیں آپ کی خدمت کا بھی تذکرہ موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آپ خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں۔

**غار حرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت**

خدمت گزاری وجاں نثاری کی مثال قائم کرنے والی مجاہدہ خاتون اعلان نبوت سے پہلے بھی رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزار اور حق شناس تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہیہ کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لیے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر ''جبل حرا'' نامی پہاڑ کے اوپر ایک غار (گوفہ

ہے، جس کو ''غار حرا'' کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پرسکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے، جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آ کر لے جاتے اور کبھی بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔

(سیرت مصطفےٰ، باب ٤، ص ٧٧)

غور کریں! تین میل دور پاپیادہ پتھریلے راستے پر چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا کتنی بڑی قربانی ہے، کیا دور حاضر میں بھی کوئی خدیجہ سے بڑھ کر باعزت ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، واقعی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنی بڑی مالکہ، تاجرہ، طاہرہ، سیدہ تھیں لیکن وہ اپنا سب کچھ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ بن گئی۔

## آغاز اسلام میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قربانیاں

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس طرح مبلغ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور آپ کی خاطر تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیا اسی طرح مذہب اسلام کے لیے بھی آپ نے عظیم الشان قربانیاں دیں، جب غار حرا میں پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا اس دم سے دم آخر تک آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر بے مثال و ناقابلِ فراموش قربانیاں دیتی رہیں، جس دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اقصائے عالم میں طبقہ نسواں کی جانب سے تصدیق و تائید کی جو دل آویز صدا سب سے پہلے بلند ہوئی وہ آواز کسی اور کی نہیں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے دل مطہر سے بلند ہوئی تھی، اس دور میں اسلام کی تصدیق و تائید کرنا کتنا مشکل امر تھا، یہ راہ کتنی خاردار تھی اور ام المومنین نے کیسی کیسی دشواریوں کا سامنا کیا نیز کتنی عظیم قربانیاں دیں ان سب کی تہہ تک پہنچنا ہمارے بس میں نہیں لیکن اس کا اندازہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے:

''خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لیے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا سامان دے دیا اور انھیں کے شکم سے للہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (شرح زرقانی علی المواہب، ج ٤، ص ٣٦٣)

ام المومنین نے کیسے مشکل ترین وقت میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا تأمل تصدیق و تائید فرمائی اور اسلام کی خاطر اپنے تمام کے تمام مال و جان کو نذر کر دیا۔

## شعب ابی طالب میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قربانیاں

ابتدائے اسلام میں جنھوں نے اسلام قبول کیا انھیں کفار مکہ نے طرح طرح سے ستایا جب وہ لوگ مظالم و تکالیف دے کر عاجز ہو گئے تو تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور تمام مسلمانوں کو ''شعب ابی طالب'' نامی گھاٹی میں محصور کر دیا جائے، ایسی کرب ناک حالت میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہاڑ کے اس تنگ و تاریک گھاٹی میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگی اور تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم (جن میں آپ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں) درختوں کے پتے وغیرہ کھاتے تھے اور ان کے بچے (جن میں حضرت خدیجہ کی ننھی ننھی بیٹیاں بھی تھیں) بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے، سنگ دل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جائے۔ (ماخوذ سیرت مصطفےٰ بحوالہ زرقانی علی المواہب، ج ١، ص ٢٧٨)

اس طرح ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن ٧ رنبوی سے ١٠ رنبوی تک اسلام کی خاطر سخت تکالیف برداشت کرتی رہیں اور اپنے جان کو راہ خدا میں قربان کرنے کے لیے مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں حتیٰ کہ شعب ابی طالب سے نکلنے کے کچھ ہی دن بعد آپ سن ١٠ رنبوی

بقیہ ص ٢٧ رپر

از: مولانا رحمت اللہ صدیقی*

# امام احمد رضا ہر عہد کی ضرورت ہیں

**اعلیٰ** حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ العزیز ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نقی علی خان اور جد امجد کا نام رضا علی خان تھا۔ والد ماجد نے آپ کا نام محمد اور جد امجد نے احمد رضا رکھا، آپ کا تاریخی نام المختار ہے جس سے ۱۲۷۲ھ نکلتا ہے۔ آپ نے خود قرآن حکیم کی اس آیت سے اپنا سن ولادت اخذ کیا ہے:

"اولئك كتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه۔ یعنی یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔" (سورۂ مجادلہ پارہ ۲۸)

آپ نے صرف چار سال کی عمر میں قرآن حکیم ناظرہ ختم فرمایا اور بہت کم مدت میں صرف ونحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول فقہ، معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ، ہیئت غرض کہ تمام علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل فرمائی اور سند فراغ حاصل کیا اور مسند افتا پر بیٹھا دیے گئے جس دن آپ مسند افتا پر جلوہ افروز ہوئے اسی دن شرعی احکام آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔

۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء کو بریلی شریف میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے، وصال سے چند ماہ پہلے آپ نے قرآن حکیم کی اس آیت سے اپنا سن وصال اخذ فرمایا ہے:

"ویطاف علیهم بآنية من فضة واكواب۔ یعنی اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا۔" (سورۂ دہر پارہ ۲۹ ربحوالہ ماہنامہ نور مصطفیٰ پٹنہ کا امام اہل سنت نمبر ص ۲۵۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا تعارف بہت عام ہے، ان کے تعارف کا حال یہ ہے کہ ؏

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

ان کی ذات، ان کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات عرب وعجم کے لئے مینارۂ نور ہیں، انہوں نے بربط عشق پہ جو نغمات چھیڑے ہیں، ان سے عشق وایمان کی فصلوں کو شادابی ملتی ہے، ان کے علمی، فقہی اور لسانی کارناموں کو کسی ایک زمانے سے خاص کر کے دیکھا نہیں جاسکتا، آپ کی ذات ہر زمانے کی ضرورت ہے اور جو چیز ضرورت ہوتی ہے، اس کی قدر کی جاتی ہے، اس کا احترام کیا جاتا ہے، آپ کی نظر جس طرح حال پہ تھی اسی طرح مستقبل پہ تھی، آپ کی تالیفات وتصنیفات سے اس کا اظہار ہوتا ہے، آپ نے خود اپنے علوم وفنون کی تعداد پچپن بتائی ہے مگر جدید تحقیق کی روشنی میں آپ کے علوم وفنون کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے، آپ نے بہت سارے علوم وفنون کو زندہ کیا اور بہت سارے علوم و فنون کے خود موجد ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات علوم وفنون کا بحر بے کراں تھی، وہ اپنے عہد میں پورے عالم اسلام پر چھائے رہے۔ ان کی علمی عظمت وسطوت کا عرب وعجم کے موقر علماء ومشائخ نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور ان کے تجدیدی کارناموں کی پذیرائی کی ہے۔ آج ان کو ہماری ظاہری آنکھوں سے روپوش ہوئے پورے سو سال ہوگئے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اب بھی بنفس نفیس ہم میں موجود ہیں، ان کے نام اور ان کے کام کو مٹانے کی بہت کوششیں ہوئیں مگر معاندین، حاسدین اور مانعین کی ساری کوششیں خاک آلود ہوگئیں اور سب کے سب بے نام ونشان ہوگئے۔ ؎

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے

رضویات

* مضمون نگار پیغام رضا ممبئی کے چیف ایڈیٹر اور الجامعۃ الرضویہ کے مشیر اعلیٰ ہیں۔

دین وشریعت کے تحفظ کے لیے اپنی ذات کو پورے طور پر وقف کر دیا تھا، ان کی زندگی کی ہر سانس سے ملی درد کی خوشبو پھوٹتی ہے، انہوں نے بہت مختصر سی عمر پائی لیکن ان کا کام صدیوں پہ بھاری ہے اگر ان کی تمام تالیفات وتصنیفات ایک بڑے ہال میں سجا دی جائیں اور یہ بتایا جائے کہ یہ کسی فرد واحد کی کوشش وکاوش ہے تو لوگوں کو اعتراف کرنے میں ہفتوں لگ جائیں گے۔

ہمارے اسلاف کی تصنیفی خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہر عہد میں کثیر التصانیف شخصیات کا سراغ ملتا ہے، ان سب کی بے پناہ عظمتوں کا ہمیں اعتراف ہے اور قیامت تک ان کی عظمتوں کا اعتراف کیا جاتا رہے گا لیکن اعلیٰ حضرت کی تصنیفی خدمات صرف اپنے عہد ہی میں نہیں بلکہ اپنے ماقبل ومابعد بھی ممتاز ہیں۔

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

اوروں نے بھی لکھا ہے بہت علم دین پر
جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے کے لیے ان کی تالیفات وتصنیفات اور ان کے عہد کے علماومشائخ کی تحریرات کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے اس دور کے علماء ومشائخ کے خیالات کو پڑھنے کے بعد آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے قاری یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ ایسے عمدہ، پاکیزہ اور بلند وبالا خیالات کسی انسان کے لئے نہیں قائم کئے جاسکتے بلکہ انسانی روپ میں وہ کوئی فرشتہ ہی ہوسکتا ہے۔ ان کی عظمت ورفعت کا سورج نصف صدی سے زائد تک پورے عالم اسلام پر چمکتا رہا۔ ان کی علمی، فقہی اور لسانی رفعت شان کے آگے کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ وہ علم، عمل اور عشق ہر سہ اعتبار سے عرش نشین تھے۔ ان کی رہبری نے بہت سارے طوفان کو مسلمانوں کے سروں سے ٹال دیا، زندگی کا وہ کونسا شعبہ ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کی راہنمائی نہیں کی ہے، گود سے گور تک کے لئے ان کا راہنما اصول موجود ہے، انہوں نے زندگی گزارنے کے لیے جو اصول پیش کیے ہیں سارے اصول قرآن واحادیث کے نور سے معمور ہیں۔ دنیا کا کوئی دانشور، مفکر اور مدبران کے کسی قول کو قرآن، احادیث اور اقوال صالحین سے متصادم قرار نہیں دے سکتا۔ جو لوگ متعصب اور تنگ نظر ہوتے ہیں وہ اپنے مخصوص نظریئے کی روشنی میں شخصیت کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے افراد کے اقوال کو تاریخ میں کبھی بھی پیمانے کی حیثیت حاصل نہیں رہی، تاریخ انھیں کے اقوال کو پیمانہ بناتی ہے جن کے اقوال غیر جانبداری کے عکاس ہوتے ہیں۔ عوام میں رائج غیر شرعی معمولات ومراسم اور تعصب زدہ پروپیگنڈے کی زبان کو شخصیت فہمی کے لیے معیار نہیں بنایا جاسکتا، لیکن کچھ لوگ ذاتی اور گروہی مفادات کی خاطر حقائق کے چہرے پر دھول ڈالتے رہے ہیں اور بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر تاحیات حق وباطل کا فرق واضح نہیں ہو پاتا، دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں اور ایسی جماعتوں کی بھی کمی نہیں جن کا نام تو اسلامی ہوتا ہے لیکن وہ اسلامی دھارے سے کٹی ہوتی ہیں، یا کوئی طاغوتی طاقت کا وہ آلہ کار ہوتی ہیں جن کا مقصد وحید نئی نسلوں کو اسلامی قدروں سے دور کرنا ہوتا ہے۔ یعنی صورت تو مسلمانوں جیسی ہو لیکن ان کے اندر مسلمانی نہ ہو۔ ایسے نوجوانوں کو اسلام مخالف طاقتیں جب چاہتی ہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ایسی تمام طاقتوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ آپ کے زمانے میں اسلام دشمن جو بھی تحریک نمودار ہوئی آپ نے اس کا شدت سے تعاقب کیا اور اس کی اسلام مخالف پالیسیوں سے قوم کو آگاہ فرمایا۔ یہ کام سب کے بس کا روگ نہیں تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اپنے عہد کے مذہبی، علمی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے معمار تھے ان کے عہد میں مسلم معاشرہ شدید بحران کا شکار تھا۔ مذہب ومسلک میں غیر ضروری اضافات کیے جارہے تھے اور میدان سیاست سے مسلمانوں کو الگ تھلگ کرنے کی کوششیں تیز تھیں۔ کسی ملک پر ایک ہزار سال حکومت کرنے والی قوم کے ساتھ اس قسم کا رویہ تاریخ میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ جہاں مسلمانوں کے مذہبی تشخص

کومٹانے کے لیے میر جعفر و میر صادق جیسے افراد کی ٹولیاں تیار کی جارہی تھیں وہیں عملی سیاست سے مسلمانوں کو دور رکھنے کے موثر اسباب تلاش کیے جارہے تھے جو لوگ زبان اور قلم کے دھنی تھے انھیں اپنی بے سروسامانی کا شکوہ تھا اور جو لوگ مالی اعتبار سے قابل ذکر تھے انھیں حکومت کا خوف کھائے جارہا تھا، ہر شخص ذاتی مسائل کے خول میں لپٹا ہوا تھا، ایسے سنگین حالات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا شہر بریلی سے مسیحائے قوم وملت کی صورت میں نمودار ہوئے اور دینی، ملی، علمی اور سیاسی قدروں کے تحفظ کا سامان بن گئے، انہوں نے اپنی زبان وقلم سے اپنے زمانے کے اٹھتے ہوئے ہر فتنہ کا سر قلم کر دیا۔ ان کا علم وعمل سب پر حاوی تھا اور ان پر عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حاوی تھا۔ اگر ان کی کتابوں کا سنجیدہ مطالعہ کیا جاتا اور اسے اپنی تجرباتی زندگی پہ اتارا جاتا تو آج کسی بھی دین مخالف فتنے کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی اور مسلمانوں کے وجود اور ان کے حقوق سے دنیا کی کوئی طاقت الجھنے کی کوشش نہ کرتی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی ترجمان تھی قیادت کے فقدان اور پیہم مشکلات نے مسلمانوں کے ذہن وفکر کو مفلوج کر دیا تھا، ان میں سمت منزل کے تعین کا شعور نہ تھا۔ فاسد خیالات کا طوفان جماعت کی افرادی قوت پر اثر انداز ہو رہا تھا، فضاؤں میں اس قدر زہر گھول دیا گیا تھا کہ اکثریت پہ دن رات کا فرق مبہم ہو چکا تھا، ایسے حالات میں اعلیٰ حضرت کی آواز فضاؤں میں گونجتی ہے ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیوں چوروں کی رکھوالی ہے

سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی بصیرت ہندوستان میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والی طاقتوں کو دیکھ رہی تھی، ان کو صرف اپنے ملک کی فکر دامن گیر نہ تھی بلکہ انھیں پورے عالم اسلام کی فکر تھی، وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ اسلام مخالف طاقتیں اسلام ہی کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں، ان کا نشانہ اسلامی نظام فکر وعمل ہے، باطل اسلام کے صاف وشفاف چہرے پر جدید خیالات وتصورات کی دھول اتنی گہری کر دینا چاہتا تھا کہ آنے والی نسلوں کو اسلام کا صحیح تصور نہ مل سکے۔ اعلیٰ حضرت دنیا کی دوسری اسلام مخالف اقوام کی ریشہ دوانیوں سے زیادہ فکر مند نہ تھے بلکہ انھیں سب سے بڑا خطرہ ان مولوی نما چہروں سے تھا جو اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر مسلمانوں کے عشق وایمان کے شیش محل پر سنگ باری کر رہے تھے اور روایت شکنی کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے، اعلیٰ حضرت کو جو زمانہ ملا ہندوستان کی تاریخ میں اس پر خطر زمانہ کسی مصلح کو نہ ملا، مصلحین امت کی آپ پوری تاریخ دیکھ جائیے آپ کو خود اس کا احساس ہو جائے گا، اعلیٰ حضرت اگر جلوہ گر نہ ہوتے تو مصلحین امت کی تاریخ کا چہرہ اتنا مسخ کر دیا جاتا کہ بعد میں اس کی شناخت دشوار ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت نے اسلام، اسلامی آثار و تبرکات اور اسلامی شخصیات کو جو تحفظ فراہم کیا ہے اس کی دوسری مثال بمشکل پیش کی جاسکتی ہے، مسلمانوں کا رشتہ ماضی سے جوڑنے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔ پھر بھی آج بعض عاقبت نا اندیشوں کی نگاہوں میں ان کی ذات خار بن کر چبھنے لگی ہے اور وہ ان سے امت کا رشتہ توڑ دینا چاہتے ہیں، آپ کی تحقیقات کو شدت سے نشانہ بنایا جارہا ہے اور نشانہ بنانے والے بظاہر ان کی عقیدت کا بھی دم بھرتے ہیں اور خود کو ان کا خیر خواہ ثابت کرتے ہیں دنیا ان کی عقیدت کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ تاحیات انبیائے کرام اولیائے عظام اور علمائے کرام کے ناموس کا دفاع کرتے رہے اس لئے کہ یہی وہ جماعتیں ہیں جن سے اسلامی روایت کی پاسداری کا جذبہ کشید کیا جاتا ہے، دین کالجیز، یونیورسٹیز سے نہیں بلکہ بزرگوں کی نظر سے پیدا ہوتا ہے۔ باطل تحریکات نے انھیں پاکیزہ اور تقدس مآب جماعتوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور ان سے مسلمانوں کا رشتہ توڑنے کی بھر پور کوشش کی اور یہ کوشش آج بھی جاری ہے۔ بلکہ آج بڑے پیمانے پر جاری

ہے اس تحریک میں آج کچھ نام نہاد اپنے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت باطل کے ناپاک ارادوں سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ آپ کی نگاہ ہر اس مقام پر تھی جہاں سے باطل طاقتیں دراندازہو سکتی تھیں آپ قدم قدم پر مسلمانوں کو خطرات سے آگاہ کرتے رہے۔ منزل اور سمت منزل کی نشاندہی کرتے رہے اور دلوں کو عشق رسالت کی حرارت عطا کرتے رہے۔ ان کے نغمات عشق کا انداز دیکھئے۔ ؎

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ منصب تجدید پر فائز تھے، مجدد مبعوث ہوتا ہے، کسب اور ریاض کی بنیاد پر کوئی مجدد نہیں ہوسکتا۔ علم اور تقویٰ کی بنیاد پر بھی کوئی مجدد نہیں ہوسکتا اور نہ شرافت ونجابت کی بنیاد پر کوئی مجدد ہوسکتا ہے۔ ہر چند کہ یہ ساری چیزیں مجدد کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ مجدد من جانب اللہ بھیجا جاتا ہے۔ مجدد اپنے عہد کی ہر طاقت سے بلند و بالا ہوتا ہے اور مجدد اپنے زمانے کی ہر طاغوتی طاقت کا سر خمیدہ کر دیتا ہے، حمایت حق، اشاعت حق اور نیابت حق کی بنیاد پر جہاں ساری دنیا کے متلاشیان حق اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں، وہیں دنیا کی ساری حق مخالف طاقتیں اس کے خلاف صف آراء ہو جاتی ہیں اور وہ سب کا تن تنہا مقابلہ کرتا ہے، سارے مجددین اسلام کی تاریخ یہی رہی ہے، مجدد اپنے تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر پہچانا جاتا ہے مجدد کبھی مصلحت کا بھی شکار نہیں ہوتا، مجدد اپنے جہد مسلسل اور سعی پیہم سے حق کو اتنا واضح اور صاف و شفاف کر دیتا ہے کہ کبھی اس کی ذات ہی نشان حق بن جاتی ہے اور اس کی ذات کی طرف نسبت و تعلق ہی اہل حق کی شناخت قرار پاتی ہے۔ تاریخ میں ایسا ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اپنے تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر کل بھی نمایاں تھے آج بھی نمایاں ہیں اور انشاء اللہ صبح قیامت تک نمایاں رہیں گے۔ ان کی اس نمایاں حیثیت پر دھول ڈالنے کی کوششیں جس تسلسل کے ساتھ ہو رہی ہیں تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت علامہ کامل سہسرامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

”اغیار ومخالفین نے ان کے خلاف نظم و تسلسل کے ساتھ منصوبہ بند پروپیگنڈے کی مہم چلائی، بہتان باندھے، الزام عائد کیے، گمراہ کن مضامین لکھے اور وہ سب کچھ کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ جو ایک بدترین مخالف تیسری سطح پر پہنچ کر اپنے مخالف کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن مخالفین ومعاندین کی اس مذموم ترین حرکت اور ظلم پر ہمیں نہ تعجب ہے، نہ حیرت، نہ گلہ ہے، نہ شکوہ۔ اس لیے کہ حق وصداقت کے مقابلے میں جب گمراہی وضلالت ناکام ہوتی ہے تو اس کی ناکامی خود اس اوچھے ہتھیار کے استعمال پر مجبور کرتی ہے اور شکست خوردہ گمراہی دیانت وشرافت کو روندتی ہوئی اپنے تحفظات کی خاطر وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں اخلاق وانسانیت کی پرچھائیں بھی نہیں پہنچ پاتیں۔“ (پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷)

قرآن وحدیث میں علماء کی فضیلتیں بکثرت آئی ہیں علماء کی وجہ سے زمین پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے، آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے، علماء کی جماعت جب بھی کوئی فیصلہ کرتی ہے بہت سوچ سمجھ کر کرتی ہے، علما کے ہر اتفاقی فیصلے میں رحمتوں کا سمندر پنہاں ہوتا ہے اور وہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دارین کی سعادتوں کا باعث ہوتے ہیں، جب بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے راہ روی، بے اعتدالی اور فکری بے سمتی کا شکار ہوئی ہے اس کو سمت منزل، کعبۂ عقیدت اور راہ اعتدال دینے کے لیے علما کی جماعت میدان میں آئی ہے۔

اعلیٰ امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا زمانہ انتہائی طوفان بردوش تھا طرح طرح کی جماعتیں، تحریکیں اور تنظیمیں اسلامی اقدار وآثار سے الجھ رہی تھیں، تقدیس الوہیت، عظمت رسالت اور دستار اولیائے امت سے الجھنے کی روش عام ہو چکی تھی، مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے اور وہ مختلف

بقیہ ص ۴۲/ پر

از: مفتی محمد راحت خان قادری*

# آہ! شیخ طریقت حضرت مفتی قاضی نورالاسلام ہاشمی بنگلہ دیش نہ رہے

یادرفتگاں

**خلیفہ** حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری رضوی عزیز گرامی قدر حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی دامت برکاتہم العالیہ ناظم اعلیٰ ''الامین بار یہ درس نظامی مدرسہ'' چاٹگام، بنگلہ دیش کے ذریعہ یہ دل دہلا دینے والی خبر ملی کہ بنگلہ دیش میں امام اہل سنت کے نام سے مشہور، بزرگ عالم دین، روحانی پیشوا، سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ بنگلہ دیش کے شیخ، حضرت مفتی قاضی نورالاسلام ہاشمی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ آج ۹ رشوال المکرم ۱۴۴۱ھ/ مطابق ۲ رجون ۲۰۲۰ء بروز منگل صبح ۵ ربجے ہم لوگوں کو ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کی عمر ۹۰ رسال سے زائد تھی، آپ بنگلہ دیش کے مشہور علمی و مذہبی شہر چاٹگام کے ''جلال آباد کل گاؤں'' میں رہتے تھے، رضویات کی کئی کڑیاں آپ سے جڑی ہوئی ہیں آپ کو تلمیذ و خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما حضرت علامہ مفتی ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت علامہ مفتی سید عابد شاہ مجددی علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے جن کو حضور حجۃ الاسلام نے دیوبندی مناظر ''ابوالوفا شاہجہان پوری'' کو مناظرہ میں شکست کے بعد ''ابوالنصر'' کا خطاب عطا فرمایا تھا اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت شیخ محمد بن علوی بن عباس مالکی مکی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے، راقم کی ملاقات بنگلہ دیش کے تعلیمی وتبلیغی سفر ۱۷ ر اگست بروز جمعہ ۲۰۱۸ء کو ان کے دولت خانہ پر ہوئی تھی۔ مختلف مذہبی موضوعات پر علمی گفتگو کا موقعہ میسر آیا اور اسی دن آپ کے یہاں ہونے والی ایک مجلس میں شرکت وتقریر کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ ایک باوقار عالم، ماہر مفتی، دلائل و براہین سے مرصع مصنف، شفیق و مہربان استاذ، رشد وہدایت سے موصوف شیخ طریقت اور مذہب اسلام کے بے مثال رہنما تھے، سادگی آپ کا حسن ذاتی اور کم گوئی زینت گفتار تھی۔ آپ اگرچہ اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن آپ کی دینی و مذہبی خدمات اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے وہ شاگرد وتلامذہ جنہوں نے آپ سے علم دین حاصل کیا اور آج بنگلہ دیش کے مختلف خطوں اور گوشوں میں اس کی ترویج اشاعت میں مشغول ہیں جن کے سبب آپ صبح قیامت تک زندہ تابندہ رہیں گے۔

آپ کا وصال پر ملال عالم اسلام کے لیے عظیم خسارہ ہے خصوصاً مسلمانانِ بنگلہ دیش آج ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت سے محروم ہو گیے خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے، حضرت کے صاحبزاگان حضرت مولانا قاضی محمد ابوالبیان ہاشمی، مولانا قاضی محمد ابوالعرفان ہاشمی، مولانا قاضی ابوالاحسان ہاشمی اور دیگر اہل خانہ، عزیز واقارب مریدین ومتوسلین کو میں تعزیت پیش کرتا ہو خدائے تعالیٰ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ. آمین یا رب العالمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

◆◆◆

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# ''فکر آخرت'' ترجمہ تنبیہ الغافلین! ایک ناقدانہ جائزہ

سخن در سخن

مصنف : علامہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مترجم : علامہ مفتی محمد صالح بریلوی، قادری، نوری
صفحات : تقریباً سولہ سو (1600)
ہدیہ : (مکمل 3 جلدیں) پندرہ سو روپے
سن طباعت : 1439ھ — مطابق 2017ء
ناشر : رضا اکیڈمی، ممبئی
مبصر : محمد ملک الظفر سہسرامی، الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

آج کے تیرہ و تار ماحول میں جب روشنی کی تلاش میں دنیا ماری ماری پھر رہی ہے لیکن افسوس! کہ تلاش و جستجو کی تمام تر کوششیں ناکام و نامراد ہیں اور قلب و نظر کی تسکین کے لیے اسے کہیں سے روشنی کا سراغ نہیں ملتا، ہر طرف تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں، ظلمات کا ختم نہ ہونے والا ایک طویل سلسلہ ہے، انسانی ذہن و فکر پہ مادیات کا ان دنوں اس قدر غلبہ ہو چکا ہے کہ روحانیت اور اقدارِ روحانیت کا نقش و عکس بہت دھندلا ہو گیا ہے، ایسے میں علم تصوف جس نے روحانیت اور اقدار روحانیت کے تحفظ و فروغ میں ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اس کی معنویت، اہمیت اور ضرورت کا احساس کیا جا سکتا ہے، لیکن حیف! صد حیف! کہ آج اس پہ بھی مادیات کا اس قدر غلبہ ہو چکا ہے کہ روحانی قدریں دم توڑتی نظر آ رہی ہیں، نتیجہ معلوم کہ ہر چہار جانب بے چینی، بے قراری اور اضطراب بدوش ماحول بنا ہوا ہے۔

اسلام ایک ایسے پاکیزہ معاشرے کی تشکیل عمل میں لانا چاہتا ہے جس میں بسنے والے تمام لوگ باہمی حقوق کی زنجیر میں اس طرح مربوط ہوں کہ سب کے سب ایک خاندان کے افراد معلوم ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب عملی تصوف کے سائبان میں زندگی کی راہ میں سفر تمام کیا جائے، جس میں ہر شخص دوسرے کی عزت کو اپنی عزت، دوسرے کی ذلت کو اپنی ذلت، دوسرے کی راحت کو اپنی راحت اور دوسرے کے رنج و غم کو اپنا رنج و غم سمجھنے کا عادی ہو جائے، علم تصوف سے واقفیت رکھنے والے حضرات چوتھی صدی ہجری کے معروف حنفی عالم، شہرہ آفاق فقیہ حضرت علامہ شاہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ''تنبیہ الغافلین'' سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں، یہ کتاب حضرت مؤلف نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے نور کشید کر کے غفلتوں کے سائبان میں خواب خرگوش میں مشغول رہنے والے حضرات کو بیدار کرنے کے لئے بہترین راہنما کے طور پر پیش فرمائی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہونے کے سبب اردو داں طبقے کی دسترس سے اوپر تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی محمد صالح قادری رضوی بریلوی شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف کو کہ انہوں نے مولانا مشکور احمد مدرس جامعہ نوریہ کی تحریک پر یہ قیمتی سرمایہ اردو زبان کے قالب میں ڈھال کر عام مسلمانوں کے استفادے کے لیے پیش فرما دیا۔

کسی بھی کتاب کا ترجمہ بہت سہل اور آسان نہیں، مشکلات بھری اس راہ سے گزرنے میں کس قدر جاں کنی کے مرحلے سامنے آتے ہیں، اس راہ سے گزرنے والے افراد اس سے بخوبی آگاہ ہیں اور پھر یہ مشکلات دو چند ہو جاتی ہیں جب ترجمہ نگاری کا یہ فریضہ کسی ایسی کتاب سے متعلق ہو جو دین اور دینیات کے موضوع پہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہاں ترجمہ نگار کو قدم بقدم سخت احتیاط کے ساتھ قلمدان سنبھالنا پڑتا ہے۔

حضرت فقیہ سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آج سے ایک ہزار سال قبل اس کی تصنیف و تالیف فرمائی، آج کے مقابلے



*مضمون نگار دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

میں دین پر گرفت عام مسلمانوں کی اس قدر کمزور نہیں ہوئی تھی، مادیات کا ایسا بلاخیز طوفان نہیں آیا تھا، روحانی قدروں کے انحطاط وزوال کا ایسا تاریک دور چشم فلک نے نہیں دیکھا تھا، تب آپ نے اہل حرص وہوس اور غافل دنیاداروں کو آخرت طلبی کی راہ پر چلنے کی ترغیب وتحریک کے سامان کے طور پر اسے پیش فرمایا، جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے، کتاب مکمل جذبۂ اخلاص سے سرشار ہوکر تصنیف فرمائی گئی ہے، حضرت مترجم رقم طراز ہیں:

"حضرت فقیہ کی یہ بے لوثی کا ہی تو اثر لگتا ہے، اور آپ کی للّٰہیت کی برکت معلوم ہوتی ہے کہ کتاب کے مندرجات و طرز بیان میں ایک خاص جاذبیت ہے، بڑی کشش ہے، مطالعہ کرنے والے کا خوب دل لگتا ہے اکتاتا نہیں ہے حتی کہ پڑھنے والا جہاں سے بھی کتاب کھول کر پڑھنا شروع کرتا ہے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور چھوڑ جاتی ہے، دماغ حصول فلاح ونجات کی فکر میں متفکر ضرور ہوجاتا ہے، اندرون قلب سوچ اور باہری اعضاء میں تھوڑی بہت حرکت پیدا ہونے لگتی ہے اور کم از کم دو لمحے کے لیے ہی سہی اخروی نفع وضرر دل کے سامنے ضرور گھوم جاتا ہے۔"

حق پسند بات تو یہی ہے کہ از دل خیزد بر دل ریزد، دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، آج اسلامیات کے موضوع پر مواد کی کمی نہیں ہے، کل گنی چنی چند کتابیں تھیں لیکن ان کے مطالعے سے دنیا نے خوشگوار انقلاب دیکھے، آج لٹریچرس کی اتنی فراوانی کے باوجود دین اور اقدار دین پر وہ مضبوط گرفت نظر نہیں آتی جو ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھی، دین اور دین داری کا جس قدر غلغلہ ہے، اور اس کا جتنا شور سنائی دے رہا ہے، زمینی حقیقتیں اس کا انکار کررہی ہیں، ہماری زندگی پر مادیات کا اس قدر غلبہ ہو چکا ہے کہ روحانی قدروں کا نقش وعکس بہت زیادہ دھندلا ہو چکا ہے، مغرب کی کورانہ تقلید ہمارا وظیفہ حیات بن چکا ہے، اگر آپ امت مسلمہ کے اعمال وکردار کا جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ دنیا کی وہ کون سی خرابی ہے جو ہماری معاشرتی زندگی کا حصہ نہیں، مغرب کی پیروی میں بے حیائی، بے شرمی عام ہو چکی ہے، رقص وسرود اور دوسری تمام اخلاقی برائیاں اپنے عروج پر پہنچ چکی ہیں، اب تو حالت یہ ہو چکی ہے کہ اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلم ممالک بھی ان تمام برائیوں کو عام کررہے ہیں جن برائیوں کے بطن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی جنم لیتی ہے، جن برائیوں کے ذریعے عذاب الٰہی کی خبر دی گئی ہے، ارباب اقتدار اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں جس کے نتیجے میں وہ تمام صورتیں پیش آرہی ہیں جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں پانچ باتیں وقوع پذیر ہوں گی اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں یہ باتیں تم میں وقوع پذیر ہوں گی، جب کسی قوم میں بدکرداریاں اور بے حیائیاں عام ہوجائیں، لوگ اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کرنے لگیں تو اس قوم پر طاعون اور ایسی تکلیف دہ بیماریاں ہوں گی جن سے ان کے اسلاف بالکل ناواقف ہوں گے، آقا نے فرمایا جب کوئی قوم زکوٰۃ روک دے تو اس پر آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے۔ اگر جانور نہ ہوں تو کبھی بارش نہ ہو، آپ نے فرمایا جو قوم ناپ، تول میں کمی کرنے لگے تو خشک سالی وغیرہ مسلط ہوگی اور ان پر بادشاہ کا ظلم نازل ہوگا اور جب کسی قوم کے امراء اللہ کی کتاب کے خلاف حکومت کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط فرمادے گا جو ان کے اختیارات سلب کرلے گا۔"

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مسلم حکمران کتاب اللہ سے بغاوت کرکے حکومت کرنے کی کوشش کررہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے اختیارات سلب ہوگئے، جب وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھلی خلاف ورزی کریں گے، ایک دوسرے کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے، آپ دیکھ رہے ہیں دنیا کا نقشہ ایسا ہی بنا ہوا ہے، لوگ ایک دوسرے کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں مسلم ممالک میں جنگ چھڑی ہوئی ہے ان جنگوں کا حال یہی ہے۔ ان حالات میں ضرورت ہے کہ عوام الناس، مسلم حکمراں اور دنیا کے ارباب ظلم سبھی اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ کی جانب رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے باز آجائیں، مادیات پرستی کی راہ چھوڑ کر روحانیت کی طرز وروش اختیار کرلیں کہ اسی میں دارین کی فلاح ونجات ہے۔

مادیات کی جانب تیز گامی سے سفر کرنے والے غافل دنیا دار مسلمانوں کے قافلۂ زندگی کو درست اور صحیح سمت سفر دینے کے لیے انہیں اسلام کے حقیقی روحانی شفاخانے کی جانب متوجہ کرنے کی سخت ترین ضرورت ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت طلبی کا چراغ دل میں جلانا ہے تو اسلاف کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتاب حیات کے روشن اوراق کا گہرائی سے مطالعہ فرمائیے اور کتب متقدمین میں اسلاف کے نقوش قدم کی تلاش وجستجو میں لگ جائیے۔ کتاب فکر آخرت اسی تلاش و جستجو کی ایک خوبصورت ومضبوط کڑی ہے جو ''تنبیہ الغافلین'' کا سلیس، بامحاورہ اور وضاحت آمیز ترجمہ ہے، یہ کتاب اہل علم و صاحب عرفان حضرات کے درمیان ہر دور میں معروف بھی رہی اور مقبول بھی۔ حضرت فقیہ سمرقندی علم شریعت وطریقت کے عظیم شناور کی حیثیت سے اپنی شناخت اور پہچان رکھتے ہیں۔ فقہ، اصول فقہ، حدیث اور تفسیر میں اگر آپ منصب امامت پر فائز تھے، تو زہد وتقویٰ میں آپ کو مقام بلند حاصل تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے اصحاب علم وفضل کی فہرست کا ایک بہت اہم اور نمایاں نام ہے۔ فقہائے حنفیہ کے طبقات میں طبقۂ اصحاب فتویٰ میں بھی آپ کی رفعت مقامی اصحاب فقہ وفتاویٰ کے درمیان مسلم ہے۔ چنانچہ آپ کے استاد وشیخ حضرت فقیہ ابوجعفر بغدادی علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ طبقۂ فقہاء میں آپ کا نام سرفہرست روشن ہے۔ ایک ایسے عالم باعمل کی تصنیف میں لعل وگہر کی درخشانی کس انداز کی ہوگی، اسے ارباب فکر ودانش بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں۔

حضرت فقیہ نے جب دین و اقدار دین پہ غافل دنیا داروں کی گرفت ڈھیلی پڑتے دیکھی، مادیات کی تلاش میں اصل مقصد زندگی فراموش کر بیٹھنے کا مزاج عام ہوتے دیکھا تو اہل حرص وہوس دنیا دار لوگوں کو بیدار کرنے، صراط مستقیم پر مضبوطی کے ساتھ گامزن رہنے اور اخروی زندگی کے نفع ونقصان کے علم و عرفان کے لئے اس کی تصنیف کا ارادہ فرمایا، تاکہ دنیا دار حضرات عمل کے بازار میں نفع وضرر کے احساس کے ساتھ اصل سرمائے کی حفاظت کرتے ہوئے معرفت الٰہی کے زینے طے کرسکیں اور اس راہ میں راہزنوں، دھوکے بازوں اور دنیادار شاطر دماغوں کی شاطرانہ چالوں سے محفوظ رہتے ہوئے دین اور اقدار دین پہ مضبوطی سے گامزن ہوکر زندگی کا قافلہ آگے کی جانب بڑھا سکیں۔

چنانچہ اس تناظر میں حضرت مصنف نے اپنی اس تصنیف کا دائرہ بہت پھیلا ہوا اور وسیع رکھا۔ آپ اسے نہ صرف فن تصوف کے مسائل پہ مشتمل کتاب کہہ سکتے ہیں، نہ ہی فن حدیث پر کوئی مستقل تصنیف، نہ مسائل فقہیہ کا یہ کوئی مجموعہ ہے، نہ ہی اس میں خطابت وموعظت کا خالص واعظانہ رنگ نظر آئے گا۔ بلکہ مختلف پھولوں کی خوشبوؤں کا اسے مجموعہ قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب ضرورت ہر فن کے باغ کی سیر کا سامان اس میں فراہم فرما دیا ہے۔ آخرت طلبی کی راہ کے مسافروں کی راہنمائی کے لیے اس کے درخشندہ ابواب مرتب فرمائے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال سلف وخلف سے نور کشید کرکے اس کے طاق وایوان سجائے سنوارے گئے ہیں۔ یقیناً حضرت مترجم نے اس گراں قدر کتاب کا اردو میں ترجمہ فرما کر بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوئے حرم کے راستے پر گامزن کرنے کی عمدہ کوشش فرمائی ہے۔ پندرہ سو سے زائد صفحات پہ مشتمل عربی زبان کی اس کتاب کی ترجمہ نگاری فرماتے ہوئے حضرت مترجم موصوف کو جاں کاہی کے کن کن مراحل سے گزرنا پڑا ہوگا، اس سنگلاخ وادی میں آبلہ پائی کرنے والے حضرات بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں۔

پیرانہ سالی، نقاہت، درسگاہی مصروفیات اور دارالافتاء کی مشغولیات کے باوجود آپ نے ترجمہ نگاری کا یہ مرحلہ بہت حسن اسلوبی سے مکمل فرما کر ہم غافل وخود فراموش، نفع وضرر سے بے پرواہ ہوکر قافلۂ حیات کو سرگرم سفر کرنے والے عاقبت نااندیشوں

پہ بے پناہ عظیم احسان فرمایا ہے۔آج جبکہ مادیات کا ہر طرف غلبہ ہو چکا ہے، اسلامی اقدار وروایات کے اس انحطاط پذیر دور میں عوام تو عوام خواص کے یہاں بھی اس کے پیمانے بہت تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں، الا ماشاء اللہ تعالیٰ، عقائد ونظریات سے لے کر اعمال وکردار تک، اخلاقیات سے لے کر تصور وخیالات تک ہر گوشہ بہت تیزی سے تنزل کی طرف مائل ہے، دین اور اقدار دین پہ جو مضبوط گرفت قوم مسلم کا طرۂ امتیاز تھی، اس کی وہ خو بو اب کہاں باقی رہ گئی؟ آج تو ہمیں حالات اس موڑ پہ پہنچا چکے ہیں کہ ہم مادی منفعت کے لالچ میں دین اور اقدار دین کا سودا کرنے سے نہیں چوکتے، حرص وآز کی وہ گرم بازاری ہے کہ خدا کی پناہ، معمولی معمولی فائدے کے لئے لافانی اور باقی رہنے والی نعمتوں کا بہت بے دردی سے سودا کر دیتے ہیں، بڑے بڑے صاحبان جبہ ودستار اس موڑ پہ آ کے مکائد شیطانی کے شکار ہو جاتے ہیں، مادیات کی طرف دوڑتی بھاگتی دنیا کو آخرت طلبی کی راہ پہ لگانے کی یہ سنجیدہ کاوش یقیناً امید افزا ہے، جس کے لیے حضرت مترجم تمام اردوداں آبادی کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''فکر آخرت''، ضخیم تین جلدوں میں سلیقے سے سجا سنوار کر پیش کی گئی ہے، جلد اوّل 525 رصفحات پر مشتمل ہے۔ابواب کی تفصیل سے مندرجات کی معنویت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، جلد اوّل کے ابواب اس طرح ہیں، عمل میں للّٰہیت کا بیان، موت کی شدت کا بیان، عذاب قبر کا بیان، قیامت کی ہولناکیوں کا بیان، دوزخ اور دوزخیوں کا بیان، جنت واہل جنت کا بیان، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا بیان، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بیان، توبہ کا بیان، حق والدین کا بیان، صلہ رحمی کا بیان، پڑوسی کے حقوق، شراب نوشی پہ زجر، جھوٹ پہ زجر، غیبت کا بیان، حسد کا بیان، تکبر کا بیان، ذخیرہ اندوزی، ہنسنے پہ زجر، غصہ پی لینے کا بیان۔

دوسری جلد 545 رصفحات پر مشتمل ہے اور اس کے ابواب اس طرح ہیں، زبان کی نگہداشت، حرص دنیا، زاہدوں کی فضیلت، دنیا سے دست کش ہو جانے کا بیان، بلاؤں پہ صبر، مصیبت پہ صبر، فضیلت وضو، فضیلت نماز پنجگانہ، اذان واقامت کی فضیلت، پاکی ونظافت کا بیان، فضیلت جمعہ، آداب مسجد، فضائل صدقات وزکوٰۃ، صدقہ دافع بلیات ہے، فضیلت ماہ رمضان شریف، عشرۂ اولیٰ بماہ ذی الحجہ کی فضیلت، فضیلت عاشورہ، ایام بیض اور نفلی روزوں کی فضیلت، نفقۂ اہل وعیال اور کسب حلال کی فضیلت، جانوروں کے حقوق، یتیم کے ساتھ حسن سلوک، زنا کا بیان، سود کھانے کی شناعت، گناہوں کا بیان، ظلم کا بیان، شفقت ومہربانی کا بیان، خوف الٰہی کا بیان، ذکر الٰہی کا بیان، دعا کی فضیلت، تسبیح کا بیان، فضیلت درود شریف، افضل الذکر کی فضیلت، فضیلت قرآن شریف۔

تیسری جلد 531 رصفحات پر مشتمل ہے، ابواب کی درجہ بندی اس طرح ہے۔طلب علم کی فضیلت، علم کے مطابق عمل کا بیان، علمی مجالس کی فضیلت، شکر کی فضیلت، کسب حلال کی فضیلت، مال حرام سے بچنے کا بیان، کھانا کھلانے اور خوش اخلاقی کا بیان، توکل علی اللہ، ورع کا بیان، شرم وحیا کا بیان، نیت کے ساتھ عمل کا بیان، خود پسندی کا بیان، فضیلت حج، فضیلت جہاد، فضیلت رباط، تیر اندازی وشہ سواری کے فضائل، سفر جہاد کے آداب، امت محمدیہ کے فضائل، بیوی پر شوہر کے حقوق، شوہر پر بیوی کے حقوق، باہمی معاملات کی اصلاح اور ترک تعلقات کی ممانعت، اہل سلطنت وحکومت سے بے جا میل جول، عیادت کے فضائل، فضائل نوافل، قابل قبول دعاؤں کے الفاظ، نماز کی تکمیل اور خشوع کا بیان، نرم خوئی، عمل بالسنۃ، آخرت کے معاملے میں حزن وغم، بیدار ہونے کے وقت آدمی کی کیفیت، امور آخرت میں متفکر رہنے کا بیان، علامات قرب قیامت، نیک کاموں میں کوشش ومحنت، شیطان کی عداوت اور مکائد کی معرفت، اللہ کی رضا وخوشنودی، پند ونصیحت، سبق آموز وعبرتناک قصے، باب دعا وتسبیح سے انتخاب۔

کتاب ''فکر آخرت'' کی 3 جلدوں کی ان تفصیلات سے اس کی اہمیت، معنویت اور افادیت ارباب فکر ودانش پہ یقیناً روشن ہو گئی ہوگی، مفتی مطیع الرحمٰن نظامی سابق استاذ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف نے آغاز کتاب میں حضرت

مترجم کے مختصر احوال رقم فرمائے ہیں، جن سے ان کی علمی وفکری شخصیت کا اجمالی طور پر نقش وعکس سامنے آجاتا ہے، جلد سوم کے اختتام پر مولانا محمد زید مرکزی نے مصنف کتاب حضرت العلام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مترجم بقیۃ السلف علامہ مفتی محمد صالح رضوی نوری بریلوی کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے نیز فکر آخرت کی اہمیت ، افادیت اور معنویت پہ نظم کے پیرائے میں روشنی ڈالی ہے، آخر میں محمد حسن رضا متعلم جامعۃ الرضا نے بھی حضرت مترجم موصوف کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے، جو یقیناً قارئین کے ذوق و شوق کو مہمیز کرے گی۔

ظاہری ومعنوی خوبیوں سے مکمل طور پر آراستہ، پیراستہ ہے، کتابت، طباعت اور کاغذ عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ گرانی کے اس دور میں سولہ سو صفحات کی قیمت پندرہ سو روپے زیادہ نہیں، کہیں کہیں پروف ریڈنگ کی غلطیاں بھی راہ پا گئی ہیں، جو اتنی ضخیم کتاب میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں، تاہم آئندہ ایڈیشن میں اس پر توجہ فرمادی جائے تو کتاب کی افادیت میں چار چاند لگ جائیں گے، کتاب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا شوق اگر بیدار رہوا تو یہ کتاب کہاں دستیاب ہوگی، اس کا کچھ اتا پتا نہیں چل پاتا، جو ایک قابل ذکر کمی ہے۔

◆◆◆

ص ۱۰۵ ر کا بقیہ .........................................

ہوتی اور ہماری مساجد عام نمازیوں واجتماعی دعاؤں کے لیے بند نہ ہوتیں اور اگر ہماری یہ کوشش ناکام ونامراد ہوتی ، گفتگو بے اثر ہوتی تو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کل آخرت کی جواب دہی سے تو بچ جاتے مگر افسوس! ایسا نہ ہوسکا۔

عام مسلمانوں کے لیے اس سے بڑی قیامت کی گھڑی کیا ہوگی کہ مساجد کے دروازے عام مسلمانوں کے لیے بند ہیں، اب ایسے میں رمضان شریف کے روزوں کی خیرات وبرکات تو حاصل ہورہی ہیں لیکن محفلیں بے رونق ہیں، مساجد بے نور ہیں، تو ہم عید کے موقع پر کس منھ سے نئے لباس ، نئے جوتے، نئی ٹوپی، نئے رومال اور نئی لنگی کا استعمال کریں گے، ہم نماز جمعہ ادا نہ کریں نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا نہ کریں اور اس میں ختم قرآن شریف کی سعادت سے محروم ہوجائیں۔ میرے خیال میں ہم مسلمانوں کے لیے اس سے بڑی مصیبت کی گھڑی نہیں آئے گی، نماز عید الفطر واجب ہے، ہم سجدۂ شکرانہ تو ضرور ادا کریں لیکن اس کی تیاری میں کپڑے، جوتے، چپل ودیگر حوائج کی خریداری بالکل نہ کریں۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ملک کی وزارت داخلہ نے رمضان شریف میں مول، شوپنگ سنٹر کے علاوہ تمام دکان کھولنے کی اجازت دے دی ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس مرض پر حکومت نے قابو پالیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں بازار کی رونق نہیں چاہیے ہمیں اپنی عبادت گاہوں کا تقدس چاہیے ہمارے لئے مینا بازار بعد میں کھولا جائے مساجد پہلے کھولی جائیں اور کیا اس خریداری کے موقع پر لوگ سماجی دوری کے قواعد کی پاسداری کرسکیں گے؟ نہیں یقیناً نہیں تو ہمیں بہت شاطر دماغی سے الو بنایا جارہا ہے عید کی مارکیٹنگ کے نام پر ہماری بچی کھچی جمع پونجی بھی بڑے سرمایہ داروں کی جھولی میں خوبصورتی کے ساتھ ڈال دی جارہی ہے اور پھر ہم سڑکوں پر کٹورے لے کر بھیک مانگنے کے لئے نکل پڑیں گے اور اوپر سے ہمارے اوپر کرونا وائرس پھیلانے کا الزام بھی خوبصورتی کے ساتھ لگادیا جائے گا۔

اس لئے مجھ ناقص الفہم کی رائے ہے کہ پورے ملک کے لوگ اس فیصلے کا خیر مقدم نہ کریں بلکہ عملی طور پر اس کا بائیکاٹ کریں، اس مد میں خرچ ہونے والی رقم آپ اپنے مستقبل کے لیے، اپنے بچوں اور دوسری ضروریات کے لئے محفوظ رکھیں، صاحب ثروت حضرات احباب، پاس پڑوس، قریبی رشتے دار، دوست واحباب کے لیے بچا کر رکھیں اس سے ان کی مدد کریں، اس ماہ مقدس کا صدقہ بھی ہوگا نعمتوں کے حصول کا شکرانہ بھی، حکومت کی منصوبہ بند سازشوں کی ناکامی بھی، رہبران قوم وملت اس کی زہر ناکیوں اور تباہ کاریوں سے قوم کو آگاہ فرمائیں، یہ آپ کی اخلاقی، مذہبی، ملی ومنصبی ذمہ داری ہے۔

◆◆◆

## کھوئی سوئی مل گئی وہ ہنس دیئے جورات میں

از: منصور محوّر، ڈیہہ پور، کھیری ٹاؤن، کھیری

وہ مجھے گل نعت کے دوائے سخی سوغات میں
جیسے کھلتے ہیں رضاؔ کے عشق اور جذبات میں
میں دلائل سے جہانِ دل سجا تا ہی رہوں
فکر رومی اور ہو جامی میری تشبیہات میں
بس میری خاموشیوں سے نعت ان کی ہو رقم
اور سنت کی مہک ہو میری ہر اک بات میں
نور کی نوری تبسم کا نہ عالم پوچھئے
کھوئی سوئی مل گئی وہ ہنس دیئے جورات میں
اِن کو اپنے خیر کے دامن میں اللہ لیجئے
مشکلیں جو بھی ہیں یا خیر الوریٰ حالات میں
جس سے ڈھل کر بے مقدر بھی سکندر بن گئے
ہم بھی بھیگیں ابرِ رحمت کی اسی برسات میں
روشنی کے واسطے ہر اک اذاں کی ہے صدا
کیوں ہو گم تم غفلتوں کی مومنو! ظلمات میں
آقا کی مدحت کا حق ہم سے ادا کیا ہو بھلا
جن کا اعلیٰ ذکر ہے قرآن کی آیات میں
ایک چیونٹی پر ستم کی تو یہاں بخشش نہیں
یہ اَمن کا درس ہے اسلامی تعلیمات میں
جس میں حسّانی، رواحی اور بلالی رنگ ہو
عشق ایسا گھول دو محوّر کی آقا ذات میں

## شہر یار شجاعت ہیں شیر خدا

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

نور چشم نبوت ہیں شیر خدا
چرخ رمز ولایت ہیں شیر خدا
رب کعبہ کے گھر میں ولادت ہوئی
قبلہ گاہ سعادت ہیں شیر خدا
قول آقا انا من علی ہے دلیل
جان شاہ رسالت ہیں شیر خدا
شاہد عدل ہے اعتراف عمر
کوثر علم وحکمت ہیں شیر خدا
فتح خیبر کی تاریخ کہتی ہے یہ
شہر یار شجاعت ہیں شیر خدا
ان کی حاضر جوابی رہی بے مثال
درّ بحر ذکاوت ہیں شیر خدا
حشر تک ان پہ قرباں فضیلت کا نور
جدّ نسل سیادت ہیں شیر خدا
قبل دید نبی آنکھ کھولی نہیں
آفتاب بصیرت ہیں شیر خدا
ان کے دامن میں کنز حزم وورع
یوں حرائے ہدایت ہیں شیر خدا
تربیت ان کی شاہ دوعالم نے کی
کعبۂ نور قسمت ہیں شیر خدا
ماں کو آگے بتوں کے نہ جھکنے دیا
عرش پاکیزہ فطرت ہیں شیر خدا
مصطفی کے ہیں محبوب یوں مرتضی
جان احمد کی راحت ہیں شیر خدا
"لب سے آقا کے صادر ہوا ہے" اخی
افتخار اخوت ہیں شیر خدا
"انت جبرئیل" سے ہو گیا یہ عیاں
شاہد نوری خلقت ہیں شیر خدا
نام ایسا کہ مہمل کرو تو ولی
اک مسلّم حقیقت ہیں شیر خدا
کہہ رہی ہے فضائل کی جملہ حدیث
قرب حق کی ضمانت ہیں شیر خدا
ہو گیا راز ظاہر یہ ہجرت کی شب
مصطفی کی امانت ہیں شیر خدا

منظومات

ان کی ذات ضیابار ہے باب علم
دین حق کی وضاحت ہیں شیر خدا

ہے یہ آقا کا ارشاد ہیں وہ اعز
ایسے سالار رفعت ہیں شیر خدا

ہیں مشرب بہ اسلام بچپن سے ہی
ایسے فردوس قسمت ہیں شیر خدا

حجت بالغہ ہے "سلونی" کا قول
مہر شان وفضیلت ہیں شیر خدا

بغض ان سے جو رکھے منافق ہے وہ
اہل ایماں کی جنت ہیں شیر خدا

تیر آئے نکل ہو نہ احساس بھی
ایسے محو عبادت ہیں شیر خدا

نام سے ان کے بد دین تھرّا اٹھیں
بہر کفار ہیبت ہیں شیر خدا

حضرت عائشہ کا ہے قول مبیں
شرح علم شریعت ہیں شیر خدا

ہے حیات ان کی سرشار خلق نبی
نازش استقامت ہیں شیر خدا

ہم مصیبت میں ان کو پکاریں نہ کیوں
جلوہ سامان رحمت ہیں شیر خدا

مستفیض ان سے امت رہے گی سدا
دین وملت کی نعمت ہیں شیر خدا

ہو کے مجبور مانا مرحّب نے بھی
اہل حق شان جرأت ہیں شیر خدا

ان سے قرب خدا کی ملی روشنی
ایسے معمار سیرت ہیں شیر خدا

سیدہ فاطمہ کے شریک حیات
انتخاب نبوت ہیں شیر خدا

جذبۂ حق یہ کہتا ہے شبیر کا
راز قلب شہادت ہیں شیر خدا

ہے شبر کی سری شہادت گواہ
درس صبر ومتانت ہیں شیر خدا

کر کے توبہ نجومی کو کہنا پڑا
قوت دست قدرت ہیں شیر خدا

ذوالفقار ان کی لہرا کے کہنے لگی
محور فتح ونصرت ہیں شیر خدا

ہر مصیبت زدہ کی وہ آواز ہیں
یوں مددگار خلقت ہیں شیر خدا

مشعل راہ ہے ان کی روشن حیات
نیّر خلق والفت ہیں شیر خدا

ان کی طرز فضا دے رہی صدا
آبروئے خلافت ہیں شیر خدا

وقت سنگین ہاتھوں میں ان کے علم
یادگار قیامت ہیں شیر خدا

ان کے شعروں میں ندرت ہے یہ جلوہ بار
تاجدار فصاحت ہیں شیر خدا

گامزن جانے کتنوں کو حق پر کیا
درّ رشد وہدایت ہیں شیر خدا

ان پہ روحانیت کا چمن ہے نثار
سب سلاسل کی زینت ہیں شیر خدا

ہے یہ من کنت مولاہ روشن حدیث
قدسی مولائے امت ہیں شیر خدا

## سرکار دو عالم کے محبوب چچا حمزہ

از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ، مسقط عمان

عمیرِ بقا حمزہ، تسخیرِ فنا حمزہ
آفاقِ شجاعت پر، جرأت کی صدا حمزہ

ناموسِ رسالت پر جاں اپنی فدا کر دی
ملت کے تحفظ کی دیوارِ وفا حمزہ

کیا شان تمہاری ہے کیا رعب تمہارا ہے
سرکار دو عالم کے محبوب چچا حمزہ

بیباک تری ہستی، خوددار تری فطرت
جاں باز ہے دل تیرا اے شیرِ خدا حمزہ

یوں *بدر* کی وادی میں کفار کو للکارا
باطل کو ڈراتی ہے اب بھی وہ ندا حمزہ

جُھکتے ہیں ترے در پر، کونین سلامی کو
اے شانِ سخا حمزہ، اے کانِ حیا حمزہ

اسلام کے دشمن پر طاری ہے تری ہیبت
کردار و عمل تیرا، باطل کی قضا حمزہ

سرکار نے بخشا تھا پرچم جو قیادت کا
لہراتا ہے عالَم میں اب بھی وہ لِوا حمزہ

تم شیر ہو آقا کے، سید ہو شہیدوں کے
ہے تم سے وقارِ حق، اے نیک ادا حمزہ

اللہ نے فرمایا سرکار سے "لَاتحزَن"
غم تیری شہادت کا کچھ ایسا ہوا حمزہ

احسان نہ بھولے گا میدان اُحُد تیرا
ہے اُس کی شب جاں میں اب تیری ضیا حمزہ

جو وقت گزارا ہے سرکار کی قربت میں
دارین میں شۓ ہے اب اُس سے سِوا حمزہ

شاہد ہے ترا روضہ، سرکار کی آمد کا
خود آ کے شہِ عالَم، دیتے تھے دعا حمزہ

جرأت کے ستاروں سے روشن ہے ڈگر تیری
ملت کی نگہبانی، مَشرَب ہے ترا حمزہ

تاریخ نہ بھولے گی اے مَردِ جَری تجھ کو
چلتی ہی رہے گی اب یادوں کی صَبا حمزہ

خورشیدِ نبوت سے آئی ہے چمک تجھ میں
مَدَّھم نہ کبھی ہوگا اب تیرا دیا حمزہ

جو زخم ہیں بھر جائیں، حالات سنور جائیں
کر دیجیے اُمت پر اک چشمِ عطا حمزہ

جس شخص کے سینے میں روشن ہے تری الفت
کیا اُس کو ڈرائیں گے یہ اہل جفا حمزہ

ہر دشمنِ ملت پر، غالب ہو فریدؔی بھی
پہنائیے اب اِس کو نُصرت کی عَبا حمزہ

## کردارِ ثنا کی ہیں دھڑکن، استاذ زمن

از: مولانا سلمان رضا فریدؔی، مسقط عمان

سالارِ ادب، سردارِ سخن، استاذ زمن
نایابِ جہاں، یکتائے زمن، استاذ زمن

تلمیذ و اَخِ اعلیٰ حضرت، ایسی قسمت
پھر کیوں نہ بنیں علمی کُندن، استاذ زمن

نعتوں میں رضا کی نعتیں ہیں دل کی صورت
کردارِ ثنا کی ہیں دھڑکن، استاذ زمن

شاعر بولے، ناقد بولے، اُن کو پڑھ کر
ہیں بعدِ رضا سب سے اَحسَن، استاذ زمن

توقیرِ زبان، اعزازِ قلم، ان کے جلوے
شہکار ہنر، مہ پارۂ فن، استاذ زمن

پاتی ہے جہاں فکری صورت، زیب و زینت
ہیں مدحت کے ایسے دَرپَن، استاذ زمن

ہر سمت رواں نعتیں اُن کی، باتیں ان کی
بستی بستی، آنگن آنگن، استاذ زمن

ہم کیا ہیں رضا نے خود ان کی تعریفیں کیں
پھر سب نے کہا، لاریب حَسَن، استاذ زمن

لایا ہے فریدؔی نذرِ ثنا، گلہائے وفا
بھر دو اِس کا فکری دامن استاذ زمن

## شوال کی دس، یوم ولادت ہے رضا کا

از: مولانا سلمان رضا فریدؔی، مسقط عمان

ہر سَمت عیاں جلوۂ حکمت ہے رضا کا
بے مثل ہر اک گوہر سیرت ہے رضا کا

ہم اہل سنن کے لیے یہ عید کا دن ہے
شوال کی دس، یوم ولادت ہے رضا کا

ناموس رسالت کے تحفظ کی لگن ہے
گھر گھر میں سجا جلسۂ مدحت ہے رضا کا

سر تا بقدم، عشقِ رسالت سے معطر
شیدائے نبی گلشنِ فطرت ہے رضا کا

وہ تربتِ اطہر میں بھی مصروفِ ثنا ہیں
ہاں اب بھی رواں خامۂ چاہت ہے رضا کا

اس کو نہ کوئی بندِ حد روک سکے گا
ہر لمحہ فزوں بحرِ فضیلت ہے رضا کا

سو سال نہیں، سیکڑوں صدیاں بھی گزر جائیں
اونچا سدا مینارِ کرامت ہے رضا کا

خود جس پہ فدا ہو گیا آئینۂ دانش
اِس درجہ حسیں روئے لیاقت ہے رضا کا

مُٹھی میں ہیں عرفان کے مہر و مہ و انجم
مانندِ فلک، دست بصیرت ہے رضا کا

ہر سلسلۂ حق کا جمال ان کو ملا ہے
"برکات" کا مخزن گُلِ نسبت ہے رضا کا

دشمن سے کہو ڈھونڈ لے وہ دوسری دنیا
اِس چرخ پہ تو نیّرِ عظمت ہے رضا کا

کیا روک سکے پردۂ شب اسکی تجلی
پُرنور سدا، مہرِ جلالت ہے رضا کا

خود روحِ تفقہ بھی مہک اٹھی ہے جس سے
یکتائے زمن، عطرِ فقاہت ہے رضا کا

وہ تازہ بتازہ ہیں زمانے کے اُفُق پر
اک زندہ صدا، نغمۂ شہرت ہے رضا کا

بیشک وہ زباں فضلِ الٰہی میں ڈَھلی ہے
ہر قول ہمارے لئے حجت ہے رضا کا

سب سچے سلاسل کا ادب ہم کو سکھایا
اچھوں سے بندھا رشتۂ الفت ہے رضا کا

ہم کیوں نہ ہوں پروانۂ انوارِ بریلی
اک مشعلِ حق، شہرِ سکونت ہے رضا کا

گستاخِ نبی جس سے دبے اور جلے ہیں
اک کوہِ گراں، شعلۂ شدت ہے رضا کا

مِنّت کشِ فیضانِ رضا، فکرِ فریدؔی
ناچیز پہ بھی ظلِّ عنایت ہے رضا کا

# کرم کی گھٹا عرس تاج الشریعہ

از: علامہ سید اولادرسول قدسؔی، نیویارک امریکہ

رہِ اتقا عرس تاج الشریعہ
دلوں کی ضیا عرس تاج الشریعہ

فروزاں ہیں اخلاص والفت کی شمعیں
نظر کی جلا عرس تاج الشریعہ

یہاں رحمتوں کے گہر بٹ رہے ہیں
ہے بحرِ سخا عرس تاج الشریعہ

ہے روحانی جلوؤں کی ہر سمت برکھا
کرم کی گھٹا عرس تاج الشریعہ

مرادوں کی تکمیل کے واسطے ہے
منارِ عطا عرس تاج الشریعہ

رہو دور تم صلح کلی سے تا زیست
ہے حق کی صدا عرس تاج الشریعہ

نہ گھبراؤ ماحول کی خستگی سے
ہے غم کی دوا عرس تاج الشریعہ

بچھا دو یہاں فرش قلب وجگر کو
ہے داتا بڑا عرس تاج الشریعہ

سبھی زائروں کو عطا کر رہا ہے
اماں کی فضا عرس تاج الشریعہ

کڑی دھوپ میں اضطراب جہاں کی
سکوں کی رِدا عرس تاج الشریعہ

ہے باطل ہواؤں میں حقانیت کا
منور دیا عرس تاج الشریعہ

جو مسلک کی کرتے نہیں آبیاری
ہے ان سے خفا عرس تاج الشریعہ

بقیہ ص ۸/ پر

# مجاہد ملت سیمینار! انقلابی افکار کے احیا کا سبب

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی، مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

خدا جانے حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے کس کرب کے عالم میں کہا تھا ۔

خرچ سنی بر قبور و خانقاہ
خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

ہمارے قرب و جوار میں ہونے والے اعراس اس شعر کی عملی تصویر بنے نظر آتے ہیں لیکن پچھلے کچھ عرصے سے چند باشعور سجادگان نے روایت سے بغاوت کرتے ہوئے اپنی توجہات کا رخ علمی کاموں کی جانب مبذول کیا ہے، جس کی وجہ سے اب اساطین علم سے منسوب پروگرام/اعراس میں محض چادر و گاگر کے میلے ہی نہیں ہوتے بلکہ علمی مجلسیں بھی سجنے لگی ہیں، جو جماعت کے لیے اچھے مستقبل کا اشاریہ ہے۔

ایسی ہی ایک مجلس 29 فروری 2020 بروز ہفتہ صوبہ اڑیسہ کے مشہور شہر کٹک میں سجائی گئی، جہاں جماعت اہل سنت کے ایک "گمنام نامور" مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن عباسی قادری (1322ھ—1401) کے نام پر ایک روزہ کل ہند سیمینار منعقد کیا گیا، ذمہ داران خانقاہ نے اس علمی مجلس کے بہترین انعقاد کے لئے ملک کی ایک سنجیدہ علمی شخصیت ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کا انتخاب کیا، جس کے لیے صاحب سجادہ حبیب ملت حضرت مولانا سید غلام محمد حبیبی قادری قابل تعریف ہیں۔

پر تکلف ظہرانہ کے بعد انجمن اسلامیہ دیوان بازار کٹک کے مجاہد ملت ہال میں سیمینار کا آغاز ہوا، تلاوت قرآن کریم اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے منصرم مجلس ڈاکٹر شمس مصباحی نے اپنی قلبی واردات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

مجاہد ملت جیسی شخصیت کو آج کی نسل محض نام کی حد تک جانتی ہے، جبکہ ان کے کارنامے، ان کے افکار اور نقوش زندگی اس نوعیت کے ہیں کہ وہ جماعتی افکار و نظریات کا جزو لاینفک ہوتے، لیکن حالات زمانہ کی نیرنگی کہ ہم اپنی فقید المثال شخصیت کو بھی فراموش کر بیٹھے، اس لیے مجاہد ملت کے انقلابی افکار و نظریات سے زمانے کو روشناس کرانے کے لیے ہی یہ علمی مجلس سجائی گئی تاکہ ان کے افکار کی روشنی میں جماعت بحسن و خوبی کامیابی کا سفر طے کر سکے۔

یہاں منصرم مجلس کی بالغ نظری کی داد دینا ہوگی کہ انہوں نے اہل قلم حضرات کو اپنی گفتگو میں عوام کے ذوق کا خیال رکھتے ہوئے قدرے خطیبانہ رنگ لینے کی آزادی عطا فرمائی، کیوں کہ سیمینار میں اہل علم کے ساتھ عوام بھی بڑی تعداد میں شریک تھے اور عوام بنیادی طور پر خالص علمی و تحقیقی گفتگو سننے کے حامل نہیں ہوتے اس لیے وسیم بریلوی کے مطابق ۔

کون سی بات کب، کہاں، کیسے کہی جاتی ہے
یہ سلیقہ ہو تو ہر بات سنی جاتی ہے

پر عمل کرتے ہوئے عوامی نفسیات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ آہستہ آہستہ علمی گفتگو سے آشنا ہو سکیں، سیمینار کی نظامت کلکتے کے مشہور ناظم اجلاس محترم حلیم حاذق صاحب نے کی، موصوف عمر کے کئی پڑاؤ پار کرنے کے بعد بھی قد و قامت کے اعتبار سے جتنے فٹم فٹ ہیں اتنی ہی فٹم فٹ ان کی نظامت بھی نظر آئی، ان کے برمحل جملوں اور بامقصد اشعار نے حسن محفل بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کیا، جس کے لیے حلیم حاذق صاحب قابل تحسین ہیں۔

**شرکائے سیمینار اور موضوعات**

1—ڈاکٹر ارشاد عالم ساحل، سہسرام (مجاہد ملت کی ایمانی شان)
2—مفتی خالد ایوب مصباحی، جے پور (راجستھان میں آپ کی دعوتی خدمات اور موجودہ ضرورت)
3—غلام مصطفےٰ نعیمی، دہلی (عصری تعلیم اور آپ کی دور اندیشی)
4—ڈاکٹر نجم القادری مدھوبنی بہار (مجاہد ملت ایک کثیر الجہات شخصیت)
5—ڈاکٹر احمد جاوید، پٹنہ (مجاہد ملت کے اہم سیاسی کارنامے)
6—مولانا صابر رضا رہبر مصباحی، پٹنہ
7—مولانا شمیم اختر رضوی، جمشید پور (مجاہد ملت کی اصلاحی و سماجی کارگزاریاں)

خیر و خبر

8– ڈاکٹر سجاد عالم رضوی، کلکتہ (موجودہ ہندوستان و قانون میں مجاہد ملت کا حصہ)

9 مولانا رحمت اللہ صدیقی، ممبئی (مجاہد ملت، انتخاب اعلیٰ حضرت)

10 مفتی شمشاد مصباحی، گھوسی، یوپی (مجاہد ملت کی مناظرانہ صلاحیت)

11 مفتی اختر حسین علیمی، جمدا شاہی، یوپی (نجدی قاضی سے ہوئے مکالمے کی علمی حیثیت)

12 مولانا سید عبد المسجود حبیبی، الہ آباد (مشاہدات و تجربات)

13 مولانا ریاضت حسین ازہری، رسول پور، اڑیسہ

16 مولانا فیضان المصطفیٰ اعظمی، امریکہ (مجاہد ملت کی فقہی عبقریت اور استحضار علمی)

17 مفتی عبد المالک مصباحی، جمشید پور (مجاہد ملت! کردار و عمل کے مجاہد)

سیمیناروں کی روایت کے عین مطابق خاصا وقت تعارف و تمہید کی نذر ہو گیا اس لیے منتخب اہل قلم کو ہی اپنے مقالات کے اہم نکات پر گفتگو کرنے کا موقع دیا گیا، سیمینار میں مجاہد ملت کی کتاب زندگی کے کئی اہم اوراق پر بڑی خاص اور کارآمد گفتگو ہوئی، وہ خاص عناوین یہ ہیں:

(۱) استقامت فی الدین (۲) عصری تعلیم کی اہمیت (۳) دعوتی و تبلیغی مزاج (۴) فقہی گہرائی و گیرائی (۵) مناظرانہ مہارت (۶) سماجی خدمات (۷) سیاسی شعور و خدمات (۸) فکری پختگی (۹) مشاہدات و مصاحبات۔

**استقامت فی الدین:** مجاہد ملت کی زندگی کا سب سے اہم اور بنیادی عنوان استقامت فی الدین ہی ہے، یہی وہ جذبہ تھا کہ جس کی خاطر سعودی نجدی حکومت تک سے ٹکرا گئے تھے، اس عنوان پر مفتی اختر حسین علیمی نے نہایت فاضلانہ انداز میں نجدی قاضی سے ہوئے آپ کے مکالمے کی بہترین تشریحی گفتگو فرمائی۔

**عصری تعلیم کی اہمیت:** مجاہد ملت نے جہاں مدارس و مساجد قائم فرمائے وہیں کئی عصری اداروں کے قیام میں بھی کلیدی رول ادا فرمایا، اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فقیر غلام مصطفےٰ نعیمی نے بیان کیا کہ دور حاضر میں مسلمانوں کے 96 فیصد بچے عصری اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ایسے میں ان کی بنیادی دینی تعلیم کا نظم کیے بغیر ان کے عقائد کی حفاظت کس طرح ممکن ہے اور دین بیزار عصری اداروں کے برے اثرات سے بچانے کے لیے ہمارا ایکشن پلان کیا ہے؟

یہاں یہ پہلو بھی ذہن میں رہے کہ 2016 کی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں میں محض 2.75 فیصد افراد ہی گریجویٹ ہیں، یہ بات اپنے آپ میں کس قدر شرمناک ہے کہ 25 کروڑ کی مسلم آبادی میں گریجویٹ افراد کا تناسب تین فیصد بھی نہیں ہے، شاید یہی وجہ تھی کہ مجاہد ملت نے ایک موقع پر کسی مسلم علاقے میں عصری تعلیم کی ضرورت کے مدنظر اسکول انتظامیہ کو حیلہ شرعی کے ساتھ چرم قربانی وصول کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے بستی دھام نگر میں ایک عصری ادارے کے لیے اپنی ذاتی زمین پیش فرمائی، دور حاضر میں آپ کی فکر کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ قوم غیروں کی محتاجی سے محفوظ رہ سکے۔

**دعوتی و تبلیغی مزاج:** مجاہد ملت جہاں کامیاب مناظر تھے وہیں ایک باعمل مبلغ اور داعی دین بھی تھے، مفتی خالد ایوب مصباحی نے اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا کہ راجستھان کے پالی وغیرہ کے علاقوں میں آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے کتنے ہی مسلمان فتنہ ارتداد سے محفوظ رہے، یہ سب داعیانہ کاوشوں کا ثمرہ تھا، لیکن آج پھر اسی پالی کے اطراف میں سیکڑوں علاقے ہیں جہاں مسلمان آدھے مسلمان اور آدھے ہندو بنے ہوئے ہیں، نام سے لے کر رسم و رواج تک وہ اسلام اور ہندو دھرم کو فالو کرتے ہیں، اس لیے ان علاقوں میں مجاہد ملت کی طرز پر دعوتی مہم چلانے کی سخت ضرورت ہے۔

**فقہی گہرائی و گیرائی:** اس عنوان پر نبیرہ صدر الشریعہ مولانا فیضان المصطفیٰ اعظمی نے مسئلہ اذان ثانی کے معاملے پر نہایت فاضلانہ انداز میں آپ کی فقہی گہرائی پر مدلل گفتگو فرمائی اور یہ ثابت کیا کہ تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ کے علمی استحضار کا عالم یہ تھا کہ فقہی کتب کے باریک جزئیات بھی آپ کے ذہن میں مستحضر رہتے تھے۔

**مناظرانہ مہارت:** آپ کی کتاب زندگی کا یہ ورق بھی انتہائی روشن وتابناک ہے، اس عنوان پر کلام کرتے ہوئے مفتی شمشاد مصباحی نے بیان کیا کہ مناظر بننے کے لیے کسی ایک علم میں ماہر ہونا کافی نہیں بلکہ کئی علوم وفنون پر دسترس ہونا چاہیے تبھی کوئی شخص کامیاب مناظر ہوسکتا ہے، مجاہد ملت کی مناظرانہ صلاحیت کا یہ عالم تھا کہ مناظرہ بجرڈیہہ بنارس کی شرائط طے کرتے وقت آپ نے مشہور وہابی عالم صفی الرحمن مبارک پوری کو ساکت وعاجز کر دیا تھا۔

**سماجی خدمات:** مجاہد ملت کی درخشاں زندگی کا یہ پہلو بھی لائق تقلید ہے، آپ نے جہاں تدریس وتبلیغ، سیاست ومناظرہ جیسے میدانوں میں اہل سنت کی کامیاب نمائندگی فرمائی، وہیں سماجی خدمات جیسے رفاہی میدان بھی آپ کی موجودگی سے محروم نہیں رہے، اس عنوان پر اڑیسہ ہی کے دو نوجوان قلم کاروں مولانا ریاضت حسین ازہری اور مولانا شمیم اختر رضوی نے نہایت سلیس ونفیس انداز میں گفتگو فرمائی اور آپ کی حیات زندگی کے اہم کارناموں کی روشنی میں سماجی خدمات کے تئیں آپ کے ذوق اور لگن کو خوب صورت طریقے سے بیان کیا۔

**سیاسی خدمات:** آپ کی حیات کے اس درخشاں پہلو پر ڈاکٹر سجاد عالم نے فاضلانہ گفتگو شروع فرمائی لیکن قلت وقت کے باعث وہ مافی الضمیر ادا کرنے سے معذور رہے لیکن ابتدائی گفتگو سے یہ اندازہ ضرور ہو گیا ۔

ہلکی سی جھلک دیکھ یوں بڑھی ہے تشنہ لبی
دیدیار کی حسرت اب رہے گی شام وسحر

**فکری پختگی:** مجاہد ملت اپنی تمام تر سیاسی وسماجی خدمات کے ساتھ ساتھ فکری پختگی میں بھی اپنے ہم عصروں میں ممتاز ومنفرد تھے، اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی نے بیان کیا کہ اپنے سفر حج بیت اللہ پر آپ حرمین شریفین میں عین نماز کے وقت عصا لے کر بے خوف گھومتے رہتے اور بعد میں اپنی جماعت قائم فرماتے، عین جماعت کے وقت عصا لے کر گھومنے پر آپ نے جواب دیا تھا کہ "میں عین جماعت کے وقت اس لیے گھومتا ہوں تا کہ لوگ مجھ سے اس کا سبب پوچھیں تو میں وہابیہ کی بدعقیدگی اجاگر کر کے لوگوں کو ان کا مکروہ چہرہ دکھاؤں۔"

ڈاکٹر نجم القادری صاحب نے اسی عنوان پر گفتگو فرمائی لیکن وقت کا بڑا حصہ "حسن یار کی تشبیہات وتمثیلات" کی نذر ہو گیا، اب تو موصوف کا مقالہ کتابی صورت میں ہی پڑھنے کا انتظار رہے گا۔

**مشاہدات ومصاحبات:** کسی بھی شخصیت کے اصلی خدوخال ان کے حاضر باش اور حظ صحبت اٹھانے والے افراد ہی سب سے بہتر جانتے ہیں، حسن اتفاق سے سیمینار میں بزرگ قلم کار مولانا سید عبد المسیحو دحبیبی، ڈاکٹر علی اشرف صاحبان نے اپنی مشاہداتی گفتگو سے مجاہد ملت کے وہ احوال بیان فرمائے جس سے آپ کی عظمتوں کا نقش دل پر گہرا تا چلا گیا، نہاں خانہ دل سے یہی آواز آئی ۔

بدل لذت آزار کہاں سے لاؤں
اب تجھے اے ستم یار کہاں سے لاؤں

ان حضرات کے علاوہ مولانا وجہ القمر رضوی وغیرہ نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا، بعد میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے حضور مجاہد ملت سے اپنی کئی ملاقات ومصاحبات کا ذکر کرتے ہوئے کئی اہم واقعات بیان فرمائے جن سے مجاہد ملت کی قومی ہمدردی کے نقوش نظر آئے، تو اپنوں کی بے اعتنائی کے زخموں کی ٹیس بھی محسوس ہوئی. ایک واقعہ کے ضمن میں ہوئی گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملی معاملات میں مجاہد ملت کو جماعت اہل سنت سے بھرپور معاونت ملی نہ ہمدردی کے دو بول (الا ماشاء اللہ) شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے رفیق درس حافظ ملت سے پوچھا تھا: کیا آپ میرا ساتھ دوگے؟

اس جملے کے پس منظر میں جھانک کر دیکھیں تو درد وغم کا وہ سمندر نظر آئے گا جو انسان کے وجود کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جاتا ہے، علامہ صاحب کی گفتگو نہایت پر اثر اور دل میں اتر جانے والی تھی۔

سیمینار کے نظم ونسق میں "خاکساران حق" کے افراد نہایت خلوص وادب کے ساتھ پیش پیش تھے. جملہ رضا کاران کا ادب اور جذبہ احترام قابل تعریف تھا، یہ یقیناً ذمہ داران خانقاہ کی تربیت کا ثمرہ ہے، یہ وہی تنظیم ہے جو خاکی رنگ کی مخصوص وردی

خیر وخبر

اور بیلچے کے ساتھ قومی سپاہی نظر آتے ہیں کاش یہ تنظیم جلسہ وجلوس سے آگے بڑھ کر وہ کام انجام دے جس کے لیے اسے قائم کیا گیا تھا، اخیر میں صلات وسلام، شجرہ خوانی، فاتحہ خوانی کے بعد محدث کبیر کی رقت آمیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں مولانا عاشق القادری حبیبی صاحب کی کاوشوں کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی ہوگی، مولانا موصوف کی بے پناہ کاوشیں ہی تھیں کہ اتنا معیاری اور علمی سیمینار منعقد ہوا، موصوف نے نسبت حبیبی کا حق ادا کرتے ہوئے بارگاہ مجاہد ملت میں خوب خراج عقیدت پیش کیا جس کے لئے موصوف شکریے کے حقدار ہیں۔

◆◆◆

## میرے والد ماجد

محمد راحت خاں قادری

خادم دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

میرے والد ماجد محمد رفیع خاں، بن قدرت اللہ خاں، بن محمد نبیہ خاں، بن محمد نظام الدین خاں کا ٦ رشعبان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق یکم اپریل ۲۰۲۰ء کو انتقال پر ملال ہو گیا، ان کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔

پورے گاؤں میں وہ اپنے زمانے کے ایسے اکیلے شخص تھے کہ جنہوں نے ضروری دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہندی اسکول سے ہائی اسکول تک پڑھائی بھی کی تھی۔ انڈین آرمی میں سروس بھی لگی صرف ایک مرتبہ ہی سروس کے لیے گیے تھے لیکن میری دادی کو ان کا گھر سے دور رہنا پسند نہیں تھا اس وجہ سے اس سروس سے سبکدوش ہو گیے تھے۔

تاریخ چاہے اسلامی ہو یا بین الاقوامی، سیاسی ہو یا جغرافیائی اس میں زبردست مہارت رکھتے تھے میں نے تقریباً ڈیڑھ دہائی مدرسہ میں رہ کر پڑھائی کی لیکن تاریخ میں ان کی وسیع معلومات ومطالعہ کے سامنے میں ایک طفل مکتب سے زیادہ ہرگز نہیں تھا بلکہ جب بھی ان سے تاریخی باتوں کا ذکر چھڑ جاتا تو ان سے وسیع معلومات ہی حاصل ہوتی تھیں۔

ان کو مطالعہ کا بہت شوق تھا ان کے پاس مطالعہ کے لیے کثیر مذہبی وعصری اور تاریخی کتابیں تھیں ابتداً انہوں نے ہمارے محلہ کی مسجد میں بھی ایک لائبریری قائم کر رکھی تھی اگرچہ بعد میں اس کی کتابیں خرد برد ہو گئیں، لیکن جب میں مدرسہ میں درس نظامی پڑھنے لگا تو کتابیں خریدنے کے شوق کی وجہ سے گھر کی لائبریری بھی بڑی ہوتی گئی اور ان کے مطالعہ کی کتابوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا، گھر کی کتابوں کو خود ہی نظم ونسق سے لگاتے تھے۔

ہم چھ بھائی چار بہنیں ہیں سب کو ضرورت کے مطابق مذہبی وعصری تعلیم دینے کی کوشش کی ایک بھائی کو چھوڑ کر ورنہ تقریباً سب قرآن شریف اور اردو اور کچھ ہندی وانگریزی پڑھے ہوئے ہیں، سب سے بڑے بھائی کو مدرسہ میں درس نظامی پڑھنے کے لیے بھیجا لیکن کچھ جماعتیں پڑھنے کے بعد ان کی تعلیم کا سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکا۔

اس کے بعد مجھے درس نظامی پڑھایا، مجھ سے چھوٹے بھائی عظیم الشان نوری کو حفظ کرایا، اب وہ حفظ کرنے کے بعد درس نظامی کے سال آخر میں جامعۃ الرضا بریلی شریف میں زیر تعلیم ہیں، یہ سب سے چھوٹے ہیں اس وجہ سے یہ جب بھی گھر ہوتے تو ابو انہیں سے اپنے ذاتی کام کرواتے اس وقت بھی یہ تعطیل کلاں میں گھر پر ہی تھے انہوں نے ہی سب سے زیادہ ابو کی خدمت کی اللہ تعالی ان کو بہتر جزا دے، میرے ابو کی دلی خواہش مجھے مفتی بنانے کی تھی جس کی وجہ سے میں نے تخصص فی الفقہ کیا، پڑھائی کے زمانے سے لے کر اب تک وہ مجھ سے کچھ باتیں بارہا کہتے تھے؛ کہ میں نے تم کو صرف دین کی خدمت کے لیے پڑھایا ہے دین کی خدمت کرو اسی وجہ سے فراغت کے بعد بھی مجھ سے کبھی پیسوں وغیرہ کا مطالبہ نہیں کیا، مجھ سے لالچ سے دور رہنے کے بارے میں جب بھی نصیحت کرتے تو کہتے کہ اگر تم پیسوں اور روٹی کے پیچھے بھاگو گے تو یہ تم سے دور بھاگیں گے اور اگر تم ان کو پیٹھ دکھاؤ گے ان سے بھاگو گے تو یہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے تمہیں خود تلاش کر لیں گے، جب سے میں نے ہوش سنبھالا تو نمازوں کا ان کے اندر شوق پایا، ہمیشہ ان پلنگ کے پاس ایک چوکی (چھوٹا

تخت) پڑا رہتا جس پر وہ مصلیٰ بچھا کر نماز ادا فرماتے اور فاتحہ اوراد و وظائف وغیرہ بھی اس جگہ پر پڑھتے تھے۔

ایک لمبے زمانے سے دلائل الخیرات شریف کا وردان کے معمولات میں شامل تھا، روزانہ قرآن شریف کا ایک پارہ تلاوت کرتے اور کنز الایمان شریف سے ایک رکوع ترجمہ و تفسیر کا پابندی سے مطالعہ کرتے تھے۔ ماہ نامہ سنی دنیا، ماہنامہ اعلیٰ حضرت اور سہ ماہی امجدیہ وغیرہ رسائل ان کے پاس ڈاک سے جاتے تھے جن کا وہ مطالعہ کرتے تھے۔ پچھلے تقریباً ایک ماہ سے طبیعت زیادہ علیل تھی جس کی بوجہ سے سارے معمولات متاثر تھے لیکن ان دنوں میں کلمہ شریف اور اسم جلالت کا ورد بہت کثرت سے کرتے تھے، مجھ سے ہمیشہ اپنی بیماری اور تکلیف کو چھپاتے تھے تا کہ میں پریشان نہ ہو جاؤں انتقال سے چند روز قبل 27 مارچ جمعہ کے دن فون کر کے مجھ سے کہا اب تم دو تین دن بعد گھر آ جاؤ دیکھنے کا دل کر رہا ہے طبیعت بھی خوب ٹھیک نہیں ہے، میں ہفتہ کی صبح میں ہی گھر آ گیا لوک ڈاؤن کی وجہ سے تقریباً ایک ہفتہ گھر پر رہنے کی ہی نیت کر لی منگل کے دن شاہجہان پور سے پندرہ دن کی دوائی ابو کے لیے لے کر آیا۔

6/شعبان المعظم 1441ھ/ 1/اپریل 2020ء بروز بدھ کو صبح میں حرکت قلب بڑھ گئی اور روح پرواز کر گئی، خدائے تعالیٰ ہمارے والد مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ہم گھر والوں کو صبر عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

## افضل ترین خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ

از: مولانا محمد خبیر عالم نوری

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں میں وہ پہلی خاتون ہیں جنہیں اسلام لانے کا پہلا مقام اور عقدِ نبوی میں داخل ہونے کا اوّل درجہ کا شرف وفضیلت حاصل ہے، مولانا محمد خبیر عالم نوری نے کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لانے سے قبل تجارت کیا کرتی تھیں آپ کا کاروبار دور دراز تک مشہور و معروف تھا، آپ نہایت ہی پاکیزہ سیرت و کردار، حسن واخلاق کی ملکہ تھیں، عرب کے دور جہالت وکفر وشرک کے ماحول میں بھی آپ نے کبھی بت پرستی وغیرہ دیانت داری سے اپنی عفت و عصمت کی چادر کو داغ دار نہیں کیا، انہوں نے کہا ہے کہ "ایام جاہلیت میں جب پورے عربستان میں بت پرستی کا رواج عام تھا، اس وقت بھی حضرت خدیجہ معنوی امور اور انسانی واخلاقی مسائل کی رعایت کرنے سے غافل نہیں رہیں، وہ آسمانی کتابوں پر اعتقاد رکھتی تھیں اور خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کرتی تھیں، وہ اپنے تجارتی کاروان کو دور دراز ممالک کی طرف روانہ کرتے وقت کعبہ میں جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خدا سے اپنی تجارت میں برکت حاصل ہونے کی دعا کرتی تھیں۔

بعد دخول اسلام وعقدِ رسول ہر مشکل وقت میں آپ نے اسلام کی خدمت کی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا، آپ کی عظمت وفضیلت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان عالی شان سے لگایا جا سکتا ہے "خیرُ نسائہا مریم ابنۃ عمران وخیرُ نسائہا خدیجۃ۔ یعنی سابقہ امت کی عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ترین خدیجہ ہیں۔"

نیز آپ کو یہ بھی خصوصی وامتیازی مقام حاصل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری اولاد مکرمہ آپ کے ہی بطن مقدس سے ہیں، آپ کی شرافت وامانت، ایفائے عہد وغریب پروری، سخاوت وفراخ دلی جیسی اعلیٰ خوبیاں دنیا بھر عورتوں کے لیے مشعل راہ ونمونۂ حیات ہے۔

رپورٹ: مولانا تحسین رضا قادری
جنرل سیکرٹری رضا اسلامک مشن گنگا گھاٹ اناؤ یوپی

## عید میں مکمل سادگی برتیں مسلمان

مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی

عید وبقر عید ہمارے لئے تہوار نہیں بلکہ یہ خالص عبادتیں ہیں، للہذا ان کی ادائیگی میں شریعت کے احکام کی قدم بقدم رعایت بے حد ضروری ہے، اس سال عید کے موقع پر مکمل سادگی کا مظاہرہ

خیر و خبر

فرمائیے، ملبوسات و دیگر ضروریات میں خرچ ہونے والی رقم محفوظ کیجیے، مستقبل میں آڑے وقتوں میں یہ رقم کام آئے گی، صاحب ثروت حضرات اس رقم سے ضرورت مند، پاس پڑوس، اہل قرابت، دوست و احباب کی خبر گیری فرمائیں۔ کھانے پینے کی چیزوں سے اس پریشاں حالی میں ان کی مدد فرمائیں۔

پوری دنیا میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات میں تہوار اور فیسٹیول کے لئے کہیں کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، اسلام اپنی انہی تعلیمات کے پیش نظر کل بھی دنیا میں انفرادی شان کا حامل تھا اور آج بھی ہے، رمضان شریف سے لے کر عید الفطر تک، اور عید الاضحیٰ سے لے کر عید میلاد النبی ﷺ تک جملہ تقریبات کا گہرائی سے جائزہ لیجئے تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ یہ کوئی قومی میلہ نہیں، کوئی جشن اور فیسٹیول نہیں، کوئی دنیاوی تقریب نہیں بلکہ ان تمام میں ایک ہی روح کارفرما ہے اور وہ ہے عبادت و ریاضت، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں بارگاہ خداوندی میں شکرانہ ہے۔

عید الفطر کی تمام خوشیوں کا پس منظر ماہ رمضان شریف کی بابرکت ساعتوں سے بہرہ مندی ہے، جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کھانے پینے اور بشری ضرورتوں کی تکمیل سے دست کش ہو کر طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکے پیاسے رہ کر اوراد و اذکار، تلاوت قرآن، نماز و وظائف، اجتماعی دعاؤں میں شامل ہو کر مکمل ایک ماہ گزارتا ہے تلاوت قرآن شریف نماز تراویح میں سن کر اجتماعی دعا کرتا ہے، رمضان شریف کے آخر عشرے میں اعتکاف میں بیٹھتا ہے تو ان اخروی نعمتوں کے حصول کی خوشی کے بعد جوں ہی عید کا چاند نظر آتا ہے بندۂ مومن کا چہرہ دمک اٹھتا ہے، دل جذبۂ بندگی سے بے تاب ہو جاتا ہے، اس مالک کے حضور سجدۂ نیاز اجتماعی شکل میں لٹانے کے لیے پیشانیاں اضطراب بدوش ہو جاتی ہیں اور عید گاہ یا مسجد جامع پہنچ کر بڑی جماعت کے ساتھ دو رکعت سجدۂ شکر ادا کر کے اپنے لئے، گھر والوں کے لئے، عزیز و اقارب، وطن اور تمام وطن دوست بلکہ ساری دنیائے انسانیت کے لیے دعا کرتا ہے اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر سلام و تبریک کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے، کس قدر حسین ہوتا ہے وہ منظر جب لوگ ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کر کے ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہیں، لیکن اس سال کرونا وائرس ایک آفت کے طور پر انسانی آبادیوں کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے۔ حکومت نے سماجی دوری بنائے رکھنے کی نہ صرف تاکید کی ہے بلکہ ضلع انتظامیہ اس کے نفاذ کے لیے سخت چوکسی کا مظاہرہ کر رہا ہے خلاف ورزی کرنے والوں کے تعلق سے سخت قانون بھی بنا دیئے گئے ہیں۔

ایسے میں تمام مساجد کے دروازے عام لوگوں کے لیے بند ہیں، صرف چند مخصوص لوگ مسجد جا کر اذان و نماز کی ادائیگی فرما رہے ہیں، اذان تو پکاری جا رہی ہے لیکن مساجد تقریباً ویران سی ہو رہی ہیں، مسجدوں کی وہ بہاریں نہیں ہیں، لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پنج گانہ ادا کر رہے ہیں، نماز تراویح بھی گھروں میں ادا ہو رہی ہے، مسجد میں وہی گنے چنے چند لوگ اس میں شامل کیے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ نماز جمعہ کے لیے بھی مساجد کے دروازے بند ہیں، اذن عام کی شرط پوری کئے بغیر نماز جمعہ کی ادائیگی کی جا رہی ہے جو نماز جمعہ کی صحت پہ بڑا سوالیہ نشان قائم کر رہا ہے۔ جمعہ کے دن بھی عام طریقے پہ لوگ گھروں میں تنہا تنہا نماز ظہر ادا کر رہے ہیں، تراویح میں ختم قرآن شریف اور اجتماعی دعاؤں سے عام مسلمان محروم کر دیئے گئے ہیں، ایسے نازک حالات میں بھی کچھ مخصوص ادارے شریعت کو طبیعت میں بدلنے کی مسلسل کوششیں کر رہے ہیں۔ نہ خوف خدا نہ شرم نبی۔

اے کاش! ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت کا دم بھرنے والے ارباب فکر و دانش نے ذمہ داران حکومت کے سامنے نماز پنج گانہ، نماز جمعہ، نماز تراویح، اعتکاف، اجتماعی دعاؤں وغیرہ کی اہمیت و افادیت کا پہلو بالغانہ و حکیمانہ طریقے سے رکھا ہوتا، ارباب اقتدار سے مل کر انہیں بتایا ہوتا کہ آفات و بلیات مساجد کے دروازے بند کرنے سے نہیں ٹلتیں بلکہ جب کبھی ایسا موقع آیا ہے تو مسجدوں کے دروازے کھلے ہیں، دعائیں ہوئی ہیں، تو بلائیں ٹلی ہیں تو شاید اس موقع پہ اس قسم کی گفتگو نتیجہ خیز

بقیہ ص ۹۴ / پر

# مذہبی شخصیات کی اہانت بند کی جائے

**علمائے اہل سنت بہار**

**مسلمانوں کی قیادت، سیاسی ضمیر فروشوں کے ہاتھوں میں نہیں**

پٹنہ مئی (پریس ریلیز) بہار کی راجدھانی پٹنہ کی دینی ومذہبی درس گاہ الجامعۃ الرضویہ میں علماو مشائخ کی ایک میٹنگ بذریعۂ ٹیلی کانفرنسنگ رکھی گئی جس میں ملک کی کئی مذہبی شخصیات کی شرکت ہوئی، میٹنگ میں تمام علمائے کرام کے اتفاق سے یہ پریس بیان جاری کیا گیا جس میں حکومت ہند سے درخواست کی گئی کہ وہ مذہب ومذہبی رہنماؤں کے خلاف اہانت آمیز بیانات کا جو ناپسندیدہ سلسلہ چل رہا ہے، اسے سختی کے ساتھ روکے، مذہب، مذہبی روایات اور مذہبی شخصیات سے دین داروں کا تعلق ولگاؤ ہر دور میں جذباتی رہا ہے، وہ سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں لیکن اس حوالے سے نازیبا کلمات انہیں قطعی گوارا نہیں ہوتے، بالخصوص مسلمانوں کا معاملہ تو بے پناہ جذباتی رہا ہے، پیغمبر اسلام کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو کبھی بھی اس قوم نے معاف نہیں کیا ہے، بھارت میں ان دنوں نفرت کا جو سیاسی کھیل کھیلا جارہا ہے وہ کوئی ڈھکا چھپا معاملہ نہیں، بہت منصوبہ بند انداز میں اس مخصوص طبقے کو نشانے پر رکھ کر نفرت وعداوت کے خاکے میں رنگ بھرا جارہا ہے، تین طلاق کے خلاف قانون سازی کا معاملہ ہو یا بابری مسجد کی اراضی کا، کشمیر سے دفعہ ۳۷۰ ختم کیے جانے کا مسئلہ ہو یا کرونا وائرس کے نام پر مسلمانوں پر نشانہ سادھنے کا، بہت مضبوط پلاننگ کے تحت یہ سارے کھیل انجام دیئے جا رہے ہیں اور ترقیات کے ٹریک سے اتری ہوئی اقتدار کی ٹرین نہایت شاطرانہ انداز میں اپنی منزل کی جانب تیز گامی کے ساتھ مصروف سفر دکھائی جارہی ہے، الیکٹرونک میڈیا چند ایک کو چھوڑ کر جس طرح ایک مخصوص طبقے کے خلاف زہر افشانی کر رہا ہے وہ ایک جمہوری ملک کی پیشانی پہ بدنما داغ ہے، ملک کے جمہوری دستور وآئین نے یہاں کے ہر شہری کو اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ طور پر زندگی گزارنے کا حق دیا ہے، چنانچہ اس آئینی حکم کے تحت یہاں کا ہر باشندہ اپنی اپنی مذہبی روایات کے مطابق زندگی گزارتا ہے لکم دینکم ولی دین۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

سوشل میڈیا پہ تو ان دنوں ایسی ایسی زہریلی اور اہانت آمیز پوسٹ وائرل کی جارہی ہے جس سے یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی چادر تار تار ہو رہی ہے، نفرت کی وہ گرم بازاری ہے کہ سیکولر ذہنیت رکھنے والے افراد بھی ایک دوسرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔ مسلمان یہ سب کچھ بہت خاموشی کے ساتھ برداشت کر رہا ہے لیکن اب تو اہانت آمیزی، زہر افشانی اور نفرت انگیزی کا سلسلہ اپنی ساری حدیں پار کر چکا ہے، پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسی ایسی اہانت آمیز پوسٹ وائرل ہو رہی ہے کہ جسے پڑھنا، دیکھنا اور دہرانا ہی ایک زندہ ضمیر مومن کے لیے ناقابل برداشت ہے، ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ اور معمولی گستاخی بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، نفرت کے اس سیاسی کھیل کے خلاف جب مسلم ممالک نے سرگرمیاں دکھائیں اور حکومت ہند کو گھیرا تو کچھ ضمیر فروش سیاسی بازی گروں نے حکومت کے دفاع میں بیان دینا ضروری سمجھا اور یہ ذہن دینے کی کوشش کی گئی کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی قیادت اور نمائندگی یہی لوگ فرما رہے ہیں۔ یہ ضمیر فروش اس وقت کہاں سوئے رہتے ہیں جب مسلمانوں کے حقوق کی کھلے عام پامالی ہوتی ہے، جب شریعت اسلامیہ کے خلاف قانون بنایا جاتا ہے، تو کیوں ان کے منہ میں اس وقت دہی جم جاتا ہے؟ جب کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم وزیادتی اپنی حدیں پار کر رہی ہوتی ہیں، تو ان کی زبان پہ کیوں تالے پڑ جاتے ہیں؟ جب سی اے اے کی قانون سازی کر کے مسلمانوں سے شہریت کے حقوق سلب کرنے کی تیاریاں ہوتی ہیں، تو یہ کیوں زبان بند رکھتے ہیں بلکہ ان کی سیاسی جماعت اس کی حمایت کرتی ہے لیکن اس مسلم مخالف حرکت پر اس کی کرسی سے چپکے رہنے کو دونوں جہان کی کامیابی اور فلاح تصور کرتے ہیں۔

آج جب مسلم ممالک نفرت کا یہ سیاسی کھیل بند کرانے کے

خیر و خبر

لیے حکومت پر دباؤ بنا رہے ہیں تو یہ فرما رہے ہیں کہ یہ ہمارے داخلی معاملات ہیں، ہم اسے آپس میں بیٹھ کر حل کر لیں گے، تین طلاق کے خلاف قانون بن گیا آپ نے کیا کیا؟ بابری مسجد کی آراضی قانونی طور پر رام مندر کے لیے دے دی گئی آپ نے کیا کرلیا؟ سی اے اے قانونی شکل اختیار کر چکا ہے اور مسلمانوں کی گردنوں پہ جلاوطنی کی تلوار لٹک رہی ہے آپ نے کیا کیا؟ بعض مقامات پہ مسلمانوں کی لاشوں کی آخری رسوم ان کی مذہبی روایات کے مطابق ادا کرنے نہیں دی گئیں، بلکہ غیر اسلامی طریقے سے جلا دیا گیا آپ نے کیا کرلیا؟ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیوں پر گستاخیاں ہو رہی ہیں، زہریلی زبان استعمال کی جا رہی ہے، آپ نے اس سلسلے میں حکومت پر جمہوری اور آئینی حق کے دائرے میں اپنے مطالبات کہاں اور کب رکھے؟ ہمیں اس سے بالکل اتفاق نہیں کہ کوئی ملک کسی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ موقع دیا کس نے؟ مسلم قیادت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے یہ صاحبان اقتدار کے ساتھ بیٹھ کر یہ معاملات حل کر لیتے تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔

ہم تمام جمہور پسند آئین و دستور کے دائرے میں رہ کر حکومت ہند سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس قانون اور دستور کا نفاذ یقینی بنائے جس نے یہاں کے تمام باشندوں کو بلا تفریق مذہب و ملت، مذہبی آزادی دی ہے، تمام مذاہب اور مذہبی شخصیات کے احترام کا سبق پڑھایا ہے تاکہ کسی بھی مذہب، دین اور دھرم اور ان کے قابل احترام رہبر و رہنما کے خلاف مستقبل میں کوئی بھی دریدہ دہن اور گستاخ اس طرح کی حرکت کرنے کی جرأت و ہمت نہ کر سکے، نفرت کی اس کھیتی سے ملک اور قوم کا نقصان ہوگا جو نہ ملک کے حق میں مفید ہوگا نہ ہی ملک کے باشندوں کے حق میں۔

رپورٹ: اراکین علمائے اہل سنت بہار

# بقیہ فہرست


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| رضویات | امام احمد رضا ہر عہد کی ضرورت ہیں | مولانا رحمت اللہ صدیقی | ۸۵ |
| یاد رفتگان | آہ! شیخ طریقت حضرت مفتی قاضی نور الاسلام ہاشمی | مفتی محمد راحت خاں قادری | ۸۹ |
| سخن در سخن | فکر آخرت ترجمہ تنبیہ الغافلین! ایک ناقدانہ جائزہ | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۹۰ |
| منظومات | کھوئی سوئی مل گئی وہ ہنس دیئے جب رات میں | منصور محور | ۹۵ |
| ● | شہریار شجاعت ہیں شیر خدا | علامہ سید اولاد رسول قدسی | ۹۵ |
| ● | سرکار دو عالم کے محبوب چچا حمزہ | مولانا سلمان رضا فریدی | ۹۶ |
| ● | کردار شناکی ہیں دھڑکن استاذ زمن | مولانا سلمان رضا فریدی | ۹۷ |
| ● | شوال کی دس یوم ولادت ہے رضا کا | مولانا سلمان رضا فریدی | ۹۷ |
| ● | کرم کی گھٹا عرس تاج الشریعہ | علامہ سید اولاد رسول قدسی | ۹۸ |
| خیر و خبر | مجاہد ملت سیمینار! انقلابی افکار کے احیا کا سبب | مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی | ۹۹ |

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

MAY & JUNE - 2020
PAGES 108 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



JULY-2020
Rs. 25/-

ذی قعدہ / ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ / جولائی ۲۰۲۰ء

تمام عالم اسلام کو
عید الاضحی
مبارک ہو

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

- حضور تاج الشریعہ اپنے دینی اور علمی خدمات کے آئینے میں
- سیدنا ابرہیم علیہ السلام اوران کی قربانیاں
- خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن! خدا ورسول کو محبوب ہے
- عقائد کے ساتھ تہذیب وثقافت کا تحفظ بھی ضروری
- سرزمین کلکتہ پر اعلیٰ حضرت کا شاندار استقبال
- للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
- حضور تاج الشریعہ اوران کے امتیازات
- شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سترہواں فقہی سیمینار
- لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت؟
- حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کیلئے احرام کا مسئلہ؟
- عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل؟

مدیر: مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

**بیادگار** امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰحضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیرِ اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰحضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکزی ادارہ اعظم اہل سنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰحضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۷
Issue No. 7
Vol. 5 جلد نمبر ۵

ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ ہجری
جولائی ۲۰۲۰ء

تزئین کار

محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**رابطہ کا پتہ**
ماہنامہ سنّی دُنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

**Email:**
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**Contact Address**
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں

مشمولات


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| اداریہ | حضور تاج الشریعہ اپنے دینی اور علمی خدمات کے آئینے میں | عبد الرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| اسلامیات | سیدنا ابرہیم علیہ السلام اور ان کی قربانیاں | حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی | ۸ |
| ● | خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن! خدا و رسول کو محبوب ہے | مولانا اسلم رضا قادری | ۱۲ |
| ● | عقائد کے ساتھ تہذیب و ثقافت کا تحفظ بھی ضروری | مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی | ۱۳ |
| نقد و نظر | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۱۶ |
| ● | لفظ ''میٹھا'' کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ | مفتی محمد شاد حسین بدایونی | ۲۰ |
| رضویات | سرزمین کلکتہ پر اعلیٰ حضرت کا شاندار استقبال | شکیل احمد سبحانی | ۲۳ |
| ملفوظات | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۲۶ |
| یادرفتگاں | للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۳۰ |
| ازہریات | حضور تاج الشریعہ اور ان کے امتیازات | مولانا رحمت اللہ صدیقی | ۳۲ |
| تحقیقات | شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سترہواں فقہی سیمینار | عبد الرحیم نشتر فاروقی | ۳۷ |
| ● | خطبۂ استقبالیہ | مفتی عاشق حسین کشمیری | ۳۸ |
| ● | خطبۂ صدارت | جانشین حضور تاج الشریعہ | ۴۱ |
| ● | لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت؟ | مفتی محمد شمشاد احمد رضوی | ۴۳ |
| ● | تلخیص: لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی...؟ | مفتی حسان المصطفےٰ قادری | ۴۵ |
| ● | فیصلہ: لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی...؟ | فیصل بورڈ شرعی کونسل آف انڈیا | ۵۰ |
| ● | حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کیلئے احرام کا...؟ | مفتی اختر حسین قادری | ۵۲ |
| ● | تلخیص: حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کیلئے...؟ | مفتی خورشید عالم رضوی | ۵۳ |
| ● | فیصلہ: حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کیلئے...؟ | فیصل بورڈ شرعی کونسل آف انڈیا | ۵۶ |
| ● | عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل؟ | مفتی اختر حسین قادری | ۵۷ |
| ● | تلخیص: عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم...؟ | مفتی ابو یوسف قادری | ۵۸ |
| ● | فیصل: عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم...؟ | فیصل بورڈ شرعی کونسل آف انڈیا | ۶۰ |

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

# حضور تاج الشریعہ اپنی دینی اور علمی خدمات کے آئینے میں

ادار یہ

**چودھویں** صدی ہجری کے نصف آخر میں چرخ رضویت پر ایک ایسا مہ کامل طلوع ہوا جو اپنے مرشد و مربی حضور مفتی اعظم کے فیضان نظر کے طفیل محفل انجم میں ''اختر'' بن کر چمکتا دمکتا رہا، وہ علوم اعلیٰ حضرت کا مجسم پیکر، حسن و جمال حجۃ الاسلام کا پرتو، زہد و تقویٰ مفتی اعظم کا مظہر اور نور دیدۂ مفسر اعظم بن کر تقریباً ۵۰/ سالوں تک کروڑوں بندگان خدا کو رشد و ہدایت کا جام پلاتا رہا۔

حضور تاج الشریعہ کی ولادت باسعادت ۲۴/ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل محلہ سوداگران رضا نگر بریلی شریف میں ہوئی، جب آپ کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو خاندانی روایت کے مطابق والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند نے رسم ''بسم اللہ خوانی'' کی ایک عظیم الشان تقریب منعقد فرمائی، جس میں جامعہ منظر اسلام کے جملہ طلبا و اساتذہ کی پر تکلف دعوت کی، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔

تاج الشریعہ نے قرآن پاک ناظرہ اپنی والدہ مشفقہ سے گھر ہی پڑھا، مزید ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند سے حاصل کی، بعدہ آپ کا داخلہ جامعہ منظر اسلام میں ہوا جہاں آپ نے فارسی اور نحو و صرف کی ابتدائی کتب سے ہدایہ آخرین و جلالین تک کتب متداولہ کی تعلیم جامعہ منظر اسلام کے قابل اور ذی استعداد اساتذۂ کرام سے حاصل کی، اسی دوران عصری علوم و فنون کے حصول کے لئے آپ نے ۱۹۵۲ء میں فضل الرحمن اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا، جہاں ہندی، انگریزی اور دیگر عصری علوم حاصل کیے۔

جامعہ منظر اسلام سے فراغت کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے جہاں تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں وہاں سے امتیازی نمبرات کے ساتھ فارغ ہوئے۔

مشہور اساتذۂ کرام میں حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید محمد افضل حسین صاحب مونگیری قدس سرہ العزیز، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی بریلوی قدس سرہ العزیز، استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد جہانگیر خاں رضوی اعظمی قدس سرہ العزیز، فضیلۃ الشیخ حضرت العلام محمد سماحی شیخ التفسیر جامعہ ازہر قاہرہ مصر، فضیلۃ الشیخ حضرت العلام محمود عبد الغفار شیخ الحدیث جامعہ ازہر قارہ مصر کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی شخصیت پوری دنیا میں امام احمد رضا کے سچے علمی وارث و امین کی حیثیت سے جانی اور پہچانی جاتی تھی، آپ غواص بحر حقیقت و معرفت اور شہسوار میدان شریعت و طریقت تھے، آپ خوبیوں کا بحر ذخار، کمالات کا منبع اور رشد و ہدایت کا سر چشمہ تھے، راہ حق کے متلاشیوں کو ان کے در دولت سے منزل کا پتہ ملتا تھا، گم گشتگان منزل ان کی ایک نگاہ کیمیا اثر سے گوہر مقصود پا لیتے تھے، تشنگان علم و فن آپ کے فیضان نظر سے امیر کشور علم و حکمت بن جاتے تھے، غرض کہ آپ کی ذات بابرکات اس وقت افق سنیت پر سراپا ابر کرم بن کر برسنے والی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، اگر تعصب و تنگ نظری کی عینک اتار دی جائے تو یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ فی الوقت دنیائے سنیت میں تاج الشریعہ جیسی علم و عمل، فضل و کمال اور شہرت و مقبولیت میں یکتائے روزگار شخصیت اب دوسری نظر نہیں آتی، خود آپ نے

بھی تحدیث نعمت کے طور پر یوں ارشاد فرمایا ہے۔ ؎

مفتی اعظم کا ذرّہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

دنیا میں بااثر شخصیات پر ریسرچ کرنے والے ادارے کے مطابق دنیا کی ان چند بااثر مذہبی شخصیات میں آپ کا نام سرفہرست ہے جن کا دائرۂ اثر عالمی سطح پر ہر سمت پھیلا ہوا ہے، ۵؍سال قبل ہی جامعہ ازہر مصر نے ''فخر ازہر ایوارڈ'' دے کر آپ کے علمی فضل وکمال اور مذہبی جاہ وجلال کا اعتراف کیا تھا۔

**تدریسی خدمات:** جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد آپ نے ۱۹۶۷ء میں منظر اسلام میں تدریس کا باضابطہ آغاز کیا، ۱۹۷۸ء میں آپ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے اور نہایت ہی کامیابی کے ساتھ درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے، مرکزی دار الافتا میں تربیت افتا کے طلبہ کو شرح عقود رسم المفتی، الاشباہ والنظائر، فواتح الرحموت اور بدائع الصنائع کا بھی درس یا، ساتھ ہی شرح قصیدہ ہمزیہ للامام ابن حجر مکی وغیرہ کا بھی درس دیتے تھے، ان دروس میں دار العلوم منظر اسلام، دار العلوم مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ اور جامعۃ الرضا کے طلبہ شریک ہوتے تھے۔

**تصنیفی خدمات:** تاج الشریعہ کو تصنیف وتالیف اور تعریب وترجمہ میں بھی ید طولیٰ حاصل ہے، آپ کی تصنیفات وتالیفات دلائل و براہین سے مزّین و مسجع ہوتی ہیں، آپ کے فتاویٰ اقصائے عالم میں سند کا درجہ رکھتے ہیں جن کی چار جلدیں ''فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے نام سے جامعۃ الرضا نے شائع کی ہیں، مزید جلدوں پر تیزی کے ساتھ کام جاری ہے، آپ نے ۶۵؍ سے زائد بیش قیمت کتب ورسائل بھی تصنیف فرمائے، اعلیٰ حضرت کے کچھ عربی رسائل کا اردو میں اور کچھ اردو رسائل کا عربی میں ترجمہ بھی فرمایا ہے، جن میں فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد کی تعریف بھی شامل ہے، تاج الشریعہ جب کسی کتاب کی تعریب یا ترجمہ فرماتے ہیں، اس وقت اہل علم ودانش آپ کی علمی صلاحیتوں کے جلوؤں کا نظارہ کرتے نہیں تھکتے، نہ اصل کتاب نظروں کے سامنے ہے، نہ اس کی عبارات لاحق وسابق، نہ ترجمہ کے مسطورہ الفاظ گزشتہ پیش نگاہ نہ موجودہ، پھر بھی ترجمہ کے کمال صحت کا حال یہ ہے کہ بڑے بڑے ناقدان فن بھی ترجمہ اور اصل کتاب میں کوئی فرق محسوس نہیں کر پاتے، جب اس راہ پرُ خار کا کوئی مسافر یہ منظر دیکھتا ہے تو حیرت واستعجاب کے بحر بے کراں میں ڈوبنے، ابھرنے لگتا ہے اور اس عطیۂ خداوندی پر اپنا سر دھنتے ہوئے بے اختیار حضرت شیخ سعدی کا ہم زبان ہوجاتا ہے کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

**تنظیمی خدمات:** تاج الشریعہ ملکی سطح پر کام کرنے والی کئی مذہبی تنظیموں کے صدر اور سرپرست بھی رہے، اس سلسلے میں سنی تبلیغی جماعت باسنی، آل انڈیا تبلیغ سیرت بنارس، آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما جیسی متحرک وفعال تنظیموں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

**جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ:** جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃ ثانیہ کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے، اس جماعت کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے اسلام اور مسلمانوں کو مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ۱۹۲۰ء میں قائم فرمایا تھا، بعد میں جماعت کی سرگرمیاں کئی سالوں تک تعطل کا شکار ہیں پھر ۱۹۹۷ء میں حضور تاج الشریعہ نے اس کی نشاۃ ثانیہ فرمائی اب جماعت شہزادۂ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالیٰ کی صدارت میں قومی اور ملی خدمات انجام دے رہی ہے۔

**شرعی کونسل آف انڈیا کا قیام:** امت مسلمہ کو درپیش نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے حضور تاج الشریعہ نے ۲۰۰۳ء میں ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کے نام سے ایک فقہی مجلس قائم فرمائی تھی جو ہر سال کوئی ۳؍نو پید مسائل پر ملک وملت کے نامور علما ومشائخ اور جید مفتیان کرام کو مدعو کرتی ہے اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہر مسئلے کا تلاش کرتی ہے، شرعی کونسل اب تک تقریباً ۵۱؍عنوانات سے متعلق ۱۷؍فقہی سمینار منعقد کرچکی ہے اور ۳۳؍عنوانات پر مشتمل گیارہ فقہی سمیناروں کے فیصلہ جات کتابی شکل میں بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔

**تعلیمی خدمات:** تاج الشریعہ نے ملک وبیرون ملک میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہزاروں اداروں کی سرپرستی فرمائی اور قوم وملت کے مخیر اور صاحب ثروت حضرات کو متوجہ فرما کر انھیں ترقی کی راہوں پر گامزن کیا، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا قیام بھی آپ ہی نے فرمایا جواب خیر سے شہر بریلی کے بڑے اور معیاری اداروں میں شمار ہوتا ہے۔

**جامعۃ الرضا کا قیام:** اسی طرح آپ کی تعلیمی خدمات میں ایک شہرۂ آفاق نام ''جامعۃ الرضا'' کا آتا ہے جو اپنے طرز تعمیر، طریقۂ تعلیم اور اعلیٰ نظم ونسق کے لئے آج عالمی سطح پر جانا اور پہچانا جاتا ہے، یہاں زیر تعلیم طلبہ دینی اور دنیوی دونوں علوم میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہاں زیر تعلیم ایک ہزار طلبہ کے لئے قیام وطعام کا عمدہ نظم ونسق ہے، یہ ادارہ تقریباً ۱۷/اکڑ اراضی میں پھیلا ہوا ہے، جامعہ کے گراؤنڈ میں ایک بے مثال اور عالی شان ''حامدی مسجد'' زیر تعمیر ہے جو اپنے منفرد طرز تعمیر کے اعتبار سے پورے ہندوستان کی پہلی مسجد ہے، حامدی مسجد میں بیک وقت ۳۰۰۰۰/افراد کے نماز پڑھنے کی وسعت ہے۔

**تبلیغی خدمات:** حضور تاج الشریعہ نے ملک وبیرون ملک بے شمار تبلیغی دورے فرما کر خلق خدا کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک فرمایا، آپ جہاں بھی جاتے لاکھوں دیوانوں کا ایسا ہجوم اکٹھا ہوتا کہ دیکھنے والے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ ایسی مقبولیت اور ایسی دیوانگی کسی اور کے لئے دیکھنے کو نہیں ملتی، حضور تاج الشریعہ نے دنیا کے اکثر ممالک اور ہندوستان کے تقریباً سبھی صوبوں اور حصوں میں تبلیغی دورے فرمائے۔

**فقہی خدمات:** آغاز تدریس کے ساتھ ہی آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کی زیر نگرانی فتویٰ نویسی کا بھی آغاز فرما دیا تھا، ایک سال بعد ہی آپ کو ''رضوی دار الافتاء'' کا صدر مفتی بنا دیا گیا، تقریباً چالیس سال سے مسلسل افتا کی عظیم ذمہ داری کو آپ بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں، دنیائے علم وفن میں جو اعتبار واعتماد آپ کے فتاویٰ کو حاصل ہے وہ عصر حاضر میں کسی اور کے فتوے کو نصیب نہیں، آپ کے فتاویٰ اقصائے عالم میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، آپ کے فتاویٰ کی چار جلدیں ''فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے نام سے جامعۃ الرضا نے شائع کی ہیں، مزید جلدوں پر تیزی کے ساتھ کام جاری ہے۔

**مرکزی دار الافتاء کا قیام:** ۱۹۸۲ء میں آپ نے مرکزی دار الافتاء کا قیام فرمایا اور یہیں سے فتویٰ جاری فرمانے لگے، سوالات کی کثرت اور مصروفیت کی پیش نظر آپ نے حضرت مفتی حبیب رضا خاں قادری بریلوی، حضرت مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی اور حضرت مفتی ناظم علی قادری بارہ بنکوی جیسے جید مفتیان کرام کی تقرری فرمائی جبکہ نقل فتویٰ کے لئے حضرت مولانا عبد الوحید خاں بریلوی کی تقرری عمل میں آئی، آج بھی یہ زرّیں سلسلہ آپ کے شہزادۂ گرامی کی نگرانی میں جاری وساری ہے۔

**شعری خدمات:** حضور تاج الشریعہ ایک سچے عاشق رسول اور ایک عمدہ نعت گو شاعر بھی تھے، آپ کو دین ومذہب والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ موزونیٔ طبع، خوش کلامی، شعر فہمی اور شاعرانہ ذوق بھی ورثے میں ملا تھا، آپ کی نعتیہ شاعری عشق ووارفتگی کا ایک حسین گلدستہ تھی، آپ نے اردو، عربی اور فارسی زبان میں بے شمار نعتیں، منقبتیں اور نظمیں بھی تحریر فرمائی ہیں، آپ کو نئے لب ولہجہ میں نعتیہ اشعار کہنے میں زبردست ملکہ حاصل تھا، آپ کی شاعری معنویت وغنائیت، پیکر تراشی اور سرشاری وشیفتگی کا نادر نمونہ ہے، آپ کے قلم سے نکلنے والے اشعار فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، جذب وکیف اور سوز وگداز میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں، آپ کا مجموعہ کلام ''سفینۂ بخشش'' اور ''نغمات اختر'' کے نام سے مقبول خاص وعام ہے ''جہاں بی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کریں، زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لئے'' اور ''داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا'' جیسے آپ کے کلام نے آفاقی شہرت حاصل کی۔

**مرکزی دار القضاء کا قیام:** مسلمانوں کے آپسی نزاعی معاملات کا شرعی حل پیش کرنے کے لئے آپ نے ''مرکزی دار القضاء'' کا قیام بھی فرمایا، یہ شعبہ بھی آپ کے شہزادۂ گرامی بحسن وخوبی سنبھال رہے ہیں۔

**ماہنامہ سنی دنیا کا اجرا:** کسی بھی تحریک وتنظیم کی ترویج واشاعت کے لئے اس کا اپنا آرگن ہونا لازم و بقیہ ص ۱۵/ پر

# سیدنا ابراہیم علیہ السلام اوران کی قربانیاں

از: حافظ ہاشم قادری صدیقی*

اسلامیات

**انبیا**ئے کرام کی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، آپ کے کردار کا تذکرہ دنیا کی تمام معروف کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، دنیا کا کون سا خطہ ایسا ہے جہاں کے مسلمان، یہودی اور عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے واقف نہ ہوں؟ دنیا کے اکثر لوگ ان کو اپنا پیشوا اور رہنما مانتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے ہیں، ان ہی کی پھیلائی ہوئی روشنی سے دنیا روشن ہے، قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مبارک ۶۷/بار آیا ہے، قرآن مجید میں ایک سورہ کا نام ہی ''ابراہیم'' ہے، آپ کے کردار کو قرآن مجید میں ایک مثالی کردار کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے:

''قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ۔ یعنی تم لوگوں کے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے۔'' (القرآن، سورۂ ممتحنہ ۶۰، آیت ۴)

اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون سے بنیادی کام ہیں جن کی بنا پر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو مثالی زندگی کے نام سے پیش کیا اور انہیں رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے رہنما اور پیشوا کی حیثیت سے منتخب کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے تاجِ امت کی سند ملی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ (۱۰۸) سَلٰمٌ عَلٰٓى إِبْرَاهِيْمَ (۱۰۹) كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۱۱۰) إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۱۱) یعنی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم پر، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں۔'' (القرآن، سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۱۰۸/تا ۱۱۱)

دوسری سند کا اعلان قرآن فرمار ہا ہے:

''وَإِذِ ابْتَلٰٓى إِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ یعنی ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں میں آزمایا تو اس نے ان کو پورا کر دکھایا، خدا نے کہا تم کو لوگوں کا پیشوا وامام بنانے والا ہوں۔''

(القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴)

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

''اور یاد فرماؤ ہمارے (مقبول) بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کو، بڑی قوتوں والے اور روشن دل تھے، ہم نے مختص (خاص) کیا تھا انہیں ایک خاص چیز سے اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہترین لوگ ہیں اور یاد فرماؤ اسمٰعیل، یسع اور ذی الکفل کو، یہ سب بہترین لوگوں میں سے ہیں اور یہ نصیحت ہے اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے بہت عمدہ ٹھکانہ جنت ہے۔'' (القرآن، سورۂ ص، آیت ۴۴ تا ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پاک کا ذکر خیر ہو رہا ہے، یہ حضرات بڑی قوتوں والے تھے، ان کو جسمانی قوتوں کے ساتھ ساتھ یقین کی قوت، اعمال صالحہ بجالانے کی قوت اور روحانی قوت عطا فرمائی گئی تھی، اس کے علاوہ انہیں دین کی بصیرت ومعرفت الٰہی بھی عنایت کی گئی تھی، پوری سیرت ابراہیم علیہ السلام پر غور کرنے سے آپ کے بہت سے اہم کارنامے اور قربانیاں سامنے آتی ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

**توحید کی دعوت**

سب سے بڑی قربانی اور اہم کارنامہ آپ کا عقیدہ توحید کی دعوت دینا ہے، آپ نے شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے



* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

میں توحید کی مشعل روشن کی اور توحید کا ایک فیصلہ کن نظریہ پیش کیا، ساڑھے چار ہزار برس سے زیادہ مدت گزر چکی ہے جب توحید کا علمبردار، خدائے واحد کا پیغامبر، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرزمین عراق میں آنکھیں کھولیں، اس وقت پوری دنیا خدائے واحد کو بھول کر سینکڑوں معبودوں کی پرستش کر رہی تھی، وہاں کے لوگ سورج، چاند کے علاوہ تاروں کو بھی دیوتا اور معبود مانتے تھے تو آپ نے سب سے پہلے تارے کو نشانہ بنایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَباً ج قَالَ هٰذَا رَبِّي، (۷۵) فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا اَكْبَرُ، فَلَمَّا اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّي بَرِئٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۷٦) اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۷۹) یعنی پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا، بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے کہا: اگر ہدایت نہ دیتا مجھے میرا رب تو ضرور ہو جاتا میں بھی اس گمراہ قوم سے، پھر جب دیکھا سورج کو جگمگاتے ہوئے (تو) بولے کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو، بے شک میں نے پھیر لیا ہے اپنا رخ اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو یکسو ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں حقیقی رب وہ ہے جو مجھے ہر باطل سے بچا کر راہِ حق پر چلا رہا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کے سامنے وہ لاجواب ہو گئے تو پھر آپ سے جھگڑا کرنے لگے اور زبردست تکلیف دینے لگے، اُر کے لوگ تقریباً پانچ ہزار خداؤں کی پوجا کرتے تھے، تفصیل کے لئے مطالعہ کریں سر لیونارڈ وولی (Sir Leonard Woolly) کی کتاب ابراہیم (Abraham) جو کہ لندن میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی ہے۔

پھر آپ نے ان کو زبردست منھ توڑ جواب دیا جو قرآن کے لفظوں میں اس طرح موجود ہے:

"اس کی قوم ابراہیم سے جھگڑنے لگی، اس نے قوم سے کہا کیا تم لوگ اللہ کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے راہِ راست دکھائی اور تمھارے ٹھہرائے ہوئے خداؤں سے نہیں ڈرتا، ہاں اگر میرا رب کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے، میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے پھر کیا تم ہوش میں نہیں آؤ گے۔" (القرآن، سورۃ الانعام، آیت ۸۰، ۸۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھاتے رہے لیکن ان لوگوں کے ذہنوں سے دیوی دیوتاؤں کا ڈر نہ نکل سکا، وہ یہی سمجھتے رہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کرنا اپنی بربادی مول لینا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف صاف بتا دیا کہ ان کو تو تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو، یہ خود تمہارے محتاج ہیں نہ کہ تم ان کے محتاج، ان میں اپنی حفاظت کرنے کی سکت تو ہے نہیں، تم کو کیا نقصان یا نفع پہنچا سکتے ہیں، اس اعلانِ توحید کے بعد آپ کو بہت سی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا، جلاوطنی جیسی آزمائش سے بھی آپ گزرے۔

### بے آب و گیاہ وادی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کارناموں اور قربانیوں میں یہ بات بھی قابل عبرت ہے کہ آپ اللہ کے حکم سے اپنی بیوی اور بڑھاپے میں اکلوتے بیٹے کو ایسی سرزمین میں رکھا، جہاں نہ تو بظاہر انسان تھے اور نہ ان کی ضروریات کا سامان تھا، ایک وادی غیر ذی زرع تھی جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے، سنسان وادی تھی، لیکن اب دنیا کے تمام انسانوں کی نگاہ کا مرکز بنی ہوئی ہے، یہ شہر مرکز رشد و ہدایت ہے، سال میں ایک بار بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے اور لبیك اللهم لبیك کی صدائیں فضا میں گونجتی ہیں، یہ شاد و آباد شہر اور شاد و آباد وادی جو کبھی بے آب و گیاہ کے نام سے موسوم تھی، اب دنیا کی توجہ کا مرکز ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلوص، ان کی تگ و دو اور راہِ خدا میں آزمائش کا بہترین انعام اور نتیجہ ہے۔

## بیٹے کی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سب سے بڑا کارنامہ اور قربانی یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی خاطر انھوں نے اپنی زندگی کی سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب چیز اپنے اکلوتے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی دی اور یہ بتا دیا کہ اللہ کے راستے میں ہر چیز کی قربانی دی جا سکتی ہے، جیسا کہ قرآن اعلان فرما رہا ہے:

”تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ کو معلوم ہے۔“ (القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۹۲)

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

”اللہ کو قربانی کا گوشت، قربانی کا خون نہیں بلکہ اخلاص و تقویٰ پہنچتا ہے۔“ (القرآن، سورۃ الحج، آیت ۳۷)

یہ تقویٰ قربانی کا اصل جوہر ہے جو بندہ مومن کی زندگی میں ہمیشہ نمایاں رہنا چاہئے، قربانی اللہ کی عبادت ہے جس کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، امت محمدیہ کے علاوہ بھی سبھی امتوں پر قربانی واجب تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی مقرر فرمائی تاکہ وہ ذکر کریں اللہ کا اسم پاک، ان بے زبان جانوروں پر ذبح کے وقت، جو اللہ نے انھیں عطا فرمائی ہیں۔“ (سورۃ الحج، آیت ۳۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا ذکر قرآن میں موجود ہے، بلا جھجک بیٹے نے بھی آمادگی ظاہر فرما دی:

”قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ یعنی (حضرت) اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا، ابّا جان! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالئے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں پائیں گے۔“ (القرآن سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۱۰۲)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پوری آمادگی کے ساتھ اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے خود کو پیش کر دیا:

”فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ۔ یعنی جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور (حضرت) ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔“ (القرآن سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۱۰۲)

اس وقت کا حال کوئی کیا بیان کر اور لکھ سکتا ہے، تفسیروں میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے، یہ بے شک کھلی آزمائش تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا لیا اور اس قربانی کا بدلہ اور جزا عطا کیا، ملاحظہ ہو:

”بے شک تمہاری قربانی عظیم ہے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم پر، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، تو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں۔“

یہی قربانی آج ہم سب پر سنت ابراہیمی کے طور پر واجب ہے، آقائے دوعالم ﷺ نے اپنے مدینہ طیبہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال قربانی دی اور صحابہ کرام کو قربانی دینے کا حکم فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قربانی کے دنوں میں آدمی کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، بے شک وہ جانور قیامت کے دن آئے گا اپنی سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے مقامِ قبولیت میں پہنچ جاتا ہے تو تم اسے خوشی سے کرو۔“ (ترمذی، جلد ا ص ۲۷۵)

اے امتِ محمدیہ جانوروں کی قربانی کا حکم صرف تمہیں ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ تم سے پہلے جتنی ہدایت یافتہ امتیں گزری ہیں ان سب کو یہ حکم دیا گیا ہے، حکم خداوندی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان لوگوں کا بطلان ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ قربانی اسراف ہے۔ اسلام اور علم دین سے ناواقف اور مادہ پرستانہ ماحول میں پلے بڑھے کچھ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ کروڑوں روپے کا سرمایہ محض قربانی پر ضائع کرنے کے بجائے یہ رقم قومی ترقی کے کاموں میں خرچ کی جائے تو ملکی ترقی کے لئے سودمند ہوگا۔

علم دین کی ناواقفیت اور ترقی پسندانہ مزاج نے مسلمانوں کا ایمان اس قدر کمزور بنا دیا ہے کہ اسلام کی خاطر جذبۂ ایثار

(قربانی کا جذبہ) آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا ہے، یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ قربانی ایک عبادت ہے جس کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر عیدالاضحیٰ کی قربانی کو سنت ابراہیمی قرار دیا۔ (مسند ابن ماجہ)

**مسلمان غور کریں**

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہزاروں یتیم بچوں کی کفالت پر خرچ کی گئی رقم ایک فرض روزہ ترک کرنے کا کفارہ بن سکتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں، کیا ہزاروں مریضوں کے علاج پر خرچ کرنے والی رقم ترکِ حج بیت اللہ کا کفارہ بن سکتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں! جبکہ یہ تمام کام بڑے اجر وثواب کے ہیں، اسلام میں ان کی بڑی اہمیت ہے، ٹھیک اسی طرح ملکی ترقی اور رفاہ عامہ پر خرچ کی گئی رقم اللہ کی راہ میں جانوروں کی قربانی کا کفارہ کبھی نہیں بن سکتی۔

**قربانی کی اہمیت وفضیلت**

قربانی کے تعلق سے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو رسول عربی ﷺ کی سیرت طیبہ، آپ کی سنت، آپ کے اسوہ حسنہ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا، اس سارے عرصے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ایک مرتبہ بھی قربانی ترک نہیں فرمائی، حتیٰ کہ دورانِ سفر بھی آپ نے قربانی کا اہتمام فرمایا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، عیدالاضحیٰ آ گئی اور ہم لوگ ایک گائے پر سات اور ایک اونٹ پر دس آدمی شریک ہوئے۔ (ترمذی)

حج الوداع کے موقع پر حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر یمن بھیجا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اونٹوں کی اتنی بڑی تعداد مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں دستیاب نہ تھی اور پھر یوم النحر جیسے مصروف ترین دن میں اپنے دست مبارک سے ۶۳/ اونٹ ذبح فرمائے، یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کام میں آپ کی معاونت فرمائی ہوگی، اس کے باوجود اونٹ کو قربانی کی جگہ لانے باندھنے اور پھر ذبح کرنے میں اگر کم سے کم پانچ منٹ کا وقت بھی ٹوٹل کیا جائے تو آپ نے اس کام پر پانچ گھنٹے پندرہ منٹ صرف کئے، امت کو دینی مسائل اور احکامات سکھائے اور آپ کا یہ فرمانا کہ مناسک حج مجھ سے سیکھ لو، اس کے کیا معنی ہیں، قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں کے بارے میں یہ فرمانا کہ جو قربانی نہ کرے وہ (نمازِ عید کے لئے) ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے، آپ کے اس فرمان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کے لیے آپ کی ذات اقدس بہترین نمونہ ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم دل و جان سے آپ ﷺ کی پیروی واتباع کریں اور یہ خیال رکھیں کہ وقت آنے پر اللہ کے راستے میں ہر چیز کی قربانی دی جا سکتی ہے اور ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہیں، دنیا کے ایک ارب بیس کروڑ مسلمان سنتِ ابراہیمی کی اتباع میں اسی تقویٰ اور خلوص کو اپنائیں، آج طاغوتی طاقتیں آلِ ابراہیم علیہ السلام کو چیلنج کر رہی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام لیوا بیدار ہوں اور طاغوتی طاقتوں کی پرواکئے بغیر اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو جائیں، اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو قربانی کی اہمیت کو سمجھنے اور عمل کرنے کی قوت وصلاحیت عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۱۲/ کا بقیہ........................................

آنے والی نسلوں کو قرآن کا شیدائی بنائیں کیونکہ حدیث کے فرمان کے مطابق قرآن اور روزہ قیامت کے دن شفاعت کرائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کی شفاعت قبول فرمائے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت وریاضت اور تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

# خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن خدا و رسول کو محبوب ہے

از: مولانا محمد اسلم رضا اشفاقی*

اسلامیات

**خوش** الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کے تعلق سے چند احادیث کریمہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں تا کہ مسلمانوں کے قلوب واذہان میں قرآن کی عظمت پیدا ہو، اور وہ اپنی آنے والی نسلوں کو قرآنی تعلیمات سے آراستہ کرنے کی فکر کریں۔

حدیث 1: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت باواز کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث 2: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے: جس شوق ورغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائن کنیز کا گانا سنتا ہے بے شک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند ورضا واکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے۔ (ابن ماجہ وابن حبان)

حدیث 3: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو، اسے اچھے لہجے، پسندیدہ الحان سے پڑھو۔ (رواہ الامام احمد)

حدیث 4: حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے۔ (رواہ الدارمی فی سننہ)

حدیث 5: حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وہ ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے۔ (رواہ البخاری)

حدیث 6: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک یہ قرآن غم وحزن کے ساتھ اترا تو جب اسے پڑھو گریہ کرو، اگر رونا نہ آئے بتکلف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو، جو اسے خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ (رواہ ابن ماجہ)

ان احادیث کریمہ کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ لکھتے ہیں:

"قرآن عظیم خوش الحانی سے پڑھنا جس میں لہجہ خوشنما، دلکش پسندیدہ، دل آویز، غافل دلوں پر اثر ڈالنے والا ہو بے شک جائز ومرغوب بلکہ شرعاً محبوب ومندوب، بلکہ بتاکید اکید مطلوب اعلیٰ درجہ کی ہے، زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک اس کے جواز واستحسان پر اجماع علما ہے، حتی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز وحسن ومستحسن ہے۔" (فتاویٰ رضویہ 170.9: رضا اکیڈمی، ممبئی)

احادیث کریمہ اس بارے میں کثیر ہیں جو اعلیٰ حضرت، مجدد اعظم، سیدنا الشاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "فتاویٰ رضویہ" کے مختلف مقامات پر نقل فرمائی ہیں، ان میں سے چند احادیث مبارکہ آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں، دل وجان سے ان فرامین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھیں اور قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی پوری پوری کوشش کریں، تا کہ ثواب زیادہ ملے اور قرآن کی تلاوت میں جی لگائیں یا اگر قرآن پڑھنا نہیں جانتے ہیں تو قرآن پڑھنا سیکھیں۔

**مخصوص راتوں میں اس کا اہتمام کریں**

شب برأت، شب قدر، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق جیسی راتیں بڑی ہی مقدس اور مبارک ومسعود ہوتی ہیں، ہمارے لئے یہ مواقع اللہ کا خصوصی انعام ہیں، اس لیے ہمیں ان مبارک ومسعود راتوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے اپنے گھروں میں قرآن کی تلاوت سے دلوں کو منور کریں اور اپنی

بقیہ ص ۱۱ر پر

* مضمون نگار سنی ایجوکیشنل ٹرسٹ باسنی ناگور شریف کے رکن ہیں۔

اسلامیات

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# عقائد کے ساتھ تہذیب وثقافت کا تحفظ بھی ضروری

**عقیدہ** وتہذیب کسی بھی قوم کے لیے "بنیاد" اور "رنگ وروغن" کی حیثیت رکھتے ہیں، انسان جس دین کو مانتا ہے، اس کے عقائد مثل بنیاد ہوتے ہیں، جس پر ایمان کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، جبکہ تہذیب وثقافت اس عمارت کے لئے رنگ و روغن کی مانند ہے، جس سے عمارت کے حسن وجمال میں اضافہ ہوتا ہے، تہذیب وثقافت ہی قوموں کی شناخت اور پہلا تعارف قرار پاتی ہے۔

نظریاتی دشمن ہمیشہ قوموں کے عقائد پر حملہ کرتے ہیں مگر خاطرخواہ نتائج نہ ملنے پر اپنی چال بدلتے ہیں اور عقیدے پر راست حملے سے گریز کرتے ہوئے دشمن کی ثقافت وتہذیب پر نشانہ لگاتے ہیں، بھلے ہی عقیدہ وثقافت دو مختلف چیزیں ہیں لیکن عقائد وثقافت کے مابین ایک خصوصی ربط ہوتا ہے، اس لیے جب شاطر حریف اپنے دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو عقائد ونظریات کے ساتھ اس قوم کے ثقافتی اور تہذیبی امور کو بھی نشانہ بناتے ہیں، عقائد کے مقابلے تہذیب پر حملے میں یہ آسانی ہوتی ہے کہ فریق مخالف اتنی شدت سے دفاع نہیں کرتا جتنا عقیدے پر حملے کے وقت کرتا ہے، ثقافتی رسم کے قدیم ہوجانے، یا بعض افراد کی لاپرواہی کے سبب کچھ نقائص در آتے ہیں بس انہیں کمزور پہلوؤں کو نشانے پر رکھ کر حریف اپنی چال چلتا ہے اور "اصلاح تہذیب" کی آڑ میں "عقیدے پر شب خون" کی سازش رچتے ہیں جس کے پس پشت اس قوم پر اپنے عقائد ونظریات مسلط کرنا مقصود ہوتا ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک مسلمانوں کے علاوہ شیعہ فرقہ ہی موجود تھا، باقی سارے مسلمانوں کے عقائد اور تہذیب وہی تھی جس پر آج خوش عقیدہ سنی (بریلوی) مسلمان عمل پیرا ہیں، مشہور غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری (1868–1948) نے لکھا ہے:

"اَمرت سَر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سِکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اَسّی (80) سال پہلے تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔" (شمع توحید: ص63)

مولوی ثناء اللہ کے اس اقتباس سے دو باتیں بطور خاص معلوم ہوتی ہیں:

1– انیسویں صدی کے نصف اوّل (تقریباً 1850ء) تک بھی مسلمانان ہند کسی بڑی تقسیم کا شکار نہیں ہوئے تھے۔

2– تقسیم امت سے پہلے مسلمان جن عقائد اور ثقافت پر قائم تھے ان عقائد ومعمولات کے امین ووارث آج وہی مسلمان ہیں جنہیں "سنی بریلوی" کہا جاتا ہے۔

گزشتہ ڈیڑھ سو سالوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سامراج نے اپنا اقتدار مضبوط کرنے اور مسلمانوں کے عقائد وتہذیب مٹانے کے لیے کئی جہتوں سے کام کیا:

1–حکومتی مشنری کا استعمال۔

2–مرزا قادیانی کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت پر یلغار۔

3–مغرب پرست مِسٹَروں کے ذریعے الحاد کی اشاعت۔

4–زرخرید علما کے ذریعے مسلم ثقافت پر وار، اسی کی آڑ میں عقیدے پر شب خون۔

پہلے تین منصوبوں میں جزوی کامیابی تو ملی لیکن انگریزوں کی کھلی دشمنی، عقائد پر مسلمانوں کی پختہ وابستگی اور علمائے ربانیین کی بروقت پکڑ نے ان فتنوں کو پھلنے پھولنے نہیں دیا، لیکن جو گروہ مسلمانوں کے لباس اور مصلح کے روپ میں ثقافت اسلامیہ

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

پرحملہ آور ہوا اس نے مسلمانان ہند کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا، امتداد زمانہ کے باعث ثقافتی امور میں کچھ خرابیاں آچکی تھیں، اصلاح کے نام پر "انگریزی ہرکاروں" نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد اور تقسیم در تقسیم کا بیج بویا، بات اگر اصلاحات کی ہوتی تو تشویش نہ تھی، اس کے پس پشت عقائد پر شب خون مارنا تھا، مسلمانوں کے نسبتاً ہلکے اور کمزور رد عمل سے شہ پا کر یہ گروہ عقائد اسلامیہ پر حملہ آور ہو گیے، مسلمانان ہند کی ثقافت اور اس پر جارحانہ یلغار سمجھنے کے لیے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ مثال ملاحظہ فرمائیں کہ کس بے شرمی کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیبی روایات پر بدبختانہ فتوے لگا کر افتراق کا بیج بویا گیا۔

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعقاد اہل اسلام کی ثقافت کا اہم حصہ ہے، مسلمانان ہند بھی صدیوں سے میلاد النبی کے محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں، مسلمانان ہند کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے محقق علی الاطلاق شاہ عبد الحق محدث دہلوی دہلوی رقم طراز ہیں:

"اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے لائق سمجھوں، میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود رہتی ہے، البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی وانکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔" (اخبار الاخیار 605)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے:

میلاد النبی کا انعقاد مسلمانوں کی تہذیب کا بنیادی حصہ تھا، وہ اپنے اس معمول (میلاد النبی) کو "شاندار" سمجھتے تھے، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا محض عوام نہیں بلکہ محقق علی الاطلاق جیسے جید عالم دین کا بھی معمول تھا، مسلم ثقافت کے اس بہترین عمل پر بدبختی سے بھرے یہ فتوے جڑے گئے:

"انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔"

"مجلس مولود مروجہ بدعت ہے... قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے... فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے، معہذا مشبہ بفعل ہنود ہے۔"

بدبختی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ محافل میلاد النبی منعقد کرنے اور شرکت کرنے والوں کو "فاسق" قرار دیا گیا۔

خانوادہ شاہ ولی اللہ ہند کا وہ دبستان علم ہے جہاں سے علم حدیث کی خوشبوئیں پھوٹیں، اس گھرانے کی علمی عظمت ہی ہے کہ آج ہر مکتب فکر اپنا علمی انتساب اسی خانوادے سے کرتا ہے، لیکن اتنے جید علمی خاندان میں رائج تہذیب پر ناجائز وحرام اور فسق وفجور کے بدبختانہ فتوے جڑے گیے۔

ظاہری آنکھ سے دیکھنے والے اسے محض فرعی اختلاف سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے لیکن "نور فراست" سے دیکھنے والے علمائے ربانیین نے خوب سمجھ لیا کہ ثقافت مسلم پر حملے کے پیچھے عقیدے پر شب خون کی تیاری ہے اس لیے اس عہد کے علما نے آنکھ سے کاجل چرانے والے چوروں کے عزائم پر مضبوط بند باندھا اور ان کے حقیقی چہرے بے نقاب کیے۔

زیادہ وقت نہیں گزرا کہ زمانے نے دیکھ لیا کہ جو لوگ اصلاحات کے نام پر اودھم مچا رہے تھے کچھ وقت بعد وہ "انگریزی دستے" عقائد پر حملہ کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے علم غیب مصطفیٰ، امکان کذب باری تعالیٰ اور عقیدہ شفاعت پر حملوں کی بوچھار ہو گئی، علمائے ربانیین نے بروقت ان فتنوں کو نہ پہچانا ہوتا تو آج ملت اسلامیہ کی اکثریت ان فتنوں میں مبتلا ہوتی، ان علمائے ربانیین کا احسان عظیم ہے کہ آج ملت اسلامیہ کا اکثریتی طبقہ انہیں عقائد پر کاربند ہے جو انہیں اسلاف سے ورثے میں ملے ہیں۔

آج بعض شپرہ چشم محققین یہ کہتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے علما نے میلاد و فاتحہ اور عرس و نیاز پر ہی زیادہ توجہ رکھی لیکن وہ ایسا کہہ کر معاملے کے دوسرے اور اصل پہلو سے اپنی آنکھیں موند لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی مغالطہ دیتے ہیں، اہل خرد خوب جانتے ہیں کہ فتنے کو ابتدا میں روکنا آسان ہوتا ہے ذرا سی ڈھیل مل جائے تو قابو کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، امام بخاری التاریخ الکبیر میں امام حسن بصری کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"الفتنة إذا أقبلت عرفها كل عالم، وإذا أدبرت عرفها كل جاهل۔ یعنی فتنہ جب اٹھتا ہے (یعنی جب کسی فتنے کی شروعات ہوتی ہے) تو ہر عالم اسے پہچان لیتا ہے اور جب فتنہ چلا جاتا ہے تب جاہل اسے پہچانتا ہے۔"

امام حسن بصری کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اٹھنے والے فتنوں کی صحیح سمجھ" علمائے دین یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والوں" ہی کو ہوتی ہے، وہ فتنوں کے سر اٹھاتے ہی انھیں پہچان لیتے ہیں اور امت کو باخبر کر دیتے ہیں۔

جب کہ "جاہل اور انجان لوگ" ان فتنوں کی حقیقت نہیں سمجھ پاتے اور جب اٹھنے والے فتنے اپنا کام کر جاتے ہیں تب انھیں ان فتنوں کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے، عہد ماضی کے علمائے ربانیین کی دینی بصیرت اور مضبوط پیش بندی ہی تھی کہ بدعقیدہ جماعتیں اور ان کے سربراہان تک اپنی اصل شناخت اور پہچان چھپاتے پھرتے تھے۔

اعتقادی فتنوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے جس اجتماعی شعور کی ضرورت ہوتی ہے اگر وقت گزرنے کے ساتھ ہم میں اس کا فقدان نہ ہوا ہوتا اور اکابرین کی پیروی میں ہم نے اپنی تہذیب تسنن کا مقدمہ صحیح طریقے سے آگے بھی جاری رکھا ہوتا تو آج بر صغیر کے اعتقادی فتنے بھی اسی طرح اپنی موت مر چکے ہوتے جس طرح صدیوں قبل درجنوں بدمذہب فرقے مر چکے ہیں۔

◆◆◆

ص ۲۲ رکا بقیہ..........

فرق کیوں نہیں؟... اگر کوئی یہ کہے کہ "الحلوا حلو" تو یہ ترکیب جائز نہیں کہ اس صورت میں "حمل الشئی علی نفسه" لازم آتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ "حلوہ میٹھا ہے" تو یہ ترکیب جائز ہے اور اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں... یہ فرق بھی تو ایک قسم کا فرق ہے جو کسی کے لئے لفظ "میٹھا" کے استعمال کی صورت میں کسی تازیانہ سے کم نہیں۔

......... جاری

ص ۷ رکا بقیہ..........

ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر تبلیغ و ترسیل کے فرائض کما حقہ ادا نہیں ہو سکتے، تحریک و تنظیم کے پیغامات دور رس، دیرپا اور ہمہ گیر نہیں ہو سکتے، اسی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر حضور تاج الشریعہ نے ۱۹۸۲ء میں "ماہنامہ سنی دنیا" کا اجرا فرمایا تھا جو اب بھی شہزادۂ گرامی کی فعال نگرانی اور راقم الحروف کی ادارت میں سنی دنیا دن بدن شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

اب تک "استاذ زمن نمبر، صدر العلما نمبر، نقوش تاج الشریعہ" اور "امام احمد رضا نمبر" جیسے معیاری اور دستاویزی شمارے ماہنامہ سنی دنیا شائع کر چکا ہے جنھیں ملک و بیرون ملک کے اہل علم اور دانشور طبقہ نے نظر استحسان سے دیکھا۔

**اصلاحی خدمات:** مرکز اہل سنت کی مرکزیت کو دوام و استحکام بخشنے میں حضور تاج الشریعہ کی ہمہ جہت خدمات جلیلہ نے اہم رول ادا کیا ہے، آپ تدریسی، تصنیفی، تنظیمی، تعلیمی، تبلیغی، فقہی، اصلاحی اور مسلکی محاذ پر بیک وقت گہری نظر رکھتے تھے اور مقتضائے وقت کے مطابق ہر خدمت انجام دیتے تھے، حضور تاج الشریعہ نے قوم و ملت کی اصلاح کے فرائض جہاں تحریر اور اپنے تبلیغی دوروں کے ذریعہ انجام دیئے، وہیں اپنی تقریر کے ذریعہ بھی اصلاحی خدمات انجام دیں ہیں۔

تاج الشریعہ کی خدمات جلیلہ ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہیں، درس و تدریس ہو، تصنیف و تالیف ہو، تقریر و تحریر ہو، کتب و رسائل ہوں، شعر و سخن ہو، تعلیم و تنظیم ہو، بیعت و ارشاد یا قوم و ملت کی اصلاح ہو، آپ نے تبلیغ و ترسیل کے ہر شعبہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، مولائے کریم ہم تمام شیدایان تاج الشریعہ کو آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

## قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

اسلامیات

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

چھٹی قسط

# ایمان، کفر اور تکفیر

نقد و نظر

گزشتہ سے پیوستہ

یہاں اوپر بیان کردہ فقہ حنفی کے مطابق ان الفاظ کے کفر میں ایک واضح اور درست علمی مخالفت موجود ہے چاہے کمزور ہی سہی۔ [ص ۳۰]

اولاً: کیا یہ صریح تناقض نہیں کہ خود ہی کہا کہ دفاع ناممکن، اب کیسے کہتا ہے کہ درست معنی لیے جاسکتے ہیں۔

ثانیاً: جو مفاد بتایا وہ صاف محل منع میں ہے۔

ثالثاً: علم الٰہی اور علم مخلوق میں امتیاز کیا اسی تشبیہ ناپاک پر موقوف ہے جس کا صاف مفاد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خصوصیت کی نفی ہے؟ جس کی تصریح اس نے شروع عبارت میں کردی اور علم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو صبی و مجنون اور حیوانات و بہائم کے علم کے مساوی قرار دے دیا پھر آخر میں یہ کہہ کر کے کہ "وجہ فرق بتانا ضرور ہے" اسی نفی خصوصیت اور مساوات اور عدم امتیاز کا صاف پتہ دیا، کیا یہ صریح دشنام نہیں؟ ہے اور ضرور ہے اور خود مضمون نگار کو اس کا اقرار ہے کہ کھلی گستاخی ہے پھر بھی بر خلاف اجماع ائمہ صریح میں نیت کی حاجت؟

رابعاً: اشرف علی کا یہ سوال کہ "وجہ فرق بتانا ضرور ہے" اگر اس کے قلب و دماغ میں فرق ظاہر تھا تو اب یہ کیوں پوچھتا ہے کہ وجہ فرق بتانا ضرور ہے؟ کیا یہ عدم فرق پر اس کے اعتقاد کی کھلی دلیل نہیں؟ پھر بھی مضمون نگار کے نزدیک نیت گستاخی کی نہیں؟

خامساً: یہاں جو تاویل کرتا ہے خود اس کو یہ کہ کر رد کرتا ہے کہ "چاہے جاہلانہ انداز سے ہی سہی۔"

سادساً: جب جاہلانہ مان لیا تو یہ اختلاف علما کہاں ہوا؟ اور جو پیمانہ اس نے مقرر کیا اس کے اقرار سے صاف ظاہر کہ یہ انداز، یہ سوچ ان شرطوں پر پوری نہیں اترتی، اسی کے لیے جو خود اس کے نزدیک مردود ہے درمختار کی یہ عبارت پیش کرتا ہے اور اجماعی کو نزاعی بناتا ہے یہ دھوکہ نہیں تو کیا ہے؟

سابعاً: اور جب جاہلانہ انداز کہ کر اس کو مردود بتا چکا تو جمع نقیضین کیوں کرتا ہے اور مردود کو یہ کہ کر مقبول کیوں بناتا ہے کہ "سہارنپوری اور تھانوی دونوں نے بعد میں اپنی اور دیگر دیوبندی اکابر کے دفاع میں یہی بیان کیا ہے۔"

ثامناً: یہیں اپنا کہا بھول گیا، پہلے جاہلانہ انداز کہا، اب اسی سے مکرنا اور اس انداز کو واضح درست اور عالمانہ بتانا کیا معنی؟ اور اب یہ کہنے کی کیا مجال کہ "یہاں اوپر بیان کردہ فقہ حنفی کے مطابق ان الفاظ کے کفر میں ایک واضح اور درست علمی مخالفت موجود ہے چاہے کمزور ہی سہی ـــــــــــــــــــــــ"

اس جگہ عبارت شامی یوں ہے کہ: "[قوله ولو روایه ضعیفه] قال الخير الرملي: أقول ولو كانت الروايه لغير أهل مذهبنا. ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه اھ." یعنی خیر الرملی نے فرمایا: میں کہتا ہوں اگرچہ وہ روایت ضعیفہ ہمارے اہل مذہب کے علاوہ کسی اور کا قول ہو اور اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ وہ بات جو کفر کی موجب ہے اس کا اجماعی ہونا شرط ہے، مضمون نگار کے قلم سے یہ اخیر فقرہ رہ گیا یا دانستہ اسے چھوڑ دیا۔

کیا یہ گھوم پھر کر اجماعی کو نزاعی بنانا اور اپنے ہی اقراروں کو بھلانا اور بے محل سند اختلاف لانا اور جو اقوال محل اختلاف میں ہیں ان کو محل ۸۰/ وفاق پر ڈھالنا نہیں؟ دیوبندیوں کی عبارتوں کے کفری نہ ہونے پر کوئی روایت تو پیش کرے اور بتائے کہ پہلے بھی ضروریات دین کا انکار ہوا، اجماع مسلمین رد

ہوا، کھلی گستاخی، ناقابل قبول، جس کا دفاع ناممکن، پھر بھی ان کے کفر میں اختلاف ہوا اور دکھائے گا کہاں سے؟ کہ پہلے ہی قبول کر چکا ہے کہ کیا اس میں اختلاف تھا؟

تاسعاً : دیوبندیوں کے دفاع میں مضمون نگار کے فقرے پھر یاد کیجیے کہ" یہاں اوپر بیان کردہ فقہ حنفی کے مطابق ان الفاظ کے کفر میں ایک واضح اور درست علمی مخالفت موجود ہے چاہے کمزور ہی سہی"۔

اس کے ابتدائی فقرے" واضح اور درست علمی مخالفت" میں قطع نظر اس تناقض کے کہ اس علمی مخالفت کو خود جاہلانہ انداز بتاتا ہے یہیں اس جملے میں باعتبار ابتدا وانتہا صریح تناقض ہے کہ پہلے کھا واضح اور درست علمی مخالفت اور یہ کہ کر اختلاف کو ظاہر و درست بتایا اور خود جو اقرار کیا تھا کہ کھلی گستاخی ہے بھول گیا، جس کا صاف مفاد یہ تھا یا کچھ اور؟ کہ دیوبندیوں کے کلمات کفری معنی میں ظاہر ہیں اب یہاں کیوں الٹتا ہے؟ اور اختلاف کو واضح اور درست کیوں بتاتا ہے پھر اس پر بھی قرار نہیں اس اگلے اقرار کو پچھلے فقرے سے کیوں رد کرتا ہے اور کہتا ہے اگرچھ کمزور ہی سہی، واضح اور درست علمی مخالفت بھی ہے پھر وہی کمزور بھی ہے اور وہی جاہلانہ انداز بھی۔ [ص ۳۰]

عاشراً : جب اس کے نزدیک واضح اور درست علمی مخالفت ٹھہری تو اب اس سے یہ سوال کیا کیا جائے کہ دیوبندیوں کے کلمات اس کے طور پر کفری معنی میں متبیّن تو تھے جبھی تو کھلی گستاخی، ذلّت آمیز، باطل تمثیل وغیرہ کلمات کہے تو باعتبار متبیّن ہی کفر مان لیتا اور اسی اعتبار سے انہیں کافر کہہ دیتا مگر کاہے کو؟ کہ اعتراف کے باوجود وہ کہہ چکا کہ یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا اور یہاں واضح اور درست علمی مخالفت کی آڑ لیتا ہے کیا اب بھی کوئی شبہ ہے کہ وہ سب زبانی جمع خرچ تھا اور دل کی بات یہ ہے کہ کافر کہنا ضروری نہیں اور انہیں کافر کہنا ایک غلطی تھی۔

ثم أقول وحمل قولہ کا معنی یہ ہے کہ قائل اگر یہ تاویل کرے جو مذکور ہوئی مفتی اس کو مقرر رکھے گا اور اس صورت میں مفتی قاضی کا مرادف ہے اور اس احتمال پر شامی کی عبارت کا مفاد وہی ہے جو زواجر میں اِن اول قبل منہ [یعنی اگر وہ تاویل بتائے قبول کی جائے گی] کا مفاد ہے، یا حمل قولہ کا مطلب تو وہ یہ فرمائے کہ اس سے اس کی مراد پوچھی جائے والی کے پوچھنے پر اگر وہ شخص اپنی مراد یہ بتائے تو والی اس کو مقرر رکھے گا اور اس سے قتل منتفی ہو جائے گا، نہ یہ کہ مفتی خواہی مخواہی اس کے یہ معنی ٹھہرائے گا اگرچہ بولتے وقت اس کی کوئی مراد نہ ہو کہ اس میں الغاء ظاہر ہے اور یہ بداہۃً باطل ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مراد نہ پوچھی جائے اور خلاف ظاہر احتمالات کی وجہ سے قائل کو چھوٹ مل جائے اگرچہ بولتے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا وہ معنی مراد نہ لیے جن سے قتل منتفی ہو بلکہ اس صورت میں اور مطلق بے نیت بولنے کی صورت میں قتل منتفی نہیں ہوگا جیسا کہ عبارت مذکورہ شامی کا صریح مفاد ہے اور جو معنی ہم نے بتائے ان پر" اعلام" کی عبارت گذشتہ میں" إن أوّل قبل منه" قرینہ ظاہرہ ہے اور یہ حکم نہ اختلافی نہ ہمارے قواعد کا منافی، تو اس کا مقتضی یہ ہے کے درر مختار و شامی کی عبارتوں میں یہ قید ضرور ملحوظ ہے اگرچہ بظاہر یہ قید مذکور نہ ہوئی بلکہ عبارت درمیں" ثم لو نيته ذلك" اس بات کا قرینہ ہے، استفسار کے بعد اگر وہ مراد مانع کفر معلوم ہو تو وہ عند اللہ وعند الناس مسلم ہے جبکہ ظاہر لفظ سے صاف تبری و بیزاری کے طور پر اپنی یہ مراد بتائے، یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ حکم مطلق بھی مقید پر محمول ہے جس پر ایک قرینہ شامی کی عبارت میں" لنفي القتل عنه" فرمانا ہے اور دوسرا قرینہ وہ ہے جو درمختار کی عبارت" وما فيه خلاف، الخ" میں گزرا۔

ہم نے جو دوران بحث عبارت شامی" وحمل المفتي" کے معنی بتائے اور یہ کہا کہ مراد پوچھی جائے گی یہاں" الموت الاحمر" مصنفہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے کلمات طیبات نقل کروں جن سے ظاہر ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے دیوبندیوں کی تکفیر میں کس قدر احتیاط سے کام لیا اور دیوبندی طویل مہلت کے باوجود اپنی عبارتوں کی مراد بتانے سے عاجز رہے اور آج تک عاجز ہیں، پھر بھی ان عبارتوں پر مناظرہ کرتے ہیں اور ان کتابوں کے مصنفین اور ان کے وکلا اور مناظر کسی کو نہ بن پڑی

کہ وہ یہ کہے کہ یہ کتابیں ہماری یا ہمارے پیشواؤں کی نہیں، حالانکہ استفسار مراد سے پہلے ان سے متعدد بار یہی سوال ہوا کہ آیا یہ عبارتیں آپ کی ہیں؟ اور اگر آپ کی ہیں تو ان سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اور اب کچھ معاندین جب تاویل سے عاجز آتے ہیں تو پوچھتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟ اور یہ بھی سنا جا رہا ہے کہ ان کتابوں میں بشمول "تقویۃ الإیمان" مصنفہ اسماعیل دہلوی کچھ تحریف و تبدیل کی گئی ہے، مضمون نگار نے بھی اس مقام پر میڈیا کا ذکر چھیڑا ہے اور چونکہ شروع سے آخر تک مقصود یہ ہے کہ دیوبندی کافر نہیں۔

لہٰذا اس کے اس تذکرے میں بھی یہ سوال مضمر ہے جو کچھ معاندین اٹھاتے ہیں، وہ اپنے طرز بحث سے یہ مان چکا کہ یہ عبارتیں دیوبندیوں ہی کی ہیں پھر یہ بحث کیوں چھیڑتا ہے اور متواتر کا انکار چاہتا ہے اور غیر ثابت وغیر متواتر کو ثابت و متواتر پر ڈھالتا ہے، کیا یہ آخر کار اپنے عجز کو چھپانا نہیں؟ کیا وہ اس جگہ یہ بھی نہیں کہ سکتا تھا کہ اگر واقعہ یہ عبارتیں جن کے نام سے منسوب ہیں انہیں کی ہیں تو وہ بلا شبہ کافر مرتد بے دین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین، مصر و شام، ہند و سند نے فتویٰ دیا۔

۱— شیخ محمد سعید بن محمد سلام باًبصیل مفتی شافعیہ و شیخ العلماء مکہ معظّمہ {۱۸۲۹—۱۹۱۲م/ ۱۲۴۵—۱۳۳۰ھ}

۲— شیخ احمد ابن عبد اللہ ابو الخیر میر داد امام و خطیب و مدرس مسجد حرام و نائب مفتی حنفیہ {۱۸۴۳—۱۹۱۶م/ ۱۲۵۹—۱۳۳۵ھ}

۳— شیخ محمد صالح ابن صادق کمال امام، خطیب، مدرس مسجد حرام، انہیں ۱۲۹۷ھ میں جدہ شہر کا قاضی مقرر کیا گیا۔ {۱۸۴۷—۱۹۱۴م/ ۱۲۶۳—۱۳۳۲ھ}

۴— شیخ علی ابن صادق کمال مدرس مسجد حرام {۱۸۳۷—۱۹۱۷م/ ۱۲۵۳—۱۳۳۵ھ}

۵— مولانا شاہ محمد عبد الحق الہ بادی مہاجر مکی {۱۸۳۶—۱۹۱۵م/ ۱۲۵۲—۱۳۳۳ھ}

۶— شیخ سید محمد مرزوقی ابو حسین بن عبد الرحمٰن حسینی {۱۸۶۷—۱۹۴۶م/ ۱۲۸۴—۱۳۶۵ھ}

۷— شیخ عمر بن ابو بکر باجنید {۱۸۵۷—۱۹۳۵م/ ۱۲۷۴—۱۳۵۴ھ}

۸— شیخ محمد عابد بن حسین مالکی {۱۸۵۹—۱۹۲۳م/ ۱۲۷۵—۱۳۴۱ھ}

۹— شیخ محمد علی بن حسین مالکی {۱۸۷۰—۱۹۴۸م/ ۱۲۸۷—۱۳۶۷ھ}

۱۰— شیخ محمد جمال بن محمد عامر بن حسین مالکی {۱۸۶۸—۱۹۳۰م/ ۱۲۸۵—۱۳۴۹ھ}

۱۱— شیخ اسد بن احمد دھان {۱۸۶۳—۱۹۱۹م/ ۱۲۸۰—۱۳۳۸ھ}

۱۲— شیخ عبد الرحمٰن بن احمد دھان {۱۸۶۶—۱۹۱۸م/ ۱۲۸۳—۱۳۳۷ھ}

۱۳— مولانا احمد بن محمد ضیاء الدین بنگالی قادری چشتی {۱۹۰۶م/ ۱۳۲۴ھ میں باحیات تھے}

۱۴— شیخ محمد بن یوسف خیاط {۱۹۱۲م/ ۱۳۳۰ھ میں باحیات تھے}

۱۵— شیخ محمد صالح بن محمد بافاضل {۱۸۶۰—۱۹۱۴م/ ۱۲۷۷—۱۳۳۳ھ}

۱۶— شیخ عبد الکریم بن حمزہ داغستانی ناجی مدرس مسجد حرام {۱۸۵۱—۱۹۲۰م/ ۱۲۶۷—۱۳۳۸ھ}

۱۷— شیخ محمد سعید ابن محمد یمانی مدرس مسجد حرام {۱۸۵۴—۱۹۳۶م/ ۱۲۷۰—۱۳۵۴ھ}

۱۸— شیخ محمد حامد ابن احمد ابن اوزجداوی {۱۸۶۰—۱۹۲۳م/ ۱۲۷۷—۱۳۴۲ھ}

۱۹— شیخ عثمان ابن عبد السلام داغستانی مدرس و خطیب مسجد نبوی و مفتی احناف {۱۸۵۳—۱۹۰۷م/ ۱۲۶۹—۱۳۲۵ھ}

۲۰— شیخ سید محمد سعید ابن محمد مغربی

۲۱— شیخ محمد ابن احمد عمری واسطی مالکی مدرس مسجد نبوی {۱۸۶۳—۱۹۴۶م/ ۱۲۸۰—۱۳۶۵ھ}

۲۲— شیخ سید عباس ابن محمد رضوان مالکی مدرس مسجد نبوی {۱۸۷۷—۱۹۲۸م/ ۱۲۹۳—۱۳۴۶ھ}

۲۳— شیخ عمر ابن حمدان محرسی مالکی {۱۸۷۵—۱۹۴۹م/

۱۲۹۱—۱۳۶۸ھ}

۲۴— شیخ سید احمد ابن اسماعیل برزنجی {۱۸۴۳—۱۹۱۶م/۱۲۵۹—۱۳۳۵ھ}

۲۵— شیخ عبدالقادر توفیق شلبی حنفی {۱۸۷۸—۱۹۵۰م/۱۲۹۵—۱۳۶۹ھ}

۲۶— شیخ سید اسماعیل ابن خلیل {م ۱۹۱۱م/۱۳۲۹ھ}

۲۷— شیخ محمد یوسف افغانی مدرس مدرسہ صولتیہ

۲۸— شیخ محمد تاج الدین ابن مصطفی الیاس

۲۹— شیخ سید احمد الجزائری {۱۹۱۲م/۱۳۳۰ھ میں باحیات تھے}

۳۰— شیخ خلیل ابن ابراہیم خرپوتی

۳۱— شیخ سید محمد ابن محمد حبیب دیداوی

۳۲— شیخ محمد ابن محمد سوسی خیاری مدرس مسجد نبوی

۳۳— شیخ محمد عزیر وزیر

مضمون نگار ص ۳۳ پر یہ کہتا ہے کہ: اس قسم کی باتوں کا انکار۔۔۔الخ

اوّل: تو دیوبندیوں کی عبارتیں ایسی باتوں کے انکار سے متعلق ہی نہیں۔

دوم: بفرض غلط اگر ہوں بھی تو بار بار بتانے پر ان کو اسی پر اصرار ہے۔

سوم: مندرجہ بالا بیان کے بعد جس آیت کا ترجمہ لکھا اس کا مندرجہ بالا سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہ سب امور بھی جو آیت میں بیان ہوئے انہی باتوں کے قبیل سے ہیں جن کے بارے میں لکھا کہ ایسے ایمانی نکات جنہیں ہر شخص نہیں جانتا۔

پھر مضمون نگار بیان مذکور کی تائید میں یوں لکھتا ہے کہ "اس کی تصدیق کئی احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے الخ" اور پھر ابوداؤد شریف کی حدیث ذکر کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ "کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے نہ سنا ہو کہ میں نے جانور کے منہ کو داغنے والے اور اس کے منہ پر ضرب لگانے والے کو لعنت فرمائی ہے" پھر اس پر یوں تبصرہ کرتا ہے "اگرچہ جانور کے منہ کو داغنے اور ضرب لگانے کو جرم اور گناہ کبیرہ فرمایا گیا الخ۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ استفہام انکاری ہے، مطلب یہ کہ کوئی ایسا نہیں جس نے نہ سنا ہو یعنی سب نے سن لیا اور جان لیا اور ایسی بات جو دین میں ایسی مشہور ہو کہ اسے ہر شخص جانتا ہو اس میں جہل عذر نہیں، اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ صاف اور ظاہر معنی نہ بتا کر وہ معنی کیوں بتاتا ہے جو ابھی اوپر گزرے اور اس کے اطلاق سے یہ کیوں سمجھتا ہے کہ ضروریات میں جہل عذر ہے؟ پھر پہلے کیوں لکھا تھا کہ "ارض اسلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں۔"

نیز مضمون نگار اس کے بعد رقم طراز ہے کہ: اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں ارشاد فرماتا ہے: "اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے"۔

ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور مضمون نگار کی غرض اسی سے متعلق ہے، پھر پہلے ہی اسی کو کیوں نہ ذکر کیا اور اگر پہلے متعلق اور غیر متعلق سب کو نقل کرلایا تھا تو اتنا کہنے سے اس کی زبان کو کس چیز نے روکا کہ اس کے بیان کا شاہد آیت کا یہی جز ہے کہ "ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر" محل بیان میں ابہام و ایہام کیوں رکھا، ہمارا مشورہ ہے کہ طرز بیان سیکھے تاکہ مواضع تصریح و مواقع ابہام میں تمیز پیدا ہو۔

مزید برآں اسامہ کی حدیث میں ایک اہم نکتہ ہے اگر مضمون نگار کے پاس ذرہ بھر ایمان ہوتا وہ اسی حدیث سے جو اس نے ذکر کی سمجھ لیتا وہ نکتہ یہ ہے کہ اسلام برتر ہے اور اس کے اوپر کچھ نہیں، اس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ اس کا اسلام شرعاً صحیح ہے جو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، حالانکہ اکراہ شرعی کی حالت میں کفر بولنے کا اعتبار نہیں اور جبر کے بغیر اسلام و کفر دونوں کا اظہار معتبر ہے، بیشک دیوبندیوں نے بغیر کسی دباؤ کے وہ بات کہی بقول مضمون نگار جس کا دفاع ناممکن اور جو ذلت آمیز اور ناقابل قبول ہے اور اب تک وہ ناقبل تاویل چلے آتے ہیں، تو اسلام کا حکم لازمی طور پر ان پر لگتا ہے اور وہ شریعت کی رو سے بے شک مرتد ہیں تو اس حدیث کو ان لوگوں کے دفاع میں بطور دلیل درج کرنا نادرست قیاس ہے۔

جاری.........

دوسری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

# لفظ ”میٹھا“ کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ

◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

دیکھئے ”راعنا“ ایک لفظ مشترک ہے ”رعایت کریں“ اور ”یہودیوں کی گالی کے مابین“... تو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو اس لفظ ”راعنا“ کے استعمال سے منع فرما دیا... لفظ ”میاں“ بھی مشترک ہے اچھے اور برے کے معانی کے درمیان اس لئے اس کے استعمال کو منع کر دیا گیا... میٹھا اور میٹھا میٹھا“ مشترک ہے اچھے اور برے معانی کے درمیان تو قرآنی اصول کے تحت اسے بھی منع ہونا چاہیئے... اسی قرآنی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہماری جماعت کے تمام عالموں، فاضلوں اور قلمکاروں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لفظ ”میٹھا“ کا نہ کبھی استعمال کیا اور نہ کسی کو استعمال کی اجازت دی... یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے سب جانتے ہیں اگر ہمارے اکابر میں کسی نے بھی کہیں لکھا ہے یا تحریر کیا ہے تو اس کی نشاندہی کی جائے اور اگر نہیں کیا ہے تو ہم یا آپ کیوں کر رہے ہیں؟ ہمیں تو حکم ہے کہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے نقوش قدم کی اطاعت کریں کہ یہی راہ خدا ہے۔ ؎

ان کے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سے جو یہ سراغ لے کے چلے

جنہوں نے ایسے مقدس نقوش قدم کی پیروی کی ہے سلامت روی سے سرشار ہے اور جنہوں نے نہیں کیا ہے ان کا آج حشر یہ ہے آج ان پر انگلیاں اُٹھائی جا رہی ہیں کہ یہ کیا کر رہے ہو اور کہاں جا رہے ہو... ہاں ایسا لفظ مشترک جس کا اچھا والا معنی اس طرح غالب ہو کہ لفظ کے بولتے ہی ذہنی تبادر اسی اچھے معنی کی طرف ہو جائے اور برے معنی کا کہیں دور دور تک خیال نہ آئے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں بلکہ استعمال کرنا ہی چاہئے اور اگر کسی لفظ مشترک کا برا معنی اس کے اچھے معنی پر غالب ہے یا اس کے مساوی ہے تو اس لفظ کا استعمال اچھے معنی میں کرنا بھی منع ہے اب ذیل میں کچھ حوالہ جات پیش کئے جا رہے ہیں، لفظ مشترک کے استعمال میں اکابر اہل سنیت کا موقف، حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کو ”اللہ میاں“ کہنا بھی ناجائز ہے کہ میاں کے ایک معنی شوہر کے ہیں۔“ (فتاوی امجدیہ ۴/۴۱۸)

اور سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

”سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جس میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔“ (احکام شریعت ۳/۵۵)

الملفوظ شریف میں ہے:

”عرض... حضور! اللہ میاں کہنا جائز ہے یا نہیں؟
ارشاد... زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شان الوہیت پاک و منزہ ہیں اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے تو جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا، اس کے ایک معنی مولیٰ، اللہ تعالیٰ بے شک مولیٰ ہے، دوسرے معنی شوہر تیسرے معنی زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔“ (الملفوظ حصہ اوّل، ص ۱۱۶)

مذکور بالا تینوں حوالہ جات پر غور کیا جائے کہ لفظ میاں کے تینوں معنوں میں سے دو معنی جو خبیث ہیں اسی کا غلبہ ہے کہ عام بول چال میں میاں کو شوہر کے معنی میں لیا جاتا ہے اس سے کم غلبہ دوسرے معنی زنا کے دلال کو حاصل ہے اس کا استعمال اسم جلالت

*مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

کے ساتھ اس لئے ممنوع ہے کہ کہیں اس کے اطلاق سے کسی خبیث معنی کی طرف تبادر ذہنی نہ ہو جائے حالانکہ جو مسلمان اپنی نادانی کے سبب اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں کا اطلاق کرتا ہے وہ اس سے مولیٰ ہی مراد لیتا ہے اس بات سے کسی کو انکار نہیں مگر لفظ میاں سے اچھا معنی مراد لینا جواز کے لئے کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے وہ اچھا معنی تمام برے معنوں پر غالب ہو اور ممنوع ہونے کے لئے محض ذہنی تبادر کافی ہوتا ہے۔۔۔وہ برا معنی غالب ہو یا نہ ہو۔

لفظ ''خواجہ'' صاحب اور مولیٰ کا استعمال اور اس کا سبب

جب میں نے اپنے اس نظریہ کو واضح کیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وشخصیت تو بڑی بات ہے کسی عظیم شخصیت کے حامل افراد جو دینی منصب فائز ہوں یا دنیوی مناسب پر چاہے لوگ انہیں سماجی طور بڑے سمجھتے ہوں یا خانگی اور معاشرتی سطح پر۔۔۔ انہیں بھی میٹھا یا میٹھا نہیں کہنا چاہئے۔۔۔میرے اس نظریہ کے خلاف کچھ ناقدین نے یہ تحریر کی ہے:

''حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ حسن بصری اور عام طور پر دہلی کے ۲۲/اولیاء کے لئے خواجہ کا استعمال ہوتا ہے۔۔۔

پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ بعض ایسے الفاظ جو دو ایسے معنی میں مشترک ہو جن میں ایک اطلاق باری تعالیٰ پر درست ہو اور دوسرے کا کفر اور خود قرآن کریم اور احادیث میں وارد ہو مثلاً مولیٰ اس کے ایک معنی ہے آقا اور دوسرا ہے آزاد شدہ غلام کے جب ایک لفظ کے کئی معانی ہو تو تعظیماً انسان عمدہ معنی مراد لیتا ہے جیسے لفظ ''صاحب'' کا معنی فیروز اللغات میں یار دوست، ساتھی، خدا، خاوند، معشوق، دلبر وغیرہ ہے عموماً زید بکر عمر کے لئے صاحب کا لفظ مستعمل ہے اور اس کا اطلاق از روئے لغت خدا پر بھی ہوتا ہے لہٰذا جب کسی کے نام کے آگے صاحب لگایا جائے تو اس کا ذہن خدا کی طرف متبادر نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی حکم شرع توہین کا وارد ہوتا۔''

یہ وہ تحریریں ہیں جو ایرادات کے طور پر لائی گئیں حالانکہ ان تحریروں سے کہیں دور دور تک یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ ''میٹھا'' استعمال کیا جا سکتا ہے پھر بھی ناقدین نہ معلوم کس دنیا میں رہتے ہیں انہیں تیر چلانے سے مطلب رہا کرتا ہے تیر نشانے پر پڑے یا نہ پڑے اس سے انہیں کوئی غرض نہیں۔۔۔ذیل میں کچھ تحریریں اسی تناظر میں لکھی جا رہی ہیں شاید مزاج یار کو پسند آجائے۔

میں مانتا ہوں کہ ''لفظ خواجہ'' کے بھی مختلف معنی ہیں مثلاً صاحب خانہ، گھر کا مالک، سردار، پیر مالدار، وزیر، لقب سادات کا یہ سارے اچھے معانی ہیں دربان، وہ جس کے اعضائے تناسل کاٹ دیئے گئے ہوں یعنی وہ جوزنانہ ہو یہ برے معنی ہیں لیکن اس کے اچھے معنی کل بھی غالب تھے اور آج بھی غالب ہیں اور برے معنی کی جانب کسی طرح کا ذہنی تبادر نہیں ہوتا اور حد تو یہ ہے کہ زیادہ تر افراد جانتے بھی نہیں کہ اس کا بھی کوئی برا معنی ہے اس کے اچھے معانی اس قدر غالب ہیں کہ خواجہ کے بولے جانے سے اس کے برے معنی کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جاتا ہے اس بنا پر بزرگوں کے نام سے پہلے خواجہ کا الحاق شرعی اور ادبی دونوں اعتبار سے جائز ہے مگر ''میٹھا'' ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کا برا معنی ہی اس پر غالب ہے دور حاضر میں آپ کسی کو ''میٹھا'' کہئے تو اس کو برا لگ جاتا ہے اس لئے ہمارے سماج میں کسی کو ''میٹھا'' کہنے کی روایت نہیں ملتی ہے۔

اب اگر آپ اس لفظ کو کسی اچھے معنی میں استعمال کریں مگر اس اطلاق کے سبب برے معنی کی جانب جو تبادر ہوتا ہے اس کو روکنے کے لئے آپ کے پاس کیا علاج ہے؟۔۔۔جہاں تک لفظ ''صاحب'' کی بات ہے اگر چہ لغت میں اس کے مختلف معانی لکھے ہوئے ہیں مگر اردو زبان میں اس کی حیثیت کلمہ تعظیم کی ہے اور اسی کو غلبہ حاصل ہے بایں وجہ اس کے بولتے ہی عظمت ہی سمجھ میں آتی ہے کسی اور معنی کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا ہے مگر لفظ ''میٹھا'' ایسا نہیں ہے یہاں اسی معنی کو غلبہ حاصل ہے جس کا استعمال بہرحال شان ادب کے خلاف ہے اس لئے اس کے استعمال پر کلام ہے۔۔۔اس کا ازالہ کسی بھی صورت میں نہیں کیا جا سکتا ہے۔

## کیا شریعت میں لفظ ''میٹھا'' وارد ہے؟

ہمارے ناقدین کا کہنا ہے کہ اسلامی شریعت میں لفظ ''میٹھا'' وارد ہے جیسا کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

''حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا تو تو آپ نے جواباً لکھا، اللہ تعالیٰ، اللہ عز وجل اللہ سبحانہ، اللہ عز شانہ وغیرہ کہنا چاہیے میاں نہ کہنا چاہئے عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے اس سے انہیں احتراز کرنا چاہئے تفصیل کے لئے احکام شریعت دیکھیں اس میں اعلی حضرت قدس سرہ نے مفصل تحریر فرمایا ہے گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے اس کی شان وعزت کے لائق نہیں۔''

(فتاویٰ مصطفویہ، اوّل، ص ۲۱، ۲۲)

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی شریف الحق امجدی اس مسئلہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بہر حال حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے جب تصریح فرمادی تو اس خادم کا بھی یہی فیصلہ ہے اس کی وجہ سے عام مسلمانوں میں یہ عام طور پر رائج ہے اسے گناہ کہنے پر لازم آئے گا کہ تمام مسلمان گنہگار ہو بغیر نص صریح کے ایسا قول کرنا جس سے عام مسلمان کا گنہگار ہونا لازم آئے اچھی بات نہیں۔ مگر چونکہ شریعت میں وارد ہے اس لئے منع نہیں ہے اور میاں وارد نہیں اس میں ایہام تحقیر ہے اس لئے ممنوع ہونا چاہئے مگر گناہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ شریعت میں مولیٰ کا اطلاق ذات باری پر نہ ہوتا تو جس طرح مولیٰ کا اطلاق اللہ کے لئے درست ہے اسی طرح شریعت میں وارد شدہ میٹھا بمعنی حلو کا لفظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درست شعب الایمان، کنز العمال اور جامع صغیر میں ہے ''قلب المومن حلو یحب الحلاوۃ'' یعنی مومن کا دل میٹھا ہوتا ہے اور میٹھا پسند کرتا ہے اور تفسیر نسفی زیر آیت ''یا یھاالذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت الخ'' میں ہے ''ان المؤمن حلو یحب الحلاوۃ'' یعنی مومن میٹھا ہے اور میٹھا اس پسند کرتا ہے، لہٰذا میٹھے کا لفظ حضور کے لئے استعمال کرنا درست اور روا ہے۔''

اوپر جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں ناقدین نے اس بات کا دعوی کیا ہے کہ شریعت میں جس طرح لفظ ''مولیٰ'' وارد ہے اسی طرح لفظ ''میٹھا'' بھی وارد ہے جب لفظ مشترک کے وارد ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''مولیٰ'' کا استعمال جائز ہے ٹھیک اسی طرح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ ''میٹھا'' کا بھی استعمال جائز ہے اور ثبوت میں جو حدیثیں پیش کی ہیں ان میں لفظ ''میٹھا'' تو نہیں ہے مگر لفظ ''حلو'' ضرور آیا ہے ... اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا لفظ ''حلو'' کے استعمال کو کیا یہ کہا جا سکتا ہے؟ شریعت میں لفظ ''میٹھا'' وارد ہے... میرا کہنا ہے کہ شریعت میں جو لفظ آیا ہے اسی کا استعمال جائز ہوگا نہ کہ اس کے ترجمہ کا استعمال کرنا جائز ہوگا جیسے شریعت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے لفظ ''مولیٰ'' استعمال ہوا ہے تو اس بات کا ہمارے لئے جواز ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ ''مولیٰ'' کا استعمال کریں اور یہاں جس لفظ کے بارے میں تنازع ہے وہ لفظ ''میٹھا'' ہے لفظ ''حلو'' نہیں ہے اور ''حلو'' کو ''میٹھا'' سمجھ لینا کسی صورت میں مناسب نہیں ... کیونکہ ترجمہ کا اور حکم ہوتا ہے اور جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے اس کا حکم اور ہے... اور سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ اصل کسی اور کا کلام ہوتا ہے اور جو ترجمہ ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کا کلام ہوا کرتا ہے یہ فرق تو بہت بڑا فرق ہوتا ہے کہ لفظ ''حلو'' سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے اور لفظ ''میٹھا'' ہمارا یا آپ کا قول ہے... اس فرق کے باوجود کیا یہ کہا جا سکتا ہے؟ ''میٹھا'' بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور لفظ ''حلو'' بھی... یا کسی دانشور کے یہاں یہ تعبیر کی جا سکتی ہے کہ جس طرح ''میٹھا'' ہمارا قول ہے اسی طرح ''حلو'' بھی ہمارا قول ہے؟ نہیں نا! تو پھر بتائیے ایک کے جواز سے دوسرے کے لئے جواز کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ اور یہاں زبان کا بھی فرق ہے لفظ ''حلو'' عربی زبان کا ہے اور لفظ ''میٹھا'' ہندی یا اردو زبان کا لفظ ہے... کیا یہ فرق، فرق نہیں ہے... ہے اور ضرور ہے تو پھر ایک دوسرے کے استعمال میں

بقیہ ص ۱۵ / پر

تاریخ کے جھروکے سے

از: شکیل احمد سبحانی*

# سرزمین کلکتہ پر اعلیٰ حضرت کا شاندار استقبال

**عنوان** دیکھ کر یہ جاننے کے لیے آپ کا دل بھی بے تاب و بے قرار ہو گیا ہوگا کہ وہ موقع کون سا رہا ہوگا؟ ایسی کون سی دینی ضرورت آن پڑی ہوگی؟ جب اہل سنت کا امام اپنی تمام تر تصنیفی و تحقیقی مصروفیات کو چھوڑ کر بریلی شریف سے کلکتہ کے طویل سفر کے لیے نکل پڑا ہوگا، وہ منظر کیسا ہوگا؟ علمائے دین کس قدر عزت و تعظیم کے ساتھ اللہ کی اس عظیم نعمت کا دیدار کر رہے ہوں گے؟ اعلیٰ حضرت کی لکھی نعتوں اور سلام کو پڑھ پڑھ کر عشق رسول ﷺ کا جام پینے والے سنی مسلمان، کس عقیدت کے ساتھ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے اس عاشق کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہوں گے جس کا نام ہی حضور سید عالم ﷺ کے عشق و محبت کی پہچان تھا؟

یہ سب جاننے سے قبل، آیئے! اسلام اور اہل سنت کے ان جاں نثاروں کو یاد کر لیا جائے جنھوں نے امام احمد رضا کے زمانے میں آپ کی سرپرستی میں ضلالت و گمراہیت کے اک انتہائی خطرناک سیلاب کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا، یہی وہ مردانِ حق تھے، جب ندوہ تحریک کے ذریعے حق اور باطل کے امتیاز کو مٹانے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ اللہ و رسول ﷺ اور صحابۂ کرام کے گستاخوں اور عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں سے اہل سنت کا اتحاد کبھی نہیں ہو سکتا۔

بدعقیدگی کے اسی طوفان سے مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کو محفوظ رکھنے کی غرض سے امام اہل سنت کو کلکتہ آنے کی دعوت دی گئی تھی، پھر دین اسلام کی عظمتوں کا وہ نگہبان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا وہ محافظ کیسے ان کی گزارش پر رخت سفر نہیں باندھتا، جسے اس کے رب نے مجدد بنایا تھا؟ وہ آیا، بڑی شان سے آیا، اللہ کی رحمتیں اس کے ساتھ تھیں، پھر باطل کیوں نہیں پسپا ہوتا؟ زمانے نے دیکھا کہ یہ اس کے قدموں کی برکت تھی جس سے مخالفین کے قدم اکھڑ گئے۔

ایک صدی بیس برس قبل کی یہ داستان، تاریخ کے صفحات پر نقش تھی، جسے مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی صاحب نے اپنی کتاب میں محفوظ کر لیا، اک جملے میں یہ لکھ دینا تو بہت آسان ہے لیکن اس کے لیے انہیں کیسی کیسی مشقتیں جھیلنی پڑی ہوں گی یہ کوئی ان سے پوچھے؟ کس کس در کی خاک چھاننی پڑی ہوگی یہ کوئی ان سے معلوم کرنے کی تکلیف اٹھائے؟ جہاں مصنّفین و محققین کا کوئی والی و حامی نہیں؟ ان کا قلمی تعاون کرنے والا کوئی نہیں؟ ان کی خیر خواہی چاہنے والا کوئی نہیں؟ اپنا خون جگر پیش کر کے وہ کچھ لکھیں تو اسے شائع کرنے والا کوئی نہیں؟ چھپ جائے تو پڑھنے والا کوئی نہیں؟ کچھ پڑھ لیں تو پھر حوصلہ افزائی کرنے والا کوئی نہیں۔

ایسے مایوس کن دور میں مفتی ذوالفقار نعیمی صاحب نے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ کے گیارہ سال کے شماروں کا تعارف و اشاریہ لکھ کر ایک قلمی جہاد کیا ہے، اللہ عزوجل مفتی صاحب کے حوصلوں کو بلند فرمائے، جیلانی مشن ممبئی نے 424 صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کی اشاعت کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا، جو قابل ستائش بھی ہے اور قابل تقلید بھی ہے۔

ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ، مسلمانانِ ہند اور اہل سنت کی تاریخ کا ایک انتہائی مستند ماخذ ہے، اگر یہ ماہنامہ نہیں ہوتا تو ہماری روشن تاریخ کے کچھ ایسے نقوش جو باقی رہ گئے ہیں، وہ بھی ہمیں ڈھونڈھنے سے نہیں ملتے، یہی وہ تاریخی رسالہ تھا، جس کے ذریعے گیارہ برسوں تک سنیوں کو حوصلہ ملتا رہا، امام احمد رضا کے زمانے میں اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے جو فتنے ہندوستان میں پیدا

رضویات

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

کیے گئے اس کی بہت ساری تفصیلات اسی ماہ نامے میں چھپ کر مسلمانوں کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتی رہیں۔

ہائے افسوس کہ ہم نے اپنے ان عظیم محسنوں کو فراموش کر دیا جنہوں نے اس ماہنامہ کے لیے اپنا سکھ چین سب کچھ قربان کر دیا تھا، چمن اسلام کی باغ و بہار انہیں کے دم سے تازہ ہے، جنہیں ہم بھول بیٹھے ہیں، ہماری بے حسی اس حد تک جا پہنچی ہے کہ عوام تو عوام، پڑھے لکھے سنیوں کو بھی یہ نہیں معلوم کہ تحفۂ حنفیہ اس نام سے کوئی ماہنامہ رسالہ نکلتا بھی تھا یا نہیں؟ اگر نکلتا بھی تھا تو اس کی سرپرستی کرنے والی عظیم شخصیات کون تھیں؟

انہیں بتانا پڑتا ہے کہ وہ ماہنامہ حضور تاج الفحول علیہ الرحمہ اور سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں نکلتا تھا، انہیں نہیں معلوم کہ مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم فردوسی عظیم آبادی علیہ الرحمہ، مولانا حکیم یوسف حسن قادری عظیم آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کون تھے؟

انہیں بتانا پڑتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے یہی تو وہ نایاب ہیرے تھے، جن کے ہاتھوں میں موجود قلم سے مخالف خیمے میں لرزہ طاری ہوجایا کرتا تھا، امام احمد رضا کا دست و بازو بن کر تحفۂ حنفیہ پٹنہ کے ان ہی مدیران نے متحدہ ہندوستان میں اسلام اور اہل سنت وجماعت پر ہونے والے داخلی و خارجی حملوں کا دفع کیا تھا، چلو، اب انہیں کے ماہنامہ میں شائع ہونے والی اس روداد کو پڑھتے ہیں جس کا ذکر عنوان میں موجود ہے۔

اشتہار میں 21 شعبان 1319 ہجری سے 26 شعبان تک اجلاس کا اعلان کیا گیا حالانکہ اجلاس باضابطہ 30 شعبان تک ہوئے، جلسہ میں امام اہل سنت کے علاوہ بہت سے نامور علما و خطبا نے شرکت فرمائی، حضور اعلیٰ حضرت کی آمد کے حوالے سے حاجی لعل خاں صاحب لکھتے ہیں:

"مجدد ماۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ، عالم اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا حاجی قاری محمد احمد رضا خاں صاحب کی تشریف آوری کا تار بریلی سے آیا، حضرات اہل سنت کو سرور بے غایت حاصل ہوا، بدینوں کا چہرہ سرد پڑا، ندویوں پر ہیبتِ الٰہی کی بجلی ٹوٹ پڑی، ان کے دلوں پر پژمردگی چھا گئی، ندوے میں زلزلہ آ گیا، ندویوں کے ہاتھ پیروں میں رعشہ پڑ گیا، بہت سے امرا و غربائے اہل سنت گاڑی آنے کے قبل اسٹیشن پر استقبال کے لیے حاضر ہوئے جیسے ہی گاڑی آئی ویسے ہی شربتِ دیدار کے پیاسے بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور قدم بوس ہوئے، زیارت سے شرف حاصل کیا، ندوے کے والنٹر پے کروفر بھوُلے، شیر حق کو دیکھ کر سہم گئے، نہایت اعزاز و اکرام بصد حشمت و اہتمام ہم خداموں نے فٹن پر سوار کرایا، آگے آگے آقائے اہل سنت کی سواری پیچھے کئی ایک خادموں کی گاڑیاں نہایت تیز چلی جاتی تھیں، تمام گاڑیوں کی دور تک ایک لائن نظر آتی، اسی عزت وشان سے حضرت کی سواری مقام جلسہ تک پہنچ گئی، شہر والے جو ایک مدت سے مشتاق تھے امنڈ پڑے، زہے قسمت کلکتہ و خہے شرفِ جلسہ! راہ راست پر چلنے والوں، سنت پر جان دینے والوں کے حوصلے بڑھے، بدمذہبوں کے جوش وخروش کم ہوئے، کسی نے بہت ٹھیک کہا ہے۔ ؎

ہر جا کہ سلطان خیمہ زد
گو گہ نماند عام را"

(تحفۂ حنفیہ، جمادی الاخریٰ 1320ھ، ص 14)

اور پھر باضابطہ اجلاس ہوئے علما خطبا کے بیانات ہوئے، ندوہ کے باطل نظریات سے عوام کو آگاہ کیا گیا اور ان کے باطل عقائد و نظریات کی خوب خوب بخیہ دری کی گئی، اربابِ ندوہ کو برسر منبر اعلانِ مناظرہ دیا گیا، پیغام مناظرہ ارباب ندوہ کلکتہ تک پہنچایا گیا مگر جواب ندادر، اشتہارات وغیرہ کے ذریعے بھی ندوہ کی تردید کی گئی اور پھر جواب الجواب کا سلسلہ بھی رہا، جس میں اہل سنت کو ہی فتح و کامرانی حاصل ہوئی، اجلاس مکمل طور پر کامیابی سے اختتام پذیر ہوئے ندوہ اور حامیان ندوہ کی ہر طور سرکوبی ہوئی، ان کو پورے شہر کلکتہ میں ذلت ورسوائی ہوئی اور مسلمانوں پر ندوہ کی حقیقت واقعی مکمل طور پر منکشف ہوگئی، اس پورے معاملے میں قاضی صاحب کا خاص کردار رہا، حاجی لعل خاں صاحب نے اس

پورے واقعہ کی تفصیلی روداد اڑتالیس صفحات پر بنام تاریخی دربار سراپا رحمت (1319 ہجری) تحریر فرمائی یہ مکمل رسالہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ بابت جمادی الاخری 1320 ہجری میں شائع ہوا۔

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، پٹنہ، تعارف واشاریہ، صفحہ 177، مرتب مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی)

اگر ہمارے کچھ علماء ماہنامہ حنفیہ پٹنہ کے دستیاب ہونے والے تمام شماروں کو یا اس میں موجود اہم اور ضروری مضامین کو ازسرنو اشاعت کی منزلوں سے گزارنے کے لیے ذہنی طور پر کام کرنے کے لیے تیار ہوجائیں اور ہمارے کچھ امراء اس کام کے لیے شوق سے مالی تعاون پیش کرنے کی جانب متوجہ ہوجائیں، تو یہ بھی دین کی بڑی خدمت ہوسکتی ہے۔

یہ تاریخی کام مفتی ذوالفقار صاحب نعیمی کے زیر نگرانی بہتر طریقے سے انجام دیا جا سکتا ہے، مفتی صاحب قبلہ سے میں درخواست کروں گا کہ وہ اس کام کے لیے کوئی خاکہ مرتب کریں اخراجات کا اندازہ لگائیں، ہم سب مل کر اگر کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کام کے لیے قابل علما کی ٹیم بھی مل سکتی ہے اور معاونین بھی سامنے آسکتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۲۹ رکا بقیہ..........

ہے اور روح ایکٹیو رہتی ہے اب روح اس بدن کا کام نہیں کررہی لیکن آدمی دیکھ رہا ہے کہ وہ کہیں جارہا ہے، آدمی دیکھ رہا ہے وہ کچھ کھا رہا ہے، وہ کچھ پی رہا ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ آسمانوں میں اُڑ رہا ہے تو یہ کیا چیز ہے؟ یہ روح ہی کا تو تصرف ہے اور یہ روح جو آپ کو یہاں پر جسم دکھا رہی ہے دراصل اس قسم کا جسم دنیا کے اندر نہیں ہے یہ حقیقی جسم نہیں ہے بلکہ یہ ایک مصنوعی جسم ہے جو آپ کی حس میں اور آپ کی آنکھوں کو نظر آرہا ہے اور یہ آپ کی روح ہے جو کبھی اِس جسم میں ہے اور کبھی اُس جسم میں ہے۔

......... جاری

ص ۶۰ رکا بقیہ..........

قلت: ان اعادۃ الاذن وثباتھا انما یکون غالبا بعود الحیاۃ الیھا. فلا یصدق انھا مما ابین من الحی لانھا بعود الحیاۃ الیھا صارت کانھا لم تبن. ولو فرضنا

شخصامات، ثم اعیدت حیاتہ معجزۃ او کرامۃ لعاد طاھرا. اہ اقول: ان عادت الحیاۃ الیھا فمسلم. لکن یبقی الاشکال لو صلی وھی فی کمہ مثلا. والاحسن ما اشار الیہ الشارح من الجواب بقولہ: وفی الاشباہ الخ. وبہ صرح فی السراج. اہ" [درمختار مع ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۶۱]

اشباہ کی جس عبارت کی طرف شارح نے اشارہ فرمایا ہے، وہ یہ ہے "الجزء المنفصل من الحی کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ. الا فی حق صاحبہ فطاھر. وان کثر۔"

[الاشباہ والنظائر، ج ۱، ص ۴۱۷] واللہ تعالیٰ اعلم

◆◆◆

ص ۷۳ رکا بقیہ..........

مفتی شہاب الدین صاحب فیض الرسول براؤں شریف، حضرت مفتی احمد رضا صاحب دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا، حضرت مفتی شاہد علی صاحب مرکزی دارالفکر بہرائچ، حضرت مفتی شمشاد حسین صاحب بدایوں، حضرت مفتی ولی محمد صاحب باسنی ناگور، حضرت مفتی انوار احمد امجدی صاحب، حضرت مفتی محمد شکیل صاحب جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی عاشق حسین صاحب جامعۃ الرضا، بریلی شریف، حضرت مفتی قمر الدین رضوی چھوٹی تکیہ، بہرائچ شریف، حضرت مفتی کوثر علی صاحب وحضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف، حضرت مفتی عبدالقادر صاحب باسنی، ناگور، راقم محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، حضرت مولانا محمد عاصم رضا صاحب، حضرت مولانا محمد شاہد رضا صاحب، حضرت مولانا شکیل احمد صاحب، حضرت مولانا محمد گلزار احمد صاحب، حضرت مولانا محمد شہزاد عالم صاحب، حضرت مولانا عبد الباقی صاحب، حضرت مولانا محمد فیصل رضا صاحب، حضرت مولانا محمد شاعر رضا صاحب، حضرت مولانا غلام مرتضیٰ صاحب، حضرت مولانا محمد بلال انور صاحب، حضرت مولانا محمد ندیم قادری صاحب، حضرت مولانا محمد عظیم رضا مرکزی صاحب، حضرت حافظ وقاری محمد فیض النبی صاحب، حضرت حافظ وقاری محمد شرف الدین صاحب، حضرت حافظ وقاری محمد کاظم رضا صاحب اساتذۂ جامعۃ الرضا، بریلی شریف۔

◆◆◆

سولہویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی سولہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

**عرض...۱۴:** ''مولیٰ علی میری کشتی پار لگادینا'' کہنا کیسا ہے؟ قرآن پاک میں ہے ''جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔'' (سورہ عنکبوت ۶۵)

ان قرآنی حوالوں کے بارے میں اور ایسے گستاخوں کے بارے میں جو قرآن وحدیث کے نام پر لوگوں کو مشرک بناتے ہیں کچھ ارشاد فرمائیں؟

**ارشاد...:** ان لوگوں کے بارے میں میرا حکم یہی ہے کہ ان کا ایمان بعض قرآن پر ہے اور بعض قرآن پر نہیں ہے، ابھی میں نے وہ آیت پڑھی جس میں وسیلے کا حکم ہے اور ظاہر کردیا کہ یہ مدد اور استعانت اس طور پر نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے جس طور پر مدد چاہی جاتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سب کے نفع و ضرر کا مالک ہے اور مددگار حقیقتاً وہی ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مدد کے وسائل یہاں پر مقرر کئے ہیں عالم اسباب میں ان کو اٹھادینا اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کو اٹھانا ہے اور بعض آیت پر ایمان اور بعض آیت سے منکر ہونا یہ وہابیوں کی عادت ہے اور ان کی عادت یہ ہے کہ جو آیتیں مشرکین کی مذمت میں اُتری ہیں ان کو یہ سنیوں کے اوپر محمول کرتے ہیں وہ آیت جس کا حوالہ دے رہا ہے وہ کافروں کے حق میں اُتری ہے اُس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ انبیا علیہم السلام سے، اولیا رضی اللہ عنہم

ملفوظات

سے بطور توسل اور ان کو وسیلہ بنانا یہ حرام ہے یا شرک ہے جو اس کو شرک کہتا ہے اور حرام کہتا ہے وہ خود شرک کے دلدل میں گرفتار ہے اور ان کا شرک ایسا ہے کہ اس سے ہم مسلمان تو ہم مسلمان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ قرآن عظیم کوئی ان کے شرک سے نہیں بچتا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ’’الامن والعلیٰ‘‘ میں ظاہر فرمایا ہے۔

**عرض...۱۵:** نماز کس حالت میں معاف ہے؟ میں نے سُنا ہے کہ نماز کسی صورت میں معاف نہیں، یہ بھی سُنا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہے تب بھی نہیں، اگر ایسا کہیں سے ثابت ہے تو ارشاد فرمائیں؟

**ارشاد...:** نماز اہم عبادات میں سے ہے اور اسلام کا ایمان کے بعد پہلا رکن ہے اور نماز دین کا ستون ہے حدیث میں آیا:

جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے بے شک دین کو ڈھا دیا۔‘‘

اور اکثر حالات میں مرض کے نماز فرض ہے ساقط نہیں ہے بہت نادر اور مخصوص صورتیں ہیں جن میں نماز ساقط ہو جاتی ہے یہ بھی ان میں آیا ہے کہ اگر پانچ نمازوں سے زیادہ کوئی شخص بے ہوش رہا چھ نمازوں میں بے ہوش رہا یا پاگل ہو گیا یا اگر وہ اشارے سے نماز پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو اب نماز ساقط ہو گئی اگر ایسی موت کی حالت ہے کہ اشارے سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو نماز ساقط ہو گئی۔

**عرض...۱۶:** شجرہ شریف فجر کے بعد اکثر پڑھ نہیں پاتا کیا کسی اور وقت پڑھنے کی اجازت ہے؟ اگر ہاں تو کون سے وقت پڑھ سکتے ہیں؟ رہنمائی فرمائیں؟

**ارشاد...:** جس وقت اطمینان سے اور پابندی سے پڑھ سکیں پڑھ لیں جو فرصت کا وقت ہو فجر کے وقت نہ پڑھ پائیں تو سوتے وقت سونے سے پہلے جب فرصت ملے پڑھ لیں۔

**عرض...۱۷:** اللہ بخش اور اللہ خلیفہ نام رکھنا کیسا ہے؟

**ارشاد...:** اللہ بخش نام رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی عربی میں لکھے ہبۃ اللہ، جیسے ہبۃ اللہ نام جائز ہے ایسے ہی اللہ بخش نام جائز ہے اور ایسے ہی خلیفۃ اللہ، خلیفہ نام رکھنا جائز ہے یہ بھی جائز ہونا چاہئے مگر اللہ خلیفہ یا خلیفۃ اللہ نام رکھنے میں تأمل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا براہ راست خلیفہ غیرِ نبی نہیں ہے وہ نبی ہے اگرچہ نبی کے وسیلے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے خلائف اور اس کے خلفا اولیا بھی ہیں اور عام مومنین بھی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں جن کو بھیجا ہے ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک طور پر، قرآن میں آیا ہے:

’’ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۝ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے تاکہ دیکھے، ظاہر کرے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔‘‘ (سورۂ یونس، آیت ۱۴)

لہٰذا خلیفۃ اللہ یا اللہ خلیفہ نام نہیں رکھنا چاہئے۔

**عرض...۱۸:** اگر کوئی شخص شراب کی خالی بوتل بھنگار کی دکان پر بیچے تو اس کا خریدنا کیسا ہے؟

**ارشاد...:** یہ جائز ہے اس لئے کہ شراب نہیں بیچ رہا ہے بلکہ بوتل بیچ رہا ہے اور بوتل اس کے حق میں مال متقبض ہے اس کی ثمن وہ لے سکتا ہے اور بیچ سکتا ہے۔

**عرض...۱۹:** یہ بہت عام ہے کہ گرہن کے موقعہ پر (چاند گرہن، سورج گرہن) حاملہ عورتیں کوئی کام نہیں کرتیں اور نہ ہی کوئی چیز کاٹتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ اگر ہم گرہن کے دوران کوئی چیز کاٹیں گی تو بچے کے جسم کا کوئی حصہ خراب ہو جائے گا یا کٹ جائے گا کیا اس مسئلے میں شریعت کا کوئی حکم ہے؟ برائے کرم وضاحت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

**ارشاد...:** اس مسئلے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ یہ شریعت سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس پر یقین نہ کیا جائے۔

**عرض...۲۰:** یہ کہنا کہ ظلم کرنے والا اور ظلم سہنے والا دونوں برابر گناہگار ہیں، کیا ایسا کہنا ٹھیک ہے؟

**ارشاد...:** یہ بات تو مجھے سمجھ نہیں آتی ہے ظالم جو ظلم کر رہا ہے وہ گناہ گار ہے اور ظلم جو سہ رہا ہے اس کو کیوں گناہگار کہا جا رہا

ہے؟ البتہ یہ ہے کہ اس پر بقدر قدرت یہ ضروری ہے کہ وہ دفع ظلم کرے اور ظلم کو دفع کرے یہ اس کا حق ہے کہ اس ظلم کو دفع کرے یا اس کو برداشت کرلے اس میں اس کا گناہ گار ہونا سمجھ نہیں آتا۔

عرض...۲۱: اگر کوئی سید سُنّی اپنی بیٹی یا بہن کی شادی سنیوں میں رشتہ نہ ملنے کی صورت میں شیعہ سے کردے تو کیسا ہے؟ اسی طرح کوئی سُنّی مرد کسی شیعہ عورت سے شادی کرلے تو کیسا ہے؟

ارشاد...: دونوں صورتوں میں نکاح اصلاً نہیں ہوگا اس لئے کہ آج کل کے شیعہ مرتد ہیں اور مرتد سے نکاح اصلاً صحیح نہیں، مرتد کا اپنی مثل مرتدہ سے نکاح صحیح نہیں چہ جائیکہ وہ سُنّی سے نکاح کرے یا سُنّی سیدزادی اس کے نکاح میں دی جائے یہ بہت برا، بہت خبیث، بہت ہی خلاف شریعت اور خلاف اسلام عمل ہے اس سے توبہ لازم ہے اور وہ نکاح اصلاً نہیں ہوا۔

عرض...۲۲: جب پیر ولی کامل ہو اور ہم کو ہمارے سلسلے پر پورا یقین ہو تو کیا ہم کسی اور پیر کے سلسلے میں طالب بن سکتے ہیں؟

ارشاد...: طالب بننے کی کوئی معقول اگر وجہ ہے جو شرعاً معقول ومقبول ہے تو وہ طالب ہوسکتا ہے بشرطیکہ اپنے پیر کی بیعت پر قائم رہے۔

عرض...۲۳: دبئی میں، میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے حنفی لوگ اکثر اپنی عصر کی نماز شافعی وقت کے مطابق پڑھتے ہیں ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: حنفیوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ عصر کی نماز شافعیوں کے وقت میں پڑھیں انہیں چاہئے کہ حنفی قوانین کی پیروی کریں اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب حنفیوں کا وقت شروع ہو۔

عرض...۲۴: قصیدہ بردہ شریف کی خصوصیات کیا ہیں اور اس کے اشعار میں جو فوائد ہیں کیا حضرت ہم غلاموں کو بیان کرسکتے ہیں اور اجازت بھی؟

ارشاد...: اجازت تو ہے پڑھنے کی اور اس کے بہت برکات ہیں اور برکات اس کے بالکل وجدان میں آدمی خود محسوس کرتا ہے اپنے اندر، اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بردہ کی جو ابتدا ہوئی وہ یہ ہے کہ حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی زندگی ملوک، بادشاہوں اور امرا اور حکام کی مدح گوئی میں اور ان کی خدمت میں گزری انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت میں ان کی تعریف میں بھی بہت سارے قصائد لکھے لیکن ان کی زندگی کا بہت سارا حصہ اس حالت میں گزرا، توفیق الٰہی کو یہ منظور ہوا کہ وہ سب سے کنارہ کش ہوکر اور سب سے کٹ کر بالکل حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے ہوکر رہ جائیں تو اب یہ خدا کی مرضی کہ ان کو فالج میں مبتلا کیا گیا اور فالج میں مبتلا ہونا بظاہر یہ ان کے اوپر مصیبت تھی اور بلا تھی لیکن یہ مصیبت اور یہ بلا ان کے لئے ایک نعمت بے بہا کی شکل میں نمودار ہوئی اور انہوں نے فالج میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف توجہ کی اور خواب میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا جلوہ نظر آیا اور یہ قصیدۂ مبارکہ پورا کا پورا انہوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو سنایا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا بردہ مبارک ان کو عطا فرمایا اور ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا آنکھ کھلی تو بالکل بھلے چنگے تھے اور بردہ شریفہ ان کے جسم پر یا ان کے پہلو میں وہ چادر مبارک انہوں نے موجود پائی اور یہ بارگاہِ رسالت کا ایسا مقبول قصیدہ ہے کہ انہوں نے خواب میں سنایا اور بعض اشعار کے بارے میں یہ آیا ہے کہ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ اشعار سنائے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس پر قبولیت کا یہ اشارہ ظاہر کیا کہ اس کو سن کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام ایسے جھومے جیسے کہ ٹہنی جھومتی ہے اور اس میں بعض اشعار کے بارے میں صاف امام خرپوتی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ یہ وہ شعر ہے جس کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سنا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ایسے جھومے اور ایک شعر میں ایک مصرعہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کو القاء کیا:

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهُ بَشَرٌ

کہہ کر امام بوصیری علیہ الرحمۃ رک گئے، آگے نہیں بڑھ رہے تھے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمٖ

یعنی انہوں نے کہا کہ ہمارے علم کی انتہا تو یہ ہے کہ بس سرکار علیہ الصلاۃ والسلام بشر ہیں، آگے نہیں کہہ پا رہے تھے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا بوصیری ایسے کہو:

وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمٖ

اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

اس کی آج تک یہ خصوصیت دیکھی جارہی ہے کہ کوئی کیسا ہی مریض ہو اور اس کا اگر آخری وقت بھی ہو اور اس کے اوپر یہ قصیدہ بردہ پڑھ دیا جائے تو اس کو شفا ہوجاتی ہے اور اگر اس کے لئے آخری وقت ہے تو اس کے لئے آسانی ہوجاتی ہے۔

**عرض...۲۵:** ایک مقرر نے کہا کہ ایک نیکی ایسی ہے جو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے انجام نہیں دی اور وہ اذان دینا ہے کیا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے کبھی اذان نہیں فرمائی؟ اور اگر ایسا ہے بھی تو کیا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک نیکی نہیں کی؟

**ارشاد...:** ایسا نہیں کہنا چاہئے اور عوام کے سامنے اس قسم کے مسائل بیان کرنا اور بھی نامناسب ہے اور وہ کچھ کا کچھ سمجھیں اور حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کسی سفر میں اذان خود بنفس نفیس ادا کی ہے اذان دی ہے۔

**عرض...۲۶:** حضرت نے فرمایا کہ جن شہروں یا ممالک میں کچھ خاص دنوں میں عشا کا وقت نہیں ہوتا وہاں قضا پڑھی جائے گی، قضا کب یعنی کس وقت پڑھی جائے گی؟

**ارشاد...:** قضا کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے بہار شریعت کے حوالے سے کسی نے بتایا تھا کہ قضا پڑھنے کا حکم ہے تو اس صورت میں قضا کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے جب موقعہ ملے اس کو وہ پڑھ لے، قضا کا وقت یہ بھی بتایا ہے کہ جب اس کو یاد آئے اور اس کو موقع ہو وہ پڑھے یہ حدیث پاک میں بتایا گیا اور بہتر یہ ہے کہ جن دنوں میں عشا کا وقت ہوتا تھا اس کا ایک اندازہ مقرر کرلے اور یہ سمجھ لے کہ اتنا وقت عشا کا ہے اور پھر اس میں وہ نماز پڑھ لے اب وہ چاہے قضا سمجھو یا ادا سمجھو ان شاء اللہ اس کی نماز ہوجائے گی۔

**عرض...۲۷:** کیا ہم زکاۃ کے پیسے سے ختنہ یعنی سنت ابراہیم (علیہ السلام) کرا سکتے ہیں؟

**ارشاد...:** نہیں اس کی اجازت نہیں ہے زکاۃ کا مستحق فقیر مسلم ہے مسکین ہے اس کو کل کی کل زکاۃ کی رقم دینا فرض ہے فقیروں کو مسکینوں کو، اسے ختنہ وغیرہ میں صرف کرنا اپنے مصرف میں صرف کرنا ہے اس کی اجازت نہیں ہے۔

**عرض...۲۸:** کیا ہم عیدگاہ کی جگہ پر سُنّی مسجد بنا سکتے ہیں؟ جب کہ اس جگہ میں کچھ زمین اضافی بھی ہے؟

**ارشاد...:** اگر وہ عیدگاہ وقفی ہے اور واقف نے وقف کیا ہے اس کو عیدگاہ کے طور پر تو وقف کی تغییر اس کی ہیئت سے جائز نہیں ہے البتہ وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

**عرض...۲۹:** کیا قبرستان میں کسی خالی جگہ پر مسجد بنا سکتے ہیں؟

**ارشاد...:** قبرستان میں خالی جگہ پر مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہے اگر وہ زمین وقفی ہے، اور اگر وہ زمین وقفی نہیں ہے بلکہ کسی کی ملک ہے تو اس مالک کی اجازت سے خالی جگہ پر جو کہ قبرستان کے لئے مخصوص نہیں ہے تو وہاں پر مسجد بنا سکتے ہیں۔

**عرض...۳۰:** جسم مثالی جو صوفیائے کرام کی اصطلاح ہے اس سے کیا مراد ہے اور انگلش میں اس کا ترجمہ کیا کیا جائے؟

**ارشاد...:** یہ صوفیائے کرام کی بھی اصطلاح ہے اور متکلمین وغیرہ نے بھی اس اصطلاح کو استعمال کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے روح کو یہ طاقت عطا کی ہے، ہمارے جسم میں جو روح رکھی گئی ہے وہ ہمارے جسم کے اصلاح اور اس کے کاموں کی تجدید کرنے کے ساتھ ساتھ بظاہر یہ جسم میں مقید نظر آتی ہے لیکن یہی روح ہمارے جسم کے باہر بھی کارفرما ہوسکتی ہے اور اس کا مشاہدہ ہے، ہو ہی نہیں سکتی بلکہ ہوتی ہے آدمی سوجاتا ہے تو سوتے میں اس کا جسم بے بس ہوجاتا ہے بے کار ہوجاتا ہے تھوڑی دیر کے لئے یہ مرجاتا ہے لیکن اس کی روح نہیں مرتی بقیہ ص ۲۵ / پر

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

## صوفی نصیر الدین رضوی کے حوالے سے ایک تأثراتی تحریر

یادرفتگاں

**اسلامی** اقدار وروایات کے انحطاط پذیر دور میں عوام تو عوام خواص کے یہاں بھی اس کے پیمانے بہت تیزی سے تبدیل ہورہے ہیں، الا ماشاء اللہ! عقائد ونظریات سے لے کر اعمال وکردار تک، اخلاقیات سے لے کر تصور وخیال تک ہر گوشہ بہت تیزی سے تنزل کی طرف مائل ہے۔ دین اور اقدار دین پہ جو مضبوط گرفت قوم مسلم کا طرۂ امتیاز رہا ہے اس کی وہ خوبو کہاں باقی رہ گئی؟ ایسے میں اگر عوامی طبقے سے کوئی شخص اٹھ کر سامنے آتا ہو اور اسلامی اقدار وروایات کا تحفظ اور اس کی نگہبانی اس کا وصف خاص ہو تو اس قیامت بردوش ماحول میں اسے بے پناہ عطیۂ خداوندی سے تعبیر کیا جائے گا۔ آج تو حال یہ ہو چکا ہے کہ لوگ مادی منفعت کے لالچ میں دین واقدار دین کا سودا کرنے سے نہیں چوکتے۔ حرص وآز کی وہ گرم بازاری ہے کہ خدا کی پناہ! معمولی معمولی فائدے کے لئے لافانی اور باقی رہنے والی نعمتوں کا بہت بے دردی سے سودا ہوجاتا ہے، بڑے بڑے صاحبان جبہ ودستار اس موڑ پہ آکے مکائد شیطانی کے شکار ہوجاتے ہیں، صوفی نصیر الدین علیہ الرحمہ کا تعلق اس طبقے سے رہا ہے جو مسلک و مشرب کی مکمل شناخت وپہچان کے ساتھ زندگی گزار کر دنیا سے سرخرو ہوکر رخصت ہوتا ہے۔ دینی حمیت کا لہو ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو اپنی شناخت اور پہچان بنا کر زندہ رہے، جب مضبوط مسلکی ومذہبی گرفت گھر والوں نے دیکھی تو آزادئ فکر کے متوالے اہل خاندان نے ان کی مادی زمین و جائیداد پہ ناجائز طریقے سے قبضہ کرلیا۔

ان کے والد ۱۰۰ ربگھے زمین کے مالک وخودمختار تھے، ان کے سنی بریلوی ہونے کے سبب بھائیوں نے ساری جائیداد پرنغلط ڈھنگ سے قبضہ کرلیا، انہوں نے ظلم وستم کے امتحان میں بہت دیدہ دلیری کے ساتھ ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور یہی فرماتے رہے کہ یہ زمین وجائیداد تو فنا ہونے والی ہے، ایمان وعقیدے کا گلشن تو سرسبز وشاداب ہے اور اسے دوام وقرار حاصل ہے، یہی دارین کا سرمایہ اور پونجی ہے، دونوں جگہ اسی کے دم قدم سے بہاریں روشن ہیں۔ ع

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

کس قدر خوبیوں کے مالک تھے ہمارے اسلاف کرام اور ہم کیا ہیں؟ ان کے نام پر صرف سوداگری کرنے والے، اپنی مادی منفعت کی دکان چلانے میں مصروف عمل ہوگئے ہیں، صرف دکانوں پر ان کے نام کا بورڈ آویزاں کر رکھا ہے، ان کی طرز وروش سے ہمیں دور کا بھی تعلق ولگاؤ نہیں رہ گیا ہے، الا ماشاء اللہ! مسلک اعلیٰ حضرت کے فلک شگاف نعرے بھی ہیں اور اسلاف بےزاری کی تحریک بھی، اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا سے روحانی وقلبی تعلق خاطر کا اظہار بھی ہے اور ان کے فرمودات سے اختلاف کی گنجائش کا دعویٰ بھی، اپنے بزرگوں کے آداب واحترام کی جو پاکیزہ روایات تھیں صد افسوس! ہمارے اسلاف اپنے ساتھ وہ بھی لیے چلے گئے، صوفی نصیر الدین علیہ الرحمہ کی حیات کے گوشوارے ہمارے لئے درس عبرت ہیں، آپ نے یوں تو باقاعدہ عالمیت کا کوئی کورس نہ کیا تھا لیکن ایک سال سرکار مفتی أعظم ہند حضرت علامہ شاہ مفتی مصطفیٰ رضا خان قادری علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت میں گزارا تھا، حضرت نے اس مدت میں آپ کو شریعت وطریقت کا ایسا جام پلایا کہ پھر تاحیات اس کا نشہ مادیت کی کوئی ترشی نہ اتار سکی، موصوف کا تعلق گیا ضلع کے قصبہ چرکی سے تھا جس میں بدعقیدوں کی نمائندگی زیادہ ہے، لیکن تاحیات مسلک ومشرب سے کسی قسم کے سمجھوتے کی کوئی مثال

*مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

نہیں ملتی، یہی تو وہ خوبیاں تھیں ہمارے اسلاف کی کہ وہ اپنی نگاہ کیمیا گر سے لمحوں میں برسوں کا سبق پڑھا دیتے تھے، ان کی نظر مریدوں کے قلوب پر ہوا کرتی تھی، وہ اپنی متصرفانہ نگاہ سے ایک انقلاب پیدا فرما کر اسے مکمل صالحیت عطا فرمادیتے تھے، لیکن صد افسوس! کہ آج کے پیروں کی نگاہیں مریدوں کے قلوب پر نہیں بلکہ فلوس، جیب اور بینک بیلنس پر رہتی ہیں، الا ماشاء اللہ! ایک نجی ملاقات میں انجینئر امان اللہ صاحب جن کا تعلق ایک دیندار علمی گھرانے سے ہے، انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر ان آنکھوں نے سرکار مفتیٔ اعظم ہند، حضور محدث اعظم ہند، سرکار حافظ ملت، حضور مجاہد ملت علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی اخلاص و للّٰہیت کی پیکر شخصیات کی زیارت نہ کی ہوتی تو دور حاضر کے علمائے دین کی روش اور طرز زندگی دیکھ کر کوئی وجہ نہ تھی کہ میں دین سے منحرف نہ ہو جاتا، سچ ہے کہ سیکڑوں صفحات کے مطالعے سے گزرنے کے بعد جو چیزیں حاصل نہیں ہو پاتیں، وہ ان حضرات کی چند لمحوں کی صحبتوں سے دستیاب ہو جاتی تھیں، علمائے ربانیین کے قدموں سے لپٹ کر ہوائیں مشک بار ہو جاتی ہیں، اللہ اللہ! کس قدر پاک طینت اور اعلی صفات کے مالک تھے یہ حضرات، گدڑی میں چھپے ہوئے لعل تھے۔

ڈاکٹر نصیر الدین نوری ۱۹۴۷ء میں گیا ضلع کے ایک گاؤں بید پور میں پیدا ہوئے، قدیم روایات کے مطابق آپ کی ابتدائی تعلیم والدین کریمین کی محبتوں کے سائبان میں ہوئی، مزید تعلیم آپ نے مختلف مقامات پر رہ کے حاصل کی، عصری تعلیم کے اعتبار سے آپ ایک ڈاکٹر تھے، دینی اور مذہبی تعلیم کا ابتدائی خاکہ تو گھر پر تیار ہوا، لیکن اپنے ذوق مطالعہ، بزرگوں اور علمائے کرام کی صحبتوں میں رہ کر علمی شوق کی تسکین کرتے رہے، دین کی تحصیل کا یہ ذوق آپ کو اہل سنت کے مرکز بریلی شریف لے گیا، وہاں سرکار مفتی اعظم ہند کی بابرکات صحبتوں کے آبشار پہ ایک سال تک تواتر کے ساتھ فیض یاب ہوتے رہے، آپ علم وعمل کے پیکر تھے، کوئی سانس ذکر الٰہی سے خالی نہیں گزرتی، ہمہ وقت باوضو رہنے کے پابند تھے، نہ صرف فرائض کی پابندی فرماتے بلکہ نوافل بھی ذوق وشوق سے ادا کرتے، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد اور صلاۃ التسبیح کی ادائیگی آپ کے معمولات کا حصہ تھا، عالمانہ وضع قطع اختیار فرمائے رکھتے، عمامہ شریف سر پہ سجا رہتا تھا، دین داری تو آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، ایک مرتبہ ملٹری کینٹ کے گیٹ پہ گارڈ نے ہیلمٹ نہ ہونے کے سبب آپ کو اندر جانے سے روک دیا، آپ نے آئین ودستور کے دائرے میں رہ کر نہایت بے باکی سے سوال وجواب کا مرحلہ طے کیا، آخرش میجر تک یہ خبر پہنچی تو اس نے گیٹ پہ مقرر گارڈ کو ڈانٹا اور انہیں بغیر ہیلمٹ اندر آنے کی ہدایت جاری کی، حق گوئی وبے باکی آپ کے اوصاف خاص تھے اس سلسلے میں کسی کے دنیاوی جاہ ومنصب اور مقام ومراتب کا بھی لحاظ وپاس نہ رکھتے، دین ومذہب کے تعلق سے وہ کسی قسم کی ہرزہ سرائی برداشت کرنے کے قائل نہ تھے۔ مسلک ومشرب کے حوالے سے سخت گیر طبیعت کے مالک تھے، بدعقیدوں کی صحبتوں سے خود بھی بچتے اپنے بچوں کو بھی بچنے کی تاکید فرماتے، اس سلسلے میں وہ اپنے بیگانے کے درمیان کوئی فرق قائم نہ فرماتے، ان کے یہاں کسی قسم کی تقریب میں شامل ہوتے نہ ہی ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے اور اپنے بچوں کو بھی یہی تعلیم وتلقین فرماتے، یہ جو کچھ تھا سب سرکار مفتی اعظم ہند کی تعلیم وتربیت کے پاکیزہ اثرات کا نتیجہ تھا۔

آج تو نام نہاد علما بدعقیدوں، بدعتیوں اور گمراہوں کی نماز جنازہ کبھی پڑھ لیتے ہیں اور کبھی پڑھا دیتے ہیں، لیکن واہ رے ان کا کفر پروف ایمان کہ ان بے ہودگیوں سے نہ آلودہ ہوتا ہے اور نہ متاثر، بلکہ شرعی تنبیہ پہ گرد جھاڑتے ہوئے بہت بے باکی سے کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ چلیے نا کیا ہوا، کلمہ پڑھ لوں گا، افسوس! صد ہزار افسوس! اس عقل عیار کی قیادت میں چلنے والے قافلے پہ، اللہ تعالیٰ ہم پہ رحم فرمائے اور آزادیٔ فکر کے اس طوفان بدتمیزی سے محفوظ فرمائے، آمین! دین ومذہب کے معاملے میں سخت رویہ اختیار کرنا ہی دین ومذہب کی بقا وسلامتی کی ضمانت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو غریق رحمت فرمائے وہ بے پناہ خوبیوں اور محاسن کے مالک تھے۔

◆◆◆

از: مولانا رحمت اللہ صدیقی*

# حضور تاج الشریعہ اور ان کے امتیازات

{یہ مقالہ حضور تاج الشریعہ انٹرنیشنل کانفرنس وسیمینار کلیان، تھانہ پہاراشٹرا میں پڑھا گیا}

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا عالم اسلام کی عبقری، ہمہ گیر اور جامع کمالات شخصیات میں شمار ہوتا ہے، محققین کا ایک طبقہ اس بات کا معترف ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے بعد آپ سے زیادہ ذہین و فطین، وسیع العلم اور وسیع النظر انسان اب تک پیدا نہ ہوسکا ہے، آپ اسلامی تاریخ کی ایک ایسی کڑی ہیں کہ اگر ان سے ہمارا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو ہمارا حال وہی ہوگا جو ایک کشتی کا بغیر پتوار کے ہوتا ہے انھیں اسلاف سے جو امانتیں ملی تھیں اسے کل کا کل ہماری طرف منتقل کردیا بلکہ ان امانتوں میں بے شمار اضافے کئے، انھیں قدرت کی جانب سے جو ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں ان کی انجام دہی میں وہ لمحہ بھر کے لیے غفلت اور بے توجہی کے شکار نہیں ہوئے خود فرماتے ہیں۔ ؎

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

خانوادۂ رضویہ کی انتہائی روشن اور تابناک تاریخ ہے، اس خانوادے کی دینی، ملی، علمی اور سیاسی خدمات کا دائرہ قریب قریب تین سو سال پر محیط ہے، دینی، ملی، علمی اور سیاسی خدمات کا تسلسل کسی بھی زمانے میں شکستگی کا شکار نہیں ہوا، بلکہ رفتار، زمانہ کے ساتھ روز بروز جنوں خیزی میں اضافہ ہی ہوتا رہا، دو سو سال سے قبل کا زمانہ سیاسی خدمات سے عبارت ہے، اساطین خانوادۂ رضویہ بڑے بڑے مناصب پر فائز رہے۔

حضرت شاہ رضا علی خاں کی حیات فیضان غوثیت مآب سے مستنیر تھی، آپ کو رحمت الٰہی کا قرب حاصل تھا اور آپ کی کتاب حیات کا ہر ورق عشق رسالت مآب ﷺ کے نور سے روشن و منور تھا، حضرت شاہ رضا علی خاں نے اپنے اسلاف و اکابر سے جو امانتیں اور وراثتیں پائی تھیں، وہ کل کا کل اپنے صاحبزادے اور جانشین حضرت شاہ نقی علی خاں کو سونپ دیں، آپ کو اپنے والد کا علم از بر تھا اس لیے آپ ان کی میراث کے حق دار تھے۔

حضرت شاہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد شاہ رضا علی خاں کے وارث تھے انھیں اپنے والد ماجد سے جو وراثتیں اور امانتیں ملی تھیں اس میں انھوں نے خوب خوب اضافہ فرمایا، انھوں نے اپنے صاحبزادے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ سے فرمایا تھا کہ گیارہ درجے تک ہم نے تمہیں پہنچا دیا ہے، محققین فرماتے ہیں کہ گیارہ سے مراد بارگاہ غوثیت مآب ہے امام احمد رضا کے دینی، ملی اور علمی کارناموں کا حال یہ ہے کہ ع

کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کو اپنے والد ماجد حضرت شاہ نقی علی خاں اور جد کریم حضرت شاہ رضا علی خاں سے جو امانتیں اور وراثتیں ملیں انہوں نے اپنے شہزادگان حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خاں اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مصطفی رضا علیہما الرحمہ کے دامان حیات میں رکھ دیں، اعلیٰ حضرت کے یہ دونوں شہزادگان اپنے عہد میں اپنی نظیر آپ تھے، حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ سے جو امانتیں، وراثتیں اور فضیلتیں ملی تھیں وہ ساری امانتیں، وراثتیں اور فضیلتیں حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہوئیں، حضور تاج الشریعہ کی شخصیت اپنے آبا و اجداد کی امانتوں، وراثتوں اور وجاہتوں کی محافظ تھی، ان کی ذات میں بیک وقت حضرت شاہ رضا علی خاں، حضرت شاہ نقی علی خاں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خاں اور حضور مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا علیہم الرحمہ کے

* مضمون نگار پیغام رضا ممبئی کے چیف ایڈیٹر اور الجامعۃ الرضویہ کے مشیر اعلیٰ ہیں۔

عکوس دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کی ذات حق وصداقت کی ایک معتبر آواز تھی، ان کی ذات حق کی علامت اور شناخت تھی ان کے قلب کی طہارت و پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں، ان کی صورت دیکھ کر ان کی بے غبار خدا پرستی کا یقین ہو جاتا تھا، وہ جس راہ سے گذرتے تھے ہوائیں رک جاتی تھیں، فضائیں ٹھہر جاتی تھیں اور بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے تھے ایسا محسوس ہوتا کہ بڑھتے ہوئے قدموں میں زنجیریں ڈال دی گئی ہوں ہر چلتا ہوا مسافر ٹھہر جاتا تھا اور ان کے حسن میں کھو جاتا تھا، اس میں مذہب و مسلک کی کوئی قید نہیں ہوتی تھی، بیمار محبت کا اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی دیوانگی کے ساتھ جمع ہونا بہت کم دیکھا گیا ہے، تاریخ میں اس کی نظیریں کم یاب ہیں، ان کے اہل عقیدت، اہل محبت اور اہل ارادت شمار سے باہر ہیں، اگر ہم کوئی تعداد بتاتے ہیں تو حاسدین، مانعین اور مفسدین ہمارا مذاق اڑاتے ہیں، ان کی بزم عمومی میں سروں کو شمار کرنا بہت مشکل ہوتا تھا، راقم نے ایک ہفتے میں ان کے حلقۂ ارادت میں قریب قریب بیس لاکھ افراد کو شامل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، وہ عشق جنوں خیز کی ایک ایسی آواز تھے کہ جہاں بلند ہوتی تھی زمانہ وہیں ٹھہر جاتا تھا، دنیا ان کے قدم بقدم ہو جاتی تھی اور اہل عقیدت ان کے قدموں میں اپنا سر بچھا دیتے تھے، وہ اپنے عہد میں اپنے قرن میں اور اپنے زمانے میں اپنی نظیر خود تھے، وہ صورتاً بھی بے نظیر تھے، سیرتاً بھی بے نظیر تھے اور علم وعرفان کے اعتبار سے بھی بے نظیر تھے ان کی عظمتوں، رفعتوں اور وجاہتوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ مصرعہ انھیں کے لیے کہا تھا کہ ؏

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

راقم جو کہہ رہا ہے یہ عقیدت کی بے سمت لہریں نہیں ہیں بلکہ بے غبار صداقت کا محتاط اظہار ہے، کسی عظیم شخصیت کی عظمتوں کے اعتراف واظہار کے لیے خود کا دینی، ملی اور علمی اعتبار سے باوزن ہونا ضروری ہے، جس کا دامن حیات علم وعمل کی دولت سے خالی ہو وہ لفظوں سے کھیل تو سکتا ہے شخصیت کی داخلی تہوں تک اس کی رسائی نہیں ہوسکتی، حضور تاج الشریعہ کا اب تک جس انداز میں بھی تعارف ہوا ہے وہ سمندر میں اٹھتی ہوئی لہروں کو دیکھ کر ہوا ہے، سمندر کی تہوں میں ابتک اترنے کی کسی نے کوشش نہیں کی ہے، دلوں کی کائنات میں ان کی عقیدتوں کا طوفان تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ دنیا ان کی بارگاہ میں اپنے اپنے طور پر خراج عقیدت پیش کر کے اپنا قد بلند کرنا چاہتی ہے، ہم اہل زمانہ کی نیازمندیوں کی قدر کرتے ہیں نیازمندوں، عقیدت کیشوں اور وفاشعاروں کو ان کی نیتوں کے اعتبار سے اجر ملے گا ان شاء اللہ!

ان کی بارگاہ میں سب سے اہم اور دیرپا خراج عقیدت ان کے ارشادات، فرمودات اور احساسات کی روشنی میں زندگی اور بندگی کا سفر طے کرنا ہے ان کی حیات مسلک اعلیٰ حضرت کے نور سے روشن ومنور تھی، ان کا وجود مسلک اعلیٰ حضرت کا صاف وشفاف، بے غبار اور بے نظیر آئینہ تھا، اگر ہمارے طرز حیات سے مسلک اعلیٰ حضرت کا اظہار ہوتا ہے تو ہم ان کے وفاشعاروں میں شامل ہونے کا حق رکھتے ہیں، ہم مسلک اعلیٰ حضرت کا خوب نعرہ لگاتے ہیں مگر ہمارے طرز عمل سے مسلک اعلیٰ حضرت کی نفی ہوتی ہے تو ہمارا دعویٰ عقیدت جھوٹا ہے ہم خود کو مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان تصور کرتے ہیں اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی اقتدا کرتے ہیں، ہم خود کو مسلک اعلیٰ حضرت کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور چلتی ٹرین پہ فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کے قائل ہیں اور بھی اسی طرح کے درجنوں مسائل ہیں جن کے بارے میں حضور تاج الشریعہ کے روشن ارشادات ہیں ان مسائل کے حوالے سے عدم جواز پر آپ نے جو دلائل پیش کیے ہیں اس سے مضطرب، پریشان اور بے قرار ذہنوں کو شرعی تسکین ملتی ہے، مذکورہ مسائل کے تعلق سے حضور تاج الشریعہ کے موقف اور احتیاط کا تذکرہ ہمارے ایک فکری ونظریاتی حریف نے یوں کیا ہے۔

ٹی وی اور ویڈیو کے مسئلہ میں علمی اختلاف ہوا، جواز وعدم جواز کو لے کر جماعت دو خیموں میں بٹ گئی۔ آپ کا موقف عدم جواز کا تھا جس پر آپ تاحیات شدت سے قائم رہے، قائلین جواز ٹی. وی، ویڈیو کے شرعی استعمال کا موقف رکھتے تھے جس میں کہیں

سے بھی تصویر کشی کی اجازت نہیں تھی، مگر آج ٹی وی، ویڈیو کے شرعی استعمال کی آڑ میں جس طرح کھلے عام تصویریں لی جا رہی ہیں، چھاپی جا رہی ہیں اس کا جواز کہیں نہیں بنتا ہے، اب تو حال یہ ہے کہ تصویر کشی کی حرمت کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا جا رہا ہے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، شادی، میت، محفل، ٹرین، بس، ہوائی جہاز جہاں دیکھیے تصویریں لی جا رہی ہیں کون اسے حرام سمجھتا ہے؟ ذرا سوچیے ٹی وی اور ویڈیو کا شرعی استعمال، میں کہیں بھی اس کی اجازت تھی؟ مگر جواز کے پہلو کی آڑ لے کر اس طرح تصویر کی حرمت کو حلت سے بدل دیا گیا ہے کہ تصویر کی مخالفت کرنے والا ہی مجرم سمجھا جاتا ہے۔

ایک دور تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حج کے لیے بھی اس کارحرام کو جائز قرار نہیں دیا پھر باضابطہ بحث ومباحثہ کے بعد اسے ضرورت تک محدود کیا گیا مگر آج کس طرح یہ وبا عوام وخواص میں عام ہے بتانے کی ضرورت نہیں، اب یہاں حضور تاج الشریعہ کے عدم جواز کا موقف دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کو گناہوں سے بچانے کے لیے آپ کا موقف عدم جواز علمی استدلال کے ساتھ احتیاط کے اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور مفید ہے ایمان داری سے دیکھیں تو پوری دنیا میں صرف حضور تاج الشریعہ اور ان کے موقف کی عملی حمایت کرنے والے ہی ایسے ہیں جن سے تصویر کی حرمت والی حدیث معنوی اعتبار سے محفوظ ہے اور یہ کتنی اہم بات ہے اہل علم، اہل نظر اور اہل خشیت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز وعدم جواز، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت اور چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں آپ کا موقف جہاں دلائل وشواہد کی روشنی میں صحیح ہے وہیں احتیاط بھی حضور تاج الشریعہ کے موقف کی تائید میں ہے۔ غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آجائیگی کہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے نماز کے صحیح ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، لیکن اگر اس کا استعمال ہی نہ کیا جائے تو نماز کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے اثبات میں اختلاف ہے لیکن آلات جدیدہ کے بجائے قدیم شرعی طریقے پر چاند کے اثبات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض وواجب نماز کے اعادہ کے حکم وجوبی میں اختلاف ہے اگر پرانے موقف پہ قائم رہتے ہوئے اعادہ کرلیا جائے تو کسی کے یہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو تمام جدید مسائل میں حضور تاج الشریعہ کا موقف صاف وشفاف، محتاط اور برحق نظر آئے گا اور اسی سے یہ بھی آئینہ ہو جائیگا کہ علم و عمل اور عبادت وریاضت کے علاوہ حزم واحتیاط کے اعتبار سے بھی آپ واقعی جانشین مفتی اعظم ہیں، قائلین جواز تھوڑی دیر کے لیے اس پہلو پر غور فرمالیں، اگر ان کا پہلوئے جواز، عنداللہ صحیح نہ ہوا تو ان کے فتاویٰ وفیصلے پر عمل کرنے کا وبال کن کے سر ہوگا۔ (پیغام رضا، اُجین، تاج الشریعہ نمبر، بابت اگست ۲۰۱۸ء، ص ۸-۴/۹-۴)

حضور تاج الشریعہ نے شریعت کے چہرے پر کبھی گرد وملال آنے نہیں دیا۔ جس بات کو انھوں نے حق سمجھا اس کا پوری جرأت وبے باکی کے ساتھ اظہار فرمایا انھوں نے اس بات کا کبھی خیال نہیں کیا کہ حق کے اظہار واعلان سے روٹھتا کون ہے؟ اس کی علمی، فکری اور معاشرتی حیثیت کیا ہے؟ سماج اور معاشرہ اسے کس نگاہ سے دیکھتا ہے، نفاذ شریعت میں انھوں نے کسی کے روٹھنے کی کبھی فکر نہیں کی، مسئلہ شریعت کے اظہار میں انھوں نے ہمیشہ دلائل کی زبان استعمال کی ہے اس پہ ان کی تصنیفات، تالیفات اور فتاوے شاہد ہیں۔ ان کے بعض فتاوے کو بعض عاقبت نااندیشوں نے ہدف تنقید بنایا ہے۔ ناقدین کا یہ عمل ان کے رموز شریعت سے ناآشنا ہونے کا روشن اشاریہ ہے، راقم نے ایسے ہی بے وزن اور بے بصیرت افراد کے لیے کہا ہے کہ:

اس دورِ پرفتن کا عجوبہ تو دیکھئے
قطرہ اچھل رہا ہے سمندر کے سامنے

حضور تاج الشریعہ علوم وفنون کا بحر بیکراں تھے، زہد وتقویٰ کا کوہ ہمالہ تھے، عشق وعرفان کا قطب مینار تھے اور حق وصداقت کی ایک معتبر آواز تھے، انہوں نے اپنے اسلاف واکابر اور اپنے

آباواجداد سے جوامانتیں اور، وراثتیں پائی تھیں تاحیات اس کو تحفظ فراہم کرتے رہے، ان کے امتیازات تفردات اورخصوصیات کی طویل فہرست ہے، ان کے حریم دل میں یادمحبوب کا چراغ تاحیات روشن رہاان کے سر پہ ہمیشہ غوثیت مآب کا ابر کرم سایہ فگن رہا، وہ غوثیت مآب کی بارگاہ سے کرم کی بھیک لیتے تھے اور اپنے نیازمندوں، عقیدت کیشوں اور وفاشعاروں میں تقسیم کرتے تھے، ان کی خلوت وجلوت سے غوثیت مآب کی محبت کی خوشبو پھوٹتی تھی، غوثیت مآب کا اسم مبارک ان کے وظائف میں شامل تھا، انہوں نے احیائے قادریت، اشاعت قادریت اور فروغ قادریت میں جومجاہدانہ، قائدانہ اورسرفروشانہ رول ادا کیا ہے اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند کے بعد اس کی ابتک کوئی نظیر سامنے نہ آسکی ہے، عہد حاضر میں پورے عالم اسلام میں سلسلہ قادرکا ان سے بڑا کوئی شیخ طریقت نہ تھا اگر ان کو مجدد سلسلہ قادریہ کہا جائے توبھی غلط نہ ہوگا، پورے عالم اسلام میں سلسلہ قادریہ کا بریلی شریف سب سے بڑا اور سب سے صاف وشفاف سینٹر ہے، بڑا ہونے کا تو دوسری خانقاہیں بھی دعویٰ کرتی ہیں، ان کا دعویٰ صرف دعویٰ ہی ہے ان کے پاس شواہد نہیں ہیں، ان کی قادریت میں شفافیت نہیں ہے، انہوں نے غوثیت مآب کی غلامی کو میلا کرلیا ہے، وہ اپنے مفاد کے لیے دشمنان غوثیت مآب سے دوستی کرنے سے بھی گریزنہیں کرتے، بریلی شریف سے غوثیت مآب کی غلامی کا جوتمغہ ملتا ہے وہ ہرطرح کے داغ دھبے سے پاک ہوتا ہے، برصغیر میں غوثیت مآب کی غلامی کا تمغہ اس وقت تک مکمل نہ سمجھا جائے گا جب تک اس پر بریلی شریف کی مہر نہ لگ جائے۔

حضور تاج الشریعہ نے عالم اسلام کو غوثیت مآب کی غلامی کا جوستھرا ذوق دیا ہے اس کی دوسری نظیر نہیں ملتی، انھوں نے خود کو ہمیشہ قادری فقیر لکھا خود کو قادری فقیر لکھنے والے تو بہت ہیں مگر ان کے ہاں صداقت نہیں ہے۔ ان کے ہاں شفافیت نہیں ہے ہر سکے کے دورخ ہوتے ہیں مگر بریلی شریف کی ٹکسال میں غوثیت مآب کی محبت کا جوسکہ ڈھلتا ہے اس کا ایک ہی رخ ہوتا ہے۔ غوثیت مآب کی غلامی کے حوالے سے حضور تاج الشریعہ کی آواز سماعت کریں۔ ؎

صدقہ رسولِ پاک کا جھولی میں ڈال دو
ہم قادری فقیر ہیں یا غوث المدد

عصر حاضر میں علما، فقہا، محدثین اور محققین کے درمیان حضور تاج الشریعہ کے امتیازات وتفردات کی کئی جہتیں ہیں اس مختصر مقالے میں ساری جہتوں کا احاطہ بہت مشکل ہے، یہ عنوان علمی بھی ہے تحقیقی بھی اور تفصیل طلب بھی، سمندر کو کوزے میں سمیٹنا محاورہ ہے۔ محاورے شدید ریاضت کے بعد ہی پیکر محسوس میں ڈھلتے ہیں۔ حضور تاج الشریعہ علم وعمل اور عشق کا سمندر تھے، ان کی حیات کی علمی جہات کو ہم نے سمجھنے کی کبھی بھی سنجیدہ کوشش نہیں کی اور اگر کسی بڑی شخصیت نے ان کی عظمتوں کا اظہار واعلان کیا بھی تو ہماری بے مائیگی اسے عقیدت بیجا کے خانے میں ڈال کر آگے نکل جانے کی کوشش کرتی ہے، ہر زمانے میں پیچیدہ سوالات اٹھتے رہے ہیں قریب قریب دوسو سال سے پیچیدہ سوالات کے سنجیدہ اور اطمینان بخش جوابات اگر دنیا کو کہیں سے ملا ہے تو وہ بریلی شریف کا دارُالافتا ہے، حضرت شاہ رضا علی خاں سے دینی سوالات کے جوابات دینے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا حضور تاج الشریعہ اس سلسلے کی ایک اہم کڑی تھے، سائل کوئی بھی ہو اور سوال کیسا بھی ہو حضور تاج الشریعہ نے کسی بھی سائل کو محروم نہیں لوٹایا ہے، ان کے پاس ہر سوال کا سنجیدہ جواب تھا، ان کی ولادت علمی گھرانے میں ہوئی، علم کی آغوش میں ان کی پرورش ہوئی اور علم کی گود میں ان کی تربیت ہوئی انھوں نے اپنے ماحول سے علم کا نور کشید کیا اس کی حفاظت کی اور اسے خوب خوب تقسیم بھی کیا، جب وہ اہل علم کی بزم میں جلوہ افروز ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ستاروں کی جھرمٹ میں چودھویں کا چاند نکلا ہوا ہے۔ اہل علم کی نگاہیں آپ کو ایسے دیکھتیں جیسے شدت پیاس میں انسان پانی کو دیکھتا ہے، ان کی ایک ہاں سے بزم کا نقشہ بدل جاتا تھا، ان کے حوالے سے کہنے کو تو بہت کچھ جی چاہتا ہے۔ مگر اہل ہوا وہوس سے ڈرتا ہوں وہ اسے عقیدت کی منہ زور لہروں کا نام نہ دے دیں تاریخ میں ایسا ہوتا رہا ہے اور آج یہ چلن اور زیادہ عام ہوگئی ہے،

آج آزاد خیالی، فکری آوارگی اور مذہب فروشی جبہ و دستار کے پردے میں فروغ پا رہی ہے۔ چند سکوں میں لوگ اپنے پورے وجود کا سودا کرنا عیب نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگ حقیقت کو بھی افسانہ کا نام دے دیتے ہیں قربت، برادرانہ تعلق اور گروہی رکھ رکھاؤ کی بنیاد پر عظمتیں ناپی اور تولی جارہی ہیں، فقیہ اور مفتی کی باضابطہ دکانیں کھل گئی ہیں چند دنوں میں خاندان کا خاندان مفتی اور فقیہ ہو جاتا ہے، پہلے لوگ علامہ کو وجہ افتخار سمجھتے تھے اگر ایک تیسرے درجے کے آدمی کو علامہ نہ کہہ کر صرف مولانا کہہ دیا جاتا تو اس کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی، اب علامہ کی جگہ مفتی نے لے لیا ہے ہر تیسرا آدمی خود کو مفتی کی حیثیت سے پیش کرنے لگا ہے ایسی صورت میں بازار سے ہیرے کی تمیز اور اس کی قدر اٹھتی جارہی ہے۔

تاج الشریعہ کی شخصیت کمالات، خصوصیات اور امتیازات کی جامع تھی، وہ اپنے قریبی احباب کو بھی عظمتوں کے اعتراف میں محتاط رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے، آج بعض افراد خود کو مجدد ہی نہیں بلکہ مجدد اعظم سمجھتے ہیں اور ان کے اہل عقیدت ہر خاص و عام سے اس کو تسلیم کرنے کی ضد کر رہے ہیں، مگر حضور تاج الشریعہ سے جب کہا جاتا کہ آپ میں مجدد کی شرائط پائی جاتی ہیں اس لیے اس کی شہرت ہونی چاہیے تو آپ اپنے اہل عقیدت سے فرماتے کہ ایسی نادانی نہ کرنا، آج ایک مخصوص حلقہ ایک شخص کے مفتی اعظم ہند ہونے کا خوب پرچار کر رہا ہے، جس شخص کو مفتی اعظم ہند کہا جارہا ہے وہ خود میں ایسے مگن ہے جیسے اس کو اس کی مراد مل گئی ہو، اس کے لئے یہ بات شاید باعث عبرت ہو کہ حضور تاج الشریعہ کو کسی نے مفتی اعظم ہند لکھ دیا جب اس تحریر پر آپ کی نگاہ پڑی تو کافی برہم ہوئے اور صاحب تحریر کو بلا کر خوب ڈانٹ پلائی اور فرمایا کہ یہ لقب میرے نانا جان حضور مفتی اعظم ہند کی ذات کے لیے مخصوص ہے بلکہ اب علمی دنیا میں اس کی حیثیت علم کی ہوگئی ہے، حضور تاج الشریعہ ایک دینی تقریب میں اسٹیج پر موجود تھے، راقم بھی اس تقریب میں بحیثیت سامع کے شریک تھا ایک خطیب نے جوش جنوں میں آپ کو شبیہ غوث اعظم کے لقب سے یاد کیا تو آپ نے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میری حیثیت غوث اعظم کی جوتیوں کی دھول کی بھی نہیں ہے، انھوں نے سمندر ہو کے بھی خود کو تا حیات قطرہ سے تعبیر کرتے رہے انھوں نے کبھی برادرانہ جاہ وجلال کا بھی اظہار نہیں کیا جس مٹی سے ان کا خمیر تیار ہوا تھا اس کی ماہیت سے وہ خوب اچھی طرح واقف تھے، رمز حیات کیا ہے؟ اور اس کے تقاضے کیا ہیں اس پہ ان کی گہری نظر تھی، فقہی بصیرت کے باب میں اپنے عہد میں طاق تھے عربی زبان وادب کی جملہ شاخیں ہر وقت ان کے پیش نگاہ رہا کرتیں تھیں، انھوں نے زندگی اور بندگی کا جو فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کا حرف حرف قرآن واحادیث سے نور بار ہے، زندگی اور بندگی اس وقت تک بے معنی ہے جب تک مدینے سے رشتہ پورے طور پر مربوط نہ ہو جائے، مدحت رسالت مآب ﷺ سے ان کی صبح وشام مہکتی تھی، ان کے جنون عشق کا انداز اوروں سے جدا گانہ ہے، ان کے شعری افکار واظہارات کے حوالے سے ناقدین زبان وادب کیا کہتے ہیں ذیل میں ملاحظہ کریں۔

حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی لکھتے ہیں:

"حضور تاج الشریعہ کی ذات وشخصیت یقیناً علم وفکر کا ایک خوبصورت اور رواں دواں آبشار ہے، جس پر سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی فیضان کی ہر دم برکھا و برسات ہو رہی ہے، آپ کی طبیعت عام طور پر موزوں ہے اور یہ نعمت بھی آپ کو اسلاف سے ورثے میں ملی ہے، عشق رسول ﷺ تو آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، جس کے اظہار کے لیے شعر وسخن کی بیاض روشن کی گئی، حضور تاج الشریعہ نے بھی محبت رسول اور عشق نبوی ﷺ میں ڈوب کر نعتیہ شاعری کی ہے، آپ کی نعتیہ شاعری میں عشق کی وارفتگی، جذبات کی جنوں خیزی اور فکر کی جولانی ہے۔

حضور تاج الشریعہ کی نعتیہ شاعری ہمارے عہد کی ایک معتبر اور باوزن آواز ہے، جس میں خیالات کی پاکیزگی، عقائد ونظریات کی تجلیات اور عقیدت ومحبت کی چاندنی نکھری نکھری نظر آتی ہے۔" (معارف تاج الشریعہ، الجامعۃ الرضویہ پٹنہ، ص ۲۰۳-۲۰۴)

......... جاری

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

# شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا ستر ہواں فقہی سیمینار

تقریبات

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا ستر ہواں فقہی سیمینار اپنی روایتی شان وشوکت کے ساتھ مورخہ ۱۷-۱۸-۱۹/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳-۱۴-۱۵/مارچ ۲۰۲۰ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار شہرۂ آفاق درسگاہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں منعقد ہوا، جس میں ملک بھر کے نامور مفتیان کرام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

پہلی نشست مورخہ ۱۷/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق مارچ ۲۰۲۰ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب منعقد ہوئی جو گیارہ بجے شب تک چلی، صدارت جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی اور نظامت حضرت مفتی محمد شمشاد احمد صاحب گھوسی فرمائی۔

اس نشست میں ''لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت'' پر بحث ومباحثہ ہوا۔

دوسری نشست ۱۸/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴/مارچ ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ صبح ۸/تا دوپہر ڈیڑھ بجے منعقد ہوئی، صدارت محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب اور نظامت حضرت مفتی محمد رفیق عالم صاحب نے فرمائی، اس نشست میں بھی سابقہ موضوع پر بحث ومباحثہ ہوا، اختتام نشست پر باتفاق رائے فیصلہ بھی قلم بند ہوا۔

تیسری نشست بعد نماز مغرب تا ۱۱/بجے شب منعقد ہوئی، صدارت حضرت علامہ مفتی محمد صالح رضوی صاحب اور نظامت حضرت مفتی محمد اختر حسین علیمی صاحب نے فرمائی، اس نشست میں ''حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لئے احرام کا مسئلہ'' کے موضوع پر بحث ومباحثہ ہوا، اور باتفاق رائے اس اہم موضوع سے متعلق فیصلہ بھی قلم بند ہوا۔

چوتھی نشست مورخہ ۱۹/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵/مارچ ۲۰۲۰ء بروز اتوار صبح ۸/بجے سے دوپہر ڈیڑھ بجے تک منعقد ہوئی، صدارت حضرت مفتی محمد بہاء المصطفیٰ صاحب اور نظامت حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب رضوی نے فرمائی، اس نشست میں ''عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل'' کے موضوع پر بحث ومباحثہ ہوا۔

پانچویں اور آخری نشست بعد نماز مغرب سے ساڑھے ۱۰/بجے شب تک منعقد ہوئی، صدارت حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب اور نظامت حضرت مفتی قاضی فضل احمد صاحب نے فرمائی، اس نشست میں بھی ''عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل'' کے موضوع پر شاندار بحث ہوئی اور باتفاق رائے فیصلہ قلم بند ہوا۔

**اسمائے شرکائے سیمینار**

حضور محدث کبیر مدظلہ العالی (رکن فیصل بورڈ) حضرت مفتی محمد صالح صاحب جامعۃ الرضا (رکن فیصل بورڈ) حضرت مفتی بہاء المصطفیٰ قادری صاحب جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی اختر حسین صاحب جمدا شاہی، حضرت مفتی عزیز عالم صاحب بسڈیلہ، حضرت مفتی رفیق عالم صاحب بریلی شریف، حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب بریلی شریف، حضرت مفتی قاضی فضل احمد صاحب بنارس، حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب پچپڑوا بلرام پور، حضرت مفتی یونس رضا صاحب، حضرت مفتی شمشاد احمد صاحب جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، حضرت مفتی محمد ابوالحسن صاحب جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، حضرت مفتی خورشید احمد صاحب جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، حضرت مفتی انور نظامی صاحب، ہزاری باغ، حضرت مفتی عالمگیر صاحب دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور، حضرت بقیہ ص ۲۵/پر

# خطبۂ استقبالیہ

## بموقع سترہواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا

از: مفتی عاشق حسین کشمیری، ناظم تعلیمات جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نحمدہٗ ونصلّی ونسلم علیٰ رَسولہ الکریم أمّا بعد

حضرات علمائے کرام ومفتیان عظام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقیناً یہ مبارک ومسعود لمحہ ہم اور آپ کے لئے نہایت ہی فرحت وسرور کا باعث ہے کہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سترہواں سالانہ فقہی سیمینار ایک بار پھر عالمی شہرت یافتہ مرکزی درسگاہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا میں منعقد ہورہا ہے، علمائے کرام کا نورانی قافلہ ادارے کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں ضوفگن ہے، سیمینار کی سرپرستی شہزادہ صدر الشریعہ ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری رضوی امجدی فرمارہے ہیں یقیناً یہ مجلس ملت غرا کی آپ جیسی قد آور شخصیتوں اور معزز ہستیوں کی ضیا پاشیوں سے منور وتابناک ہے امت کی یہ چیدہ چیدہ ہستیاں جس جذبۂ خلوص وایثار سے مسائل پیچاں کی گتھیاں سلجھانے کے لئے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی فقہی وعلمی مجالس میں شرکت فرماتی ہیں، وہ قابل تحسین وصد آفریں ہے جس کے لئے آپ حضرات پرخلوص مبارک باد کے مستحق ہیں ہم آپ تمامی حضرات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پرجوش استقبال وخیر مقدم کرتے ہیں آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کی مدح سرائی سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، مولیٰ تعالیٰ سبھی حضرات کو ان کے حسن نیت اور جہد حسن پر اجر عظیم عطا فرمائے، آمین۔

اساطین امت اور امنائے ملت کی آمد آمد سے ہر طرف چہل پہل ہے اور ماحول کیف وسرور میں ڈوبا ہوا ہے سیمینار ہال میں آپ حضرات کے چہرہ پر ضیا کی تابنا کی سے ہر طرف چکا چوندھ ہے، باوجود اس کے یہ مجلس حل وعقد اپنی تمام تر رعنائیوں کے ہوتے ہوئے اپنے حسن دلربا میں اس کشش کے فقدان کی کسک محسوس کرتی ہے جو جماعت جماعت اہل سنت کے عظیم محسن ومربی عالم اسلام میں فقہ وافتا کے گوہر نایاب شرعی کونسل آف انڈیا کے سرپرست اعلیٰ جن کے چہرہ پر تنویر کی ایک جھلک پانے کو حاضرین اپنی سعادت مندی سمجھتے اور داخلے کی آہٹ سے ہی نورانی سماں بندھ جاتا اور مندوبین کے چہرے فرحت وانبساط سے کھل اٹھتے، کی رحلت کے سبب مفقود ہے۔

حضرات! آج حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان گرچہ ہم تشنگان علم ومعرفت کے مابین حیات ظاہری کے ساتھ موجود نہیں مگر صرف میں ہی نہیں ہم حاضرین میں سے ہر ایک اس بات سے پُر امید ہے کہ حضور مرشد گرامی اس سیمینار میں بھی اپنی روحانی موجودگی سے حسب سابق ہماری رہنمائی فرمائیں گے اور نتیجے تک رسائی میں ہماری معاونت فرمائیں گے، رب کریم کا بے پناہ کرم اور احسان ہے کہ اس نے جہاں ہم اہل سنت کو مرشد گرامی کی مفارقت کا داغ برداشت کرنا مقدر فرمایا وہیں محدث کبیر ممتاز الفقہاء حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب امجدی اور شہزادہ وجانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کی سرپرستی وقیادت کو ہم اہلسنّت وجماعت کا نصیبہ بنایا۔ یہ دونوں مقدس ہستیاں حسب سابق آج کی اس بابرکت مجلس میں ہماری سرپرستی وقیادت کرنے کے لئے موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کے سایے کو ہم اہلسنت وجماعت کے سروں پر تا دیر قائم رکھے اور ان کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔

محترم حضرات شرعی کونسل آف انڈیا آپ کو اپنی ذمہ داری

اور فرائض منصبی کا احساس دلاتے ہوئے سال میں ایک مرتبہ زحمت دیتی ہے اور جدید ومختلف فیہ مسائل کی عقدہ کشائی اور انہیں متفقہ شکل وصورت دینے کے لئے ، ارباب علم وتحقیق وصاحبان افتا کی مقدس ومتبرک جماعت کو یکجا اکٹھا کرتی ہے تاکہ ملت اسلامیہ کو انتشار وافتراق سے بچایا جاسکے اور آپ ستودہ صفات حضرات کے توسط سے ہزاروں ثواب اپنے دامن میں سموتی ہے یہ سترہواں حسین وخوبصورت موقع ہے کہ یہ نورانی قافلہ اہل سنت کے عظیم الشان ادارہ اور مایہ ناز دانش کدہ ’’مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا‘‘ کے ’’علامہ حسنین رضا کانفرنس ہال‘‘ میں جلوہ بار ہے جو کچھ ہی لمحوں میں اپنی علمی وتحقیقی وتدقیقی کرنوں اور خوشبوؤں سے ماحول وفضا کو بقعہ نور ومشک بار بنانے والا ہے۔

ازیں قبل اسی مقدس ہال میں اسی مبارک ومحترم جماعت نے دس اور اس کے بعد مسلسل تین سالانہ سیمینار میں ملک کے مختلف گوشوں میں اور گزشتہ تین سال سے اسی ہال میں بحث وتمحیص، تحقیق وتدقیق، توضیح وتنقیح کے بعد کئی اہم مسائل کا حل تلاش کرکے ’’شرعی کونسل آف انڈیا‘‘ بریلی شریف کو کامیاب وکامران بنایا ہے ان حل شدہ مسائل کو ارکان فیصل بورڈ کے دستخط کے ساتھ ماہنامہ سنی دنیا ودیگر مؤقر واہم جرائد ورسائل میں شائع کردیا گیا ہے۔ الحمد للہ گیارہویں سالانہ سیمینار تک کے فیصلوں کو کتابی شکل دے کر ان کی اشاعت بھی کی جاچکی ہے۔

محترم حضرات! ’’شرعی کونسل آف انڈیا‘‘ بریلی شریف کی جانب سے آپ حضرات کی بارگاہ عالی میں جو سوال نامہ ارسال کیا گیا تھا وہ درج ذیل تین موضوعات پر مشتمل تھا۔

(۱) لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرایے پر دینے کی شرعی حیثیت۔

(۲) حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لئے احرام کا مسئلہ۔

(۳) عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل۔

آج کی محفل سعید وتقریب پر تنویر میں ان کے مختلف گوشوں پر بحث وتمحیص اور غور وخوض کے بعد ان کا حل سامنے لانا ہے ہمیں امید واثق ہے کہ حسب روایات سابقہ، اس بار بھی آپ حضرات فقیہانہ انداز میں زیر غور مسائل کے جواز وعدم جواز کے متعلق اپنے افکار ونظریات کو زیور دلائل وبراہین سے آراستہ ومزین فرمائیں گے اور ’’شرعی کونسل آف انڈیا‘‘ کے جملہ ارکان پر امید ہیں کہ آپ مندوبین کرام ومفتیان عظام مکمل غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد ان اہم مسئلوں کا نکھرا وستھرا حل پیش فرمائیں گے اور ایک بار پھر شرعی کونسل کے سر پر کامرانی وکامیابی کا تاج زریں رکھیں گے، ساتھ ہی ساتھ رب جلیل کے حضور یہ دعا کریں کہ شرعی کونسل آف انڈیا کے زیر اہتمام آپ حضرات کے حل کردہ مسائل اور متفقہ فیصلوں کو امت محمدیہ قبول کرے اور اصلاحِ عمل کے لئے اختلاف وانتشار سے دور رہے۔

ہمیں آپ حضرات کی مشغولیات ومصروفیات کا بھرپور اندازہ واحساس ہے کہ آپ گوناگوں ذمہ داریوں میں گھرے ہونے کے باوجود شرعی کونسل کی طرف سے ارسال کردہ عنوانات وموضوعات پر مکمل انہماک وتوجہ وعرق ریزی سے مقالے سپرد قرطاس کرتے ہیں اور قیمتی وقت نکال کر سفر کی کلفتوں وپریشانیوں کو جھیلتے ہوئے وقت مقررہ پر یہاں قدم رنجہ فرماتے ہیں اور زیر بحث مسائل پر کمال دیانت کے ساتھ تحقیق وتنقیح کے بعد متفقہ فیصلہ پر مجتمع ہوتے اور سیمینار کو کامرانی وکامیابی سے ہمکنار کرتے ہیں، خداوند قدوس کا بیحد فضل واحسان ہے کہ آپ مندوبین کرام اپنی سعی بلیغ وجہد مسلسل سے اس عظیم ورفیع سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ المولیٰ مستقبل میں بھی بڑھاتے رہیں گے اور آپ حضرات اس میں بجا طور پر کامیاب بھی ہیں۔

عصر حاضر میں ملت کے بے شمار مسائل علمائے کرام ومفتیان عظام کی توجہ کے طالب ہیں اور ایسے معاملوں میں علما ہی ذمہ دار قرار پاتے ہیں یہ ذمہ داری کا احساس ہی ہے کہ آپ حضرات اپنی مصروفیات ومشغولیات سے وقت نکال کر سفر کی کلفتوں کو برداشت کرکے تشریف لائے ہیں، ہمیں امید ہے کہ اس کا اجر وثواب رب جلیل وکریم ضرور عطا فرمائے گا، خداوند قدوس ہمیں اسلام پر

ثبات قدمی کی دولت سے نوازے اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پکا مبلغ اور عامل بنائے، آمین۔

آپ تمام حضرات سے گزارش ہے کہ اخیر میں آپ شرعی کونسل کے تعلق سے اپنا تحریری تأثر ضرور عنایت فرمائیں، اخیر میں ہم مندوبین کرام کا ہماری دعوت قبول کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہیں اور تشریف آوری پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں، میزبانی کے فرائض انجام دینے میں کسی قسم کی کمی وتقصیر رہ جائے تو اسے درگزر فرماتے ہوئے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور آئندہ کے لئے مفید مشوروں سے نوازیں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو دین ودنیا کی برکات سے ہمکنار فرمائے، آمین فقط والسلام مع الاکرام۔ طالب دعا: فقیر محمد عاشق حسین کشمیری غفرلہ

ناظم تعلیمات جامعۃ الرضا مرکز نگر بریلی شریف

۱۷؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳؍مارچ ۲۰۲۰ء

ص ۴۴؍ کا بقیہ

**سوال نمبر (۱)** کسی کام کو کرنے کی اہلیت ولیاقت اور اجازت کے ثبوت کے طور پر متعلقہ شعبہ کی طرف سے جو لائسنس یا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**سوال نمبر (۲)** کسی بھی شخص کا اپنا لائسنس یا سرٹیفکیٹ چند سالوں کے لئے بیچنا یا کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ اگر نا جائز ہے تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کا کیا حکم ہے؟

**سوال نمبر (۳)** انجینئر لائسنس دینے کے بعد کبھی کبھی کوئی معمولی کام بھی کر دیا کرے اور کمپنی سے یہ کام طے ہو جائے تو اب پیسہ لینا اس کے لئے جائز ودرست ہوگا یا نہیں؟ کیا مسلم اور غیر مسلم کمپنیوں کے لحاظ سے حکم پر کوئی فرق پڑے گا؟

**سوال نمبر (۴)** ایک انجینئر کو بیک وقت کئی کمپنیوں میں کام کرنے کی قانوناً اجازت ہے تو وہ اجیر مشترک کی طرح ہوا، اگر وہ کئی کمپنیوں سے طے شدہ معمولی کام کے عوض بطور مذکور پیسہ حاصل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**سوال نمبر (۵)** کتب فقہ میں بہت سے ایسے عقود ومعاملات مذکور ہیں جو پہلے نا جائز تھے مگر بعد کے فقہائے کرام نے ضرورت و حاجت اور تعامل ناس وغیرہ اسباب ستہ کی بنیاد پر جواز کا قول فرمایا تو مسئلہ دائرہ میں بھی مسلم انجینئروں یا مسلم کمپنیوں کے لئے کسی سبب کی بنیاد پر جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ ◆◆◆

ص ۵۹؍ کا بقیہ

بچہ دانی لگادی گئی تو حکما اسی عورت کی بچہ دانی مانی جائے گی جس میں وہ بچہ دانی لگائی گئی اور اس عورت سے قربت کرنا شوہر کیلئے جائز ہوگا۔

**قول دوم:** جس شوہر نے اپنی بیوی کا رحم نکلوا کر اپنی کسی محرمہ کا رحم بیوی کے جسم میں لگوا دیا ہے تو وہ شوہر اپنی بیوی سے وطی نہیں کر سکتا اس لیے کہ وہ رحم اس کی بیوی کا نہیں ہے بلکہ وہ غیر کا ہے جس کا مالک نہ شوہر ہے اور نہ بیوی ہے اور اپنی منی اجنبیہ کے رحم میں رکھنا بھی جائز نہیں اور اس لیے بھی جائز نہیں ہے کہ رحم موضع جماع ہے، بنایہ جلد ا رص ۶۲۱ر میں حیض کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ”**وھو عبارۃ عن الدم الخارج من الرحم و ھو موضع الجماع و الولادۃ۔**“ یہ قول مفتی ابو طالب مفتی شاہد رضا، مفتی شکیل، مفتی عزیر عالم اور مفتی شہاب الدین احمد نوری صاحبان کا ہے۔

**قول سوم:** مفتی عابد حسین صاحب احتیاط کا قول اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر چہ حرج کے سبب اس سے وطی کی اجازت ہونی چاہئے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے وطی کا حکم نہ دیا جائے۔

**قول چہارم:** مفتی گلزار احمد ارشاد فرماتے ہیں: اس صورت میں جواز اور عدم جواز میں تفصیل ہے اگر شوہر کا آلۂ تناسل بیوی کے تبدیل شدہ رحم سے مس ہو یا شوہر کا مادۂ منویہ رحم تک پہنچ جائے تو اس صورت میں قربت حرام ہے، بہار شریعت حصہ ۱۶ر ص ۸۰ر میں ہے ”جس عضو کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے اور وہ بدن سے جدا ہو جائے تو اب بھی اس کی طرف نظر کرنا نا جائز رہے گا۔“

اور اگر آلۂ تناسل رحم سے مس نہ ہو نیز موانع حمل استعمال کر کے وہ اپنے مادۂ منویہ کو رحم تک پہنچنے سے روک دے تو اس صورت میں قربت جائز و درست ہے اور یہی قول مفتی شہزاد غلام جیلانی صاحب کا بھی ہے۔ ◆◆◆

# خطبۂ صدارت

## بموقع سترہواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا

از: جانشین وشہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ سیدنا محمد وآلہ الصفوۃ وصحبہ القدوۃ ومن حذا حذوھم ونحی نحوھم فاتخذھم اسوۃ۔

معزز علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خالق کائنات کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک علیہ التحیۃ والثنا کے صدقے اس حیات مستعار میں ہمیں پھر ایک بار وہ فرحت بخش موقع میسر فرمایا جس میں آج ہم اور آپ شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کے زیر اہتمام مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں سولہ کامیاب فقہی سیمیناروں کے بعد سترہویں سالانہ فقہی سیمینار میں حاضر ہیں، یہ فقیر بے مایہ آپ حضرات کی تشریف آوری پر صمیم قلب سے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور ممنون ومشکور ہے اس بات پر کہ آپ حضرات نے اپنی گونا گوں مصروفیات ملک کے نازک حالات اور مسموم فضا جس میں ہر انسان نفسی نفسی کے عالم میں فکر دنیا میں مبتلا ہے، کے باوجود فکر آخرت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے درپیش مسائل کی گتھی سلجھانے کے لئے اپنی اہم ذمہ داری سمجھ کر شرعی کونسل آف انڈیا کی دعوت پر وقت نکالا اور سفر کی کلفتیں اور صعوبتیں برداشت کر کے شہر رضا میں قدم رنجہ فرمایا، رب کریم آپ کی عنایتوں کو دوام بخشے اور بار بار ایسے مسرت بخش مواقع نصیب فرمائے۔

سال گزشتہ والد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی رحلت سے پہلے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے جملہ سیمیناروں میں بعنوان خطبہ صدارت حضور والد گرامی کے گراں قدر قلبی تأثرات واحساسات کو کلمات تبریک وتحسین وکلمات نصیحت کے طور پر بالواسطہ یا بلاواسطہ سنا جاتا رہا، حضور والد گرامی کے وہ کلمات تبریک ونصیحت شرعی کونسل آف انڈیا کے قیام سے لے کر اس سیمینار تک ہر ایک سیمینار میں مشعل راہ کا کام کرتے رہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

شرعی کونسل آف انڈیا دو مسلسل سالوں میں دو اہم شخصیتوں والد گرامی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری بانی وسرپرست اعلیٰ شرعی کونسل آف انڈیا، حضرت مفتی شبیر حسن صاحب رکن فیصل بورڈ علیہما الرحمۃ کے دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر جانے کے سبب ان کی جسمانی حاضری سے محروم ہے مگر یقین کامل ہے کہ ان کی روحانی حاضری سے ہم جمیع حضرات ضرور مستفید ہوں گے۔

حضرات مفتیان کرام! اس سترہویں فقہی سیمینار کے لئے آپ حضرات کی بارگاہ میں تین عنوانات پر مشتمل سوالنامہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے ارسال کیا گیا۔ ہر عنوان پر تلخیص مقالات سے عیاں ہے کہ بعض حضرات نے تینوں عنوان پر اور بعض حضرات نے ایک یا دو عنوان سے متعلق جوابات پر مشتمل اپنی نگارشات ارسال فرمائیں، جہاں پیشگی نگارشات ارسال فرمانے والے اصحاب فکر وقلم اس سیمینار میں شرکت فرما رہے ہیں، وہیں کچھ ایسی اہم اور مؤثر شخصیات بھی جلوہ فرما ہو کر ہمارے فکر وقلوب کو جلا بخش رہی ہیں جن کی تحقیقات کے بیش بہا جواہر ہمارے لئے قول فیصل کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم صمیم قلب سے سبھی حضرات کی نوازشات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ رب کریم ان حضرات کے مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور

خزینۂ غیب سے اجر جزیل عطا فرمائے۔

گزشتہ سیمیناروں میں ہم اور آپ دیکھتے آئے ہیں کہ مقالات میں اختلاف آراء نمایاں رہتا ہے جس سے ابتداءً یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید کسی ایک حتمی رائے پر سب کا اتفاق نہ ہو پائے مگر بیشتر مسائل میں یہی ہوا کہ بحث وتمحیص کے بعد ایک رائے پر بڑی نیک دلی کے ساتھ حضرات مندوبین کرام کا اتفاق ہو گیا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا مطمح نظر یہ نہیں ہوتا کہ حق ہمارے ہی ساتھ ہے اور ہم نے جو لکھ دیا یا جو کہہ دیا وہی تسلیم کیا جائے، بلکہ ان کا نیک مقصد یہ رہتا ہے کہ دلائل کی روشنی میں جو صائب الرائے ہے حق اسی کے ساتھ ہے اور اسی کو قبول کیا جائے چاہے پہلے سے ہماری رائے اور فکر جو رہی ہو، رب کریم ہم سب کا سینہ جستجوئے حق اور قبول حق کے لئے بدستور کشادہ ہی رکھے اور مزید خوبی عطا فرمائے، آمین۔

اس سترہویں فقہی سیمینار کے لئے جن تین عنوانات پر مشتمل سوالنامہ آپ حضرات کی بارگاہ میں ارسال کیا گیا، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرایے پر دینے کی شرعی حیثیت۔

(۲) حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لئے احرام کا مسئلہ۔

(۳) عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل۔

سوال نامہ میں درج تینوں عنوانات کے تحت جو سوالات تحریر کیے گئے، بلا شبہ ان میں سے کچھ سوالات ایسے ہیں جن کے جوابات صراحت کے ساتھ کتب فقہ میں موجود ہیں، مثال کے طور پر حدودِ حرم اور عورت کے رحم سے متعلق سوالات میں اوّل الذکر دونوں سوالات کہ ان کے صریح جزئیات کتب فقہ میں موجود ہیں، تلخیص سوالات سے عیاں مفتیان کرام کا ان سوالات کے جوابات پر اتفاق بھی اس امر کی غمازی کرتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ تطویل لا طائل ہے بلکہ یہ آنے والے سوالات جو مقصود عنوان ہیں، ان کے لئے توطیہ کے طور پر ہیں اور ذکر توطیہ ہمیشہ تحصیل مقصود میں دخیل رہا ہے، یہ امر کسی بھی ذی علم پر مخفی نہیں۔

گزشتہ سیمینار کے مسائل کی ہی طرح امسال کے مسائل میں بھی آپ حضرات کے جو متفقہ فیصلے ہوں گے، امت مسلمہ کے شعبہائے زندگی میں مثبت اور منفی ہر طرح کا نمایاں اثر چھوڑیں گے، ان میں خاص طور سے قابل ذکر عنوان حدودِ حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے احرام کا مسئلہ ہے جس پر پڑنے والا فیصلے کا اثر کسی پر مخفی نہیں۔

شرعی کونسل آف انڈیا کے سابقہ سیمیناروں کی شان رہی ہے کہ مسائل کا حل پیش کر کے امت مسلمہ کو لائحہ عمل دیا گیا ہے لہٰذا مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ حضرات بفیض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان سابقہ مسائل ہی کی طرح اپنے فکر و تدبر پر مزید اضافے کے ساتھ امت مسلمہ کے اقتصادی، معاشی اور معاشرتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اصول شرع کی روشنی میں اپنے اسلاف کی اتباع کرتے ہوئے ان مسائل کے جوابات پر نہایت ہی نیک نیتی سے رائے قائم کریں گے اور شرعی کونسل آف انڈیا کے سر کامیابی کا سہرا باندھیں گے۔

میں ایک بار پھر شرعی کونسل آف انڈیا کے اس سترہویں فقہی سیمینار میں آپ حضرات کی تشریف آوری پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور مبارکباد پیش کرتا ہوں، ساتھ ہی دعا جو ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صدقے میں آپ حضرات کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد عسجد رضا خاں قادری غفرلہ

ناظم اعلیٰ: شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

۱۷؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳؍مارچ ۲۰۲۰ء

ص ۶۱؍کا بقیہ.............................................

چار ہوتے ہی نظر حرف ندا سے قدسی

کرب خود کرب سے دو چار نظر آتا ہے

از: مفتی شمشاد احمد مصباحی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

# سوال نامہ

## لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت

بڑے بڑے شہروں میں سرکاری عمارتوں مثلاً ریلوے، اسٹیشن، بس اسٹیشن، ہاسپیٹل، کالج، یونیورسٹی، پل، روڈ وغیرہ کا کام رجسٹرڈ تعمیراتی کمپنیوں کے ذریعہ ٹھیکہ پر کرایا جاتا ہے سرکاری محکمہ تعمیرات، پروجیکٹ کے اعتبار سے کمپنیوں کی حیثیت، معیار جاننے کے لئے بہت سی تفصیلات طلب کرتا ہے مثلاً کمپنی کے پاس کس قدر عملہ اور تعمیری آلات اور مشینیں ہیں، ماضی میں کمپنی نے کہاں کہاں کام کیا ہے، اس کا کیریکٹر سرٹیفکیٹ، اسٹیٹس سرٹیفکیٹ اور کمپنی کے پاس کتنے قابل اور ماہر سول انجینئر ہیں ان کی تعداد مع ایگریمنٹ پیپر، لائسنس، آدھار کارڈ وغیرہ کی کاپی سرکاری محکمہ میں جمع کرائی جاتی ہے تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ کمپنی اس پروجیکٹ کا ٹھیکہ لینے کی اہلیت رکھتی ہے یا نہیں، بعض تعمیراتی کمپنیاں حکومت کے سامنے کاغذات کے ذریعہ اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے پاس پروفیشنل انجینئروں کی مطلوبہ تعداد مکمل ہے تاکہ ان کو ٹھیکہ مل سکے جبکہ ان کے پاس انجینئروں کی اتنی تعداد ہوتی نہیں، اس تعداد کو مکمل دکھانے کے لئے بہت سی کمپنیاں مختلف انجینئروں سے جن کے پاس باقاعدہ حکومت کا جاری کردہ لائسنس ہوتا ہے ان سے یہ لائسنس ایک خاص مدت کے لئے پیسوں پر خرید لیتی ہیں بلکہ بوقت ضرورت جے، ای کے ساتھ اُن انجینئروں کی میٹنگ بھی کرا دیتی ہیں جس میں پروجیکٹ پر سرکاری حکام کے ساتھ تبادلۂ خیال بھی ہوتا ہے اور انجینئروں کو اس بات کی پیش کش بھی کرتی ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو ہمارے ساتھ کام بھی کر سکتے ہیں اس کے عوض بھی ایک مقررہ رقم ملے گی اور اگر کام نہ کرنا چاہیں تب بھی لائسنس دینے کے عوض مطلوبہ رقم ملتی رہے گی اور جب انجینئر ان کے پاس کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے تو کوئی ایسا کام ان کے سپرد کر دیتی ہیں جو ان کے معیار سے بہت نیچے کا کام ہوتا ہے اور اس میں انجینئروں کا مالی خسارہ اور پیشہ ورانہ نقصان ہوتا ہے، کمپنیوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انجینئر صرف لائسنس ہی بیچے اور کام نہ کرے تاکہ کمپنی اپنے مخصوص غیر معیاری انجینئروں کے ذریعہ من مانی طریقے پر کام کرائے اور زیادہ سے زیادہ منافع کمائے، نتیجۃً کوئی معیاری انجینئر اسطرح کی کمپنیوں کے ساتھ کام نہیں کرتا اور اپنا لائسنس ایک مدت کے لئے کرائے پر دے کر کمپنی سے پیسہ وصول کرتا ہے بلکہ بعض انجینئر ایک سے زیادہ کمپنیوں کے ساتھ یہی معاملہ کر کے پیسہ وصولتے ہیں، البتہ کمپنی انجینئروں کو اس بات پر راضی کر لیتی ہیں کہ جب Assistant engineer یعنی A.E جانچ کے لئے آئے تو اس وقت تم کام کی جگہ پر حاضر رہنا، اس کا خرچ الگ سے انجینئروں کو دیا جاتا ہے، A.E جانچ کے بعد ہی چیک پر دستخط کرتا ہے اور کمپنی کو پیسہ ملتا ہے۔

اس شعبہ سے جڑے ہوئے کئی لوگوں سے بات چیت کرنے پر یہ بھی پتہ چلا ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر میں بھی اب یہ معاملہ شروع ہو چکا ہے بعض پرائیویٹ کمپنیاں کاغذات کے ذریعہ اپنی پوزیشن مستحکم دکھا کر بڑی بڑی بلڈنگوں کا ٹھیکہ حاصل کر رہی ہیں، ممبئی وغیرہ میں بہت سے مسلم انجینئر اس شعبے سے جڑے ہیں اور وقتاً فوقتاً علمائے کرام سے سوال بھی کرتے ہیں کہ ان کا یہ معاملہ شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟ اور جوابات مختلف ہونے کی صورت میں وہ کشمکش میں پڑ جاتے ہیں، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسئلہ کی تنقیح ہو جائے اور ایک متفقہ رائے سامنے آجائے۔

یہ بھی واضح رہے کہ انجینئر ینگ کالج کی مطلوبہ تعلیم مکمل کرنے اور تمام تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے بعد متعلقہ شعبہ انجینئر کو اس کی صلاحیت، قابلیت اور مہارت کے بعد جو سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے اس سے خود انجینئر فائدہ حاصل کر سکتا ہے مثلاً اس کو دکھا کر تعمیرات کا بڑا سے بڑا آرڈر لے سکتا ہے اس میں قانوناً وشرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن وہی مذکورہ انجینئر جس کو اس کی صلاحیت اور تعلیمی لیاقت کی بنیاد پر سول انجینئر کی سند دی گئی ہے اگر اس نے سند کسی دوسری کمپنی کو بیچ دیا اور اس کمپنی نے اسی سند کی بنیاد پر ٹھیکہ حاصل کر کے کسی غیر تربیت یافتہ اور غیر معیاری انجینئر کے ذریعہ کام کرایا تو اس میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ کام کو صحیح طریقہ پر نہ کرنے کی وجہ سے عمارت مقررہ میعاد سے پہلے خراب ہو جائے یا گر جائے اور لوگوں کی جان ومال کا نقصان ہو جائے اور اس قسم کے حادثات کی خبر اخباروں میں چھپتی بھی رہتی ہے۔ اسی لئے حکومت کی طرف سے لائسنس بیچنے پر پابندی عائد ہے اور ارباب فقہ وبصیرت پر یہ بات مخفی نہیں کہ حکومت کی ایسی جائز پابندیاں جو مفاد عامہ کے پیش نظر عائد کی گئی ہوں انکی پاس داری شرعاً بھی لازم ہوتی ہے، مزید براں اس میں دھوکہ دہی اور جھوٹ بھی پایا جا رہا ہے جو کہ شرعاً ناجائز وحرام ہے کیونکہ کمپنی اس لائسنس کو دکھا کر یہ ظاہر کرتی ہے کہ مذکورہ انجینئر اس کے پاس ملازم ہے اور یہ جھوٹ اور حکومت کے ساتھ فریب دہی ہے اور انجینئر بھی اس میں برابر کا شریک ہے اگر اس معاملہ کو کسی طور پر جھوٹ اور دھوکہ دہی سے پاک کر دیا جائے تب بھی لائسنس کو بیچنا، خریدنا یا کرایہ پر دینا شرعی نقطۂ نظر سے سخت محل نظر ہے کہ لائسنس درحقیقت حکومت کی طرف سے ایک اجازت نامہ ہے، جو کسی کام کو کرنے کی اہلیت اور اس کا مجاز ہونے کا تحریری ثبوت ہے، مال نہیں جس کو بیچنا، خریدنا یا کرایہ پر دینا جائز ٹھہرے لیکن انجینئروں کی ایک بھاری تعداد پورے ملک میں مختلف کمپنیوں کو اپنا لائسنس بیچ کر یا ایک مخصوص مدت کے لئے کرایہ پر دے کر پیسہ کمانے میں مصروف ہے بلکہ ایک انجینئر کئی کئی کمپنیوں میں اپنے لائسنس کی کاپی اور ایگریمنٹ پیپر جمع کر کے پیسہ وصول کر رہا ہے۔

اسطرح کا معاملہ صرف شعبہ تعمیرات ہی میں نہیں پایا جا رہا ہے بلکہ میڈیکل لائن میں بھی عام ہو گیا ہے مثلاً میڈیکل اسٹور کھولنے کے لئے، بی فارما یا کم از کم ڈی فارما کی سند ضروری ہے ایک شخص بی فارما B.Pharma یا ڈی فارما D.Pharma کرنے کے بعد میڈیکل اسٹور کھول سکتا ہے مگر شہر میں اچھی جگہ پر دکان لینے کے لئے زیادہ کرایہ اور ڈپوزٹ یا پگڑی کے نام پر بھاری رقم دینی پڑتی ہے جو سب کے بس میں نہیں لہٰذا جن کے پاس پیسہ ہے اور وہ میڈیکل کھولنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس سند نہیں وہ کسی بی فارما یا ڈی فارما کا سرٹیفکیٹ رکھنے والے شخص سے ماہانہ کچھ ہزار رقم پر سمجھوتہ کر لیتا ہے اور اس کی سند C.M.O یعنی چیف میڈیکل آفیسر کے دفتر میں دکھا کر اسی نام سے میڈیکل اسٹور چلانے کا اجازت نامہ حاصل کر لیتا ہے اس طرح سے بہت سے افراد اپنی سند بیچ کر یا کرایہ پر دے کر پیسہ کماتے ہیں یہ بھی قانوناً جرم ہے کیونکہ جب آفیسر جانچ کے لئے آتا ہے تو اس وقت سرٹیفکیٹ ہولڈر کو میڈیکل اسٹور والے بلا لیتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میڈیکل اسٹور انہیں کا ہے ہم یہاں کام کرتے ہیں اور کبھی کچھ لے دے کر معاملہ رفع دفع کر دیتے ہیں چونکہ اس میں بھی جھوٹ اور حکومت کے ساتھ دھوکہ دہی اور تعاون علی الاثم ہے جو شرعاً ناجائز وحرام ہے، لیکن کیا روزی روٹی کی حاجت کے پیش نظر جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے جبکہ یہ معاملہ جھوٹ اور دھوکہ دہی سے پاک ہو؟ اہل علم پر مخفی نہیں کہ بہت سے عقود ومعاملات جو اصلاً ناجائز تھے مگر بعد کے فقہائے کرام نے ضرورت وحاجت یا تعامل ناس وغیرہ کی بنیاد پر ان میں جواز کا قول فرمایا تو کیا یہاں بھی اسباب ستہ میں سے کسی سبب کی بنیاد پر اس قسم کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات مفتیان کرام کی بارگاہ میں پیش ہیں، امید کہ جلد از جلد ان کا تشفی بخش جواب دے کر ”شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف“ کو شادکام فرمائیں گے:

بقیہ ص ۴۰ ر پر

# تلخیص مقالات بعنوان

## لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت

از: مفتی حسان المصطفیٰ قادری امجدی، استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھو

**شرعی** کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سترہویں فقہی سیمینار کے لیے تین منتخب موضوعات میں پہلا اور اہم موضوع ہے "لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت" اس موضوع کا انتخاب اور موضوع سے متعلق مشمولات و سوالات کی ترتیب کا کام مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی نے انجام دیا ہے۔

اس موضوع پر ملک کے مختلف علاقوں اور صوبوں سے ۱۶ مفتیان کرام کے انتہائی وقیع مقالات موصول ہوئے، ان میں بعض مقالات تحقیقی اور مفصل اور بعض مختصر مگر جامع اور بعض انتہائی مختصر ہیں، جن مفتیان کرام کے مقالات ادارہ کو موصول ہوئے، ان کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) مفتی شمشاد احمد مصباحی (۲) مفتی ابوالحسن قادری مصباحی (۳) مفتی خورشید عالم برکاتی، اساتذۂ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی (۴) مفتی حبیب اللہ خان مصباحی، استاذ دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، بلرامپور (۵) مفتی محمد نعیم نظامی برکاتی، استاذ دارالعلوم اہلسنت بحرالعلوم، خلیل آباد سنت کبیر نگر (۶) مفتی شفیق احمد شریفی، قاضی شہر الہ آباد (۷) مفتی شہاب الدین احمد نوری، استاذ دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول، براؤں شریف (۸) مفتی محمد عالمگیر رضوی مصباحی امجدی استاذ دارالعلوم اسحاقیہ، جودھپور، راجستھان (۹) مفتی قاضی فضل احمد مصباحی، استاذ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس (۱۰) مفتی صدیق حسن قادری، سربراہ اعلیٰ المرکز الاسلامی دارالفکر درگاہ روڈ بہرائچ شریف (۱۱) مفتی شاہد علی مصباحی، استاذ المرکز الاسلامی دارالفکر درگاہ روڈ بہرائچ شریف (۱۲) مفتی ابوطالب رضوی، استاذ نور العلوم کنہٹی، سلطانپور (۱۳) مفتی شمشاد حسین رضوی بدایونی، صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں (۱۴) مفتی احمد رضا اعظمی رضوی، استاذ تنویر الاسلام، امرڈوبھا (۱۵) مفتی عبدالرحمٰن قادری رضوی، استاذ جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم، بہرائچ شریف (۱۶) مفتی عزیر عالم صاحب رضوی تدریس الاسلام امرڈوبھا۔

سوال نامہ کے مرتب نے مذکورہ موضوع سے متعلق جو پانچ سوالات مندوبین کرام کی بارگاہ میں پیش کیے، ان میں سے پہلا سوال تھا: کسی کام کو کرنے کی اہلیت ولیاقت اور اجازت کے ثبوت کے طور پر متعلقہ شعبہ کی طرف سے جو لائسنس یا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

### جوابات سوال (۱)

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات نے اپنی اپنی فہم کے مطابق لائسنس یا سرٹیفکیٹ کی جو شرعی حیثیت بیان کی، وہ حسب ذیل ہے:

(۱) تعلیمی لیاقت وصلاحیت اور فنی مہارت کے ثبوت کے طور پر کسی شخص کو لائسنس یا سرٹیفکیٹ دینا جائز ہے۔

(۲) لائسنس یا سرٹیفکیٹ شرعاً سند، وثیقہ، دستاویز اور اجازت نامہ ہے۔

(۳) لائسنس یا سرٹیفکیٹ محض سند، اجازت نامہ اور وثیقہ ہے، مال نہیں ہے جسے بیچنا یا خریدنا یا کرائے پر دینا جائز ہو۔

(۴) لائسنس یا سرٹیفکیٹ کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ جائز طریقے پر کاروبار کر سکے۔

(۵) لائسنس یا سرٹیفکیٹ کی شرعی حیثیت "دستاویز" کی ہے، لیکن کیا دستاویز شرعاً قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

(۱) **پہلا موقف:** تعلیمی لیاقت وصلاحیت اور فنی مہارت کے

ثبوت کے طور پر کسی شخص کو لائسنس یا سرٹیفکیٹ دینا جائز ہے، یہ نظریہ مفتی ابوالحسن قادری، مفتی خورشید عالم برکاتی، مفتی محمد نعیم نظامی کا ہے۔ ان حضرات کی دلیل فقہ کا مشہور ومعروف ضابطہ ”اصل الاشیاء اباحتھا“ اور فرمان الٰہی ”لمَ تحرم ما احل اللہ“ ہے، مفتی ابوالحسن قادری صاحب نے اخیر میں جواز کے اپنے قول کو اس شرط کے ساتھ مقید کر دیا کہ کذب وغدر نہ ہو۔

**(۲) دوسرا موقف:** لائسنس یا سرٹیفکیٹ شرعاً سند، وثیقہ، دستاویز اور اجازت نامہ ہے، یہ موقف درج ذیل علما کا ہے: مفتی قاضی فضل احمد مصباحی، مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی شاہد علی مصباحی، مفتی احمد رضا اعظمی۔

**(۳) تیسرا موقف:** لائسنس یا سرٹیفکیٹ محض سند، اجازت نامہ اور وثیقہ ہے، مال نہیں ہے جسے بیچنا یا خریدنا یا کرائے پر دینا جائز ہو، یہ نظریہ درج ذیل علمائے کرام کا ہے: مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی، مفتی حبیب اللہ خان مصباحی، مفتی عالمگیر رضوی، مفتی صدیق حسن قادری، مفتی عبدالرحمٰن قادری۔

مفتی حبیب اللہ صاحب نے فیروز اللغات کے حوالے سے اپنی رائے تحریر کی ہے، لکھتے ہیں ”فیروز اللغات میں ہے کہ لائسنس ہو یا سرٹیفکیٹ دونوں کی حقیقت صرف سند اجازت و وثیقہ ہے۔ موصوف نے لائسنس اور سرٹیفکیٹ کی خرید وفروخت اور اجارہ کے عدم جواز کا سبب جھوٹ، فریب کا پایا جانا اور قانونی پابندی کے ساتھ ساتھ سب سے اہم سبب لائسنس اور سرٹیفکیٹ کا مال نہ ہونا بیان کیا، فرماتے ہیں ”(وہ) مال نہیں ہے جس کو بیچنا خریدنا یا کرایہ پر دینا جائز ہو اس لیے کہ مال کی جو تعریف فقہائے کرام نے کی ہے وہ ان دونوں پر صادق نہیں آتی ہے، فتح القدیر میں ہے: المال عین یمکن احرازھا وامساکھا۔“

مفتی عبدالرحمان صاحب نے اپنے موقف پر درمختار، رد المحتار اور البحر الرائق کی عبارتوں سے استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں: مال اسے کہتے ہیں جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور اس میں بذل ومنع جاری ہوتا ہو، نیز ضرورت کے وقت اس کا ادخار ممکن ہو مقالہ نگار نے مال کی اس تعریف پر صاحب درمختار کا یہ قول نقل کیا ”المال ما یمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل و المنع۔“

مفتی عالمگیر رضوی مصباحی نے اپنے موقف کے ثبوت میں تقریباً ڈھائی صفحات پر بڑی مدلل ومفصل گفتگو فرمائی ہے، آپ کا موقف فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ شامی، جامع الرموز، فتح القدیر سے مستفاد ہے۔

**(۴) چوتھا موقف:** لائسنس یا سرٹیفکیٹ کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ جائز طریقے پر کاروبار کر سکے، یہ نظریہ مفتی ابوطالب رضوی صاحب سلطانپور کا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: اس سند کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ سند جس شخص کے نام کا ہے وہ اپنے کاروبار کے لیے اسے استعمال کرے، استعمال کرنا شرعاً جائز ہے کیوں کہ اسی لیے ڈگری حاصل کرتا ہے کہ وہ سماج میں اچھی زندگی گزارے اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

**(۵) پانچواں موقف:** لائسنس یا سرٹیفکیٹ کی شرعی حیثیت ”دستاویز“ کی ہے، لیکن کیا دستاویز شرعاً قابل اعتبار ہے یا نہیں، یہ موقف مفتی عزیر عالم اور مفتی شمشاد حسین بدایونی کا ہے۔ آپ حضرات نے لائسنس اور سرٹیفکیٹ کو ”دستاویز“ کی شرعی حیثیت دے کر، لائسنس اور سرٹیفکیٹ کی شرعی حیثیت کی بحث کو اس رخ پر موڑ دیا کہ کیا دستاویز میں موجود ”عبارات“ قابل اعتبار ہیں یا نہیں۔

مفتی شمشاد حسین بدایونی نے فقہ کے اس جزیہ ”الخط یشبہ الخط“ کے ذریعہ اولاً لائسنس یا سرٹیفکیٹ میں موجود عبارات کو مشتبہ قرار دے کر ناقابل اعتبار ہونے کی وجہ بیان کی، پھر عرف وعادت اور تعامل ناس کے سبب اسے معتبر اور قابل ملازمت قرار دیا، آپ رقمطراز ہیں: لائسنس یا سرٹیفکیٹ میں مندرجہ عبارتیں اگرچہ خطوط کے زمرے میں آتی ہیں جو الخط یشبہ الخط کے تحت مشتبہ قرار دیے جا سکتے ہیں مگر عرف وعادت اور خاص وعام کے مابین تعامل وتداول کے سبب اسے معتبر اور مناط ملازمت قرار دیا گیا کیوں کہ ”العادۃ محکمۃ“ کہ عادت بھی فیصل ہوا کرتی ہے، جس کا اعتبار شریعت میں کیا گیا ہے۔

مفتی عزیر عالم صاحب نے گواہان کے بغیر اسے ناقابل

تحقیقات

اعتبار قرار دیا، فرماتے ہیں ”شرعا یہ ایک کتاب ہے جو بغیر شہادت مقبول نہ ہوگی، مفتی صاحب نے الخط یشبہ الخط کے علاوہ فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ قاضی خاں کی تصریحات کے ذریعہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

**جوابات سوال (۲)**

دوسرا سوال یہ تھا کہ کسی بھی شخص کا اپنا لائسنس یا سرٹیفکیٹ چندسالوں کے لیے بیچنا یا کرائے پر دینا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کا کیا حکم ہے؟ یہ سوال دو جز پر مشتمل ہے، پہلے جز کے جواب میں تین موقف سامنے آئے:

(۱) بیع واجارہ مطلقاً ناجائز۔ (۲) بیع واجارہ مسلمان کے ساتھ ناجائز، حربی کافر کے ساتھ جائز۔ (۳) پہلی صورت: بیع جائز البتہ مؤقت ہونے کی وجہ سے بیع درست نہیں، دوسری صورت: بیع واجارہ ناجائز۔

(۱) **پہلا موقف**: بیع واجارہ مطلقاً ناجائز۔ یہ موقف درج ذیل علمائے کرام کا ہے: مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی، مفتی ابو الحسن قادری، مفتی خورشید عالم برکاتی، مفتی محمد نعیم نظامی، مفتی حبیب اللہ مصباحی، مفتی شفیق احمد شریفی، قاضی فضل احمد، مفتی صدیق حسن، مفتی شاہد علی، مفتی عبدالرحمٰن قادری، مفتی احمد رضا اعظمی، مفتی ابوطالب رضوی، مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی شہاب الدین نوری۔

مذکورہ تمام مفتیان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ لائسنس یا سرٹیفکیٹ کا بیچنا یا اسے کرائے پر دینا جائز نہیں۔ دو کے سوا تمام مقالہ نگار نے بیع واجارہ کے عدم جواز کی وجہ مال کا نہ ہونا بیان کیا اور بطور استشہاد متعدد کتب فقہ کی عبارات اپنے موقف کے ثبوت میں پیش کیے۔ اختصار کے ساتھ کچھ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں، علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں لکھتے ہیں ”البیع مبادلۃ المال بالمال۔“ (ج۵ ص۲۵۶)

ہدایہ میں ہے ”البیع بالمیتۃ والدم باطل و کذا بالحر لانعدام رکن البیع وھو مبادلۃ المال بالمال، فان ھذہ الاشیاء لا تعد مالا عند احد۔“ (ج۳ ص۴۹)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے ”اما شرائط الانعقاد فانواع منها فی العاقد وھو ان یکون عاقلا ممیزا وان یکون متعددا و منها فی المبیع وھو ان یکون موجودا وان یکون مملوکا فی نفسه وان یکون مالا متقوما شرعا مقدور التسلیم واما رکنه فنوعان احدھما الایجاب والقبول“ (ج۳ ص۲)

مذکورہ بالا علمائے کرام کے ساتھ ساتھ مفتی ابوطالب رضوی اور مفتی صدیق حسن قادری بھی اس بات کے قائل ہیں کہ لائسنس اور سرٹیفکیٹ کو بیچنا یا کرایہ پر دینا جائز نہیں لیکن آپ دونوں کے سوا سبھی نے اس کی وجہ عدم مالیت تحریر فرمائی اور آپ دونوں حضرات کے نزدیک اس کا سبب دھوکہ، فریب اور قانونی پابندی ہے، اسی وجہ سے مفتی ابوطالب صاحب کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ غدر و فریب نہ ہو اور قانونی اجازت ہو تو ایسی صورت میں لائنس اور سرٹیفکیٹ کو بیچنا، اجارہ پر دینا اور ان کے ذریعہ مال حاصل کرنا جائز ہوگا۔

(۲) **دوسرا موقف**: بیع واجارہ مسلمان کے ساتھ ناجائز، کافر حربی کے ساتھ جائز، یہ موقف مفتی عالمگیر مصباحی صاحب کا ہے، آپ نے بیع واجارہ کے جواز وعدم جواز کی دو صورت تحریر کی ہے۔ **پہلی صورت**: اگر لائسنس یا سرٹیفکیٹ کا بیچنا یا کرائے پر دینے کا معاملہ مسلمان کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے، اس کی وجہ آپ نے لائسنس اور سرٹیفکیٹ کا مال نہ ہونا بیان کیا۔

**دوسری صورت**: یہ کہ لائسنس یا سرٹیفکیٹ کا بیچنا یا کرائے پر دینے کا معاملہ اگر کافر حربی کے ساتھ ہو تو اس صورت میں جواز کا حکم ہوگا، موصوف رقمطراز ہیں: اگر لائسنس یا سرٹیفکیٹ دونوں حربی کافر کو بیچا یا ان کو کرایہ پر دیا تو اس کے ذریعہ جو رقم حاصل ہوئی وہ مال حلال وطیب ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے ”لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب“ موصوف نے اپنی رائے پر فتح القدیر کا یہ حوالہ بھی پیش کیا ”انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق یاخذہ حل بعد کونہ برضا۔“ (ج۶ ص۱۸۷)

(۳) **تیسرا موقف**: مقالہ نگار نے اس موقف کی دو صورت بیان

کی ہے، پہلی صورت: بیع فی نفسہ جائز البتہ مؤقت ہونے کی وجہ سے بیع درست نہیں۔ دوسری صورت: بیع واجارہ ناجائز۔

یہ نظریہ مفتی عزیر عالم صاحب کا ہے موصوف نے اپنے موقف پر کتب فقہ کے علاوہ کتب منطق سے بھی استدلال کیا ہے اور اپنی ہر ہر رائے کو کسی نہ کسی جزیہ سے مزین کرنے کی سعی کی ہے۔ آپ نے لائسنس اور سرٹیفکیٹ کی بیع سے متعلق دو صورت نقل کی ہے۔ پہلی صورت میں لائسنس اور سرٹیفکیٹ کو مال قرار دیا ہے، موصوف نے مال کی تعریف میں درمختار، ردالمحتار، بہار شریعت وغیرہ کی عبارات پیش کرنے کے بعد لکھا ''کہ لائسنس یا سرٹیفکیٹ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہی ہے، مال ہے اور متقوم ہے اور کاغذ کے ایک ٹکڑے کو ہزاروں لاکھوں روپے میں فروخت کیا جاسکتا ہے، فتح القدیر میں ہے ''لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ۔''

البتہ سوال میں ''لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو چند سالوں کے لیے بیچنا'' درج ہے، اس لیے مفتی صاحب نے بیع مؤقت کا حوالہ دے کر بیع کے صحیح نہ ہونے کا قول اختیار کیا، موصوف دوسری صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''لائسنس یا سرٹیفکیٹ کے کاغذ یا اس کے مانند ہونے کی تقدیر پر یہ حکم بیان ہوا اور وہ واقع کے خلاف ہے اور امر واقع یہ ہے کہ حامل دستاویز کے کام کرنے کی اہلیت کو فروخت کرنا مقصود ہوتا ہے اور ''الامور بمقاصدھا'' کے تحت بیع اہلیت کی ہوگی اور اہلیت کام کرنے والوں میں پائی جاتی ہے اور خارج میں اس کا وجود نہیں اور مبیع کا موجود ہونا، مال متقوم ہونا، مملوک ہونا، مقدور التسلیم ہونا معقود علیہ کی شرطوں میں سے ہے، یہاں مبیع معدوم ہوا، اور معدوم کی بیع باطل ہوتی ہے۔''

**سوال کا دوسرا جز:** اگر ناجائز ہے تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کا کیا حکم ہے؟ دوسرے جز کے بارے میں علمائے کرام کی دو رائے ہے: مفتی شہاب الدین نوری صاحب کے علاوہ مذکورہ تمام مقالہ نگار حضرات لائسنس اور سرٹیفکیٹ کے بیع واجارہ کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کے مال خبیث ہونے پر متفق ہیں، مفتی شہاب الدین نوری رقمطراز ہیں: کسی بھی شخص کا اپنا لائسنس یا سرٹیفکیٹ بیچنا یا کرائے پر دینا جائز نہیں البتہ اس سے حاصل شدہ رقم حلال ہوگی، مفتی عالمگیر صاحب نے اس شرط کے ساتھ حاصل شدہ رقم کے طیب وحلال ہونے کا قول نقل کیا کہ یہ معاملہ کافر حربی کے ساتھ ہو۔ بعض مفتیان عظام نے حاصل شدہ رقم پر کوئی حکم تحریر نہ کیا۔

**جوابات سوال (۳)**

تیسرا سوال تھا: انجینئر لائسنس دینے کے بعد کبھی کبھی کوئی معمولی کام بھی کر دیا کرے اور کمپنی سے یہ کام طے ہو جائے تو اب پیسہ لینا اس کے لیے جائز و درست ہوگا یا نہیں؟ کیا مسلم اور غیر مسلم کمپنیوں کے لحاظ سے حکم پر کوئی فرق پڑے گا؟

اس سوال میں دو جز ہیں: (۱) انجینئر لائسنس دینے کے بعد کبھی کبھی کوئی معمولی کام بھی کر دیا کرے اور کمپنی سے یہ کام طے ہو جائے تو اب پیسہ لینا اس کے لیے جائز و درست ہوگا یا نہیں؟

(۲) کیا مسلم اور غیر مسلم کمپنیوں کے لحاظ سے حکم پر کوئی فرق پڑے گا؟ **جزء اوّل:** اس کے جواب میں مفتیان عظام کے تین موقف سامنے آئے:

**پہلا موقف:** لائسنس اور سرٹیفکیٹ والا اپنے کام کی اجرت لے تو جائز و درست ہے، یہ موقف مفتی ابوالحسن قادری، مفتی خورشید عالم برکاتی، مفتی شہاب الدین نوری، مفتی محمد نعیم نظامی، مفتی صدیق حسن قادری، مفتی شاہد علی مصباحی، مفتی ابوطالب رضوی، مفتی عزیر عالم رضوی، مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی حبیب اللہ مصباحی، مفتی عالمگیر مصباحی، مفتی احمد رضا اعظمی، مفتی شمشاد حسین بدایونی کا ہے، مذکورہ علمائے کرام کے موقف کی بنیاد یہ ہے کہ انجینئر اپنا لائسنس دینے کے بعد کمپنی میں کام کر رہا ہے اور اپنے کام کا معاوضہ لے رہا ہے لہٰذا وہ اجیر ہوا اور اجیر کو اپنے کام کی اجرت لینا جائز ہے۔

بہار شریعت میں ہے: اجیر نے اپنے نفس کو تسلیم کر دیا کہ میں حاضر ہوں، کام کے لیے تیار ہوں، کام نہ لیا جائے جب بھی اجرت کا مستحق ہے۔'' (حصہ چہارم، ص۱۰۱)

**دوسرا موقف:** یہ ہے کہ اگر کام کے ساتھ ساتھ وہ غلطی کی اصلاح بھی کرے اور اس کی اصلاح قبول کی جاتی ہو تو کام اور اصلاح

کے عوض پیسہ لینا جائز ہوگا اور اگر اسے غلط کاموں پر اصلاح کی اجازت نہ ہو تو محض کام کے عوض پیسہ لینا جائز نہ ہوگا یہ نظریہ مفتی عبدالرحمٰن قادری کا ہے۔

**تیسرا موقف**: عقد درست نہیں۔ یہ موقف قاضی فضل احمد مصباحی کا ہے، آپ لکھتے ہیں ''اب بھی یہ عقد درست نہ ہوگا کہ بہر حال کمپنی کی طرف سے ٹھیکہ دینے والوں کو دھوکہ اور فریب کا سامنا ہے۔ٹھیکہ دینے والے تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ نامزد انجینئر جس کی لیاقت مسلم ہے وہی اس کام کو انجام دے گا۔''

**جزء دوم**: سوال نمبر تین کے جزو دوم میں مفتیان عظام کے دو موقف سامنے آئے: **پہلا موقف**: یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کمپنیوں کے لحاظ سے حکما کچھ فرق نہ ہوگا۔ یہ رائے مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی، مفتی ابو الحسن قادری، مفتی خورشید عالم برکاتی، مفتی محمد نعیم نظامی، مفتی شہاب الدین احمد نوری، مفتی صدیق حسن قادری، مفتی احمد رضا اعظمی، عبدالرحمان قادری، قاضی فضل احمد مصباحی کی ہے۔

**دوسرا موقف**: مسلم اور غیر مسلم کمپنیوں کے لحاظ سے حکما فرق ہوگا، یہ موقف مفتی حبیب اللہ مصباحی، مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی ابو طالب رضوی، مفتی عالمگیر رضوی کا ہے۔ بعض مقالہ نگار حضرات نے جزو دوم سے متعلق اپنا موقف واضح نہیں کیا۔

## جوابات سوال (۴)

چوتھا سوال تھا کہ ایک انجینئر کو بیک وقت کئی کمپنیوں میں کام کرنے کی قانونا اجازت ہے تو وہ اجیر مشترک کی طرح ہوا، اگر وہ کئی کمپنیوں سے معمولی کام کے عوض بطور مذکور پیسہ حاصل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی، قاضی فضل احمد مصباحی کے علاوہ تمام مقالہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ انجینئر کو معاوضہ لینا جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کی اجرت لے رہا ہے۔ مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی، قاضی فضل احمد مصباحی کا ماننا ہے کہ ''غدر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہ رقم اس کے لیے جائز نہ ہوگی۔''

## جوابات سوال (۵)

پانچواں سوال تھا کہ کتب فقہ میں بہت سے ایسے عقود و معاملات مذکور ہیں جو پہلے ناجائز تھے مگر بعد کے فقہائے کرام نے ضرورت وحاجت اور تعامل ناس وغیرہ اسباب ستہ کی بنیاد پر جواز کا قول فرمایا تو مسئلہ دائرہ میں بھی مسلم انجینئروں یا مسلم کمپنیوں کے لیے کسی سبب کی بنیاد پر جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں دو موقف سامنے آئے:

پہلا موقف: جواز کی گنجائش ہے۔ دوسرا موقف: جواز کی ظاہرا گنجائش نہیں۔ **پہلا موقف** مفتی ابو طالب رضوی صاحب کا ہے آپ نے تعامل و ابتلا کی وجہ سے جواز کا موقف اختیار کیا۔ دوسرا موقف مفتی ابو طالب رضوی صاحب کے علاوہ تمام مفتیان کرام کا ہے۔سبھی حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ جواز کی ظاہرا کوئی گنجائش نہیں۔

بالجملہ اکثر حضرات نے کتب فقہیہ کی روشنی میں دلائل و براہین سے مزین انتہائی تحقیقی مقالات رقم فرمائے اور اپنے اپنے موقف پر ٹھوس اور مضبوط دلائل فقہیہ، عبارات صریحہ پیش کیں، سبھی کی کدو کاوش قابل صد تحسین وآفرین ہے، اللہ عزوجل ان کی کاوشات قبول فرمائے اور مسائل مبحوث عنہا میں کسی مناسب نتیجہ اور حل کی طرف رہنمائی فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

ص ۶۱ رکا بقیہ.........................................

بقائے شریعت مقدم تھی ان کو
وقار شریعت ہیں تاج الشریعہ
وہ کملی کا فتویٰ یہی کہہ رہا ہے
فراز عقیدت ہیں تاج الشریعہ
پڑھو ان کی سیرت یہ تم جان لوگے
رہ استقامت ہیں تاج الشریعہ
ادائیں تھیں ان کی بہت پیاری پیاری
نشاط نزاکت ہیں تاج الشریعہ
ہوئیں صادر ان سے کرامات عینی
نشان کرامت ہیں تاج الشریعہ

از: فیصلہ بورڈ، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

# فیصلہ

## بابت: لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو بیچنے یا کرائے پر دینے کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**سوال (۱)** کسی کام کو کرنے کی اہلیت ولیاقت اور اجازت کے ثبوت کے طور پر متعلقہ شعبہ کی طرف سے جو لائسنس یا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**الجواب (۱)** جملہ مندوبین کرام اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ کسی شخص کا لائسنس یا اس کا سرٹیفکیٹ اس شخص کی علمی لیاقت وصلاحیت و تجربہ کی سند اور وثیقہ ہے اور سند بحیثیت سند مال متقوم نہیں ہے لہٰذا لائسنس اور سرٹیفکیٹ مال متقوم نہیں ہے جیسا کہ نویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۰۔۱۱۔۱۲/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ میں باتفاق رائے یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے۔ چنانچہ فیصلہ جات شرعی کونسل میں ہے:

"سند و مارکشیٹ مال متقوم نہیں ہے بلکہ ایک وثیقہ اور علمی لیاقت کی دستاویز ہے البتہ سند سازی ایک عمل ہے اس کی اجرت لینا جائز ہے، تنویر الابصار اور رد المحتار میں ہے:
یستحق القاضی الاجر علی کتاب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی۔" [ص ۲۱۷، ۲۱۸]

**سوال (۲)** کسی بھی شخص کا اپنا لائسنس یا سرٹیفکیٹ چند سالوں کے لئے بیچنا یا کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کا کیا حکم ہے؟

**الجواب (۲)** مفتیان کرام نے بحث وتمحیص کے بعد باتفاق رائے طے کیا کہ لائسنس اور سرٹیفکیٹ کی بیع وشرا یونہی اسے کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے کہ سرٹیفکیٹ اور لائسنس مال متقوم نہیں ہے جبکہ بیع وشرا کے لئے شی کا مال متقوم ہونا ضروری ہے چنانچہ بیع کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا ہے "مبادلة المال بالمال بتراضی الطرفین" [البحر الرائق، ج ۵، ص ۲۵۶]

اور لائسنس یا سرٹیفکیٹ کو کرایہ پر دینا اس لئے جائز نہیں کہ عقد اجارہ کسی عین سے نفع مقصود کا ہوتا ہے، درمختار میں ہے "ھی تملیك نفع مقصود من العین بعوض"
[درمختار مع ردالمحتار، ج ۹ ص ۴، کتاب الاجارۃ]

اور بہار شریعت میں ہے "جس نفع پر عقد اجارہ ہو وہ ایسا ہونا چاہئے کہ اس چیز سے وہ نفع مقصود ہو اور اگر چیز سے یہ منفعت مقصود نہ ہو جس کے لئے اجارہ ہوا تو یہ اجارہ فاسد ہے۔"
[حصہ ۱۴، ص ۹۹]

جبکہ لائسنس یا سرٹیفکیٹ کا مقصود صرف صاحب لائسنس کی اہلیت اور گورنمنٹ کی طرف سے کسی کام کی اجازت کا ثبوت اور اس کا اظہار ہے اور جب اس لائسنس کی بیع وشرا اور اس کا اجارہ ناجائز ہے تو اس کے ذریعہ حاصل ہونے والا مال بھی ناجائز ہے، ردالمحتار میں ہے "لایجوز لأحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی" [ج ۳، ص ۱۹۶، باب التعزیر]

اور جب لائسنس کی بیع عدم مالیت وتقوم اور اجارہ نفع مقصود پر نہ ہونے کی بنا پر ناجائز ہے تو کسی غیر مسلم سے ایسا عقد کرکے مال حاصل کرنا درست ہوگا، ردالمحتار میں ہے "لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتة بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذلك كله طیب له" [ج ۴، ص ۱۸۸]

فتاوی رضویہ میں ہے "باقی اس کی رضا سے اس کا مال جس طرح ملے جس عقد کے نام سے ہو مسلمان کے لئے حلال ہے۔"
[ج ۷، ص ۱۰۵]

البتہ جن صورتوں میں غدر اور فریب ہو وہ غیر مسلموں سے

بھی ممنوع وحرام ہیں، ہدایہ میں ہے ”لأن مالھم مباح فی دارھم بأی طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر“ [ج ۲، ص ۷۰] واللہ تعالیٰ اعلم۔

**سوال (۳)** انجینئر لائسنس دینے کے بعد کبھی کبھی کوئی معمولی کام بھی کردیا کرے اور کمپنی سے یہ کام طے ہوجائے تو اب پیسہ لینا اس کے لئے جائز و درست ہوگا یا نہیں؟ کیا مسلم اور غیر مسلم کمپنیوں کے لحاظ سے حکم پر کوئی فرق پڑے گا؟

**الجواب (۳)** باتفاق رائے طے ہوا کہ اگر انجینئر کسی کمپنی کو لائسنس دینے کے بعد کبھی کبھی کچھ کام کردے تو جس قدر کام کرے گا اس کی اجرت کا حقدار ہوگا لیکن لائسنس کے معاوضہ لینے کا حکم وہی ہوگا جو جواب نمبر ۲ رمیں مذکور ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے ”کام کی تین حالتیں سست، معتدل، نہایت تیز، اگر مزدوری میں سستی کے ساتھ کرتا ہے گنہ گار ہے اور اس پر پوری مزدوری لینی حرام ہے اتنے کام کے لائق جتنی اجرت ہے لے“ [ج ۸، ص ۱۲۸، کتاب الاجارۃ] واللہ تعالیٰ اعلم۔

**سوال (۴)** ایک انجینئر کو بیک وقت کئی کمپنیوں میں کام کرنے کی قانوناً اجازت ہے تو وہ اجیر مشترک کی طرح ہوا، اگر وہ کئی کمپنیوں سے طے شدہ معمولی کام کے عوض بطور مذکور پیسہ حاصل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب (۴)** اجیر مشترک اپنے کام کی اجرت کا حقدار ہوتا ہے تو جس صورت میں انجینئر اجیر مشترک ہوگا اپنے کام کے اعتبار سے اجرت کا حقدار ہوگا اور اتنی اجرت لینا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**سوال (۵)** کتب فقہ میں بہت سے ایسے عقود و معاملات مذکور ہیں جو پہلے ناجائز تھے مگر بعد کے فقہائے کرام نے ضرورت و حاجت اور تعامل ناس وغیرہ اسباب ستہ کی بنیاد پر جواز کا قول فرمایا تو مسئلۂ دائرہ میں بھی مسلم انجینئروں یا مسلم کمپنیوں کے لئے کسی سبب کی بنیاد پر جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے؟

**الجواب (۵)** باتفاق رائے طے ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں اسباب ستہ میں سے کوئی سبب متحقق نہیں ہے۔ لہٰذا ان اسباب کی بنا پر جواز کی گنجائش نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ص ۵۷ رکا بقیہ..........

ہے یا خاتون کے رحم کو بالکل نکال دینا ہے۔

اگر کسی خاتون کا رحم نکال دیا گیا تو ظاہر ہے کہ اس حیض نہیں آئے گا، اب اگر اسے عدت طلاق گزارنی پڑ جائے تو وہ کس طور پر عدت گزارے گی چونکہ رحم کا اخراج کسی مرض کے سبب ہی سے ہوگا تو اب یہ عورت حیض کے معاملہ میں مریضہ کے حکم میں رکھی جائے یا کسی اور حکم میں، یونہی اگر کسی شوہر کی محرمہ مثلاً ساس کا رحم اس عورت کے رحم میں لگا دیا جائے تو یہ درست ہے یا نہیں اور پھر اس سے وطی کا کیا حکم ہوگا؟ اس طرح کے مسائل کو سامنے رکھ کر چند سوالات حاضر خدمت ہیں امید ہے کہ آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر اپنی فقیہانہ بالغ نظری سے کام لیتے ہوئے درج ذیل سوالات کے تشفی بخش جوابات سے نوازیں گے۔

**سوال (۱)** اگر عورت کی بچہ دانی میں کوئی خطرناک بیماری ہو جائے اور ڈاکٹر جانچ کے بعد یہ مشورہ دے کہ بچہ دانی کو نکالنا ضروری ہے ورنہ جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے تو اس صورت میں بچہ دانی کو نکالنا جائز و درست ہے یا نہیں؟

**سوال (۲)** حیض آنے کے لیے کیا رحم کا ہونا ضروری ہے اگر رحم نکال دیا گیا ہو اور خون آجائے تو اس حیض مانا جائے یا نہیں؟ طبی اور شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرمائیں۔

**سوال (۳)** جس عورت کا رحم نکال دیا جائے تو وہ عدت کے معاملہ میں مریضہ کہلائے گی یا آئسہ جو بھی حکم ہو جزئیات سے مزین کر کے پیش فرمائیں۔

**سوال (۴)** اگر کسی عورت کے رحم کو نکال کر ایسی عورت کا رحم لگا دیا جائے جو شوہر کے محرمات میں سے ہے تو اب وہ شوہر اپنی اس عورت سے قربت کرسکتا ہے یا نہیں؟

ص ۶۲ رکا بقیہ..........

رائے سے یہ فیصلہ لیا گیا کہ موجودہ ملکی حالات سازگار ہوتے ہی مذہبی وسیاسی احوال کے تناظر میں ماہنامہ ”نور مصطفیٰ“ پٹنہ کا خصوصی شمارہ بنام ”اذن عام نمبر“ منظر عام پر لایا جائے۔

رپورٹ: اراکین علمائے اہل سنت بہار

از: مفتی محمد اختر حسین قادری، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی

# سوال نامہ

## حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لیے احرام کا مسئلہ

آج کل برق رفتار سواریوں اور تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں کی بنا پر اور وسائل آمد ورفت کی کثرت وسہولت کی وجہ سے اہل مکہ مکرمہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آجانا چوبیس گھنٹے میں کئی کئی بار ہو جاتا ہے، یوہی حجاز مقدس کے دوسرے شہروں کے باشندے مختلف اغراض ومقاصد کے تحت بار بار مکہ مکرمہ آتے جاتے رہتے ہیں خاص کر کمپنیوں کے ملازمین ٹیکسی ڈرائیور حضرات کو حدود حرم بلکہ حدود میقات سے بھی باہر جانا آنا ہوتا رہتا ہے۔

فقہائے کرام نے کتب حدیث وفقہ کی روشنی میں یہ صراحت فرمادی ہے کہ حدود میقات کے اندر رہنے والا (غیر آفاقی مکی) اگر ضرورت کے پیش نظر بار بار مکہ مکرمہ جاتا آتا ہوتا اسے ہر بار احرام باندھنا ضروری نہیں ہے بلکہ بلا احرام بھی مکہ مکرمہ آ جا سکتا ہے، چنانچہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: من کان داخل المیقات له ان یدخل مکة بغیر احرام لحاجته لانه یکثر دخول مکة وفی ایجاب الاحرام فی کل مرة حرج بین۔ (فتح القدیر، ج ۳ ص ۴۲۵)

علامہ اجل امام بدر الدین عینی قدس سرہ رقم طراز ہیں: وقال ابن عمر لا اعلم خلافا بین فقهاء الامصار فی الحطابین بذالك لما علیهم فیه من المشقة۔ (عمدۃ القاری، ج ۳ ص ۴۲۵)

مگر فقہائے کرام کے یہ ارشادات خاص کر ان حضرات کے لیے ہیں جو داخل میقات بلفظ دگر مکی ہوں اور ان کا ضرورت کے تحت بار بار مکہ مکرمہ آنا جانا ہوتا ہو۔ رہے وہ لوگ جو حدود میقات سے باہر بلفظ دگر آفاقی ہوں فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ان کو بغیر احرام میقات کے اندر آنا جانا جائز نہیں ہے خواہ وہ حج و عمرہ کے لیے آئیں یا کسی اور غرض سے آئیں اگر انہیں مکہ مکرمہ آنا ہے تو احرام میں ہی آنا ہوگا، چنانچہ ہدایہ میں ہے: ثم الآفاقی اذا انتهی الیها علی قصد دخول مکة علیه ان یحرم قصد الحج او العمرة اور لم یقصد عندنا لقوله علیه السلام لایجازوا احد المیقات الا محرما ولان وجوب الاحرام لتعظیم هذه البقعة الشریفة فیستوی فیه الحاج والمعتمر وغیرها۔“ (الہدایہ، ج ۲ ص ۲۱۴)

آپ جیسے صاحب بصیرت اور بالغ نظر حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ جو آفاقی ملازمت یا ڈرائیوری وغیرہ کے پیش نظر متعدد بار مکہ مکرمہ جاتا آتا ہو اسے ہر بار احرام میں ہی جانے کا حکم دینا کس قدر حرج ومشقت کا باعث ہے، اب ایک طرف حکم شرع اور دوسری طرف لوگوں کی ضرورت ومجبوری اور پریشانی ہے حالات میں جو آفاقی چوبیس گھنٹے میں کئی بار مکہ مکرمہ جاتا رہتا ہو اس کے لئے کیا حکم ہونا چاہئے اس حوالے سے چند سوالات حاضر خدمت ہیں امید قوی ہے کہ آپ اپنی فقیہانہ بالغ نظری سے ان کا تسلی بخش جواب تحریر فرما کر شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے ذریعہ امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

(۱) آفاقی کے لئے احرام باندھنا صرف حج وعمرہ کی صورت میں خاص ہے یا مطلق دخول مکہ مکرمہ کی صورت میں یہ حکم ہے؟

(۲) جو غیر آفاقی بار بار حرم میں آتا جاتا ہو مثلا لکڑ ھارے وغیرہ فقہائے کرام نے اس کے لئے احرام کس بنا پر لازم نہیں فرمایا؟

(۳) اگر کوئی آفاقی بار بار مکہ آتا جاتا ہو تو اس ”خطابین“ کے ساتھ لاحق کر ساتھ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

# تلخیص مقالات بعنوان

## حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لیے احرام کا مسئلہ

از: مفتی خورشید عالم، استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

(۴) اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر کر سکتے ہیں تو مناط الحاق کیا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذہب اسلام کی نشر واشاعت کے لیے انبیائے کرام کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور وہ اپنا کام انجام دیتے رہے لیکن اللہ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیج کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا، اب اسی کام کے لیے اللہ نے علمائے ربانیین کو منتخب فرمایا اور انہیں کے سر یہ ذمہ داری ڈالی کہ نو پید مسائل کو قرآن وحدیث اور اقوال مجتہدین و جزئیات فقہیہ کی روشنی میں حل فرما کر عوام الناس کی رہنمائی فرمائیں۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا سترہواں فقہی سیمینار ۱۳-۱۴-۱۵/ مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۱۷-۱۸-۱۹/ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز جمعہ سنیچر اتوار منعقد ہو رہا ہے، جس میں زیر بحث عنوان "حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لیے احرام کا مسئلہ" رکھا گیا، اس کے مرتب حضرت مفتی اختر حسین صاحب قبلہ جمدا شاہی ہیں، اس موضوع پر کل اب تک پچیس مقالات موصول ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی عالمگیر مصباحی راجستھان، مفتی ابو طالب سلطانپور، مفتی حبیب اللہ پچپڑوا، مولانا ابصار احمد مرکزی بریلی شریف، مولانا تسلیم خاں مرکزی بریلی شریف، مولانا نعیم نظامی برکاتی خلیل آباد، مفتی احمد رضا اعظمی امرڈوبھا، مولانا اشفاق احمد رضوی کیرالا، مولانا معراج عالم مرکزی بریلی شریف، مولانا رضوان عالم مرکزی بریلی شریف، مفتی عبد الرحمن قادری بہرائچ شریف، مفتی شہاب الدین احمد نوری براؤں شریف، مفتی شمشاد حسین رضوی بدایوں، مفتی محمد ابو الحسن قادری گھوسی، مفتی افروز عالم نوری بریلی شریف، مولانا شکیل احمد رامپوری بریلی شریف، مولانا شہزاد رضا مرکزی بریلی شریف، مولانا شاہد رضا بریلی شریف، مولانا صدیق حسن قادری بہرائچ شریف، مفتی قاضی فضل احمد مصباحی بنارس، مفتی شاہد علی مصباحی بہرائچ، مفتی عابد حسین قادری نوری جمشید پور، مولانا خورشید عالم برکاتی گھوسی، مفتی عزیر عالم بسڈیلہ، مفتی شمشاد احمد گھوسی، مفتی انیس عالم سیوانی لکھنؤ، مفتی شیر محمد راجستھان۔

**سوال** (۱) آفاقی کے لیے احرام باندھنا صرف حج وعمرہ کی صورت میں خاص ہے یا مطلق دخول مکہ مکرمہ کی صورت میں یہ حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریبا سارے مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ احناف کے نزدیک آفاقی کے لیے احرام باندھنا صرف حج وعمرہ کی صورت میں خاص نہیں بلکہ یہ حکم مطلق دخول مکہ مکرمہ کی صورت میں ہے کہ احرام باندھ کر حرم میں داخل ہونا لازمی ہے خواہ حج وعمرہ کا قصد کرے یا نہ کرے، اس لیے کہ احرام باندھنے کا یہ وجوب کعبہ معظّمہ کی تعظیم وتوقیر کے پیش نظر ہے حج وعمرہ کی وجہ سے نہیں "لان وجوب الاحرام تعظیم هذه البقعة الشريفة فيستوى فى الحاج و المعتمر و غيرها" البتہ مفتی شمشاد حسین بدایونی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہائے کرام کی یہ تصریح "عمومی حالت کی تعبیر ہے" ہاں ایک خصوصی حالت ایسی بھی ہوتی ہے جس میں احرام کے ساتھ بار بار آنا جانا باعث حرج عظیم ہوا کرتا ہے اور حرج عظیم مدفوع بالنص ہے کما قال اللہ تعالیٰ "يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے "وما جعل عليكم فى الدين من حرج" اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے "مطلق دخول

مکہ مکرمہ کی صورت میں احرام باندھنے کا حکم نہیں بلکہ اس خاص صورت میں احرام باندھنے کا حکم ہے جو حرج کا باعث نہ ہو، اور جہاں حرج عظیم کا باعث ہوگا وہاں احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا کہ بندہ اس کا متحمل نہیں، عالمگیری میں ہے ”ولا یجوز للآفاقی ان یدخل مکة بغیر احرام نوی النسك اولا و لو دخلها فعلیه حجة او عمرة کذا فی محیط السرخسی۔“ (ج۱ص۲۴۵)

ہدایہ میں ہے: ثم الآفاقی إذا انتھی الیھا علی قصد دخول مکة علیه ان یحرم قصد الحج او العمرة أولم یقصد عندنا لقوله علیه السلام لا یجاوز احد المیقات الا محرما ولان وجوب الاحرام لتعظیم ھذہ البقعة الشریفة فیستوی فیه الحاج والمعتمر وغیرھما۔ (کتاب الحج، جلد۲رصفحہ ۲۱۴)

بہار شریعت میں ہے: میقات اس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کے جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔ (ج۱ص۱۰۶۷)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: الآفاقی ومن کان خارج المیقات اذا قصد مکة لحجة او عمرة او لحاجة اخریٰ لا یجاوز المیقات الا محرما۔ (ج۱ص۲۸۴)

درمختار میں ہے: و حرم تاخیر الاحرام عنها لمن قصد دخول مکة و لو لحاجة، وقال الشامی کمجرد الرویة والنزھة او التجارة۔ (ج۳رص۴۸۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: باہر سے مکہ معظّمہ کا قصد کرنے والے کو بغیر احرام ان میقات سے آگے بڑھنا حرام ہے۔ (جدید ج۱ص۷۹)

**سوال** (۲) جو غیر آفاقی بار بار حرم میں آتا جاتا ہو مثلاً لکڑ ہارے وغیرہ، فقہائے کرام نے اس کے لیے کس بنا پر احرام لازم نہیں کیا ہے؟

**جواب** (۲) اس سوال کے جواب میں تقریباً سارے مقالہ نگار حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جو غیر آفاقی بار بار حرم میں آتا جاتا ہے مثلاً حطابین وغیرہ اس کے لیے فقہائے کرام نے حرج و مشقت کی بنیاد پر احرام کو لازم نہیں فرمایا ہے۔

فتح القدیر میں ہے: من کان داخل المیقات له ان یدخل مکة بغیر احرام لانه یکثر بدخول مکة و فی ایجاب الاحرام فی کل مرة حرج بین۔“ (ج۳رص۴۲۵)

قرآن پاک میں ہے: وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔“ (پ۱۷رع۱۷)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: وقال ابن عمر لا اعلم خلافا بین فقھاء الامصار فی الحطابین بذلك لما علیھم فیه من المشقة۔“ (عمدۃ القاری ج۱ص۲۵)

مجمع الانہر میں ہے: ویحل لمن هو داخلها المواقیت دخول مکة لحاجةٍ لا للنسك غیر محرم لان فی ایجاب الاحرام علیها فی کل مرة حرجا لانه یکثر دخوله لحوائجه فصار کالمکی۔ (ج۱رص۳۹۲)

بدائع الصنائع میں ہے: و یجوز لمن کان من اهل هذا المیقات و ما بعده دخول مکة لغیر الحج او العمرة بغیر احرام لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه رخص للحطابین أن یدخلوا مکة بغیر احرام و لان مصالح اهل البستان تتعلق بمکة فیحتاجون الی الدخول فی کل وقت فلو منعوا من الدخول الا باحرام لوقعوا فی الحرج وأنه منفی شرعاً۔ (ج۲ص۳۷۶)

البتہ مفتی احمد رضا صاحب تنویر الاسلام امرڈوبھا، فرماتے ہیں کہ احرام لازم نہ ہونے میں کئی وجہیں ہیں ایک تو حرج ومشقت، دوسرے یہ کہ داخل میقات فناء حرم ہے تو جس طرح اہل حرم کے لیے بہت سے احکام شرع ہیں مثلاً یہ کہ وہ حج تمتع اور حج قران نہیں کر سکتے اور ان پر ہر مرتبہ حرم میں آنے جانے کے لیے احرام لازم نہیں اسی طرح داخل میقات رہنے والے کے لیے بھی یہی احکام ہیں، لان الفناء له احکام کثیرة من احکام البیت۔

**سوال** (۳) اگر کوئی آفاقی بار بار مکہ مکرمہ آتا جاتا ہو تو اسے حطابین کے ساتھ لاحق کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**جواب** (۳) اس سلسلے میں دو موقف سامنے آئے: **پہلا موقف** یہ کہ اگر کوئی آفاقی بار بار مکہ مکرمہ آتا جاتا ہو تو اسے حطابین کے ساتھ لاحق کر سکتے ہیں۔ یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے: مفتی ابو الحسن صاحب جامعہ امجدیہ، مفتی عابد حسین صاحب جمشید پور، مفتی شہاب الدین صاحب براؤں شریف، مفتی حبیب اللہ صاحب پچپڑوا، مفتی نعیم نظامی صاحب بحر العلوم خلیل آباد، مفتی محمد تسلیم خاں جامعۃ الرضا، مفتی محمد معراج عالم جامعۃ الرضا، مفتی قاضی فضل احمد صاحب بنارس، مفتی محمد رضوان عالم جامعۃ الرضا، مفتی محمد عبد الرحمن قادری بہرائچ شریف، مفتی محمد افروز عالم منظر اسلام بریلی شریف، مفتی شکیل احمد جامعۃ الرضا، محمد شہزاد رضا جامعۃ الرضا، مفتی محمد ابصار احمد جامعۃ الرضا، مفتی محمد صدیق حسن بہرائچ شریف، مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی محمد عالمگیر رضوی راجستھان، مفتی محمد شمشاد حسین بدایوں، مفتی محمد شاہد رضا جامعۃ الرضا، مفتی ابو طالب سلطان پور، مفتی شاہد علی بہراچ شریف۔

عمدۃ القاری میں ہے: قال ابو عمر لا اعلم خلافا بین فقهاء الامصار فی الحطابین و من ید من الاختلاف الی مکة و یکثرہ فی الیوم و اللیلة انهم لا یأمرون بذلك لما علیهم فیه من المشقة۔

**دوسرا موقف:** یہ ہے کہ آفاقی کو حطابین کے ساتھ لاحق نہیں کر سکتے یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے: مفتی احمد رضا امرڈوبھا، مفتی اشفاق احمد کیرلا، مفتی عزیر عالم بسڈیلہ۔

بہار شریعت میں ہے: مکہ والے اگر کسی کام سے بیرون حرم جائیں تو انہیں واپسی کے لیے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام واپس آنا انھیں جائز نہیں۔

بحر الرائق میں ہے: المکی اذا خرج من الحرم لحاجة له ان یدخل مکة بغیر احرام بشرط ان لا یکون جاوز المیقات کالآفاقی فان جاوزہ فلیس له ان یدخل مکة من غیر احرام لانه صار آفاقیا۔ (ج ۲ ص ۵۶۰)

**سوال** (۴) اگر نہیں تو کیوں اور کر سکتے ہیں تو مناط الحاق کیا ہے۔

**جواب** (۴) اس سلسلے میں حطابین کے ساتھ لاحق کرنے والے سارے مقالہ نگار اس بات کے قائل ہیں کہ مناط الحاق حاجت و مشقت دفع حرج ہے لان الحرج مدفوع بالنص وقال تعالیٰ: وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔"

وہ لوگ جو حطابین کے ساتھ لاحق کے قائل ہیں ان میں سے مفتی عزیر عالم صاحب فرماتے ہیں: صحت قیاس کی شرطوں سے یہ ہے کہ فرع منصوص علیہ نہ ہو، اصول الشاشی میں ہے "ان لا یکون الفرع منصوصا علیه" اور یہاں فرع آفاقی ہوا اور آفاقی کے بارے میں نص وارد ہے "لا یجاوز احد المیقات الا محرما" تو نص وارد ہونے کی وجہ سے الحاق نہیں کیا جا سکتا اور الحاق اس وقت ہوتا جب نص نہ ہوتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نیز مفتی اشفاق صاحب فرماتے ہیں کہ آفاقی کے لیے حیلہ موجود ہے لہٰذا ضرورت کے وقت اس حیلہ کو اختیار کرے اور بلا احرام بالقصد حدود حرم میں جانا درست نہ ہوگا، اگر ضرورت کی وجہ سے آفاقی کو بھی بلا احرام حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے تو پھر فقہائے کرام کا یہ بیان کردہ حیلہ بہت حد تک بے سود ہو جائے گا۔

آگے فرماتے ہیں "کہ جس آفاقی کا بار بار میقات سے گزرنا ہوتا ہے اس کے لیے حرج ہے، اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ سکونت حل میں کرے وہاں سے مکہ بغیر احرام جا سکتا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو میقات سے گزرتے وقت حل کا ارادہ کرے اور حل سے مکہ کو جائے حل جانے کا پہلے ارادہ ہو پھر مکہ مکرمہ کا فقہائے اسلام نے یہ حیلہ تحریر فرمایا کہ حرام سے نجات پائے اور حیلہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ حرام سے نجات پائے یا حلال تک پہنچے اور آگے فرماتے ہیں کہ "حرج کا اعتبار وہاں ہوگا جہاں نص نہ ہو، الاشباہ و النظائر میں ہے: المشقة و الحرج انما یعتبر فی موضوع لا نص فیه واما مع النص بخلافه فلا۔

◆◆◆

# فیصلہ

## بابت: حدود حرم میں بار بار آنے جانے والے آفاقیوں کے لیے احرام کا مسئلہ

از: فیصل بورڈ، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال (۱) آفاقی کے لئے احرام باندھنا صرف حج وعمرہ کی صورت میں خاص ہے یا مطلق دخول مکہ مکرمہ کی صورت میں یہ حکم ہے؟

الجواب (۱) باتفاق جملہ مندوبین کرام طے ہوا کہ آفاقی کے لئے احرام باندھنے کا حکم صرف حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم مطلق دخول مکہ مکرمہ کی صورت میں ہے لہٰذا مکہ مکرمہ کا قصد کرنے والے ہر آفاقی کے لئے لازم ہے کہ حدودِ میقات سے حالت احرام میں ہی تجاوز کرے۔

ہدایہ میں ہے "ثم الآفاقی اذا انتھیٰ الیھا علیٰ قصد دخول مکۃ علیہ ان یحرم قصد الحج او العمرۃ او لم یقصد عندنا لقولہ علیہ السلام لا یجاوز احد المیقات الا محرما ولأن وجوب الاحرام لتعظیم ھٰذہ البقعۃ الشریفۃ فیستوی فیہ الحاج والمعتمر وغیرھما۔"

[ج ۲، ص ۲۱۴، مجلس برکات]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز للآفاقی ان یدخل مکۃ بغیر احرام نوی النسك او لا۔" [ج ۱، ص ۲۴۵] واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲) جو غیر آفاقی بار بار حرم میں آتا جاتا ہو مثلاً لکڑہارے وغیرہ فقہائے کرام نے اس کے لئے احرام کس بنا پر لازم نہیں فرمایا؟

الجواب (۲) جملہ مندوبین عظام اس امر پر متفق ہیں کہ جو غیر آفاقی بار بار حرم میں آتا جاتا ہو، مثلاً حطابین وغیرہ، ان کے لئے فقہائے کرام نے ارشادِ حدیث پاک کے پیش نظر حرج ومشقت کی بنا پر احرام باندھنا لازم نہیں فرمایا ہے بلکہ بغیر احرام انہیں حرم میں جانے کی اجازت ہے۔

حدیث شریف میں ہے "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رخص للحطابین ان یدخلوا مکۃ بغیر احرام۔"

[بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۳۷۵]

مبسوط میں ہے "وھٰذا لأنا لو الزمناھم الاحرام فی کل وقت کان علیھم من الضرر مالا یخفیٰ فربما یحتاجون الیہ فی کل یوم فلھٰذا جوزنا لھم الدخول بغیر احرام"

[ج ۲، ص ۵۱۴، باب المواقیت، دار الفکر]

عمدۃ القاری میں ہے "وقال ابو عمر لا اعلم خلافا بین فقھاء الامصار فی الحطابین ومن یدمن الاختلاف الیٰ مکۃ ویکثرہ فی الیوم واللیلۃ انھم لا یأمرون بذلك لما علیھم فیہ من المشقۃ۔" [ج ۷، ص ۵۳۵-۵۳۶، باب دخول الحرم ومکۃ بغیر احرام] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال (۳) اگر کوئی آفاقی بار بار مکہ مکرمہ آتا جاتا ہو تو اسے "حطابین" کے ساتھ لاحق کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب (۳) اس موضوع کا کلیدی سوال یہ تھا کہ اگر کوئی آفاقی بار بار مکہ مکرمہ آتا جاتا ہو تو اسے حطابین کے ساتھ لاحق کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں محققین کرام اور مفتیان عظام نے خوب بحث ومباحثہ فرمایا اور طویل علمی مذاکرہ کے بعد بھی کسی ایک موقف پر متفق نہ ہو سکے اور دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس کی گئی اس لئے نمبر تین اور چار کے جواب میں مزید غور کرنے کے لئے ان کو آئندہ پر رکھ دیا گیا ہے۔

نوٹ: مندوبین کرام "فتاویٰ رضویہ" جلد ۳، ص ۶۵۶ تا ۶۵۹ کا خصوصی مطالعہ فرما کر تشریف لائیں۔

◆◆◆

از: مفتی محمد اختر حسین قادری، دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی ضلع بستی

# سوال نامہ

## عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل



اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احکام نافذ فرمائے ہیں ان میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہیں بندوں کے عقول و اذہان کبھی ان حکم ومصالح میں سے کچھ پر واقف ہو جاتے ہیں اور کبھی نہیں مگر اہل ایمان ان سب پر یقین واطمینان رکھتے ہیں، اللہ جل جلالہ کے پسندیدہ دین اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ کے لیے جو اصول وقوانین متعین فرما دیئے ہیں عقل انسانی ان سے بہتر تو کیا ان کے مساوی بھی پیش کرنے سے عاجز ہے، بس بندۂ وفا شعار کا کام ہے کہ ان کو دل وجان سے مانے اور ان پر عمل پیرا ہو کر اللہ ورسول کی رضا حاصل کرے۔

اسلام نے عائلی زندگی کے حوالے سے جو احکام عطا فرمائے ہیں ان میں مطلقہ اور وفات یافتہ شوہر کی زوجہ کے لیے ''عدت'' کا مسئلہ کتب دینیہ میں بڑی تفصیل سے مذکور ومسطور ہے، عدت سے متعلق قرآن کریم میں یوں مذکور ہے: والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروٓء (البقرة ۲۲۸) ان آیات مبارکہ سے ''عدت'' کے متعلق مختلف عورتوں کے احکام الگ الگ واضح ہیں جو آپ جیسے اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔

اور آیات طیبہ میں خاص کر والی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر و الی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (الطلاق ۴) کے پیش نظر فقہائے کرام نے عدت مطلقہ کے حوالے سے جو فرمایا اس کی روشنی میں حیض نہ آنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ابھی حیض آنے کی عمر میں نہیں ہوئی (۲) حیض آنے کی عمر ختم ہو گئی جسے آئسہ کہا جاتا ہے (۳) حیض آنے کی عمر ہو چکی مگر ابھی تک حیض نہیں آیا (۴) بالغہ ہونے پر حیض آیا مگر پھر بند ہو گیا مگر پھر بند ہو گیا سن ایاس کو بھی نہیں پہنچی ہے۔

کتب فقہ میں عدت سے متعلق یہ تفصیل بھی مذکور ہے، چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: لو کانت المطلقة صغیرة او آئسة وھی حرة فعدتھا ثلثة اشھر۔ (ج ا/ص ۵۴۹)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اذا طلق الرجل امراته بائنا اور رجعیا اور ثلاثا او وقعت الفرقة بنھما بغیر طلاق وھو حرة ممن تحیض فعدتھا ثلاثة اقراء۔ (ج ا/ص ۵۲۶)

درمختار میں ہے: والعدة فی حق من لم تحض حرة ام ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بأن بلغت سن الایاس او بلغت بالسن و خرج بقوله ولم تحض الشابة الممتدة بالطھر بأن طھرھا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ سن الایاس جوھرة وغیرھا۔ (ج ۵/ص ۲۷)

بہار شریعت میں عدت کی تفصیل کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا: اگر عورت کو حیض نہیں آتا ہے کہ ابھی ایسے سن کو نہیں پہنچی یا سن ایاس کو پہنچ چکی ہے یا عمر کو حسابوں بالغہ ہو چکی ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو عدت تین مہینے ہے ''عورت کو حیض آچکا ہے مگر اب نہیں آتا اور ابھی سن ایاس کو بھی نہیں پہنچی ہے اس کی عدت بھی حیض سے ہے جب تک تین حیض نہ آلیں یا سن ایاس کو نہ پہنچے اس کی عدت ختم نہیں ہو سکتی۔'' (ج ۸/ص ۲۳۵)

اس تفصیل کی روشنی میں اصل موضوع پر آپ کی توجہ درکار ہے، معاملہ یہ ہے کہ آج میڈیکل سائنس کی حیرت انگیز ترقی سے جہاں بہت ساری آسانیاں فراہم ہو گئی ہیں وہیں بیشمار مسائل بھی کھڑے ہو گئے ہیں ان میں ایک مسئلہ رحم مادر کے اخراج اور پھر کسی خاتون کے رحم کو اس جگہ سیٹ کر دینا ہے بقیہ ص ۵۱/ پر

# تلخیص مقالات بعنوان

## عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل

از: مفتی ابو یوسف محمد قادری، استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

آج اس مبارک دن میں ملک کے گوشہ گوشہ سے چنندہ ماہر مفتیان کرام کی ایک جماعت شہر محبت بریلی شریف کے عظیم ادارہ جامعۃ الرضا میں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سترہویں فقہی سیمینار میں حاضر ہے اور دنیا میں پیدا شدہ نت نئے مسائل کی تحقیق و تنقیح کے بعد شرعی نقطۂ نظر سے ان مسائل کے احکام شرعیہ کو بیان کرتی ہے، ان ہی نئے مسائل میں ایک مسئلہ ''عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل'' ہے جس کے مرتب حضرت مفتی اختر حسین علیمی جمدا شاہی ہیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے مندوبین کرام نے اس عنوان پر اپنی تحقیق نایاب کو پیش کیا تمام مقالات ۸۵/ صفحات پر مشتمل ہیں جس کی تلخیص راقم الحروف ابو یوسف محمد قادری نے کی، مقالہ نگار مفتیان کرام کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب قبلہ پچپڑوا، مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی شاہد علی بہرائچ، مفتی عابد حسین جمشید پور، مفتی عالمگیر راجستھان، مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی شہاب الدین احمد نوری براؤں شریف، مفتی ابو طالب سلطانپور، مفتی احمد رضا، امر ڈوبھا مفتی شمشاد احمد گھوسی، مفتی اشفاق احمد کیرلا، مفتی محمد نعیم نظامی خلیل آباد، مفتی شیر محمد راجستھان، مفتی محمد عبد الرحمن بہرائچ، مفتی قاضی فضل احمد بنارس، مفتی عزیر عالم بسڈیلہ، مفتی محمد صدیق حسن بہرائچ، مفتی شکیل احمد بریلی شریف، مفتی شہزاد رضا بریلی شریف، مفتی عاقل رضوی بریلی شریف، مفتی شاہد رضا بریلی شریف، مفتی گلزار احمد بریلی شریف، مفتی شہزاد حسین بریلی شریف، مفتی ابصار احمد بریلی شریف، مفتی معراج عالم بریلی شریف، مفتی اختر حسین جمدا شاہی صاحبان۔

**سوال (۱)** اگر عورت کی بچہ دانی میں کوئی خطرناک بیماری ہو جائے اور ڈاکٹر جانچ کے بعد یہ مشورہ دے کہ بچہ دانی کو نکالنا ضروری ہے ورنہ جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے تو اس صورت میں بچہ دانی کو نکالنا جائز و درست ہے یا نہیں؟

**جواب (۱)** اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار مفتیان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کی بچہ دانی ہو یا اعضائے انسانی کا کوئی عضو اگر اس میں کوئی ایسی بیماری ہو جائے جس سے جان جانے کا خطرہ ہو یا اس کی وجہ سے کسی دوسرے عضو کے معطل ہونے کا خطرہ اور ظن غالب ہو اور جانچ کی رپورٹ اور ماہر ڈاکٹر کی رائے بھی اس کی تصدیق کرے تو شرعاً ایسے متاثرہ لوگوں کو اس عضو کو اپنے جسم سے جدا کرانے کی اجازت ہے۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے ''**الضرورات تبیح المحظورات**''

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے ''**لا بأس بقطع العضو إن وقعت فيه الآكلة لئلا تسري**'' (ج ۵/ ص ۳۶۰)

**سوال (۲)** حیض آنے کے لیے کیا رحم کا ہونا ضروری ہے اگر رحم نکال دیا گیا ہو اور خون آ جائے تو اسے حیض مانا جائے یا نہیں؟ طبی اور شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرمائیں۔

**جواب (۲)** تمام مقالہ نگار مفتیان کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ حیض آنے کے لیے رحم کا ہونا شرط ہے کیوں کہ فقہاء اسلام اور اطبا نے حیض کی تعریف میں رحم کی قید لگائی ہے جیسا کہ کتب فقہیہ میں حیض کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱/ باب الحیض میں ہے ''**فإنه اسم لدم خارج من رحم المرأة**'' اور شرح الوقایہ اوّل میں ہے: **الحيض هو دم ينفضه**

رحم امرأة بالغة لاداء بها ولم تبلغ الإياس.

ان تعریفات میں صراحتاً رحم کی قید مذکور ہے، اب اگر رحم نکالنے کے بعد بھی عورت خون دیکھے تو وہ حیض کا نہ ہوگا بلکہ کسی رگ کا ہے جس کو اصطلاح فقہ میں استحاضہ کہتے ہیں۔ طب کی مشہور ومعروف کتاب ''حاذق'' میں ہے: مستورات میں ماہواری ایام کا خون رحم ہی سے آتا ہے۔ (صفحہ ۳۲۶)

**سوال (۳)** جس عورت کا رحم نکال دیا جائے تو وہ عدت کے معاملہ میں مریضہ کہلائے گی یا آئسہ؟ جو بھی حکم ہو جزئیات سے مزین کر کے پیش فرمائیں۔

**جواب (۳)** اس سوال کے جواب میں کل تین موقف سامنے آئے جو حسب ذیل ہیں:

**موقف اوّل:** مفتی قاضی فضل احمد مصباحی رقمطراز ہیں: ایسی عورت آئسہ نہیں کہلا سکتی کہ اس کے لیے اس عمر تک پہنچنا لازم ہے جس کے بعد حیض نہ آتا ہو اور یہ عورت ابھی اس عمر تک نہیں پہنچی تو اسے آئسہ نہیں کہہ سکتے وہ مریضہ ہی ہے مگر اس کی عدت مہینوں سے شمار ہوگی، ردالمحتار، ج ۲ رص ۶۰۳ رمیں ہے'' و یؤیدہ ما فی التتارخانیة عن الینابیع امرأة ما رأت الدم ھی بنت ثلاثین سنة مثلا رأت یوما دما لا غیر ثم طلقھا زوجھا قال لیست بآئسة و قال ابو جعفر تعتد بالشھور لأنھا من اللائی لم یحضن وبه نأخذ۔''

**موقف دوم:** مفتی احمد رضا صاحب فرماتے ہیں: جس عورت کا رحم نکال دیا گیا وہ بضرورت حکماً آئسہ بمعنی ممتدۃ الطھر ہے اس لئے کہ اسے حیض آ چکا ہے اور ابھی وہ سن ایاس کو پہنچی نہیں ہے اس لیے اسے ممتدۃ الطھر عورت کی طرح عدت طلاق گزارنے کا حکم دیا جائے گا اور ایسی عورت کے بارے میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ وہ سن ایاس کو پہنچ کر مہینوں سے عدت پوری کرے، البتہ حرج شدید لاحق ہونے کا گمان غالب ہو تو ایسی عورت کو بضرورت حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کی اجازت ہے کہ وہ مکمل ایک سال تک عدت گزارے۔

**موقف سوم:** یہ موقف ان مذکورہ دو حضرات کے علاوہ تمام مفتیان کرام کا ہے ایسی عورت عدت طلاق گزارنے کے معاملہ میں آئسہ کے حکم میں ہے اگرچہ عمر کے اعتبار سے آئسہ کے لیے شرعاً جو مدت مقرر ہے وہاں تک نہیں پہنچی ہے کیونکہ حکم آئسہ لگانے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ عمر کی اس حد تک پہنچے بلکہ یہ ضروری ہے خون حیض کے پیدا ہونے سے مایوس ہو جائے اور ایسی عورت جس کا رحم نکال دیا گیا ہے وہ خون حیض سے مایوس ہو چکی ہے کیونکہ بغیر رحم کے حیض نہیں آسکتا'' وفی البحر عن تاتارخانیة بلغت فرأت ثم انقطع حتی مضت سنة ثم طلقھا فعدتھا بالأشھر۔'' (ج۳رص ۵۰۸)

**سوال (۴)** اگر کسی عورت کا رحم نکال کر ایسی عورت کا رحم لگا دیا جائے جو شوہر کی محرمات میں سے ہو تو اب وہ شوہر اپنی اس عورت سے قربت کر سکتا ہے یا نہیں؟

**جواب (۴)** اس بات پر سارے مقالہ نگار مفتیان کرام متفق ہیں کہ عورت کے رحم کو نکال کر دوسری عورت کا رحم لگانا خواہ محرمات سے ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں بلا ضرورت شرعی حرام وناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔

اگر اس فعل شنیع کے باوجود کسی نے تبدیلی رحم کرا لیا تو کیا شوہر اس سے وطی کر سکتا ہے یا نہیں تو اس بارے میں چند اقوال سامنے آئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

**قول اوّل:** جسم سے جو عضو علاحدہ ہوا وہ مردار کے حکم میں ہے اور نجس ہے مگر جب اس کو جسم سے جوڑ دیا جائے اور اس میں زندگی آ جائے تو وہ مردار اور نجس نہیں بلکہ وہ عضو طاہر ہو کر لوٹے گا، الاشباہ، ج ۱ رص ۴۱۷ رمیں ہے'' الجزء المنفصل من الحی کمیتة کالأذن المقطوعة و السن الساقطة الا فی حق صاحبه فطاھر۔''

مذکورہ بالا عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ جسم کا عضو منفصل جب دوبارہ جسم کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور اس میں زندگی آ جائے تو وہ نجاست وطہارت میں اسی جسم کے تابع ہو جاتا ہے جس کے ساتھ اس کو جوڑا گیا ہے اس لیے جس عورت کی بچہ دانی تبدیل کی گئی اور شوہر کے محرمات میں سے کسی عورت کی بقیہ ص ۴۰ رپر

تحقیقات

# فیصلہ

## بابت: عورت کی بچہ دانی نکالنے یا تبدیل کرنے سے متعلق چند اہم مسائل

از: فیصل بورڈ، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

**سوال (۱)** اگر عورت کی بچہ دانی میں کوئی خطرناک بیماری ہو جائے اور ڈاکٹر جانچ کے بعد یہ مشورہ دے کہ بچہ دانی کو نکالنا ضروری ہے ورنہ جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے تو اس صورت میں بچہ دانی کو نکالنا جائز و درست ہے یا نہیں؟

**الجواب (۱)** جملہ مندوبین کرام اس امر پر متفق ہیں کہ عورت کا رحم نہ نکالنے کی صورت میں اگر ہلاکت جان کا ظن غالب ہو تو اس کا نکلوانا جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا بأس بقطع العضو ان وقعت فیه الاکلة لئلا تسری کذا فی السراجیة ولا بأس بشق المثانة اذا کانت فیها حصاة۔" [ج ۵، ص ۳۵۶]

اسی میں ہے "لا بأس بقطع الید من الاکلة وشق البطن لما فیه کذا فی الملتقط" [حوالۂ سابق] واللہ تعالیٰ اعلم

**سوال (۲)** حیض آنے کے لئے کیا رحم کا ہونا ضروری ہے؟ اگر رحم نکال دیا گیا ہو اور خون آجائے تو اسے حیض مانا جائے یا نہیں؟ طبی اور شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرمائیں۔

**الجواب (۲)** باتفاق رائے طے ہوا کہ دم حیض آنے کے لئے رحم کا ہونا شرعی اور طبی دونوں اعتبار سے ضروری ہے لہٰذا رحم نکال دینے کے بعد اگر خون آتا ہے تو وہ دم حیض نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے "الحیض دم من رحم۔" [ج ۱/ ص ۴۷۴/ باب المحیض]

کنز الدقائق میں ہے "الحیض ھو دم ینفضه رحم امرأة سلیمة عن داء وصغر۔" [باب الحیض]

مخزن طب میں ہے "مستورات میں ایام ماہواری رحم سے ہی آیا کرتے ہیں۔" [ص ۱۵۹] واللہ تعالیٰ اعلم

**سوال (۳)** جس عورت کا رحم نکال دیا جائے تو وہ عدت کے معاملہ میں مریضہ کہلائے گی یا آئسہ جو بھی حکم ہو جزئیات سے مزین کر کے پیش فرمائیں۔

**الجواب (۳)** مندوبین کرام نے بحث و تمحیص کے بعد یہ طے فرمایا کہ جس عورت کا رحم نکال دیا گیا ہے وہ عدت کے معاملہ میں آئسہ کہلائے گی، نصوص شرعیہ اور ارشادات فقہیہ سے یہی واضح ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ الّٰٓیِٔۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشۡہُرٍ﴾ [سورۂ طلاق ۴]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وان کانت ممن لا تحیض فعدتها ثلاثة اشھر۔" [ج ۱/ ص ۵۳۰] واللہ تعالیٰ اعلم

**سوال (۴)** اگر کسی عورت کے رحم کو نکال کر ایسی عورت کا رحم لگا دیا جائے جو شوہر کے محرمات میں سے ہے تو اب وہ شوہر اپنی اس عورت سے قربت کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب (۴)** بحث و مباحثہ اور کافی غور و خوض کے بعد باتفاق رائے طے ہوا کہ کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسری عورت کو اپنا رحم نکلوا کر دے، یہ فعل سخت ناجائز و حرام ہے، اسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ کوئی عورت کسی بھی عورت کا رحم اپنے اندر لگوائے اور اگر بالفرض کسی عورت نے کسی عورت اگرچہ شوہر کی محرمہ کا رحم لگوا لیا جب بھی شوہر کا اس سے قربت کرنا جائز ہے، درج ذیل عبارات سے اس کی تائید ہوتی ہے:

درمختار میں ہے "واختلف فی اذنه، ففی البدائع نجسة" وفی الخانیة "لا، وفی الاشباه: المنفصل من الحی کمیتة الا فی حق صاحبه فطاهر، وان کثر، اھ۔"

ردالمحتار میں ہے "وفی شرح المقدسی: بقیہ ص ۲۵/ پر

## سردِ نمرود کا بھی نار نظر آتا ہے

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

جو شریعت کا نگہدار نظر آتا ہے
قصر رفعت کا وہ معمار نظر آتا ہے
فیض سرکار سے ممکن ہوئے ضدین عجب
ان کا محتاج بھی مختار نظر آتا ہے
دیکھ کر عزمِ براہیم کی جلوہ باری
سرد نمرود کا بھی نار نظر آتا ہے
ایک بار ایسا ضیابار ہوا ان کا کرم
بار بار اب بھی وہ سو بار نظر آتا ہے
کہ رہا ہے یہ فلک روتا ہوا زار و قطار
غم زدہ دین کا گلزار نظر آتا ہے
سامنے فوجِ توسل کے غمِ دوراں کا
مجھ پہ بے کار ہر اک وار نظر آتا ہے
سوئے کردار و عمل کا ہے بھیانک یہ اثر
تار تار امن کا جو تار نظر آتا ہے
اس پہ کل ہوگا دل و جاں سے فدا دارِ خلد
جو خبیب آج سر دار نظر آتا ہے
خوار تھا خوار ہے وہ خوار رہے گا ہر دم
جس کو ایمان کا گل خار نظر آتا ہے
اس سے گلزارِ شفا میں ہے مہک کا سیلان
عشق احمد میں جو بیمار نظر آتا ہے
دین اسلام کے دریا کا ہر اک قطرہ مجھے
موج جذبۂ ایثار نظر آتا ہے

بقیہ ص ۴۲ ؍ پر

## درِ اقدس سے رحمت بانٹتے خیر البشر نکلے

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

درِ اقدس سے رحمت بانٹتے خیر البشر نکلے
تو لینے بھیک، دامن کھول کر شمس و قمر نکلے
زمیں چمکی، فضا مہکی، گھٹا چھائی، بہار آئی
کریم آقا، شہِ بطحا، جہاں پہنچے، جدھر نکلے
نبی نے چشمِ رحمت ڈال دی جب خشک صحرا پر
اُگے پودے، سجے پتّے، کھلے غنچے، ثمر نکلے
پسینے کی مہک ایسی، کہ جس کے تن سے چھو جائے
تو خوشبوئے نبی کا اُس کی نسلوں تک اثر نکلے
نگاہیں پھیر لیں آقا، تو رستے سب بگڑ جائیں
کرم کردیں تو دریاؤں میں بھی راہِ سفر نکلے
سما کر سانس میں، احساس میں، دھڑکن میں، تن مَن میں
نبی کی نعت قلب و جاں سے بس آٹھوں پہر نکلے
مدینے جا کے، سب کچھ رہ گیا بس تن چلا آیا
بہت ہوشیار یہ ذہن و دل و جان و جگر نکلے
نظر آیا ہمیں اپنی دعاؤں کا نچوڑ اِس میں
بدن سے روح جب نکلے، نبی کے نام پر نکلے
ہمارے حال پر چشمِ کرم ہو یارسول اللہ
مُصیبت کے اندھیروں سے مسرت کی سحر نکلے
اِشارہ کردیا جب مصطفیٰ نے حال کہنے کا
فریدی بے زباں کو گفتگو کے بال و پَر نکلے

## سراپا محبت ہیں تاج الشریعہ

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک اڑیشہ

قرارِ طریقت ہیں تاج الشریعہ
بہارِ حقیقت ہیں تاج الشریعہ
ادب کی امانت ہیں تاج الشریعہ
ضیائے فصاحت ہیں تاج الشریعہ
ہر اک شخص دنیا کا یہ کہہ رہا ہے
سراپا محبت ہیں تاج الشریعہ
شریفوں کی دنیا میں چرچا یہی ہے
کہ جانِ شرافت ہیں تاج الشریعہ
سبھی کو دیا پیار اختر رضا نے
انوکھی طبیعت ہیں تاج الشریعہ

بقیہ ص ۴۹ ؍ پر

منظومات

## الجامعۃ الرضویہ پٹنہ میں جشن ولادت امام احمد رضا

۳؍جون، پٹنہ سیٹی (پریس ریلیز) راجدھانی پٹنہ میں اہل سنت وجماعت کی معروف دینی ومذہبی درس گاہ الجامعۃ الرضویہ میں آج مورخہ ۱۰؍شوال المکرم مطابق ۳؍جون بروز بدھ ۱۰؍بجے دن میں جشن ولادت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے موقع پہ ایک محفل نور کا انعقاد عمل میں آیا، لوک ڈاؤن کی پابندی کے سبب بھیڑ بھاڑ سے پرہیز کرتے ہوئے چند افراد پہ مشتمل یہ محفل ایک گھنٹے تک چلی، بذریعہ ٹیلی کانفرنسگ بیرونی علمائے کرام نے بھی ''جشن ولادت امام احمد رضا'' میں اپنے خیالات وتأثرات پیش فرمائے، جن میں خصوصیت سے یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مظفر پوری، حضرت علامہ مفتی وصی احمد وسیم صدیقی گوپال گنج، حضرت مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی بدایوں، حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی، حضرت مولانا مفتی انیس عالم سیوانی لکھنؤ، حضرت مولانا مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی بریلی شریف، حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری، حضرت مولانا مفتی رحمت علی مصباحی ممبئی، حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی، حضرت مولانا کوثر امام قادری سیوان، حضرت مولانا محمد اظہر القادری پوکھریروی، حضرت مولانا مفتی محمد قمر الزماں نوری ممبئی، حضرت مولانا خالد علی شمسی رضوی، حضرت مولانا مختار اشرف اشرفی ممبئی، حضرت مولانا احسان الحق رضوی ممبئی، جامعہ کے جنرل سکریٹری الحاج سید محمد ولی الدین رضوی، حضرت مولانا قاری قیصر رضا رضوی اور حضرت مولانا محمد سرفراز عالم رضوی وغیرہ۔

حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مظفر پوری نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی ذات وشخصیت گوناگوں خوبیوں کی مالک تھی، ایک ذات میں قدرت نے بے پناہ خوبیاں وکمالات جمع فرما دیئے تھے، فقہ وفتاویٰ میں آپ کی تحریریں آج بھی اہل علم وفکر کی نگاہوں کے لئے سرمہ ہیں، حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی نے فرمایا کہ یوں ہی کوئی اعلیٰ حضرت نہیں ہو جاتا، جب کسی ذات وشخصیت سے علوم وافکار کے آبشار پھوٹتے ہیں تو ان کی بے پناہ وسعت علمی وفکری کے سبب دنیا کے قدر شناس حضرات اسے اعلیٰ حضرت کا خطاب عطا فرماتے ہیں، لاریب اعلیٰ حضرت علوم وافکار کا سمندر تھے۔

مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے تأثرات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات آج علم وفکر کا ایک استعارہ بن چکی ہے، وہ عہد ساز تھے، وقت اور حالات کے دھاروں میں بہ جانے کا مزاج نہ تھا بلکہ اپنی مکمل فکری توانائیوں کے بل بوتے پہ ان دھاروں کو صحیح سمت سفر دینے کا فولادی مزاج رکھتے تھے، آپ نے جدید سائنسی علوم کو اسلام کے قدموں میں ڈال کر انہیں نیازمندیوں کا سبق سکھا دیا، ان کے پھیلے ہوئے افکار کا جن دانشوروں اور مفکروں نے غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ فرمایا وہ سخت ورطۂ حیرت میں آ گئے کہ ایک ذات میں علوم وافکار کا اس قدر پھیلاؤ۔

مولانا رحمت اللہ صدیقی نے فرمایا کہ بریلی کے تاجدار امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ہر محاذ پہ جو مُکھی کامیاب جنگ لڑی، خانقاہوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کو دندان شکن جواب دیا تو دنیادار جاہل پیروں کا علمی وفکری محاسبہ کر کے خانقاہی رسوم و رواج کے صحیح مزاج ومنہاج کی رہنمائی بھی فرمائی۔ تمام علمائے کرام نے اس متعصّبانہ فکر کے خلاف آواز بلند فرمائی، جو آج ملک کی سیکولر روایات کے لیے خطرے کا سگنل بن رہی ہے لوک ڈاؤن کے پردے میں حکومت کے سازشی دماغ حضرات نے حق پسند، حق گو حضرات کے خلاف جو غیر آئینی وغیر جمہوری طریقے اختیار کر رکھے ہیں اس کی ہر چہار جانب سے مذمت ہونی چاہیے، NRC جیسے سیاہ قانون کے خلاف جن حضرات نے حکومت پر تنقید کی اور حق پسندی کا اظہار کیا آج انہیں قید میں ڈالا جا رہا ہے، یہ رویہ کسی بھی طرح درست اور مبنی بر انصاف نہیں، یہ ایک جمہوری ملک کی پیشانی پر بدنما داغ ہے۔ جامعہ کے سکریٹری الحاج سید ولی الدین رضوی نے محفل کے انعقاد میں حصہ لیا اور جملہ علمائے کرام کا شکریہ ادا فرمایا، علمائے کرام کے اتفاق بقیہ ص ۵۱؍ پر

माहनामा सुन्नी दुनिया बरेली शरीफ

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोट:-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

JULY - 2020
PAGES 64 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

ادارہ سنی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ، رضویات پر ایک گنج گراں مایہ

## امام احمد رضا نمبر




جو حضرات یہ عظیم شاہکار حاصل کرنا چاہتے ہیں ادارہ کو ۲۰۰ روپئے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

www.muftiakhtarrazakhan.com

AUGUST-2020 Rs. 25/-

ذی الحجۃ ۱۴۴۱ھ / محرم الحرام ۱۴۴۲ھ / اگست ۲۰۲۰ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA



شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

## تمام عالم اسلام کو اسلامی نیا سال مبارک ہو



- ملکی میڈیا اور اس کی دوغلی پالیسیاں
- نواسۂ رسول حضرت امام حسین کا بچپن
- محرم الحرام کے فضائل و مسائل
- دنیا کو مظلوموں کی آہ تو نہیں لگی؟
- جمعہ کی فرضیت اور مقصدیت
- کیا حالت اقامت کی قربانی سفر میں کر سکتے ہیں؟
- امر بالمعروف تو خوب ہو رہا ہے، نہی عن المنکر کون کرے گا؟
- ہم غریب نواز کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے
- سیدہ فاطمۃ الزہرا کی تقویٰ شعار زندگی کے چند درخشاں پہلو

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan


عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم


AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل

**بیادگار**

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۸
Issue No. 8
Vol. 5 جلد نمبر ۵

ذی الحجۃ / محرم الحرام
۱۴۴۱ / ۱۴۴۲ ہجری
اگست ۲۰۲۰ء

مدیر: مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمحید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

**ہدایت**
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

**رابطہ کا پتہ**
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

**Email:**
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
**Visit Us:**
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**Contact Address**
**MAHNAMA SUNNI DUNIYA**
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
**Contact Numbers**
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| اداریہ | ملکی میڈیا اور اس کی دوغلی پالیسیاں | عبدالرحیم نشترؔ فاروقی | ۵ |
| اسلامیات | کیا حالت اقامت کی قربانی سفر میں کر سکتے ہیں؟ | مفتی قمر الحسن قادری | ۸ |
| ● | نواسۂ رسول حضرت امام حسین کا بچپن | حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی | ۱۳ |
| ● | محرم الحرام کے فضائل و مسائل | مولانا آل مصطفیٰ مرکزی | ۱۵ |
| ● | دنیا کو مظلوموں کی آہ تو نہیں لگی؟ | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۱۸ |
| نقد و نظر | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۲۲ |
| ● | لفظ ''میٹھا'' کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ | مفتی محمد شمشاد حسین بدایونی | ۲۹ |
| ● | جمعہ کی فرضیت اور مقصدیت | مولانا انیس عالم سیوانی | ۳۱ |
| ● | امر بالمعروف تو خوب ہو رہا ہے، نہی عن المنکر کون کرے گا؟ | حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی | ۳۶ |
| احوال وطن | ہم غریب نواز کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے | مولانا فداء المصطفیٰ قادری | ۴۰ |
| ازہریات | حضور تاج الشریعہ اور ان کے امتیازات | مولانا رحمت اللہ صدیقی | ۴۱ |
| ملفوظات | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۴۵ |
| بزم نسواں | سیدہ فاطمۃ الزہرا کی تقویٰ شعار زندگی کے چند درخشاں پہلو | غلام مصطفیٰ رضوی | ۴۸ |
| یادرفتگاں | حضرت علامہ مفتی عبدالحق نعیمی کا وصال پرملال | مفتی راحت خاں قادری | ۴۹ |
| سخن در سخن | مختصر سیرت ابن ہشام | مولانا وزیر احمد مصباحی | ۵۰ |
| منظومات | ہیں وہ آقا کی شاہکار آنکھیں | علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ | ۵۵ |
| ● | بدی کرنے کی عادت کو چلو قربان کر ڈالیں | مولانا سلمان رضا فریدیؔ | ۵۵ |
| ● | دختر شہ بطحا لاجواب ہیں چاروں | مولانا سلمان رضا فریدیؔ | ۵۵ |
| خیر و خبر | نمونۂ اسلاف تھے مولانا نیاز احمد | مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۵۶ |
| ● | حدائق بخشش کا ترکی ترجمہ! ترکی علما و اسکالر میں تقسیم | نوری مشن مالیگاؤں | ۵۶ |
| ● | الفردہ شرح البردہ اینڈرائڈ ایپ کا اجرا، مدارس حکم اقرا کی عملی تعبیر | نوری مشن، مفتی ملک الظفر سہسرامی | ۵۷ |
| ● | صوفیوں کی تحقیر برداشت نہیں | پرویز عالم | ۵۸ |


مشمولات

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

# ملکی میڈیا اور اس کی دوغلی پالیسیاں

## میڈیا کے مکروہ چہرے اور اس کی دوغلی پالیسیوں کا پردہ چاک کرتی ایک چشم کشا تحریر

اداریہ

کبھی جمہوریت کا چوتھا کھمبا تصور کیا جانے والا میڈیا اب نہ صرف اپنے مطلب کی خبریں دکھاتا ہے بلکہ اپنے مطلب کی خبریں بناتا بھی ہے، الیکٹرونک میڈیا سے لے کر پرنٹ میڈیا تک سبھی بے ڈھڑک مسلم دشمنی کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں "تک کا تاڑ" اور "رائی کا پہاڑ" بنانا تو اب میڈیا سے کوئی سیکھے، اپنے مطلب کی خبریں بنانے کے لیے اس وقت میڈیا چاہے جتنا بھی گرنا پڑے گر سکتا ہے، چاہے اس کے لئے اسے جس کو بھی بلی کا بکرا بنانا پڑے؛ میڈیا اس سے پیچھے نہیں ہٹنے والا!

یوں تو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کوئی بھی موقع میڈیا اپنے ہاتھوں سے کبھی جانے نہیں دیتا لیکن ۲۰۱۴ء کے بعد سے اس نے اسلام اور مسلمانوں کو تارگیٹ کرنے کی ایک شازسی مہم چھیڑ رکھی ہے، بات چاہے جو بھی ہو، جیسی بھی ہو، کہنے والا اگر مسلمان نہیں تو کوئی بات نہیں، کوئی چرچا نہیں، کوئی دنگل نہیں، کوئی آر پار نہیں، نہ ہی "پوچھتا ہے بھارت"، نہ ہی کوئی "تال ٹھوکتا" ہے اور خدا نخواستہ وہی بات اگر کہنے والا مسلمان نکل گیا تو صاحب مت پوچھئے! ٹی وی چینلوں پر ڈبیٹس کی باڑھ سی آجاتی ہے، شاید ہی کوئی ٹی وی چینل ہو جس پر "دنگل یا آر پار" نہ ہوتا ہو، جہاں اسلام، اسلام اور مسلمان، مسلمان کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ جب ۸/جون ۲۰۲۰ء سے اَن لاک وَن کا آغاز ہوا تو حکومت نے مذہبی مقامات کو بھی مشروط طور پر کھولنے کی اجازت دی، جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ لوگوں کو الکوحل بیسڈ سنیٹائزر سے ہاتھ صاف کر کے ہی مذہبی مقامات میں داخل ہونا ہے ساتھ ہی سبھی مذہبی مقامات کو الکوحل والے سنیٹائزر سے سنیٹائز کرنا لازمی ہے، لیکن ایم پی اور یوپی کے کچھ بڑے مندروں کے پجاریوں نے اس کی سخت مخالفت کی، ورنداون اور متھرا کے پجاریوں نے تو اس وجہ سے ۸/جون سے مندروں کو نہ کھولنے کا فیصلہ کر لیا، ان کا کہنا تھا کہ الکوحل شراب سے بنتا ہے جس کا استعمال کر کے نہ مندروں میں جایا جا سکتا نہ مندروں کی سنیٹائزنگ میں اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔

بھوپال کے ویشنو دھام درگا مندر کے پجاری چندر شیکھر تیواری نے الکوحل والے سینٹائزر کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم شراب پی کر مندر میں نہیں جا سکتے تو الکوحل سے ہاتھ سنیٹائز کر کے کیسے مندر میں جا سکتے ہیں؟ انھوں نے حکومت سے کہا کہ آپ ہاتھ دھونے کی مشین سبھی مندروں کے باہر لگوائیے، وہاں پر صابن رکھوائیے، ہم اسے قبول کرتے ہیں، انھوں نے مزید کہا کہ ویسے بھی مندر میں لوگ نہا کر ہی داخل ہوتے ہیں، انھوں نے آگے کہا کہ سنیٹائزر میں الکوحل ہوتا ہے اس کو ہاتھ میں لگا کر مندروں میں جانا بھارتیہ سنسکرتی کے خلاف ہے، اہم اس سلسلے میں گر یہہ منتری کو گیاپن بھی سونپیں گے تا کہ مندروں میں سنیٹائزر نہ ہو، ورنہ مندروں کی پوترتا (پاکیزگی) نہیں رہے گی، یہ شاشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے لئے کسی دوسرے آپشن کا انتظام کرے۔" [نو بھارت ٹائمس، ۵/جون ۲۰۲۰ء]

وَن انڈیا ہندی کے مطابق ۵/جون کو ہی دور کا دھیشور مندر پر کوٹا جئے پور راجستھان کے پجاری وجئے شنکر نے کہا کہ بازار میں بکنے والے سنیٹائزر میں ۷۰ رفیصد الکوحل یعنی شراب پائی جاتی ہے، اس سے ہاتھ دھونے پر ہاتھ میں شراب لگے گی جبکہ مندر میں شراب کے ساتھ داخل نہیں ہو سکتے، ایسے میں ہم آیورویدک سنیٹائزر بنا رہے ہیں جو الکوحل فری ہے۔

اسی طرح ۸/جون ۲۰۲۰ء کو متھرا اور نداون میں اسکان، بانکے بہاری، مکٹ مکھاروند اور شری رنگ ناتھ جیسے بڑے مندروں

کے پجاریوں نے للکو حل بیسڈ سنیٹائزر کے استعمال کو لازمی قرار دینے کے سبب سوموار سے لوگوں کے لئے مندروں کے دروازے نہ کھولنے کا اعلان کیا، گنیش پہلوان کی مطابق مکٹ مکھاروند مندر گوردھن کے انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ مندر میں للکو حل بیسڈ سنیٹائزر کا استعمال نہیں کر سکتے، اس لئے سوموار سے وہ مندر نہیں کھولیں گے کیوں کہ حکومت نے اسے ضروری قرار دے دیا ہے جبکہ مندوں میں للکو حل کا استعمال منع ہے اور وہ اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ [آؤٹ لک، ۸؍جون ۲۰۲۰ء]

اس کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر مندروں کے پجاریوں نے مندروں میں للکو حل کے استعمال کی سخت مخالفت کی، یاد رہے کہ ویشنو دھام درگا مندر بھوپال کے پجاری نے ۵؍جون ۲۰۲۰ء کو یہ بیان دیا، ۵؍جون کو ہی جئے دوار کا دھیشور مندر کے پجاری نے بھی اس کی مخالفت کی اور متھرا، ورنداون میں اسکان، بانکے بہاری، مکٹ مکھاروند اور شری رنگ ناتھ جیسے بڑے مندروں کے پجاریوں نے ۸؍جون ۲۰۲۰ء کو اس کی مخالفت میں بیان دیا لیکن ان میں سے کسی بھی معاملے میں میڈیا کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ بڑے بڑے مندروں کے پجاریوں کی للکو حل بیسڈ سنیٹائزر کی مخالفت والے بیان پر بھی میڈیا کمبھ کرن کی نیند سوتا رہا۔

ان میں سے کسی بھی بیان پر نہ میڈیا ٹرائل ہوا، نہ کسی ٹی وی شو پر ''آر پار'' ہوا نہ ''دنگل''، نہ کسی نے ''تال ٹھوکا'' اور نہ ہی کسی نے ''دیش تک'' یہ بات پہنچائی، لیکن جیسے ہی ۱۰؍جون ۲۰۲۰ء کو ٹھیک ویسا ہی ''للکو حل بیسڈ سنیٹائزر کا استعمال مسلمانوں کے لئے حرام'' کا ہمارا بیان آیا تو کمبھ کرن کی نیند سورہے میڈیا نے ''میٹھائی'' کی خوشبو سونگھ لی اور فوراً ہی کمبھ کرنی نیند سے میڈیا بیدار ہو گیا، کیوں کہ یہ بیان نہ کسی پنڈت کا تھا نہ کسی پجاری کا، بلکہ یہ بیان تو کسی مسلمان کا بیان تھا، جس کے لئے کچھ کہا جا سکتا ہے، کچھ بھی لکھا جا سکتا ہے اور جس کے ساتھ کچھ بھی کیا جا سکتا ہے، پھر کیا تھا! سوداگران میں ملک کے سبھی ٹی وی چینلوں کے مقامی رپورٹرس کسی ''مردار پر گدھ'' کی طرح منڈرانے لگے اور سارے ٹی وی چینلوں پر ڈبیٹس کی باڑھ سی آ گئی، دیش کرونا سے لڑے یا دقیانوسی سوچ سے؟ مہاماری میں مولاناؤں کی منمانی، کرونا کال میں بریلی کے مفتی کا نیا فرمان! اور نہ جانے کیسے کیسے اہانت آمیز کیپشن چلنے لگے۔

حد تو تب ہوگئی جب ہماری طرف سے کسی بھی ٹی وی چینل رپورٹر کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تو کچھ ٹی وی چینلوں نے میرے نام سے منسوب کر کے کسی اور مولانا کا ویڈیو چلا دیا اور اپنا الو سیدھا کرنا شروع کر دیا، اس سے اندازا لگایا جا سکتا ہے کہ میڈیا والے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے کس بھی حد تک گر سکتے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ڈبیٹ کے لئے اگر صاحب معاملہ راضی نہ بھی ہو تو میڈیا اس کے نام سے کسی کو بھی ٹی وی پر پیش کر کے یا کسی کا بھی ویڈیو چلا کر اپنی ''ٹی آر پی'' بڑھانے کا سامان پیدا کرتا ہے۔

یہ واقعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ معاملہ اگر کسی مسلمان یا اسلام سے جڑا ہو تو میڈیا والے اس خبر کی تحقیق کرنا ضروری نہیں سمجھتے، خبر سچی ہو یا جھوٹی مسلمانوں سے جڑی ہوئی ہو تو بس چلاؤ، اپنے زہر آلود بیانوں سے نفرت وعداوت کا ماحول گرم کرو اور اپنے آقاؤں کو خوش کرو، کوئی بے قصور سبزی والا پیٹا جاتا ہے تو پیٹا جائے، کوئی پھل والا مارا جاتا ہے تو مارا جائے۔

کچھ دن پہلے تبلیغیوں کے نام پر عام مسلمانوں کے ساتھ نفرت وعداوت کا جو ننگا ناچ ہوا، اسے پوری دنیا نے اپنی ماتھے کی نگاہوں سے دیکھا، کرونا پھیلانے کے الزام میں پھل اور سبزی بیچنے والوں تک کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، مسلمانوں کو دیکھ کر ''کرونا بم'' جیسی نفرت انگیز آوازیں کسی گئیں، نیوز چینلوں کے ذریعہ ''فلاں جگہ کرونا کے ۱۰۰؍مریض! جن میں سے ۲۷؍صرف تبلیغی یعنی مسلمان'' جیسی ہیڈ لنگس چلائی گئیں، عام مسلمانوں کو بھی تبلیغی بتا کر آئیسولیٹ کر دیا گیا، ان کے اہل خانہ اور رشتے داروں کو کورنٹائن کیا جانے لگا، یہ سلسلہ خوب چلا، معروف صحافی مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''کورونا جیسی مہلک بیماری پر میڈیا کو حکومتی اقدامات،

حفاظتی انتظام اور ارباب اقتدار کی لاپرواہی پر سوال اٹھانے چاہیے تھے لیکن ہفتوں تک میڈیا ہاؤسز میں مرگھٹ سا سناٹا چھایا ہوا تھا، لیکن تبلیغی جماعت کا قضیہ سامنے آتے ہی گودی میڈیا کے تن مردہ میں جان پڑ گئی، ایک ساتھ کئی نیوز چینلوں نے تبلیغی جماعت کے نام پر مسلمانان ہند پر ہلّہ بول دیا، تبلیغی جماعت پر ڈبیٹ شوز اور بریکنگ نیوز شروع ہوگئی، اس کے بعد شر پسندوں کے آئی ٹی سیل نے اپنا کام شروع کیا، ملک وبیرون ملک کے سالوں پرانے ویڈیوز نکال کر انہیں مسلمانوں سے منسوب کر کے اکثریتی طبقے کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنے کی پوری کوشش کی گئی کہ مسلمان سازشاً کورونا وائرس پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، اس شر انگیزی کی وجہ سے ملک کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں پر حملے شروع ہو گئے ہیں۔''

میڈیا نے مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرتے ہوئے بلا کسی تحقیق کے کیسی کیسی زہر آلود خبریں چلائیں، ذیل میں ہم اس کی ایک مختصر سی فہرست پیش کرتے ہیں جس سے اس حقیقت کو سمجھنا بہت ہی آسان ہو جائے گا کہ آج ملک کے اکثر میڈیا ہاؤسیز بالخصوص الیکٹرونک میڈیا نے ملک میں امن وسلامتی کی فضا قائم کرنے کی بجائے نفرت وعداوت کے شعلے بھڑ کانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، اس کے لئے انھیں جھوٹی اور بے بنیاد کی خبریں بھی چلانے میں کوئی جھجھک نہیں محسوس ہوتی۔

۱ــ سوشل میڈیا پر وائرل ہو رہے دہلی کے شاستری نگر کے ایک ویڈیو میں ایک سبزی فروش کو اس لیے نکال دیا گیا کہ وہ مسلمان تھا، ویڈیو بنانے والا کہتا ہے کہ جتنے بھی سبزی فروش ہیں ان کا آدھار کارڈ چیک کروا گر مسلمان نکلے تو اسے فوراً بھگا دو یہ لوگ وائرس پھیلا رہے ہیں۔

۲ــ اتراکھنڈ کے ہلدوانی شہر میں رامپور روڈ پر جاوید پھلوں کی دکان لگاتا ہے، دو دن پہلے آدھا درجن کے قریب شر پسند پہنچے اور کورونا پھیلانے کا الزام لگاتے ہوئے دکان بند کرادی، پڑوسی دکاندار غیر مسلم تھا، اس نے غنڈوں سے ڈرتے ڈرتے پوچھا کیا میں بھی دکان بند کر دوں؟ شر پسندوں نے کہا: نہیں نہیں تم دکان کھولے رہو، مسلمانوں کی وجہ سے کورونا پھیل رہا ہے، ہمارا نمبر نوٹ کرلو اگر کوئی مسلمان دکان کھولے تو ہمیں خبر دینا۔

۳ــ ۶/ اپریل کو کرناٹک کے باگل کوٹ ضلع کے بدری گاؤں میں چار ماہی گیر کرشنا ندی میں مچھلی پکڑنے آئے تھے، اچانک ہی گاؤں والوں نے انہیں گھیر لیا، ہندو ماہی گیروں کو تو چھوڑ دیا لیکن مسلمانوں پر کورونا پھیلانے کا الزام لگاتے ہوئے انھیں زدو کوب کرنا شروع کر دیا، وہ لوگ گڑ گڑاتے رہے مگر ہجوم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

۴ــ اسی دن صوبہ کرناٹک کے امروتاہلّی میں یوگیندر یادو کے "سوراج انڈیا" سے وابستہ زرّین تاج نامی سوشل ورکر اپنے بیٹے تبریز کے ساتھ ایک بستی میں لاک ڈاؤن متاثرین میں راشن تقسیم کر رہی تھیں، اچانک ہی ۲۰-۲۵/ غنڈے وہاں پہنچے اور وائرس پھیلانے کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ ہندوؤں کو کھانا مت بانٹو، اپنے لوگوں میں بانٹو، تمہیں لوگوں سے کورونا پھیل رہا ہے، تبریز نے بی بی سی کو بتایا کہ ہم نے ان سے بحث نہیں کی اور دوسری بستی میں چلے گئے لیکن شر پسندوں کی ٹولی نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ان پر شدید حملہ کر دیا، اس حملے میں تبریز کے سر اور ہاتھ پر ۶/ ٹانکے آئے۔

۵ــ ۴/ اپریل کو رامپور کے قصبہ ڈڑھیال میں پنجاب اینڈ سندھ بینک سے پیسہ نکالنے والوں کی بھیڑ لگی تھی، اچانک ہی کچھ پولیس والے وہاں پہنچے اور لائن میں لگے ہوئے ایک مشرع مسلمان کو تبلیغی کہہ کر نکالا اور گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ تمہاری وجہ سے کورونا پھیل رہا ہے، یہ کہہ کر سر عام خوب پیٹا۔

واضح ہو کہ اس طرح کی بہت ساری اہم خبروں کو اکثر نیشنل میڈیا نے کوئی توجہ نہیں کیوں کہ یہ سب ان کی منشا کے عین مطابق ہو رہا تھا اور جو خبریں چلائیں وہ کتنی ''تھسینٹک''، تھی، لوکل انتظامیہ نے ہی ان کی پول کھول کر رکھ دی، ملاحظہ فرمائیں:

۶ــ یوپی کے ایک مشہور ہندی روزنامہ نے فیروز آباد میں ۶/ جماعتی افراد کے کورونا پوزیٹو ہونے کی جھوٹی خبر بقیہ ص ۴۷/ پر

ادار یــــــہ

از: مفتی محمد قمر الحسن قادری*

# کیا حالت اقامت کی قربانی سفر میں کر سکتے ہیں؟

اسلامیات

**یوروپ** اور امریکہ میں کبھی کبھی مسائل شرعیہ کے تعلق سے بڑے مشکل لمحات آجاتے ہیں مگر فقہ حنفی کی جامعیت ایسی ہے کی کچھ نہ کچھ حل نکل آتا ہے، قیاس کی برکتیں ایسی ہیں کہ پوری امت اس سے فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ نو پید مسائل اور اسلام کا عالمی فروغ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ نئے مسائل کے حل کے لئے شرع میں ایسے اصول موجود ہوں جن کی روشنی میں نو پید مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور وہ قیاس ہے کہ علت مشترکہ یا نظائر سے مسئلے کا حل ممکن ہو جاتا ہے۔ یوروپ اور امریکہ میں اب چونکہ مسلمان کثرت سے آرہے ہیں اور اپنے اسلامی تشخص اور کردار کو بچانے کیلئے وہ انتھک کوشش کرتے ہیں، یہاں کا معاشرتی نظام، ایشیائی نظام سے بڑا مختلف ہے، اس میں سے ایک مسئلہ جو زیر بحث ہے وہ بھی ہے۔

امریکہ میں بعض بعض جگہ مذبح (Slaughter House) بہت دور دور ہوتے ہیں۔ یہ ان کے حفظان صحت کے اصولوں میں سے ہے، چنانچہ بعض جگہوں پر شہر سے اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں کہ وہاں اگر ذبح کیلئے جایا جائے تو مسافر کا حکم ہو جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر لوگ نماز بقرعید پڑھ کر ذبح کرنے کے لئے وہاں جاتے ہیں، اس پر ایک استفتا ہمارے یہاں النور مسجد کے دار الافتا میں آیا، سوال یہ تھا کہ ہم اتنی دور ذبح کرنے جاتے ہیں تو ہم مسافر ہو گئے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، تو کیا ہمارا قربانی کرنا ہمارے اوپر عائد وجوب کو ساقط کرتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ قربانی کے بعد ہم لوگ اپنے گھر واپس آجاتے ہیں، اس تعلق سے راقم الحروف نے فتویٰ صادر کر دیا مگر خیال آیا کہ اس کی مزید وضاحت مالہ وما علیہ کے ساتھ ہو جائے، فالحمد للہ۔

ائمہ مجتہدین کے درمیان قربانی کے حکم کے بارے میں قدرے اختلاف ہے، جو درج ذیل ہے:

**احناف:** امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔

(فتح القدیر، ج ۸ ص ۴۲۵)

**مالکیہ:** امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنت موکدہ ہے، واجب نہیں اور جس کو قدرت ہو اس کا چھوڑنا مکروہ ہے۔

(الفوائد الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ج ۴ ص ۲۷۰۴)

**شافعیہ:** امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک منفرد پر ساری عمر میں ایک مرتبہ سنت عین، اگر اہل خانہ میں متعدد لوگ ہوں تو سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک کی طرف سے بھی کر دی جائے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ (ایضاً)

احناف کے نزدیک شرائط قربانی سے اقامت بھی ہے کہ مقیم پر واجب ہوگی مسافر پر نہیں، عالمگیری میں ہے:

”واما التطوع فاضحية المسافر والفقير الذى لم يوجد منه النذر بالتضحية ولا شراء الاضحية لانعدام سبب الوجوب وشرطه۔ یعنی لیکن نفلی قربانی تو وہ ہے جو مسافر یا فقیر کرے جس کی طرف سے قربانی کرنے کی نذر نہ پائی گئی ہو، اور نہ ہی قربانی کے جانور کی خریداری ثابت ہو۔ وجوب کے سبب اور شرط مفقود ہونے کی وجہ سے تو مسافر کی قربانی، اگر کرے گا، وہ نفلی ہوگی۔“

(عالمگیری، ج ۵ ص ۲۹۱)

عالمگیری میں ہے:

”ومنها الاقامه فلا تجب على السافر ولاتشترط الاقامة فى جميع الوقت حتىٰ لو كان مسافرا فى اول الوقت ثم اقام فى آخره تجب عليه۔ ولو كان مقيما

* مضمون نگار ہوسٹن امریکہ میں مقیم اہلسنت کے ایک معروف اہل قلم ہیں۔

فی اول الوقت ثم سافر ثم اقام تجب علیہ۔ یعنی شرائط قربانی سے مقیم ہونا ہے تو مسافر پر واجب نہیں اور سارے وقت میں مقیم ہونا شرط نہیں، حتی کہ اگر اوّل وقت میں مسافر ہے اور آخری وقت میں مقیم ہو گیا تو اس پر واجب ہوگی اور اسی طرح سے اگر اوّل وقت میں مقیم تھا پھر سفر کیا پھر اقامت اختیار کر لی تو اس کے اوپر واجب ہوگی۔"

(حوالۂ مذکور، ص ۲۹۲)

قربانی کے لئے وقت سبب ہے، شرط نہیں ہے کہ جب وہ وقت پایا جائے گا تو قربانی کا وجوب ثابت ہو جائے گا اور وہ ایام نحر ہیں یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ ہے، فتح القدیر میں ہے:

"ان سبب وجود الاضحیۃ الوقت وھو ایام النحر۔ یعنی قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے اور وہ ایام نحر ہیں۔" (فتح القدیر، ج ۸/ص ۴۲۵)

قدوری میں ہے:

"وقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر۔ یعنی قربانی کا وقت یوم النحر کو فجر کا وقت طلوع ہونے سے ہو جاتا ہے۔" (مختصر القدوری، ص ۲۱۶)

بہار شریعت میں ہے:

"قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے۔ جب وہ وقت آیا اور شرائط وجوب پائے گئے تو قربانی واجب ہوگی۔"

(بہار شریعت، حصہ ۱۵/ص ۱۳۳)

**آمدم برسر مطلب**

وہ لوگ جو نماز عید الاضحیٰ ادا کر کے قربانی کرنے کے لئے جاتے ہیں جب کہ مذبح اتنے فاصلے پر ہوتا ہے کہ حکم مسافر لاحق ہو جائے تو کیا ان کی قربانی نفلی ہوگی یا ان سے وجوب ساقط ہو جائے گا؟ مذکورہ بالا عبارتوں سے یہی مترشح ہے کہ مسافر کی قربانی نفلی ہوگی مگر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ یہ حکم اس مسافر کے لئے ہے جو پورے قربانی کے اوقات میں مسافر ہو یعنی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہویں کے غروب آفتاب تک، تو چونکہ قربانی کی شرائط سے مشروط نہیں ہے، اس لئے اس کی قربانی نفلی ہوگی مگر جس شخص کو اوقات قربانی سے کچھ بھی حصہ اقامت کا ملا، اس پر قربانی واجب ہوگی، جیسا کہ عالمگیری کے حوالے سے گزرا۔ اب یہ صورتیں ہوئیں۔

۱ پورے اوقات قربانی میں مسافر رہا۔

۲ ابتدائے وقت میں مقیم تھا پھر مسافر ہوا۔

۳ ابتدائے وقت میں مسافر تھا پھر مقیم ہوا۔

پہلی صورت میں اس پر قربانی واجب نہیں مگر دوسری دونوں صورتوں میں اس پر قربانی واجب ہوگی۔ جس کا ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے، سوال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر حالت اقامت میں قربانی کا وجوب لاحق ہوا تو کیا اس کے لئے حالتِ اقامت میں قربانی کرنے سے وجوب ساقط ہوگا یا پھر اس وجوب کی ادائیگی اگر وہ حالت مسافرت میں کرتا ہے تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں؟ قیاس یہ چاہتا ہے کہ حالت اقامت کے وجوب کو اگر وہ حالت مسافرت میں ادا کرتا ہے تو اس کا وجوب ذمہ سے ساقط ہو جائے اور وہ بری الذمہ ہو جائے، اس کی نظیر یہ ہے کہ:

ایک شخص جس کے ذمہ فرض نماز باقی ہے مگر وہ اس کو ادا نہیں کر سکا، پھر وہ سفر میں چلا گیا اور وہاں وقت گزرنے کے بعد ادا کیا تو وہ حالت سفر کی نماز کی طرح قصر نہیں ادا کرے گا، بلکہ پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ فرضیت نماز کے متوجہ ہونے کے وقت وہ مقیم تھا اور کسی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر سکا تھا، اب وہ حالت سفر میں مقیم کی طرح ادا کرے گا تو فرض ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح سے وہ شخص جس پر قربانی کا وجوب تھا، امر وجوب کے متوجہ ہونے کے وقت وہ مقیم تھا پھر سفر کیا تو اب حالت سفر میں وہ قربانی کرے تو اس کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگا اور وجوب پر عمل پالیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے اور جہاں کہیں مشکلات ہیں ان میں آسانی عطا فرمادی، ارشاد باری ہے:

"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ (البقرہ، آیت ۱۸۵) یعنی اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔" (کنز الایمان)

نیز فرمایا:

اسلامیات

''ماجعل علیکم فی الدین من حرج۔ (الحج:۷۸) یعنی تم پر دین میں تنگی نہ رکھی۔'' (کنز الایمان)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت پر آسانیاں دینے کا حکم دیا ہے اور دشواریوں سے روکا ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

''عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یسروا ولا تعسروا، وبشروا، ولا تنفروا۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر آسانی کرو مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری سناؤ، نفرت مت دلاؤ۔''

(بخاری شریف، ص ۴، حدیث نمبر ۶۹)

اسی کے تحت یہ ضابطہ ہے کہ جس کو حضرت علامہ زین الدین ابراہیم ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ والرضوان نے بیان فرمایا:

''المشقۃ تجلب التیسیر۔ یعنی مشقت آسانی لاتی ہے۔'' (الاشباہ والنظائر، ص ۷۷)

جس کے تحت متعدد مقامات کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں بندے کو آسانی کا حکم دیا گیا ہے، فرماتے ہیں:

''واعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات و غیرھا سبعۃ۔ یعنی جان لو کہ عبادات وغیرہ میں تخفیف کے اسباب سات ہیں۔'' (حوالۂ مذکور)

پھر ان میں سب سے پہلے سفر کو شمار فرمایا اور فرمایا کہ سفر کی دو قسمیں ہیں۔

**پہلی قسم** وہ سفر ہے جو طویل ہو۔ وہ تین دن اور رات کا سفر ہے (یعنی مدت مسافرت کا) ایسی صورت میں اس کو قصر کرنے اور روزہ چھوڑنے، ایک دن اور رات سے زیادہ (یعنی تین دن اور تین رات) تک موزوں پر مسح کرنے اور قربانی ساقط ہونے کا حکم ہے۔

**دوسری قسم** وہ ہے جو اس مذکورہ کے ساتھ خاص نہ ہو، یعنی شہر سے باہر ہو جانا، خواہ چند میل ہی سہی تو وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے۔ عیدین اور جماعت چھوڑ سکتا ہے، سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے۔ تیمم کرنا اس کے لئے جائز ہوگا وغیرہ۔

اس بحث میں قسم ثانی غور طلب ہے کہ جو شخص اپنی حدود شہر سے باہر نکلا، اس پر شریعت نے تخفیف کا حکم جاری کر دیا اس کے مشقت میں پڑنے کی وجہ سے۔ زیر بحث مسئلے میں اس شخص کے لئے کتنی مشقت ہے کہ وہ عید ادا کر کے مسافتِ بعیدہ پر قربانی کرنے جا رہا اور پھر واپس اپنے گھر مقیم ہو جا رہا ہے، اگر ایسی صورت میں اس کی اُس قربانی پر نفلی قربانی کا حکم صادر کر کے واجب قربانی، اس کے ذمہ باقی تسلیم کی جائے تو یہ صعب تر ہے کہ وہ جب جب جائیگا مسافر ہوگا اور اس کی قربانی نفلی ہوگی اور ایامِ نحر میں جب جب اپنے وطن اصلی میں آئیگا وجوب قربانی باقی ہوگا، ایسی صورت میں لامحالہ اس کی یہ قربانی جو مسافت بعیدہ یعنی مسافرت پر ہوئی ہے، اس سے اس کا وجوب ساقط ہوگا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تفسیر 'جامع البیان فی تاویل القرآن' (تفسیر طبری) میں نقل فرمایا ہے:

''وان صام فی سفر فلا قضاء علیہ اذا اقام۔ یعنی جب سفر میں روزہ رکھ لیا تو اقامت کی حالت میں اب اس کی قضا نہیں۔'' (تفسیر طبری، جلد ۲، ص ۱۶۶)

گویا بندے کا وہی روزہ جو حالت سفر میں رکھا وہ اقامت کے روزے کا قائم مقام یا بدل ہو گیا اب اس کو مزید روزے قضا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بندے کے لئے یہی تیسیر ہے جو اس کو مشقت سے محفوظ رکھتی ہے، پھر آگے چل مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''قال ابو جعفر وھذا القول عندنا اولی بالصواب لاجماع الجمیع علی ان مریضا لو صام شھر رمضان، وھو ممن لہ الافطار لمرضہ۔ ان صومہ ذالک مجزی عنہ ولا قضاء علیہ ان صامہ فی سفرہ۔ یعنی امام ابو جعفر طبری علیہ الرحمہ والرضوان نے فرمایا: ہمارے نزدیک یہ قول (کہ سفر میں روزہ رکھنے پر اسکی قضا نہیں) تمام لوگوں کے اجماع کرنے کی وجہ سے درستگی کے لحاظ سے بہتر ہے

کہ مریض جس کو اس کے مرض کی وجہ سے رمضان کا روزہ رکھنے کی وجہ سے شفایابی کے بعد قضا نہیں، جتنے دن اس نے حالت مرض میں روزہ رکھا تھا، وہی کافی ہوگا، تو اسی سے مسافر کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ حالت سفر میں اس نے جو روزہ رکھا اس کی قضا نہیں۔" (تفسیر طبری، ج۲ر ص۱۶۹)

امام طبری علیہ الرحمہ نے یہاں اجماع بھی نقل کر دیا کہ مسافر اگر رمضان میں بحالت سفر روزہ رکھ رہا ہے تو بعد رمضان اس کی قضا کی ضرورت نہیں، تو اسی طرح سے اگر مسافر اپنی اقامت کی قربانی حالت سفر میں کرے تو اس کی بھی ادا ہی ہے اور اعادہ کا حکم نہ دیا جائے گا۔ اس کی دوسری نظیر شریعت مبارک میں یہ ملتی ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں مگر وہ جمعہ ادا کر لے تو اس کو ظہر پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، حدیث مبارک میں ہے:

"عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: من کان یومن باللہ والیوم الاخر فعلیہ الجمعۃ یوم الجمعہ، الا مریض او مسافر او امرأۃ او صبی او مملوک، فمن استغنی بلھو او تجارۃ استغنی اللہ عنہ۔ واللہ غنی حمید۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے مگر مریض، مسافر، عورت، بچے اور غلام (کہ ان پر فرض نہیں) جو لہو ولعب اور کاروبار کی وجہ سے جمعہ سے بے نیاز ہو جائے تو اللہ اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اللہ غنی اور سراہا ہوا ہے۔" (دارقطنی، الجزء الثانی ص۳ حدیث ۱۵۶۰)

اسی باب میں فقہ حنفی کی مشہور و معروف اور بنیادی کتاب قدوری میں مذکور ہے:

"ولا تجب الجمعۃ علی مسافر ولا امرأۃ ولا مریض ولا صبی ولا عبد ولا اعمی۔ فان حضروا وصلوا مع الناس اجزاھم عن فرض الوقت۔ یعنی مسافر، عورت، مریض غلام اور نابینا پر جمعہ فرض نہیں ہے، اگر حاضر ہو کر لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو وقت کے فرض (یعنی ظہر) کے لئے کافی ہو جائے گا۔" (قدوری، ص۳۵)

پھر اسی بحث کو شیخ الاسلام امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ والرضوان نے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لان المسافر یحرج فی الحضور و کذا المریض و الاعمیٰ۔ والعبد مشغول بخدمۃ المولیٰ، والمرأۃ بخدمۃ الزوج فعذروا دفعا للحرج والضرر۔ فان حضروا وصلوا مع الناس اجزاھم عن فرض الوقت۔ لانھم تحملوہ فصاروا کالمسافر اذا صام۔ یعنی کیونکہ مسافر، مریض اور اندھے کے لئے حرج ہے اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے تو ضرر اور حرج کی وجہ سے یہ معذور ہو گئے، پھر بھی اگر حاضر ہو کر لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز کی ادا کر لیں تو اس وقت، اس کے فرض (یعنی ظہر کے) لئے کافی ہو گیا کیونکہ ان لوگوں نے مشقت برداشت کی تو وہ اس مسافر کی طرح ہوئے جس نے سفر میں روزہ رکھا۔" (الہدایہ، جلد اول، ص۱۶۹)

ان نظائر و امثلہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دفع حرج و آسانی کے لئے شریعت مطہرہ نے بندوں کو آسانیاں عطا فرمائی ہیں، نیز یہ آسانیاں جوز کر کی گئی ہیں، یہ فرائض میں دی گئی ہیں کہ ماہ رمضان میں روزہ اور جمعہ کے روز نماز جمعہ، یہ دونوں فرائض سے ہیں، اگر پھر بھی مسافر، حالت سفر میں روزہ رکھ لے اور جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کر لے تو اس کے لوٹانے یا قضا کرنے کا حکم شریعت نے نہیں دیا ہے تو قربانی تو باب واجبات میں سے ہے اور وہ بھی ائمہ مجتہدین کے نزدیک، اس کے وجوب اور سنت ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے، حتیٰ کہ خود ائمہ احناف کے یہاں اس میں اختلاف ہے، اگرچہ مفتیٰ بہ قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس پر جمہور حنفیہ فتوی دیتے ہیں تو اب صورت مذکورہ میں کہ جو شخص نماز عید الاضحیٰ اپنے گھر ادا کر کے مسافت بعیدہ پر قربانی کرنے کے لئے جائے اور قربانی کرے تو اس کی

قربانی سے وجوب ساقط ہوجائے گا اور دوبارہ اس کو قربانی کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

اسی میں اس کے لئے آسانی ہے اور رب کریم کا ارشاد یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا) کی روشنی میں اس ضابطے پر عمل ہوگا کہ المشقۃ تجلب التیسیر (مشقت آسانی لاتی ہے) ورنہ اس شخص کے ذمہ سے واجب ساقط نہ ہونے کی بنیاد پر گناہ لازم آئے گا، جب کہ وہ اُس گناہ میں بچنے کے لئے یہ مشقت جھیل رہا ہے۔

◆◆◆

ص ۱۴ رکا بقیہ..........

رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کردیں حضور نے ان کا منھ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَن یُّحِبُّہٗ۔ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔ (نورالابصار، ص، 114)

نبی کریم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ انتہاہی عابد وزاہد اور بہت فضیلت کے مالک تھے، کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امور خیر ادا فرماتے تھے، آپ نے پیدل چل کر ۲۵ رحج کئے، اللہ، اللہ! نماز کی پابندی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی شہادت بھی سجدے میں ہوئی آپ کی چاہت ومحبت کا دم بھرنے والوں کو نماز سے بھی محبت ہونی چاہیے تبھی سچے حسینی کہلانے کے حق دار ہوں گے ورنہ دعویٰ بے دلیل صحیح نہیں ہوتا، آپ کے محاسن وکمالات احادیث سے لے کر بزرگان دین کی بیاض وتاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کے بچپن سے لے کر شہادت تک کے واقعات اپنے بچوں اور نئی نسلوں کو بتائیں تا کہ ان کے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا ہو اور سچ وحق پر چلنے کی ترغیب ملے اللہ ہمیں شہیدان کربلا کی طرح سچ اور حق پر چلنے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۲۱ رکا بقیہ..........

آمد ید کہنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ غضب الٰہی کو دعوت دے رہی ہے، اپنے دنیاوی آقاؤں کو خوش کرنے کی بجائے گنبد خضریٰ میں آرام فرمانے والے دوعالم کے تاجدار وجہ تخلیق کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کا قدم بقدم لحاظ و پاس رکھیں، اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے مطابق آپ نے جو اسوۂ زندگی ہمارے روشن مستقبل کے لئے مشعل راہ کے طور پر چھوڑا ہے اسی سے شاہراہ زندگی کو روشن وتابناک کیا جائے، عام لوگ اپنی زندگی کا قبلہ درست کرلیں، رجوع الی اللہ کے جذبات سے سرشار ہوکر اپنی عملی زندگی کے طاق وایوان سجانے سنوارنے میں لگ جائیں، اسلام کی حقیقی روح سے اپنے قلوب کو تازگی وجاودانی بخشیں، اپنی حیات میں ایک زبردست روحانی انقلاب لایا جائے۔

◆◆◆

ص ۳۰ رکا بقیہ..........

مومن کے لئے ”حلو“ من الرجال ثابت کیا گیا ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں ”حلو“ کو خبر کے طور پر لایا گیا ہے اس لئے یہاں احتمال ہے یہاں ”حلو“ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے سباق وسیاق نے متعین کردیا کہ یہاں ”حلو“ سے مراد من المشروبات والمطعومات ہے اور مسئلہ دائرہ میں ”میٹھا“ بطور صفت ہے اس لئے یہاں کوئی احتمال ہے ہی نہیں کیوں کہ اس کا موصوف ”رجال“ سے ہے تو متعین ہوگیا کہ صفت بھی ”رجال“ ہی سے ہے، میٹھے لوگوں کو سماج ومعاشرہ میں ہلکا جانا جاتا ہے، لہٰذا دلائل وبراہین سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی عظیم شخصیت کے حامل افراد کو نہ ”میٹھا“ کہا جائے اور نہ ہی ”میٹھا میٹھا“ کہ اس بات سے انکار نہیں کہ اس میں سوء ادب کا ایہام پایا جاتا ہے اس کے ممنوع ہونے کے لئے اسی قدر کافی ہے، لفظ میٹھا کے استعمال کو گناہ بتانا اس کا تعلق مسئلہ کے دوسرے مرحلہ سے ہے اور ابھی صرف پہلے مرحلہ سے گفتگو ہو رہی ہے۔

◆◆◆

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

# نواسۂ رسول حضرت امام حسین کا بچپن



**حضرت** امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش سے لے کر شہادت عظمیٰ تک آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں پھر جو دونوں شہزادوں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں احادیث کریمہ کے ذخیرہ میں موجود ہیں وہ الگ ہیں، جب سے دنیا قائم ہے، اس وقت سے لے کر آج کی تاریخ کا اگر مطالعہ کریں تو بہت سے واقعات سامنے آتے ہیں، لیکن جس طرح کربلا کی سرزمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اپنے جانثاروں کے ساتھ ہوئی اس طرح کی مثال پوری تاریخ (History) میں نہیں ملتی، آپ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے واقعات کو پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے، آپ کے بچپن کے واقعات بھی بہت ہی پیارے ہیں جن کو احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

**اولادِ علی اولادِ نبی**

حدیث پاک میں ہے: اِنَّ اللہ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَّتَہٗ کُلِّ نَبِیٍّ فِی صُلبِہٖ وَاِنَّ اللہَ تَعَالیٰ جَعَلَ ذُرِّیَتِ فِی صُلبِ عَلِیِّ ابنِ اَبِی طَالِبٍ۔ یعنی فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت سے پیدا کی اور بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری اولاد (حضرت) علی ابن طالب کی پشت سے پیدا فرمائی۔" (صواعق محرقہ، ص154)

"سفاف الراغبین" فی سیرۃ المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہے، جس کا ترجمہ اس طرح ہے "سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد وفرزند کہلاتے ہیں، یعنی "ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ (فرزند نرینہ) کی طرف منسوب ہوتی ہے، جبکہ فاطمہ کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں۔"

ایک حدیث میں ہے کہ ہر ماں کی اولاد اپنے اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، بجز اولاد فاطمہ کے جن کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

**حضرت امام حسین کی ولادت**

ابن علی (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے نواسے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بیٹے تھے، آپ کی ولادت مبارکہ 5 شعبان 4ھ، بمطابق 8 جنوری 626ء کو مدینہ طیبہ میں ہوئی (10 محرم 61ھ بمطابق 10 اکتوبر 680ء کربلا، عراق میں شہید ہوئے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا، حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا، یہاں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا، کنیت، ابوعبداللہ ولقب "سبط رسول" و ریحانۃ الرسول ہے، حدیث شریف میں ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نے فرمایا کہ ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر وشبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (صواعق محرقہ، ص118)

ایک حدیث میں ہے کہ اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ اِسمَانِ مِن اَھلِ الجَنَّۃِ۔ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں، عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔ (ایضاً)

آپ کا عقیقہ ساتویں دن کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

## حضرت امام حسن وحسین کی پرورش

آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں آپ کی پرورش ہوئی ظاہرسی بات ہے وہ ہستی جس کو اللہ نے دنیا کو راہ راست پر لانے کے لیے رسول بنا کر بھیجا آپ کی نگہداشت میں جو بچہ پلے گا بڑھے گا اس کی تربیت کے کیا کہنے، ڈاکٹر اقبال عرض کرتے ہیں۔ ے

نور چشم رحمۃ اللّعالمین
آں امامِ اوّلیں وآخریں
بانوئے آں تا جدار ہل اَتٰی
مرتضٰی مشکل کشا شیر خدا

ما در آں قافلہ سالار عشق
ما در آں مرکز پر کار عشق

رحمت عالم ﷺ شہید کربلا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ ﷺ نے معرکہ عظیم حق وباطل میں فرق کرنے والی جنگ کربلا کے دن کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خود تربیت فرمائی تھی اور آپ کے بارے میں صراحۃ فرماتے تھے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت کے اوباش حاکم شہید کریں گے اور کبھی فرماتے اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو یقین کر لینا کہ میرا لخت جگر شہید کیا گیا۔ (معجم الکبیر عربی)

پیغمبر اسلام ﷺ دونوں بچوں کی پرورش میں لگے رہتے آپ ہی کے گہوارہ میں آپ دونوں پروان چڑھ رہے تھے، ایک طرف نبی آخرالزماں ﷺ جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق کے مالک تھے۔ (مسلم، حدیث 1500)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حکم ''خُذِالعَفوَ'' کو اختیار کرو کہ تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے بد اخلاقی میں عفو کو اختیار کریں۔ (مسلم، عفو و درگزر اور انتقام نہ لینے کا بیان، حدیث 4787)

آپ کے اخلاق کریمانہ کے سایہ میں اور دوسری طرف امیر المومنین علی ابن ابوطالب جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی پر جانثار تھے تیسری طرف فاطمۃ الزہرا جو خواتین کے طبقہ میں پیغمبر اسلام کی دعوت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں اس پاک اور نورانی ماحول میں آپ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش ہوئی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ے

کیا بات رضؔا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہیں کلی جس میں حسین وحسن پھول

## نواسوں سے رسول اللہ ﷺ کی محبت

مصطفےٰ جان رحمت ﷺ اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بہت محبت فرماتے۔ سینہ مبارک پر بٹھاتے، کاندھوں پر چڑھاتے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت رکھو۔ لیکن چھوٹے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ کی محبت کا کچھ خاص امتیاز تھا۔ آپ ﷺ نماز میں سجدہ کی حالت میں تھے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت (پیٹھ) مبارک پر آ گئے یہاں تک کہ (بچہ) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود سے بخوشی پشت پر سے اتر گئے تو آپ نے سر سجدے سے اٹھایا، نبی کریم ارشاد فرماتے ہیں: اَحَبَّ اللّٰہُ مَن اَحَبَّ حُسَیناً۔ جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ (مشکوۃ، ص571)

اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ، ص056)

حضرت امام حسین سے آقا ﷺ کی محبت کی بہت سی مثالیں ہیں اور حدیثیں ہیں، ایک دل گداز حدیث مطالعہ فرمائیں اور اپنے دل کو محبت حسین سے بھر لیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین بقیہ ص ۱۲ پر

از: مولانا محمد آل مصطفیٰ مرکزی *

# محرّم الحرام کے فضائل و مسائل



**ماہ** محرم الحرام سے اسلام کا نیا سال شروع ہوتا ہے جس طرح دیگر مہینے اپنے دامن میں عظمت و شرافت کی ضیائیں سمیٹے ہوئے ہے محرم شریف کا مہینہ بھی حرمت و تقدس کی خوشبو سے معطر ہے چند احادیث مبارکہ نذر قارئین ہے اور اس رات کی عبادت کے طریقے بھی ملاحظہ کریں تا کہ شب عاشورہ کی لذتوں سے آشنائی ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

**ماہ محرم کی فضیلت**

حدیث شریف میں ہے: محرم، اللہ کے لئے ہے اس کی تعظیم کرو، جس نے ماہ محرم کی قدر کی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں عزت فرمائے گا اور دوزخ سے نجات دے گا۔

**ماہ محرم کی شب اوّل کے معمولات**

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے کہ جو شخص ماہ محرم الحرام کی شب اوّل میں شب بیداری کرے اور آٹھ رکعات نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس بار پڑھے تو میں بروز قیامت اس کی اور اس کے گھر والوں کی شفاعت کروں گی، اگر چہ اس پر دوزخ کی آگ واجب ہو چکی ہو۔

سلطان الہند عطائے رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی محرم الحرام کی چاند رات میں دو رکعت پڑھے دونوں رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تو اس نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بہشت میں دو ہزار محل عطا فرمائے گا۔ ہر محل میں ہزار دروازے یاقوت کے ہوں گے ہر دروازے پر ایک تخت زَبَرجد کا ہوگا اور اس پر حور بیٹھی ہوگی اور چھ ہزار بُرائیاں اس نمازی کی دور کی جائیں گی اور چھ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

**یکم محرم کا روزہ**

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ذی الحجہ کے آخری دن روزہ رکھا گویا اس نے گزشتہ سال کو روزوں میں ختم کیا (یعنی سال بھر روزہ رکھا) اور آئندہ سال کو بھی روزہ سے شروع کیا، اللہ نے اس کے پچاس برس کے گناہوں کا اس روزہ کو کفارہ بنا دیا۔ (غنیۃ الطالبین)

**یکم اور ۲۹-۳۰ محرم کا روزہ**

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی اور انتیس وتیس تاریخوں کا روزہ رکھے اور راتوں کو قیام (نوافل و تلاوت) کرے اس کے نامہ اعمال میں تیس برس کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا اور پل صراط پر گزرنا آسان ہوگا اور اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے مانند چمکتا ہوگا۔

**محرم کے عشرۂ اوّل کا روزہ**

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے محرم کے شروع میں دس روزے رکھے اس کے لئے ایسا ثواب ہے کہ گویا اس نے دس ہزار برس اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایسی عبادت کی کہ دن میں روزہ رکھا اور رات میں قیام کیا۔

**یوم عاشورہ کا روزہ**

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ کیسا دن ہے کہ تم لوگ روزہ رکھتے ہو؟ عرض کیا کہ یہ عظمت والا دن ہے، کیوں کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں،

*مضمون نگار مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم دلسنگ سرائے سمستی پور کے مدرس ہیں۔

حضور نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمہارے ہم زیادہ حقدار ہیں اور زیادہ قریب ہیں تو حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دیکر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ عاشورہ کا دن۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔
(ترمذی شریف، ج اوّل، ص ٢٩٠)

**یوم عاشورہ کی اہمیت**

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے محرم کی دس تاریخ یعنی عاشورہ کا روزہ رکھا، اس کو دس ہزار فرشتوں، دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج و عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا جائے گا۔ جس نے عاشورہ کو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کے بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ بلند کرے گا، جس نے عاشورہ کی شام کو کسی مومن کا روزہ کھلوایا گویا اس نے اپنی طرف سے تمام امت محمدیہ کو افطار کرایا اور ساری امت کا پیٹ بھرا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن تمام دنوں پر فضیلت دی ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، لوح و قلم کو بھی عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عاشورہ کے دن ہوئی اور ان کو عاشورہ ہی کے دن جنت میں داخل فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، ان کے بیٹے کا فدیہ قربانی عاشورہ کے دن دیا گیا، فرعون کو عاشورہ کے دن دریائے نیل میں ڈوبا دیا گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف عاشورہ کے دن دور فرمائی، حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول فرمائی، حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش عاشورہ کے دن دور فرمائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، قیامت عاشورہ کے دن واقع ہوگی۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روزے کے ساتھ ہم کو بڑی فضیلت عطا فرمائی؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہے، کیوں کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے عرش و کرسی، ستاروں اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا، لوح و قلم عاشورہ کے دن پیدا کئے گئے، حضرت جبرئیل اور دوسرے ملائکہ علیہم السلام کو عاشورہ کے دن پیدا کیا، حضرت آدم و حضرت ابراہیم علیہما السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، فرعون کو عاشورہ کے دن غرقاب کیا، حضرت ادریس علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو عاشورہ کے دن دُور فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا اور عاشورہ کے دن ہی ان کی پیدائش ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خطا بھی اسی دن معاف ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت اسی دن عطا ہوئی، قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلے بارش عاشورہ کے دن ہوئی۔ جس دن آسمان سے پہلی مرتبہ رحمت نازل ہوئی وہ عاشورہ کا دن تھا۔ جس نے اس دن کسی کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولاد آدم کی عیادت کی۔ جس نے دسویں محرم کو پانی کا ایک گھونٹ کسی کو پلایا گویا اس نے تمام پیاسے انسانوں کو پانی پلایا۔ جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے لئے وسیع پیمانے پر خرچ کرنے سے پورا سال رزق میں وسعت و برکت رہتی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ میں اضافہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر

سلام

پورا سال وسعت فرمائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی، لہٰذا مسلمانوں کو اس دن وسیع پیمانے پر خیرات کرنی چاہیے، اس سے رزق میں اضافہ ہوگا اور خوشحالی کے دروازے کھلیں گے۔

**دسویں محرم کو غسل**

محرم کی دس تاریخ کو غُسل ضرور کریں کیونکہ اس روز زمزم کا پانی تمام پانیوں میں پہنچتا ہے، مصنف تفسیر نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عاشورہ کے دن غسل کرنے والا سال بھر بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔

**دسویں محرم کو سرمہ لگانا**

محرم کی دس تاریخ کو جو شخص سرمہ لگائے تو ان شاء اللہ سال بھر اس کی آنکھ نہیں دکھے گی۔ (درمختار)

**شب عاشورہ کی نمازیں**

حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عاشورہ کی شب (جس نے ۹ ؍محرم کا دن گزر کر آنے والی رات) کو عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا، اس کو زندہ رکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص شبِ عاشورہ میں رات بھر عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو وہ روزہ سے ہو تو اس کو اس طرح موت آئے گی کہ اس کو مرنے کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین)

اس لئے علمائے کرام نے اس برکت والی رات میں بہت سی نمازیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے چند قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں:

(۱) دو رکعت نماز نفل اس رات میں روشنی قبر کے لئے پڑھیں، اس کی ترکیب یہ ہے کہ دونوں رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص (قل ھواللہ احد) تین تین بار پڑھے، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس نماز پڑھنے والے کی قبر کو روشن فرمادے گا۔

(۲) چار رکعت نماز نفل ایک سلام سے پڑھیں، چاروں رکعتوں میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص پچاس پچاس مرتبہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والو کے پچھلے پچاس سال کے گناہ اور آئندہ پچاس سال کے گناہ بخش دے گا۔ (جواہر غیبی)

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: شب عاشورہ میں چار رکعت نفل اس ترکیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھیں، نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورۂ اخلاص سو بار پڑھیں تو اس کی برکت سے گناہوں سے پاک ہوجائیں گے اور جنت میں بے انتہا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

(۴) چار رکعت ایک سلام سے پڑھیں، چاروں میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص ۵۰ ؍بار پڑھیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

**یوم عاشورہ کی نمازیں**

(۱) عاشورہ کے دن چار رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کے پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف فرمائے گا اور جنت میں اس کے لئے نور کے ہزار محل تعمیر کرائے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

(۲) عاشورہ کے دن غسل کرکے دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص دس بار پڑھیں اور سلام کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور نو مرتبہ درود ابراہیمی پڑھیں، عمر میں خیر و برکت اور زندگی میں فلاح و نعمت حاصل ہوگی۔

(۳) عاشورۂ محرم کو سورج بلند ہونے کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا فرمائیں، ہر رکعت میں الحمد کے بعد جو بھی سورہ یاد پڑھیں۔ بے حد و بے حساب ثواب پائیں گے۔ (راحت القلوب)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی محبت عطا فرمائے اور جس مقصد کے لئے آپ نے اپنی جان قربان فرمائی، اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، محرم الحرام کی جملہ خرافات و بدعات سے محفوظ و مامون فرمائے، آمین۔

◆◆◆

سلامیات

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# دنیا کو مظلوموں کی آہ تو نہیں لگی؟

احوال عالم

اس وقت پوری دنیا میں کرونا وائرس نامی وبائی بیماری کو لے کر ڈر اور خوف کا ماحول بنا ہوا ہے، جدھر نظر اٹھا کر دیکھیے ایک عجیب سا سناٹا ہے، بھاگتی دوڑتی دنیا کو جیسے اچانک بریک لگ گیا ہو، ہر طرف ٹھہراؤ ہے، لیکن ایسا نہیں کہ ٹھہراؤ میں چین وسکون ہو بلکہ ہر شخص ڈرا ہوا سہما ہوا ہے، خود سے انسان خوفزدہ نظر آرہا ہے۔ ع

جھجھک کے خود سے بھی ملنا ہے، کیا قیامت ہے

اسلامی عقائد ونظریات کے اعتبار سے جب جب اللہ تعالیٰ کی سرزمین پہ گناہوں کا ارتکاب بہت بے باکی کے ساتھ ہوا ہے رب قدیر کی ناراضگی کے باعث کبھی آندھی کبھی طوفان کبھی سیلاب اور کبھی ہیضہ اور پلیگ جیسی وبائی بیماریاں عتاب الٰہی کی شکل میں نازل ہوئی ہیں، لیکن قوموں کی تاریخ پڑھ ڈالیے اوراق ماضیہ کھنگال لیجیے، آپ کو ایسا کہیں نظر نہ آئے گا کہ ایک آفت نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو، ایک وبا نے دنیا کے سارے لوگوں کا ناک میں دم کر دیا ہو، ماضی میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم حضرت لوط، قوم حضرت صالح اور قوم فرعون و دیگر اقوام پر عتاب الٰہی کسی نہ کسی شکل میں نازل ہوا ہے، لیکن اس کا دائرۂ اثر ایک مخصوص قوم، خاص طبقہ اور ایک مخصوص علاقہ رہا ہے، دنیائے انسانیت نے یہ ہولناک منظر پہلی مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہی وبائی بیماری نے پوری دنیا کے اکثر ممالک کو اپنی زد میں لے لیا ہے، دنیا کے سائنس داں حیران و پریشان ہیں، دانشوروں کی عقلیں گم ہیں، ارباب اقتدار واختیار خوفزدہ ہیں، سائنس کے تمام ترقیاتی دعووں کی عمارتیں زمیں بوس ہوتی نظر آرہی ہیں، گھٹنے ٹیک دیے ہیں قدرت کا انکار کرنے والوں نے، خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کو آج اپنی بے وقعتی کی اوقات معلوم ہوگئی ہے، اسرائیل کے وزیر صحت نے اپنی ایک پریس کانفرنس میں تو برملا اظہار کر دیا کہ دنیا کے سائنسدانوں کے پاس اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے، سینہ تان کر چلنے والوں کو آج اپنی بے بسی کا اندازہ ہو گیا ہے، غرور وتکبر سے اٹھی ہوئی گردنیں جنہیں خم ہونے کا مزاج ہی نہیں معلوم تھا وہ بھی قدرت کے ایک معمولی سے جھٹکے میں جھکی جھکی سی نظر آرہی ہیں، لہجے تبدیل ہو چکے ہیں، زبان و بیان میں بدلاؤ آ گیا ہے، اقتدار کے نشے میں چور رہنے والے اپنی طاقت وقوت کے زعم میں پوری دنیا کو مٹھی میں کر لینے کا خواب دیکھنے والوں کی مجبوری و بے بسی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے ہی میرا پروردگار دریافت فرما رہا ہو: لمن الملك الیوم؟ بولو آج کس کی بادشاہت ہے؟ منکرین خدا بھی خدا کے وجود کے قائل ہونے لگے ہیں، دنیا نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ سپر پاور کا خواب دیکھنے والے لوگ جس خوش فہمی میں مبتلا تھے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی عظیم قوت وطاقت والی ذات ہے، وہی دنیا کی سپر پاور ہے وہ جب چاہے جسے چاہے خاک میں ملا کر رکھ دے۔ ایک نظر نہ آنے والے وائرس نے خوف وہراس کا ایک ایسا ماحول بنا دیا ہے کہ ہر شخص کے سر پہ موت ناچ رہی ہے وہ خود کو موت سے بہت قریب دیکھتے ہوئے عالم اضطراب میں ہے۔

دنیا کی بے بس اور مجبور قوموں کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزارنے والے شہروں سے نکال کر سمندر کے ساحلوں اور جنگلوں میں بے کسی اور بے بسی کی تصویر بنانے والے بے قصوروں کو ان کے گھروں میں مجبور و محصور کر دینے والے آج خود انہی کیفیتوں سے دو چار ہیں، دوسروں کو لوک ڈاؤن کے صبر آزما اور تکلیف دہ مرحلوں سے گزارنے والے آج خود انہی کیفیات سے دو چار ہیں،

* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

احوال عالم

ہر شخص خود حفاظتی کے پیش نظر اپنے اپنے مکان میں خود کو قید کر چکا ہے یا پھر حکمرانوں کے جبری قانون کے تحت گھر کی چہار دیواری میں محصور نظر آرہا ہے۔ اب تک تقریباً 200 ممالک اس کی زد میں آچکے ہیں ماہ نومبر کے وسط سے اس وبائی بیماری کا آغاز چین میں ہوا اور پھر دیکھتے دیکھتے پوری دنیا کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، ترقی یافتہ ممالک سے لے کر غیر ترقی یافتہ ممالک تک سب اس کی زد میں آچکے ہیں قابل حیرت بات یہ ہے کہ جو ملک جس قدر ترقی پذیر ہے اس بیماری سے اسی قدر متاثر ہے، چین، اٹلی، فرانس، امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ممالک اس وقت بے بسی کی تصویر بنے نظر آرہے ہیں، شہزادہ چارلس اپنے محل میں اور برطانوی وزیر اعظم اپنے ایوان اقتدار میں اس مہلک مرض کی زد میں آگئے۔ دنیا بھر میں صاحبان اقتدار و اختیار اپنے اپنے ملک کے باشندوں سے ذرائع ابلاغ کے توسط سے سماجی دوری بنائے رکھنے کی اپیل و درخواست کر رہے ہیں، تمام عبادت گاہیں بند کر دی گئی ہیں، ایوان اقتدار میں دم توڑتا ہوا سناٹا ہے، بازار مول شاپنگ سنٹر سینما گھروں میں تالے لٹک رہے ہیں، بازاروں کی تمام چہل پہل رخصت ہو چکی ہے، دنیا کے کئی ممالک میں تو قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو پولیس اور فوج کے جبر و تشدد کا شکار بھی ہونا پڑا۔ کچھ مقامات پر انتظامیہ کی زیادتی کے سبب بھوک اور پیاس سے مجبور ہو کر اپنے گھروں سے نکلنے والوں کو شدت فاقہ سے موت سے ہم آغوش ہو جانا پڑا۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں کچھ لوگ کرونا وائرس کی زد میں آ کر موت سے ہمکنار ہوں گے۔ تو بہت سارے افراد بھوک اور پیاس سے مر جائیں گے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو اس بات کا نعرہ بہت شد و مد سے لگا رہے تھے کہ اکیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے دنیا کا معاشی، اقتصادی اور جغرافیائی منظر نامہ تبدیل کر دیں گے، اللہ نہ کرے لیکن اگر اس وبائی بیماری کا سلسلہ اسی طرح دراز ہوتا رہا تو دنیا میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں ہونے والے جانی و مالی نقصان سے بھی زیادہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا، دانشوروں کا تو ابھی سے اعتراف ہے کہ دنیا اتنی تیزی سے پیچھے جا چکی ہے کہ اسے ٹریک پر لانے میں صدیاں لگ جائیں گی۔

عالمی سازش کے تحت ایک مخصوص قوم کو ٹارگیٹ کیا گیا، اس کے خلاف مختلف طریقوں سے پروپیگنڈوں کا تسلسل کے ساتھ بازار گرم کیا گیا، اس مہم کو سر کرنے کے لیے نہایت شاطرانہ انداز میں زرد صحافت سے وابستہ ضمیر فروش صحافیوں کا استعمال کیا گیا، زر خرید غلاموں کی فوج تیار کی گئی جنھوں نے سادہ لوح عوام کو دین و مذہب کے نام پر دہشت گردی کی تعلیم دی اور پھر انہیں اپنے مقررہ اہداف کے حصول کے لیے استعمال کیا گیا، مقاصد کی تکمیل کے بعد ان مٹھی بھر افراد کو دہشت گرد قرار دے کر پوری قوم کو ذلیل و خوار کرنے کی گرم بازاری شروع ہو گئی، اس سازش کے تحت مسلط کی گئی جنگوں کی بنیاد پہ نہ جانے کتنے معصوم صفت افراد بھوک و پیاس اور در بدری کے شکار ہوئے، کتنے لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، لاتعداد لوگ صحراؤں جنگلوں کی خاک چھاننے پر مجبور ہو گئے، دنیا کے مختلف ملکوں کی سرحدوں پہ پناہ گزیں کی حیثیت سے مظلومیت کی تصویر بن کر بے کسی کی زندگی گزار رہے ہیں، نہ جانے کتنے لوگ سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے اور اس طرح مظلوم عوام کے روشن مستقبل کو تباہیوں بربادیوں کی تاریکیوں میں غرق کر دیا گیا، عراق، شام، لیبیا اور فلسطین میں مسلط کی گئی جنگوں سے ترقی یافتہ قوتوں کے افراد بخوبی واقف و آگاہ ہیں۔ لیکن دنیا میں ان بے قصوروں پہ ہونے والے مظالم کے خلاف کوئی تحریک کام نہیں کر رہی ہے، ایسا کوئی نہیں ہے جو ظلم و ستم کی داستان تحریر کرنے والوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے، حقوق انسانی کے نام پہ کام کرنے والی تنظیمیں خاموش تماشائی بنی نظر آرہی ہیں، اقوام متحدہ بھی ان مظلوموں کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش سے دست کش نظر آرہا ہے، اگر گہرائی سے مطالعہ کریں گے تو صاف پتا چلے گا کہ جور و جفا کے افسانوں کی ترتیب میں ان اداروں کی شراکت اور ساجھیداری ہے۔

ظلم پھر ظلم ہے، بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے، ٹپکے گا تو جم جائے گا

چنانچہ مظلوم اور ستم رسیدہ افراد کی آہیں اور صدائیں دنیا داروں، مادیت پرستوں کے کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر مایوس واپس لوٹ گئیں تو باب اجابت نے ان ٹوٹتی صداؤں کو سہارا دے دیا، یقیناً ع

دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

کشمیر میں دفعہ 370 ختم کرنے کے بعد سات ماہ تک وہاں عام لوگوں کو گھروں میں قید کر دیا گیا۔ دنیا اور دنیا والوں سے غیر مربوط ہو کر قید و بند سے بھی زیادہ اذیت بھری زندگی گزاری، فون، موبائل، انٹرنیٹ کی سہولتیں بند کر دی گئیں، ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچئے کس قدر دردناک تصویر ہوگی اور اوپر سے فوجیوں کے ظلم و ستم علیحدہ، ہر وقت ایک انجان سا خوف کہ کب گھر کے دروازے پر دستک ہوگی اور فوجی لوگوں کو قید خانے میں لے جا کر ڈال دیں گے، کرفیو کے انہی ایام میں یورپی یونین کے ممبروں کا دورۂ کشمیر حکومت ہند کی اجازت سے ہوا تھا جس میں اصول و ضابطے کے تحت کچھ صحافیوں کو بھی ان کے ساتھ کشمیر کے دورے پہ بھیجا گیا تھا، اس ٹیم میں اروند مشرا بھی تھے جن کا شمار ملک کے بڑے صحافیوں میں ہوتا ہے، اکنامکس ٹائم کے بڑے صحافی کی حیثیت سے وہ صحافتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے کرونا وائرس کے بعد ملک میں طویل مدتی لاک ڈاؤن پہ اپنے دورۂ کشمیر کے حوالے سے ایک دل کو چھو لینے والی مشاہداتی تحریر پیش کی ہے، انہوں نے اس کی سرخی قائم کی ہے ''دنیا کو نفیسہ کی ہائے تو نہیں لگ گئی؟''

اروند مشرا دورۂ کشمیر میں وہاں کی مختلف گلیوں سے یورپی یونین کے نمائندوں اور اپنے ہم پیشہ افراد کے ساتھ گزر رہے تھے کہ اچانک ایک گلی سے درد بھری نسوانی آواز نے ان کے قدموں میں زنجیر ڈال دی۔ چنانچہ وہ ٹھہرے اور مڑ کر دیکھنے لگے ایک سہمی ہوئی نقاب پوش خاتون ان کا نام لے کر خطاب کر رہی تھی اروند بھائی! آپ بلال کے دوست ہیں نا؟ دہلی والے بلال بلال آپ کی بہت تعریف کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اروند بہت نیک اور سمجھدار انسان ہیں۔ وہ انسانوں کا دکھ درد سمجھتے ہیں۔ میں نفیسہ عمر ہوں بلال کی پھوپھی زاد بہن۔ مختصر سے تعارف کے بعد اس نے بہت جلدی جلدی تھوڑی دیر میں دکھ درد میں ڈوبی ہوئی داستان بیان کر دی۔ اس کی دکھ بھری کہانی سن کر تو جیسے اروند کے پاؤں جم گئے اور اس کے دکھ درد کا اس قدر تاثر قائم رہا کہ کئی دنوں تک سکون سے نیند نہیں لے سکے۔ جب کبھی تنہائی ہوتی تو نفیسہ عمر کا خیال آتا اس کی دکھ درد بھری کہانی ذہن کے اسکرین پر گھومنے لگتی اور اضطراب و بے چینی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس ستم رسیدہ خاتون کے دکھی دل کی آواز اروند مشرا کے الفاظ میں پڑھئے:

نفیسہ کہتی ہے: اروند بھائی! کسی جگہ لگا تار سات مہینے سے کرفیو لگا ہوا ہو گھر سے نکلنا تو دور جھانکنے تک پر بھی پابندی عائد ہو آٹھ نو لاکھ فوجیوں نے چپے چپے کو فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر دیا ہو، انٹرنیٹ، موبائل، ٹیلی فون سب بند ہوں، گھروں سے بچوں اور جوانوں اور ضعیفوں سمیت ہزاروں بے قصور افراد کی گرفتاریاں ہوئی ہوں، چھوٹے بڑے سیاسی راہنما جیل میں ہوں، اسکول کالج بند، دفاتر بند ہوں، لوگ کیسے زندہ رہیں گے؟ ان کے کھانے پینے کا کیا ہوگا؟ جو مریض ہیں ان کا کیا ہوگا؟ کوئی اس کی فکر کرنے والا نہیں، آدھی سے زیادہ آبادی ڈپریشن اور ذہنی امراض میں مبتلا ہو گئی ہو؟ بچے خوفزدہ، مستقبل تاریکیوں میں ڈوب چکا ہو، ظلم و ستم اپنی حدوں کو پار کر رہا ہو، روشنی کی کوئی کرن نہ ہو، کوئی سدھ لینے والا نہ ہو، پوری دنیا خاموش تماشہ دیکھ رہی ہو۔ نفیسہ عمر اشکبار آنکھوں سے داستان جور و جفا بیان کر رہی تھی۔ ہم نے سب کچھ بہت خاموشی کے ساتھ برداشت کر لیا۔ لیکن اس وقت دل روتا ہے، ایک چوٹ لگتی ہے، اک ہوک سی اٹھتی ہے جب ہمدردی کے دو بول بولنے والی زبانیں یہ کہتی ہیں کہ اچھا ہوا ان کے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا۔ خیر میں نے ان لوگوں کے لیے بھی اور کسی کے لئے بھی کبھی برا نہیں سوچا، بددعا نہیں دی، اگر کی ہے تو بس ایک دعا کی ہے اپنے مولا کے حضور کی ہے، تا کہ تمام لوگوں کو ساری

احوال عالم

احوال عالم

دنیا کو ہمارے دکھ درد کا کچھ تو احساس ہو، اور وہ روتی رہی اور بولتی رہی، سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا اروند بھائی! آپ دیکھنا میری دعا بہت جلدی قبول ہوگی، اروند مشرا لکھتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ بہن! تم نے کیا دعا کی ہے تو بلکتے ہوئے، پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے، چیخ چیخ کر کہا آج بھی اس کے وہ درد بھرے جملے لفظ بلفظ میرے دماغ پہ ہتھوڑے بن کر برس رہے ہیں، نفیسہ نے میرے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ ’’میں نے اپنے مالک سے دعا کی ہے، اے اللہ تعالیٰ جو ہم پہ گزرتی ہے وہ کسی پر نہ گزرے، بس مولا تو کچھ ایسا کر دے اتنا کر دے کہ پوری دنیا کچھ دنوں کے لئے اپنے گھروں میں قید ہو کر رہنے پر مجبور ہو جائے، سب کچھ بند ہو جائے، دنیا ٹھہر جائے، شاید دنیا کو تب یہ احساس ہو سکے گا کہ ہم کیسے جی رہے ہیں۔‘‘ اروند مشرا لکھتے ہیں کہ آج جب ہم اپنے گھروں میں بند ہیں تو میرے کانوں میں نفیسہ عمر کے الفاظ گونج رہے ہیں۔ اس مظلوم ستم رسیدہ خاتون کے وہ الفاظ جو اس نے اپنے خالق و مالک کے حضور دعا کرتے ہوئے کہے تھے، میں سوچتا ہوں دنیا کو نفیسہ کی ہائے تو نہیں لگ گئی؟

ظلم و ستم کی بھی اپنی حدیں ہوتی ہیں اور جب مظالم اپنی حدوں کو پار کر جاتے ہیں تو ستم رسیدہ مظلوم کی فریاد غضب الٰہی کو دعوت دیتی ہے اور پھر دنیا اس کی زد میں آنے سے بچ نہیں پاتی، دنیا کے سیاسی منظر نامے پر ایک نظر ڈال لیجیے ہر طرف ظلم و ستم کی داستان بکھری نظر آئے گی۔ ظالم و جابر حکمراں بے بس و مجبور عوام کو ظلم و ستم کی چکّی میں بے دردی کے ساتھ پیس رہے ہیں۔ شاید انسانی لہو کی اس قدر ارزانی اس سے قبل چشم فلک نے نہ دیکھی ہوگی، پتا نہیں نفیسہ جیسے کتنے مرد و خواتین ہیں جو ظالم و جابر حکمرانوں کے جور و ستم کے نشانے پہ ہیں، آخر یہ آہیں یہ سسکیاں یہ فریادیں کب تک نامراد رہتیں؟

اس ہولناک وبائی بیماری نے امیر و غریب شاہ و گدا اور حکمران ممالک سے لے کر عام باشندوں کو یکساں طور پر خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا ہے، اگر آپ گہرائی سے جائزہ لیں تو صاف پتا چلے گا کہ وقت کے ظالم و جابر حکمرانوں کو یہ غیبی وارننگ ہے کہ وہ ظلم و ستم کے اپنے رویوں پر نظر ثانی کریں اور مظلوم و ستم رسیدہ قوم پہ جور و جفا کے پہاڑ نہ توڑیں، دنیا میں صرف قیام امن و امان کا بلند نعرہ نہ لگائیں بلکہ حقیقی امن و امان قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی اس سرزمین کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کی کوشش کریں اور اپنی خود ساختہ ترقیاتی سوچ کا مزاج بدلیں، ورنہ آگاہ ہو جائیں اس قادر مطلق قہار و جبار کی مضبوط گرفت سے ہرگز ہرگز نہ بچ سکیں گے، آج دنیا کی ترقی یافتہ قوموں اور ملکوں کا معیار ترقی یہ ہو چکا ہے کہ وہ دنیا کی تباہی و بربادی کے خواب دیکھ رہی ہیں، طاقت و قوت کے مالک ارباب اقتدار و اختیار نے دنیا کو تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے، آج حالت یہ ہو چکی ہے کہ دنیا پلک جھپکتے ہی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے۔ جو ملک ایٹمی صلاحیت کا مالک ہے وہاں ارباب اقتدار نے ایٹم بم کے بٹن پر انگلی رکھی اور دنیا دیکھتے دیکھتے تباہ و برباد ہو جائے گی، کیا مادیت پرستی کی اس روشن خیال دنیا میں تعمیر و ترقی اسی کا نام ہے؟ یقین فرما لیجیے دنیا کی ترقی انسانوں کی تباہی و بربادی میں نہیں ہے، ایسے نازک دور میں حالات چیخ چیخ کر تقاضا کر رہے ہیں کہ عوام و خواص سب اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں اپنے اعمال کا محاسبہ کریں سخت خود احتسابی کے عمل سے گزریں، تمام ارباب اقتدار سے گزارش ہے کہ خدا کے لئے بے قصور عوام الناس کو اپنے بے جا ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنائیں۔ ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھیں، انسانی خون کی اہمیت و واقعیت کو محسوس کریں۔ اقتدار و اختیار کے نشے میں چور ہو کر تمام حقائق سے آنکھیں موند لینا انسانی اخلاق و آداب کے منافی ہے، ارباب حکومت کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملک کے تمام باشندوں کو بلا تفریق مذہب و ملت، رنگ و نسل، زبان و ثقافت افراد خانہ کی حیثیت سے دیکھیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں جو اپنے گھر کے افراد کے لیے رکھتے ہیں، مسلم حکمران اپنی حکومت کا دستور و منشور کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں مکمل طریقے سے تیار کریں، مغرب کی کورانہ تقلید میں حرام و حلال جائز و ناجائز کا فرق مٹا کر جو اخلاقی انحطاط کے دور کو خوش

بقیہ ص ۱۲ / پر

ساتویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ایمان، کفر اور تکفیر

■ گزشتہ سے پیوستہ ■

مضمون نگار ص ۵ / پر یوں کہتا ہے کہ "کسی ایسے شخص کو کافر کہ دینا جو خود کو مسلمان سمجھتا ہو، ایسا معاملہ ہے جس کو کوئی ذی شعور جو اس معاملہ کے نتائج سے واقف ہو، ہلکا نہیں لے سکتا۔"

ٹھیک کہا ہمیں اس پر کچھ نہیں کہنا سوائے اس کے کہ کیا اس تمہید میں اور مضمون کے درمیانی کلمات اور جن کلمات پر مضمون کا اختتام ہوتا ہے کوئی مناسبت ہے؟ نہیں جیسا کہ جا بجا ظاہر ہے نیز یہ جو کہتا ہے کہ "رسول اللہ نے فرمایا: جو کسی مومن کو کافر کہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے اس مومن کو قتل کر دیا۔"

بحمدہ تعالیٰ امام اہل سنت اور اہل سنت اس الزام سے بری ہیں، انہوں نے کسی مومن کو کافر نہ کہا بلکہ جس نے خود کفر بکا اور مضمون نگار کے اقراروں نے اس کے کفر ہونے پر رجسٹری کی اسے کافر بتایا جیسا کہ اس کے کلمات سے جا بجا مختلف صفحات پر ظاہر ہے، نیز اس جگہ حضور کا ارشاد نقل کرتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مومن کو کافر کہے، الخ"

دیوبندیوں کے عدم کفر پر یہ تمہید اٹھائی ہے اور اس جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یاد آئی ہے، یہاں یہ کیوں بھول گیا کہ وہابی دیوبندی سب ان لوگوں کو جو ان کے ہم عقیدہ نہیں مشرک جانتے ہیں، پھر اس حدیث کے پیش نظر وہابیوں دیوبندیوں کو کافر کیوں نہیں کہتا۔

مزید کہتا ہے: اس سے زیادہ نازک تنبیہ نہیں سوچی جا سکتی اور اس کا واضح مقصد یہی ہے کہ ذی شعور مسلمانوں کو کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے باز رکھا جائے، سوائے اس کے کہ کفر کے ناقابل تردید ثبوت موجود ہوں۔ [ص ۵]

خط کشیدہ جملے پر مجھے یہی کہنا ہے کہ ناقابل تردید ثبوت تو آپ دے چکا چنانچہ ص ۱۳ / پر لکھے گا کہ یہ "کھلی گستاخی بے ادبی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پھر بھی اس سے مکر جائے گا اور یہ کہے گا کہ "یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا" یہ کیا کھلا تناقض ہے؟

مضمون نگار رقم طراز ہے: "مسلمان معاشرے میں یہ فیصلہ کرنا صرف قاضی وقت کا کام ہے اور صرف اس وقت جب اس کو ایسا کرنا ناگزیر ہو۔" دیوبندیوں کی تکفیر کا دروازہ بند کرنے کے لیے قاضی وقت کی آڑ تو لی مگر مضمون نگار یہ بتائے کہ دیوبندی اس کے نزدیک کافر نہ سہی ان کے سوا کچھ اور فرقے اس کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں اگر ہیں تو وہ کون کون سے فرقے ہیں؟ قادیانی، حدیث کو مطلقاً رد کرنے والے، خود کو اہل قرآن کہنے والے اور شیعوں کے متعدد فرقے جو حضرت عائشہ کو تہمت لگاتے، قرآن کو ناقص بتاتے، وحی لانے میں جبریل امین کو خاطی بتاتے اور ان میں جو حضرت علی کو خدا کہتے، یہ سب بھی کیا اس کے نزدیک کافر نہیں؟ اور اگر ہیں تو اب یہ بتائے کہ یہ سب اگر اس کی یہ بات دہرائیں کہ "مسلمان معاشرے میں یہ فیصلہ کرنا صرف قاضی وقت کام ہے" تو اس کا کیا جواب؟ مضمون نگار جملہ سابقہ سے متصل یہ کہتا ہے کہ: "صرف اس وقت جب اس کو ایسا کرنا ناگزیر ہو، ان حالات میں [جن میں اسے کسی مسلمان کے کفر اور ایمان میں امتیاز کرنا پڑے]"

ہم پوچھتے ہیں کہ اس خط کشیدہ جملہ کا کیا مفہوم ہے کہ "کسی مسلمان کے کفر اور ایمان میں امتیاز کرنا پڑے" اس کے جملے میں مسلمان حقیقی معنی پر ہے یا معنی مجازی پر؟ اگر حقیقی معنی پر ہے تو جو حقیقۃً مسلمان ہے اور اسلام سے متصف، تو کفر جو اسلام کی نقیض ہے اس سے کیسے متصف ٹھہرے گا اور قاضی کی طرف اس کی نسبت کا کیا معنی؟ کیا قاضی کسی فرضی اسلامی حکومت کا

فرضی قاضی ہوگا؟ جو بقول مضمون نگار کسی مسلمان کے کفر اور ایمان میں امتیاز کرے گا اور اگر مجازی معنی مراد ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اس پر قرینہ کیا ہے؟ اور بے قیام قرینہ مجازی معنی کیوں کر مقبول اور ایسے بول کی کیونکر رخصت؟ پھر یہ تکفیر ہی پر کیا موقوف نکاح اور دیگر عقود کا فسخ اور بعض حالات میں عورت کو نکاح کی اجازت دینا اور عدّت کا حکم اور گواہیاں سننا، ان میں کچھ کو قبول کرنا کچھ کو ردّ کرنا اور فیصلۂ مقدمات اور اقامت جمعہ وعیدین یہ سب قاضی کا کام ہے اور ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اسلامی حکومت کہیں نہیں، تو کیا احکام الٰہی معطل ٹھہریں گے؟ تکفیر سے ممانعت کے لیے قاضی اور اسلامی حکومت کی آڑ لینے کا تو کچھ یہی انجام ہے، مضمون نگار کیا یہ نہیں جانتا کہ جب زمانہ سلطان ذی کفایت سے خالی ہو تو ایسے امور علما کی طرف مفوض ہوتے ہیں اور علما عام مسلمانوں کے والی ہوتے ہیں اور جو ان میں سب سے بڑا عالم مرجع فتویٰ ہو وہ قاضی القضاۃ بلکہ سلطان اسلام کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اگر سب ایک درجے کے ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی۔

اگر واقعی نہیں جانتا تو ہم سے سنے، حدیقہ ندیہ میں سیدی عبد الغنی نابلسی فتاوی امام عتابی سے ناقل "إذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایه فالأمور مفوضه إلی العلماء و یصیرون ولاة لهم [إلی قوله] فان استووا أقرع بینهم" عبارت کا خلاصہ پہلے گزرا لہٰذا ترجمے کی حاجت نہیں، پھر اگر نہیں جانتا، تو بے علم علمی معاملات میں کیوں دخل اندازی کرتا ہے اور اگر جانتا ہے تو ناظرین دیکھیں یہ کیسا مغالطہ اور فریب دہی ہے؟ پھر مضمون نگار یہیں اپنے اس جملے پر غور کرے کہ "اسے ایسا اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ اس کے فیصلے سے کچھ بنیادی حقوق اور جرمانے جنم لیتے ہیں جیسے کسی مرتد کا مسلمان عورت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے اور اس کی جائیداد بیت المال میں وقف ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ" اس کا صریح مفاد کیا ہے؟ کہ یہ امور یعنی بقول مضمون نگار بنیادی حقوق اور جرمانے عند النزاع اس کے فیصلے پر موقوف ہیں، اس کا صاف مطلب اور کیا ہے کہ فی نفسہٖ کسی وجہ مکفر سے کافر ہونا اور بات ہے اور قاضی کے یہاں اس کا ثابت ہونا اور بات ہے اس کی نظیر شوہر کا طلاق دینا ہے، فی نفسہٖ طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت شوہر سے دور رہنے اور عدّت کے حق میں حکم قاضی کی محتاج نہیں ہوگی بلکہ اس جگہ عورت قاضی کے قائم مقام ہے۔

چنانچہ درر میں فرمایا: إذا قال أنت طالق ونوی به الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاء لأنه خلاف الظاهر والمرأه کالقاضی لایحل لها أن تمکّنه إذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدل عندها لکن تعتبر نیته بینه وبین الله تعالی۔ [انواع الطلاق ۴/۲۰۹]

مگر شوہر جب کہ منکر ہو تو بے ثبوت طلاق وتحقق انقضائے عدت اس کو غیر سے نکاح کی اجازت نہ ہوگی اور اس کے لیے حکم قاضی اور مجلس قضا درکار ہے نہ کہ فی نفسہٖ طلاق واقع ہونے کے لیے، اسی طرح اگر کوئی انکار ضروریات دین کرے، یا کھلی گستاخی کا مرتکب ہو، ہر سننے والے مومن پر فرض ہے کہ اسے کافر جانے اور ازالۂ شبہ کے لیے اس پر لوگوں کو گواہ بنائے اور عام لوگوں کو اس پر متنبّہ کرنے کے لیے اور قطع خصومت کے لیے یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جائے، کیا مضمون نگار کے طور پر "قل یا أیها الکافرون" اس کے معنی کو سمجھ کر پڑھنا صرف قاضی کے ساتھ خاص ہوگا، کیا اس میں خطاب ہر مخاطب غیر معین کے لیے نہیں؟ اور کیا اس کا یہ مطلب نہیں؟ کہ جو ضروریات دین کو جھٹلا کر کافر ہو گئے انہیں کافر جانو اور انہیں کافر کہو، نہیں اور ضرور نہیں تو پھر کیوں کہا عام مسلمان نہ یہ فیصلہ دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کے مضمرات پورا کر سکتا ہے" پھر حدیقہ ندیہ کی عبارت یاد کرے اور بتائے، کیا امام احمد رضا اور علمائے حرمین ومصر وشام حاکمان اسلام کے قائم مقام نہ تھے پھر انہیں عام مسلمانوں کے ساتھ ملانا کیسا صریح دھوکہ ہے۔

پھر مضمون نگار نے یہ کہا کہ "اسلام کسی ایسے انصاف کی اجازت نہیں دیتا جو کسی مخصوص گروہ کی جانب سے ہو جو اس کا مجاز نہیں" اس کا کیا مطلب ہے خدا ہی جانے اور یہاں بھی اسی

کی بولی میں وہ فرقے جن میں سے چند بطور مثال ذکر ہوئے ان میں سب یا کچھ ضرور اس کے نزدیک کافر ہیں کیا ہم بطور معارضہ بالقلب یہ نہیں دہرا سکتے۔

دیوبندیوں کی تکفیر سے ممانعت کے لیے قاضی وقت اور اسلامی حکومت کی شرطوں کا کیا انجام ہے ایک سوال سے ابھی واضح ہوا جاتا ہے، قاضی وقت کا فیصلہ کب رونما ہوتا ہے جب باہم دو شخصوں میں خصومت ہوتی ہے مثلاً زید سے کوئی کلمۂ کفر صادر ہوا اب عمرو اس کو کفر جانے یا قاضی کے فیصلہ کا انتظار کر لے اگر دوسری صورت مختار ہے تو ص ۲ / پر یہ کیوں کہا تھا کہ یہ کھلا کفر ہے اور دوسری قسم کے بارے میں یہ شرط لگائی کہ "اس کو علم ہو جائے پھر بھی انکار کرے۔"

غرض ان دونوں صورتوں میں کفر ہونے کو قاضی کے حکم پر موقوف نہ رکھا اور پہلی قسم کے بارے میں اسی صفحہ پر یہ کہا کہ "ارض السلام میں ان چیزوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" اس صریح تناقض سے قطع نظر اب سوال یہ ہے کہ زید و عمرو کے درمیان اس کلمے کے کفر یا عدم کفر ہونے میں خصومت کیسے متحقق ہوگی سوائے اس صورت کے کہ زید اسے کفر بتائے اور عمرو انکار کرے، اب زید اس کلمے پر دو عادل مردوں کو گواہ بنائے اور معاملہ قاضی کے پاس لے جائے اب قاضی اگر خود علم کافی نہیں رکھتا تو اس مقدمے کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ یوں ہی نا کہ مفتی سے پوچھے گا، اب مفتی یہ فرمائے کہ زید صحیح کہتا ہے، اب اس صورت میں مضمون نگار بتائے کہ اصل فیصلے کا حق کس کو ہے؟ اور اصل حاکم کون ہے؟ جس کی طرف قاضی رجوع کرتا ہے؟ بلا شبہ وہ مفتی و عالم دین ہے جس کی طرف قاضی و غیر قاضی سب کو رجوع لازم ہے اور اس صورت میں جب کہ مفتی زید کی تصویب کرے اور قاضی اسی کے مطابق فیصلہ کرے، تو اب قاضی کے فیصلہ سے زید کے قول پر کیا اثر، عمرو کا قول پہلے کفر نہ تھا اب قاضی کے فیصلہ سے کفر ہوا، اور جب مفتی کے فتوے اور قاضی کے قضا سے زید کی تصدیق و تائید ہوئی تو کیا اس سے ثابت نہ ہو گیا کہ کھلے کفر کو کفر جاننا اور اس کو کفر بتانا محض عام انسانوں کا اختیار ہی نہیں بلکہ ان کے ایمان کا مقتضیٰ، مضمون نگار جس سے روک کر سب کو مبتلائے کفر کرنا چاہتا ہے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرنا، امانتیں ادا کرنا، عہد پورے کرنا، حقوق کی رعایت یہ سب عدل ہیں یا کچھ اور؟ کیا ان کے لیے اذن قاضی شرط ہے؟

مضمون نگار سے یہاں ایک سوال اور کیجیے تا کہ یہیں اس کی تمہید کا تصفیہ ہو جائے، دیوبندیوں کی عبارتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے یہیں کہا کہ "ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع ناممکن ہو"۔ "بغیر کسی شبہ" کہہ کر کے کیا شبہ کی نفی نہ کی اور اس طرح دیوبندیوں کی عبارتوں کو اپنے معنی میں ایسا یقینی نہ مان لیا جس میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں، مضمون نگار کی یہ بات کہ "ایسا ثبوت قطعی ہونا چاہیے الخ" دیوبندیوں سے کفر اٹھانے کی غرض سے وہ حق کلمہ ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا اور اس پر سند خود اس کا وہ قول ہے جو ص ۱۳ / پر کہے گا کہ "ایسی بات بغیر کسی شبہ کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے" اب یہاں جو مزید یہ کہا کہ "کہنے والے کے پاس کوئی عذر ہو سکتا ہے" کیا اس سے یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ جو بات بغیر کسی شبہ کے کھلی گستاخی ہو اس بنا پر اس پر کوئی حکم نہ لگے گا کہ کہنے والے کے پاس کوئی عذر ہو سکتا ہے یہاں اپنا کہا کیوں بھول گیا کہ "ارض اسلام میں ایسی باتوں کے نہ جاننے کا کوئی عذر نہیں" پھر بھی کھلی گستاخی کے باوجود یہ کہتا ہے کہ "یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی" کیا یہ وہی شہرت پسندی، تکبّر، دیوبندیوں کی برتری چاہنا نہیں جس کا الزام دوسروں پر اپنے الفاظ میں یوں دھرتا ہے آج بلا احتیاط کفر کے الزامات کی وجوہات مسلمانون میں کئی ہیں۔۔[ص ٦]

اس سے قطع نظر یہاں اس کا یہ جملہ "کہ ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے" ص ٦ / پر اس کے اس جملے سے ملا کر دیکھیے کہ "شرعی قانون میں یہ بات بدیہی طور پر ہے کہ وہ حالت جس کا وجود متحقق ہو وہ کسی ایسی حالت سے زائل نہیں ہو سکتی جس کا وجود متحقق نہ ہو۔ [ص ٦]

اور پوچھئے کہ یہ تمہید کس کے لیے اٹھائی ہے انہیں کے لیے جن کی عبارتوں کے بارے میں ص ۱۳ / پر یہ کہو گے کہ "ایسی

بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا دفاع نا ممکن ہو۔" ضرور انہیں کے لیے اٹھائی ہے تو اس تمہید کا انہیں کیا فائدہ؟ اور اس کا کیا حاصل؟ سوائے اس کے کہ سیدھے سادے مسلمان جو اگلا پچھلا بھلا کر گزشتہ اور پیوستہ میں موازنے سے غافل ہو کر دھوکہ کھائیں، مغالطہ میں پڑیں جس کا الزام باطل پرست اہل حق پر رکھتے ہیں۔

نیز کہتا ہے: ہم کہتے ہیں کہ ایسا ثبوت لازما عام طور پر آشکارا ہو۔" [ص ۶:]

ہم پوچھتے ہیں کہ ص ۳۱/ پر بغیر کسی شبہ کہہ کر یہ ثبوت تو خود دے دیا اب اس کو معطل کیوں ٹھہراتا ہے اور یہ کیوں کہتا ہے کہ" یہ کسی عام مسلمان کی شرعی ذمہ داری نہیں کہ وہ دوسرے کے ایمان کا فیصلہ کرے۔" فیصلے کا فیصلہ ان سوالات میں ہو چکا جو ہم نے مضمون نگار کے گزشتہ بیان پر کیے۔

مضمون نگار نیز لکھتا ہے: "امام غزالی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں یہ دکھانے کے لیے کہ اسلام [میں داخلے] کے متعلق فقیہ اسی کے بارے میں لب کشا ہوتا ہے جو اس کے واقع یا غیر واقع ہونے سے متعلق ہو اور وہ زبان کے علاوہ کچھ بھی خیال نہیں کرتا جہاں تک دل کا معاملہ ہے یہ اس کے دائرۂ اختیار میں نہیں، الخ"

ہمارا سوال خط کشیدہ اس فقرے سے متعلق ہے جو یوں ہے: اسلام میں داخلے کے متعلق فقیہ اسی کے بارے میں الخ۔

مضمون نگار نے یہ مضمون امام غزالی کی طرف منسوب کیا قطع نظر اس کے کہ یہ تصحیح نقل کا محتاج ہے یعنی اس مضمون کو کتاب مذکور جس سے اس نے نقل کیا میں دیکھا جائے اور مضمون کو کتاب کی عبارت سے ملایا جائے، اس نے یہ جو لکھا کہ" وہ زبان کے علاوہ کچھ بھی خیال نہیں کرتا جہاں تک دل کا معاملہ ہے یہ اس کے دائرہ اختیار میں نہیں" اس کے خط کشیدہ جملے کا کیا یہ مفاد نہیں کہ فقیہ کو ظاہر لفظ سے کام ہے، لہٰذا لفظ ظاہری معنی پر محمول ہوگا اور نیت سے اس کو سروکار نہیں، یہی تو وہ مفاد ہے جو ہم نے حدیث اسامہ پر اس کے تبصرے پر دوران سوال ظاہر کیا اور پوچھا کیا اس کا اعتبار صرف معاملہ اسلام میں ہے اور کفر میں نہیں اور اس پر سند طلب کی، یہاں ہر چند کہ یہ سمجھانا چاہا ہے کہ اس کا اعتبار اسلام میں ہے مگر واقع اور غیر واقع کے مفاد نے کیا یہ صاف نہ بتا دیا کہ فقیہ دونوں صورتوں میں ظاہر لفظ پر عمل کرے گا، یعنی ظاہر لفظ کا مقتضی یہ ہو کہ حکم اسلام واقع ہو تو وہ قائل کو داخل اسلام مانے گا اور اگر ظاہر لفظ کا تقاضا یہ ہو کہ حکم اسلام غیر واقع ہے یعنی قائل ہنوز اسلام میں داخل نہ ہوا اور اس کی ضد یعنی کفر کا حکم اس پر واقع ہے تو وہ وہی حکم کرے گا جو ظاہر لفظ کا مقتضی ہے، یا یوں کہیے کہ ایک فقیہ ظاہر اقرار کو واقع کے قائم مقام قرار دے گا جب کہ کوئی امر اس کے منافی ثابت نہ ہو، بصورت دیگر یعنی جب کہ ظاہر اقرار کے معارض کوئی امر موجود ہو تو ظاہر اقرار کو غیر واقع مانے گا اور دونوں صورتوں میں بقول مضمون نگار زبان کے علاوہ کچھ بھی خیال نہیں کرے گا۔

دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے خود ہی تمہید میں یہ کہتا ہے" بعض صورتوں میں وہ شخص کافر کہلائے گا اور بعض میں نہیں۔"

اور دیوبندیوں کو کفر سے بچانے کے لیے ظاہر متیقن مان کر خود ہی یہ فیصلہ لیتا ہے مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتی کہ نیت گستاخی کی نہیں، کیا صریح مغالطہ ہے۔

مضمون نگار نے آگے چل کر جو کہا کہ:

[ا] "ہر مسلمان کا ایمان ثابت ہے جب تک کہ اس کے خلاف دلیل نہ مل جائے" اس کا جواب تو خود اس کا اقرار ہے، دیوبندیوں کے ایمان کے خلاف تو اس نے خود دلیل مہیا کی، یہ سوال مکرر ہے اب اس کہنے کا دیوبندیوں کو کیا فائدہ؟

[ب] مضمون نگار کہتا ہے: " یہ کسی عام مسلمان کی شرعی ذمہ داری نہیں کہ وہ دوسرے کے ایمان کا فیصلہ کرے۔" [ص ۷] اس کا جواب ہو چکا۔

[ج] آگے لکھتا ہے: " یہ ایک زیادتی اور جرم ہے کہ کسی مسلمان کو کفر کا الزام دیا جائے۔" [ص ۷]

اگر چہ کفر یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور اس صورت میں

نقد و نظر

وہ مسلمان ہی کب رہے گا جو خود کفر بول کر دائرہ اسلام سے نکل جائے تو ایسے کو مسلمان ماننا زیادتی اور ظلم ہے یا ایسے کو کافر کہنا جس کی بات بقول مضمون نگار بغیر کسی شبہے کے کھلی گستاخی ہو اس کے کفر کو ظاہر کرنا ہے۔

[د] مضمون نگار کہتا ہے: "ہمارے وقت میں تکفیر کے زیادہ تر اسباب اخلاقی طور پر کریہ ہیں اور اپنی حیثیت میں گناہ۔" [ص ۷]

ہاں، جو غیر شرعی ہیں اور بے وجہ شرعی تکفیر محض گناہ نہیں بلکہ خود کفر ہے اور قائل کافر ہے، ص فلاں پر مضمون نگار نے جو حدیث پیش کی اسے یاد کریں، مگر اس کے مصداق وہابی نہیں جن سے یہ دیوبندی بھی نکلے ہیں، یہ صاف کفر سے بچے ہوئے ہیں؟ اور مورد الزام وہ ہیں جو ان کا کفر دلیلوں سے ظاہر کرتے ہیں اگرچہ یہ امر خود مضمون نگار کو مسلم، جیسا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے بارے میں ص ۲۸ / پر اس نے خود ہی کہا کہ: "[امام] احمد رضا کا موقف نہ تو صریح نصوص کے خلاف ہے کیوں کہ وہ صریح نصوص ہیں ہی نہیں بلکہ قابل تاویل ہیں کہ وہ اس وقت سے پہلے کی ہیں جس نے انہیں منسوخ کر دیا اور نہ ہی بلا دلیل ہے کیوں کہ ان کے موقف کی اساس صحیح احادیث کی بنیاد پر ہے نہ کہ محض باطل تمثیل کی بنیاد پر۔"

مضمون نگار نے خود ہی یہ کہ کر کہ "کیا اس میں کوئی اختلاف تھا" اور یہ کہ کر کہ "تمام مسلمان اسے نا قابل قبول پاتے" اور جاہلانہ انداز بتا کر یہ صاف قبول لیا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ کہ اس میں کسی اختلاف کا اعتبار نہیں اور یہ کہ اس میں کوئی علمی اختلاف نہیں، پھر بھی دیوبندیوں کی حمایت میں یوں تمہید اٹھاتا ہے کہ: "یہ اللہ کے انصاف اور قرآن کے خلاف ہے کہ ایسے، الخ"

کیا یہ وہی اقرار و انکار، نفی و اثبات کا اجتماع نہیں جس کا نظارہ ناظرین بارہا کر چکے، مضمون نگار ص ۳۱-۳۲ / پر اپنی عبارت یاد کرے اور اسے یاد کر کے بتائے کہ اب اس کہنے کی کیا گنجائش اور اس کلام کا کیا محل؟

مضمون نگار ص ۹ / پر "سنی سنائی دلیل کا مغالطہ" عنوان کے تحت رقم طراز ہے کہ: "لوگوں کے خلاف سنی سنائی بات کو دلیل ٹھہرالینا اللہ تعالیٰ نے ممنوع فرمایا ہے، الخ"

ازاں جا کہ اس نے یہ تمہید دیوبندیوں کی تکفیر سے ممانعت کے لیے اٹھائی ہے، لہٰذا قرینہ مقام سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ سیدنا اعلیٰ حضرت و دیگر علمائے اہل سنت پر الزام دینا چاہتے ہے، اس کا جواب ص ۲۸ / پر ہمارے بیان سے ظاہر ہے جس میں ہم نے اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غایت درجہ احتیاط کا ذکر کیا ہے اور اسی بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ محض سنی سنائی بات نہیں بلکہ مدت دراز سے اب تک مسلسل تواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ کتابیں انہی کی ہیں، مضمون نگار کے نزدیک تو تواتر میں چار آدمی کافی ہیں دیکھو اس کی عبارت ص ۳۸ / پر اور خود مضمون نگار نے جا بجا ان عبارتوں کی نسبت دیوبندیوں کی طرف تسلیم کر لی جیسا کہ اس کے تبصروں سے ظاہر ہے تو میڈیا کے تعلق سے یہ ساری بحث دیوبندیوں کو کیا مفید؟ اور جب اس کے نزدیک یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا کہ نیت گستاخی کی نہیں جیسا کہ دیوبندیوں کی حمایت میں ص ۱۳ / پر اس کا یہ قول درج ہے اور خود اسی صفحہ پر کہتا ہے کہ "کچھ ایسے کلمات جو کہ بظاہر اہانت خدا و رسول کہے جا سکتے ہیں تاہم بولنے والے کی نیت جائز نکتہ ثابت کرنے کی ہو تو یہ کفر نہیں ہے۔" [ص ۱۳]

اور میڈیا کی آڑ لے کر متواتر اور ثابت کو غیر ثابت اور سنی سنائی بات بنانا کیوں چاہتا ہے؟ پھر دیوبندیوں کی عبارتوں کے سلسلے میں میڈیا کے متعلق گفتگو کے پیرائے میں گویا اہل سنت سے یہ سوال ہے کہ کیا ثبوت ہے کہ یہ کتابیں انہیں کی ہیں، ثبوت تو وہ بارہا ان عبارتوں کی پرزور حمایت کے پیرائے میں خود دے چکا کہ یہ عبارتیں انہیں کی ہیں اور کھلی گستاخی وغیرہ ہیں مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا، اب اس بحث کا کیا حاصل اور اس پوشیدہ سوال کا کیا محل؟ پھر کیا کوئی اسی طباعت اور صحافت کے بارے میں اس کی تقریر کو بنیاد بنا کر نہیں پوچھ سکتا کہ تم نے جو حوالے پیش کیے ہیں کیا ثبوت کہ یہ کتابیں انہیں کی ہیں اور یہ عبارتیں انہیں کی ہیں اور تمہاری تقریر جس کا اقتباس درج ذیل ہے یہاں

بھی جاری ہے کہ تم نے جو حوالے پیش کیے ہیں کیا ثبوت کہ یہ کتابیں انہیں کی ہیں اور یہ عبارتیں انہیں کی ہیں اور تمہاری تقریر جس کا اقتباس درج ذیل ہے یہاں بھی جاری ہے اور خصوصاً جب کہ دیوبندیوں کی حمایت میں آپ اس نرالے طرز پر گامزن ہیں، آیۂ کریمہ "إن جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا" جسے آپ نے بھی ذکر کیا ہے متقاضی تحقیق بھی ہے، دیوبندیوں کی حمایت میں جس کے فقدان کا الزام آپ امام احمد رضا وعلماے حرمین شریفین پر رکھنا چاہتے ہیں اور خود آپ کی تحقیق و احتیاط کا یہ عالم ہے کہ مستند کتابوں کا نام لیتے ہیں اور ان کا مضمون اپنے الفاظ میں وہ بیان کرتے ہیں جو ان کی عبارتوں سے نہیں نکلتا، اس کا ایک نمونہ درمختار کی ایک عبارت کے ترجمے کے بارے میں جو ہم نے سوال کیا اس سے ظاہر ہے۔

یہاں امام سلیمان الجمل کی طرف آپ نے جس مضمون کی نسبت کی، اس کے متعلق آپ سے پوچھ لوں تاکہ آپ کی تحقیق و احتیاط بے نقاب ہوجائے، پہلے امام سلیمان الجمل کی عبارت نقل ہوتی ہے، وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ [قوله: إن جاء کم فاسق بنبأ] سماه فاسقا تنفیرا و زجرا عن المبادرة والا ستعجال إلی الأمر من غیر تثبت کما فعل هذا الصحابي الجلیل لکنه مؤوّل ومجتهد فیما فعله، فلیس فاسقا حقیقة إه شیخنا۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے: اللہ تعالی نے خبر لانے والے کو فاسق کہا تاکہ بغیر تحقیق کسی معاملے میں عجلت اور سبقت سے نفرت دلا کر لوگوں کو باز رکھے جیسا کہ ان صحابی جلیل نے کیا لیکن انہوں نے جو کیا وہ اس میں صاحب تاویل اور مجتہد تھے، تو وہ حقیقۃً فاسق نہیں۔

مضمون نگار یہاں یوں رقم طراز ہے "مفسر قرآن سلیمان الجمل لکھتے ہیں کہ اس کا اطلاق محض فاسق لوگوں پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فاسق قرار دیتا ہے، جو بغیر تحقیق کے نتائج اخذ کرنے کی وجہ سے لوگوں کو متنفر اور حیران کرتے ہیں۔

مضمون نگار سے سوال ہے کہ پہلا خط کشیدہ فقرہ جس کی نسبت مفسر قرآن سلیمان الجمل کی طرف کی، ان کی عبارت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے اور دوسرا خط کشیدہ جملہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور جمل کی عبارت کا آخری خط کشیدہ جملہ، حالانکہ وہ بہت مختصر تھا، جو ہمارے ترجمے میں درج ہے کیوں چھپالیا؟

مضمون نگار نے "مغالطہ در اہانت بالقصد" عنوان کے تحت دیوبندیوں کی حمایت میں جو کچھ کہا وہ انہیں کیا مفید؟ ص۱۲ر وغیرہ پر اپنا اقرار یاد کریں، یہاں اس کی چند عبارتوں پر چند سوال درج ہوتے ہیں: "الفاظ کو جانچا جاتا ہے کہ بولنے والے کا مقصد کیا ہے نہ یہ کہ سننے والے نے کیا سمجھا، الخ"

مضمون نگار بتائے جب یہی بات ہے تو اس نے کس بنیاد پر یہ تبصرہ کیا کہ ایسی بات بغیر کسی شبہے کے کھلی بے ادبی و گستاخی ہے؟ اپنی فہم کی بنیاد پر، اگر یہی ہے اور ضرور یہی ہے، تو یہاں کیوں کہتا ہے کہ: الفاظ کو جانچا جاتا ہے الخ اور اسے قصد کا کیسے پتہ چلا اور دیوبندیوں کی عبارت کا ایک ہی معنی ہے یا چند؟ پہلی صورت میں وہ کفر کیوں نہیں؟ اور چند معنی ہیں تو وہ کیا ہیں؟ اور کس معنی میں دیوبندیوں کا کلام ظاہر ہے؟ اور کون سے معنی محتمل ہیں؟ یہ سب ظاہر کرے، جب تک یہ ظاہر نہ کرے دیوبندیوں کو اس کی اس بحث سے کیا فائدہ؟ اور جب یہ لوگ بقول مضمون نگار اس جہاز پر سوار ہی نہیں تو ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیوں کیا؟ اور جب یہ قاضی کا کام ہے چنانچہ یہاں پھر یہی دہرایا کہ ایسا فتویٰ صرف قاضی ہی جاری کرسکتا ہے، تو مضمون نگار نے یہ سب کیوں کہا؟ کیا خود کو قاضی سمجھتا ہے؟ اور خود اپنے اقرار سے جب ان پر یہ جرم ثابت کرلیے پھر انہیں کس طرح سے بری کرتا ہے کہ کہتا ہے کہ نیت گستاخی کی نہیں؟ کیا صریح میں نیت کی حاجت ہوتی ہے؟ نہیں، جیسا کہ ہم نے بارہا بتایا اور خود مضمون نگار بھی باتوں باتوں میں اقرار کرجاتا ہے، "احیاء العلوم" کے حوالے سے ابھی مضمون نگار نے ص۶–۷ر پر کہا اور خود مضمون نگار نے ہر چند کہ نیت کی رٹ لگائی مگر یہاں یہ کہہ گیا کہ "صرف اس میں یہ الفاظ بولنے والا کافر۔ [ص ۱۲]

یہ گھما پھرا کر کے کیا اسی بات کا اعادہ نہیں ہے کہ لفظ ظاہر

پر محمول ہوگا اور وہی ظاہر دلیل قصد ہوگا اس پر مضمون نگار کا جملہ کہ" عبارت کی ہر لحاظ سے انتہانیت پر ہو، اور کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، اس کی نیت پر ہی دلالت کرر ہے ہوں۔"

اور یہ کیا کہا کہ کسی کے بیان کردہ الفاظ ہر جگہ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہوں، کیا دیوبندیوں کی عبارتیں مضمون نگار کے شہر میں اہانت کے معنی میں نہیں لیے جاتے؟ کیا جو الفاظ معنئ اہانت میں متعین، جن کے متعین ہونے کا بار ہا اقرار کر چکا اور خود اسی کے اس قول کے بموجب جو یہاں کہا کہ: کسی کے بیان کردہ الفاظ [إلی قولہ] اس کی نیت پر ہی دلالت کرر ہے ہوں" یہاں بھی تعین مان لیا، تو ہر جگہ کی قید لگا کر دیوبندیوں کو کیا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے جب کہ خود اپنے منہ بار ہا یہ سمجھا چکا کہ ہر جگہ کے تمام مسلمانوں کے عرف عام میں یہ الفاظ اہانت کے معنی میں ہی لیے جاتے ہیں اور بولنے والے کے قصد پر ہی دلالت کرتے ہیں یاد کرو اس کا اقرار ص ۲۸۔۳۰ روغیرہ پر اور اسی کے اقرار سے اجماع صحابہ و اجماع مسلمین جس کا ذکر اس نے بار ہا کیا ہے اور ص ۹ ر پر بھی یہ بحث چھیڑی اور اسے کفر کی باتوں میں گنایا اور اسے بشمول تحقیر اللہ ورسول کفر کی باتوں میں گنایا ہے اور اسی کے اقرار سے دیوبندیوں پر اہانت خدا اور رسول ورد اجماع مسلمین واجماع صحابہ کا الزام جسے بحوالہ الہدیہ العلائیہ اس نے کفر کی باتوں میں گنایا ہے ثابت ہو گیا۔

جاری.........

ص ۳۵ر کا بقیہ.............................................................

موذی بتا کر جماعت وجمعہ سے روک دینا کیا کسی مفتی کا کام ہے؟ ارے یہ کام تو شیطان کا تھا جسے اب اس عہد کے مفتی کرنے لگے ہیں۔

لاک ڈاؤن (Lockdowan) کے تیسرے مرحلے میں گورنمنٹ شراب کی دوکانیں کھولنے کی اجازت دے رہی ہے، پان کی دوکان کھل سکتی ہے مگر دھرم استھل نہیں کھلیں گے، یہ کیسا سیکولر اسٹیٹ ہے یا کون سا راج ہے کہ شراب کی دوکان کھولنے کی اجازت دی جا رہی ہے اور مسجدوں میں تالا؟

قرآن کہتا ہے: **ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا۔** اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے **اولئك ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین** ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے۔ (البقرۃ، آیت ۱۱۴)

حکومتوں سے کیا شکوہ کریں جب علما وکالت کرنے لگیں کہ دروازہ بند کر کے بھی اذن عام حاصل ہے، کیا حضور نے مسجدوں کی جماعت سے کوتاہی برتنے والوں کے لیے نہ فرمایا "بیشک میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو نماز کی اقامت کا حکم دوں پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ایسے آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ان لوگوں کے پاس جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔" (سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم میں سے ایسا کوئی نہیں جس کے گھر میں مسجد نہ ہو (یعنی سنت ونوافل کے لیے گھر کا مخصوص حصہ) **ولو صلیتم فی بیوتکم و ترکتم مساجدکم ترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لکفرتم۔** اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھوگے اور اپنی مسجدوں کو چھوڑ وگے تو تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑا اور اپنے نبی کے طریقے کو چھوڑوگے تو کفر کیا۔ (سنن ابوداؤد)

کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کے لیے مسجد سے دوری کفر کا سبب بن سکتی ہے، عذر اس وقت قابل قبول ہوگا جب عند الشرع عذر ہو، نہ کہ حکومتوں اور عوام کی پسند اور رعایت کی خاطر احکام بدلے جائیں گے۔

◆◆◆

تیسری اور آخری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

# لفظ ''میٹھا'' کی تحقیق اور اس کا شرعی جائزہ

نقد و نظر

گزشتہ سے پیوستہ

اس لئے میرا کہنا ہے کہ یہ بات بھی حقیقت ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اسی لفظ کا استعمال کرنا چاہئے جو شریعت میں وارد ہو۔۔۔سرکار ابد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہیں بھی اور کسی کتاب میں لفظ ''میٹھا'' کا استعمال نہیں ہوا ہے اگر کہیں ہوا ہو تو بتائیے۔

لفظ ''حلو'' کا اگر اردو میں ترجمہ کیا جائے تو اس کو ہم ''میٹھا یا میٹھاس'' سے تعبیر کرسکتے ہیں یا پھر اس کو شیریں کہا جائے یا شیرینیت مگر یہ ترجمہ اس وقت کیا جائے گا جب لفظ ''حلو'' مجرد عن الجملہ ہوگا اور جملہ میں استعمال ہوتے ہی اس کا ترجمہ جملہ کا تابع ہوکر کیا جائے گا۔۔۔اس کو ''اسم مفعول یا اسم فاعل یا پھر ذا مقدر کا مضاف الیہ'' مان کر ترجمہ کیا جائے گا۔۔۔میٹھا اور میٹھاس کے علاوہ اس کی تعبیر میں کوئی اور لفظ کسی کے پاس ہے تو وہ اس لفظ سے تعبیر کردے۔۔۔اس تعبیر کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا استعمال ہر ایک کے لئے کیا جائے کیونکہ ترجمہ کا مطلب ہوتا ہے کسی اور زبان کے لفظ کے مفہوم کو اپنی زبان میں بیان کردینا اس کے علاوہ ترجمہ میں اور کیا ہوتا ہے لفظ ''حلو'' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مفہوم جو بھی ہے اس کو لفظ ''میٹھا سے تعبیر کردیا گیا ہے اور اگر کوئی یہ تصور کرے کہ ''میٹھا'' بعینہٖ ''حلو'' ہے یا حلو'' بعینہٖ ''میٹھا'' ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے اس لئے کسی مومن کے لئے ''حلو'' کے استعمال کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کے لئے لفظ میٹھا بھی لایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔۔۔ترجمہ کرتے وقت اس بات کا ضرور دھیان رکھنا چاہئے جس لفظ کا ہم ترجمہ کرنے جارہے ہیں وہ لفظ اگر اپنے محل استعمال میں درست ہے تو اس کا ترجمہ بھی اپنے محل استعمال میں درست ہونا چاہئے اگر کوئی ایسا ترجمہ ہو جو محل استعمال میں درست نہیں تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ اس کا ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ بعینہٖ اسی لفظ کو ترجمہ میں رکھ دیا جائے یہ ادب اور فن ترجمہ نگاری کی نزاکت کا پاس ولحاظ ہے مثال کے طور پر کلام پاک میں آیا ہے ''غیر المغضوب علیہم'' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ''المغضوب'' کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اسی لفظ کو ترجمہ میں رکھ دیا جیسا کہ آپ اس کا ترجمہ میں فرماتے ہیں ''نہ ان کا جن پر غضب ہوا'' چونکہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں غصہ ہوتا ہے جو شان الٰہی کے خلاف ہے اسی طرح اور بھی مواقع آتے ہیں جہاں لفظ کا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا ہے ''المؤمن حلو'' کا ترجمہ ''مومن میٹھا ہے'' نہیں کرنا چاہئے کہ یہ ترجمہ شان مومن کے خلاف ہے ''العنب حلو'' ہوتا یا ''الرمان حلو'' ہوتا تو اس کا ترجمہ ''انگور میٹھا ہے'' یا ''انار میٹھا ہے'' کیا جاسکتا ہے ''قلب المؤمن حلو'' کا ترجمہ ''مومن کا دل میٹھاس والا ہے'' سوال میں جو دو حدیثیں بیان کی گئی ہیں کسی بھی صورت میں میرے موقف کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ہمارا موقف ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تو لفظ ،،میٹھا'' استعمال کرنا چاہئے اور نہ ہی ''میٹھا میٹھا'' اگر حدیث کی کتابوں میں ''میٹھے میٹھے'' یا میٹھے'' کے تعلق سے کوئی اور حدیث ہے تو پیش کیجئے اور آپ نے جو حدیثیں پیش کی ہیں ان میں نہ ''میٹھا'' ہے اور نہ ہی ''میٹھا میٹھا'' ہے جیسا کہ لفظ مولی کا استعمال نص میں موجود ہے لفظ ''حلو'' کے استعمال کو میٹھا یا میٹھا میٹھا نہ تصور کیا جائے کہ ترجمہ میں اصل لفظ کی تمام نزاکتوں کا پاس ولحاظ ہر کوئی نہیں کرسکتا ہے۔۔۔ترجمہ میں ان نزاکتوں کا پاس ولحاظ کرنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علاوہ اور کون کرسکتا ہے؟ بڑے بڑے علمائے کرام کی نظر میں کیا یہ حدیث نہیں تھی۔۔۔تھی اور یقیناً تھی۔۔۔باوجود کسی بھی عالم

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

نے اس حدیث کا سہارا لے کسی مومن کو میٹھا نہیں کہا اور نہ ہی میٹھا میٹھا کہا ہے اس لئے یہ استدلال غیر تام ہے۔۔۔مزید گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض ہے۔

میٹھے کا تعلق دو گروپ سے ہوتا ہے، **پہلا گروپ** وہ میٹھا جس کا تعلق مشروبات و مطعومات سے ہو۔۔۔یہ میٹھا پسندیدہ اور مرغوب ہوا کرتا ہے جسے انسانی طبیعت پسند کرتی ہے اس گروپ میں تمام میوہ جات اور پھل فروٹ اور حلوہ جات نیز مختلف قسم کی مشروبات آتی ہیں۔

دوسرا گروپ وہ میٹھا ہوتا ہے جو از قبیل افراد و رجال ہوا کرتا ہے لوگ ایسے میٹھے کو ہر دور میں ہلکا جانتے رہے ہیں اور اس دور میں بھی لوگ ہلکا ہی جانتے ہیں اس گروپ میں اول تو برد باری ہوتی ہی نہیں ہے اور اگر ہوتی بھی ہے تو وہ برد باری بھی معیوب ہی ہوا کرتی ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے ثابت کر آئے ہیں اسی طرح ''حلو'' کا تعلق بھی دو قبیل سے ہوتا ہے مثلاً مشروبات اور مطعومات سے اس کے علاوہ مردوں میں سے جو ''حلو'' ہوا کرتا ہے اس کے تعلق سے لسان العرب میں ابن منظور نے فرمایا: الحلو: من الرجال یستخفه الناس و یستحلونه۔ یعنی مردوں میں جو ''حلو'' ہوتا ہے لوگ اسے ہلکا جانتے ہیں اور ان سے مزے بھی لیتے ہیں۔ (لسان العرب، ص ۳۸۹)

اس تمہید کے بعد عرض ہے۔۔۔سوال میں جو حدیث مذکور ہے اس میں ''حلو'' کا تعلق کس سے ہے؟ مطعومات سے یا رجال سے! ظاہر سی بات ہے اس ''حلو'' کا تعلق مشروبات اور مطعومات سے ہے نہ کہ افراد و رجال سے اور ہمارا موقف رجال والے گروپ سے ہے نہ کہ مشروبات و مطعومات والے گروپ سے۔۔۔ تو اس حدیث سے نہ ہمارے حریف کو کوئی فائدہ اور نہ ہمارے موقف کو کوئی نقصان، جہاں تک میں نے ان احادیث کے تعلق سے جانا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں جو ''حلو'' آیا ہے اس کا تعلق مطعومات سے ہے نہ کہ ہمارے موقف سے۔

ان المؤمن حلو یحب الحلاوة اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''بیشک مومن ''حلو'' والا ہے اور حلاوت کو پسند کرتا ہے ہاں اس کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے ''مومن مٹھاس والا ہے اور مٹھاس کو پسند کرتا ہے کیونکہ ''حلو'' ''مصدر'' ہے اور مصدر کا حمل کسی اسم پر براہ راست جائز نہیں جب تک کہ ''حلو'' کو اسم فاعل کے معنی میں نہ لیا جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ ''حلو'' سے پہلے ''ذا'' مقدر مانا جائے اور پھر یہ ترجمہ کیا جائے ''مومن حلوہ والا ہے اور حلاوت کو پسند کرتا ہے اور یہ ترجمہ مناسب ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ مناسب ہے کہ اسی تفسیر نسفی میں اس مذکورہ حدیث سے پہلے ایک اور حدیث ہے جو اس طرح ہے:

''ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل الدجاج، والفالوذ، وكان يعجبه الحلواء والعسل''
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ تناول فرماتے اور فالوذہ اور انہیں حلوہ اور شہد پسند تھا۔''

اس حدیث کے تناظر میں ''ان المؤمن حلو'' کا ترجمہ ہوگا بیشک مومن حلوہ والا ہے اور حلاوت کو پسند کرتا ہے اور جس آیت کریمہ کے تحت یہ حدیث بیان کی گئی ہے اس کا تعلق بھی کھانے اور پینے کی چیزوں سے ہے، آیت پاک یہ ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔ (المائدہ:۸۶)

تفسیر نسفی کی عبارتوں سے ثابت ہوا کہ مومن کو میٹھا نہیں بلکہ مٹھاس والا کہنا چاہئے اور مسئلہ دائرہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ''میٹھا'' نہ کہا جائے کیونکہ اس مسئلہ کا تعلق ''حلو'' من الرجال سے ہے اور حدیث کا تعلق حلو من المشروبات و المطعومات سے ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کہاں مسئلہ دائرہ اور کہاں یہ حدیث؟ دونوں میں بون بعید ہے۔۔۔اب رہی وہ حدیث جس میں مومن کے دل کو ''حلو'' کہا گیا اس کا تعلق بھی مطعومات سے ہے نہ کہ رجال سے۔۔۔میری نظر میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں کسی

بقیہ ص ۱۲ پر

از: مولانا انیس عالم سیوانی ✱

# جمعہ کی فرضیت اور مقصدیت

## اذن عام کے مسئلہ پر علما کے فتوے اور اختلافات

نقد و نظر

ہم سنیوں کے یہاں اور کسی بات پر اتفاق ہو یا نہ ہو مگر اس بات پر تو عام طور پر سبھی متفق ہیں کہ مسئلہ چاہے متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ ہمیں اختلاف کرنا ہے، گزشتہ بیس پچیس سالوں میں جو اختلافات رونما ہوئے اس میں ایک بات بالخصوص قابل ذکر رہی کہ یہ اختلافات ان لوگوں کے درمیان رہے جو لوگ اپنے کو بریلوی، رضوی وغیرہ سے موسوم کرتے ہیں، سب اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کی بات کرتے ہیں، اگر کوئی دوسرا ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ یہ بریلی کا مخالف ہے، ہمارے نزدیک ان کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ یہ تمام حضرات فتاویٰ رضویہ اور اعلیٰ حضرت کی بات کرتے ہیں، پھر بھی نقطۂ نظر جدا جدا، اب تو ایک دو نہیں دسیوں ایسے مسائل ہیں جن میں شدید اختلاف آرا منظر عام پر آ چکے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ کوئی کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں، مدرسے کے نو آموز مولوی اپنے پیران کرام کو اور تلامذہ اپنے اساتذہ کو بتا رہے ہیں کہ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

کرونا وائرس (CoronaVirus) نے جہاں پوری دنیا کی حکومتوں اور عوام کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے، وہیں ہم مولویوں کو دوہری پریشانی سے دو چار کر دیا ہے، ایک تو وہ پریشانی جس میں سبھی مبتلا ہیں، دوسری یہ پریشانی کے ہماری مسجدوں میں کئی ہفتوں سے عمومی جماعت اور نماز جمعہ کا مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا ہے بلکہ عمومی جماعت بند ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ نے نماز پنج گانہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض فرمائی لیکن بچوں اور حیض و نفاس والی عورتوں پر نماز نہیں، اسی طرح جمعہ کی نماز کا حکم اللہ نے دیا، باقی نمازوں کا حکم پہلے آیا، جمعہ کا حکم مدینہ منورہ میں ہوا جب حضور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، جمعہ کی نماز ظہر کے بدلے میں ہے، جس پر جمعہ فرض ہے اس پر ظہر نہیں اور جس پر ظہر ہے اس پر جمعہ فرض نہیں، مثلاً دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں اور نہ ہی عیدین کی نماز اہل دیہات پر واجب، ملک کی آبادی کا اکثریتی حصہ خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم دیہی باشندہ ہے، شریعت نے اہل دیہات کو جمعہ وعیدین سے مستثنیٰ رکھا، ہاں! جو پہلے سے پڑھتے آ رہے ہیں ان کو منع نہ کیا جائے گا لیکن اپنی طرف سے گاؤں دیہات میں جمعہ وعیدین قائم نہیں کریں گے، جو ایسا کرے گا گنہگار ہوگا، غرضیکہ جو اہل شہر ہیں ان کے لیے جمعہ ہے، جس طرح حائضہ، متنفسہ عورت یا بچوں پر نماز و روزہ کا حکم نہیں بلکہ حیض و نفاس والی اگر پڑھے گی تو گنہگار ہوگی، چھوٹے بچوں کو مسجد میں آنے سے روکا جائے گا، مسافر شرعی اگر جان بوجھ کر ظہر، عصر عشا کی فرضوں کو پوری پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اسی طرح اگر شرائط جمعہ نہ پائی جائیں اور کوئی شخص جمعہ پڑھے گا تو اس کی جمعہ کی نماز نہ ہوگی بلکہ ظہر جو اس پر فرض تھی اس کے ترک کرنے کے سبب گنہگا ہوگا۔

### شرائط جمعہ

فقہائے کرام نے جمعہ کے لیے سات شرطیں بیان فرمائی ہیں، جن پر چودہ سو سال سے امت کا عمل ہے، ان شرطوں کے بغیر جمعہ نہیں، ان میں بنیادی شرط شہر یا فنائے شہر ہے، دوسری شرط سلطان اسلام یا اس کے قائم مقام کی طرف سے ماذون کا ہونا، تیسری شرط ظہر کا وقت ہونا، چوتھی شرط خطبہ، پانچویں شرط قبل نماز کم از کم تین مسلمان مردوں عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا، چھٹی شرط جماعت سے ہونا، جس میں امام کے علاوہ تین افراد ہوں، ساتویں شرط اذن عام یعنی سب کو آنے کی اجازت ہو۔

(مفہوم فتاویٰ رضویہ ج ۸ / جدید)

دیگر کتابوں میں ان سات شرائط کا احاطہ چھ میں کیا گیا ہے،

✱ مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

ان ساتوں شرطوں کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا، شہر یا فنائے شہر نہ ہو تو جمعہ نہیں، بادشاہ اسلام یا اس کے ماذون یا عوام اہل سنت کے بغیر کوئی خود ہی جمعہ کی امامت کردے تو جمعہ نہیں، خطبہ نہ ہو تو جمعہ نہیں، ظہر کا وقت نہ ملے تو جمعہ نہیں، تین سے کم مقتدی ہوں تو جمعہ نہیں، اسی طرح سب کو آنے کی اجازت نہ ہو تو بھی جمعہ نہیں۔

**اذن عام کا مطلب**

اذن عام کا مطلب ہے کہ امام و مؤذن یا جو حاضرین جمعہ ہوں ان کی طرف سے کسی ایسے مسلمان کے لیے روک ٹوک نہ ہو جس کا جمعہ صحیح ہو، رہا عورتوں کا مسئلہ تو یہ مسئلہ دور فاروقی ہی سے حل ہو چکا ہے کہ عورتوں کے مسجدوں میں حاضری سے فتنے کا خوف ہے لہٰذا اسی زمانے سے عورتوں کی حاضری مستثنیٰ ہو گئی، ہمارے لیے حضور کی سنت اور حضور کے صحابہ بالخصوص خلفائے راشدین کی سنت بلانکیر دلیل و حجت ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين۔ دوسرا استثنا موذی کا ہے، جس سے ایذا کا اندیشہ ہو، اس کو روکا جائے گا اور یہ مانع اذن عام نہیں، یہ دونوں مسئلے متفق علیہ ہیں، لیکن یہ کہنا کہ مسجد کا دروازہ بند کرنا اذن عام کے منافی نہیں، حیرت انگیز ہے، چار پانچ مخصوص لوگوں کے ساتھ دروازہ بند کر کے جمعہ کے نام پر نماز پڑھنا اذن عام تو دور یہ تو اذن خاص بھی نہیں، ایک تو چار یا پانچ کی قید، اس میں بھی فلاں فلاں، اوپر سے دروازہ لاک، اتنی پابندی تو جوہری کے شوروم میں نہیں ہوتی، جتنی آپ نے جمعہ کے لیے لگادی، جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اجتماعیت اور کثرت جماعات ہوتی ہے، سب کو اجازت ہوتی ہے، جس جس کا جمعہ صحیح ہے وہ سب آسکیں، مقیمین جمعہ منع نہ کریں، دروازہ بند نہ ہو، پھر لوگ آئیں نہ آئیں، امام کے سوا تین افراد ہیں تو جمعہ ہو جائے گا، یہ کہنا کتنا مضحکہ خیز ہے! کہ ہم نے تالا لگا کر یا دروازہ بند کر کے چار پانچ افراد کے ساتھ شعار اسلام قائم رکھا، جن لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جمعہ اور باقی نمازوں میں کیا فرق ہے اور شعار کس پرندے کا نام ہے، وہ بھی آج کے دور میں مفتی، مولانا کہلا رہے ہیں۔

**شعار کا مفہوم**

اسلام نے شعار اسے قرار دیا ہے جس کے وجود سے اسلام کا غلبہ، تفوق، اظہار، اعلان، ظاہر باہر ہو، اسی لیے تو تہجد اور اشراق کی نماز یا فرداً فرداً نماز پڑھنے کو شعار نہیں کہا گیا، شعار کہتے ہیں، باجماعت نماز، قربانی، عیدین، جمعہ، داڑھی وغیرہ کو، حج کو، گائے کی قربانی کو نہ کہ مرغی ذبح کرنے کو شعار کہا جائے گا؟ اب رہا یہ مسئلہ کہ حکومت یا پولیس والے زبردستی مسجدیں بند کرا دیں، کسی طرح چار پانچ لوگ خفیہ طور پر مسجد پہنچیں، یا یہ کہ اگر دروازہ لاک نہ کیا جائے اور لوگوں کی بھیڑ آجانے کے سبب پولیس والے ماریں، پیٹیں، ایف آئی آر کریں تو ایسی صورت میں شریعت نے کب کسی امام و مولانا یا مفتی سے یہ کہا ہے کہ کسی بھی صورت آپ کو جمعہ پڑھانا ہی ہے، نہیں! بلکہ شریعت نے کہا کہ اگر شرطیں نہیں پائی جائیں تو جمعہ کی بجائے ظہر پڑھیں، آپ سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، اللہ سے کچھ پوشیدہ نہیں، ایام قربانی میں کوئی ظالم حکومت پابندی لگا دے کہ ذبیحہ نہیں ہوسکتا، نہ اونٹ، نہ گائے بیل بھینس، نہ بکرا بکری، نہ بھیڑ دُنبہ تو کیا شعار قائم رکھنے کے لیے چوہا ذبح کریں گے؟

جمعہ، عیدین یا قربانی یا کوئی اور عمل اس وقت شعار قرار پائے گا جبکہ از روئے شرع اس کا ثبوت صحیح و جائز ہو، زفاف کے بغیر ولیمہ کس بات کا، بچہ پیدا ہی نہیں ہوا تو عقیقہ کیسا، عید کا چاند ہوا نہیں تو پھر عید کیسی؟ ٹھیک اسی طرح اگر شرطیں نہ پوری ہوں تو جمعہ کیسا؟ ظہر پڑھنا فرض اور جو لوگ جان بوجھ کر بغیر تحقق شرائط کے جمعہ کے نام پہ کچھ کریں گے تو جمعہ تو ہوگا نہیں، اپنا ظہر اور مقتدیوں کے ظہر ترک کرانے کے ذمہ دار و گنہگار ضرور ہوں گے، اتنی بات سمجھنے کے لیے مجھے نہیں لگتا کہ کسی بڑے فقیہ و مجتہد اور محقق کی ضرورت ہے، یہ عام سی بات ہے اور اگر اتنی بھی سمجھداری نہیں تو ایسے لوگوں کو امامت و مولوی گیری کی بجائے کوئی اور کام کرنا چاہئے، میرا مطلب یہ نہیں کہ جبہ پہن کے سبزی کا ٹھیلہ لگائیں بلکہ کتابوں، ٹوپیوں، اسٹیکرز وغیرہ کی تجارت کر لیں، بس اتنا دھیان رکھیں کہ کتاب بیچتے بیچتے عقیدہ و مذہب نہ

پیچ ڈالیں۔

اذن عام کے تعلق سے جو باتیں میں نے اوپر ذکر کی ہیں، اسی کو فقہی انداز میں جماعت اہل سنت کے ذمہ دار علما اور مفتیوں نے لکھا، آپ سب کے پیش نظر ہوگا، حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد برکاتی مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ کا فتویٰ جس کی تصدیق وتائید حضور محدث کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی ہے، بلاشبہ حضرت کی ذات اور شخصیت ہم سب کے لیے نمونۂ اسلاف اور حجت ہے، ان کی تصدیق کے باوجود تحقیق جدید کی رٹ لگانا اور حیلہ بہانہ تلاش کرنا قیامت کی نشانی نہیں تو پھر کیا ہے؟ ارے یہ وہی ہیں جن پر حافظ ملت، مجاہد ملت اور حضور تاج الشریعہ جیسے حضرات اعتماد فرماتے رہے، اس واضح فتوے کے بعد ایک اور تفصیلی مدلل فتویٰ حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب رضوی مظفر پوری کا پھر ۲۵ رشعبان ۱۴۴۱ھ کا تحریر کردہ ایک نہایت شاندار مسکت ومبرہن فتویٰ علامہ قاضی شہید عالم رضوی بریلی شریف کا عام ہو چکا ہے، پھر بھی کچھ حضرات بضد ہیں کہ دروازہ بند ہونے کی صورت میں بھی اذن عام ثابت ہے، دلیل میں قلعہ کے دروازہ کے بند ہونے کو پیش کر رہے ہیں۔

**قلعہ اور مسجد میں فرق**

تھوڑی عقل والا بھی یہ بات جانتا ہے کہ مسجد اور قلعہ میں کتنا فرق ہے، قلعہ کسی بادشاہ اور امیر و کبیر کا ہوتا ہے، قلعہ کا دروازہ احتیاط کے پیش نظر عموماً بند رہتا ہے، جب ضرورت ہوتی ہے تو کھلتا ہے، وہاں دربان رہتے ہیں، آنے جانے والوں کی تحقیق کرتے ہیں کہ کہیں کوئی ایسا شخص نہ داخل ہو جائے جس سے بادشاہ کی جان، مال، سلطنت کو کوئی خطرہ ہو، اب اگر قلعہ کے اندر مسجد ہے یا قصر شاہی میں جمعہ قائم ہوتا ہے تو قلعہ کا گیٹ بند ہونے سے اذن عام پر فرق نہ پڑے گا، اس لیے کہ اہل قلعہ کو جمعہ پڑھنا ہے وہ قلعہ کے اندر ہی ہیں یا جو باہر سے آنے والے ہیں ان پر کوئی روک نہیں، ان کے آنے پر دروازہ کھلے گا، دربان انہیں نہیں روکے گا، اس لیے کہ یہاں دروازہ کا بند ہونا یا دربان کا پہرہ دینا نمازیوں کو روکنے کے لیے نہیں۔

لیکن آج کی صورت حال میں قلعہ کا دروازہ نہیں مسجدوں کے دروازے بند کیے جا رہے ہیں، امام ومؤذن یا مسجد کا کوئی ذمہ دار مائک سے اعلان کر رہا ہے کہ آپ لوگ مسجد میں نہ آئیں، اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھیں، اب بتائیے اگر یہ بھی آپ کے نزدیک اذن عام ہے، تب تو دھڑلّے سے نریندر مودی جی کو کہنا چاہئے کہ لاک ڈاؤن کا مطلب مکمل آزادی ہے، ہندوستان کے ہر ہندو، مسلمان، پڑھا لکھا، جاہل سب نے سمجھ لیا کہ لاک ڈاؤن کا مطلب مکمل تعطل لیکن مدرسے کے مولوی صاحبان بند دروازے کو اذن عام کے عین مطابق سمجھ رہے ہیں۔ کوئی ایک بھی ایسی عبارت پیش کیجئے جس میں یہ لکھا ہو کہ مسجدوں کے دروازے بند کرنے کی صورت میں بھی اذن عام ہے، بلا دلیل اپنی بات بنانے کے لیے یہ کہہ دینا کہ مسجد اور قلعہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، اس لیے کہ مسجد اور قلعہ دونوں جگہ صحت جمعہ پایا جا رہا ہے، یہ صریح دھوکہ اور فریب ہے، ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک کوئی ایک مثال پیش کیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ مسجدوں کے دروازوں کو لاک (Lock) کرنے کی اجازت کسی مفتی ومحقق نے دی ہو، نہ معلوم کتنی دفعہ پلیگ، طاعون اور وبائی امراض سے دنیا دوچار ہوئی، لیکن مسجدوں کو بند نہ کیا گیا، جماعت پر پابندی نہ لگی، سچ تو یہ ہے کہ انڈین حکومت نے بھی یہ نہ کہا کہ آپ مسجدوں میں قفل ڈال دیں بلکہ آپ حضرات کے مطابق چار پانچ افراد کی اجازت دی لیکن مسجدوں میں تالا لگانے اور بند کرنے کی وکالت وہ حضرات کر رہے ہیں جن کو حکم دیا گیا تھا مسجدوں کے آباد کرنے کا، اگر مفتی اور مولانا کا کام یہ رہ گیا ہے کہ وہ مسجدوں میں تالا بند کرا کے جمعہ پڑھائیں اور پڑھنے کی اجازت دیں تو اس قسم کے مفتیوں، اماموں اور فرقہ پرست طاقتوں میں کیا فرق ہے؟ تالا بند کرکے یا دروازہ بند کرکے اذن عام ثابت کرنا درحقیقت تساہل پسند سادہ لوح عوام، نادان دیندار اور حکومتوں کی سرخروئی حاصل کرنے والا فتویٰ ہے، بلکہ سرکاری بیان ہے، اس قسم کے فتووں کو کوئی سچا مسلمان تو ہرگز نہیں تسلیم کرے گا، ہاں! فرقہ پرست اور مذہب بیزار لوگ ضرور پذیرائی

کریں گے اور سروں پہ اٹھائیں گے، مفتی کا کام احکام شرع بیان کرنا ہے نہ کہ آسانی کے نام پر حکومتوں کا آلۂ کار بننا اور خدا اور رسول کو چھوڑ کر دنیا پرستوں کی معاونت کرنا، اللہ تعالیٰ اس قسم کے لوگوں کو عقل سلیم اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

**موذی اور نمازی؟**

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد جا رہا ہے، مفتی اسے موذی بتا کر مسجد جانے سے روک رہا ہے، پھر بھی یہ دعویٰ ہے کہ یہی تحقیق حق و درست ہے، اب تک مولانا، مفتی اور اہل مسجد و مدرسہ اس بات کا رونا روتے تھے کہ عوام ہماری بات نہیں مانتی، مسلمان نماز نہیں پڑھتے، مسجدوں سے دور ہیں، بڑے زور و شور سے یہ شعر پڑھا اور لکھا جاتا تھا ۔

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکے

اب وہی حضرات مسجدوں میں نمازیوں کی بھیڑ روکنے کے لیے تالا لگانے کی صورتیں بتا رہے ہیں، وہ یہ بھی نہیں سوچ رہے ہیں کہ آپ کے یہ بیکار کے فتوے اور لایعنی تحقیق کل سب کے لیے دردسر بنے گی، حکومت اور پولیس والے جب چاہیں گے مسجدوں میں اذان و نماز و جماعت بند کرا دیں گے اور ان کی دلیل آپ کا فتویٰ بنے گا، جیسے پوری دنیا کہہ رہی ہے کہ کعبہ بند، مسجد نبوی بند حالانکہ کسی کو کیا خبر کہ موہن بھاگوت اور نام نہاد عرب حکمرانوں اور ان کے وظیفہ خور نجدی ملّوں میں کوئی فرق نہیں۔

**دروازہ بند کرنے کی وکالت کرنے والوں کا قیاس**

ایک قیاس یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا گیا حالانکہ اگر وہ پردہ کے ساتھ جمعہ پڑھیں تو اُن کا جمعہ صحیح پھر بھی خوف فتنہ کے باعث روکا گیا اور یہ اذن عام کے منافی نہیں، اسی طرح بیماری کے اندیشہ کے سبب اگر تالا لگا یا جائے تو یہ بھی اذن عام کے خلاف نہیں ہوگا، اپنے دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لیے یہ کہا گیا کہ سب کے سب صحابہ عادل اور خیر و صلاح والے تھے، وہ دور فتنوں سے عموماً محفوظ تھا، اس لیے کہ خیر القرون تھا جو مرد تھے، وہ صحابی یا تابعی اور جو خواتین تھیں وہ صحابیہ اور تابعیہ، ظاہر ہے کون ان کے بارے میں شک و شبہ کر سکتا ہے پھر بھی اندیشہ کے سبب حضرت عمر کے دور میں ان کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا گیا۔

**اب اس پر معارضہ ملاحظہ فرمائیں**

اوّل تو خیر القرون کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس زمانے میں سارے لوگ معصوم تھے، بشریت اٹھا لی گئی تھی اور اس کی جگہ ملکوتیت آ گئی تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام زمانوں کی بہ نسبت بہتر اور صحابہ کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے خطا ہوتی ہے تو اللہ اپنے فضل سے معاف فرما دے گا اور بغیر توبہ وہ دنیا سے رخصت نہیں ہوں گے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ”اے نبی کی بی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے، ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۳۲-۳۳)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ فرماتی ہیں ”**لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل**۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے عورتوں نے جو حال اب بنا رکھا ہے تو ضرور انہیں مسجدوں سے منع فرما دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔“ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

آخر حضرت سیدہ عائشہ نے کیا محسوس کیا تھا کہ یہ فرمایا کہ عورتوں کی موجودہ حالات کو حضور دیکھتے تو مسجدوں سے روک دیتے، کیا اس سے پتہ نہیں چلتا کہ حالات بدلے تھے ورنہ حضرت عائشہ یہ نہیں کہتیں ما احدث النساء یہ جملہ بتا رہا ہے کہ اندیشہ اندیشہ ہی نہیں تھا بلکہ ان کا یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ نے تبدیلئ حالات کو دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں جانے دینا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے۔

اچھا کیا مدینہ میں صرف مسلمان اور صحابہ صحابیات ہی تھے یا اور قوموں اور دھرموں کے لوگ بھی تھے، ممکن ہے کہ راستوں

ہیں غیر مسلمانوں کی نظریں پڑتیں، منافقین جو بظاہر مسلمان تھے اور سب سے اہم بات یہ کہ اگر صحابہ نے اس وقت خواتین کو نہ روکا ہوتا تو بتائیے آج اگر مسجدوں میں خواتین کے ساتھ زیادتیاں ہوتیں تو کون روک سکتا تھا؟ آج اگر کوئی کہتا کہ فتنہ سامنے ہے لہٰذا عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں تو کیا عورتیں نہ کہتیں کہ جب حضور اور صحابہ نے نہ منع کیا تو آپ کون ہوتے ہیں روکنے والے، ہم تو نماز کے لیے آرہے ہیں آپ ہمیں روک رہے ہیں جبکہ آپ کو خاطیوں کو روکنا چاہئے، تو بتائیے آج کیا حال ہوتا؟

حضور نے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ سے فرمایا:

احتجبا منه فقلت یارسول اللہ الیس هو اعمیٰ لا یبصرنا ولا یعرفنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانه۔ حضرت ام سلمہ و حضرت میمونہ حضور کی خدمت میں تھیں کہ حضرت عبد اللہ بن مکتوم نابینا صحابی آگئے، حضور نے ازواج مطہرات سے فرمایا: پردہ کروان سے، حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے نہ پہچان سکتے ہیں تو سرکار نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو۔ (ترمذی)

یہ خطاب اسی خیر القرون میں ہورہا ہے، ان سے ہورہا ہے جن کو قرآن کہتا ہے: اے نبی کی بی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، عورتوں کے منع پر قیاس بالکل فضول اور عبث ہے، عورت سے متعلق فتنہ ظاہر و باہر ہے، کیا خیر القرون میں حد زنا نہ قائم ہوئی، ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی شریک بن سحما کے تعلق سے، بیوی نے انکار کیا، حالانکہ ہلال بن امیہ کی بات صحیح ثابت ہوئی، حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی حضور کے حکم سے پہلے ہی انہوں نے اپنی بیوی کو جدا کردیا، حضور نے ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سراحہ لائی گئی جو شادی شدہ تھی، زنا کی مرتکب ہوئی تھی، حضرت علی نے رجم کرایا، کیا یہ تمام واقعات اندیشہ اور خوف ہیں؟ نہیں! بلکہ واقع ہوئے، مطلب یہ ہوا کہ بعض میں پایا گیا اور بعض میں مظنون تھا۔

شراب کی حد نہ لگائی گئی، ام المومنین پر کیا اتہام نہ جڑا گیا؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میری برأت کی آیتیں اتریں تو حضور نے دو مردوں اور ایک عورت کو حد قذف لگائی، بعد میں قرآن نے حضرت صدیقہ کی برأت فرمائی، کیا آپ سے یہ پوشیدہ ہے کہ تہمت کی جگہوں سے بچو، پھر عورتوں پر جمعہ کب فرض ہی تھا؟ ہاں! ابتدا میں آنے کی رخصت تھی۔

**جمعہ عورت پر فرض نہیں**

الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة الا اربعة عبد مملوك او امرأة او صبی او مریض۔ قیس بن مسلم نے طارق بن شہاب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے چار کے سوا، مملوک غلام، عورت، بچہ اور مریض۔ (سنن ابوداؤد بیان جمعہ)

اس مفہوم کی ایک روایت حضرت جابر سے مروی ہے جسے تفسیر ضیاء القرآن نے الدار قطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے، غرضیکہ صحابہ اور صحابیات کے خوف اور اندیشہ کو آج کے ڈاکٹروں کے اندیشہ پر قیاس کرنا کتنی مذموم بات ہے شاید آپ محسوس کریں، رہا آپ کا دوسرا قیاس تو کروناوائرس کے ماہاماری کے دور میں آپ کا دوسرا قیاس بھی باطل ہے، شرع نے کہا کہ کسی کی زبان سے ایذا پہنچے تو اس کو اس بنیاد پر مسجد سے روکا جائے گا یا کسی نے کچی پیاز ولہسن کھایا تو بدبو کے سبب اس کو روکا جائے گا، کیونکہ اس ایک دو یا چند کی وجہ سے پوری جماعت کو پریشانی میں نہیں مبتلا کیا جائے گا، تو کیا یہ سیکڑوں، ہزاروں جو نمازی مسجدوں کے لیے آتے ہیں وہ سب موذی ہیں ان چار پانچ مخصوص لوگوں کے لیے؟ ہرگز نہیں جس طرح اندر والے نمازی ہیں، اسی طرح جن کو آپ روک رہے ہیں وہ بھی نمازی ہیں، آپ کا اندیشہ ہے کہ ان کی وجہ سے جو اندر ہیں وہ بیمار پڑ سکتے ہیں یہ صرف وہم اور خیال ہے، ابھی تک انڈیا میں جہاں کی آبادی سوا ارب سے زائد ہے، یہاں ابھی متأثرین کی تعداد ۵ ۷ رہزار سے زائد نہیں ہے، اس میں ہندو بھی ہیں مسلمان بھی، اتنی بڑی آبادی میں اتنی قلیل مقدار کے سبب ہزار ہا ہزار نمازیوں کو بقیہ ص ۲۸ پر

تبادلۂ نظر

# امر بالمعروف تو خوب ہو رہا ہے
# نہی عن المنکر کی تبلیغ کون کرے گا؟

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

**رب** تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے پیغمبرانِ عظام کو مبعوث فرمایا اور سارے پیغمبرانِ عظام نے اس کام کو خوب سے خوب تر انجام دیا، دعوتِ توحید کے ساتھ ساتھ ساری انسانیت کو امر بالمعروف کی تعلیم دی اور نہی عن المنکر سے بھی لوگوں کو روشناس کرایا اور منع فرمایا، اسلام کے ارکان پنج گانہ، ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تو معروف ہیں اِن میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے، ان پانچ ارکان کے علاوہ بھی کئی امور ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مسلمانوں پر فرض قرار دیئے ہیں، اِن میں سے بعض تو فرضِ عین ہیں اور بعض فرض کفایہ، انہیں ثانی الذکر فرائض میں اچھے کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا بھی ہے جو دین اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے، اسے کلامِ الٰہی قرآن مجید اور حدیث نبوی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ ”معروف“ اچھے کام کو کہا جاتا ہے اور ”منکر“ بُرے کام کو کہا جاتا ہے۔

**امت مسلمہ کی تخلیق کا مقصد ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے**

قرآن مجید میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے، ۸ر جگہ تو اہلِ ایمان کے لیے آیا ہے اور ایک جگہ اہل کتاب کے لیے ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک فریضہ ہی نہیں بلکہ انبیائے کرام، صحابۂ کرام، اولیائے کرام اور وارث انبیا علمائے کرام اور خیر اُمت (مسلمانوں) کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی ”اصلاح“ کے لیے ان نفوسِ قدسیہ کو معمور فرمایا اور ذمہ داری دی ہے، قرآن مجید واحادیث طیبہ میں اس مقصد کے حصول کے لیے اور یہ خدمت سرانجام دینے کے لیے جابجا حکم دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ...... الخ۔ یعنی اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے۔“ (القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۴ رترجمہ کنزالایمان)

حضرت علامہ ابن ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس جماعت سے مراد خاص صحابہ کرام، مجاہدین، اولیائے کرام اور علما کرام ہیں اور حضرت جعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا: خیر سے مراد قرآن وحدیث کی اتباع ہے۔

یہ یاد رہے کہ ہر ہر مسلمان پر تبلیغ حق فرض ہے ولیکن ایک جماعت تو خاص ہونی ہی چاہئے، اپنی بھلائی پر قناعت کرتے ہوئے دوسروں کی بھلائی نہ چاہنا خود غرضی ہی نہیں خود کشی بھی ہے، حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو معروف وصیتیں کی تھیں وہ قرآن مجید کی سورہ لقمان میں تفصیل سے مذکور ہیں، اِنہیں میں سے ان کی یہ نصیحت بھی منقول ہے ”بیٹا نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے اور لوگوں کو بدی (برائی) سے روک۔“

مسلمانوں کو خیر امت کے لقب سے نوازا گیا! تو اُمت مسلمہ کی ذمہ داری بھی بڑی ہے ذمہ داری نبھانے والے ہی اِنعام واکرام کے مستحق قرار پاتے ہیں، مسلمانوں کو خیر امت کے فرائض میں یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہے کہ اچھائی کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ برائی سے منع کرنے پر بھی زور دینا چاہئے اور ساتھ ساتھ مذہب اسلام کی تبلیغ بھی کرنی چاہئے تا کہ دوسرے مذاہب اور اہل کتاب بھی اسلام میں داخل ہوں، جیسا کی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے

ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لئے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔''

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

### ہر دل عزیزی کی خواہش وہوس انتہائی خطرناک

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہر جگہ قرآن مجید میں ایک ساتھ آیا ہے، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، الحمد للہ! امر بالمعروف خوب ہو رہا ہے بہت دھوم دھام ہے، بڑے بڑے جلسے بڑی بڑی کانفرنسیں، بڑے بڑے سیمینار وغیرہ نتیجہ؟ مسلم معاشرے میں بڑی بڑی خرابیاں کینسر کی طرح پھیلی ہوئی ہیں نشہ خوری، زنا کاری، شراب وجوا، سٹہ کا کاروبار، سود خوری وجہیز جیسا ناسور جو قوم کو بری طرح جکڑے ہوئے ہے، محفلِ واعظ کی ہزاروں لاکھوں تقریریں، ڈائس پر بڑے بڑے ملت اسلامیہ کے ذمہ داران بول رہے ہیں، بولے جا رہے ہیں ''لیکن نہی عن المنکر کی تبلیغ کون کرے گا؟ کیونکہ اگر نہی عن المنکر کی بات شروع کریں گے تو ہر دل عزیزی ختم ہو جائے گی؟ کچھ کو چھوڑ کر باقی الاماشاءاللہ! ہر دل عزیزی کا ہوس، لت، عادت، چاہت، بہت بڑا ناسور ہے، جہیز کے ساتھ ساتھ شادیوں میں بے شمار خرافات، بے تحاشہ فضول خرچی شریعت اسلامی کی دھجیاں اُڑانا اس پر ذمہ دارن اسلام علمائے کرام کیوں نہیں منع کرتے؟ جتنی بھی شادیاں آج اللہ کے رسول ﷺ کے اِرشادات کو پامال کر کے ہو رہی ہیں اس میں ذمہ دارن اسلام کیوں جاتے ہیں؟ جہاں کھڑے کھڑے کھاؤ نہ کھانے کے پہلے ہاتھ دھو نہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا، کیا علما کا پیٹ اتنا ہلکا ہو گیا ہے، معاف فرمائیں میں علما کی بہت عزت کرتا ہوں سبھی علما ایسے نہیں، ایسی ناجائز وحرام پارٹیوں میں جب بریانی قورمہ کھالیں گے تو پھر اصلاح کیسے کریں گے؟، یہ نہیں ہو سکتا کی ایسی خرافات وشریعت محمدی کے خلاف پارٹیوں میں شریک ہو کر بریانی قورمہ بھی کھائیں اور نہی عن المنکر کی تبلیغ بھی کریں دونوں ایک ساتھ نہیں ہو سکتا، پہلے کے علمائے کرام نے اور آج بھی ایسے اللہ والے علمائے حق موجود ہیں جو سخت ترین حالات میں بھی دین متین پر قائم ہیں شریعت اسلامیہ کی لاج رکھے ہیں، اصل میں وہی ہیرو ہیں، کم سے کم رزق میں گزارہ کر کے نہی عن المنکر کی اور دین اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں ''علما انبیائے کرام کے وارث ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کیا'' وہ حق ادا کر رہے ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے جبکہ ہر سال ہزاروں علما فارغ ہو رہے ہیں لیکن اب زیادہ تر علما پروفیشنل اور کمرشیل ہو گئے ہیں، تقریروں اور نجی محفلوں میں امر بالمعروف خوب بیان کرتے ہیں جبکہ نہی عن المنکر کو چھیڑتے تک نہیں، دسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں جو انتہائی عبرت ناک ہیں، ایک دلچسپ واقعہ مطالعہ فرمائیں:

جمشید پور میں غوثِ پاک کی گیارہویں کی محفل تھی، شہر کے جانے مانے علما وشعرا موجود تھے، راقم بھی موجود تھا، مجھے معلوم ہوا کہ صاحبِ خانہ عادت بد میں مبتلا ہیں (پکے شرابی وجواڑی ہیں) نعوذ باللہ! میں نے کئی لوگوں سے اس کی تحقیق کی، سخت حیرت وافسوس ہوا، جب ناچیز کی باری آئی وعظ کہنے کی تو میں نے سورۂ مائدہ کی آیت ۹۰-۹۱ رکی تلاوت کی اور شراب وجوا کی حرمت (حرام ہونا، ناپاکی) کی برائیاں بیان کی اور کہا کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات سے کبھی خوش نہیں ہوں گے کہ اُن کا چاہنے والا شرابی، جواڑی اور بے نمازی ہو، اور ان کے نام پاک کی محفلیں سجا کر اُن کو خوش کر لے اور جنت کو اپنی جاگیر سمجھ لے؟ (بات لمبی ہے مضمون طویل ہونے کا خوف ہے) میرے وعظ کے بعد شہر کے جانے مانے ایک عالم جو ایک مسجد کے امام بھی ہیں نے اپنا بیان شروع کیا اور اپنا حربہ رَطْبُ اللِّسانی (شیریں زبانی، میٹھے بول) چاپلوسی کو استعمال کیا اور اپنی پوری تقریر سیٹھ صاحب کی چاپلوسی میں اور ان کی سخاوت کا ذِکر جمیل کرتے رہے، رہی سہی کسر نقیب جلسہ نے پوری کر دی، فاسق داڑھی منڈے سیٹھ صاحب کو کئی بار حاجی کہہ کر مخاطب کیا، خوب تعریف کی (واضح رہے کہ سیٹھ صاحب حاجی نہیں تھے) میں نے بیچ میں ٹوکا بھی لیکن نقیب جلسہ نے حاجی کا وظیفہ جاری رکھا اور اس کا انہیں انعام بھی مل گیا، سو کا نوٹ اُنہیں سیٹھ صاحب نے

دیا، اب شاعر کی باری آئی وہ کیوں پیچھے رہتے، اُنھوں نے ساری حدیں پار کردیں، نعت شریف کے نام پر جو تک بندی انھوں نے سنائی، غزل، نظم کچھ بھی نہیں چھوڑا، بہتی گنگا میں سیٹھ صاحب کا نام لے لے کر یہ شعر خاص سیٹھ صاحب کی نذر ہے اور ہزاروں روپئے اینٹھ لئے، بعد پروگرام سیٹھ صاحب نے باقاعدہ شعرا حضرات وعلما کا نام لے لے کر کہا چلیے کھانا کھانے، آخر میں شاعر اسلام محترم اجمل نقشبندی (مرحوم) کا نام لیا چلیں کھانا کھالیں، میں حیرت میں تھا کہ مجھے انھوں نے نہ نام لے کر کہا کھانے کے لیے اور نہ ہی اشارہ کیا، تعب ہوا، ناچیز کی عمر ۵۵ رسال ہے، منٹوں میں سارا ماجرا سمجھ میں آ گیا، یہ معاملہ نھی عن المنکر کی تبلیغ کا نتیجہ ہے، میں اُٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے گھر چلا آیا، رات ۲ر بجے بسکٹ کھا کر اطمینان قلب کر کے سو گیا کہ الحمدللہ میں نے چاپلوسی نہیں کی! اللہ کے رسول کی سنت کے احیاء اور دین اسلام کی تبلیغ کی، اب اس کا اثر یہ ہوا کہ آنجناب نے گھر میں حج بدل کرانے کی بات کی تو پورے گھر کے لوگوں نے ناچیز کا نام لیا، لیکن انھوں نے اسے مسترد کردیا اور اپنے نورِ نظر چاپلوس امام کا نام لیا اور انھیں بھیج کر حج بدل کرایا بہت بعد میں یہ باتیں خود نور نظر امام صاحب نے مجھے بتائیں کہ گھر کے سبھی لوگ آپ کی حمایت میں تھے لیکن سیٹھ صاحب نے مجھے بھیجا، الحمدللہ! میری قسمت میں حج لکھا تھا، میں کر کے آ گیا، مجھے ذرہ برابر بھی حیرت یا افسوس نہیں ہوا، لیکن اُن کے الحمدللہ کہنے پر آج تک حیرت ہے کہ الحمدللہ کہاں کہنا چاہئے یہ تو ان کو سمجھ ہونی چاہیے؟ (اللہ کا شکر واحسان ہے کہ اس کی جانب سے ناچیز کو یہ نعمت اعلیٰ نصیب ہوئی اور ۲۰۱۳ء میں حرمین شریفین کی حاضری اہلیہ کے ساتھ ہوئی، میں اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔)

یہی وجوہات ہیں جو آج علمائے کرام کی عزت بہت لوگ نہیں کرتے حالانکہ سبھی ایسے نہیں؟ عام لوگوں کی بات تو دور خود علما ہی علما کی عزت نہیں کر رہے ہیں الا ماشاء اللہ! لگے ہاتھ چند سطروں میں ایک سبق آموز واقعہ پڑھتے چلیں، جمشید پور شہر میں ہی ناچیز راقم ایک عالم سے ملنے ان کے مدرسہ میں گیا، بہت محبت عزت اور پیار سے انھوں نے مجھے بٹھایا، اسی درمیان ایک دھنا سیٹھ وہاں آئے، مہتمم صاحب اُٹھے اور اُن کو بڑے پیار سے اپنی جگہ بٹھایا مسند دی، خود طالب علم کی طرح باادب دور بیٹھے، میرے دل میں یہ خیال گزرا یہ اخلاق ہے یا چاپلوسی؟ (دلوں کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے) اخلاق اسلام کا حصہ ہے، بہت اعلیٰ صفت ہے، اخلاق کی قوت سے اسلام پھیلا ہے وغیرہ وغیرہ، لیکن چاپلوسی تو درباریوں اور مطلبیوں کی صفت ہے، بہرحال اسی درمیان ایک حافظ صاحب آئے، انھوں نے سلام کیا، ہم نے جواب دیا، لیکن مولانا مہتمم صاحب نے ان کی جانب بالکل توجہ نہیں دی، وہ کھڑے رہے، کافی دیر ہونے پر میں نے ان کو تعاون کی رقم دی اور چلا آیا پھر آج تک میں وہاں دوبارہ نہیں گیا۔ اخلاق کا پیمانہ صرف دولت کے ساتھ ہو، یہ شریعت میں تو نہیں، مدرسہ چلانے کی مجبوری اگر فاسق وفاجر کی تعظیم پر مجبور کرتی ہے تو اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ عالم کی تعظیم بھی کرنی چاہیے بلکہ باپ سے زیادہ عالم کی تعظیم کرنی چاہیے، حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں ”عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۵ ص ۲۱۳)

## ہر دل عزیزی کے سَراب سے باہر آئیں

علما کا بہت اعلیٰ مقام ہے احادیث طیبہ میں کثیر ذخیرہ موجود ہے، علما کا خصوصی امتیاز ہے، امر بالمعروف ونھی عن المنکر کی تبلیغ قرآن واحادیث سے عوام کو اڈریس کریں، میسیجز دیں، نبی کریم ﷺ سے زیادہ کس کی عزت تھی ظاہری اعلان نبوت سے پہلے ہر شخص کے آنکھوں کا تارا تھے، بہترین خُلق، بہترین انسان صادق الوعد الامین کا لقب مکہ کے لوگوں نے دیا تھا! لیکن جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا نھی عن المنکر کی تعلیمات کا آغاز فرمایا سب آپ کے مخالف ہو گئے، ہر دل عزیزی ختم ہو گئی وہی لوگ آپ کے جانی دشمن بن گئے، آپ کے خلاف پروپگنڈہ میں لگ گئے، آپ ﷺ نے اُن کو امر بالمعروف بھی بتایا اور نھی عن المنکر بھی، آج علما امر بالمعروف کی تبلیغ خوب کر رہے ہیں، بڑی دھوم دھام

ہے ماشاءاللہ الحمدللہ! جو کھلے عام سود کا کاروبار کر رہا ہے، جو کھلے عام ۲ نمبر کاروبار کر رہا ہے، جو شریعت اسلامیہ کی دھجیاں اُڑا رہا ہے، جوا، سٹہ چلا رہا ہے، شراب پی رہا ہے، اس کا کاروبار کر رہا ہے، اُس کے وہاں کے پروگراموں میں علما بنفس نفیس جا رہے ہیں، قورمہ، بریانی نوش فرما رہے ہیں ”ماشاءاللہ! ماشاء اللہ، بہت خوب، واہ واہ“ کر رہے ہیں (کچھ کو چھوڑ کر) لیکن ان کی نجی محفلوں میں یا عام محفلوں میں یا ان کے وہاں کے جلسوں میں نھی عن المنکر کی تبلیغ کی طرف کوئی توجہ کیوں نہیں؟ جو ان کے اندر خرابیاں در آئی ہیں، ان کی اصلاح کون کرے گا؟ ظاہر سی بات علما کی ذمہ داری ہے، لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے، اس لیے کہ اُن کی ہر دل عزیزی ختم ہو جائے گی یہ ہر دل عزیزی کا چسکا بہت ہی خراب ہے، کوئی برا بننا نہیں چاہتا یہ عدم توازن، بے توجہی، بے احتیاطی اسلام کے لیے مسلم سماج کے لیے زہر ہے، زہر ہے، زہر ہے۔ اُخرِجت لِلنَّاس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان کسی خاص نسل، قوم، ملک، رنگ کے لوگوں کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کی اصلاح، خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور ایسے ہی اوصاف والے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے خوشخبری سنائی ہے:

”اور اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں، وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی اطاعت بجا لاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔“ (سورۂ توبہ، آیت ۷۲)

میں نے جو باتیں لکھی ہیں صرف احیائے دین وسنت کے جذبہ سے لکھی ہیں علما کی تحقیر کی نیت سے نہیں واللہ العظیم باتیں اگر سخت ہوگئی ہوں تو معذرت چاہتا ہوں، اس میں کوئی اصلاح کی بات ہو تو ضرور بلا تکلف اشارہ فرمائیں، اللہ ہم سب کو امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نھی عن المنکر کی تبلیغ کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۴۰ رکا بقیہ ........................................

سے ایف آئی آر درج کروائیں، جو تنظیم سب ڈویژن سطح پر کام کر رہی ہے وہ اپنے سب ڈویژن کے تھانے کے ساتھ ساتھ SDO Court میں بھی ایف آئی آر درج کروائے، جو تنظیم ضلعی سطح پر کام کرتی ہے وہ DM Court میں بھی مقدمہ درج کروائے، جو صوبائی سطح کی تنظیمیں ہیں وہ High Court میں جا کر کیس کریں اور جو تنظیمیں ملکی سطح پر کام کرتی ہیں وہ سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔

اگر اس طور پر مقدمات درج کروائے گئے تو یقین مانیں کہ اس شخص کی زندگی اور اس کا کیریئر دونوں تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہمیں اس مردود کو تباہ و برباد کرنے کی قسم کھانی ہے اور صرف اسی کی تباہی کی نہیں بلکہ اس جیسے تمام دشمنان اسلام کی تباہی کو ہمیں اپنا نصب العین بنانا ہے، ان شاءاللہ۔

**ایک اہم بات**

ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں مقدمات درج کرانے سے پہلے مسلم وکلا سے مشورہ کر لیا جائے اور پھر صرف ایک مقدمہ نہیں بلکہ اس نے اب تک جتنی بھی دریدہ دہنی کی ہے ان سب کو جمع کر کے ان کے خلاف مقدمات درج کرائے جائیں۔

**پریس کانفرنس**

جتنی بڑی تنظیمیں ہیں وہ سب ایف آئی آر کروانے کے بعد ایک ایک پریس کانفرنس کریں اور حکومت سے اس بات مطالبہ کریں کہ اگر جلد از جلد امیش دیوگن کی گرفتاری نہیں ہوئی تو ہمارا اگلا قدم سی اے اے اور این آر سی کے خلاف ہوئے احتجاج سے بھی زیادہ سخت ہوگا اور ہم سب سڑکوں پر اتر آئیں گے اور اس کی ذمہ دار موجودہ حکومت ہوگی۔

اسی عنوان کے خطوط لکھ کر ہر ضلع کے ڈی ایم کو دیئے جائیں، وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کے پتے پر بھیجے جائیں، ان شاءاللہ جلد ہی اس کا اثر دیکھنے کو ملے گا اور یہ بدبخت گستاخ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوگا جو دوسروں کے لئے بھی تازیانۂ عبرت ہوگا۔

◆◆◆

از: مولانا فداء المصطفیٰ قادری*

# ہم غریب نواز کی گستاخی برداشت نہیں کرسکتے

احساس وطن

**جب** سے بی جے پی برسر اقتدار آئی ہے تبھی سے دشمنان اسلام کے حوصلے بلند ہوگیے ہیں، آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی ہوتی رہتی ہے، کبھی میڈیا تو کبھی سوشل میڈیا پر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، کبھی طارق فتح جیسے ملحد ومرتد کو مسلمان کے نام سے ٹی وی چینلوں پر بٹھا کر اسلام اور مسلمانوں کو گالیاں دلوائی جاتی ہیں، تو کبھی بی جے پی کے لیڈران نیشنل میڈیا کے اسٹیج سے مسلمانوں کو غدار جیسے مذموم القاب سے پکارتا ہے تو کبھی تبلیغی جماعت کے بہانے تمام مسلمانوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات آئے دن دیکھنے کو ملتے رہتے ہیں مگر افسوس کہ ان واقعات پر ہمارا ردعمل بس اتنا ہوتا ہے کہ ہمارے چند لوگ سوشل میڈیا پر فلاں چینل مردہ باد، فلاں پارٹی مردہ باد، فلاں فلاں مردہ باد کے نعرے لگا کر خاموش ہوجاتے ہیں اور ہم اسی کو اپنے لیے فتح مبین سمجھ کر دل ودل خوش ہوتے رہتے ہیں، ہماری اسی بزدلی نے ہمارے دشمنوں کو جری و بے باک بنادیا ہے، وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ چاہے انہیں گالی دے دو یا ماردو! یہ کچھ نہیں کرسکتے، اب یہ قوم مردہ ہوچکی ہے۔

شاید ہمارے دشمنوں کی اسی سوچ کا نتیجہ ہے کہ 15 جون کو News18 کے خبیث اینکر امیش دیوگھن نے نیشنل چینل پر بیٹھ کر سرکار خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کھلے عام گالی دینے کی جرات کرلی۔

## ہمیں کیا کرنا ہے؟

اگر اب بھی ہم خاموش رہیں تو شاید ہمارا ضمیر بالکلیہ مرچکا ہے ورنہ ہمیں یہ بتانا ہوگا کہ اب بہت ہوگیا، بس! برداشت کی ساری حدیں پار ہوچکی ہیں، اب ہم سبھوں کو باہر آکر ان دشمنان اسلام کو ان کی بدتمیزیوں کا جواب دینا پڑے گا اور جواب بھی ایسا کہ آئندہ کوئی اس طرح کی دریدہ دہنی کے بارے سوچے بھی نہیں۔

## ایف آئی آر مہم

سب سے پہلے تو ہمیں اس ناہنجار کے خلاف ایف آئی آر کرنا ہے اور وہ بھی ایک دو نہیں بلکہ کم از کم لاکھ دو لاکھ ایف آئی آر ہونے چاہیے تاکہ بیل لیتے لیتے اس کی آدھی عمر گزر جائے۔

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان میں ہماری تعداد ۲۰ رکروڑ سے زائد ہے، اگر اس تعداد کا ایک فیصد بھی ایف آئی آر کرواتا ہے تو کم از کم بیس لاکھ ایف آئی آر ہوں گے اور بیس لاکھ بھی جانے دیں، اگر ایک فیصد کا بیسواں حصہ بھی ایف آئی آر کروائے تو ایک لاکھ ایف آئی آر ہوں گے، جن سے بیل لیتے لیتے اس مردود کی عمر گزر جائے گی۔

ہندوستان کا کوئی ایسا صوبہ نہیں جہاں مسلمان نہ بستے ہوں لہٰذا ہر صوبے کے مسلمان اپنی سطح کے تھانے یا کورٹ میں جا کر ایف آئی آر کروائیں، ایک آدمی اپنے ساتھ دو دو چار چار لوگوں کو لے جائے اور سب مل کر اپنی اپنی جانب سے جدا جدا ایف آئی آر کراوئیں، ہر مسجد کے نمازیوں کو ایف آئی آر کرانے کی ترغیب دلائی جائے اور ساتھ ہی طریقہ کار بھی بتایا جائے، جمعہ کے دن مسجد میں اعلان کرادیا جائے کہ بعد نماز جمعہ ایف آئی آر کے لیے سارے لوگ تھانے پہنچیں اور سب اپنی اپنی جانب سے ایف آئی آر کروائیں۔

## تنظیموں کی ذمہ داری

پورے ملک میں کوئی صوبہ اور کسی صوبے کا کوئی ضلع ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی کوئی تنظیم، کمیٹی یا جماعت نہ ہو لہٰذا ساری تنظیموں کو چاہیے کہ اپنی اپنی پہنچ کے اعتبار بقیہ ص ۳۹ر پر

* مضمون نگار تحریک پیغام حق اسلام پور (مغربی بنگال) کے رکن ہیں۔

دوسری اور آخری قسط

از: مولانا رحمت اللہ صدیقی *

# تاج الشریعہ اور ان کے امتیازات

ازہریات

◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

ڈاکٹر شفیق اجمل لکھتے ہیں:

"حضور تاج الشریعہ کے یہاں داخلی کیفیات، ذاتی احساسات، جذباتی واقعات اور قلبی واردات کا ایک اچھوتا انداز پایا جاتا ہے، چونکہ ان تمام تجربات کا منبع وسر چشمہ اور مرکز ومحور ان کی اپنی ذات ہے جو عشق رسول کی یکتائی میں گم ہے اور ان کی کائنات ان کے دل کی دنیا ہے۔ جس میں عشق رسول کا جوہر بے مثال ولازوال ضوفشاں ہے، انھوں نے جو کچھ کہا وہ اسی کائنات دل میں ڈوب کر کہا۔ لہٰذا ان کے اشعار میں ان کے دل کی آواز صاف سنائی دیتی ہے، ان کے جذب دروں نے ان کے کلام کو سوز وساز بخشا اور ان کے علم وفن نے ان کے پیرایۂ اظہار کو جلا بخشا۔ ان کے یہاں نازک خیالی، تخیل کی بلند پروازی، نکتہ آفرینی، ندرت خیال کی کار فرمائی جابجا دیکھنے کو ملتی ہے، ان کا خلوص، ان کا جذبہ صادق، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علمی، ان کی روحانی بلندی اور ان کی زبان دانی نے ان کے کلام کو پرکشش بنا دیا ہے انھوں نے رواں بحروں اور آسان ردیفوں میں زبان وبیان کے جو جوہر دکھائے ہیں یقیناً وہ قابل ستائش ہیں۔"

(معارف تاج الشریعہ، الجامعۃ الرضویہ پٹنہ، ص ۲۱۳)

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی لکھتے ہیں:

"آپ کا اشہب قلم نظم ونثر میں یکساں رواں دواں ہے اردو کے علاوہ آپ کو عربی وفارسی، پر بھی عالمانہ وفاضلانہ دسترس حاصل ہے، آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہل زبان عش عش کر اٹھتے ہیں۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتدبہ حصہ عربی نثر ونظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلاف کرام سے علوم وفنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشق نبوی کی دولت عظمیٰ بھی ملی، عشق رسول ﷺ آپ کو گھٹی میں پلایا گیا، اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجداد کرام کی طرح دنیائے علم وادب کو "سفینۂ بخشش" کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔

آپ کا مجموعۂ کلام "سفینۂ بخشش"، عشق رسول مقبول ﷺ میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین وجمیل اور روح پرور گلدستہ ہے جس میں مدحت رسول ﷺ کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔"

(معارف تاج الشریعہ، الجامعۃ الرضویہ پٹنہ، ص ۲۱۶)

سید اولاد رسول قدسی لکھتے ہیں:

"حضور تاج الشریعہ کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے، ان کی ذات اپنے اجداد کی امانتوں کی امین تھی، ان کی ذات سر تا پا خوبیوں اور کمالات کی جامع تھی، علوم وفنون کا کوئی دبستان ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھا، اس کا بارہا میں نے مشاہدہ بھی کیا ہے، میرے ذہن میں بہت سارے لاینحل سوالات تھے، ان سوالات کے جوابات انھوں نے اس انداز میں دیئے جیسے کوئی رسمی سوالات کے جوابات دیتا ہے، ان کی علمی جہات میں بڑی وسعت وگہرائی ہے، ان کی ذہنی رفتار بجلی سے بھی تیز تھی دوسرے علوم وفنون کی طرح شعر وسخن کا ذوق بھی انھیں ورثے میں ملا تھا۔ ان کے شعری اظہارات میں جذبے کی جو تپش ملتی ہے، وہ اس دور میں کم یاب نہیں تو نایاب ضرور ہے، ان کے بکھرے ہوئے شعری اثاثوں کو جمع کرنا اور اس پہ ریسرچ وتحقیق کی بنیاد رکھنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس سے عشق رسول ﷺ کی حرارت کو تحریک ملے گی، میں نے ذاتی طور پر ان کی شاعری سے بہت

* مضمون نگار پیغام رضا کے چیف ایڈیٹر اور الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے مشیر اعلیٰ ہیں۔

کچھ سیکھا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، ان کی چاہت کی خوشبو سے میری صبح وشام معطر ہے۔'' (ذاتی ڈائری سے ماخوذ)

حضرت مولانا سرفراز عالم رضوی لکھتے ہیں:

''حضور تاج الشریعہ کو جس طرح دنیائے علم وفن میں اعتبار حاصل ہے وہی اعتبار عشاق رسول ﷺ کی بزم میں ان کے نعتیہ کلام کو حاصل ہے، ان کے نعتیہ کلام کے حرف حرف سے عشق رسالت مآب ﷺ کا آب زم زم ٹپکتا ہے ان کی شخصیت اور شاعری میں فاصلہ نہیں ہے، ان کی شاعری میں زبان وبیان کا جو رکھ رکھاؤ ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، جب ان کا کلام پڑھا جاتا ہے تو سامعین پہ وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے ان کے ہر شعر سے گرمی عشق کا اظہار ہوتا ہے۔

داغِ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا

رب کائنات نے حضور تاج الشریعہ کو جو شہرت وعزت دی تھی وہی شہرت عزت ان کے کلام کو بھی حاصل ہے، اکثر دینی تقریبات ان کے نغموں سے نور بار ہوتے ہیں، ان کے کلام میں خود سپردگی کی جو شدت ہے اس سے سامعین پل پل لطف اندوز ہوتے ہیں، ذیل میں کچھ نمونۂ کلام پیش ہیں۔

آتشِ دوزخ بجھانے کے لئے
تیز تر نارِ محبت چاہیے
ان پہ مرجانے کی رکھئے آرزو
یوں سدا جینے کی صورت کیجئے
مانگ لیجئے خاکِ طیبہ میں جگہ
خاک میں سامانِ عشرت کیجئے
ان پہ مرنا ہے دوامِ زندگی
موت سے پھر کیوں نہ الفت کیجئے

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا
موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

فرقت مدینہ نے وہ دیئے مجھے صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا

آپ کی رویت ہے دیدار خدا
جلوہ گاہ حق تعالیٰ آپ ہیں
فرشتے جس کے زائر ہیں مدینے میں وہ تربت ہے
یہ وہ تربت ہے جس کو عرش اعظم پر فضیلت ہے
مدینہ گر سلامت ہے تو پھر سب کچھ سلامت ہے
خدا رکھے مدینے کو اس کا دم غنیمت ہے

تیرے دامنِ کرم میں جسے نیند آگئی ہے
جو فنا نہ ہوگی ایسی اسے زندگی ملی ہے

خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

چھائی رہتی ہیں تصور میں تمہاری زلفیں
کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات

میرے دل سے دھل جاتا داغ فرقت طیبہ
طیبہ میں فنا ہو کر طیبہ ہی میں مل جاتا
خلد زارِ طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا
دل پہ وہ قدم رکھتے نقشِ پا یہ دل بنتا
یا تو خاکِ پا بن کر پا سے متصل جاتا

ان کی چوکھٹ چوم کر خود کہہ رہی ہے سروری
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
شام ہجراں میں ہمیں ہے جستجو اس مہر کی
چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں

قمر آیا ہے شائد ان کے تلوؤں کی ضیاء لینے
بچھا ہے چاند کا بستر مدینہ آنے والا ہے

درِ جاناں پہ فدائی کو اجل آئی ہو
زندگی آکے جنازے پہ تماشائی ہو

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبا کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کر دیں
زمیں کو آسماں کر دیں ثریا کو ثرا کر دیں
تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیائے رخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں
مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو میری وہ خود گرفتار بلا کر دیں

حضور تاج الشریعہ اپنے اجداد کی امانتوں کے امین بن کر پیدا ہوئے تھے انھوں نے اپنے کسی قول، کسی فعل اور کسی عمل سے اپنے اجداد سے ملے شرعی آبگینے کو چوٹ لگنے نہیں دی، انھوں نے قدم قدم پر خود کو سپوت ہونے کا ثبوت فراہم کیا، انھوں نے شریعت سے جذباتی وفاداری کی ہر شرط کو اس انداز میں پورا فرمایا جیسے وفاداری کے خمیر سے ان کا وجود تیار ہوا ہے، ان کا وجود عشق و وفاداری کا آمیزہ تھا، انھوں نے اپنے اسلاف و اکابر سے ہٹ کر کبھی کوئی راستہ اختیار نہیں کیا۔ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ اسلاف و اکابر کا متعین کردہ شاہراہ کے تحفظ میں گزرا۔ ان کی کائنات علم وفن میں فن فقہ کو ترفع حاصل تھا۔ دینیات وفقہیات کا کوئی باب ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھا، اس کی دینی جامعیت اور فقہی بصیرت کا ان کے عہد نے اعتراف کیا ہے، فقہائے زمانہ کی بزم میں ان کی حیثیت میر مجلس کی تھی، فقہا کے لیے ان کی ذات چراغ رہ گزر تھی، ان کا ہر دعویٰ دلائل سے مزین ہوتا تھا، اس حوالے ان کے فتاوے کی مجلدات دیکھی جا سکتی ہے، ان کی فقہی بصیرت پہ ان کے عہد کے تاثرات ذیل میں ملاحظہ کریں۔

محدث کبیر حضرت علامہ محمد ضیاء المصطفیٰ قادری لکھتے ہیں:

حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قادری علیہ الرحمہ نہ صرف ایک عالم دین تھے بلکہ دین کے متعدد علوم میں میں مہارت تامہ رکھتے تھے فقہی بصیرت میں یکتا اور بے مثل تھے آپ کی ذہانت اور قوت حافظہ بھی بے مثال تھی جس کی وجہ سے بے شمار عبارتیں، احادیث اور جزئیات فقہیہ بلکہ لوگوں کی گفتگو بھی آپ لفظ بلفظ محفوظ رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے بصارت سے معذوری کے بعد بھی کئی مفصل مقالات و رسائل تصنیف فرمائے، اسی طرح آپ علم توقیت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ کی حیات شریعت وطریقت کا سنگم تھی، سنتوں کی طرف سے کسی حال میں غافل نہ رہتے، مخالفین کا کبھی کوئی جواب نہ دیتے البتہ مسائل شرعیہ میں اپنی نادر تحقیقات سے اپنے مخالف کی زبان بندی فرما دیتے، حق یہ ہے کہ آپ علم وعمل، فیوض وبرکات اور مقبولیت عامہ میں اعلیٰ حضرت کے حقیقی وارث تھے، مجھ عاصی پر معاصی پر آپ کی جو خاص عنایتیں تھیں انہیں میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ (نقوش تاج الشریعہ، ص ۷۹)

حضرت مولانا مفتی رفیق الاسلام منظری لکھتے ہیں:

حضور تاج الشریعہ کی علمی محفلوں میں بیٹھنے والے ہی نہیں بلکہ ان کی پرنور تحریروں کے مطالعہ کرنے والون سے بھی یہ مخفی نہیں کہ آپ صرف علوم اعلیٰ حضرت کے وارث ہی نہیں بلکہ محافظ فتاوائے رضویہ بھی تھے۔ میں نے متعدد فقہی سیمیناروں میں خود دیکھا جب حاضر فقہائے کرام کے پیش نظر سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کی کوئی عبارت ہوتی اور اس کے معنوی گوہر پارے کی تحصیل میں ان کے مابین کچھ اختلافات رونما ہوتے تو جہاں ہر ایک کی تائید میں دلیل پیش کرتا اور دوسرا فقیہ اسے رد کر دیتا پھر اپنے موقف کی حمایت میں دلیل لاتا۔ اسی طرح وسعت قلبی کے ساتھ اس میں ایسی معنی خیز بحثیں ہوتیں کہ سیمینار گاہ میں ایک علمی ماحول قائم ہو جاتا۔ اس کے باوجود زیادہ تر ایسی بحثیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہوتیں بلکہ جدید شبہات کے اور پردے اس میں حائل ہو جاتے بالآخر سیمینار میں شریک فقہائے کرام کی تشنہ نگاہیں علوم وفنون کے کوثر وسلسبیل سے ملتجی ہوتیں، حضور آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت ہیں، آپ ہی فاضل بریلوی کی اس عبارت کے معنوی عرش تک ہماری رہنمائی فرمائیں۔ پھر چند الفاظ مبارکہ سے ہی آپ ایسا مفہوم واضح فرما دیتے جس سے ہر ایک کا چہرہ کھل اٹھتا، چہروں میں بشاشت آجاتی، نظروں میں چمک آجاتی، خموشی سے ہر ایک دوسرے کو یوں دیکھتا گویا کہ اپنی عدم توجہی کا شکوہ کر رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ جس گوہر مقصود کے لیے ہم خوفناک بحری طوفان سے الجھ رہے تھے وہ انمول ہیرا تو ساحل سمندر میں ہمارا انتظار کر رہا

تھا۔ (نقوش تاج الشریعہ، ص ۲۴۲)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیق عالم رضوی لکھتے ہیں :

دوسری اور خوبیوں کی طرح فقہی بصیرت و تحقیق کی دولت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ان کے جد امجد امام عشق و محبت اور تاجدار اہل سنت علیہما الرحمہ سے وراثت میں ملی تھی۔ علمی تحقیق اور فقہی بصیرت پر مشتمل ان کی تحریروں میں اعلیٰ حضرت اور حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہما الرحمہ کے حسن تفقہ و تحقیق کا عکس جمیل نظر آتا ہے۔ جب وہ کسی مسئلہ پر لکھتے تو اسے فقہ و تحقیق کے بام عروج تک پہنچا دیتے، پھر ان کے مقابل کسی مفتی و فقیہ کی تحقیق آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوتی، مدمقابل کی دلیلوں پر ایسا فقیہانہ اور محققانہ کلام فرماتے تھے جس سے ان کے دلائل کا بطلان واضح ہو جاتا اور آپ کے موقف کی صحت و حقانیت اظہر من الشمس ہو جاتی۔ لفظ ''شاھد'' اخ؛ اور؛ نبی؛ کے معنی کی لغوی و شرعی تحقیق کلمات قرآنیہ ''ماتقدم من ذنبك وما تاخر، ووجدك ضالاً فهدیٰ، اور انما انا بشر مثلکم'' پر فقیہانہ اور محققانہ گفتگو، حدیث قلتین اور حدیث نیت کی شاندار تشریح و توضیح، ٹی وی، ٹائی، چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازوں کی ادائیگی، موبائل وغیرہ سے تحقق استفاضہ، کتاب القاضی اا ور حدود قضا میں اعلان رویت کے مسائل پر فقیہانہ تعاقب اور محققانہ کلام اور ان پر کیے گئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب نیز اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف و فتاویٰ اس پر شاہد ہیں، یقیناً آپ آسمان فقہ و تحقیق کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ (نقوش تاج الشریعہ، ص ۴۷۷) ◆◆◆

ص ۴۸ رکا بقیہ..................................................

سے آراستہ تھی؛ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے مقام کی عظمت و بلندی کا ادراک ہم جیسے کوتاہ علم نہیں کر سکتے۔

[۱۰] اسلام کے قوانین برائے نسواں کو چیلنج کرنے والے حیاتِ سیدہ فاطمۃ الزہراء کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر پاکیزہ و مطہر و عظیم مقام؛ اسلام نے خواتین کو دیا؛ اس کی مثال کسی بھی مذہب یا ازم یا نظریئے میں نہیں پیش کی جا سکتی، تاریخ انسانی ایسی کم ہی مثالیں پیش کر سکتی ہے جن کے سرے پر کسی خاتون کی انقلاب بداماں زندگی نے تعمیر فکر و نظر کا فریضہ انجام دیا ہو! انقلاب آفریں ذات ہے سیدہ فاطمہ کی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کے مناقب و شان میں یہ پیاری روایت ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ نے اس کو اور اس کے محبوبوں کو دوزخ سے جدا کیا ہے۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۵۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک فاطمہ پاک دامن ہے اور اللہ نے اس کی اولاد پر دوزخ کو حرام فرمایا ہے۔ (ابونعیم المستدرک حاکم، ص ۱۵۳)

پیکر صبر و حیا، استقامت و تقویٰ کی مظہر، نبوی آغوشِ تربیت کی پروردہ سیدہ طیبہ زاہدہ عابدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کردار اپنا کر حقوقِ نسواں کا تحفظ بھی کیا جا سکتا ہے اور خواتین کی عصمتوں، عظمتوں، آبروؤں کو موجودہ جدیدیت کی وحشی تہذیب کا لقمۂ تر بننے سے بچایا جا سکتا ہے۔ ایسی باوقار خاتون کے کردار کو اُجاگر کر کے مغرب کے بے حیا کرداروں کی قلعی کھولی جا سکتی ہے اور بکتی حیا، لٹتی عصمت کو بچایا جا سکتا ہے۔

ضرورت ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء کے کردار کو موجودہ عہد کی خواتین میں نمایاں کیا جائے، خلافِ شرع کاموں سے بچ کر اسلام کے حکم پردہ کی پاس داری کی جائے، آج کا المیہ یہ بھی ہے کہ پردے کی بات کرنے والے پیشہ وَر واعظین بھی اسکرینوں کے ذریعے خواتین میں خود کو نمایاں کر کے بے پردگی کی تعلیم دے رہے ہیں؛ انھیں فاطمی درسِ حیا و پاس داریِ پردہ سے سبق لینا چاہیے اور حضرات حسنین کریمین کی تعلیمات کی دعوت و تبلیغ کو مطمحِ نظر بنانا چاہیے تا کہ نبوی انقلاب کی تازہ ہواؤں سے دلوں کی کلیاں کھل اُٹھیں اور گلشن حیات مہک مہک اُٹھے ؂

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

◆◆◆

سترہویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی سترہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

**عرض... ۳۱:** اذان کے وقت بیت الخلاء جانا کیسا؟ اور کیا اذان کے وقت وضو کر سکتے ہیں؟ یا پہلے اذان کے ختم ہونے کا انتظار کریں؟

**ارشاد...:** بیت الخلاء اگر جانے کی حاجت ہے تو یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ کیسا ہے اگر جانا ہے اس کو تو جائے گا ہی اور اذان کے ختم ہونے تک انتظار اس کو لازم نہیں ہے اور وضو بھی وہ کر سکتا ہے اور وضو کے دوران اذان کا جواب بھی دے سکتا ہے جب کہ کسی ایسی جگہ پر نہ ہو جیسے حمام وغیرہ جہاں پر گندی چیزوں کا پانی یا گندگی ہوتی ہے بلکہ کسی پاک صاف جگہ پر بیٹھا ہے تو اذان کا جواب بھی دے سکتا ہے۔

**عرض... ۳۲:** عید کی نماز جو سال میں ایک مرتبہ ہوتی ہے کیا اس میں دوسری جماعت ہوسکتی ہے؟

**ارشاد...:** جماعت میں شریعت کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق قائم رہے اور متعدد جماعتوں میں تفریق جماعت، مسلمانوں کے اتحاد میں تفریق لازم آتی ہے لہٰذا شرعاً بلا عذر دو جماعتوں کی اجازت نہیں ہے البتہ اگر کچھ لوگ رہ گئے اور ان کو عید کی نماز نہیں ملی تو اگر امام ماذون یا سلطان اسلام یا اس کا ماذون یا ماذون کا ماذون جامع شرائط امامت ہے تو وہ ان کا امام بن سکتا ہے اور دوسری جماعت ہوسکتی ہے۔

ملفوظات

عرض...۳۳: کچھ لوگ جب کسی پیر سے بیعت ہوتے ہیں تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کے کسی پیر کے مرید ہوتے ہی ان کی تمام پریشانیاں اور مشکلات دور ہو جائیں گی اور جب ایسا نہیں ہوتا تو یہ سوچتے ہیں کہ شاید ان کا پیر کامل ہی نہیں اس لئے کہیں اور بیعت کر لیتے ہیں، کیا بیعت اسی لئے کی جاتی ہے کہ پریشانیاں اور مصیبتیں دور ہو جائیں؟

ارشاد...: یہ تو بہت معمولی مقصد ہے آدمی کو مرید ہونا چاہئے اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی ایک سنت جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بیعت کی تھی اپنے صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے وہ سنت جو مشائخ کرام میں چلی آرہی ہے وہ سنت اس طور پر ادا ہو جائے اور میری نسبت بزرگوں سے اور بزرگوں کے وسیلے سے سید عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سے مضبوط ہو جائے اور یہ سوچے کہ مجھے کسی نہ کسی کا فیض، میرے پیر کا یا میرے پیر کا سلسلہ اگر صحیح ہے تو اس کے پیر کا یا اس کے پیر کا یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یا رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا، کسی نہ کسی کا فیض مجھے ملے گا اور میری دستگیری کرے گا۔ یہ بہت ہی گھٹیا مقصد ہے کہ مشکلات آسان اور پریشانیوں کے حل کے لئے بیعت ہو گئے اور وہ مشکل حل نہیں ہوئی تو پھر دوسرے سے بیعت ہو گئے تو اس کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ پیری مریدی یہ کوئی عام سودا نہیں ہے اور عام سودے میں بھی یہ شرعاً مذموم ہے کہ ہم نے آج اس سے سودا کیا اور اس سے بھاؤ تاؤ کرنے کے بعد چھوڑ کر دوسرے کے یہاں چلے گئے بلکہ حکم یہ ہے کہ اپنے ایگریمنٹ کو اپنے عقد کو عقد شرعی کو پورا کرو۔

"اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ۔ اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو۔"

(سورۃ المائدہ، آیت ۱)

عرض...۳۴: بہت سے بیانات میں، میں نے سُنا ہے کہ آخری وقت میں ایمان کوئلے کی طرح ہوگا کہ جس کو ہاتھ پر رکھنے سے ہاتھ جلے گا اور پھینکنے سے ایمان جاتا رہے گا، کیا ایسی کوئی روایت ہے؟ اگر ہے تو رہنمائی فرمائیں کہ وہ آخری وقت کون سا ہے جس کا ذکر کیا گیا؟

ارشاد...: قربِ قیامت اور یہ وقت یہی ہے جن میں تیزی سے حالات بدل رہے ہیں حدیث میں آیا کہ آدمی صبح کو مسلمان ہوگا شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر ہو جائے گا اور حدیث میں یہ مضمون آیا کہ اس زمانے میں جو اپنے دین پر قائم ہے وہ ایسا ہے جیسے کہ انگارے کو پکڑے ہوئے کہ انگارے کو اگر کوئی پکڑے ہوئے ہے تو کتنی سختی کس قدر شدت اور کتنی تکلیف اس کو ہوگی اسی کی مثال یہ دی کہ یہ ایسا ہی ہے بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ صبر آزما اور تکلیف دہ ہے اگر آدمی ان پر صبر کرے گا اور سختی سے قائم رہے گا تو ان شاء اللہ اس کا ایمان پر خاتمہ ہوگا اور وہ ساری بلاؤں کو اور ساری مشکلات کو سہ لے گا اور ساری مشکلات سے پار ہو کر اس کا بیڑا پار ہوگا اور اگر اپنا ایمان چھوڑ دے گا معاذ اللہ تو بلائیں بھی گھیریں گی اور اگر اس دنیا کی بلاؤں سے اس کو (خلاصی) مل گئی تو آخرت کی بلاؤں کا ایک لامحدود سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا اس کو گھیرے گا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہے گا۔

عرض...۳۵: اکثر دیکھا گیا کہ لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ لکھتے ہیں کیا ایسا لکھنے کی اجازت ہے؟ کیا اس کا وہی ثواب ہے جو بسم اللہ شریف لکھنے کا ہے؟

ارشاد...: یہ احتیاط کے طور پر بھی لکھا جاتا ہے کہ بسم اللہ اگر اس طور پر لکھی جائے گی تو اس کی حرمت اور اس کے جو احکام ہیں وہ نہیں نبھا سکے گا اس لئے بھی لکھا جاتا ہے اور اس کی اجازت ہے اور یہ علم اوفاق ہے اور یہ مسلمانوں میں ایک زمانے سے رائج ہے اور یہ بالجملہ ثواب کا موجب ہے یہ اور بات ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پورا لکھنے پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اور اس کا اتنا ثواب نہیں یہ بات اور ہے۔

عرض...۳۶: میں اپنی بیوی کو حضرت سے مرید کروانا چاہتا ہوں کیا اس کے لئے بیوی کی اجازت ہونا ضروری ہے؟

ارشاد...: ہاں اجازت ضروری ہے۔

عرض...۳۷: تقریباً چھ سات لوگوں کا جو بھی اماؤنٹ تھا وہ ہم

نے سب ڈاکٹر کو دے دیا، اب وہ ڈاکٹر صاحب جو ہیں وہ سید ہیں اور انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے جو رقم دی ہے وہ زکاۃ کی اماؤنٹ ہے اور آپ نے اس کو ''حیلہ'' نہیں کروایا اور میں تو زکاۃ لے نہیں سکتا اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ پھر سے زکاۃ دینی ہوگی؟ یا ہماری نیت صرف مریض کے لئے ہی تھی، تو جائز ہوگی؟

**ارشاد...:** وہ رقم اگر سید صاحب کو دی گئی اور وہ رقم زکاۃ کی تھی تو ان کو دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوئی اور آپ کو از سر نو اپنی زکاۃ دینا ہوگی۔

**عرض...:** ڈاکٹر والے سوال میں پہلے یہ سوال تھا کہ ہم نے تین سال پہلے زکاۃ کی اماؤنٹ میں سے کئی ضرورتمند لوگوں کو آئی کیمپ کے موقع پر موتیہ کا آپریشن کروا دیا پھر انہوں نے لکھا کہ تقریباً چھ سات لوگوں کا جو بھی اماؤنٹ تھا وہ ہم نے سب ڈاکٹر کو دے دیئے، اب وہ ڈاکٹر صاحب جو ہیں وہ سید ہیں اور انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے جو رقم دی ہے وہ زکاۃ کی اماؤنٹ ہے اور آپ نے اس کو ''حیلہ'' نہیں کروایا اور میں تو زکاۃ لے نہیں سکتا۔

**ارشاد...:** ٹھیک ہے جواب تو اس کا ہو گیا اگر وہ رقم علاج کے لئے دی گئی تو اس طور پر اگر دیتے کہ مریض کو دے دیتے پوری کی پوری رقم وہ جو چاہتا اس سے کرتا علاج کراتا یا جو چاہتا کرتا مالک بنا دیتے زکاۃ ادا ہو جاتی اور اب اس کے علاج کے لئے رقم خرچ کر دی اور سید صاحب کو دے دی یا اس کے علاج میں اس طور پر خرچ کر دی تو یہ تملیک کی صورت نہیں ہے اس سے زکاۃ ادا نہیں ہوئی۔

**عرض...۳۸:** کیا خواتین خاص دنوں میں مہندی لگا سکتی ہیں؟

**ارشاد...:** لگا سکتی ہیں۔

**عرض...۳۹:** بدمذہب اور کافر میں کیا فرق ہے کیا دونوں کا ایک حکم ہے؟

**ارشاد...:** بدمذہب اور کافر دونوں ایک ہیں اور کبھی کبھی بدمذہب عام ہے اور کافر خاص ہے بدمذہب جس کے عقائد اہل سنت و جماعت کے عقائد کے، اسلام کے عقائد کے خلاف ہوں اب اگر وہ حدِّ کفر تک ہیں تو وہ کافر بھی ہے اور اگر حدِّ کفر تک نہیں ہے تو نرا بدمذہب ہے فاسق فی العقیدہ ہے اور کافر نہیں ہے۔

**عرض...۴۰:**

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

حضرت اس شعر کی تشریح فرما دیں؟

.........جاری

ص ۷ کا بقیہ.....

چھاپی بعد میں ضلع پولیس نے اس خبر کی تردید کی۔

۷— ملک کی معروف نیوز ایجنسی ANI نے نوئڈا میں کرونٹائن کئے گئے جماعتی افراد کے خلاف فرضی خبر چلائی، بعد میں نوئڈا کے ڈی سی پی (DCP) اپنے ٹیوٹر ہینڈل سے ANI کو ٹیگ کر کے لکھا کہ آپ نے غلط اور فرضی خبر چلائی ہے، تب جا کر اے این آئی نے وہ خبر ڈلیٹ کی۔

۸— بدنام زمانہ زی نیوز چینل نے ہماچل پردیش میں ۱۱؍ جماعتی افراد کے کورونا پوزیٹو ہونے کی خبر چلائی حالانکہ پورے صوبے میں محض ایک ہی کورونا متاثر ہے، بعد میں جب افسران نے اس جھوٹی خبر کی تردید کی تب جا کر چینل نے معافی مانگی۔

۹— رامپور کے قصبہ ٹانڈہ میں ۱۵؍ جماعتی تبلیغی مرکز دہلی گئے تھے جس کی وجہ سے انہیں CHC میں کرونٹائن کیا گیا، ان لوگوں کے کھانے پینے کی ذمہ داری مقامی افراد نے لے رکھی ہے لیکن اس کے بعد بھی ایک ہندی روزنامے یہ جھوٹی خبر شائع کی کہ جماعتی مرغ اور بریانی مانگ رہے ہیں۔

مسلم مخالف خبریں ڈھونڈنے یا چلانے میں میڈیا جلد بازی کا مظاہرہ اس لئے کرتا ہے کہ جب تک خبروں کے مبنی بر حقائق ہونے کی تحقیق ہوگی تب تک تو نفرتوں کی اچھی خاصی کاشتکاری ہو چکی ہوگی اور اس کا زہر سماج میں اپنا اثر دکھا چکا ہوگا، بعد میں ''کھنڈن'' کر کے ''کھید بیکت'' کر لینے میں کیا جاتا ہے، اصل کام تو مسلم مخالف ایجنڈے کو فائدہ پہنچانا تھا، سو تو ہو چکا، ویسے بھی اب مودی حکومت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے۔

◆◆◆

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

# سیدہ فاطمۃ الزہرا کی تقویٰ شعار زندگی کے چند درخشاں پہلو

## اسوۂ فاطمی خواتین اسلام کے لیے ہر دہر میں نمونۂ عمل اور ایک کامیاب پاکیزہ زندگی کی ضمانت ہے

بزم نسواں

**اسلام** کے کامل ترین نظام کا یہ حصہ ہے کہ طبقۂ نسواں کے لیے بھی زندگی کی تعمیر و تشکیل کا مکمل نظام اور قانون موجود ہے، اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیاتِ طیبہ اس کی مثال ہے، آپ نے بارگاہِ نبوت سے جو فیض حاصل کیا اُس کی اشاعت مدتوں کی، صحابیات کو مسائل سے آگاہ کرتیں، ان کی باقاعدہ تربیت کا انتظام کیا ہے اُم المومنین نے۔ اسلام کے حقوقِ نسواں کے نظام کی ترسیل مؤثر طریقے سے اُم المومنین نے کی اور ان تمام پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا جن کے ذریعے ایک خاتون اپنی زندگی کو مقاصدِ تخلیق کے ضابطوں کی تکمیل کے ساتھ گزار سکے، اس طرح اسلام کے فطری نظام کی ترویج کا رول ماڈل پیش کیا ہے اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، یوں ہی خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ بھی کئی جہتوں سے ممتاز، نمایاں، بے مثل، عدیم النظیر ہے؛ جن سے درس پا کر طبقۂ نسواں کا وقار بحال ہو سکتا ہے، حقوقِ نسواں کے تحفظ کے لیے آپ کی ذات مشعلِ راہ بھی ہے اور نشانِ منزل بھی۔

### چند خصوصیات

[۱] سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ذات ممتاز ہے؛ اس لیے کہ بنت رسول ہیں، صاحب زادیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[۲] تاج دارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں رکھ کر مثالی خاتون بنایا، جن کی ذات پاک قیامت تک کے لیے وقارِ نسواں کی تابندگی کا مظہر بن گئی۔

[۳] جب بھی تقدسِ نسواں اور عفت بنت حوا کی بات کی جائے گی تو سیرتِ فاطمۃ الزہراء مثال میں پیش کی جائے گی۔

[۴] خواتین کے لیے کامیاب زندگی کا سب سے نمایاں باب ہے سیرتِ فاطمۃ الزہراء۔ طبقۂ نسواں کے لیے عزم و یقین کے بلند باب کا نام ہے سیدۂ کائنات۔

[۵] باب العلم خلیفۂ چہارم شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ جیسی عظیم نسبت بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء کو حاصل ہے۔

[۶] اسلام کی شرعی سرحدوں کی پاس بانی کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے والی ذات حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت جس والدہ کی گود میں ہوئی اسی کا نام حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء ہے، گویا صبر و استقامت کا درس رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت سے دو دو نسبتوں سے امام حسین کو حاصل ہے، اس لیے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ نے ریگ زارِ کربلا میں دین کی اساس کے لیے صبر و استقامت کے ساتھ اسلام پر جاں نثاری کا جو درس دیا تھا، امام حسین نے اس کی مکمل پاس داری کی، سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایثار، فکر و تدبر اور مثالی زندگی بھی سیدہ فاطمہ کی عظمت کا نقشِ جمیل ہے۔

[۷] جنتی عورتوں کی سردار ہیں سیدہ فاطمۃ الزہراء جن کے فیضانِ کرم سے طبقۂ نسواں اِس قدر نوازا گیا کہ جب بھی کسی خاتون کی دین کے لیے شجاعت و قربانی کا ذکر کیا جائے گا، اُس کی حیات کی تشکیل اور فکر کی تعمیر میں درسِ فاطمی نمایاں دکھائی دے گا۔

[۸] بارگاہِ نبوی سے نسبت و قرب کے سبب جس قدر عظیم اختیارات و سر بلندیوں سے آراستہ تھیں اس کا اندازا ہماری معمولی عقلیں نہیں لگا سکتیں؛ ان سب کے باوجود سادہ زندگی اور رضائے الٰہی کے لیے قناعت و صبر کا جو نمونہ آپ نے پیش کیا وہ مثالی بھی ہے اور دُنیا میں بسنے والی ہر خاتون کی زندگی کو پاکیزہ بنانے کے لیے رول ماڈل بھی۔

[۹] آپ کی ذات تمام ظاہری و باطنی خوبیوں بقیہ ص ۴۴ پر



* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

یادرفتگاں

# حضرت علامہ مفتی عبید الحق نعیمی کا وصال پر ملال

حضرت علامہ بدیع العالم رضوی، پرنسپل مدرسہ طیبیہ اسلامیہ فاضل، چاٹگام اور عزیزِ گرامی قدر حضرت مولانا محمد نظام الدین رضوی، ناظم اعلیٰ الامین باریہ درسِ نظامی مدرسہ، چاٹگام کے ذریعہ یہ اندوہ ناک خبر ملی کہ شیرِ ملت، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی عبید الحق نعیمی، شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، چاٹگام، بنگلہ دیش آج بعدِ ظہر بنگلہ دیشی وقت کے مطابق تقریباً ۴/ بجے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گیے، اِنا للہ و انا الیہ راجعون۔

موصوف گونا گوں صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کو حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، تقریباً ۱۹۶۴ء سے بنگلہ دیش میں اہل سنت کے سب سے بڑے ادارہ "جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ" میں تفسیر و حدیث اور فقہ میں بحیثیت شیخ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، وعظ و تبلیغ اور مناظرہ کے میدان میں بھی آپ عوام و خواص کی نگاہوں کے محور تھے۔ بنگلہ دیش کے ہزاروں علما کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قیام بنگلہ دیش سے مسلسل خدمت تدریس میں مصروف ہونے کے سبب بنگلہ دیش کے اکثر بڑے اداروں کے پرنسپل یا نائب پرنسپل آپ ہی سے نسبتِ تلمذ رکھتے ہیں اور اکثر علما آپ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔

حضرت سے میری متعدد مواقع پر ملاقاتیں ہوئیں:

**پہلی ملاقات**

آپ سے سب سے پہلی اور نہایت مختصر ملاقات اگست ۲۰۱۷ء کو ہوئی جب میں چاٹگام بنگلہ دیش کے ادارہ "الامین باریہ کامل مدرسہ" میں مقیم تھا اور وہاں خدمت تدریس حدیث میں مصروف تھا اسی وقت اِس ادارہ میں ائمہ کا تربیتی کیمپ لگا ہوا تھا جس میں مسلسل کئی دنوں تک روزانہ بنگلہ دیش کی دوالگ الگ بزرگ شخصیات کی شرکت ہوا کرتی تھی، ایک دن حضرت نے بھی شرکت فرمائی تو ادارہ کے ذمہ داران نے حضرت سے میری ملاقات کروائی بریلی شریف سے نسبت کے سبب نہایت ہی شفقت و محبت سے پیش آئے۔

**دوسری ملاقات**

۱۳/ اگست ۲۰۱۸ء بروز پیر کو حضرت مولانا مفتی قاضی سید محمد شاہد الرحمٰن صاحب دام ظلہ نے "تاج الشریعہ کانفرنس" (حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد) بنگلہ دیش کے مرکزی شہر "رؤس البلاد" "چاٹگام" میں منعقد فرمائی، یہ کانفرنس یہاں کے مشہور معروف "مسلم ہال" میں منعقد ہوئی، جس میں ناچیز فقیر قادری مقررِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھا اور آپ اس کانفرنس میں مہمان اعلیٰ کی حیثیت سے مدعو تھے، آپ نے اپنی تقریر میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے اپنی تین علمی و یادگاری ملاقاتوں کا تفصیلی تذکرہ فرمایا آپ اردو میں بھی عمدہ تقریر فرماتے ہیں آپ کی تقریر اردو اور بنگلہ زبان میں مشتمل تھی۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے کئی پروگرام ایک ساتھ کیے حضرت کو میں نے اخلاق و کردار کا پیکر اور خدمتِ مذہب و مسلک کے متعلق مخلص پایا، ابھی ایک ہی مہینہ پہلے امام اہل سنت بنگلہ دیش حضرت قاضی نور الاسلام ہاشمی علیہ الرحمہ کا وصالِ پر ملال ہوا تھا، ابھی جماعت اہل سنت بنگلہ دیش ان کے صدمہ سے نکل بھی نہیں پائی تھی کہ آج حضرت کا وصال پر ملال ہو گیا۔ حضرت کا وصال جماعت اہلِ سنت بنگلہ دیش کے لیے خصوصاً اور پوری دنیا کے لیے عموماً ایک عظیم خسارہ ہے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے، حضرت کے پس ماندگان اور تلامذہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

◆◆◆

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی ہیں۔

از: مولانا وزیر احمد مصباحی*

# مختصر سیرت ابن ہشام

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | مختصر سیرت ابن ہشام |
| نام مصنف | : | شیخ ابو محمد عبد الملک بن ہشام ابن ایوب حمیری |
| نام مترجم | : | مفتی انور نظامی مصباحی، ادارۂ شرعیہ جھارکھنڈ |
| ضخامت | : | ۵۹۰ رصفحات  قیمت  : |
| ناشر | : | دار القلم، کٹگھرا، ہزاری باغ، جھارکھنڈ |
| مبصر | : | مولانا وزیر احمد مصباحی، ریسرچ اسکالر جامعہ اشرفیہ مبارکپور |

تاریخ وسوانح نویسی کا فن بہت ہی قدیم ہے تاریخ عرب کا جائزہ لینے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہونے سے قبل ریگستان عرب کے نشیب وفراز کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ریگستان عرب میں اُس وقت اگرچہ دور حاضر کی طرح قرطاس وقلم اور لکھنے لکھانے کا دور دورہ نہیں تھا، پر ہاں! اہل عرب زبردست قوت حافظہ کے مالک ہوا کرتے تھے، وہ لوگ اپنی ذہانت وفطانت کے بل بوتے جس چالاکی سے اپنے خانوادوں کے ساتھ ساتھ جانوروں تک کے انساب محفوظ کر لیا کرتے تھے، وہ اپنے آپ میں ایک سنہری مثال ہے۔

یہ بات تو بالکل مسلم ہے کہ زمانہ، ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا ہے. ہر آن حالات بدلتے رہتے ہیں. یہی وجہ ہے کہ زمانہ انقلاب کے دامن میں جوں جوں ترقی کرتا گیا ویسے ہی تذکرہ نویسی کا رنگ وآہنگ بھی تبدیل ہوتا چلا گیا، دورِ رسالت کی سنہری صبح وشام نے جب بھٹکے ہوئے آہوں کو صراط مستقیم کا پتہ دے کر علم وہنر کی شاہراہوں سے جوڑ دیا تو یکایک ہر طرف علم وادب کا نور بٹنے لگا. نصیبے کی ارجمندیوں نے نہ جانے کتنے فیروز بختوں کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا شرفِ جمیل بخشا، اب کیا تھا، اب تک تو جہالت نے اپنے بال وپر بھی سمیٹنا شروع کر دیا تھا، لکھنے لکھانے کا عمل جو بہت پہلے سے جاری تھا، اب اس نے بالکل جوانی اختیار کر لی تھی اور انگنت افراد نے علم وادب کی زلفِ برہم سنوارنے کے ساتھ تذکرہ نویسی کے خاطر بجا طور پہ اسے اپنانا بھی شروع کر دیا تھا۔

کثیر اہل علم وبصیرت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے جڑی یادوں کو اپنی اپنی معلومات کی حد تک یکجا کی ہے، صحابہ کرام کی مقدس جماعتوں نے بھی اس فن میں خوب دلچسپیاں دکھائی ہیں، قرونِ اولی کے مسلمانوں کے بعد سے ہی مختلف ادوار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں نے آپ کے اسوہ حسنہ کو زمان ومکان کے اعتبار سے مختلف گوشوں کے تناظر میں بیان کیا ہے اور یہ مبارک سلسلہ آج تک چلتا آرہا ہے، اس ضمن میں جس کتاب کو اولیت کا شرف حاصل ہے، وہ آٹھویں صدی ہجری میں محمد ابن اسحاق تابعی کی تصنیف کردہ معرکۃ الآراء کتاب بنام" سیرتِ ابن اسحاق" ہے، سیرت وتاریخ کے باب میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے، ابن جریر طبری اور علامہ ابن خلدون جیسے باکمال تاریخ نویسوں نے بھی ابن اسحاق سے بکثرت روایت کی ہے، حتی کہ" سیرتِ ابن ہشام" بھی اسی کی ترقی یافتہ شکل وصورت ہے، سیرتِ ابن اسحاق، چونکہ اولین کتب سیرت میں سے ہے، اس لیے اس میں بہت سی ایسی باتیں بھی مندرج ہوگئی ہیں جو ان کے (ابن ہشام) اپنے خیال میں براہ راست سیرت النبی سے متعلق نہیں تھیں، اس لیے ابن ہشام نے غیر ضروری اشعار اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک تک کے حالات وغیرہ نکالنے کے ساتھ ساتھ کتاب المغازی کی انتہائی جامعیت کے ساتھ کچھ صفحات میں تلخیص بھی کر دی ہے، یہی وہ کارنامہ ہے جس نے سیرتِ ابن

ہشام کو اہل علم کے درمیان سیرتِ ابن اسحاق سے کہیں زیادہ جامعیت ومعنویت فراہم کیا اور دیکھتے ہی لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصل کتاب فراموش ہو کر رہ گئی، یہی وجہ ہے کہ سیرتِ ابن ہشام کی ایک سے ایک اہل کمال نے شرحیں بھی کی ہیں۔

اوہ، گھبرائیں نہیں! آئندہ سطور میں ہم جس کتاب کے ذکرِ جمیل سے آپ کے ذوق مطالعہ کو سرشار کرنے جا رہے ہیں وہ مفتی انور نظامی مصباحی صاحب (ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ) کی کتاب "مختصر سیرتِ ابن ہشام" ہے، دراصل یہ کتاب" تہذیب سیرتِ ابن ہشام" کا اردو ترجمہ ہے، جسے ایک مصری عالم دین علامہ عبد السلام ہارون نے ترتیب دیا ہے، ہاں! یہ کتاب بھی" سیرتِ ابن ہشام" کی عربی تلخیص ہے، جس پر قارئین کی آسانی کے لیے عبد السلام ہارون نے اپنی محنت کے توسط اہمیت وافادیت کا غازہ مل دیا ہے" تہذیب سیرتِ ابن ہشام" کے وجود میں آنے کی قوی وجہ" سیرتِ ابن ہشام" میں ذہن کو مضمحل کر دینے والی پیچیدگیاں ہیں، جیسا کہ اس حقیقت کا اندازہ مولف موصوف (عبد السلام ہارون) کے اس اقتباس سے بخوبی لگا سکتے ہیں، لکھتے ہیں:

"ایام نوجوانی میں میں نے بارہا اس جلیل الشان کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کرنے کا ارداہ کیا، مگر اس تالیف میں ذہن کو تھکا دینے والی بے ترتیبی اور دل کو اکتا دینے والے حشو وزوائد میرے مقصد میں آڑے آتے رہے، یہاں وہاں سے کچھ ایسے حصے پڑھ کر اکتفا کرنا پڑا، جو بے آب وگیاہ صحرا میں سرسبز وشاداب چمن کی مانند معلوم ہوئے۔" [سیرت النبی، ص ۴۳]

سیرتِ ابن ہشام کی اس تلخیص کے باوجود ابھی بھی اردو داں طبقہ کے لیے یہ کتاب زیادہ مفید نہیں تھی، برصغیر ہندو پاک میں چونکہ اردو بولنے پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً ۹۰ رفیصد ہے، اس لیے بڑی شدت کے ساتھ اس امر کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کسی طرح اس تلخیص (تہذیب سیرت ابن ہشام) کو کوئی صلاحیت مند انسان اردو قالب میں ڈھال دے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت وصورت پاک سے جڑی ہر ہر ادا چونکہ "کان خلقه القرآن" کی سچی پکی ترجمان ہیں، اس لیے اس جہت سے بھی معاشرے میں در آئی بگاڑ اور سنت نبوی سے انحراف کی بادسموم پر کاری ضرب کے لیے اس کی حاجت سمجھ میں آ رہی تھی۔

بھلا ہو استاذ محترم، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کا کہ جب آپ کی نظر سے" تہذیب سیرت ابن ہشام" گزری تو آپ نے متذکرہ بالا ضرورت کو بھانپ لیا اور اسے اردو جامہ پہنانے کے لیے اگست ۱۹۸۹ء میں اپنے ایک لائق فائق شاگرد رشید، علامہ مفتی محمد انور نظامی مصباحی کو، جن کی دستارِ فضیلت اسی سال ۳۰ ردسمبر کو عرس عزیزی کے پر بہار موقع پر ہونی تھی، منتخب فرما لیا، جی ہاں! کسی استاذ کا اپنے کسی شاگرد کو اس طرح کے گراں قدر کام کے لیے منتخب فرما لینا، اس حقیقت کی بخوبی غمازی کرتی ہے کہ مفتی موصوف طالبِ علمی ہی کے دور سے اپنے ہم درسوں کے مابین امتیازی مقام رکھتے تھے، اچھی صلاحیت ولیاقت کے مالک تھے، جس پہ استاذ محترم کو کامل بھروسہ بھی تھا، اب کیا تھا، مفتی موصوف صاحب قبلہ نے استاذ محترم کے رہنما خطوط کے سانچے میں اللہ ورسول کا نام لے کر قرطاس وقلم سنبھالا اور اس عظیم کام کے لیے میدان عمل میں اتر گئے۔

جی ہاں! آپ کو یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ ترجمہ نگاری بولنے کی طرح بالکل آسان نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے بھرپور لیاقت وصلاحیت کے ساتھ باریک بینی کی بھی سخت ضرورت پڑتی ہے تا کہ مترجم دونوں زبانوں کے نشیب وفراز سے بوقت حاجت پردہ اٹھا سکے، ترجمہ نگاری کے حوالے سے شارح بخاری، مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس نے کبھی یہ کام کیا ہو، بعض حیثیتوں سے ترجمہ تصنیف سے زیادہ مشکل ہوتا ہے، تصنیف میں مصنف اپنے خیالات کو اپنے طرز پہ ڈھالتا جاتا ہے مگر کسی دوسرے کی کتاب میں مترجم اسی کے طرزِ بیان اور طرزِ نگارش کا پابند ہوتا ہے۔"

[مقالاتِ شارح بخاری]

زیر تبصرہ کتاب مفتی موصوف صاحب قبلہ کا وہ کارنامہ ہے جس نے کئی سالوں کی سعی جمیل کا دانہ پانی کھایا ہے، آج بہت سی کتابوں کا لوگ ترجمہ کرتے ہیں، جو رسالہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ ضخیم کتابیں دیکھ کر جی چرانے لگ جاتے ہیں، محض یہ سوچ کر کہ اس میں کئی سالوں کی محنت درکار ہے، مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ مفتی موصوف صاحب نے کتاب ہٰذا کو مکمل رنگ و آہنگ سے سدا بہار بنانے میں دو سال تک کا وقت وافر عطا کرنے کے ساتھ جب ۱۴۲۸ھ میں ڈیڑھ عشرہ کی مدت مدید گزر جانے کے بعد اس کی اشاعت کا ارداہ ہوا تو آپ نے نظرِ ثانی کر کے سولہ سال کے طویل فاصلے کو ترجمے میں کم کر کے عرق ریزی و صبر و تحمل کا حسین سنگم پیش فرمایا ہے، آغازِ سخن کے نام سے مفتی موصوف صاحب نے جو باتیں تحریر کی ہیں، اس سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمہ نگاری کے بابت عربی نسخہ (تہذیب سیرت ابن ہشام) ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی اور جس وقت بھی آپ کو فرصت میسر آیا اسے جستہ جستہ اردو کا جامہ پہناتے رہے، کتاب ہٰذا کے صفحہ ۶ر پر آپ اپنی داستانِ ترجمہ نگاری کچھ یوں رقم فرماتے ہیں:

حضرت مصباحی صاحب قبلہ کی رہنمائی ہوتی رہی، کام ابھی تک مکمل نہیں ہو پایا تھا کہ شعبان میں تعطیل کا وقت آ گیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے گھر آنا پڑا، تدریس کے سلسلے میں "الجامعۃ الرضویہ" پٹنہ میں تقریباً چار ماہ گزارے پھر عرس رضوی کے موقع سے "دار العلوم گلشن بغداد" ہزاری باغ آ گیا، اس دوران ترجمہ کا کام بھی تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ گھر، پٹنہ اور پھر ہزاری باغ منتقل ہوتا رہا، آخر کار ہزاری باغ میں ۱۸ر ذو الحجہ ۱۴۱۱ھ بروز جمعۃ المبارک یہ کام مکمل ہو گیا۔

ہاں! زیرِ تبصرہ کتاب کی اہمیت اس جہت سے بھی دوبالا ہو جاتی ہے کہ اس میں جغرافیائی مقامات کی تفصیل پر مشتمل علامہ عاتق بن غیث البلادی کی کتاب "المعالم الجغرافیہ فی السیرۃ النبویۃ" کے ترجمہ (مترجم: مولانا افتخار احمد قادری و مولانا اسرار الحق بھاگلپوری) کے مطابق، جو ابجد کی ترتیب پر تھا، سیرت میں آنے والے مقامات کے ساتھ حاشیہ میں مندرج ہے اور آخر کتاب میں قارئین کی آسانی کے لیے اس کی ایک فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے بھی شامل اشاعت کر دی گئی ہے، پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ترجمہ نہیں ہے بلکہ "تہذیب سیرتِ ابن ہشام" کی اس میں تو ترجمانی کی گئی ہے، ترجمہ اس طرح آسان لب و لہجہ میں مرقوم ہے کہ اوّل تا آخر سلاست و روانی کا گہرا رنگ قائم ہے، ساتھ ہی اردو قواعد و ضوابط اور رائج علامات وقف پر بھر پور توجہ دی گئی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ترجمہ کے حوالے سے وہ دستور اساسی آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے جس پہ ترجمہ نگاری کی محل تعمیر کی گئی ہے:

[۱] ترجمہ با محاورہ اور سلیس ہو اور قاری کو اس کا احساس کم ہو کہ ترجمہ کا مطالعہ کر رہا ہے۔

[۲] احادیث مبارکہ کی اصل عربی عبارت بھی ترجمے کے ساتھ نقل کر دی گئی ہے تاکہ اصل الفاظِ رسول سے استفادہ ہو سکے۔

[۳] واقعات کے لحاظ سے کتاب کو ابواب میں منقسم کر دیا گیا ہے تاکہ جدید طرزِ تحریر کا لطف بھی ملے۔

[٤] قرآنی آیات کا ترجمہ عالمی شہرت یافتہ معتبر ترجمہ "کنز الایمان" سے نقل کیا گیا ہے، تاکہ ترجمے میں کہیں کوئی سقم نہ آنے پائے۔

[٥] جغرافیہ سے متعلق تفصیلات کو حاشیہ میں اس جگہ رقم کیا گیا ہے جہاں وہ مقام پہلی بار آیا ہے، بعد میں حاشیہ میں اس کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے، جغرافیہ کی ایک فہرست آخر میں دے دی گئی ہے تاکہ وقتِ ضرورت اسے دیکھا اور سمجھا جا سکے۔

[٦] کہیں کہیں حاشیے میں واقعات سیرت یا دیگر امور کی مختصر وضاحت کر دی گئی ہے، جو وضاحت راقم نے کی ہے، وہاں اس کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔

کتاب ہٰذا میں استاذ محترم مولانا عرفان عالم مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کا ایک گراں قدر مقدمہ بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے، جو تقریباً ۱۳ر صفحات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی صاحب قبلہ کی طرف

سے "کلمات تبریک" اور خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کی طرف سے "کلمات تکریم" سے موسوم قدرے قیمتی اور مفید و ناصحانہ باتیں بھی مندرج ہیں، اگر مقدمہ کی بات کریں تو میرے اپنے خیال میں اسے "معلوماتی" کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، تمہیدی کلمات کے بعد جس حسنِ جامعیت کے ساتھ سیرت نگاری کے چھ ادوار کا جائزہ لیا گیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، پھر لگے ہاتھوں مترجم موصوف کی زندگی سے جڑی تمام مصروفیات کا ایک خاکہ بھی پیش فرما دیا ہے، مجھے [ راقم الحروف ] اپنی اس ۲۱-۲۲ رسالہ زندگی میں مترجم موصوف سے تو کبھی شرف ملاقات حاصل نہیں، پر ہاں! کتاب ہٰذا کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کی ذات گونا گوں کمالات وخصوصیات کی جامع ہے، ایک طرف اگر آپ ماہر مفتی ہیں تو وہیں دوسری طرف کہنہ مشق مدرس اور درجنوں کتابوں کے مصنف بھی، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے سینے میں ایک دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں (اللہ کریم موصوف کو لمبی عمر کے ساتھ بہترین صلہ عطا فرمائے، آمین)

مجموعی طور پر زیرِ تبصرہ کتاب تقریباً ۵۹۰ رصفحات پر مشتمل ہے، اس میں کئی ایک باب شامل ہیں، اس میں کچھ باتیں عبد السلام ہارون (مصری) کی طرف سے بھی بنام "تقدیم" شامل ہیں، اس میں انھوں نے چند سرخیاں، جیسے: تاریخ وسیرت، مولفین سیرت، سیرت ابن اسحاق، سیرتِ ابن ہشام، سیرتِ ابن ہشام کا مقام اور تہذیب سیرتِ ابن ہشام کے تحت قیمتی باتیں مندرج ہیں۔ اصل کتاب ص ۴۶ رسے شروع ہوتی ہے اور ظہورِ قدسی کے نام سے "باب ۱" قائم کیا گیا ہے، جو ص ۹۴ رتک محیط ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف، ربیعہ بن نضر کا خواب، ارياط وابرہہ کی جنگ، یمن پر حبشیوں کا تسلط، حلیمہ سعدیہ کا واقعہ اور کعبہ کی تعمیر کے حوالے سے مکمل تفصیلات مندرج ہیں، اس کے بعد ہی "بعثت" کے نام سے دوسرا باب شروع ہوتا ہے اور یہ ص ۱۸۵ رتک محیط ہے، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی زندگی کی مکمل تفصیل ملتی ہے، آپ نے کس جہت سے اہل مکہ کے مابین دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا، مختلف بادشاہوں تک کیسے خطوط بھیجے اور اہل مکہ نے آپ اور آپ کے چاہنے والوں کے ساتھ کیسی بدسلوکیاں کی پھر لگے ہاتھوں بغیر کسی فصل کے تیسرا باب بھی ہجرت کے نام سے شروع ہوا جاتا ہے، جو بمشکل ۳۰۵-۳۶ رصفحات پر مشتمل ہے، اس باب میں آپ نے تقریباً دس سرخیاں قائم کی ہیں اور سب کے سب ہجرت سے ہی متعلق ہیں، جیسے: مہاجرین مدینہ کا تذکرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت، مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت اور مہاجرین وانصار میں عقدِ مواخاۃ وغیرہ۔

چوتھا باب غزوات وسرایا کے بیان پر مشتمل ہے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بیان میں غزوات وسرایا کا ذکر خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لیے ابتدائی دور میں بھی کتب سیرت کو عموماً مغازی وسیر کی کتابیں کہا جاتا تھا، اس باب میں آپ نے تقریباً ۳۶۰،۳ غزوات وسرایا کا ذکرِ جمیل شامل اشاعت فرمایا ہے، میرے خیال سے اگر کوئی قاری ضرورت کے وقت کسی غزوہ کی تفصیل جاننا چاہے تو وہ اس طرف رجوع کر کے اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے سامان ضرور مہیا کر لے گا۔

پانچویں باب میں وفود کا تذکرہ شامل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ تک جتنے وفود آئے، اس پر اچھی خاصی روشنی ڈالی گئی ہے، جیسے: وفد ثقیف، وفد عبد القیس میں جارود کی آمد، وفد کندہ کی آمد، صرد بن عبد اللہ ازدی کی آمد اور عمر بن معدیکرب کی آمد وغیرہ۔ یہ باب ص ۴۶۷ رسے ۵۱۳ رتک محیط ہے پھر لگے ہاتھوں سفر آخرت کے نام سے چھٹا باب بھی سامنے آجاتا ہے، اس باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی سے جڑی تمام یادیں ختم ہو جاتی ہیں، یعنی آپ ہمیشہ کے لیے مالک حقیقی سے جا ملتے ہیں، اس میں حجۃ الوداع کا ذکرِ جمیل بھی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن آدم کو زندگی گزارنے کے لیے بہترین دستور اساسی عنایت فرمایا تھا۔ ساتھ ہی اس میں آپ کے مرض کی ابتدا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں آپ کی عیادت اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

ایک منفرد بات جو میں نے دیکھی وہ یہ ہے کہ کتاب کے

ٹائٹل پیج پر بڑی ایمانداری کے ساتھ صاحب سیرتِ ابن ہشام اور تہذیب سیرتِ ابن ہشام کے نام بھی درج کر دیئے گئے ہیں. ساتھ ہی اوپری حصہ پر ایک گوشے میں گنبد خضریٰ اور کعبہ مقدسہ کی تصویر بھی لگادی گئی ہے تا کہ ایک عام قاری بھی ٹائٹل پیج دیکھ کر ہی یہ سمجھ لے کہ یہ کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے متعلق ہے،نشرواشاعت کا اہم بار" دائرۃ القلم" کٹکھرا، سودن ہزاری باغ (جھارکھنڈ) نے برداشت کیا ہے اور جنوری ۲۰۱۹ء میں ہی ۱۱۰۰/سو کی تعداد میں بموقع عرس عزیزی کتاب شائع کر کے قارئین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے خاطر بہترین سامان پیش کیا ہے، مطالعہ کے شوقین حضرات کتاب حاصل کرنے کے لیے 9934137121 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ص ۵۵ / کا بقیہ.......................................

دلیری اور خودداری میں پنہاں ہے وقار اپنا
تملُّق اور لجاجَت کو چلو قربان کر ڈالیں

ہمارا ہر عمل، اخلاص ہی کے دائرے میں ہو
ریا کاری کی فطرت کو چلو قربان کر ڈالیں

براہیمی صفت پیدا کریں کردار کے اندر
جہاں کی ہر محبت کو چلو قربان کر ڈالیں

ذبیح اللہ سے سیکھیں اطاعت آشنائی ہم
کہ جان و دل کی ثَروت کو چلو قربان کر ڈالیں

ہمارا جینا مرنا، ہو فقط اللہ کی خاطر
ہر اک خواہش کو، لذت کو چلو قربان کر ڈالیں

فریدیؔ عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ کر ہم
خرد کی ساری حُجّت کو چلو قربان کر ڈالیں

ص ۵۵ / کا بقیہ.......................................

رفض ایک کو مانے، باقی تین کا منکر
جبکہ بیٹی ہونے میں ہمرکاب ہیں چاروں

اہل بیت کے اندر، ذاتِ حیدر و حسنین
زوجۂ نبی سب ہیں، باریاب ہیں چاروں

جو بھی اُن کی ذاتوں میں بھید بھاؤ رکھتا ہے
اُس خبیث پر دائم اک عتاب ہیں چاروں

سر جھکاتے ہیں سُنّی، ان کے پائے عظمت پر
بالیقیں قیامت تک حق مآب ہیں چاروں

اُن کے نام سے مانگو، ہوگی ہر طلب مقبول
بارگاہِ مولیٰ میں مستجاب ہیں چاروں

جس سے پیکر نسواں فتنوں سے رہے محفوظ
عِفَّت و طہارت کا وہ نصاب ہیں چاروں

اُن کا ماننے والا ہے رسول کا محبوب
قرب مصطفائی کا ایسا باب ہیں چاروں

جو پڑھے عقیدت سے وہ بھی جگمگا اٹّھے
بخت کے اجالوں کی وہ کتاب ہیں چاروں

خامۂ فریدیؔ کیا، لکھ سکے شرف ان کا
خود پدِ شرافت کا انتخاب ہیں چاروں

ص ۵۸ / کا بقیہ.......................................

کے روز کے معمولات کا حصہ ہے۔میڈیا کا کام مونیٹرنگ کا ہوتا ہے،وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے،وہ حکومت وقت اور ارباب اقتدار کی حاشیہ برداری کا مزاج نہیں رکھتا، بلکہ چشم حقائق بیں سے غلط اور صحیح کے درمیان فرق واضح کرتا ہے اور غلط فکر و خیال کو درست سمت سفر دینے میں رہنمایانہ کردار ادا کرتا ہے،یہ ساری باتیں آج تو خواب وخیال بن کر رہ گئی ہیں، چند ایک کو چھوڑ کر میڈیا زر خرید غلام کی طرح حکومت وقت کی غلط پالیسیوں پہ سخت نکتہ چینی کرنے کی جگہ اس کی پرزور وکالت کرنا اپنی منصبی ذمہ داری تصور کرتا ہے،حکومت کی غلط، صحیح تمام پالیسیوں کو ملمع سازی کے عمل سے گزار کر کچھ اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ عام آدمی تصویر کے پس پردہ چھپی ہوئی حقیقتوں تک نگاہ نہیں پہنچا سکتا اور وہ دھوکے اور فریب میں آجاتا ہے، ایسے ایسے حربہ وہتھیار کا اس قدر چابکدستی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے کہ عقل ششدر وحیران رہ جاتی ہے، صحیح کہا ہے کسی نے ؎

میں سچ کہوں گا، مگر پھر بھی ہار جاؤں گا
وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

منظومات

## ہیں وہ آقا کی شاہکار آنکھیں

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ، نیویارک، امریکہ

ہوں مری ایسی بختیار آنکھیں
ان کے غم میں ہوں اشکبار آنکھیں

روضۂ مصطفیٰ کا حسن و جمال
کاش دیکھیں یہ بار بار آنکھیں

ان کی آنکھوں کی ہے مثال کہاں
دہر میں یوں ہیں بے شمار آنکھیں

جن کو حاصل ہے دید ربِّ علیٰ
ہیں وہ آقا کی شاہکار آنکھیں

ان کی آنکھوں کی تابناکی کو
دیکھتی رہ گئیں ہزار آنکھیں

جلوۂ رب میں تیرتی ہیں عجب
کر سکے کون ان سے چار آنکھیں

گردِ طیبہ ہے جس کی آنکھوں میں
اس کی آنکھیں ہیں بے غبار آنکھیں

ہے وہ خوش بخت ان کی یادوں میں
جس کی روتی ہیں بار بار آنکھیں

جو بھی دیکھے انہیں تعصب سے
اس کی ہو جائیں تار تار آنکھیں

قبر میں کیسے ان کے چہرے کو
دیکھ پائیں گی شرمسار آنکھیں

جو نواہی سے رہیں دور و نفور
کس قدر ہیں وہ باوقار آنکھیں

دیکھ کر ان کو جو رہیں بے نور
ایسی آنکھیں ہیں بے مہار آنکھیں

روتی رہتی تھیں امتوں کے لئے
رحم دل ان کی غم گسار آنکھیں

ہو گئیں دیکھ کر دیارِ نبی
قدسیؔ رفعت کی شہسوار آنکھیں

## بدی کرنے کی عادت کو چلو قربان کر ڈالیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ، مسقط، عمان

ہم اپنی ساری غفلت کو چلو قربان کر ڈالیں
مزاجِ بے مُروَّت کو چلو قربان کر ڈالیں

نہ ہوں ہم مطمئن، بس جانور قربان کرنے سے
بدی کرنے کی عادت کو چلو قربان کر ڈالیں

بتاتی ہے ہمیں یہ "لَن یَّنَالَ اللّٰہ" کی آیت
غَرَض آلُودہ نیّت کو چلو قربان کر ڈالیں

گلا کاٹیں، اِسی قربانی میں اپنی "اَنا" کا بھی
تکبر اور نَخوت کو چلو قربان کر ڈالیں

ہمارے واسطے یہ درس لے کر بقر عید آئی
کہ ہر دنیاوی رغبت کو چلو قربان کر ڈالیں

ہماری اپنی مرضی کا نہ کوئی دخل ہو اِس میں
شریعت پر طبیعت کو چلو قربان کر ڈالیں

اگر چلنا ہے ابراہیم و اسماعیل کے رستے
زمانے کی ہر الفت کو چلو قربان کر ڈالیں

چلو ہم مُتّحِد ہو کر، کریں باطل کی سرکوبی
ہر اک شکوہ شکایت کو چلو قربان کر ڈالیں

بقیہ ص ۵۴ ر پر

## دخترِ شہِ بطحا، لاجواب ہیں چاروں

آسمانِ عظمت کی ماہتاب ہیں چاروں
دخترِ شہِ بطحا، لاجواب ہیں چاروں

سیدہ رُقَیّہ اور زہرا زینب و کلثوم
گلشنِ شہِ دیں کی یہ گلاب ہیں چاروں

خوں مرے نبی کا ہے ان کی نبضِ ہستی میں
شاہ کی اُبُوَّت سے فیض یاب ہیں چاروں

تا ابد ترانے ہم اُن کے گنگنائیں گے
بے نظیر ہیں چاروں، باصواب ہیں چاروں

رشتۂ عقیدت بس، ایک تک نہیں محدود
چشمِ اہلِ سنت کی آب و تاب ہیں چاروں

بقیہ ص ۵۴ ر پر

## نمونہ اسلاف تھے مولانا نیاز احمد! مفتی سہسرامی

19 جون سہسرام (پریس ریلیز) باعمل علمائے دین یقیناً دنیا کا تعویذ ہیں، حدیث پاک کی روشنی میں انہی کے صدقے بارشوں کا نزول ہوتا ہے اور انہی کے دم قدم کے صدقے رب قدیر کائنات کی ساری رونقیں اور تمام بہاریں قائم فرمائے رکھتا ہے، یہ نہ ہوں تو قیامت آجائے گی، عالم باعمل اپنے زہد وتقویٰ اور پرہیز گاری کی بنیاد پر اپنے آپ میں ایک چلتی پھرتی درسگاہ ہوتا ہے، اس کی زندگی کی صبح وشام، اس کی ایک ایک نقل وحرکت میں اسلامی تعلیمات کا بے پناہ درس پوشیدہ ہوتا ہے، شریعت کی پاسداری اس کا نصب العین ہوتا ہے، وہ احکام دینی پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر زندگی گزارتا ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی تعلیم وتلقین موقع بموقع کرتا رہتا ہے، حضرت مولانا نیاز احمد ضیائی جیسی علمائے دین کی اسی صف سے تعلق رکھتے تھے، جو دین وشریعت پہ سختی کے ساتھ گامزن رہنے کا فکر وخیال اپنے دل ودماغ میں پالتے ہیں، وہ اس دور قحط الرجال میں بے شک نمونہ اسلاف تھے۔

ان خیالات کا اظہار صوبہ بہار کی معروف دینی ومذہبی درس گاہ دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے سرپرست حضرت علامہ مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے کیا، انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا نیاز احمد ضیائی جیسی ایک باعمل عالم تھے، تقویٰ، پرہیز گاری ان کی شناخت اور پہچان تھی، سن شعور میں پہنچنے کے بعد ہی تعلیم وتعلم کی راہ کے جو مسافر بنے تو تازندگی اسے ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، درسگاہ کی زیب وزینت تھے وہ، دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں ایک کامیاب وکامران استاذ کی حیثیت سے زندگی کے اکثر حصے گزار دیئے، آپ کی تعلیم از ابتداء تا درجۂ فضیلت صوبہ بہار کی معیاری، معروف دانش گاہ دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں اجلہ علمائے کرام کی نگرانی میں ہوئی، سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا "منهومان لا يشبعان منهوم في الدنيا و منهوم في الآخرة" دو حریص کبھی شکم سیر نہیں ہوتے، ایک دنیا کا حریص دوسرا آخرت کا، مولانا نیاز احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آخرت کے انہی حریصوں میں سے تھے جن کی طلب علم کی آگ کبھی سرد نہیں ہوتی، یہ منہوم فی الدنیا نہ تھے بلکہ دین کے طالب وحریص تھے، چنانچہ فضیلت کی جملہ کتب متداولہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد یہ حرص آپ کو سنبھل مرادآباد کی بافیض درسگاہ کی جانب کھینچ کر لے گئی اور کچھ دنوں تک وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مادر علمی دارالعلوم خیریہ نظامیہ کی مسند تدریس کی زیب بخشی کے لیے سہسرام لے کر چلی آئی، آپ کے اساتذہ کرام میں خصوصیت سے یہ حضرات قابلِ ذکر ہیں، امام المعقولات والمنقولات حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء الحسن ضیاء سہسرامی، فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد صدیق صادق سہسرامی، شمس العلماء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین اللہ آبادی، فخر بہار حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی، حضرت مولانا مفتی محمد ظل الرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت مولانا مفتی محمد شمس الدین بہرائچی، رئیس التارکین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب الرحمان رئیس اعظم اڑیسہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ رضویہ، قادریہ میں آپ کو شرف بیعت حاصل تھا، آپ بے پناہ خوبیوں، فضائل اور محاسن کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے، اسلاف کرام کی طرز وروش اختیار کرتے ہوئے پوری زندگی سادگی کے ساتھ گزار دی، دعا ہے رب قدیر آپ کی مغفرت فرمائے، اخروی درجات بلند فرمائے اور متعلقین، اہل خانہ، نسبی وروحانی فرزندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے تمام وابستگان، اساتذہ وطلبا آپ کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

## "حدائق بخشش" کا ترکی ترجمہ! ترکی علما واسکالرز میں تقسیم

امام احمد رضا کی جہان بھر میں مقبولیت عشقِ رسول ﷺ کی بنیاد پر ہے، سرزمین ترکی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ مجموعہ "حدائق بخشش" کا ترکی زبان میں ترجمہ کی اشاعت عمل میں آئی، واضح رہے کہ اب تک دو ایڈیشن شائع ہو کر ترکی کے دینی وعلمی حلقوں میں مقبول ہو چکے ہیں، چوں کہ اعلیٰ حضرت کے کلام میں عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ہی شرعی حزم و

احتیاط بھی مثالی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی نعتوں کو بڑی مقبولیت عطا کی، ڈاکٹر رجب درگن اور حافظ عامر علی نے منظوم ترجمہ کیا، اعلیٰ حضرت کے کلام کی بلاغت وجامعیت سے ماہرین ادب خوب واقف ہیں، مترجمین نے تفہیم کلام رضا میں بڑی محنت وانہماک سے کام لیا۔ پھر ترکی میں منظوم ترجمہ کیا جو بلا شبہ ایک عظیم کارنامہ ہے، اول الذکر مترجم سلجوق یونیورسٹی میں اردو ڈپارٹمنٹ میں استاذ ہیں، ثانی الذکر مترجم سلجوق یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے اسکالر ہیں۔

"حدائق بخشش" کا پہلا ترکی ایڈیشن جون ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا، جب کہ حدائق بخشش کا دوسرا ترکی ایڈیشن ۲۳ر جون ۲۰۱۹ء کو منظر عام پر آیا، ترکی سے یہ نسخہ ۶۰۰ر کی تعداد میں شائع ہوا، آخر الذکر ایڈیشن قونیہ اور استنبول میں دستیاب ہے۔ اس کے تقریباً ۳۰۰ر نسخے علمائے ترکی، یونیورسٹیز کے پروفیسرز نیز لائبریریوں میں پیش کیے گئے۔ اسی طرح انقرہ، قونیہ، استنبول اور ازمیر کے علما میں یہ نسخے تقسیم کیے گئے، حافظ عامر علی اور ڈاکٹر رجب درگن نے حدائق بخشش کا ترکی زبان میں شیریں ترجمہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان سے مزید کام لے، اس کام کی انجام دہی میں حضرت سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمہ کی بھی خواہش وایما کا حصہ رہا ہے، امید ہے کہ مستقبل میں بھی اس طرح کے علمی کام سرزمین ترکی سے انجام پذیر ہوں گے اور فکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کرنیں قلب ونگاہ کو روشن ومنور کریں گی۔

ترسیل: نوری مشن مالیگاؤں

## الفردہ فی شرح البردہ انڈروائڈ ایپ کا اجرا

قصیدۂ بردہ شریف کی عربی شرح "الفردہ فی شرح البردہ" کا موبائل ایپلیکیشن تیار کیا گیا ہے، یہ شرح حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بزبانِ عربی تحریر کی، اس ایپ کو ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے اس لنک پر کلک کریں۔

https://play.google.com/store/apps/details?id=com.noorisys.alfarda

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدۂ بردہ شریف کی جامع ومبسوط، علمی وادبی شرح "الفردہ فی شرح البردہ" کے نام سے تحریر کی، عربی میں قصیدہ بردہ کی یہ شرح بڑی مقبول ہوئی، رسول گرامی وقار ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عشاق قصیدۂ بردہ شریف کے وِرد سے نذرانۂ محبت پیش کرتے ہیں، عاشقانِ مصطفیٰ کے لیے یہ ایپ بڑا مفید ونافع ہے۔

نوری مشن، مالیگاؤں

## مدارس حکم اقرأ کی عملی تعبیر ہیں: مفتی سہسرامی

۷ر جولائی سہسرام (پریس ریلیز) علم اور جہالت دو الگ الگ متضاد صفات ہیں ایک اجالا ہے تو دوسرا اندھیرا، اجالے میں زندگی گزارنے والوں کو اندھیرا اچھا نہیں لگتا اور تاریکیوں میں حیات بسر کرنے والوں کو روشنی نہیں بھاتی، علم اور علما کے فضائل ومناقب میں بے شمار آیات وآثار وارد ہیں، جن کے مطالعے سے اہلِ نظر کی آنکھیں ٹھنڈی اور قلوب روشن ہیں۔ اللہ رب العزت نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ کیا پڑھے لکھے اور ان پڑھ برابر ہیں؟ عالم وجاہل کے درمیان زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے روز اول ہی تعلیم وتعلم کی اہمیت وواقعیت کا نقش لوگوں کے دل ودماغ میں بٹھا دیا چنانچہ قرآن مقدس کی پہلی وحی اقرأ اس پہ شاہد عدل ہے، دنیا بھر میں اسی اقرأ کے حکم پہ عمل کرتے ہوئے علمائے کرام نے مدارس اسلامیہ کا ایک مکمل نٹ ورک قائم فرما دیا، جس نے ہر دور میں علم وعمل کا چراغ جلا کر آخرت طلبی کی منزل رسائی کا مرحلہ آسان کر دیا۔

ان خیالات کا اظہار شمس العلماء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور کے سالانہ عرس پاک کے موقع پہ منعقد ایک مذہبی محفل میں سامعین سے خطاب کرتے ہوئے دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام اور الجامعۃ الرضویہ پٹنہ کے سرپرست حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے لوگوں کے دلوں پہ متصرف ہوتے ہیں۔ مرید کے اٹھنے

منظومات

والے ہر قدم پہ ان کی نگاہ ہوتی ہے مرید کہیں ہے مرشد کہیں ہے وہ اپنے تصرف روحانی سے اس کی مکمل راہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہے، اہل نظر کو اس کا بارہا مشاہدہ ہوا ہے، کل کے پیران طریقت کی نظر مریدوں کے قلوب پہ ہوتی تھی لیکن صد افسوس! کہ آج کے مرشدان گرامی کی نگاہ متوسلین کے فلوس اور بینک بیلنس پہ رہتی ہے، کل کے مرید اپنے پیروں کی مرضی کے تابع ہو کر زندگی گزارنے کا مزاج رکھتے تھے اور وہ ان کی ناراضگی سے خوف زدہ رہتے تھے لیکن حیف! کہ آج کے اکثر پیروں کو اس بات کا خوف ستاتا رہتا ہے کہ میرا مرید کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ بدک کر اپنا قبلہ نہ تبدیل کر دے۔ اس لیے وہ مریدوں کی خواہشات کے احترام کے سایے میں زندگی گزارتے ہیں، جو ایک افسوسناک صورتحال ہے، اس نے طریقت کی راہ کے اس پاکیزہ عمل کا دامن داغدار کر دیا ہے۔ حضور شمس العلماء ان پیران طریقت میں تھے جو مریدوں کے قلوب پہ نظر فرماتے تھے اور آج بھی ان کے پاکیزہ روحانی تصرفات کے جلوے قدم بقدم نظر آتے ہیں۔ جہاں قدم ڈگمگاتے ہیں وہ دست غیب بن کر ہاتھ تھامنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلاف کرام کی طرز وروش کو اپنے لئے نشان منزل سمجھا، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی ونقابت فرماتے ہوئے ایک پاکیزہ نقش ہمارے لئے محفوظ فرما دیا ہے، ان کے نقوشِ قدم کی خیرات لے کر اپنی زندگی کے بے نور ہوتے ہوئے در و دیوار کو روشنی کا سرمایہ فراہم کیا جائے۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم تمام نظامی برادران کو اس با برکت محفل کے انعقاد پہ دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، اللہ رب العزت ہمیں اپنے محبوبوں کا صدقہ و خیرات عطا فرمائے دین و دنیا میں سرخروئی بخشے۔ حضرت قاری قیصر رضا صدر المدرسین الجامعۃ الرضویہ پٹنہ مولوی ارشد رضا مولوی ضمیر دانش متعلمین دار العلوم خیریہ نظامیہ نے نعت ومنقبت سے سامعین کرام کو محظوظ کیا، صوفی نشاط اختر نظامی متولی شاہجہانی عیدگاہ نے شجرہ خوانی کی، صلوٰۃ وسلام اور مفتی صاحب کی دعا پہ یہ محفل نور اختتام پذیر ہوئی۔ رپورٹ: اراکین الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

منظومات

# صوفیوں کی تحقیر برداشت نہیں

پرویز عالم، یونیٹ ہیڈ قومی تنظیم لکھنؤ

ہمارے وطن بھارت کی اپنی پاکیزہ روایات رہی ہیں، گنگا، جمنی تہذیب کی ان انفرادی خصوصیات کی بنیاد پر یہ ملک ہر دور میں اپنی ایک علاحدہ شناخت اور پہچان بنا کر رہا اور آج بھی نفرت کے پجاریوں کو منہ چڑھاتے ہوئے یہاں کے لوگ انہی پاکیزہ روایات کے سائبان میں اپنی زندگی کی صبح وشام گزار رہے ہیں، یہاں مسجدوں سے پانچ وقت اذان کے کلمات پکارے جاتے ہیں تو وہیں مندروں سے رام کے نام کی صدائیں بھی لگائی جاتی ہیں، جہاں گرودوارہ کے بلند گنبد نظر آتے ہیں تو وہیں گرجا اور کلیسا کی عمارتیں بھی۔ "لکم دینکم ولی دین" کے اسلامی فارمولے کے مطابق تمام مذاہب کے لوگ اپنی اپنی مذہبی روایات کی بنیاد پر زندگی گزارتے ہیں، لیکن تنگ نظر، تنگ خیال اور مکروہ ذہنیت کے حامل افراد کو کبھی یہ طریقہ پسند نہیں آتا، ملک دشمن عناصر نے ہمیشہ ملک کی سالمیت کے خلاف منصوبہ بند انداز میں سازشیں مہم رچی۔ لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ وطن دوست افراد کا ایک لمبا قافلہ ہے جو ان فاسد مزاج افراد کے تمام شیطانی منصوبے خاک میں ملا دیتا ہے۔ بھارت میں صوفی سنتوں نے بھی یہاں کی ان تہذیبی روایات کی بھرپور حفاظت فرمائی، صوفیائے کرام میں سلطان الہند، عطائے رسول، خواجۂ خواجگان حضرت سیدنا معین الدین چشتی، سنجری، اجمیری المعروف بہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو یہاں کی گنگا، جمنی تہذیب کے ایک بڑے اور عظیم نمائندے سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے پاکیزہ صوفیانہ روایات کا دیپ لوگوں کے دلوں میں جلا کر انہیں عروج وارتقاء کی منزلوں سے ہمکنار کیا، انسان دوستی ان کی اولین ترجیحات میں تھی، آج بھی آپ کے آستانے پر بلا تفریق مذہب وملت ہر قوم کے لوگ آستانہ بوسی کے لئے حاضری دینا اپنے لیے باعثِ سعادت اور وجہ خیر وبرکت تصور کرتے ہیں، وہاں کے غیر مسلموں کو میں نے خود اپنی نظروں سے دیکھا ہے کہ ان کے آستانے پر ماتھا ٹیکنا ان کے بقیہ ص ۵۴ ر پر

माहनामा सुन्नी दुनिया बरेली शरीफ

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोटः-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़ददम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

AUGUST - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

ادارہ سنی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ، رضویات پر ایک گنج گراں مایہ

## امام احمد رضا نمبر




جو حضرات یہ عظیم شاہکار حاصل کرنا چاہتے ہیں ادارہ کو ۲۰۰ روپئے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

September-2020 Rs. 25/-

محرم الحرام/صفر المظفر ۱۴۴۲ھ/ستمبر ۲۰۲۰ء

# ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

# عرس رضوی قادری مبارک ہو

- امام احمد رضا اور تصوف
- حرم محترم
- چینی مسلمان ظلم و جبر کے شکار
- ایمان کفر اور تکفیر
- لفظ خطا کا مفہوم اور استعمال
- اطلاق خطا اور گستاخی کا شور ایک تجزیاتی مطالعہ
- شیشہ کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہ ماریئے
- حضرت عثمان غنی کے فلاحی کارنامے
- علمأ کا اس کثرت سے انتقال، قوم مسلم کے لئے درس عبرت
- اعلیٰ حضرت اور برطانوی سامراج کی مخالفت



کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

**بیادگار**

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد اختر رضا**
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
**محمد عسجد رضا**
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

ترجمان اہل سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا دینی و اصلاحی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۹
Issue No. 9
Vol. 5 جلد نمبر ۵

محرم الحرام
۱۴۴۲ھ ہجری
ستمبر ۲۰۲۰ء

تزئین کار
محمد عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمجید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۱۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

**ہدایت**

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**رابطہ کا پتہ**

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

**Email:**

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

**Visit Us:**
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**Contact Address**

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

**Contact Numbers**
0581-2458543, 2472166, 3291453



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں


| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
| --- | --- | --- | --- |
| ● | امام احمد رضا اور تصوف | عبدالرحیم نشترؔ فاروقی | ۵ |
| ● | حرم محترم | مفتی ملک الظفر | ۱۸ |
| ● | چینی مسلمان ظلم وجبر کے شکار | مولانا اشرف رضا قادری | ۲۲ |
| ● | ایمان کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۲۸ |
| ● | لفظ خطا کا مفہوم اور استعمال | مفتی انیس عالم سیوانی | ۳۱ |
| ● | اطلاق خطا اور گستاخی کا شور ایک تجزیاتی مطالعہ | مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی | ۳۷ |
| ● | شیشہ کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہ ماریئے | مولانا عرفان احمد ازہری | ۴۶ |
| ● | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز | ۴۸ |
| ● | حضرت عثمان غنی کے فلاحی کارنامے | مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی | ۵۲ |
| ● | اعلیٰ حضرت اور برطانوی سامراج کی مخالفت | غلام مصطفیٰ رضوی | ۵۴ |
| ● | علماء کا اس کثرت سے انتقال، قوم مسلم کے لئے درس عبرت | مولانا انصار احمد مصباحی | ۵۶ |
| ● | جامعۃ الرضا کے کیشیر نہیں رہے | جملہ اسٹاف جامعۃ الرضا | ۵۷ |
| ● | درِ عثمان نہ چھوڑو | مولانا سلمان رضا فریدی | ۵۷ |
| ● | تاجدار اہلسنّت | مولانا سلمان رضا فریدی | ۵۸ |


* * *

## قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے جن لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں۔ تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کرکے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

# امام احمد رضا اور تصوف

{یہ مقالہ امام احمد رضا صدی سیمینار گیا بہار میں پڑھا گیا}

**اسلام** کی جلوہ گری سے پہلے یہ دنیا جہنم زار بن چکی تھی، ہر طرف ظلم وزیادتی اور جہالت وگمراہی کا دور دورہ تھا، انسانیت اپنی زبوں حالی پر خون کے آنسو بہا رہی تھی کہ خالق کائنات نے انسانیت کو اس کے صحیح مقام ومرتبے سے روشناس کرانے کے لئے محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا، انسانیت آپ کے قدموں کی برکت سے ''لقد کرمنا بنی آدم'' کے تاج زریں سے سرفراز کی گئی، آپ نے اپنے اخلاق وکردار اور محبت ومروت سے دنیا میں وہ عظیم انقلاب برپا کیا کہ کبھی خود نہ تھے جو دراہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے، انھوں نے رشد وہدایت کے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے، دنیا جس کی مثال تا قیام قیامت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

رب کائنات نے محسن انسانیت، معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم پر انسانیت کو ایک مکمل نظام حیات سے نوازنے والی کتاب قرآن حکیم نازل فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

''انک لعلی خلق عظیم۔ یعنی (اے نبی) بے شک آپ بلند اخلاق والے ہیں۔'' [پ ۲۹ر والقلم، آیت ۴]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے یوں بیان فرمایا:

''انما بعثت لأتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی بے شک میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔''

[کنز العمال، ج ۳ر ص ۱۶]

اسلام ہی دنیا کا واحد ایسا مذہب ہے جس نے اخلاقیات پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے اور توحید ورسالت کے مقتضیات کو پورا کرنے کے بعد اخلاق ہی وہ چیز ہے جو تصوف میں اساسی حیثیت رکھتی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ سب کے سب صوفی تھے، یہ لوگ قرآن وحدیث پر سختی کے ساتھ عمل کرتے تھے، ان کا ہر فرد عابد وزاہد تھا اور معلم ومفکر بھی، مصلیٰ، عصا اور کاسہ! بس یہی چیزیں ان کی کل کائنات حیات تھیں، وہ خود تکلیفیں اٹھا کر دوسروں کو راحت دینے میں سکون وراحت محسوس کرتے تھے، کل تک جو عرب ظلم وستم، جہالت وضلالت اور سنگ دلی میں اپنی مثال آپ تھا، فیضان اسلام نے اسے آج حسن اخلاق وکردار اور علم وعمل کا گہوارہ بنا دیا تھا، قوم وملت کے سینے توحید ورسالت کے نور سے معمور ہو چکے تھے، محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضان نظر نے اعلیٰ اخلاق وکردار کے حامل ایسے باکمال افراد تیار کئے جن کے اندر جہاں بانی سے لے کر قوموں کی رہبری تک کی ساری خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

آیئے سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ تصوف ہے کیا؟ اس کے معانی اور مفاہیم کیا ہیں؟ کون سے لوگ صوفی ہیں؟ اس کی اصل کیا ہے؟ اس کے فیوض وبرکات کیا ہیں؟

## تصوف کا معنی

تصوف کے لغوی معنی پشمینہ پہننے کے ہوتے ہیں جبکہ تصوف کے اصطلاحی معنی تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب، اللہ کی معرفت اور خواہشات نفسانی کی مخالفت کے ہوتے ہیں، لفظ تصوف دراصل صوفی سے مشتق ایک اسم ہے جو نویں صدی عیسوی سے رائج ہوا۔

## تصوف کی تعریف

صوفیائے کرام، مشائخ عظام اور مختلف اصحاب علم وفن نے تصوف کی تعریف اس طرح کی ہے:

''التصوف هو علم يعرف به احوال تزكية النفوس و تصفية الاخلاق و تعمير الظاهر والباطن لنيل

السعادۃ الابدیۃ۔ یعنی تصوف ان کیفیات کا علم ہے جن کے ذریعہ نفس کا تزکیہ اور اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر ہوتی ہے، تاکہ انسان ابدی سعادت حاصل کر سکے۔“

[شرح شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا الانصاری]

حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”التصوف اسم لثلاث معان وھوالذی لایطفئ نورمعرفتہ نورورعہ ولایتکلم بباطن فی علم ینقضہ ظاھر الکتب أوالسنۃ ولاتحملہ الکرامات علی ھتك أستار محارم اللہ تعالیٰ یعنی تصوف تین وصفوں کا نام ہے، ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے، دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کے خلاف ہو، تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔“ [رسالہ قشیریہ، ص ۲۵]

حضرت شیخ ابو عبد اللہ محمد بن خفیف ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”التصوف تصفیۃ القلوب وذکر أوصافا إلی أن قال واتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الشریعۃ یعنی تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے ـــــ اور شریعت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔“ [طبقات الکبریٰ، ج ۱ رص ۱۲۱]

نیز حضرت شیخ ابو القاسم نصر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”أصل التصوف ملازمۃ الکتاب والسنۃ۔ یعنی تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب و سنت کو لازم پکڑا جائے۔“

[طبقات الکبریٰ، ج ۱ رص ۱۲۳]

اور حضرت شیخ ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو شریعت و طریقت میں فرق کرنے والے مکار صوفیوں کے مکر و فریب سے بچنے کا بڑا ہی آسان نسخہ عطا فرما دیا ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

”الشریعۃ ھی الشجرۃ والحقیقۃ ھی الثمرۃ۔ یعنی شریعت درخت ہے اور حقیقت اس کا پھل ہے۔“

[طبقات الکبریٰ، ج ۱ رص ۱۶۹]

امام اہل سنت حضرت شیخ ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

”درخت و ثمر کی نسبت وہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو اصل موجود ہے مگر جو اصل کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم و مردود ہے پھر اس کی مثال بھی وہی حالت ہے جو جوہم منبع و بحر میں بیان کر آئے، درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل آچکے باقی ہیں، یہاں درخت کٹتے ہی آئے ہوئے پھل بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فنا ہونے ہی پر بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اس کے منہ میں دیتا ہے اور یہ اپنی حالت سے انھیں ثمر حقیقت جان کر خوش خوش نگلتا ہے، جب آنکھ بند ہوگی اس وقت کھلے گا کہ منہ میں کیا بھرا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، ان درختوں میں قریب تر مثال پان اور اس کی بیل کی ہے، خوشبو، خوشرنگ، خوش ذائقہ، مفرح، مقوی دل و دماغ، مصفی خون، مطیب نکہت، وجہ سرخروئی، باعث زینت اور پھر عجیب خاصہ یہ کہ بیل سوکھے تو اس کے پان جہاں جہاں ہوں معاً سوکھ جائیں، یہ ایک ادنیٰ مثال شریعت و حقیقت یا اس جاہل کے طور پر شریعت و طریقت کی ہے۔“ [فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱۷ رص ۱۴۳]

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اخلاق حسنہ کو اختیار کرنے، جملہ اوصاف رذیلہ کو ترک کرنے، ظاہر کے ساتھ باطن کی اصلاح کرنے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے، اپنے ہر معاملہ میں رضائے الٰہی کا طالب ہونے اور اس کی رضا پر راضی رہنے کا نام ”تصوف“ ہے، تصوف اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے، شریعت اسلامی اس کی اساس اور قرآن و حدیث اس کا سرچشمہ ہے، چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

”ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بر دست راست گرفتہ باشد و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر دست چپ و در روشنائی ایں دو شمع می رود تا نہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت۔

یعنی اس راہ کو وہی پا سکتا ہے جو کتاب اللہ کو داہنے ہاتھ میں اور سنت رسول کو بائیں ہاتھ میں لیے ہو اور ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راہِ سلوک طے کرے تا کہ گمراہی اور بدعت کی تاریکی میں نہ گرے۔''

تصوف ہر لمحہ صوفی کو باخبر کرتا رہتا ہے کہ خبردار! مقصود اصلی کبھی کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے، وہ ہدایت کرتا ہے کہ جب تو بارگاہِ خداوندی میں نماز کے لیے کھڑا ہو اور یہ دیکھے کہ قبلہ رو ہے یا نہیں؟ جائے نماز اور کپڑے پاک وصاف ہیں یا نہیں؟ تو اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لے کہ تیرا تصور پاک ہے یا نہیں؟ دل مالک کائنات کی طرف مائل ہے یا نہیں؟ غرض کہ تصوف ہر قدم پر صوفی سے مقصود اصلی خدائے ذوالجلال والاکرام کے خیال سے دل ودماغ کو روشن رکھنے کا تقاضہ کرتا ہے کہ صرف زبان سے اللہ کا نام لینا کافی نہیں بلکہ زبان کے ساتھ ساتھ تیرا دل بھی ذکر اللہ سے معمور ہونا چاہیے۔

تصوف دل کی نگہبانی کا دوسرا نام ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانّہ یراك۔ یعنی اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو یہ تصور کرو کہ وہ تمہیں دکھ رہا ہے۔'' [بخاری، ج۱رص۲۰]

امام العرفاء سید الانبیاء والصوفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مختصر جملے سے تصوف واحسان کی پوری حقیقت بیان فرمادی ہے کیوں کہ راہِ تصوف کے تمام اخلاق وعمل، ذکر وفکر، محاسبہ ومراقبہ وغیرہ کا منشاء ومقصد یہی ہے کہ دل مشاہدہ وحضور کی متاعِ عزیز سے ہم کنار ہوجائے۔

اسلامی تعلیمات میں محبت الٰہی، مکارم اخلاق اور خدمت خلق کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، تصوف کی تعلیمات بھی انھیں ارکانِ ثلثہ پر مبنی ہیں، تاریخی شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے اپنی عملی جدوجہد اور اخلاق وکردار کے ذریعہ ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی وروحانی نظام کو زندہ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے، صوفیا نے دماغ کے ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کا بھی فریضہ انجام دیا اور یہ حقیقت مزید کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ اسلام میں اصل چیز دل ہے نہ کہ دماغ! اگر دل فاسد ہوجائے تو دماغ کا فاسد ہوجانا یقینی ہے۔

چنانچہ محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''الا إن فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔ یعنی انسان کے جسم میں ایک عضو ہے، اگر وہ صالح ہوجائے تو سارا جسم صالح ہوجائے اور اگر وہ فاسد ہوجائے تو سارا جسم فاسد ہوجائے، آگاہ ہوجاؤ وہ قلب ہے۔'' [بخاری، ج۱رص۲۰]

دراصل تصوف جس حقیقت کا نام ہے وہ تو عین اسلام ہے اور اس کا وجود بھی اسلام کے ساتھ ہمیشہ موجود رہا ہے، آغاز اسلام میں اس کو زہد، سلوک، احسان وغیرہ مختلف ناموں سے تعبیر کیا گیا، حضرت شیخ علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آج کل تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے، لیکن گزشتہ دور میں تصوف کی حقیقت تھی بغیر نام کے۔

## صوفی کی تعریف

تصوف کو عملی طور پر اختیار کرنے والے کو ''صوفی'' کہتے ہیں، حضرت شیخ ابوعلی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

''الصوفی من لبس الصوف علی الصفا وسلك طریق المصطفیٰ وأطعم الھویٰ ذوق الجفا وکانت الدنیا منه علی القفا۔ یعنی صوفی وہ ہے جو قلب کی صفائی کے ساتھ صوف پوش ہو، اور نفسانی خواہشات کو سختی کی غذا دیتا ہو اور شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لازم پکڑتا ہو، اور دنیا کو پس پشت ڈالتا ہو۔'' [طبقات الکبریٰ، ج۲رص۹۹]

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''الصوفی ساکن الجوارح مطمئن الجنان مشروح الصدر منور الوجه عامر الباطن غنیا عن الاشیاء لخالقھا۔ یعنی صوفی پرسکون جسم، دل مطمئن، منور چہرہ، سینہ

کشادہ، باطن آباد اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے دنیا کی تمام اشیا سے بے پرواہ ہوتا ہے۔“

حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں پوری امت مسلمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وعلمت ان طریقتھم انما تتم بعلم و عمل و کان حاصل علمھم قطع عقبات النفس عن اخلاقھا المذمومۃ و صفاتھا الخبیثۃ حتیٰ یتوسل بھا الیٰ تخلیۃ القلب عن غیر اللہ تعالیٰ و تحلیۃ بذکر اللہ۔ یعنی صوفیائے کرام کا طریقہ علم اور عمل کے ذریعہ مکمل ہوتا ہے اور ان کے علم کا حاصل یہ ہے کہ نفس اخلاق مذمومہ اور صفات خبیثہ سے پاک ہو جائے تا کہ دل غیر اللہ سے خالی ہو کر اللہ کے ذکر سے مزین ہو جائے۔“

**صوفی کی وجہ تسمیہ**

صوفی کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں بہت سارے اقوال وارد ہیں ذیل میں ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں:

۱ صوفی ”صفا“ سے مشتق ہے اور صفا سے مراد قلب کی صفائی ہے، صوفی کو صوفی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کا قلب باطنی امراض سے پاک وصاف ہوتا ہے۔

۲ صوفی ”صف“ سے مشتق ہے، صف سے مراد صف اوّل ہے، چونکہ صوفیائے کرام رب ذوالجلال کے نزدیک صف اوّل کے بندوں میں ہیں اس وجہ سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے۔

۳ صوفی صفہ سے مشتق ہے، صفہ سے مراد مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صفہ ہے جو اہلِ صفہ کی طرف منسوب ہے، اہلِ صفہ وہ چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے جنھوں نے اپنے آپ کو تمام تر دنیوی معاملات سے علاحدہ کر کے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئے وقف کر دیا تھا، گویا یہ بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص خوشہ چیں تھے، یہ لوگ سادہ لباس اور سادہ غذا استعمال فرماتے تھے، چونکہ صوفیائے کرام اصحابِ صفہ کے نقش قدم پر چلتے تھے اس وجہ سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے۔

**تصوف کا مقصد**

تصوف کا بنیادی مقصد تزکیۂ نفس ہے جیسا کہ رب ذوالجلال والا کرام نے ارشاد فرمایا:

”قد افلح من تزکّیٰ۔ یعنی بے شک مراد کو پہنچا (وہ) جو ستھرا ہوا۔“ [پ۳۰، الاعلیٰ، آیت ۱۴]

دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا:

”قد افلح من زکّھا و قد خاب من دسھا۔ یعنی بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔“ [پ۳۰، الشمس، آیت ۹-۱۰]

**تصوف کی ابتدا**

قرن اوّل ہی تصوف کا ابتدائی دور ہے، اگر چہ تصوف اسلام سے قبل بھی موجود تھا مگر وہ تصوف رہبانیت کی تعلیم دیتا تھا کہ دنیا سے دور جنگلوں میں جا کر ذکر الٰہی کرو، جبکہ حقیقی تصوف کی بنیاد تو اسلام نے رکھی، صحابۂ کرام کے دور میں اسلام عروج کی طرف گامزن رہا، لیکن خلفائے راشدین کے بعد جب اسلام تنزل کا شکار ہوا تو ہر وہ طبقہ جو احکام شریعت کا پابند تھا، اسلامی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا تھا، اس نے جابر اور ظالم حکمرانوں کے مظالم کو ختم کرنے کے لیے عام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقا نے واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ بھی دیکھا، جب یزیدی فوج نے کربلا اور مدینہ منورہ میں خانوادۂ اہل بیت اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تو مسلمانوں کا دیندار طبقہ حکومت سے متنفر ہو گیا اور اس نے حکومت سے قطع تعلق کر لیا، یہ لوگ حسرت ویاس کے ساتھ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے دور کو یاد کرتے، حجاج بن یوسف کے مظالم دیکھ کر حضرت خواجہ حسن بصری کو اتنی تکلیف پہنچی کہ آپ مسلسل گیارہ سال گوشہ نشین رہے اور جب حجاج کے مرنے کی خبر سنی تو سجدۂ شکر ادا کیا اور یہ فرمایا:

”اللھم انی اخافك واخاف من لا یخافك۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔“

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان ظاہری طور پر ناکام ونامراد اور حیران وپریشان ہوجاتا ہے تو وادئ باطن میں سکون وراحت تلاش کرنا شروع کردیتا ہے، دنیا کی بے ثباتی کا مشاہدہ اسے فکر آخرت میں غرق کردیتا ہے، حیات وممات کی حقیقت اس پر منکشف ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام پر خوف و خشیت الٰہی کا غلبہ زیادہ نظر آتا ہے۔

امراء اور سلاطین نے جب اپنے ہاتھ سے عدل وانصاف اور اخوت ورواداری کا دامن چھوڑ دیا، رحم کے بجائے ظلم اور کرم کے بجائے ستم ان کا مقصد حیات بن گیا تو لوگ ان سے حد درجہ نالاں ہوگئے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے اہلیان حکومت کے ظلم وجبر سے تنگ آکر جنگلوں کا رخ کیا پھر جب آہستہ آہستہ لوگ اپنے اعمال واحوال کی اصلاح کے لیے ان کے پاس جانے لگے تو وہاں خانقاہیں بنی شروع ہوگئیں اور جب خانقاہیں تعمیر ہوئیں تو عوام الناس کے لیے تربیت گاہیں بن گئیں، اس طرح تصوف ایک باقاعدہ نظام بن گیا، جب یہ صوفیائے کرام دیکھتے کہ کسی خطے میں اسلام تنزل اور انحطاط کا شکار ہے یا کسی جگہ ابھی تک اسلام کی کرن نہیں پہنچی تو یہ لوگ اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر وہاں مقیم ہو جاتے اور اپنے فیوض وبرکات سے اس خطے کو نوازتے۔

یہ وہ حالات تھے جن کے نتیجے میں صوفیائے کرام کا پہلا طبقہ معرض وجود میں آیا، مؤرخین کے مطابق یہ زمانہ ۵۸۰ھ سے ۱۶۶ء تک محیط ہے جس میں حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت شیخ محمد واسع، حضرت شیخ حبیب عجمی، حضرت شیخ فضیل بن عیاض اور حضرت شیخ ابراہیم ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اکابر صوفیائے کرام شامل ہیں۔

**اوائل کتب تصوف**

متقدمین صوفیائے کرام کی تعلیمات کو مدون کرنے والے پہلے بزرگ حضرت شیخ حارث محاسبی (۲۴۳ھ) ہیں، جنہوں نے ''الرعایۃ'' نامی کتاب تصنیف کی، امام الصوفیاء حضرت شیخ جنید بغدادی (۲۹۷ھ) نے پہلی مرتبہ تصوف کو بحیثیت فن مدون کیا، اس کے بعد آپ کے مخالفین نے بھی یہ تسلیم کیا کہ تصوف سنت کے مطابق ہے۔

ابونصر سراج طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چوتھی صدی میں ''کتاب اللمع''، تصنیف کی، جس میں تصوف کی تمام بنیادی باتوں کو احادیث کی روشنی میں ذکر کیا، چوتھی صدی میں ہی بخارا میں ''التعرف''، لکھی گئی جس میں صوفیاء کے عقائد اور احوال کا ذکر کیا گیا، حضرت ابوطالب مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چوتھی صدی ہجری میں ہی ''قوت القلوب''، لکھی، پانچویں صدی میں ''طبقات الصوفیہ'' نیشاپور میں لکھی گئی اور ابونعیم اصفہانی نے سنہ ۴۳۰ھ میں ''حلیۃ الاولیاء'' اصفہان میں لکھی، علامہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچویں صدی میں ''رسالہ قشیریہ'' نیشاپور میں لکھا، حضرت داتا علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچویں صدی میں ''کشف المحجوب''، لکھی، پانچویں صدی کے آخر میں حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''احیاء علوم الدین'' اور ''المنقذ من الضلال'' کے ذریعے پوری امت مسلمہ کو خطاب کیا اور نہایت ہی مدلل، منظم اور سہل طریقے سے تصوف کی تمام بنیادی باتوں کا ذکر کیا اور المنقذ کے ذریعے اس نظریہ کی تائید بھی کی کہ اہل تصوف کی زندگی بڑی ہی بلند ترین زندگی ہے، چھٹی صدی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسلک کو سنبھالا، پھر اس طریقے سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور کئی بزرگان دین نے اپنی تقریر، تبلیغ اور تحریر کے ذریعے تصوف کی اشاعت فرمائی۔

**امام احمد رضا اور تصوف**

چودھویں صدی ہجری میں ایک عالم ربانی اور ایک مجدد لاثانی کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا ایک بلند پایہ صوفی، ایک ظفریاب سالک راہ خدا، ایک بافیض قطب اور بحر معرفت غواص بھی تھے، آپ خود بھی ایک صاحب کشف وکرامت ولی کامل تھے اس لئے تصوف کے اسرار ورموز، راہ سلوک کے نشیب وفراز اور حقیقت ومعرفت کی باریکیوں سے بخوبی واقف تھے۔

حضرات علمائے کرام نے علمی ونظری دلائل سے اسلام کی

حقانیت کو واضح کیا جبکہ حضرات صوفیائے کرام نے اپنے اعمال واخلاق اور سیرت و کردار سے اسلام کی صداقت کو آشکارا کیا، تصوف یا طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں تصوف اسلام کا عطر اور اس کی روح ہے، لیکن جس طرح کوئی بھی انسانی تحریک خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، جب افراط وتفریط اور عمل ورد عمل کا تختۂ مشق بنتی ہے تو اس کی حقیقی شکل مسخ ہوئے بغیر نہیں رہتی، تصوف کے ساتھ بھی یہی حالات پیدا ہوئے کہ تصوف کی ہمہ گیر مقبولیت اور ہر دلعزیزی دیکھ کر جاہل خود غرض، نفس پرست اور مکار افراد صوفیوں کی صورت بنا کر جماعت صوفیہ میں شامل ہوگئے اور اپنی مقصد برآری کے لیے شریعت وطریقت میں تفریق کے نظریئے کی تشہیر شروع کی۔

چنانچہ اسی سازش کے تحت نغمہ وسرور کو روحانی ترقی کا لازمی جزو بنایا گیا اور مادیت سے گریز کو رہبانیت کی شکل دے دی گئی، مگر ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ محققین صوفیا نے ہمیشہ ان گمراہیوں کے خلاف آواز بلند کی ہے اور ان فاسد عناصر کو تصوف سے خارج کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔

اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، انھوں نے تصوف کی حقیقی تصویر پیش کی اور صوفیائے کرام کا اصل چہرہ دنیا کو دکھایا، ان کا یہ عمل آج کل کے نام نہاد صوفیوں کو نہایت ہی ناگوار گزرا کیوں کہ تصوف کی آڑ میں جو انھوں نے اپنا بھیانک چہرہ چھپا رکھا تھا وہ امام احمد رضا کی پیش کردہ اسلامی تصوف کی روشنی میں دنیا کے سامنے بے نقاب ہو چکا تھا، بس اسی پرخاش میں بدعمل اور نام نہاد صوفیا نے متحد ہو کر امام احمد رضا کے خلاف محاذ کھول دیا اور سیدھے سادے لوگوں کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی کہ امام احمد رضا اہل اللہ اور صوفیوں کے مخالف اور باغی ہیں۔

چنانچہ ان نام نہاد صوفیوں کے انھیں غلط پروپیگنڈوں کے سبب برصغیر کی زیادہ تر خانقاہیں امام احمد رضا سے بغض وعناد کی آگ میں جل بھن رہی ہیں اور آپ کے متبعین تک ان کی خشمگیں نظروں کے تیر سے گھائل نظر آتے ہیں۔

تصوف کی وہ مقناطیسیت آج معدوم ہوتی نظر آرہی ہے جو کبھی بندگان خدا کو خواہی نخواہی اپنا اسیر بنا لیتی تھی، درگاہیں علم وفضل کی میراث سے خالی دکھائی دیتی ہیں، حقیقی طریقت وتصوف کی جگہ صاحبان سطوت ونمود لے رہے ہیں، درویشی کو خواجگی کے مکروفن سے مزین کیا جا رہا ہے، تارکین صوم وصلوٰۃ اور فاسق وفاجر گدی نشین ہو رہے ہیں، خلافتوں کی بندر بانٹ ہو رہی ہے، جعلی اور مکار پیروں کی بھرمار نظر آرہی ہے، عقیدت کے نام پر عصمتوں کو تار تار کرنے کا دھندہ عروج پکڑ رہا ہے، آئے دن تصوف و طریقت کے خوش رنگ چہرے پر کالک ملنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں، طریقت کی وہ وجدانی کیفیات جو کبھی لاکھوں دلوں کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی عطا کرتی تھیں، کہیں گم ہوگئیں، تصوف کے نام پر رقص وسرور کو دین متین کا حصہ بنانے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں، صوفیا کی اصل میراث مال وزر کی حوس نے چھین لی ہے، صوفی کا دست عطا دست گدا بن کر رہ گیا ہے، الا ماشاء اللہ۔

مشاہدہ ہے کہ لوگ عرس میں بڑی عقیدت ومحبت سے پہنچتے ہیں، بیعت اور دست بوسی کرتے ہیں، سماع وقوالی پر خوب جھومتے ہیں، لیکن نمازوں سے غائب نظر آتے ہیں، ذکر اللہ کی محفلیں سونی نظر آتی ہیں، اکثر احکام شرع پس پشت ڈال دیتے ہیں، عرس کی محافل تو وہ ہوتی تھیں کہ لوگ اپنے دل کی دنیا بدلتی محسوس کرتے تھے، برائیوں کا خوگر نیک خو ہو جاتا تھا، بدمعاش وبدقماش احکام شرع کا پابند ہو جاتا تھا، بے نمازی نمازوں کا دلدادہ ہو جاتا تھا، نمازی عبادت میں لطف وسرور محسوس کرنے لگتا تھا۔

## نام نہاد صوفیوں کا تعاقب

امام احمد رضا خانقاہوں اور اعراس کو سلف صالحین کی اسی روش پر گامزن دیکھنا چاہتے تھے، سجادگان کو مشائخ کے اسی طریقہ پر عامل دیکھنا چاہتے تھے، وہ ان خرافاتوں کو جماعت صوفیا اور خانقاہوں کی مسحور کن روایت سے یکسر خارج کر دینا چاہتے تھے، اس کیلئے انھوں نے جملہ سلاسل طریقت سے صوفی کے لبادے میں چھپے بھیانک اور خونخوار بھیڑیوں کو نکال کر سر عام کھڑا کر دیا تاکہ

ان کے حقیقی چہرے سے عوام الناس باخبر ہوسکیں اوران گندم نما جو فروشوں سے اپنے دین وایمان اورشریعت وطریقت کو بچاسکیں۔

تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے نفس کے تزکیہ، اخلاق کی صفائی اورظاہر وباطن کی معرفت حاصل ہوتی ہے تاکہ ہمیشہ کی سعادت حاصل ہو، نیزاس سے نفس کی اصلاح ،معرفت و رضائے خداوندی کاحصول ہوتا ہے،تصوف ایک مقدس علم ہے جوسالک کووصول الی اللہ جیسی عظیم نعمت سے نوازتا ہے،اس علم کے بنیادی اصول قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں مگر چند مفاد پرستوں نے اس میں غیر اسلامی اورغیر شرعی نظریات کی آمیزش کردی، بعض علم وعمل سے نابلداورشریعت سے ناواقف جاہل ومکارلوگوں نےعوام کواپنے دام تزویر میں گرفتار کرنے کے لئے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم طریقت والے ہیں ہمیں شریعت کی کیاضرورت؟

## شریعت ہی اصل طریقت ہے

ایسے گمراہ اورگمراہ گرصوفیوں کوآئینہ دکھاتے ہوئے امام احمدرضاخاں قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’صوفی وہ ہے کہ اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں کوشریعت کے تابع کرے، بے اتباع شرع کسی خواہش پرنہ لگے نہ کہ وہ ہوس اورنفسانی خواہشوں کی خاطرشرع سے دست بردار ہو اوراتباع شریعت سے آزاد،شریعت غذا ہے اورطریقت قوت، جب غذاترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اورطریقت نظراورآنکھ پھوٹ کرنظرکاباقی رہناغیرمتصور،عقل سلیم قبول نہیں کرتی توشریعت مطہرہ میں کب مقبول ومعتبر،منزل تک پہنچنے کے بعداگراتباع شریعت سے بے پراوئی ہوتی اوراحکام شرع کااتباع لازم وضرورنہ رہتایا بندہ اس میں مختار ہوتا توسیدالعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورامام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے اور ترک بندگی اوراتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم، نہیں اورہرگزنہیں بلکہ جس قدرقرب حق زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اورزیادہ سخت ہوتی ہیں۔‘‘[اعتقادالاحباب،ص۲۷]

مکارصوفیوں کی حقیقت آشکار کرتے ہوئے ایک مقام پر حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کایہ قول نقل کرتے ہیں:

’’قول۱۰:حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ:إن التکالیف کانت وسیلة إلی الوصول وقدوصلنا۔ یعنی احکام شریعت کی تکلیفیں تو وصول کاوسیلہ ہیں اورہم واصل ہوچکے، اب ہمیں شریعت کی کیاحاجت؟فرمایا:صدقوافی الوصول ولکن إلی سقر والذی یسرق ویزنی خیر ممن یعتقد ذٰلك ولو أنی بقیت ألف عام مانقصت من أورادی شیئا إلا بعذر شرعی۔ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے لیکن کہاں؟ جہنم تک، چوراورزانی ایسے عقیدے والوں سے بہترہیں، میں اگرہزار برس جیوں تو فرائض وواجبات توبڑی چیزیں ہیں جونوافل ومستحبات مقرر کرلئے ہیں بے عذرشرعی ان میں سے بھی کچھ کم نہ کروں۔‘‘[فتاویٰ رضویہ جدید، ج۱۷ص۱۳۴]

بغیرعلم تصوف کی راہ میں جادہ پیمائی کرنااپنے آپ کوشدید ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں امام احمدرضا حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کایہ قول نقل کرتے ہیں جوانھوں نے حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بطور دعاارشاد فرمایا:

’’قول۸:حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعادی:جعلك اللہ صاحب حدیث صوفیا ولا جعلك صوفیا صاحب حدیث۔ اللہ تمہیں حدیث داں کرکے صوفی بنائے اورحدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔

قول۹:امام حجۃ الاسلام محمدغزالی قدس سرہ العالی اس دعائے حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح فرماتے ہیں: أشار إلی أن من حصل الحدیث والعلم ثم تصوف أفلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه۔ یعنی حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کرکے تصوف میں

قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔'' [ایضاً]

## عورتوں کی طرح لمبے بال

خیر القرون کے بعد لوگوں کے اعتقاد و عمل میں بگاڑ اور بے اعتدالیاں پیدا ہوئیں، علم و عمل، تقویٰ و طہارت، خوف و خشیت الٰہی سے خالی افراد نے از راہ فریب صوفیہ اور مشائخ کا لبادہ اوڑھ لیا اور سادہ لوح عوام کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرنے لگے، کچھ نہام نہاد صوفیوں نے عورتوں کی طرح بال بڑھائے اور نصف درجن انگوٹھیاں پہن لیں، چنانچہ امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ بال بڑھانے والے مکار صوفیا حضرت شیخ گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زلف دراز کو اپنے لئے دلیل بناتے ہیں، آپ نے ایسے بدعات و خرافات کے دلدادہ صوفیوں کا رد بلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جہالت ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے اور تشبہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضروری نہیں، ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جارہی تھیں، اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا، اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والیاں ملعون ہیں، جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیزیں ہیں اور یہ خاص جز و بدن، تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مباف ڈالنا اور اس سے سخت تر۔

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا، ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علما و اجلہ سادات سے تھے، جوانی کی عمر تھی، سادات کی طرح شانوں پر دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے، ایک بار سر راہ بیٹھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی، انھوں نے اٹھ کر زانوے مبارک پر بوسہ دیا، حضرت خواجہ نے فرمایا: سید فروتر ک، سید اور نیچے بوسہ دو، انھوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا، فرمایا: سید فروتر ک، انھوں نے گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا، ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سُم تک بڑ گیا، حضرت نے فرمایا: سید فروتر ک، انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا، گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت تشریف لے گئے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا، انھوں نے پائے مبارک ہو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا، گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا، یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔

یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا، فرمایا: لوگوں نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا، جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا، عالم ناسوت منکشف ہوگیا، جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا، جب گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا، جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا، اس ایک گیسو کو کہ جلیل نعمت کا یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا، اسے تشبہ سے کیا علاقہ؟ عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا، نہ اتنا دراز اور اس کے محفوظ رکھنے میں یہ راز، اس کی سند ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا، اذان ہوئی، بچوں نے اس کی نقل کی، ان میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، ان کی آواز بہت تھی، حضور

نے آپ کو بلایا اور سر پر دست مبارک رکھا اور ان کو مؤذن مقرر فرمایا، ماں نے برکت کے لئے پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دست اقدس رکھا گیا تھا، محفوظ رکھا، جس وقت بال کھولے جاتے تو زمین پر آجاتے تھے، اسے تشبہ سے کچھ علاقہ نہیں، عورتیں فقط پیشانی کے بال نہیں بڑھاتیں اور ان کا محفوظ رکھنا اس کی برکت کے لئے تھا۔'' [الملفوظ، ح۲، ص۱۰۴]

## عورتوں کی طرح وضع قطع

کچھ ڈھونگی صوفی عورتوں کے وضع قطع میں رہتے ہیں، طرح طرح کی گندی گالیوں، خلاف شرع افعال واقوال کا ارتکاب اور کہتے ہیں کہ ہم مجذوب ہیں جیسے حضرت موسیٰ سہاگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب ان کے لئے جائز ہے تو ہمارے لئے کیوں نہیں؟ امام احمد رضا حضرت موسیٰ سہاگ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایسے گمراہ گر صوفیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا، حضرت سیدی موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب سے تھے، احمد آباد میں مزار شریف ہے، میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں، زنانہ وضع رکھتے تھے، ایک بار قحط شدید پڑا، بادشاہ، قاضی و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے، انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں، جب لوگوں کی التجا وزاری حد سے گزری، ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے، یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔

ایک دن جمعہ کے وقت بازار میں جارہے تھے، ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے، آئے، انھیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے، مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے، اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا، چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہولئے، خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی، اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی، فرمایا: اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کئے دیتے ہیں، اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں، کڑے، جوشن پہنتے ہیں، یہ گمراہی ہے، صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق۔'' [ایضاً ص۸۹]

## ایک سے زیادہ انگوٹھیاں

امام احمد رضا کئی کئی انگوٹھیاں پہننے والے ڈھونگیوں کی قلعی کھولتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے، تانبے کی مطلقاً ناجائز ہے، گھڑی کی زنجیر سونے، چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں منع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہے۔'' [احکام شریعت، حصہ دوم، ص۳۰]

## بے پردہ نامحرم عورتیں

بعض جہلا اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لئے پیر اور صوفی بن گئے اور اپنے ارد گرد بے پردہ عورتوں کا ہجوم اکٹھا کرلیا، ان سے ہاتھ پاؤں دبوانا، خلوت میں ان سے راز و نیاز کی باتیں کرنا، ان کے سر اور جسم پر ہاتھ پھیرنا ان کا معمول بن گیا، ان کا یہ کہنا کہ پیر سے کیسا پردہ؟ اور سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانا کہ پیر صاحب جب یہاں نہیں دیکھیں گے تو وہاں کیسے پہچانیں گے؟

ایسے ہی بد خصال پیروں اور صوفیوں سے متعلق امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب خود بیٹھتے ہیں، توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہوجاتی ہیں، اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آوز مکان سے دور سنائی دیتی ہے، ایسی بیع ہونا کیسا ہے؟ امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

''پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو، یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے، ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔'' [ایضاً ص۱۸۱]

### مزار کا طواف اور سجدۂ تعظیمی

کچھ جاہل مزار اولیا کا طواف اور سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، اس کے تعلق سے امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

''بلا شبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علما کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علمانے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے پھر تقبیل (چومنا) کیوں کر متصور ہے؟'' [فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰ ص ۷۷]

ایک دوسرے مقام پر مزامیر اور سجدۂ تحیت کے تعلق سے یوں ارشاد فرتے ہیں:

''مزامیر ناجائز ہیں اور سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کی کے جواز کی نسبت کرنا افترا ہے ، قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اور ان کی شریعت میں سجدۂ تحیت حلال تھا، ہماری شریعت نے حرام فرمادیا تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا، اب اس کی سند لا کر جو حلال بتائے کافر ہو جائے گا، ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰ ص ۸۹]

امام احمد رضا نے سجدۂ تحیت کی حرمت پر باقاعدہ ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' کے نام سے ایک تفصیلی رسالہ بھی تحریر فرمایا۔

### فرضی مزار

بعض مفاد پرست طمع دنیا میں فرضی قبر یا مزار بنا کر فرضی صاحب مزار کی کرامتیں بیان کرتے ہیں، لوگوں سے ہار، پھول، چادر چڑھواتے ہیں اور عرس وفاتحہ کرکے عوام الناس کو ٹھگنے کا کام کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جب کہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے-------۔اس جلسۂ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں، زید کے اس معاملہ سے جو لوگ خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممدو معاون ہیں سب گنہگار وفاسق ہیں۔'' [عرفان شریعت، حصہ دوم، ص ۲]

### پیر کی تصویر اور اس سے تصور شیخ

کچھ جعلی پیر اور صوفی اپنے مریدوں کو اپنی تصویر گھروں میں رکھنے اور اسے سامنے رکھ کر تصور شیخ کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ شریعت مطہرہ میں جعلی پیروں کی تصویریں تو دور اصلی اور سچے پیروں کی تصویریں بلکہ عام مسلمین کی بھی تصویریں کھینچا، کھنچوانا اور انھیں گھروں میں رکھنا رکھوانا سب حرام ہے، رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کسی بھی جاندار کی تصویر یا کتا موجود ہو، اس سلسلے میں امام احمد رضا یوں رقم طراز ہیں:

''اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یونہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔''

اس کے بعد کئی طرق سے بخاری و مسلم کی کئی احادیث پیش کرکے فرماتے ہیں:

''اور اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہو سکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا سکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال ونکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے، ابھی حدیث سن چکے کہ وہ اولیا ہی کی تصویریں رکھتے تھے، جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا، انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دینی ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں، ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ وحضرت بتول مریم

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے نقش کی تھیں جب مکہ معظّمہ فتح ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیرالمؤمنین فاروق اعظم کو پہلے بھیج کر وہ سب محو کرادیں، جب مکہ معظّمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے، پانی منگا کر بنفس نفیس انھیں دھویا اور بنانے والوں کو ''قتلھم اللہ'' فرمایا، اللہ انھیں قتل کرے۔''

[فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰ ص ۴۷-۴۸]

**قوالی اور مزامیر**

بعض جاہل پیر اور صوفی قوالی اور مزامیر کو جائز کہتے ہیں اور اعراس میں جاہل و فاسق قوالوں کو بلا کر وجد کے نام پر خوب ناچتے گاتے ہیں، ایسے پیروں کی بھی آپ نے خوب خبر لی ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والوں پر، بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں! بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ، اور سب حاضرین کے برابر جدا، اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انھیں سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لئے ان سب کا گناہ ان کے دونوں پر ہوا، پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا، وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیوں کر آتے بجاتے، لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔''

اس کے بعد اس کی حرمت پر احادیث کریمہ، آثار ائمہ اور اقوال اولیائے امہ نقل کر کے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے، کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار کرتے، یہ ڈھٹائی اور بھی سخت کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں، اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلۂ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں، نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں، حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم و عنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام است۔''

پھر اکابرین سلسلۂ چشتیہ کے اقوال نقل کر کے اخیر میں فرماتے ہیں:

''مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت، للہ انصاف، کیسا خبط بے ربط ہے، اللہ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے، آمین الہ الحق آمین بجاہم عندک آمین۔''

[احکام شریعت، حصہ اوّل، ص ۶۱ تا ۶۵]

امام احمد رضا نے مکار اور جاہل پیروں، صوفیوں کے دجل و فریب سے مسلمانوں کو باخبر کیا اور یہ حقیقت واضح کی کہ شریعت کا دامن مضبوطی سے تھامے بغیر کوئی صوفی تو دور ایک سچا مسلمان بھی نہیں ہوسکتا، ایسا دعویٰ کرنے والا جھوٹا، فریبی اور ملحد و زندیق ہے جبکہ وہ اس خود فریبی میں مبتلا ہے کہ وہ اس منزل پر فائز ہو چکا ہے جہاں اس کے لئے تمام شرعی احکام ساقط ہو گئے ہیں، اب وہ جو چاہے کرے، تصوف ہی ہوگا اور اسی میں شمار ہوگا، وہ ناچے تو تصوف، گائے تو تصوف، سرِعام شریعت کی دھجیاں اڑائے تو تصوف، گویا کہ تصوف وہ نہیں جو صوفیائے صادقین کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے بلکہ تصوف وہ ہے جس کا صدور اس مکار ناہنجار کے اقوال و افعال سے ہو۔

صوفی اور تصوف میں درآئی خرافات کا ذکر کرتے ہوئے

شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اس زمانے میں تصوف کا علم ہو چکا ہے، خاص طور پر اس خطے میں سب لوگ خواہشات کی پیروی میں لگ چکے ہیں اور رضائے الٰہی کے طریقے سے روگرداں ہیں، اس وقت کے علما اور طریقت کے دعویدار لوگ اب دوسرے راستے پر چل پڑے ہیں، اس لئے تم نے اسے حاصل کرنے کے لئے ہمت سے کام لینا ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے چند ایک مخصوص بندوں کے علاوہ کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ پا رہا ہے جو لوگ خود کو اہل مراد سمجھتے ہیں ان کا ارادت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رہا اور جو لوگ خود کو اہل معرفت سمجھتے ہیں ان کو معرفت سے دور کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے چند مخصوص بندوں کے علاوہ تمام خواص اور عوام نے صرف عبارت (لفظی جمع خرچ) کو کافی سمجھ لیا ہے اور دل وجان سے اس حجاب کے خریدار بن چکے ہیں۔

اب صورت حال تحقیق سے نکل کے تقلید (یعنی ظاہر پرستی) کی طرف چلی گئی ہے اور تحقیق نے اپنا چہرہ ان سب لوگوں سے چھپا لیا ہے، ایسی صورت حال میں عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم حق کو بھی پہچانتے ہیں اور خواص اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے دل میں اس کی تمنا موجود ہے، ان کے نفس میں اس کا احساس ہے اور دل میں اس کے لیے رغبت موجود ہے، وہ دل خوش کرنے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں، یہ دعویدار کا شوق ہے اور محبت کا سوز ہے لیکن اس کے بات دعویدار کسی بھی حدتک حقیقت کو نہیں پہنچ سکے اور ارادت رکھنے والے لوگوں (یعنی علم طریقت کے طلب گاروں) نے مجاہدے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے اور انھوں نے اپنے فاسد گمان کو مشاہدے کا نام دے دیا ہے۔

### لوگوں کی روایت پسندی

میں نے اس سے پہلے بھی اس بارے میں کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن وہ سب ضائع ہوگئیں، بعض جھوٹے دعویداروں نے ان کتابوں میں سے بعض باتیں لوگوں کو پھانسنے کے لئے چن لیں اور باقی باتوں کا ضائع کر دیا، ایسی فطرت کے مالک لوگوں کا سرمایہ، حسد اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کا انکار رہتا ہے، کچھ دیگر لوگ وہ تھے جنھوں نے ان اقوال کو نقل کیا لیکن وہ اسے سمجھ نہیں سکے، کچھ ایسے تھے جنھوں نے ان کو پڑھا لیکن اس کے معانی و مطالب سے آشنا نہیں ہو سکے، انھوں نے صرف الفاظ اور عبارت کو پسند کیا، وہ ان الفاظ کو ہی لکھتے رہے اور نھیں یاد کرتے رہے، کہنے کو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تصوف اور معرفت کی باتیں کررہے ہیں، حالانکہ یہ لوگ انتہائی بدنصیبی اور محرومی کے شکار ہیں، اس صورت حال کی وجہ یہ ہے کہ معرفت کا علم "کبریت احمر" ہے اور یہ بہت کم پائی جاتی ہے، جب یہ مل جائے تو یہ کیمیا اثر ہوتی ہے، جس کی ایک چٹکی بہت سارے تانبے کو خالص سونے میں تبدیل کر دیتی ہے۔

مختصر یہ کہ ہر شخص ایسی وہ دا کا طلب گار ہوتا ہے جو اس کے درد کے موافق ہو، وہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کا طلب گار نہیں ہوتا، کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

کل من فی فؤادہ وجع
یطلب شیئا یوافق الوجعا

یعنی جس شخص کے دل میں تکلیف ہوتی ہے وہ ایسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے جو اس کی تکلیف کے موافق ہو۔

جب کسی شخص کی بیماری کی دوا کوئی عام سی چیز ہو تو وہ شخص موتیوں اور مرجان کو تلاش نہیں کرے گا اور معجون یا دواء المسک تیار نہیں کرے گا، تصوف تو اس سے بھی زیادہ نادر چیز ہے تو ہر شخص کو اس میں سے حصہ کیسے مل سکتا ہے، اس سے پہلے بھی اس فن سے ناواقف لوگوں نے مشائخ کی کتابوں کے ساتھ یہی سلوک کیا، جب اسرار الٰہی (سے متعلق نکات) کے خزانے ان لوگوں کے ہاتھ لگے تو انھیں ان کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا تو انھوں نے وہ کاتیں کلاہ بنانے والوں اور جلد سازوں کے ہاتھوں میں دے دیں تا کہ وہ ان

سے کلاہ کا استر بنا سکیں یا ابونواس کے اشعار کے دیوان یا جاحظ کی تصانیف کی جلد سازی کر دیں، لازمی سی بات ہے کہ جب ''بادشاہ کا باز'' بوڑھی عورت کے دیوار پر آ کر بیٹھ جائے گا تو اس کے بال و پر کاٹ دیئے جائیں گے۔

**زمانے کا چلن**

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے زمانے میں پیدا کر دیا ہے کہ جب لوگوں نے نفسانی خواہشات کی پیروی کو ''شریعت'' کا نام دے دیا ہے، تکبر، جاہ و مرتبے کے حصول کو ''علم'' اور ''عزت'' کا نام دے دیا ہے، مخلوق کے ساتھ ریا کاری کو ''اللہ تعالیٰ کا خوف'' قرار دے دیا ہے، کینہ توزی کو ''بردباری'' کا نام دے دیا ہے، فضول جھگڑے کو ''مناظرہ''، باہمی جھگڑے اور نادانی کو ''بزرگی'' کا نام دے دیا ہے، منافقت کو ''زہد'' اور جھوٹی آرزو کو ''ارادت'' کا نام دے دیا ہے، طبیعت کے ہذیان کو ''معرفت'' اور اپنے نفسانی خیالات کو ''محبت الٰہی'' کا نام دے دیا ہے، کجروی کو ''فقر'' اور حق سے روگردانی کو ''برگزیدگی'' کا نام دے دیا ہے، بے دینی کو ''فنا'' اور ترک شریعت کو ''طریقت'' کا نام دے دیا ہے اور اہل زمانہ کو کی آفت کو ''مجاہدے'' کا نام دے دیا ہے، حالت یہ ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے اسرار کی معرفت رکھنے والے لوگ اس دنیا سے تعلق ہوگئے اور اس طرح کے دنیادار لوگ غالب آگئے ہیں۔'' [کشف المحجوب، ۵۳۔۵۴]

مذکورہ دلائل و براہین اور حقائق و شواہد سے یہ امر اظہر من الشمس اور ابیض من الامس ہو گیا کہ جن نام نہاد صوفیا کے ایسے عقائد باطلہ ہوں وہ اور کچھ بھی ہوسکتا ہے مگر صوفی نہیں ہوسکتا، ان ایمان فروش اور عیار صوفیوں نے تصوف کی جو تصویر پیش کی، اس سے ملت اسلامیہ کو شدید نقصان و خسران سے دوچار ہونا پڑا، اسی فرضی اور غیر اسلامی تصوف کو مستشرقین اور عیسائی مصنّفین نے مزید کریہہ المنظر بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا، ہدفِ ملامت بنایا اسلامی تصوف کو اور قباحت پیش کی غیر اسلامی تصوف کی، اسلام کے ان داخلی اور خارجی دشمنوں نے اپنے اس رویہ سے نہ صرف شریعت وطریقت کا خون کیا بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا کو تصوف کی حسنات وبرکات سے محروم کر دیا۔

خدا کروٹ کروٹ رحمت نازل فرمائے امام احمد رضا کی تربت انور پر جنھوں نے تصوف کے خوشنما چہرے سے مخالفین اور جہال صوفیا کے اختراعی گرد و غبار کو صاف کیا اور تصوف کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی، آپ نے صرف تصوف پر قریب ۵۰ رکتب ورسائل تصنیف فرمائے، جن میں نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کی باریکیوں کا ذکر کیا ہے۔

ان کتب ورسائل کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی بھی عقل سلیم کا حامل یہ پکار پکار کر کہتا ہوا نظر آئے کہ طریقت، حقیقت اور معرفت کی راہیں دراصل شریعت کی شمع ہی دکھا سکتی ہے، مولائے کریم نام نہاد صوفیوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور مخالفین کو چشم حقیقت بیں عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۲۷ رکا بقیہ.....................................................

اس پروگرام کا نام ہے ''جوڑی بناؤ، پریوار بناؤ'' اسی طرح مسلم عورتوں کا زبردستی اسقاط حمل بھی کیا جاتا ہے، چین میں مسلمانوں کے حالات دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں چین کے مسلمان سب سے زیادہ مظلوم ہیں، نہ اقوام متحدہ کی جانب سے کوئی مضبوط کاروائی ہوتی ہے اور نہ ہی مسلم ممالک کی طرف سے کوئی مضبوط آواز بلند کی جاتی ہے، حراستی کیمپوں میں قید ہوجانے کے سبب ان لوگوں کے لیے ترک وطن کی صورت بھی ختم ہوگئی، بہت سے مسلمان ترک وطن کر کے دیگر ممالک میں منتقل ہوچکے ہیں۔

اب اللہ ہی ان مظلوموں کا سہارا ہے، اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے لئے بھلائی کی راہ ہموار فرمائے اور ظلم وجبر سے نجات عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

از: مفتی ملک الظفر سہسرامی*

# حرم محترم

اوراس کا گردوپیش سازِفطرت کیلئے ایسی مضراب ہے جس کے پڑتے ہی عشق وایمان کے نغمات بیدار ہوجاتے ہیں

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
[حضرت رضا بریلوی]

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، جس پاک شریعت، دائمی قانون اور ہمہ گیر دین کا تکمیلی صحیفہ لے کر تشریف لائے وہ دین ودنیا کا ایسا نگارخانہ اور حکمتوں و مصلحتوں کا ایسا بے غبار آئینہ ہے جس میں فطرت کا جمال اور خرد کی رعنائی اپنی تمام تر خصوصیت کے ساتھ انگڑائی لیتی نظر آتی ہے، اسلام کی تمام تر عبادتوں میں جہاں اللہ کی رضا اور خوشنودی کی کارفرمائیاں ہیں وہیں سازِ فطرت کی نغمہ سرائیاں بھی ہیں، حج کی عبادت بھی اپنے گردوپیش اور احکام وشرائط کی روشنی میں عشق وایمان کا ایسا سدابہار چمن ہے جس میں ایک مرتبہ پہنچنے کے بعد ہر زائر اس کی خوشبوئے معنبر سے سرشار اور زندگی بھر اس کی عطر بیزیوں سے معطر رہتا ہے۔

## مرکزیت

عرش الٰہی کے سائے میں خانۂ کعبہ، خداوند عالم کا وہ مقدس گھر ہے جس پر اس کی رحمت وغفاری کی برکھا چوبیس گھنٹے برستی اور قریب ہونے والے دامن عصیاں کو دھو کر صاف کرتی رہتی ہے، یہ وہ آئینہ ہے جہاں براہ راست اس کی عنایتوں کا عکس پڑ کر پوری دنیا کو روشن اور منور بناتا ہے یہی وہ مرکز ایمان ہے جہاں سے حق پرستی کا اولین نعرہ بلند ہوا، یہی وہ مطلع انوار ہے جس کی نورانی کرنوں نے خاک کے ذرّوں کو کہکشاں کا جمال عطا کیا، یہی وہ شیرازہ ہے جس نے مختلف ملکوں اور شہروں میں بسنے والوں، مختلف تمدن میں زندگی بسر کرنے والوں اور مختلف تہذیب ومعاشرت میں پروان چڑھنے والوں کو اس طرح منظم و مربوط کیا کہ دنیا اپنے فطری اختلافات اور طبعی امتیازات سے یکسر الگ ہو کر ایک خانۂ کعبہ کے گرد چکر لگاتی اور ایک قبلہ کے آگے سر جھکاتی اور اسی کو اپنا مرکز یقین تسلیم کرتی نظر آتی ہے، یہی وہ مرکز ایمان ہے جس نے قومیت ووطنیت، رنگ ونسل اور ملک وزبان کے تمام تر امتیازات اور تعصّبات کو ختم کر کے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک ہی وطن، ایک ہی قومیت، ایک ہی تمدن، ایک ہی معاشرت اور ایک ہی زبان کے سلسلے میں اس طرح پرو دیا جس سے انسانوں کی بنائی ہوئی تمام خودساختہ دیواریں خودبخود منہدم ہوگئیں اور اس مرکز اسلام یا شہر وفا میں دنیا کی تمام قومیں ایک ملک، ایک لباس، ایک وضع اور ایک زبان میں دوش بدوش اور شانہ بشانہ ہو کر ایک قوم بلکہ ایک خاندان کے افراد کی طرح نظر آتی ہیں، خانۂ کعبہ کی مرکزیت کا یہی وہ عظیم مظہر ہے جس کے درس وحدت نے وہ تمام مادی امتیازات یکسر ختم کر کے رکھ دیئے جو قوموں اور ملکوں کے درمیان جنگ وجدل اور فتنہ و فساد کا سبب بنا کرتی ہیں۔

## اجتماعیت

آج کی مہذب دنیا نہ جانے کب سے یہ خواب دیکھ رہی ہے کہ وہ دنیا کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کے لیے ایک ورلڈ کانفرنس یا بین الاقوامی اجتماع منعقد کرے لیکن افسوس! کہ اپنے تمام تر مادی وسائل کے باوجود ترقی یافتہ دنیا میں یہ خواب حقیقت سے آج تک نہ بدل سکی اور انسانی برادری کو قومیت، وطنیت اور لسانی عصبیت کے تنگ آنگن سے نکال کر انسانی برادری کی عظیم وسعت سے روشناس نہ کر اس کی جبکہ ملت ابراہیمی کی دعوت اور سید الانبیاء کی رسالت نے سیکڑوں ہزاروں

برس پہلے یہ خواب دیکھا اور صحن ابراہیمی کے اردگرد اس کی حسین و جمیل تعبیر پیش فرمادی یہ عظیم اور بے مثال بین الاقوامی کانفرنس جس میں دنیا کے ہر ملک کا نمائندہ شریک ہوتا ہے الحمدللہ کہ تقریباً چودہ سو برس سے قائم ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گی، یہ صحیح ہے کہ آج مسلمانوں نے اس عظیم اجتماع سے فائدہ حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے لیکن جب تک مسلمان ایک منظم حکومت یا خلافت کے ماتحت رہے اس وقت تک موسم حج مسلمانوں کے اجتماعی مسائل حل کرنے کا بہترین موسم تھا مسلمان اسی زمانے میں امور خلافت کے تمام اہم معاملات طے کرتے تھے، یہ اسی کانفرنس کا مبارک و مسعود عطیہ تھا کہ اسپین سے لے کر سندھ تک اور ترکستان سے لے کر عرب تک مختلف ملکوں کے گورنر، ارباب اقتدار اور حکام جمع ہوتے تھے، خلیفہ کے سامنے مسائل پر بحث کر کے طریقۂ عمل متعین کرتے تھے ملکوں کے رعایا اپنی اپنی شکایتیں پیش کر کے انصاف پاتی تھیں اگر آج بھی مسلمان چاہیں تو اس اجتماع سے بے حد سیاسی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور دنیا کی عظیم طاقتوں کو اپنے فیصلوں کے آگے جھکا سکتے ہیں۔

**اشاعت**

اس دور میں جب کہ سفر انتہائی دشوار آمد و رفت مشکل اور رسل و رسائل کا مسئلہ بہت ہی پیچیدہ تھا اسلام کے مسائل و احکام و دین محمدی کے علوم و معارف کا دم کا دم میں اور سال بسال دور دراز کے ملکوں شہروں اور قوموں کے درمیان پہنچ جانا بھی اسی حج کی برکتوں کا نتیجہ ہے اسی عہد مبارک میں جلیل المرتبت صحابہ، عالم، محدث، مفسر اور فقیہ جو اسلامی فتوحات کے بعد دور دراز ملکوں میں پھیل گئے تھے وہ سال بسال صحن ابراہیمی میں جمع ہوتے اور باہم ایک دوسرے سے مل کر وہ علم جو دنیا میں متفرق اور منتشر تھا ابراہیمی درسگاہ کے صحن میں بیٹھ کر اسے ایک دفتر میں جمع کر دیتے تھے یہیں آ کر بلخ کا باشندہ اسپین و مراکش والوں سے عربی، عجمی سے رومی، ایرانی سے اردنی، ترکی سے کوفی، بصری سے ترمذی اور نیشاپوری سے تبادلۂ فیضان علوم کرتا تھا اور دم کے دم میں ایران کا علم روم میں۔ شام کی تحقیق اندلس میں، بخارا کی تصنیف نیشاپور میں، ترکستان کی روایت مصر میں اور عرب کا فیصلہ حبش میں پہنچ جاتا تھا اسی جامعہ اور یونیورسیٹی میں بیٹھ کر ابوہریرہ کے شاگرد عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ سے، سیدہ عائشہ کے تلامذہ حضرت علی کے شاگردوں سے اور انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیض یافتہ ابوحذافہ کے تلمیذوں سے مستفید و فیضیاب ہوتے تھے، یہیں ائمۂ دین باہم ایک دوسرے سے ملاقات کر کے تبادلۂ علوم و تحقیقات فرمایا کرتے تھے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان کے شاگرد پھر شاگرد کے شاگرد اور ان کے فیض یافتہ بزرگوں کے دنیا میں پھیل جانے کی وجہ سے سید عالم ﷺ کے حالات، سیرت، واقعات اور احکام و فرامین بھی اسی اعتبار سے دنیا بھر میں اس طرح پھیل چکے تھے کہ انہیں سمیٹ کر ایک دفتر میں جمع کرنا تقریباً محال تھا لیکن اسی حج کے اجتماع نے اس دشوار ترین امر کو انتہائی آسان اور سہل بنایا اور سرکار کی تعلیمات اور احکام کے متفرق اوراق مرتب و مدون ہو کر ہر مسلمان کے سامنے آگئے، مؤطا، بخاری، مسلم، ترمذی اور حدیث کے تمام دفاتر اور علوم و معارف کے زندۂ جاوید صحائف اسی حج کی برکتوں کے یادگار ہیں۔

**تاریخیت**

اسلام کے ابتدائی ایام کی تاریخ کی ایک ایک سطر اور ایک ایک صفحہ اسی عرب اور حرم محترم کی مقدس سرزمین سے وابستہ ہے حضرت آدم سے لے کر سیدنا ابراہیم علیہما السلام تک عشق و ایمان کی داستان مسلسل کا ہر پیراگراف اسی حرم کے کرہ و صحرا، دشت و جبل اور درودیوار سے متعلق ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام نے سکونت اختیار فرمائی اور عرش الٰہی کے سائے میں گھر بنایا، یہیں حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آ کر ان سے ملاقات کی، یہیں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ساحل عافیت سے لگی، یہیں حضرت ہود اور صالح علیہما السلام نے ظالموں کے شر سے پناہ لی یہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مستقل سکونت اختیار کی، یہیں فخر کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، یہیں اللہ کا وہ مقدس گھر ہے جس کو حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر فرمایا، یہیں وہ جنتی پتھر ہے جو سرکار کے

دست پاک اورلب اقدس سے مس ہوا، یہیں وہ پتھر ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشانوں کو اپنے سینے میں اتارلیا، یہیں وہ منیٰ ہے جہاں عظیم باپ نے اپنے لخت جگر کی قربانی کرنی چاہی، یہیں وہ صفا مروہ ہے جس پر حضرت ہاجرہ تلاش آب میں دوڑیں، یہیں وہ زمزم ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مقدس ایڑیوں کا معجزہ ہے، یہیں وہ گلیاں اور راستے ہیں جو سید الملائکہ کی گذرگاہ تھے، یہیں وہ غار حرا ہے جس کے افق سے قرآن پاک کی اولین شعاع بلند ہوئی، یہیں وہ صحن حرم ہے جہاں سرور کائنات نے اپنی عمر شریف کے ترپن سال بسر فرمائے یہیں وہ مقام ہے جہاں براق کے قدم پڑے، یہیں وہ جبل رحمت ہے جہاں کھڑے ہو کر شفیع المذنبین نے دعا فرمائی تھی اور یہیں وہ گرد و پیش ہے جس کا ایک ایک ذرہ تاریخ اسلام کا باب ہے، ''فیہ اٰیات بینات'' مقام ابرہیم کے جلووں کے اس ہجوم، روحانیت کی اس انجمن، عشق کی اس وادی، اسلام کے اس چمن زار اور ایمان کے اس بہار اندر بہار گلشن میں پہنچنے کے بعد کون مسلمان ہے جس کے جذبات کے تلاطم ساحل مغفرت سے ٹکرائے نہ ہوں گے اور قدم بہ قدم مشاہدات کی دنیا رشک صد فردوس نہ بنی ہوگی۔

ان شعائر اللہ اور نبوی جلووں میں گم ہوجانے کے بعد عقل وخرد کی مجال کہاں جو بے خودی عشق کی محفل خاص اور وارفتگی شوق کی خلوت گاہ میں اذن باریابی کی جرأت وہمت کر سکے، یہاں نگاہ ادب خود بخود خم، سر عقیدت خود بخود سجدہ ریز ہوجاتا ہے یہاں تو خود اپنے وجود کا احساس ختم ہوجاتا ہے دل وجد کرتا ہے آنکھوں کے پیمانے چھلکنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور سانس کی ہر آمد و شد مصروف تسبیح ہوجاتی ہے عشق وایمان کی تاریخ کا یہ ایسا کیف آور موڑ ہے جس کی لذت ایمان کو تازہ، عقیدتوں کو مستحکم اور شعائر اللہ کی محبت کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیتا ہے محبتوں کا یہ جمال بلا شبہ خانۂ کعبہ اور مکہ مکرمہ کی تاریخیت کا رہین منت ہے۔

**طلب مغفرت**

یہ صحیح ہے کہ انسان جہاں بھی توبہ و استغفار کرے وہیں گناہوں کی معافی مل سکتی ہے لیکن موسم حج اور سرزمین حرم توبہ و استغفار اور مغفرت کے لیے بہترین مواقع پیش کرتے ہیں جو حرم محترم اور اس کے گرد و نواح کی عظمت اور تقدس ایک مسلمان کے دل میں ہے ایک طرف تو اس کا نفسیاتی اثر پڑتا ہے دوسری طرف یہ خیال کہ یہی وہ مقدس سرزمین ہے جہاں حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے اپنی لغزشوں پر دست دعا دراز کیے تھے، یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور اپنی اولاد کے لیے دعا مانگی تھی، یہیں بہت سے انبیاء علیہم السلام کے دست دعا دراز ہوئے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہیں رحمت عالم ﷺ نے اپنی گنہگار امت کے لیے دعا فرمائی تھی احساسات وتصورات کی ایمان بدوش تجلیوں کے پس منظر میں یقیناً ہم گنہگاروں کی دعائے مغفرت کے لیے یہ مقامات موزوں تر ہیں۔ کون پتھر دل ہے جو یہاں موم بن کر پگھلنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ چنانچہ طواف میں سعی میں، صفا و مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور منیٰ میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے ان دعاؤں کا بڑا حصہ توبہ و استغفار اور طلب مغفرت کا ہوتا ہے کہ گنہ گاروں کی سیاہی کو استغفار کے پانی سے دھونے کے لیے اس سے زیادہ بہتر اور مناسب جگہ اور کوئی نہیں۔

**مراجعت**

انسان کی نفسیات ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی انقلاب، کسی تغیر اور کسی تبدیلی کے لیے عام طور پر کسی اہم موڑ کا منتظر رہتا ہے اور اس اہم موڑ کے آنے کے بعد انسان اپنی پچھلی زندگی سے الگ ہو کر ایک نئی زندگی کا آغاز اس طرح کرتا ہے جہاں دونوں زندگیوں کے درمیان امتیازات کے واضح نشان ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں کچھ لوگ تعلیم کی تکمیل کے بعد خود کو بدل دیتے ہیں، کچھ ملازمت کے حصول کے بعد، کچھ لوگ شادی کے بعد اپنے اندر تغیر پیدا کرتے ہیں اور کچھ مرید ہونے کے بعد مختصر یہ کہ انسانوں کی زندگی میں بہت سارے ایسے اہم موڑ آتے ہیں جہاں سے انسان مراجعت کر کے اپنے آپ کو ایک نئی راہ پر لگاتا ہے یا لگانے پر قادر ہوجاتا ہے۔

حج بھی درحقیقت انسانی زندگی میں گزشتہ اور آئندہ کے درمیان خط فاصل اور حد امتیاز قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور

گناہوں کی دنیا سے مراجعت کر کے نیکیوں کے شہر کی جانب رخ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے یہی وہ سرحد ہے جہاں سے انسان اپنی پچھلی زندگی کو ختم کر کے ایک نئی حیات کا آغاز کرتا ہے۔

ان مقدس مقامات کی زیارت، قدم قدم پر توبہ واستغفار اور ربانی مشاہدات کے بعد یقینا ایک انسان شر سے خیر کی طرف اور خیر سے اور خیر کی طرف اپنے آپ کو موڑتا ہے اس طرح زندگی گزشتہ باب ہوتا ہے اور اس کا دوسرا باب کھل جاتا ہے اور شاید یہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ حج کے بعد ایک مسلمان اپنے نئے اعمال کے لیے نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے۔

"من حج للہ فلم یر فث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ۔ جس نے خدا کے لیے حج کیا فسق وفجور یا گناہ نہیں کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا۔"

**اخلاقی مصلحت**

ہر انسان کے لیے اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے جبکہ حج ذمہ داریوں کی تکمیل کا بھی اہم ترین ذریعہ ہے، اہل وعیال کے نان ونفقہ کے بعد جب رقم بچتی ہے تو حج فرض ہوتا ہے، اس طرح زیارت حرمین کا ہر شائق اہل وعیال کی ذمہ داریوں کا احساس بھی کرتا ہے اور کچھ پس انداز کرنے کی عادت بھی ڈالتا ہے اور اسی کے ساتھ قرض انسانی زندگی کا بڑا بوجھ ہے اور مسافران حرم کے لیے قرض سے سبک دوش ہونا فرض ہے اس لیے اس بہانے انسان اس بار گراں سے بہر حال نجات پا جاتا ہے۔

انسان اپنی عام زندگی میں نہ جانے کتنے دشمن پیدا کرتا ہے لیکن جب عزم سفر کرتا ہے اور لوگوں سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے روٹھوں کو مناتا ہے اس طرح حج معاشرتی اصلاح کا بھی اہم ترین ذریعہ ہے حج کے لیے حلال روزی اور جائز کمائی کا ہونا ضروری ہے اس لیے اس سفر خیر کا آغاز کرنے سے پہلے ہر شخص حرام وحلال میں نہ صرف تمیز کرتا ہے بلکہ ناجائز ذرائع آمدنی ترک کر کے کسب حلال کا التزام کرتا ہے اور حلال روزی کا جو اثر انسان کے قلب اور اس کی روحانی کیفیات پر پڑتا ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔

اسلام میں قدم قدم پر مساوات کی تعلیم دی گئی ہے نماز پنج گانہ میں بھی اگرچہ مساوات کا غالب عنصر ہے لیکن وہ بہر حال حج کے مقابلے میں محدود ہے مساوات کی شان اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ موسم حج میں نظر آتی ہے یہاں شانہ بشانہ کے ساتھ ہی لباس کا بھی اختلاف ختم ہو جاتا ہے مختصر یہ کہ حج وہ عبادت ہے جو اپنے تمام ارکان کے ساتھ عظیم مصلحتوں اور فطرت کی تمام تر رعنائیوں کا ایک ایسا ایوان ہے جس کا ایک ایک نقش ونگار زبان حال سے پکار رہا ہے کہ ع

جا ایں جا است

◆◆◆

## ص ۴۵ ر کا بقیہ.................................................

عالم الکتب الطبعۃ، مدینہ منورہ)

"حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابوبکر آپ کے انتقال کے بعد آپ کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا میری اولاد اور گھر والے، حضرت فاطمہ نے کہا: تو آپ حضور ﷺ کا وارث میرے علاوہ کو کیوں بناتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا: اے شہزادی رسول ﷺ آپ کے والد نے گھر، سونا اور غلام وراثت میں نہیں چھوڑے۔"

ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے مطالبہ فدک میں فہم واجتہاد سے کام لیا تھا، جو کہ ان کا منصب بھی تھا۔ اس لیے جو احباب اس معاملے میں اجتہاد کا انکار کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ جس طرح سیدہ کے اجتہاد پر واضح حوالہ جات پیش کریں جس طرح اثبات اجتہاد پر واضح اقتباسات پیش کیے گیے ہیں، یہ اقتباسات بھی بطور نمونہ پیش کیے گیے ہیں ورنہ اسلاف کی کتب میں جابجا اس کی تصریح موجود ہے۔

◆◆◆

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری*

# چینی مسلمان ظلم و جبر کے شکار

**چین** میں مسلمانوں کی تعداد دو فی صد بتائی جاتی ہے، مسلمانوں کی بڑی تعداد چین کے صوبہ ''سنکیانگ'' میں آباد ہے، چینی حکومت ایک طویل مدت سے سنکیانگ کے مسلمانوں پر ظلم کر رہی ہے، خاص کر کے سال 2017 سے چین کی کمیونسٹ حکومت نے مسلمانوں پر جھوٹے الزام عائد کر کے ظلم کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے جو آج تک جاری ہے، خبروں کے مطابق چین میں دس لاکھ مسلمانوں کو کیمپوں میں رکھا گیا ہے، مسلم بچوں کو بھی ان کے والدین سے الگ کر کے بورڈنگ اسکولوں میں ڈال دیا گیا ہے، بچوں اور بڑوں سب کو ترک مذہب کی ترغیب دی جاتی ہے، مساجد بند کر دی جاتی ہیں، روزہ و نماز پر پابندی عائد کر دی جاتی ہیں۔

سنکیانگ یا شنجیانگ (Xinjiang) عوامی جمہوریہ چین کا ایک خود مختار علاقہ ہے، یہ ایک وسیع علاقہ ہے، تاہم اس کی آبادی بہت کم ہے، سنکیانگ کی سرحدیں جنوب میں تبت اور جنوب مشرق میں چنگھائی اور گانسو کے صوبوں، مشرق میں منگولیا، شمال میں روس اور مغرب میں قازقستان، کرغزستان، تاجکستان، افغانستان اور پاکستان اور بھارت کے زیر انتظام کشمیر سے ملتی ہیں، اکسائی چن کا علاقہ بھی سنکیانگ میں شامل ہے، جسے بھارت جموں وکشمیر کا حصہ سمجھتا ہے۔

مانچو زبان میں سنکیانگ کا مطلب نیا صوبہ ہے، یہ نام اسے چینگ دور میں دیا گیا، یہاں ترکی النسل باشندوں کی اکثریت ہے جو اویغور کہلاتے ہیں جو تقریباً تمام مسلمان ہیں، یہ علاقہ چینی ترکستان یا مشرقی ترکستان بھی کہلاتا ہے، صوبے کا دار الحکومت ارومچی ہے جب کہ کاشغر سب سے بڑا شہر ہے، کاشغر بذریعہ شاہراہ قراقرم و درہ خنجراب پاکستان کے دار الحکومت اسلام آباد سے منسلک ہے اور درہ تورگرت اور ارکشتام سے کرغزستان سے ملا ہوا ہے۔

مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے چین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک مشرقی ترکستان کا علاقہ، جس کی سرحدیں منگولیا، روس، قازقستان، کرغستان، تاجکستان، افغانستان، پاکستان، ہندوستان اور تبت سے ملتی ہیں، اس صوبہ کو اب سنکیانگ یا شنجیانگ (Xinjiang) کہتے ہیں جس پر عرصہ دراز تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے اور چین نے اس علاقہ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، اس علاقہ میں ترکی النسل مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد رہتی ہے، اس صوبہ کا دار الحکومت ارومچی ہے، اسی صوبے کا سب سے بڑا شہر کاشغر ہے۔

دوسرے وہ مسلمان ہیں جو مشرقی ترکستان کے علاوہ چین کے دیگر مختلف علاقوں میں رہائش پذیر ہیں، جن کی تعداد بہت زیادہ نہیں، مجموعی طور پر پورے چین میں تقریباً 10 کروڑ مسلمان رہتے ہیں، حالاں کہ چین کی حکومت 3 کروڑ بتاتی ہے جو خلافِ حقیقت ہے، اگر غیر سرکاری اعداد و شمار کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو چین میں موجود مسلمانوں کی تعداد مصر کی آبادی سے بھی زیادہ ہوگی جو تمام عرب ممالک میں آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا ملک ہے۔

آج سے تقریباً 14 سو سال قبل 29 ہجری میں چین میں اسلام کا پیغام اُس وقت پہنچا، جب تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام کا پیغام پہنچانے کی غرض سے ایک وفد چین بھیجا تھا، اس کے بعد بھی وفود بھیجنے کا سلسلہ جاری رہا، نیز اس دوران مسلمانوں نے تجارت کی غرض سے بھی چین کے سفر کیے، اس طرح چین کے بعض علاقوں میں لوگوں نے دین اسلام کو ابتدائے اسلام سے ہی قبول کرنا شروع کر دیا تھا،

بعد میں چین کے بیشتر علاقوں میں دین اسلام کے ماننے والے موجود ہو گئے، مشرقی ترکستان (سنکیانگ) جس پر چین نے آج تک قبضہ کر رکھا ہے، کو اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں قتیبہ بن مسلم باہلی نے 94–93ھ میں فتح کیا تھا۔

ترکستان کا معنی ہے ترکوں کی سرزمین، تاریخی اعتبار سے ترکستان کو مغربی و مشرقی ترکستان میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مغربی ترکستان وہ مسلم اکثریتی علاقہ ہے جس پر سوویت یونین (روس) نے قبضہ کر لیا تھا جو 1991 میں آزاد کر دیا گیا، جب کہ مشرقی ترکستان ابھی تک چین کے قبضہ میں ہے، اس علاقہ پر 18 ویں صدی کے وسط میں چنگ سلطنت نے قبضہ کر لیا تھا اور ''سنکیانگ'' یعنی نئے صوبہ کا نام دیا تھا۔

اس علاقہ میں آباد ایغور ترک کی آبادی بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے، حالاں کہ 1948 میں ان کی آبادی خطے کی آبادی کا 98 فیصد تھی۔ یہ صوبہ چین کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور اس کی آبادی تقریباً 3 کروڑ ہے، اس علاقہ میں پٹرول، کوئلے اور یورینیم کے ذخائر ہونے کی وجہ سے چین کی اقتصادی اور عسکری حالت کافی حد تک اس علاقہ پر منحصر ہے۔

مشرقی ترکستان (جو اس وقت چین کے قبضہ میں ہے) میں طویل عرصہ تک مسلمانوں کی حکومت رہنے کی وجہ سے اس علاقہ کی بڑی تعداد مسلمان ہے، لیکن 1644 میں مانچو خاندان کے قبضہ کے بعد سے مسلمانوں کے حالات خراب ہو گئے 1648 میں پہلی مرتبہ اس علاقہ کے باشندوں نے مذہبی آزادی کا مطالبہ کیا جو قانونی طور پر اُن کا حق تھا، جس کی بنا پر ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔

1760 میں چین نے مشرقی ترکستان پر قبضہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ متعدد مرتبہ مسلمانوں نے اس علاقہ کو حاصل کیا، 1875 میں چین کے ظالموں نے بڑی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کر کے پھر قبضہ کر لیا، 1931 میں مسلم خواتین پر مظالم کی وجہ سے ایک بار پھر چین کی حکومت کے خلاف مسلمانوں نے آواز بلند کی جو آہستہ آہستہ پورے علاقہ میں پھیل گئی اور 12 نومبر 1933 کو اس علاقہ کو مسلمانوں نے حاصل کر لیا، لیکن چین نے روس کی مدد سے 15 اگست 1937 کو ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر کے اس علاقہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ 1944 میں اس علاقہ کی آزادی کے لیے ایک بار پھر آواز بلند کی گئی، مگر چین نے روس کے تعاون سے اس تحریک کو کچل دیا۔

1946 میں ''مسعود صبری'' کی سرپرستی میں جزوی آزادی دی گئی، مگر 1949 میں اس علاقہ پر چین نے مسلمانوں سے لمبی جنگ کے بعد پھر قبضہ کر لیا، بعض علاقوں میں مسلسل 20 روز تک جنگ چلی، 1949 میں چین پر کمیونسٹ پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد چین اور خاص کر مشرقی ترکستان میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر پابندی عائد کر دی گئی، ان کے دینی اداروں کو بند کر دیا گیا، مساجد فوج کی رہائش گاہ بنا دی گئیں، ان کی علاقائی زبان کو ختم کر کے چینی زبان اُن پر تھوپ دی گئی۔

شادی وغیرہ سے متعلق تمام مذہبی رسومات پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کمیونسٹوں کا ایک ہی ہدف رہا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کو بند کیا جائے حالاں کہ قرآن کریم انسانوں کی ہدایت کے لیے ہی نازل کیا گیا ہے، چین کے مسلسل مظالم کے باوجود اس علاقہ کے مسلمان اپنی حد تک اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، 1966 میں جب مسلمانوں نے کاشغر شہر میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کی کوشش کی تو چین کی فوج نے اعتراض کیا اور گولیاں برسا کر ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا جس کے بعد پورے صوبہ میں انقلاب برپا ہو گیا اور چین کی فوج نے حسب روایت مسلمانوں کا قتل عام کیا، جس میں تقریباً 75 ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

چین نے مسلمانوں کی کثیر آبادی والے علاقہ ''مشرقی ترکستان'' پر ناجائز قبضہ کر کے پٹرول، کوئلے اور یورینیم کے ذخائر کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے اور وقتاً فوقتاً وہاں کے مسلمانوں پر مظالم ڈھاتا رہتا ہے۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کو تقریباً ختم کر دیا ہے، لاکھوں افراد کو اب تک قتل کیا جا چکا ہے، حال ہی میں یہ فرمان جاری ہوا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن اور

مصلیٰ (جانماز) کو بھی اُن کے حوالے کر دیں، یعنی اپنے گھروں میں انفرادی عبادت بھی نہ کریں جو عالمی قوانین کے بھی سراسر خلاف ہے، اس وقت چین میں بڑی تعداد لا مذہب یعنی کیمونسٹوں کی ہے، وہ کوئی مذہب نہیں مانتے۔

چین اپنے ظالمانہ کردار کو دنیا کے سامنے ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتا رہا ہے، حالاں کہ چین کی ظالمانہ پالیسی کو پوری دنیا حتی کہ چین کے باشندے بھی کبھی نہیں بھول سکتے، 3 اور 4 جون 1989 کو رونما ہونے والے اُس واقعہ کے عینی شاہدین آج بھی دنیا میں موجود ہیں جب چین کی حکومت کے خلاف بیجنگ شہر کے مشہور چوک پر اسٹوڈنٹس نے مظاہرہ کیا تھا، جو اُن کا قانونی حق تھا، تو چین کی فوج نے حکومت کے اشارہ پر بندوقوں اور ٹینکوں کے ذریعہ پُرامن مظاہرہ کرنے والے اپنے ہی ملک کے ہزاروں اسٹوڈنٹس کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

تائیوان اور تبت پر ابھی تک ناجائز قبضہ چین کے ظالم ہونے کی کھلی دلیل ہے، اسی طرح چین بھارت کے ''اکسائی چن'' پر قبضہ کیے ہوئے ہے اور اپنی ہٹ دھرمی دکھا کر وقتاً فوقتاً سرحد پر کشیدگی پھیلاتا رہتا ہے۔ موقع بموقع چین کے سخت رویہ سے بھارت اور چین کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، مسلمانوں پر تو چین کے مظالم کی ایک طویل داستان ہے جس کی خبریں وہ 2 ہزار کیلومیٹر پر محیط دیوار چین کے باہر جانے سے روک دیتا ہے، مگر سوشل میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کے زمانہ میں چین کی طرف سے مسلمانوں پر ہو رہے مظالم کی خبریں وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں، سیکڑوں سال کی تاریخ شاہد ہے کہ چین نے ہمیشہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔

سنکیانگ اور اس کے باہر کئی حملوں کا الزام علیحدگی پسند ایغور مسلمانوں پر ڈالا گیا ہے، 2009 میں دارالحکومت ارمچی میں ہونے والے فسادات میں تقریباً 200 افراد مارے گئے تھے جن میں سے زیادہ تر ہان نسل کے چینی تھے۔ فروری 2017 میں جب پانچ لوگوں کو چاقو مار کر قتل کر دیا گیا تو اویغور مسلمانوں پر کریک ڈاؤن میں اضافہ کر دیا گیا۔ چین اپنے صوبے سنکیانگ میں امن میں خلل کے لیے علیحدگی پسندوں اور اسلامی عسکریت پسندوں کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے، چین سنکیانگ میں کسی ''انٹرنمنٹ کیمپ'' کے وجود سے انکار کرتا ہے، چین کہتا ہے کہ وہاں پیشہ ورانہ تربیت دی جا رہی ہے۔ وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے کہا کہ حکومت نسلی علیحدگی پسندوں اور پر تشدد دہشت گردانہ مجرمانہ سرگرمیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کر رہی ہے۔

چین کی جانب سے اویغور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف بین الاقوامی سطح پر تنقید میں اضافہ ہوا ہے، تاہم کسی بھی ملک نے ابھی تک سوائے مذمت اور تنقیدی بیان جاری کرنے کے کوئی بھی کارروائی نہیں کی ہے، اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی نے جنیوا میں ہونے والے اجلاس کے دوران پوری دنیا کو بتایا کہ چین نے 10 لاکھ سے زیادہ ایغور مسلمانوں کو ایک بہت بڑے خفیہ حراستی کیمپ نما مقام پر بند کر رکھا ہے اور انہیں کوئی حق حاصل نہیں، اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق چین میں ایغور مسلمانوں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جیسے وہ ملک دشمن ہوں، حال ہی میں چینی حکام نے ایک جامع مسجد کو صرف اس لیے مسمار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا کہ اس کے گنبد اور مینار مشرقی طرز پر بنے ہوئے ہیں، جس کے خلاف ہزاروں مسلمان مسجد کے باہر دھرنے پر بیٹھے تھے۔ گزشتہ سال بھی چین سرخیوں میں تھا جب اس نے اپنی تنگ نظری کے تحت مسلمانوں کو قرآن کریم اور جانماز حکومتی اداروں کے پاس جمع کرانے کا ظالمانہ حکم جاری کیا تھا، اگرچہ چینی حکام نے ہمیشہ کی طرح اس خبر کی بھی تردید کی تھی۔

سنکیانگ میں آج سے ستر برس پہلے ایغور مسلمانوں کی آبادی خطے کی آبادی کا اٹھانوے فیصد تھی، لیکن اب اس میں کمی آرہی ہے اور اس وقت یہ تعداد ایک کروڑ دس لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے، حالیہ برسوں میں چین کے دوسرے علاقوں سے ہان نسل کے چینی بھی بڑی تعداد میں سنکیانگ میں منتقل ہونا شروع ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ایغور اقلیت میں تبدیل ہو گئے ہیں، چینی حکومت اس علاقے کے مسلمانوں سے دو وجوہات کی بنا پر خوفزدہ ہے،

پہلی وجہ یہ کہ اس علاقے میں وقتاً فوقتاً علیحدگی کی تحریک چلی تھی، کیوں کہ ماضی میں بھی چینیوں کی طرف سے ان مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں لگائی جاتی تھیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ چین کو یہاں اسلام پسندی پھیلنے کا خدشہ ہے۔

علیحدگی کی تحریکوں اور شدت پسند عناصر پر قابو پانا بلاشبہ ہر ریاست کا حق ہے، لیکن چینی حکومت نے اس کی آڑ میں مظالم کی حد کردی ہے، چین کے اس ظلم وجبر کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ چین ایک کمیونسٹ اور لامذہب ملک ہے اور لامذہبیت پر یقین رکھنے والوں کو ہر وقت مذہب سے نفرت رہتی ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ اسلامی ممالک بھی اس ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے۔

انسانی حقوق کے اداروں کا کہنا ہے کہ آج کل وہاں کی مسلم کمیونٹی کو انتہائی بے رحم نگرانی کا سامنا ہے۔ وہاں پر آباد جن لوگوں کے رشتہ دار انڈونیشیا، قزاقستان اور ترکی جیسے حساس ملکوں میں رہتے ہیں، انہیں بائیومیٹریکس اور اپنے ڈی این اے کے نمونے دینے پڑتے ہیں، ان کو بالجبر حراست میں لیا جاتا ہے اور یہ تعداد اس وقت ایک ملین تک پہنچ چکی ہے۔

بین الاقوامی میڈیا میں حالیہ برسوں میں ایسے چشم کشا انکشاف ہوئے ہیں کہ سننے والے برما میں روہنگیاؤں پر ڈھائے جانے والے مظالم بھی بھول جاتے ہیں، سنکیانگ کے ان حراستی کیمپوں سے نکلنے میں کامیاب ہونے والوں لوگوں نے میڈیا کو اپنے اوپر ہونے والے مختلف قسم کے مظالم کی داستانیں سناتے ہوئے کہا کہ ”حراستی کیمپوں میں چینی حکام ان کو الٹا لٹکائے رکھتے تھے اور ان کو سونے نہیں دیتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ ہماری پٹائی کرتے وقت چینی اہلکاروں کے ہاتھوں میں لکڑی کے موٹے موٹے ڈنڈے اور چمڑے کے سوٹے، مڑے ہوئے تاروں کے کوڑے، جسم میں چبھونے کے لیے سوئیاں اور ناخن کھینچنے کے لیے پلاس ہوتے تھے۔“

ان سب مظالم کے ساتھ ساتھ وہاں چین میں ایغور مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے کہ ان سے مذہبی آزادی مکمل طور پر چھین لی گئی ہے، مسجدوں کی تعمیر پر پابندی، حج اور عمرہ جانے پر پابندی، لمبی داڑھی پر پابندی، حجاب پر پابندی، یہاں تک کہ روزہ رکھنے والوں پر بھی پابندی کی خبریں سننے کی ملتی ہیں۔

دوسری طرف چینی حکام ان دعوؤں کو بے بنیاد الزامات قرار دیتے ہیں اور ان حراستی مراکز کے بارے میں دلیل دیتے ہیں کہ یہ ہنر سکھانے کے مراکز یا ووکیشنل ٹریننگ سنٹرز ہیں، جہاں سوچ میں تبدیلی کے ذریعے شدت پسندی سے نمٹایا جائے گا، حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ ان حراستی مراکز میں رکھے جانے والے افراد کو زدوکوب اور ٹارچر کرنے کے ساتھ ساتھ سے چینی صدر شی جن پنگ سے وفاداری کا حلف اٹھوایا جاتا ہے اور انہیں اپنے عقیدے ترک کر دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

رہائی پانے والے ان مسلمان قیدیوں کا یہ دعویٰ بھی سامنے آیا ہے کہ انہیں ”کمیونسٹ پارٹی کے بغیر چین کا وجود ہی نہ ہوگا“ جیسے گیت گانے پر بھی مجبور کیا جاتا ہے اور جو قیدی اس ترانے کو یاد نہیں کر سکتے تھے، انہیں ناشتہ دینا بھی بند کر دیا جاتا تھا۔ اس طریق کار سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو حراستی مراکز میں محصور کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو اپنے مذہب، زبان اور ثقافت سے بیزار کیا جائے اور اس کے بدلے میں انہیں کمیونسٹ پارٹی کی عظمت، اور چینی ثقافت سے محبت سکھایا جائے۔

عالمی ایغور کانفرنس کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ان حراستی کیمپوں میں قیدیوں پر کوئی فرد جرم عائد کیے بغیر غیر متعینہ مدت کے لیے رکھا جاتا ہے، چینی حکومت ایغوروں پر افغانستان سے شدت پسندی کی تربیت لینے کا الزام لگاتی ہے، لیکن اپنے اس دعوے کے حق میں اس نے ابھی تک کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ہے، اقوام متحدہ کے بار بار کہنے کے باوجود چینی حکوت ٹس سے مس نہیں ہو رہی اور وہاں کے مسلمانوں پر مسلسل ظلم ڈھا رہی ہے، دوسری طرف ستاون مسلم ملکوں کے رہنماؤں اور مذہبی طبقات نے بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے جو کہ نہایت افسوسناک ہے۔

ایک نئی تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ چین جان بوجھ کر اپنے مغربی صوبے سنکیانگ کے مسلمان بچوں کو ان کے خاندان،

مذہب اور زبان سے الگ کر رہا ہے، ایک ایسے وقت میں جب سنکیانگ میں ہزاروں افراد کو 'تربیتی کیمپوں' میں زیر حراست رکھا جا رہا ہے، وہیں وسیع پیمانے پر ایک اور مہم کا آغاز بھی کیا گیا ہے۔ چین میں بورڈنگ اسکول تعمیر کیے جا رہے ہیں، تاکہ مسلم بچوں کو وہاں رکھا جائے اور انہیں اپنے دین و مذہب اور اپنی تہذیب و ثقافت سے برگشتہ کر دیا جائے۔

بی بی سی نے اس سلسلے میں ٹھوس ثبوت اکٹھے کئے ہیں جن کی بنیاد عوامی سطح پر دستیاب دستاویزات پر ہے اور انھیں بیرون ملک میں مقیم افراد نے اپنی شہادتوں سے مزید سہارا دیا ہے۔ دستاویزات کے مطابق صرف ایک شہر میں ہی 400 سے زیادہ بچوں کو اپنے والدین سے الگ کیا گیا ہے۔ ان کے والدین کو کیمپوں یا جیلوں میں زیر حراست رکھا گیا ہے اور ان کے بچوں کو بورڈنگ اسکول میں رکھا گیا ہے۔

سنکیانگ میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کی شناخت تبدیل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تو دوسری طرف شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کو منظم طریقے سے ان کی تہذیب و ثقافت اور ان کے مذہب سے دور کیا جا رہا ہے، سنکیانگ میں چین کے قانون نافذ کرنے والے ادارے سخت نگرانی کرتے ہیں اور یہاں بیرون ملک سے آئے صحافیوں کا 24 گھنٹے پیچھا کیا جاتا ہے، ایسے حالات میں کسی عام شہری سے اس بات کی شہادت لینا ناممکن ہے، لیکن چین سے باہر دوسرے ممالک میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔

**چین میں داڑھی، حجاب اور مساجد پر پابندی**

بی بی سی (BBC) نے اس سلسلے میں 60 انٹرویو کیے اور یہ تمام انٹرویو بچوں اور والدین کے بچھڑنے کی دکھ بھری داستان سناتے ہیں، اس طرح والدین اور رشتہ داروں نے تقریباً 100 بچوں کی گمشدگی کی تصدیق کرتے ہوئے مزید معلومات فراہم کی ہیں، یہ تمام لوگ ایغور ہیں جو ترکی النسل مسلمان ہیں اور چین کے مغربی علاقے میں آباد رہے ہیں جہاں ان کی تعداد تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ ہے۔ وہ خود کو ثقافتی اور نسلی طور پر وسط ایشیائی علاقوں سے قریب تر دیکھتے ہیں اور ان کی زبان ترک زبان سے بہت حد تک مماثلت رکھتی ہے۔

ہزاروں اویغور تعلیم، کاروبار، رشتے داروں سے ملنے، چین میں بچوں کی پیدائش کے حوالے سے سخت قوانین یا بڑھتے ہوئے مذہبی دباؤ سے بچنے کے لیے ترکی آ چکے ہیں، لیکن گذشتہ تین برسوں کے دوران جب سے چینی حکومت نے ہزاروں اویغور مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو حراست میں لینا شروع کیا ہے تو کئی لوگ چین میں پھنس بھی گئے ہیں۔

استنبول کے بڑے ہال میں درجنوں افراد اپنی کہانیاں سنانے کے لیے بیتاب تھے۔ ان میں سے کئی لوگوں کے ہاتھ میں اپنے بچوں کی تصاویر ہیں، جو سنکیانگ میں رہ گئے تھے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ایک ماں نے بتایا کہ مجھے نہیں معلوم ان (بچوں) کی دیکھ بھال کون کر رہا ہے۔ ان کے ہاتھ میں اپنی تین بیٹیوں کی تصویر ہے۔ وہ مزید کہتی ہیں کہ 'میرا ان (بچوں) سے کوئی رابطہ نہیں۔' ایک اور والدہ اپنے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی تصویر لیے اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں، انھوں نے بتایا 'میں نے سنا ہے انھیں ایک یتیم خانے میں لے جایا جا چکا ہے'۔

چین کا کہنا ہے کہ اویغوروں کو 'ووکیشنل تربیتی مراکز' میں تعلیم دی جا رہی ہے تاکہ وہ مذہبی انتہا پسندی کا مقابلہ کر سکیں لیکن ثبوتوں کے مطابق کئی لوگ صرف اپنے مذہب کے اظہار، جیسے نماز پڑھنے یا نقاب کرنے یا دوسرے ممالک جیسے ترکی میں بسنے والوں سے تعلقات رکھنے پر حراست میں لیے گئے ہیں، جیسے سنکیانگ میں بڑوں کو حراستی کیمپ میں رکھا جاتا ہے ویسے ہی بچوں کو والدین سے الگ کرنے کے لیے بورڈنگ اسکول بھیج دیا جاتا ہے، بیرون ملک مقیم ایغور مسلمانوں کیلئے چین واپس جانے کا مطلب حراست میں لیا جانا ہے جبکہ سنکیانگ میں رہ جانے والوں کا ان افراد سے رابطہ کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں۔

ایک شخص نے بی بی سی کو بتایا کہ اس کی بیوی چین کی حراست میں ہے اور اب اسے ڈر ہے کہ اس کے آٹھ بچوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور چینی حکومت کے پاس ہوگا، اس نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ اب انھیں بچوں کے تعلیمی کیمپوں میں لے جایا

جا چکا ہے۔ بی بی سی کی نئی تحقیق میں اسی بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ چین میں ہزاروں اویغور بچوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

جرمن محقق ڈاکٹر ایڈریان زینز چین کے صوبے سنکیانگ میں اویغور مسلمانوں کی گرفتاریوں کو منظر عام پر لائے تھے، عوامی سطح پر موجود دستاویزات پر مبنی ان کی رپورٹ میں سنکیانگ کے بورڈنگ اسکولوں کے پھیلاؤ کی مہم کے بارے میں بتایا گیا ہے، سنکیانگ میں بورڈنگ اسکولوں کے بڑے کیمپ بنائے گئے ہیں جن میں رہائش کے لیے بڑے کمرے ہیں اور ان میں بڑی تعداد میں طلبہ کے رہنے کی گنجائش ہے۔ بڑوں کے لیے حراستی مراکز بناتے وقت ہی بڑی تعداد میں بچوں کے لیے اسکول تعمیر کیے جا رہے تھے، تاکہ انھیں ان کے والدین سے الگ ہونے کے بعد دیکھ بھال کے لیے یہاں رکھا جا سکے۔ یہ سب ایک ہی اقلیت کو نشانہ بنانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ 2017 میں سنکیانگ میں کنڈرگارٹن اسکولوں میں داخل ہونے والے بچوں کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اس میں 90 فیصد سے زائد تعداد اویغور اور دوسرے مسلمان بچوں کی تھی۔

صرف جنوبی سنکیانگ میں، جہاں سب سے زیادہ ایغور آبادی ہے، حکام نے کنڈرگارٹن سکولوں کی تعمیر اور اپ گریڈنگ کے لیے ایک ارب 20 کروڑ ڈالر خرچ کیے ہیں۔ ڈاکٹر زینز کا تجزیہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ بڑے پیمانے پر ان تعمیرات میں رہائش کے لیے بڑے کمرے شامل ہیں، سنکیانگ کی تعلیم پھیلاؤ مہم کے پیچھے بھی وہی سوچ ہے جو بڑوں کی بڑی تعداد میں جیلوں میں بند کرنے کے پیچھے تھی اور اس سے تمام ایغور اور دیگر اقلیتی بچے متأثر ہوئے ہیں اسے ان کے والدین تربیتی کیمپوں میں ہیں یا نہیں۔

ڈاکٹر زینز کا کہنا ہے کہ بورڈنگ اسکولز اقلیتی برادریوں کی تہذیب کو یکسر تبدیل کرنے کے لیے ایک معقول ماحول فراہم کرتے ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے کیمپس میں ہوتا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق ایک مہم کا آغاز کیا گیا ہے جس کے مطابق ایغور سمیت دوسری مقامی زبانوں کا استعمال اسکولوں کے اندر مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ کچھ اسکولوں میں چینی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کے استعمال پر اساتذہ اور طالب علموں دونوں کے خلاف پوائنٹس کی بنیاد پر سخت سزائیں متعارف کروائی گئی ہیں، اور یہ سب ان حکومتی بیانات سے مماثلت رکھتا ہے جن میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ سنکیانگ کے ہر اسکول میں صرف چینی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔

بہت سے اسکولوں میں بھرپور جاسوسی کا نظام موجود ہے، اسکولوں کے احاطے میں الارمز اور 10 ہزار کلو وولٹ بجلی گزارنے والی باڑیں موجود ہیں، یہاں تک کہ کچھ اسکولوں کی سکیورٹی پر کیے جانے والا خرچ حراستی کیمپس سے بھی زیادہ ہے۔ اس پالیسی کو 2017 کے اوائل میں متعارف کروایا گیا تھا جب حراست میں لیے جانے والے افراد کی تعداد ڈرامائی طور پر بڑھ گئی تھی، ڈاکٹر زینز کا کہنا ہے کہ ریاست نے اس وقت یہ پالیسی اس لیے متعارف کروائی تھی، تاکہ والدین اپنے بچوں کو جبری طور پر بازیاب نہ کرواسکیں۔ اس نے بتایا کہ میرا خیال ہے کہ بچوں اور والدین کو منظم طور پر الگ رکھنے کا ثبوت اس بات کی واضح نشاندہی ہے کہ سنکیانگ کی حکومت چاہتی ہے کہ نئی نسل کو اپنی جڑوں، مذہبی عقائد اور زبان سے علیحدہ کیا جا سکے۔ ثبوت اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ ہمیں اسے ثقافت کی نسل کشی کہنا چاہئے۔

## انسانیت سوز حرکتیں

چین کی برسر اقتدار کمیونسٹ پارٹی نے تین سال سے مسلم عورتوں کے ساتھ انتہائی انسانیت سوز حرکتیں شروع کی ہیں، کمیونسٹ پارٹی کے ایک لاکھ افسروں کو یہ کام دیا گیا ہے کہ جن عورتوں کے شوہر حراستی کیمپوں میں بند ہیں، یہ افسران عورتوں کے گھر جاتے ہیں اور بالجبر ان سے جنسی تعلق قائم کرتے ہیں، ان افسروں کو ''ریلیٹوز'' (رشتہ دار) کا نام دیا گیا ہے، یہ افسران ان عورتوں کو اپنے ساتھ بستر پر سونے پر مجبور کرتے ہیں، ایغور مسلمانوں کے سخت احتجاج کے باوجود چینی حکومت نے اس پروگرام کو سنکیانگ کے علاقوں میں ایغور مسلمان عورتوں کے ساتھ اس ناپاک منصوبے کو جاری رکھا ہے اور بقیہ ص ۱۷ ار پر

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

آٹھویں قسط

# ایمان، کفر اور تکفیر

◀■گزشتہ سے پیوستہ■▶

ہماری کوشش ہے کہ حتی الامکان مکررات کا اعادہ نہ ہو، لہٰذا مکررات پر علاحدہ کلام کرنے کی حاجت نہیں اور اسی طرح جو باتیں مقام سے بے گانہ ہیں جیسے یہاں حرام کی بحث اور حرام لعینہٖ وحرام لغیرہ میں امتیاز کا اشارہ، ان سے تعرض کی ضرورت نہیں، اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ ہمیں مضمون نگار کا سب کلام منظور ہے۔

ہر چند کہ اختصار مقتضی، کہ اعادہ مکرر نہ ہو مگر مضمون نگار کو تکرار کی عادت ہے یہاں بھی اس نے قاضی کے فیصلے کی تکرار کی ہے، ہم نے سوالات کے پیرائے میں اس کا فیصلہ کر دیا، لہٰذا اس کا اعادہ تو نہ کریں مگر یہاں پر آیہ کریمہ "ویحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمہ الکفر" الآیہ، جو ہم نے پہلے ذکر کی اس کے تحت معالم میں جو فرمایا ذکر کروں تا کہ بطرز دیگر قاضی کے فیصلے کا جواب ہو اور انکار کی جو آڑ لی ہے اور ص ۱۰/ پر یہ کہا ہے کہ اگر وہ شخص اس بات کا انکاری ہو جائے کہ اس نے ایسی کوئی بات کہی ہے تو اس کو شرعی طور پر [اس کفر سے] رجوع [یا توبہ] کرنے والا جانا جائے گا۔ [ص ۱۰] وہ بھی بے نقاب ہو جائے۔

معالم میں اس آیت کے تحت فرمایا: وقال الکلبی: نزلت فی الجلاس بن سوید، وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب ذات يوم بتبوك فذكر المنافقين وسماهم رجساً وعابهم، فقال جلاس: لئن كان محمد صادقاً لنحن شر من الحمير فسمعه عامر بن قيس، فقال: أجل إن محمداً لصادق وأنتم شر من الحمير، فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المدينة أتاه عامر بن قيس فأخبره بما قال الجلاس، فقال الجلاس كذب علي يارسول الله، و أمرهما رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يحلفا عند المنبر، فقام الجلاس عند المنبر بعد العصر فحلف بالله الذى لا إله إلى هو هو ما قاله، ولقد كذب على عامر، ثم قام عامر فحلف بالله الذى لا إله إلا هو لقد قاله وما كذبت عليه، ثم رفع يديه إلى السماء وقال: اللهم أنزل على نبيك تصديق الصادق منا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم و المؤمنون: آمين فنزل جبريل عليه السلام من السماء قبل أن يتفرقوا بهذه الآية، حتى بلغ: {فإن يتوبوا يك خيرا لهم} فقام الجلاس فقال: يا رسول الله أسمع الله عزوجل قد عرض على التوبة، صدق عامر بن قيس فيما قاله لقد قلته و أنا أستغفر الله وأتوب إليه، فقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك منه وحسنت توبته۔ کلبی نے کہا: یہ آیت جلاس بن سوید کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا بیان یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں خطبہ ارشاد فرمایا، تو اس میں منافقین کا ذکر کیا اور انہیں پلید فرمایا اور ان کی برائی ذکر کی، تو جلاس نے کہا: خدا کی قسم اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے ہیں تو ہم ضرور گدھوں سے بدتر ہیں یہ بات عامر بن قیس نے سن لی، تو وہ بولے: ہاں بیشک محمد سچے ہیں اور تم گدھوں سے بدتر ہو، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف پلٹے عامر بن قیس ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلاس کی بات کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی، تو جلاس نے کہا: یارسول اللہ اس نے میرے اوپر جھوٹ باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس قسم کھائیں، تو جلاس ممبر کے پاس بعد نماز عصر کھڑے ہوئے، پھر قسم کھائی کہ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بات

وہی ہے جو جلاس کہتا ہے اور خدا کی قسم میرے اوپر عامر نے جھوٹ باندھا، پھر عامر کھڑے ہوئے تو انہوں نے اللہ کی قسم کھائی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جلاس نے یہ بات کہی اور میں نے اس کے اوپر جھوٹ نہیں باندھا، پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: اے اللہ اپنے نبی پر ہم میں جو سچا ہے اس کی تصدیق اتار، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں نے آمین کہی، تو جبریل علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام لوگوں کے جانے سے پہلے یہ آیت لے کر اترے اور اس کی تلاوت میں اس قول تک پہنچے [فان یتوبوا یك خیرا لھم] تو جلاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ میں نے خدا کو سنا اس نے مجھ کو توبہ کی پیشکش کی، عامر بن قیس اپنی بات میں سچے ہیں اور میں نے وہ بات کہی اور میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہوں اور اس کی طرف رجوع لاتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول کی اور ان کی توبہ اچھی رہی۔

مضمون نگار اب قاضی کے فیصلے کی خبر لے، کیا عامر بن قیس قاضی تھے جنہوں نے جلاس کو منافق قرار دیا؟ کیا اس سے وہ ثابت نہ ہوا کہ جو کھلی گستاخی ہے، کفر ہے، اسے کفر ماننا اور قائل کو سنتے ہی کافر جاننا ماننا مومن کا کام ہے، جو قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں، جس پر اجماع صحابہ خود اسی روایت میں موجود ہے، جس کے انکار کو خود مضمون نگار نے کفریات میں گنا ہے اور اس انکار کی خبریں کہیے جس کی آڑ دیوبندیوں کی حمایت میں ص ۳۱، ۳۲/ پر لی ہے اس کا آیت نے اور اس روایت نے کیسا کام کیا، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے "فلا وربك لا یومنون حتیٰ یحکّموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ [نساء ۶۵] تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

معالم وغیرہ میں اس کے تحت یہ روایت ہے: مجاہد اور شعبی کا قول ہے کہ یہ آیت بشر منافق اور یہودی کے بارے میں اتری جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور اپنا معاملہ لائے، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قضیہ کا فیصلہ فرما چکے تھے، یہودی نے حضرت عمر کو اس کی خبر دی اور یہ کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ میرے حق میں فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے منافق سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب میں کہا: ہاں، آپ نے دونوں کو حکم دیا: اس وقت تک ٹھہرو کہ میں تمہارے پاس لوٹ کر آؤں، آپ گھر میں گئے اور تلوار لے کر لوٹے اور منافق کی یہ کہ کر گردن ماردی کہ میرا فیصلہ اس کے حق میں یہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہ ہو۔

حکم قتل کہ اب موقوف ہے جانے دیجیے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس معاملے کے ضمن میں کیا یہ ثابت نہ ہو گیا کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ردّ کفر ہے اور اس کو کافر جاننا فیصلہ قاضی پر موقوف نہیں، یہاں معالم میں تتمہ روایت بوجہ اختصار بیان نہ ہوا ہم نے اسے ظاہر کیا جو مشکوٰۃ وغیرہ میں درج ہے، یہاں سے بطرز دیگر مضمون نگار نے جو قاضی کے فیصلے کی رٹ لگائی ہے اس کا تو جواب ہو ہی گیا، آیہ کریمہ کے تحت یہ روایت جو تفاسیر میں بلانکیر درج ہے اور کتب احادیث میں مذکور ہے، کیا اس سے اجماع صحابہ واجماع مسلمین ثابت نہ ہوا جس کے رد کو مضمون نگار نے خود کفریات میں گنایا ہے؟ اور دیوبندیوں کی حمایت میں قاضی کے فیصلے کے بہانے کا انجام یہی ردّ اجماع صحابہ وعامہ المسلمین ہے یا کچھ اور؟ مضمون نگار صاحب اضطراب میں کیسے پیچ وتاپ کھا رہے ہیں؟ کیا ناظرین کی نظروں سے یہ سب پوشیدہ ہے؟ دیوبندیوں کی عبارتیں بغیر کسی شبہے کے کھلی گستاخی، تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول، جس کا دفاع ناممکن، ان جملوں نے دل کی بات بتادی، پھر اضطراب میں اس پر بھی قرار نہیں، لہٰذا یہ بیقراری عناد پر اکساتی ہے اور کہلواتی ہے کہ "مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا"، پھر دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ تمام مسلمان اسے قبول نہیں کریں گے، اس کا اقرار بھی کر جاتے ہیں، پھر پلٹا کھاتے ہیں کبھی انکار کی آڑ لیتے ہیں اور کبھی میڈیا کی خبروں کا بہانہ بناتے ہیں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ دیوبندیوں

کی عبارتیں ہی نہیں، پھر انہیں کونسے پہلو پر قرار ہے۔

مضمون نگار ص ۱۳/ پر کہتا ہے: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اہانت بالقصد بلا شک وشبہ کفر ہے۔ الخ

ہم کہتے ہیں یہ صحیح ہے کہ اہانت بالقصد بلا شبہ کفر ہے اب مضمون نگار یہ بتائے کہ بالقصد کی قید احترازی یا اتفاقی ؟ پہلی صورت پر یعنی جب کہ قید احترازی ہو اس کے بموجب اہانت بلا قصد کفر نہیں اور صریح اہانت خود اسی کے اقرار سے بالقصد ہو یا بلا قصد کفر ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ یہ قید اتفاقی ہو اب اس صریح تناقص کا کیا جواب ہے، کہ ابھی وہ چند سطر کے بعد کہنے والا ہے کہ "امام تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب "السیف المسلول" میں پانچ سو سے زائد صفحات محض اہانت رسول [صلی اللہ تعالی علیہ وسلم] کی شرعی حد سے متعلق تحریر کیے، بالقصد ہو یا بلا قصد، جبکہ صرف اگر ایک شخص ارادہ نبی کریم [صلی اللہ تعالی علیہ وسلم] کی بے ادبی کرتا ہے تبھی وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ [ص ۱۳:]

اور اس سے پہلے "احیاء العلوم" سے جو نقل کیا اور دیوبندیوں کی عبارتوں پر جو تبصرہ کیا جو بارہا گزرا اس کا بھی صریح مفاد یہی ہے کہ صریح لفظ اپنے معنی پر محمول ہوگا اور اس میں نیت کی حاجت نہیں خصوصا جب کہ متعین ہو اور دیوبندیوں کا کلام خود اس کے اقراروں سے متعین ہے، جیسا کہ بارہا گزرا اور ص ۱۳/ پر ابھی جو اس کی عبارت گزری اس کا بھی مفاد یہی ہے کہ خود صریح لفظ دلیل قصد ہے ان تمام باتوں کے باوجود اور یہیں اس اقرار کے باوجود کہ بالقصد ہو یا بلا قصد، خود کو کیوں جھٹلاتا ہے اور اسی کے متصل یہ کہتا ہے: جب کہ ایک شخص ارادہ نبی کریم کی بے ادبی کرتا ہے تب ہی وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ [ص ۱۴:]

اور اگر یہ مضمون "سیف مسلول" کا ہے جیسا کہ اس کے طرز سے ظاہر ہے کہ پہلے سیف مسلول کا ذکر کیا تو اصل عبارت پیش کرے اور بتائے کہ اس کا خط کشیدہ جملہ سیف مسلول کی کس عبارت کا ترجمہ ہے؟ اور اس کا اس جملے سے جو اس نے اس سے پہلے تحریر کیا یعنی بالقصد ہو بلا قصد کیا ربط ہے اب ہم یہاں بعونہ تعالی "السیف المسلول" کے ارشادات کا خلاصہ بیان کریں: اہانت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہیں دشنام دینے کے طور پر ہو یا ان کی شان گھٹانے اور انہیں عیب لگانے کے طور پر ہو، ہنسی میں ہو یا سنجیدگی میں، تعریض کے طور پر ہو یا صراحہ کفر ہے اور اس کا مرتکب باتفاق جمیع ائمہ مذاہب کافر ہے اور اسے قتل کیا جائے گا، اختلاف اس میں ہے کے یہ قتل کی سزا بطور حد ہے تو اس سے توبہ نہ لی جائے گی اور باوجود توبہ قتل کیا جائے گا، یا ردّت کے طور پر ہے، لہذا اس سے توبہ کا مطالبہ ہوگا اگر توبہ کرلے تو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ قتل کیا جائے گا اور ائمہ حنفیہ کا مختار و معتمد یہی ہے جیسا کہ درمختار اور ردّ المحتار سے اس کی تصریح آئے گی اور یہ کہ اہانت کے مرتکب کے کفر و عذاب میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے، مضمون نگار نے یہ ساری تفصیل آخر کیوں اڑادی، بہر حال اب ہم یہاں سیف المسلول کی عبارتیں پیش کریں جن سے ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اور اس میں کسی کا خلاف معتبر نہیں۔

......... جاری

ص ۳۶/ کا بقیہ ..........................................

اب وہ تمام لوگ جو اہل بیت اطہار اور سیدہ فاطمہ کا نام لے کر مولانا جلالی پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ان پہ طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں آخر مولانا سعیدی کی اس عبارت پہ کیوں خموش ہیں؟ کیا وہ سیدہ فاطمہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھتے ہیں؟

نوٹ : اگر ہمارے اکابر کو اس موقف کے کسی جزء پر اعتراض ہوگا تو بندۂ حقیر بسر وچشم اس قابل اعتراض جزء سے رجوع کرلے گا۔ ◆◆◆

از: مفتی انیس عالم سیوانی*

# لفظ خطا کا مفہوم اور استعمال

**چند** ہفتے قبل پاکستان کے معروف عالم دین، اسلامیات کے نامور اسکالر اور محقق، اہل سنت و جماعت کے راسخ العقیدہ اور متصلب صاحب علم وفضل، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیمات اور مسلک کے بیباک ترجمان، کنز العلما، علامہ، ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے اوّل خلیفہ، یارغار، افضل الخلق بعد الانبیا، صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفاع اور روافض کے ردّ میں خطاب کرتے ہوئے بنت رسول اللہ، جگر گوشۂ پیمبر، سیدۂ نساء العلمین، خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف باغ فدک کے مطالبہ کے سلسلے میں لفظ خطا کی نسبت کی۔

ان کے بیان کا وہ جملہ جس پر ہنگامہ برپا ہے، وہ یہ ہے "جس وقت سیدہ باغ فدک کا مطالبہ کررہی تھیں اس وقت خطا پر تھیں جیسے ہی ان کو حدیث "لا نورث" پہنچی، انہوں نے سر تسلیم خم کردیا۔"

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف "لفظ خطا" کی نسبت کو بہانہ بنا کر اللہ ورسول کے دشمن، صحابہ کے مخالف، رافضیوں تبرائیوں نے جہاں آسمان سر پہ اٹھالیا، خلفائے ثلاثہ کی توہین جوان کا دین ہے اس میں اضافہ کے ساتھ ساتھ علامہ جلالی کے خلاف بدکلامی وبدتمیزی کا طوفان برپا کیا، بہر حال روافض سے کیا گلہ شکوہ وہ تو خدا ورسول کے باغی اور مجرم ہیں ہی لیکن افسوس جب ہوا کہ ہمارے بہت سے سادہ لوح علما اور نادان پیر صاحبان نے جلالی صاحب کو گستاخ اہل بیت اور نہ جانے کیا کیا کہنا شروع کردیا، مزید پوری شدت کے ساتھ یہ مطالبہ فرمانے لگے کہ جلالی صاحب یہ لفظ واپس لیں اور توبہ کریں حالانکہ جلالی صاحب نے لفظ خطا کا اطلاق اہل تشیع کے جواب اور ان کے ردّ میں کیا تھا، انہوں نے بار بار اپنی تقریروں میں یہ وضاحت کی اور فواتح الرحموت وغیرہ کا حوالہ بھی پیش کیا کہ ایسے مواقع پر خطاء اجتہادی کی نسبت پہلے بھی علما کرتے رہے ہیں اور خطاء اجتہادی نہ معیوب ہے اور نہ کوئی گناہ۔

اس پس منظر میں حقیر نے چاہا کہ اپنا مطالعہ اور نظریہ اپنے سنی عوام کے سامنے پیش کرے تا کہ جو لوگ غلط فہمی اور لاعلمی کے سبب صحیح اور غلط میں امتیاز نہیں کر پارہے ہیں وہ حقائق سے مطلع ہوجائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ سیدۂ کائنات فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی محبت وتعظیم کا نام لیکر روافض ہمارے ایمان وعقیدے کو خراب کرڈالیں، سب سے پہلے یہ جانیں کہ رافضیوں کے بارے میں اہل سنت کا نظریہ کیا ہے، اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

۱- تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان میں گستاخی کرے، اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام وخلیفۂ برحق نہ مانے، کتب معتمدۂ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامۂ ائمۂ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔

۲- صدیق اکبر کی صحابیت کا منکر کافر ہے۔

۳- رافضی اگر مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

۴- رافضیوں میں سے جو شخص مولیٰ علی کو خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

۵- وجیز امام کردری مطبوعہ مصر ج ۳/ص ۳۱۸/ میں ہے

خلافت ابوبکر کا منکر کافر ہے اور خلافت عمر فاروق کا منکر بھی کافر ہے، یہی صحیح تر ہے۔

۶- تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں ہے اور رافضی، قدری تشبہی کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں۔

۷- رافضی تبرائی جو شیخین کو بُرا کہے کافر ہے۔

۸- رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان ومولیٰ علی وحضرت طلحہ و حضرت زبیر وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

۹- اصح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت و خلافت کا منکر کافر ہے۔ (ردالرفضہ، فتاویٰ رضویہ، ج ۱۴ ص ۲۵۰ تا ۲۵۲)

رافضیوں سے متعلق احکام شرع اس لیے لکھ دیئے تا کہ وہ حضرات جو روافض کی ہاں میں ہاں ملانے کو حُب علی وفاطمہ سمجھتے ہیں وہ ہوشیار ہوجائیں اور اہل سنت کے عوام وخواص آگاہ ہوجائیں کہ وہ مولوی یا پیر یا مجاور یا نام کے سید صاحبان جو غالی رافضیوں کو مسلمان گمان کرتے ہیں یا محبان اہل بیت تصور کرتے ہیں وہ اپنے ایمان وعقیدے کی خیر منائیں۔

اب اس کے بعد میں اصل موضوع کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں عربی زبان کا مشہور لغت ''المعجم الوسیط'' میں لکھا ہے:

(الخطاء) مالم یتعمّد من الفعل وضد الصواب یعنی انجانے میں کوئی کام ہوجائے اسے خطا کہتے ہیں اور دوسرا معنی ہے درست کی ضد کو خطا کہتے ہیں۔

''مختار الصحاح'' میں لکھا ہے (الخطاء) ضد الصواب۔ یعنی صحیح کے خلاف کو خطا کہتے ہیں (المخطی) من اراد الصواب فصار الیٰ غیرہ یعنی صحیح کا ارادہ کرنے والے سے اس کے خلاف فعل ہو تو اسے مخطی کہتے ہیں مصباح اللغات میں لکھا ہے جانے یا انجانے میں غلطی کرنے کو خطا کہتے ہیں یعنی بالارادہ یا بغیر الارادہ۔

**انبیا کے لیے ''لفظ خطا'' کا استعمال**

قرآن حکیم میں آیا **وَعَصىٰٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ** اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ (سورہ طٰہٰ ۲۰ / آیت ۱۲۱)

حضرت مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں ''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اگر چہ اللہ کی عصمت کی پناہ میں ہونے یعنی گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود ''**لغزش**'' سے خالی نہیں ہیں، ان کی ''**ادنیٰ لغزش ہی ان کے رتبۂ عالی کے اعتبار سے گناہ ہے**'' اور اولیاء اللہ اگر چہ اللہ کی حفاظت میں ہیں یعنی گناہ سے محفوظ ہونے کے باوجود ''**گناہ صغیرہ سے خالی نہیں ہیں**''۔ (مکتوبات دوصدی ص ۷۷)

اسی میں ہے ''اور جناب آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے بندہ، جن کے سر پر عصمت کا تاج، اور جس پر خلافت کی قبا، ہزاروں ہزار کرامات ونوازشات سے سرفراز، صرف وہی ایک مناہی جو تم نے سنا ہوگا، **ولا تقربا هٰذه الشجرة فتكونا من الظالمين** (اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ گنہ گاروں میں ہوجاؤ گے۔ (البقرہ، ۲ / آیت ۳۵)

پر قائم نہ رہ سکے، قدم لڑکھڑا ہی گیا (حوالہ سابق) آدم کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہو (حوالہ سابق) اور اگر گناہ میں جا گرے تو فوراً اٹھ کھڑا ہوجائے اور مغفرت چاہے جیسا کہ ہمارے باپ آدم اُٹھ کھڑے ہوئے اور درخواست کرنے لگے ربنا ظلمنا انفسنا گناہ پر اصرار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ پر اصرار کفر کا پیش خیمہ ہے۔ (مکتوبات دوصدی ص ۸۱)

حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی جو خود سادات کرام سے ہیں تحریر فرماتے ہیں ''حضرت آدم علیہ السلام کی **لغزش** گیہوں کے دانہ کی وجہ سے واقع ہوئی۔ (سبع سنابل ص ۸۱ / رضوی کتاب گھر)

حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادی فرماتے ہیں ''جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا، گریہ وزاری میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ تمام بدن آپ کا شامت **لغزش** سے سیاہ ہوگیا۔

(فوائد سعدیہ ص ۸۵)

بعض صحابۂ کرام بشمول سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہم نے ابتدائے اسلام میں رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مقاربت فرمائی (اس وقت یہ بات منع تھی) تو اللہ نے فرمایا: **عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ**۔ اللہ نے جانا تم کو اپنی

جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے۔ (البقرہ آیت ۱۸۷)

امام رازی نے فرمایا ”ان کا مسکن وہ دار ہے جس میں تمہارے باپ کو لغزش کی وجہ سے نہیں رہنے دیا گیا۔“ (تبیان القرآن ج ۲ ص ۹۱۴)

**علم الله انکم کنتم تختانون** کے ماتحت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”بڑوں کی خطا چھوٹوں کے لیے عطا ہے، دیکھو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطاء جماع ہوا اس کی برکت سے تا قیامت مسلمانوں کو آسانی حاصل ہوئی، تمام دنیا کا ظہور آدم علیہ السلام کی ایک **خطا** کی برکت سے ہوا۔ (تفسیر نعیمی ج دوم ص ۲۱۶)

بخاری شریف میں ہے ”انصار کے نیکو کاروں کو قبول کرو اور **لغزش** کرنے والوں کو درگزر کرو۔“ (نزہۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: **قال تعالیٰ: وعصی اٰدم ربّه** اور آدم نے اپنے رب کی **معصیت** کی حالانکہ خود فرماتا ہے، **فنسی ولم نجدله عزماً** آدم **بھول** گیا، ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن **سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ**“ اسی میں ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین** نیکوں کے جو نیک کام ہیں وہ مقربین کے حق میں گناہ ہیں، وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۰۰)

فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۰۱ میں ہے **ذنبک** سے مراد **اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں**، مولانا غلام رسول سعیدی ملّا علی قاری کے حوالے سے لکھتے ہیں: **وفیه دلیل علی جواز الخطأ فی الاحکام الجزئیة** اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آپ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے احکام جزئیہ میں **خطا** کا واقع ہونا ممکن ہے اور قواعد شرعیہ میں **خطا** ہونا ممکن نہیں ہے اور علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں **خطا** پر برقرار نہیں رہتے تھے۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اکثر وبیشتر آپ کا اجتہاد افضل واولی ہی کا ہوتا تھا لیکن بعض اوقات تشریعی حکمتوں کے تقاضے سے آپ کا نظریہ ہر چند کہ فی نفسہ صحیح اور درست ہوتا تھا لیکن آپ کی عالی قدر جناب کے اعتبار سے وہ افضل واولیٰ نہیں ہوتا تھا اور آپ کی **اجتہادی خطا** اس سے زائد نہیں ہوتی تھی اور آپ کے اجتہاد میں **خطا** کا لاحق ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض اوقات آپ کو نسیان لاحق ہوا، نماز میں سہو ہوا الی آخرہ۔ (شرح صحیح مسلم ج سوم ص ۲۷۳)

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم اس وقت تک حقیقت ایمان تک نہیں پہنچ سکتے جب **تک تم سب لوگوں کو دین خداوندی میں احمق نہ جانو**۔“

اسی میں ہے حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر شخص اپنے اور اپنے رب کے درمیان والے معاملات میں احمق ہے البتہ بعض بیوقوف دوسرے بعض کے مقابلہ میں کمتر ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۸۷۶)

یہ بھی ہے کہ ”اور تمہیں اس بات کو سچ سمجھنے سے اس لیے اعراض نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی **خطا** پر روئے تھے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۰۳)

غور کرنے کا مقام ہے کہ تفسیر اور حدیث سے لیکر فتاویٰ اور تصوف کی معتبر کتابوں میں ہمارے اسلاف نے لفظ خطا، معصیت، لغزش، گناہ، خطاء اجتہادی، زَلّت، سہو، نسیان، خلاف اولیٰ کی نسبت حضرت آدم، حضرت داؤد اور خود ہمارے آپ کے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے، آج تک کسی صاحب علم نے ان بزرگوں کو گستاخ، نالائق اور لاتعلق نہ فرمایا، نہ کسی نے ان سے توبہ ورجوع کا مطالبہ ہی کیا اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ ان مفسرین، محدثین اور صوفیاء سے ان الفاظ کے استعمال میں چوک ہوگئی ہے لہذا ہم ان کی خطاؤں کی پیروی نہیں کریں گے، اب ایسی صورت میں اہل علم کی بارگاہ میں چند معروضات:

۱- کیا ہر خطا گناہ اور قابل عقاب وسزا ہوتی ہے۔

۲- اللہ کی مخلوق میں انبیائے کرام سے بھی کسی کا مرتبہ بلند ہے۔

۳- صحابہ یا اہل بیت کو ہم حضور کی نسبت غلامی وقرابت کے سبب محترم مانتے ہیں یا مستقلاً۔

۴- کیا اہل بیت یا صحابہ کا مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفع ہے۔

۵۔ جو الفاظ انبیاء کے لئے گستاخی نہیں وہ سیدہ فاطمہ یا کسی غیر نبی کے لیے گستاخی کیسے؟

۶۔ اہل بیت کرام کا احترام بلا شبہ حضور کی تعظیم واحترام ہے ان کے حقوق مسلمانوں پہ بیشمار جس کا احاطہ ممکن نہیں لیکن حضرت آدم وداؤد اور خود ہمارے آقا کا کوئی حق مسلمانوں پر ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو یہ امتیاز کیوں؟ کہ ایک ہی لفظ انبیاء کے لیے استعمال ہو تو کانوں کان خبر نہ ہو اور غیر نبی کے لیے استعمال ہو تو توبہ ورجوع کا مطالبہ، بائیکاٹ کی تحریک، پھانسی دیئے جانے کی مانگ اور قائل کو سیدۂ کائنات کا دشمن، باغی اور گستاخ قرار دیا جائے۔

مانا کہ دنیا میں عمر جیسا منصف نہیں مولیٰ علی جیسا اقضی نہیں لیکن کلمہ پڑھنے والوں کو کیا اتنی بھی سمجھ نہیں کہ دن کے اجالے میں سرعام انصاف کو سولی پہ لٹکایا جا رہا ہے، اہل بیت اور بزرگان دین کی جنگ لڑنے والے ہی کو باغی اور گستاخ قرار دیا جا رہا ہے۔

اس کا مطلب ہوا کہ سیدنا ابو بکر وعمر وعثمان کو گالیاں دینے والے حق ہیں، وہ رافضی جو قرآن میں کمی وزیادتی کا برملا اعلان کرتے ہیں وہ حق پر ہیں، وہ تبرائی بے ادب جو وحئ الٰہی کے پہنچانے میں حضرت جبرئیل کو خاطی مانتے ہیں وہ سچے ہیں؟

وہ جماعت جو حضرت ابو بکر وعمر پر لعنت بھیجتی ہے، ان کو غاصب وظالم کہتی ہے، منافق کہتی ہے، وہ سچے ایمان والے ہیں، معاذ اللہ رب العالمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، افسوس صد افسوس ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مانا کہ آج انصاف مانگنے والوں کو انصاف نہ ملے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روئے زمین سے انصاف اور عقل ودیانت کا خاتمہ ہو چکا ہو، لیکن کیا اللہ کے یہاں انصاف نہ ہوگا؟ ضرور وہاں انصاف ہوگا، وہاں نہ کوئی گٹھ جوڑ کام آئے گا، نہ کوئی اتحاد، نہ حکومتی پاور، وہاں صرف اور صرف حق کا بول بالا ہوگا، ظالموں اور حق چھپانے والوں کے منہ میں آگ کی لگام پہنائی جائے گی، وہاں سچ ہی سچ ہوگا۔

حیرت ہے، سیدہ فاطمہ اور اہل بیت اطہار کا نام لیکر کس طرح ایک عالم دین کو رسوا کرنے کی سازش رچی جا رہی ہے، کیا اب بھی ہمارے سنی روافض کی گھیرابندیوں سے باہر نہیں آئیں گے؟ حضرت سیدنا مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی، حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی، بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی صاحب فواتح الرحموت، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، پیر کامل حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی، کیا ان بزرگوں سے زیادہ علم اور تقویٰ والے لوگ آج پیدا ہو گئے ہیں؟ کیا ان بزرگوں کو نہیں معلوم تھا کہ تعظیم کیا ہے اور توہین کیا ہے؟

میری گزارش ہے کہ سب سے پہلے اہل علم ڈاکٹر جلالی صاحب کی اس تقریر کو سنیں، اس کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں، اعتراض کے بعد جو وضاحتیں انہوں نے کیں اور جو دلائل پیش کیے ان کو سامنے رکھیں، پھر انصاف کریں۔ ہرگز ہرگز کسی دوسرے کے مضمون پر بلا پڑھے دستخط نہ کریں، اس لئے کہ بہت سے چالاک مولوی اپنا مقصد حل کرنے کے لیے بڑے اور نامور لوگوں کا نام نہایت چالاکی سے استعمال کر لیتے ہیں، ہندوستان میں بھی مشائخ کو بھڑکانے کی کوشش کی جا رہی ہے، وہ حضرات جو مسلک اعلیٰ حضرت کے اندرونی طور پر مخالف ہیں وہ ڈاکٹر جلالی کی مخالفت کے لئے بزرگوں کا نام استعمال کر رہے ہیں، حالانکہ انہیں نہیں معلوم ہے کہ جس لفظ خطا کو لے کر کے ڈاکٹر جلالی کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے اس لفظ خطا کا استعمال ہمارے مسلم الثبوت بزرگوں نے انبیا ومرسلین وخلفائے راشدین اور اہل بیت اطہار کے لئے اپنی تصنیفات عالیہ میں جا بجا کیا ہے۔

❖ کیا یہ نہیں معلوم کہ ڈاکٹر طاہر القادری ایک منافق صفت شخص ہے۔
❖ یہود ونصاریٰ کا ایجنٹ ہے۔
❖ جس کا ڈاکٹر جلالی مستقل ردّ کرتے رہے ہیں۔
❖ کیا یہ بات ڈھکی چھپی ہے کہ روافض اور وہابیہ کے خلاف ڈاکٹر جلالی پوری شدت کے ساتھ ردّ وابطال کرتے رہے ہیں؟
❖ کیا اس بات کا علم آپ حضرات کو نہیں کہ مولانا سعید

اسعد چند ہفتوں پہلے تک اپنے بیانوں میں یہ کہہ رہے تھے کہ حضور کو چالیس سال کے بعد نبوت ملی، جس پر ڈاکٹر جلالی نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ناطقہ بند کر دیا۔

❖ کیا اس سے بے خبر ہیں کہ مولانا جمال الدین بغدادی کی بے احتیاطیوں پر ڈاکٹر موصوف نے بروقت تنقیدیں کیں؟

❖ کیا یہ کوئی چھپی ہوئی بات ہے کہ تحریک لبیک کو لیکر بانئ تحریک ڈاکٹر جلالی اور مولانا خادم حسین رضوی کے مابین کیا کیا ہو چکا ہے؟

❖ مزارات اولیاء پر جو غیر شرعی حرکتیں نام کے سید اور پیر فقیر اور مجاورین کر رہے ہیں، کھلم کھلا شریعت کا مذاق اڑا رہے ہیں، ان بیہودہ حرکات کے مرتکبین کو کس نے آڑے ہاتھوں لیا؟

اب ایسے لوگ اگر متحد ہو کر ایک حق گو عالم دین کو رسوا کرنے کی کوشش کریں، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کریں، پھر ایسے لوگوں کے ساتھ ذمہ دار حضرات کھڑے ہوں تو اسے سیدہ فاطمہ زہرا کی محبت نہیں بلکہ اپنے مخالف سے عناد کہا جائے گا۔ آخر کیوں نہیں تمام معترضین نے مل بیٹھ کر ان معروضات کا جواب دیا جسے پیر سید تبسم شاہ قادری نے حضرت پیر سید مہر علی صاحب علیہ الرحمہ کی کتاب سے پیش کیا؟

کیا وجہ ہے کہ جب مولانا مفتی اشرف القادری نے مولانا جلالی کے خلاف بیان دیتے ہوئے سیدہ فاطمہ زہرا کے بارے میں وہی الفاظ کہے جو ڈاکٹر جلالی نے کہے تھے پھر ان سے توبہ و رجوع کا مطالبہ آپ میں سے کسی نے کیوں نہیں کیا؟ ڈاکٹر طاہر القادری نے جب تمام دھرموں کے لوگوں کے ساتھ پروگرام کیا اور ہر دھرم کے لوگوں نے اپنے اپنے مذہبی کلمات پڑھے اور سب نے ساتھ دیا اس کفری عمل کے خلاف اتحاد کیوں نہیں ہوا؟

پاکستان کی سرزمین پر مسٹر طاہر القادری نے منہاج القرآن مسجد کے اندر یہود و نصاریٰ کو بلایا بلکہ یہ کہا کہ ہماری مسجد کے دروازے یہود و نصاریٰ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے اس کے خلاف کوئی متحدہ آواز کیوں نہیں بلند ہوئی؟ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی تصنیف شرح صحیح مسلم میں ''لفظ ذنب'' کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا، اسے اپنی تحقیق قرار دیا اور کہا کہ یہی حق و صواب ہے۔

اسی شرح صحیح مسلم کی تیسری جلد میں انہوں نے صاف صاف لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہادی خطا کا ہونا ممکن ہے بلکہ چند سطور میں پانچ بار حضور کے لیے لفظ خطا کا استعمال انہوں نے کیا۔ ان کے خلاف کوئی آواز نہیں بلند ہوئی، کوئی پابندی نہیں لگی، کوئی ایف آئی آر نہیں کٹی، کوئی تحریک نہیں چھیڑی گئی؟ شاید اس لیے کہ معاملہ جان ایمان سرور کائنات کی ذات سے تھا اور روافض کو حضور کی توہین و تعظیم سے کوئی فرق نہیں پڑتا، رافضیوں نے اسے توہین نہ سمجھا تو ہمارے بڑے بڑے سنی پیروں فقیروں اور سادات کرام نے بھی حضور کے لیے اجتہادی خطا کے استعمال پہ کوئی تڑک بھڑک نہ دکھائی، جلالی صاحب نے دو بار لفظ خطا حضرت سیدہ پاک کے لیے استعمال کیا وہ بھی بطور تعریض اور جواب کے تو آپ سب نے ہنگامہ برپا کر دیا جبکہ سعیدی صاحب نے ۵/۶ لائنوں کی عبارت میں ۵ مرتبہ لفظ خطا نبی بلکہ افضل الانبیاء کے لیے استعمال کیا پھر بھی سنّاٹا۔۔۔

حضرت علامہ مولانا طیب صاحب کی تفسیر برہان القرآن میں وہی جملہ موجود ہے جس کا الزام ڈاکٹر جلالی پر ہے آخر برہان القرآن کے مصنف سے رجوع کا کیوں نہیں مطالبہ ہوا اور ابھی بھی نہیں ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر جلالی نے صاحب فواتح الرحموت ملّا عبد العلی فرنگی محلی کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا جواب تحریک رجوع کے قائدین نے کیوں نہیں دیا؟

بلکہ سچ یہ ہے کہ ڈاکٹر جلالی نے اپنے اوپر لگے الزام کے جواب میں فواتح الرحموت، تفسیر خزائن العرفان، تفسیر برہان القرآن، تصفیہ مابین سنی و شیعہ وغیرہ سے جو دلائل پیش کیے اس پر توجہ نہ دینا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ڈاکٹر جلالی کے مخالفین جو شور ہنگامہ برپا کیے ہیں وہ ذاتی عناد و مخاصمت اور لاعلمی پر موقوف ہے اور کوئی خانقاہی عظمت کے بہانے، کوئی سیدہ پاک کے بہانے کوئی نام و نسب کے حیلے بہانے سے رافضیوں کے موقف کی جانے انجانے میں تائید و حمایت کر رہا ہے۔

معترضین نے سوائے رونے دھونے اور سیدہ فاطمہ اور اہل بیت کے فضائل کی حدیثیں پیش کرنے کے یہ جواب نہیں دیا کہ جس لفظ خطا و ذنب کا استعمال نبیوں کے لیے گستاخی نہیں وہ سیدۂ کائنات کے لیے کیسے گستاخی بن گیا؟

❖ تحریک رجوع کے قائدین کیا یہ بتائیں گے کہ اہل بیت اطہار کی افضلیت نبی الانبیاء سے بڑھ کر ہے؟

❖ سیدہ فاطمہ افضل ہیں یا مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ؟

❖ سیدہ فاطمہ کو باغ فدک نہ دینا صحیح تھا یا غلط؟

❖ سیدنا صدیق اکبر نے جب باغ فدک نہ دیا تو سیدہ ناراض ہوئیں یا نہیں؟

❖ اگر ناراض ہوئیں اور جتنے دنوں تک ناراض رہیں اس بابت آپ کیا حکم لگائیں گے؟

حضرت علی حضرت فاطمہ سے ناراض ہو کر چلے گئے، حضور سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ علی نہیں ہیں، دریافت فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ سیدہ نے جواب دیا کچھ بات ہوگئی اس لیے ناراض ہو کر چلے گئے، حضور تلاش میں نکلے تو دیکھا علی فرش پہ لیٹے ہوئے ہیں جسم مبارک میں مٹی لگی ہے، حضور دست کرم سے جھاڑتے اور فرماتے اے ابوتراب اب بتائیے؟ سیدہ فاطمہ اور مولیٰ علی کے درمیان کہاسنی ہوئی ناراض ہو کر مولیٰ علی گئے اب کس پر الزام رکھیں گے؟

انما یرید اللہ کا مطلب اگر یہ ہے کہ اہل بیت سے کسی قسم کے سہو و نسیان اور خطاء اجتہادی کا وقوع محال تھا تو پھر اللہ نے قرآن میں انذر عشیرتک الاقربین کیوں فرمایا اور حضور نے سیدہ فاطمہ سے یہ کیوں فرمایا لاتتکی انی بنت رسول اللہ اعملی اعملی اعملی، سبع سنابل شریف میں حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی فرماتے ہیں ''پس یہ خطاب ان سادات پر کہ نہ صلبی فرزند ہیں اور نہ حقیق بدرجۂ اعلیٰ وارد ہے اور ہاں! دیکھو تو یہ تو حضور سب سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ ''اس پر مت اتراؤ کہ ہم رسول خدا کے فرزند ہیں عمل کرو عمل کرو عمل کرو۔ (سبع سنابل ص ۷۸)

اسی سبع سنابل میں ہے ''اور وہ جو مولیٰ علی نے فرمایا ہے کہ ''آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جو ہمارے گروہ کی جانب اپنے آپ کو منسوب کرے گی حالانکہ وہ ہمارے گروہ سے نہیں ہوگی، ان کا ایک بدلقب ہوگا، لوگ انہیں رافضی کہیں گے، پس جب تم ان سے ملو تو ان کو قتل کر ڈالنا اس لیے کہ وہ مشرک ہیں۔''

(سبع سنابل شریف ص ۸۶)

قتل و قتال کی کون بات کرے، انہیں بدلقب لوگوں کے نرغے میں بہت سے پیر فقیر، بابا اور نام کے سید بھی ہیں، صحابہ اور اہل بیت کے افراد کی بعض عمومی فضیلتیں اور بعض مخصوص فضیلتیں وارد ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر نبی اور نبی کا فرق ختم ہو گیا، انبیا کے علاوہ بشر میں کوئی بھی معصوم نہیں، یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اسی مسئلہ کو علامہ عبد العلی فرنگی محلی نے مقام بحث میں اجتہادی خطا لکھا ہے۔

اللہ کرے ہمارے علما، مشائخ اور سادات اپنوں اور بیگانوں کے فرق کو سمجھیں، بعض لوگ اتنے جذباتی کہ مباہلہ کا چیلنج فرما بیٹھے، ان سے عرض ہے کہ آگ میں کودنے کے بعد کون بچے گا یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے، لیکن چیلنج کرنے والوں کو اتنا یقین ہے کہ انہیں تو آگ جلائے گی نہیں! اس لیے میری گزارش ہے کہ ڈاکٹر جلالی مناظرہ یا مباہلہ کریں نہ کریں تحریک رجوع والے اور بالخصوص دعوت مباہلہ والے جلتے ہوئے چولہے پر بیٹھ کر دیکھا دیں لوگ خود ہی آپ کی حقانیت کا ڈنکا پیٹنے لگیں گے۔

میں اپنی گفتگو شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی کے ایک اقتباس پر کر رہا ہوں امید کہ ہنگامہ برپا کرنے والے غور کریں ''اور آپ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کے اجتہاد میں خطا کا لاحق ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض اوقات آپ کو نسیان لاحق ہوا، نماز میں سہو ہوا، آپ پر جادو کا اثر ہوا اور مرض لاحق ہوا، اللہ تعالیٰ ان عوارض بشریہ کو طاری کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ یہ عوارض نبوت کے منافی نہیں ہیں اور آپ اپنے تمام کمالات کے باوجود بہر حال اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خدا نہیں ہیں، جو خطا، سہو، نسیان اور امراض سے پاک اور منزہ ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج ثالث ص ۲۷۳، ۲۷۴)

بقیہ ص ۳۰ پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

# اطلاق خطا اور گستاخی کا شور! ایک تجزیاتی مطالعہ

ان دنوں ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کے ایک جملے پر پاک و ہند میں خوب تنازع برپا ہے، معاملے کی حساسیت کے پیش نظر ہم نے اس معاملے پر سکوت زیادہ بہتر سمجھا لیکن بدلتے حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ مذکورہ معاملے کے اہم پہلوؤں پر تجزیاتی تحریر لکھی جائے تاکہ عوام وخواص فریقین کے دعووں اور دلائل سے باخبر ہوسکیں اور کسی بہتر نتیجے تک پہنچ سکیں، چند ماہ قبل" شان مولیٰ علی رضی اللہ عنہ" سیمینار میں باغ فدک کے ضمن میں جلالی صاحب نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب " تصفیہ مابین سنی وشیعہ" کا ایک اقتباس پڑھ کر اس کی تشریح کرتے ہوئے یہ کہ دیا کہ:

" مطالبہ فدک کے وقت سیدہ فاطمہ خطاء (اجتہادی) پر تھیں۔"

دوران تقریر اور بعد میں مہینوں تقریر کے متعلق کہیں کوئی بات سننے میں نہیں آئی لیکن کسی بندے نے سیاق وسباق سے ہٹا کر محض اسی جملے کی کلپ" گستاخی فاطمہ" کے کیپشن کے ساتھ وائرل کردی، دیکھتے ہی دیکھتے پڑوسی ملک میں جلالی صاحب کی مخالفت شروع ہوگئی، مخالفت کرنے والوں میں تین گروہ اہم ہیں:

1-- رافضی

2-- سنفضی (نیم سنی نیم رافضی)

3-- بعض سنی علما ومشائخ

مخالفین میں یہی تین گروہ پیش پیش ہیں۔ درجہ بندی کے بعد اختلافی نقطہ نظر کو سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی، رافضی طبقہ اہل بیت اطہار کو" معصوم" گردانتا ہے اس لیے وہ ہمیشہ سے عقیدہ اہل سنت کے مخالف رہے ہیں اس لیے ان کی مخالفت باعث حیرت نہیں، سنفضی/تفضیلی طبقے کے افراد بظاہر خود کو سنی کہلاتے ہیں لیکن مزاجاً روافض کی اتباع وپیروی کرتے ہیں اس لیے جیسے ہی کوئی موقع ملتا ہے تو عقیدہ اہل سنت کی مخالفت اور روافض کی حمایت کا کوئی موقع نہیں چھوڑتے۔ حالیہ معاملے میں جیسے ہی روافض نے شور مچایا تو امیدوں کے عین مطابق سنفضی اور تفضیلی بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے مخالفت کی مہم میں شانہ بشانہ شریک ہوگئے۔

اختلاف کرنے والوں میں کئی ذمہ دار سنی علما ومشائخ بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض نے لفظ" خطا" کے استعمال کو بے ادبی اور گستاخی قرار دیتے ہوئے توبہ ورجوع کا مطالبہ کیا۔ تو بعض علما نے مذکورہ جملے کو محض تعبیری خطا قرار دیا اور سیدہ فاطمہ کے شایان شان نہ سمجھتے ہوئے اسے تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا، سنی علما ومشائخ کے مخلصانہ مشوروں کو قبول کرتے جلالی صاحب نے اپنے جملے سے رجوع کرتے ہوئے یہ بیان دیا:

" ہم سیرت فاطمہ اور فدک کے بیان میں بھی سیدہ فاطمہ کی جانب خطائے اجتہادی کا ذکر جائز نہیں سمجھتے لیکن روافض کے رد کے وقت مجبوری خاص اسی موقع پر اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں لیکن روافض کے فریب سے عوام اہل سنت کے اعتقادی تحفظ کی خاطر ہم اس لفظ کو ترک کرتے ہیں۔"

اس وضاحت کے بعد بھی حالات پر کوئی فرق نہیں پڑا الٹا جلالی صاحب کی مخالفت میں لا بنگ بڑھتی گئی، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ان کے بائکاٹ کی اپیلیں جاری ہونے لگیں اور بعض سیاست دانوں کی مہربانیوں سے قومی اسمبلی میں مذمتی قرار داد بھی پیش کی گئی، اپنے موقف کی وضاحت اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے " شان بتول

کانفرنس، بے خطا بے گناہ سیدہ زہرا کانفرنس" جیسی کئی کانفرنس منعقد کی گئیں جن میں جلالی صاحب نے نہایت عالمانہ اور مؤدبانہ لب و لہجے میں گھنٹوں خطاب کیا لیکن مخالفین پر ان خطابات کا کوئی اثر نہیں پڑا۔

### حالیہ معاملے پر ایک نظر

جلالی صاحب کے بیان پر رافضی، طبقے کے علاوہ تفضیلی، سنفضی اور بعض سنی علما و مشائخ کے اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ شیعوں نے اپنی فطرت کے مطابق تبرا اور گالی بازی شروع کر دی ان کی اتباع و پیروی میں سنفضی طبقہ بھی آگے آیا اور دونوں نے مل کر جلالی صاحب کو" ولد الزنا، نطفہ نا معلوم، مردود، حرامی، حیضی بچہ، منافق شیطان، ناصبی، یزیدی، جیسی گالیاں دے کر اپنے ذوق خاص کا اظہار کیا۔ اب جس گروہ کے نزدیک جماعت صحابہ پر تبرا اور گالی گلوچ مذہبی کلچر کا حصہ ہو اس کی بدزبانی سے بھلا کون محفوظ رہ سکتا ہے؟ ایسے گالی بازوں کے جواب سے ہم بھی معذور ہیں اور" قالوا سلاما" میں ہی عافیت جانتے ہیں، رہ جاتے ہیں سنی علما و مشائخ کے اعتراضات، ان میں معترضین کے دو طبقے ہیں:

1۔ بعض حضرات نے اسے تعبیری خطا قرار دیا اور" احترام اہل بیت" کے پیش نظر اس جملے سے رجوع کا مطالبہ کیا۔

2۔ بعض کے نزدیک" سیدہ کی جانب خطا کی نسبت شدید گستاخی اور بے ادبی ہے جس سے توبہ و رجوع لازمی ہے۔"

طبقہ اوّل نے محبت اہل بیت اور لحاظ عرف کے باعث "مذکورہ جملے" کو بدلنے کی اپیل کی۔ ان کی یہ اپیل یقیناً ان کے خلوص اور محبت اہل بیت کی دلیل ہے۔ ہمیں بھی اس حد تک ان سے اتفاق ہے کہ عوامی عرف کے پیش نظر" مطالبہ فدک" میں یہی مضمون مزید بہتر انداز میں بیان کیا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ "مشکلات الحدیث" میں غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی نے کیا ہے جس کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مختلف قرار دیتے ہوئے اجتہاد صدیقی کو" بہتر" قرار دیا ہے۔

غزالی زماں کے اقتباس کی تشریح کی جائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ" قضیہ فدک" میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہی مبنی بر صواب تھا۔ لیکن آپ نے عرف کے پیش نظر ان لفظوں سے پرہیز کیا جن سے رافضی اور رافضی نواز اہل سنت کو ورغلا سکتے تھے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

طبقہ دوم نے" نسبت خطا" کو سیدہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی قرار دیتے ہوئے نہایت جذباتی انداز اختیار کیا ہوا ہے۔ جذباتیت کی طغیانی میں وہ مسلسل اس بات کو دُہرا رہے ہیں کہ سیدہ کی جانب خطا کا اطلاق کسی طور پر جائز نہیں ہے ایسا کرنا ناصبیت اور بدبختی کی نشانی ہے، ان حضرات کے جذباتی ردعمل سے ایکبارگی تو اہل بیت کے تئیں ان کی محبت ظاہر ہوتی ہے لیکن معاملے کا دوسرا رخ دیکھتے ہیں تو حیرت کا شدید جھٹکا لگتا ہے کہ ان" جذباتی دیوانوں" میں وہ" روشن خیال" بھی مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں جو سیدہ فاطمہ کے بابا سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں کی جانے والی صریح گستاخیوں پر نہ صرف پہلو بدلتے ہیں بلکہ گستاخوں کو شرعی حکم سے بچانے کے لیے تاویلات فاسدہ سے بھی کام لیتے ہیں۔

ایک طرف یہ" جذباتی دیوانے" سیدہ کی جناب میں" خطائے اجتہادی" کا جملہ استعمال کرنے والے کو اہل سنت سے خارج کرنے کی مہم چلا رہے ہیں تو دوسری جانب آقائے دو جہاں ﷺ کی شان میں صریح گستاخیاں کرنے والوں، گستاخیوں کی اشاعت، وکالت اور تبلیغ کرنے والوں سے یاریاں نبھاتے ہیں اور ان کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ نظر آتے ہیں۔ آخر یہ دورنگی کیوں؟

سیدہ فاطمہ سے محبت کا دعوی تو سیدہ کے بابا کے دشمنوں سے یارانہ کیسا؟ طبقہ ثانی میں وہ افراد بھی ہیں جو" روشن خیال دیوانوں" سے مزاجاً الگ ہیں اور وہ" نسبت خطا" کو محض بے ادبی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ لفظ خطا مطلقاً بولا گیا ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ اس تشریح کے مطابق خطا سے خطائے معصیت کا ماننا

لازم آتا ہے جو یقیناً سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی جناب میں شدید گستاخی ہے۔

اپنے فہم کے مطابق ان حضرات کا استدلال درست اور بجا ہے لیکن جلالی صاحب پر اس کا انطباق اس لیے درست نہیں ہے کیوں کہ وہ اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ ان کی مراد "خطائے اجتہادی" ہے جو نہ گناہ ہے نہ بے ادبی، بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔تو جو چیز باعث اجر ہو اسے کسی معظم شخصیت کی جانب منسوب کرنا ہرگز ہرگز بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے، کسی قول کی اصل مراد قائل ہی بیان کر سکتا ہے جب قائل اپنی مراد ظاہر کر چکا تو خود سے اس قول کی مراد متعین کرنا علمی اصولوں کے خلاف ہے، اگر جملے میں کوئی متحمل لفظ موجود ہو تب بھی قائل کو دیکھا جائے گا کہ وہ کس سوچ وفکر کا حامل ہے،اعلی حضرت فرماتے ہیں:

"بعض متحمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے، اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کر چکا ہو تو اس کی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ: کل اناء یترشح بما فیہ۔" ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔" (فتاوی رضویہ ج29: /ص35)

اقتباس بالا کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہاں لفظ" خطا" کے قائل علامہ اشرف آصف جلالی ہیں، جن کی فکر ونظر محتاج تعارف نہیں ہے، موصوف بلاشبہ اہل سنت کے نامور محقق اور متصلب عالم دین ہیں" توحید سیمینار" میں آپ کے تحقیقی خطابات اور تصنیفات بہترین علمی سرمایہ ہیں، مذکورہ جملہ بھی" شان مولی علی سیمینار" میں ادا کیا گیا۔(ذرا سوچیں! جو شخص مولی علی کی عظمت بیان کرنے بیٹھا ہو، کیا وہ بانوئے مرتضیٰ کی توہین کرے گا؟) ماقبل کے جملے میں سیدہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے یہ جملہ ادا کیا:

"اہل بیت سے خطا کا امکان تو ہے لیکن رب نے حفاظت فرما دی ہے۔"

مذکورہ جملے کے فوراً بعد" سیدہ کی عظمت" کا بیان کیا۔عقائد اہل سنت کی ترویج واشاعت میں موصوف کی قابل قدر خدمات ہیں، روافض کے رد میں "عدالت صدیق اکبر، عظمت صحابہ" جیسے کئی اہم سیمینار منعقد کر کے سیکڑوں گھنٹوں پر مشتمل کئی تحقیقی خطاب فرما چکے ہیں، عقائد اہل سنت کی حفاظت اور بدعقیدوں کی تردید میں آپ کا نام مشعل راہ ہے۔ایسی پاک فکر ونظر اور خدمات کا وسیع دائرہ رکھنے والے عالم دین پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کا الزام لگانا علمی دیانت اور انصاف کا خون کرنا ہے۔جس شخص کی پوری زندگی دفاع صحابہ اور عظمت اہل بیت میں گزر رہی ہے، اسے بے ادب قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟

**خطا کا معنی اور اطلاق**

چونکہ ساری بحث" انتساب خطا" کی بنیاد پر ہو رہی ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے لفظ خطا کا معنی ومحل سمجھ لیا جائے تا کہ فریقین کے دعوؤں کو سمجھنے میں آسانی ہو، بنیادی طور پر "خطا" ایسے قول یا فعل کو کہتے ہیں جو دُرستی کے معیار پر پورا نہ اُترتا ہو، لیکن کرنے والے نے جان بوجھ کر انہیں نہ کیا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ قائل جانتا ہو کہ وہ جو کہنے/کرنے والا ہے وہ درست نہیں ہے مگر پھر بھی اس کام کو کہے یا کرے، قران کریم میں لفظ خطا اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ مَوَالِیْكُمْ ؕ وَ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (سورۃ الاحزاب: آیت5,)

"انہیں (لے پالکوں کو) ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچا زاد اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

دوسرے مقام پر اللہ فرماتا ہے:

وَ مَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا۔ (سورۃ النساء:92)

"اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے۔"

مذکورہ آیات میں لفظ "خطا" اس عمل کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے جس میں قائل وفاعل کا قصد وارادہ نہیں پایا گیا بلکہ نادانستہ صدور ہو گیا۔ ساتھ ہی آیات مذکورہ سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی "نادرست عمل" کرنے والے کو مطلقاً "غلط کار و خطا کار" نہیں کہا جاتا نہ ہی اس "نادرست عمل" کو شرعی غلطی مانا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں بھی "خطا" کو نادانستہ عمل کے معنی میں ہی استعمال کیا گیا ہے:

إِنَّ اللهَ قَدْ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ: (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 2121)

بے شک اللہ نے میری اُمت کی خطاؤں، بھول اور جن کاموں کے کرنے پر اُنہیں مجبور کیا گیا۔ (ایسے کاموں) سے درگزر فرمایا ہے)

مذکورہ حدیث میں بھی "خطا" کا اطلاق نادانستہ عمل پر کیا گیا اور اسے قابل درگزر قرار دیا ہے۔ درج بالا مثالیں ان اعمال وافعال کے بارے میں ہیں جو کسی بھی عام انسان سے صادر ہوتی ہیں۔ عام طور پر خطا کی دو قسمیں کی جاتی ہیں:

1— خطائے عرفی۔

2— خطائے شرعی

**خطائے شرعی کی دو قسمیں ہیں:**

1— خطائے عنادی: جس میں بالقصد گناہ کیا جاتا ہے۔

2— خطائے اجتہادی: جس میں مجتہد امر خیر کی کوشش کرتا ہے. یہ باعث اجر و ثواب ہے۔ اجتہادی امور میں کسی مجتہد پر تنقید جائز نہیں، فتاوی رضویہ میں ہے:

"اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی کی دو قسم ہے، مقرر ومنکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اُس پر برقرار رکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا، اور منکر وہ جس پر انکار کیا جائے گا جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، یا اینہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم للہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مداخلت حرام ہے، حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔

(المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۶)

جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔"

(فتاوی رضویہ ج29: ص54:)

عقیدہ اہل سنت کے مطابق بزرگ ہستیوں کی جانب خطائے عنادی یا خطائے عرفی کی نسبت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیوں کہ خطائے عنادی ہو کہ خطائے عرفی، انہیں اخلاقی طور پر درست نہیں سمجھا جاتا اور ان باتوں کو صاحب کردار شخص کے لیے معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ جو باتیں اخلاقاً یا عرفاً معیوب مانی جاتی ہوں انہیں بزرگ شخصیات کی جانب منسوب کرنا حد درجے کی جسارت وگستاخی اور بے ادبی ہے۔ اہل سنت و جماعت میں ادب واحترام کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اب رہ جاتا ہے خطائے اجتہادی کا معاملہ، چونکہ خطائے اجتہادی باعث ندامت نہیں بلکہ باعث ثواب ہے، کیوں کہ اس میں امر خیر کی کوشش ہوتی ہے۔ درستی کی صورت میں دوگنا اجر اور خطا کی صورت میں بھی ایک اجر ملتا ہے۔ اس لیے غیر معصوم افراد کی جانب اس کی نسبت کرنا بالاتفاق جائز ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

**کیا خطائے اجتہادی کی نسبت گستاخی ہے؟**

معظمین کی بارگاہ میں بے ادبی اور گستاخی انتہائی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے لیکن یہ نکتہ واضح رہے کہ معظمین کے حق میں وہ باتیں گستاخی اور بے ادبی کہلاتی ہیں جو فی نفسہ معیوب اور گناہ ہوں جیسے جھوٹ، غیبت، لالچ وغیرہ۔

چونکہ یہ ساری باتیں اپنے آپ میں عیب اور گناہ ہیں، ان جیسی باتوں کو معظمین کی جانب منسوب کرنا یقیناً پرلے درجے کی گستاخی اور سخت بے ادبی ہے لیکن جس "خطائے اجتہادی" پر شور برپا ہے وہ فی نفسہ عیب اور گناہ نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔ اجتہاد کے درست وخطا ہونے اور اس پر ثواب مرتب ہونے کو حدیث میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ۔

(بخاری شریف: رقم الحدیث 7352)

"حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دُہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور خطا کر جائے تو اسے (اجتہاد کرنے کے عوض) ایک گنا ثواب ملتا ہے۔"

اب جو بات عیب و گناہ نہیں، باعث اجر و ثواب ہے اس کی نسبت سیدہ فاطمہ کی جانب کرنا گستاخی قرار کیوں پائے گا؟ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے قبل بھی "خطائے اجتہادی" کی نسبت معظمین کی جانب کی جاتی رہی ہے، ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے دانہ گندم کھانے کو "خطائے اجتہادی" قرار دیا گیا ہے، جنگ جمل کے موقع پر سیدنا مولی علی رضی اللہ عنہ کے بالمقابل ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب "خطائے اجتہادی" کی نسبت کی جاتی ہے، جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آنے والے اجلہ صحابہ کی جانب "خطائے اجتہادی" کی نسبت کی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب "خطائے اجتہادی" کا قول کیا جاتا ہے، اس طرح کی درجنوں بلکہ اس سے زائد مثالیں کتب میں موجود ہیں لیکن کبھی بھی معظمین کے حق میں خطائے اجتہادی کی نسبت کو گستاخی قرار نہیں دیا گیا تو آج سیدہ فاطمہ کی جانب انتساب کو کس لیے گستاخی قرار دیا جا رہا ہے؟ جو بات انبیائے کرام کے حق میں گستاخی نہیں ہے وہی بات سیدہ فاطمہ کے حق میں گستاخی کیوں بتائی جا رہی ہے۔

اس معاملے پر بعض حضرات حد درجہ جذباتیت اور لفظوں کی بازی گری سے عوام کو Emotionally Blackmail کرنے کی ناروا کوشش کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جان بوجھ کر "خطائے اجتہادی" کو "خطائے معصیت" بتا کر لوگوں کے جذبات ابھار رہے ہیں۔ اگر سیدہ کی شان میں "خطائے معصیت" کی نسبت کی گئی ہوتی تو یہ سارا ہنگامہ جائز تھا لیکن بار بار "خطائے اجتہادی" کی وضاحت کرنے کے باوجود "خطائے معصیت" کی رٹ لگانا اول درجے کی خیانت اور سیدہ پاک کی شان میں شدید قسم کی بے ادبی بھی ہے۔

پچھلے چودہ سو سالوں سے ائمہ ومفسرین، انبیاے کرام، صحابہ اور ام المومنین کے حق میں "خطائے اجتہادی" کی نسبت کرتے آئے ہیں اگر "خطائے اجتہادی" کی نسبت گستاخی مان لی جائے تو جملہ اکابرین امت پر گستاخی کا الزام لازم آئے گا۔ لیکن آج تک کسی نے بھی "خطائے اجتہادی" کی بنا پر گستاخی کا قول نہیں کیا تو آج گستاخی قرار دینے کی وجہ کیا ہے؟ کیا ایسی جذباتی باتوں سے غیر شعوری طور شیعوں کے عقیدہ معصومیت کو کھاد پانی فراہم نہیں کیا جا رہا ہے؟

ہمارے افراد کے جذباتی رویّوں کو دیکھتے ہوئے سنی تفضیلی طبقے نے اہل بیت کے بارے میں "عقیدہ عصمت" کی تخم ریزی شروع کر دی ہے، ایک معروف پیر صاحب نے اپنی فیس بک پوسٹ میں لکھا:

"معصوم صرف نبی ہی نہیں فرشتے بھی معصوم ہیں اور در زہرا سے خیرات لیتے ہیں جب لینے والے معصوم ہیں تو دینے والوں کی عصمت کیا ہوگی۔"

ایک اور معروف پیر صاحب لکھتے ہیں:

"امکان خطا کا عقیدہ اپنے پاس رکھ۔"

یہ دو مثالیں تو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر درج کر دی ہیں ورنہ اگر سوشل میڈیائی تحریروں کو جمع کیا جائے تو حالات نہایت ناگفتہ بہ نظر آتے ہیں۔ انہیں سے اندازہ لگائیں کہ کس دیدہ دلیری کے ساتھ اہل بیت کے حق میں "معصوم" بنانے کی مہم چل رہی ہے اگر اس فتنہ کا سدّ باب نہ کیا گیا تو آنے والے وقت میں سنیت میں بھی "عقیدہ عصمت" جڑیں جمالیگا اور پھر اس فتنے کا مقابلہ انتہائی مشکل ہوگا۔ ابھی جو لوگ نادانستہ طور پر اس فتنے کو نہیں پہچان پا رہے اور لاشعوری طور پر فتنوں کے معاون بن رہے ہیں انہیں امام حسن بصری کا یہ قول یاد رکھنا چاہیے جسے امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں نقل فرمایا ہے:

"الفتنة إذا أقبلت عرفها كل عالم، وإذا أدبرت عرفها كل جاهل" فتنہ جب اٹھتا ہے [یعنی جب کسی فتنے کی شروعات ہوتی ہے] تو ہر عالم اسے پہچان لیتا ہے، اور جب فتنہ چلا جاتا ہے تب جاہل اسے پہچانتا ہے۔"

امام حسن بصری کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اٹھنے والے فتنوں کی صحیح سمجھ "علمائے دین یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والوں" ہی کو ہوتی ہے، وہ فتنوں کے سر اٹھاتے ہی انھیں پہچان لیتے ہیں اور امت کو باخبر کر دیتے ہیں۔ جب کہ جاہل اور انجان لوگ ان فتنوں کی حقیقت نہیں سمجھ پاتے۔ جب اٹھنے والے فتنے اپنا کام کر جاتے ہیں تب انھیں ان فتنوں کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

ایسے ماحول میں جبکہ رافضیت ہماری صفوں میں نقب لگا چکی ہے ہمارے احباب کا اس معاملے پر بیجا جذباتیت سے کام لینا رافضیت کو مزید کمک فراہم کرے گا۔ سنفضی طبقہ اس عنوان پر عوام اہل سنت کو ورغلانے کی کوشش میں جٹ گیا ہے۔ اس لیے "خطائے اجتہادی" کے باب میں جو طرز عمل اسلاف کا تھا اسی پر قائم رہا جائے، محبت اہل بیت کے نام پر ایک نئی فکر کے داغ بیل سے پرہیز کیا جائے۔ اگر اس طرز عمل سے پرہیز نہ کیا گیا تو غیر شعوری طور پر روافض کے "عقیدہ معصومیت" کو کھاد پانی فراہم کرنا ہوگا جس کی ذمہ داری ان جذباتی حضرات کے ذمہ ہوگی۔

## پس منظر

یہ بات سو فیصد درست ہے کہ "حساس مسائل کو عوامی اجلاس میں بیان کرنے سے پرہیز کیا جائے کہ نفع کم نقصان زیادہ ہوتا ہے۔" لیکن کئی بار بادل نخواستہ بھی ایسے اقدامات کرنا پڑتے ہیں۔ حالیہ معاملے کا پس منظر بھی کچھ ایسا ہی ہے، سیفی علی نامی ایک رافضیہ عورت نے ٹی وی شو میں اپنے ناقص عدالتی نظام پر تنقید کرتے ہوئے یہ گستاخانہ بیان دیا:

"ہماری Judiciary (نظام انصاف) کا بیڑا غرق اسی دن ہو گیا تھا جس دن فاطمہ زہرا انصاف لینے دربار (صدیقی) گئیں اور ان کو انصاف نہیں ملا اور ان کو جھٹلایا گیا۔"

اس گستاخانہ بیان کی تائید میں دیگر رافضیوں نے بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دشمن زہرا قرار دیتے ہوئے نہایت غلیظ، گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کی۔ اسی ملعونہ عورت اور اس کے ہم نواؤں کے جواب میں منعقدہ "شان مولیٰ علی سیمینار" میں جلالی صاحب نے نہایت تحقیقی خطاب کیا۔ جس میں آپ نے دلائل قاہرہ سے روافض کا علمی رد کیا۔ کئی مہینوں تک کسی کو بھی گستاخی کا شائبہ تک نہیں گزرا لیکن جب مذکورہ جملے کو سیاق و سباق سے ہٹا کر "گستاخی زہرا" کیپشن کے ساتھ وائرل کیا گیا تو ہنگامہ شروع ہو گیا جو بڑھتے بڑھتے یہاں تک آپہنچا ہے۔

پس منظر کی اس بنیادی تفصیل سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ جلالی صاحب نے از خود یہ حساس بحث شروع نہیں کی بلکہ روافض کے جواب اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دفاع میں آپ کو اس حساس عنوان پر خطاب کرنا پڑا۔ چونکہ یہ الزام ٹی وی جیسے عوامی فورم پر لگایا گیا تھا جس سے عوام اہل سنت میں سخت اضطراب تھا۔

عوامی خلجان کو دور کرنا اور عقیدہ اہل سنت کا دفاع کرنا ضروری تھا اس لیے حساسیت کے باوجود اس عنوان پر عوامی اجلاس کیا گیا تا کہ عوام اہل سنت روافض کی فریب کاریوں سے محفوظ رہ سکیں۔

## مطالبہ فدک: ایک زاویہ نظر

باغ فدک مدینہ سے 30 ؍میل دور خیبر کے مقام پر واقع ہے۔فدک مال فئے کے طور حضور ﷺ کے تصرف میں تھا جس کی آمدنی آپ ضرورت مندوں، مندوبین اور اپنے اہل خانہ پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔آقا علیہ السلام کی حیات ظاہری تک وہ باغ آپ کے زیر تصرف رہا۔آقائے کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد سیدہ زہرا نے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا مطالبہ فرمایا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث ''لا نورث ما ترکناہ صدقۃ'' بیان کر کے واضح کر دیا کہ حضور ﷺ کی ملکیت تقسیم نہیں ہوتی بلکہ امت کے حق میں صدقہ ہوتی ہے،اس لیے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

دونوں مواقف پر نظر ڈالنے سے پہلے چند اہم باتیں ذہن نشین کرلیں جو تفہیم معاملہ میں معاون ثابت ہوں گی، کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ بوقت مطالبہ یا اعلان مسئلے کی مکمل تفصیلات صاحب اجتہاد کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہیں اور وہ اپنے فہم کے مطابق اجتہاد کرتے ہیں ایسی صورت میں اپنے مطالبے اور ادعا کے وقت صاحب اجتہاد اپنے فہم اور دلائل کی بنیاد پر مبنی برصواب ہی ہوتے ہیں لیکن جب معاملے کے مخفی گوشے سامنے آتے ہیں تو انہیں علم ہوتا ہے کہ ان کا نہیں بلکہ دوسرے مجتہد کا فہم و اجتہاد مبنی برصواب ہے،اس کی مثال میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مہر کی تحدید والا واقعہ اہم نظیر ہے جب آپ نے معاشرے میں مہر کی بڑھتی ہوئی رسم کے سدباب کی خاطر چالیس اوقیہ درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے پر پابندی لگادی اور خلاف ورزی کی صورت میں اضافی رقم کو بیت المال میں جمع کرنے کا اعلان فرمایا،آپ کے اعلان و اجتہاد کے خلاف ایک ضعیفہ خاتون نے آواز اٹھائی اور مسئلہ کی مکمل تفصیل رکھتے ہوئے کہا قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـا

(سورۂ نساء۲۰)

''اور اسے [مہریں] ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔''

ضعیفہ نے اس آیت کی رو سے ثابت کیا کہ مہر کی اکثر مقدار پر پابندی لگانا قرآن عظیم کی آیت کے خلاف ہے، اپنے اعلان کے وقت حضرت عمر کے ذہن میں مہر کے بیجا استعمال روکنے کی بات تھی لیکن ضعیفہ کے اجتہاد سے انہیں مسئلے کی مکمل تفصیل کا علم ہوا تو آپ نے وسعت قلبی کے ساتھ اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

"اصابۃ المرأۃ واخطا عمر۔عورت نے درست کہا اور عمر سے خطا (اجتہادی) ہوئی۔" (تفسیر قرطبی ج۵:ص۹۹ دار الکتب المصریہ)

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ وہ سیدنا عمر فاروق اعظم ہیں جن کی رائے وحی قرآنی کے سب سے زیادہ مطابق ہوتی تھی لیکن حالیہ معاملے میں ان کے ذہن سے مہر کا یہ گوشہ مخفی رہا جسے ضعیفہ نے پیش کیا۔اب قضیہ فدک کو سمجھتے ہیں،قضیہ فدک میں دو باتیں اہم ہیں:

۱۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنا۔

۲۔ مطالبے کے برعکس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عدم وراثت کا فیصلہ کرنا۔

قضیہ فدک میں ایک طرف سیدہ فاطمہ کا اجتہاد تھا، دوسری جانب سیدنا صدیق اکبر کا اجتہاد تھا،سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کے مطابق وہ باغ فدک کی وارثہ قرار پاتیں،صدیق اکبر کا اجتہاد اس کے برخلاف تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔چونکہ دونوں پہلو ایک دوسرے کے برعکس ہیں اس لیے بہت سارے لوگ کشمکش و پیچ میں پڑ جاتے ہیں اور ہر دو عظیم شخصیات کے مابین تقابل کر کے کسی ایک کی کسر شان کے مرتکب ہوتے ہیں اور عاقبت برباد کرتے ہیں۔اہل سنت کا موقف اعتدال پر مبنی ہے جس کے تحت نہ کسی شخصیت کی کسر شان ہوتی ہے نہ توہین،امام ابن ہمام کمال الدین محمد فرماتے ہیں:

''کل مجتھد مصیب والحق عند اللہ واحد۔'' ہر

مجتہد اجر کا حق دار ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک حق ایک [موقف] ہوتا ہے۔'' (فتح القدیر ج۷ رص ۳۴۷ دار الفکر بیروت)

یعنی جب دو مجتہدوں کے موقف ایک دوسرے کے برخلاف ہوں تو عند اللہ ایک ہی موقف درست ہوتا ہے لیکن تلاش خیر اور اخلاص نیت کی وجہ سے دونوں مجتہد اجر و ثواب کے حقدار ہوتے ہیں، سیدہ فاطمہ زہرا نے آیت میراث کے حکم عام کے تحت باغ فدک کا مطالبہ کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ آیت میراث "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ" میں حضور ﷺ بھی شامل ہیں بایں وجہ تنہا بیٹی ہونے کے ناطے وہ نصف حصہ کی حقدار تھیں۔ اپنے استدلال کے مطابق سیدہ اپنے مطالبے میں حق بجانب تھیں لیکن سیدہ کا اجتہاد مسئلہ وراثت کے محض ایک گوشے پر مرکوز تھا۔ معاملے کا دوسرا پہلو، ان پر منکشف نہ تھا جب سیدہ نے مطالبہ کیا تو حضرت صدیق اکبر نے حدیث رسول پیش کرتے ہوئے معاملے کا دوسرا پہلو، سیدہ کے سامنے رکھا۔ یہ وہ پہلو تھا جو سیدہ کے علم میں نہیں تھا ورنہ آپ کا اجتہاد پہلے سے مختلف ہوتا۔

چونکہ دونوں اجتہاد ایک دوسرے سے متعارض تھے، ان میں سے کوئی ایک اجتہاد ہی مبنی برصواب ہوسکتا تھا جیسا کہ امام ابن ہمام کے حوالہ سے گزرا، اب ہم جیسے گناہ گاروں کی اوقات نہیں کہ ان عظیم المرتبت شخصیات کے مابین محاکمہ کریں، اس لیے ہم ان عظیم ترین ہستیوں کے طرز عمل سے ہی معلوم کرتے ہیں کہ کس کا اجتہاد مبنی برصواب تھا؟

جب ہم واقعہ کی تفصیل دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مطالبہ فدک کے بعد جب سیدہ فاطمہ کے سامنے صدیق اکبر کا اجتہاد آیا تو آپ نے اپنے اجتہادی مطالبے کو ترک کرتے ہوئے صدیق اکبر کے اجتہاد کو تسلیم کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مبارک عمل ہی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اجتہاد ہی مبنی برصواب تھا ورنہ سیدہ فاطمہ ہرگز اپنے اجتہادی مطالبے سے دست بردار نہ ہوتیں۔ خاتون جنت نے اپنے مبارک طرز عمل سے صدیق اکبر کے اجتہاد پر درستی کی مہر ثبت کردی اور اپنے بابا سید عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو سچ ثابت کردیا جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطا ابوبکر۔

[تاریخ الخلفا، رواہ الطبرانی 1/ 42]

"اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ ابوبکر سے خطا ہو۔"

اب اگر کوئی لفظوں کے ہیر پھیر سے صدیق اکبر کے اجتہاد کو مبنی برصواب نہیں مانتا تو وہ نہ صرف صدیق اکبر بلکہ جملہ خلفائے راشدین کو ظالم و غاصب بھی مانتا ہے حتی کہ حضرت فاطمہ کی مخالفت کا بھی مرتکب بھی ہوتا ہے۔

**مطالبہ فدک اجتہادی تھا یا نہیں؟**

باغ فدک کو لے کر دو موقف تھے، ایک سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا، دسرا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا۔ دونوں ہی حضرات کے پاس دلائل تھے لیکن بعد گفتگو سیدنا ابوبکر صدیق کا موقف مبنی برصواب ثابت ہوا۔ خاتون جنت نے بھی آپ کے موقف کی درستی کو تسیلم کرلیا، امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

ان فاطمۃ علیہا السلام رضیت بقول ابی بکر بعد ھٰذہ المناظرۃ، وانعقد الاجماع علیٰ صحۃ ماذھب الیہ ابوبکر۔ (تفسیر الرازی: ج۹ رص ۵۱۴، دار احیا التراث العربی بیروت)

''حضرت فاطمہ پر سلامتی ہو، بے شک وہ اس مباحثہ کے بعد حضرت ابوبکر کے فیصلے سے راضی ہوگئیں اور حضرت ابوبکر کے موقف کی صحت و درستی پر اجماع منعقد ہوگیا۔''

بعض اہل علم مطالبہ فدک کو اجتہادی ہی تسلیم نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ ''حضرت فاطمہ کا مطالبہ کوئی اجتہادی عمل نہیں تھا بلکہ قرآن کے نص صریح پر عمل تھا اور حضرت صدیق اکبر کے ذریعے حدیث رسول کی اشاعت سے پہلے اس عمل پر اعتقاد ہی قرآن کا مطلوب تھا۔''

مطالبہ فدک اجتہادی تھا، اس پر علمائے اسلام کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں:

"جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پتا چلا کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہیں، اس لیے نہیں کہ میں نے ان کو حدیث رسول سنائی ہے بلکہ اس لیے کہ **میرا اجتہاد ان کے اجتہاد سے بہتر ہے۔**" (مشکلات الحدیث: ص ۲۰۷)

علامہ سید ظہیر الدین زیدی قادری قاصول فقہ بیان کرتے ہوئے "**الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد**" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے۔ اس قاعدے کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا جس کی مخالفت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کی مگر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حکم اس سے نہ ساقط ہوا نہ کالعدم، **اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول کا حکم حضرت عباس حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا نہ ساقط ہوا۔**"

(ضمیمہ بہار شریعت: ج ۳ ص ۵۶۸ مطبع فرید بک ڈپو دہلی)

شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ میں اس حدیث کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا **بلکہ ان کے درمیان رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا۔**" (شرح صحیح مسلم: ج ۵ ص ۴۳۸)

اسی میں لکھتے ہیں:

"**کیا حضرت ابوبکر پر یہ لازم تھا کہ اجتہادی امور میں بھی حضرت فاطمہ کی موافقت کریں گے** تو اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کیوں کہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی موافقت لازم نہیں ہے۔" (ایضاً)

"روشن خیالی" کے داعی اعظم ڈاکٹر طاہر القادری مسئلہ فدک پر اپنے حالیہ بیان میں کہتے ہیں:

"**مطالبہ فدک میں سیدہ النسا کا اپنا فہم اور اجتہادی رائے تھی۔**" (مکمل تقریر یوٹیوب پر موجود ہے)

البدایہ والنہایہ میں ہے:

وقد روینا ان فاطمة رضی الله عنها احتجت اولاً بالقیاس وبالعموم فی الآیة الکریمة. فاجابها الصدیق بالنص علی الخصوص بالمنع فی حق النبی۔" (البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۲۸۹ دار الفکر بیروت)

"ہم نے روایت کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پہلے قیاس اور آیت کریمہ کے عموم سے استدلال فرمایا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نص کے ذریعے جواب دیا کہ حضور ﷺ کے ساتھ یہاں پر منع خاص ہے۔"

مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہوجاتا ہے کہ مطالبہ فدک میں سیدہ کائنات نے اجتہاد فرمایا تھا۔ البدایہ والنہایہ کے حوالے سے تو یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے دوطرح سے اجتہاد فرمایا پہلے قیاس سے اور بعدہ آیت کے عمومی حکم سے! مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

عن ابی سلمة ان فاطمة قالت لابی بکر من یرثك اذا مت؟ قال ولدی واهلی، قالت فما لنا لانرث النبی ﷺ؟ قال سمعت النبی ﷺ یقول ان النبی لایورث۔ (مسند احمد بن حنبل: ج ۱ ص ۲۶۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

"حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کا وارث کون ہوگا؟ صدیق اکبر نے فرمایا میری اولاد اور میرے گھر والے، حضرت فاطمہ نے فرمایا: پھر ہم حضور ﷺ کے وارث کیوں نہیں ہوں گے؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے: انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔"

شرح معانی الآثار کی روایت میں ہے:

"عن ام هانی ان فاطمة رضی الله عنها قالت یا ابابکر من یرثك اذا مت؟ قال ولدی واهلی، قالت فمالك ترث النبی ﷺ دونی؟ قال: یا ابنة رسول الله ﷺ ما ورث ابوك دارًا ولا ذهبًا ولا غلامًا۔"

(شرح معانی الآثار: ج ۳ ص ۳۰۸، بقیہ ص ۲۱ پر

از: مولانا عرفان احمد ازہری*

# شیشہ کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہ ماریئے

موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور ہمارا وطن عزیز مسلسل مذہبی انتشار اور سماجی تفریق کی راہ پر آگے بڑھ رہا ہے اور ہندوستانی سماج میں روز بروز دوریاں بڑھانے کا بیڑا بہت تندہی کے ساتھ بعض الیکٹرانک میڈیا کے افراد نے اٹھایا ہوا ہے۔

ہر سماجی معاملے کو مذہبی رنگ اور مذہبی معاملے کو سماجی رنگ دینے کا ہنر کوئی ان سے سیکھے، قربانی کے حوالے سے ایک معروف ٹی وی اینکر کا نفرت انگیز ٹویٹ پہلے سے ہی عالمگیر وبا کورونا کی تباہی جھیل رہے، ہندوستانی سماج کے اوپر نفرتوں کے زہر میں بجھا ایسا تیر ہے جس نے ملک سے سچی محبت رکھنے والے تمام باشندگان وطن کو ناقابل برداشت زخم دیا ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی معمولات میں سے ایک اہم عمل قربانی ہے جس کو بعض سماج دشمن عناصر انسانی اور سماجی حیثیت کے تناظر میں اس طور سے پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ عمل ظلم و جبر سے عبارت ہے، انتہا پسند عناصر کی طرف سے قربانی کے خلاف مسلسل ٹرینڈ چلائے جا رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مذہب میں قربانی کسی جبر کا نام نہیں، نا ہی یہ زبردستی کا عمل ہے بلکہ رضا کارانہ طور پر ادا کی جانے والی رسم کا نام قربانی ہے، اسلام میں بھی قربانی انہیں پر واجب ہے جو صاحب حیثیت ہیں جس کی حیثیت نہ ہو اس پر قربانی لازم نہیں۔

قربانی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی بنی نوع انسان کی تاریخ پرانی ہے، عمل قربانی پر اعتراض کرنے والے دو طرح کے لوگ ہیں، ایک طبقہ جانداروں سے محبت اور ان کی حفاظت کی تحریک کا علمبردار ہے، اس طبقہ کے لیے معروف دانشور پردیپ گنگوپادھیائے کی تحریر تازیانہ کی حیثیت رکھتی ہے وہ ۲۵ر ستمبر ۲۰۱۶ء کو شائع ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"There is quite a bit of hypocrisy here. The meat industry kills animals in millions while even the largest event like the Nepali animal sacrifice kills 5000 animals per year. Thousands of dogs are killed in the US every year to keep the US cities free from stray dogs,

یعنی اس معاملہ میں یہاں بالکل منافقت ہے، گوشت کے کاروبار میں روزانہ لاکھوں جانوروں کو ذبح کر دیا جاتا ہے، اسی طرح ہندو ملک نیپال میں ایک بڑی تقریب میں ہر سال 5000 جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے، امریکہ میں آوارہ کتوں سے شہر کو پاک رکھنے کے لیے ہر سال ہزاروں کتوں کو مار دیا جاتا ہے۔"

قربانی پر اعتراض کرنے والا دوسرا طبقہ وہ ہے جن کے یہاں خود قربانی کا تصور اور رواج موجود ہے، دنیا کے تقریباً ہر مذہب میں قربانی کا تصور موجود ہے لیکن اسلام کا تصور قربانی دیگر مذاہب کے تصور قربانی سے یکسر مختلف ہے، جس طرح مذہب اسلام میں قربانی کا تصور موجود ہے اسی طرح انسانی خانہ ساز مذاہب کے یہاں بھی قربانی کا تصور ملتا ہے اور آج بھی یہ عمل پایا جاتا ہے، اسلامی قربانی کا تصور قرآن میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا

ہے تاکہ (اس امت کے) لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں، جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔" (الحج ۳۴)

سب کے یہاں قربانی کے الگ الگ اصول ہیں، اگرچہ ان امور کے سرانجام دینے کے طریقۂ کار اور انتخاب میں اختلاف پایا جاتا ہو، لیکن مقاصد اور نتائج میں سب متفق ہیں، یعنی اپنے مزعوم معبود، مالک اور نجات دہندہ دیوتا کا قرب حاصل کرنا، اسلام بھی قربانی کا تصور پیش کرتا ہے، لیکن اسلام کا تصورِ قربانی سب سے جداگانہ ہے، اسلام قربانی دینے کا درس دیتا ہے، لیکن اس طور پر کہ کسی کے حقوق ضائع نہ ہوں، طلوع اسلام سے قبل مشرکین مکہ بھی قربانی کرتے تھے مگر وہ قربانی کا گوشت تو خود کھا جاتے اور اس کا خون کعبہ کی دیواروں پر مَل دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ خون خدا تک پہنچ گیا ہے اور ہماری قربانی قبول ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل خیال کی تردید اور قربانی کی اصل روح بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔" (الحج 37)

اسلام میں انسانی جانوں کی قربانی کا کوئی تصور نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس دیگر مذاہب میں جانوروں کے ساتھ انسانی جانوں کی قربانی کی رسم اور مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں، حد تو یہ ہے کہ ابھی بھی بعض مذاہب کے پیروکاروں کے ذریعہ انسانی جانوں کی قربانی پیش کرنے کی خبریں تسلسل کے ساتھ موصول ہوتی رہتی ہیں جو ہمارے دعوے کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر ملتا ہے لیکن تاریخ میں جانے کے بجائے موجودہ زمانے کی ہی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں، زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، ۲۰۱۷ء میں پچھم بنگال کے پرولیا ضلع میں ایک مذہبی تانترک نارائن مہتو نے دیوی کے مجسمے کے سامنے جانوروں کو ذبح کرنے والے ہتھیار سے اپنی ماں پھولی مہتو کی قربانی پیش کر دی تھی، اسی طرح سے ۲۰۱۷ء میں ہی اڑیسہ کے بالی نگر میں ایک بھائی نے کالی دیوی کو خوش کرنے کے لئے لیے اپنی بہن کا سر کاٹ کر پیش کر دیا۔

۲۰۱۶ء میں جھارکھنڈ کے گڈا ضلع کے سودور گاؤں میں جادو ٹونا سیکھنے والے نوجوانوں نے اپنے استاد کو ہی قربان کر دیا کیوں کہ اسے لگا کے استاد کو قربان کر دینے سے اس کا سارا علم شاگردوں کو منتقل ہو جائے گا۔

اسی طرح اس واقعے کو گزرے ہوئے بھی ابھی زیادہ وقت نہیں گزرے، ۲۰۱۵ء کی بات ہے راجستھان کے الور ضلع کے پہل نامی گاؤں میں ایک کھنڈر کے نیچے مبینہ خزانے کے حصول کے لالچ میں دو بچوں کی بلی چڑھا دی گئی تھی، اگر تاریخ اور مذہبی حوالے دیکھنا ہو تو آزاد ہندوستان کے قانون ساز ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی کتاب "کیا ہندوؤں نے کبھی گائے کا گوشت نہیں کھایا؟" کا مطالعہ ہر ہندوستانی شہری کو ضرور کرنا چاہیے۔

◆◆◆

ص ۵۳ کا بقیہ..........................................

صدقہ کر دیا حالانکہ تاجران کئی گنا قیمت ادا کرنے تیار تھے۔

❐ قبول اسلام کے بعد سے یوم شہادت تک ہر جمعہ کو ایک غلام راہ خدا میں آزاد فرماتے رہے، محتاط اندازے کے مطابق 2 ہزار سے زائد غلام آزاد فرمائے۔

❐ ہر جمعہ کو ایک اونٹ ذبح کراتے اور اس کا گوشت غربا میں تقسیم فرماتے۔

❐ مساجد کی تعمیر و تزئین پر خطیر رقم خرچ فرماتے۔

آج دنیا میں امیروں کی کمی نہیں ہے لیکن ملی و دینی کام ادھورے پڑے رہتے ہیں، کاش دولت کے ساتھ جذبہ عثمانی مل جائے تو ملت اسلامیہ کی بہت ساری مشکلات حل ہو جائیں۔ رب قدیر سے دعا ہے کہ مال و دولت کے ساتھ جذبہ عثمانی بھی عطا فرمائے اور سیدنا عثمان غنی کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے۔

نوٹ: درہم و دینار کے وزن اور حساب میں الگ الگ تحقیق کے باعث کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

◆◆◆

اٹھارہویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات و فرمودات کو "ملفوظات" کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات و فرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات و فرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال و جواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری و ساری رہا، اس دوران آپ نے کم و بیش ۷۰۰۰ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، "ملفوظات تاج الشریعہ" صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات و جوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم و دانش سے التماس کرتا ہے کہ "ملفوظات تاج الشریعہ" میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل و مرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی سترہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

**ارشاد...:** یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اپنی فنائیت اور اپنی محویت سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت میں اور مدینے کی محبت بھی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام ہی کی وجہ سے ہے کیوں کہ وہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا شہر ہے اور یہ بتا رہے ہیں کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت مقتضائے ایمان ہے لوازم ایمان سے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت ہے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے تمام اسباب سے اور ان کے شہر پاک سے محبت کرے اور اس کو اپنے وطن عزیز پر بھی ترجیح دے اور یہ بھی لوازم ایمان سے ہے حدیث میں آیا ہے کہ: "ان الایمان لیأرز الی المدینة کما تأرز الحیة الی جحرھا" ایمان مدینے کی طرف ایسا سمٹتا ہے جیسے کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ کر چلا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۳، ص ۲۱، باب الایمان، یارز الی المدینۃ)

تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اپنی حالت بتا رہے ہیں یا اپنی حالت بتا کر مومن کی اہل ایمان کی ترجمانی کر رہے ہیں کہ جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے، میں یہاں پر ہوں لیکن میرا معاملہ یہ ہے کہ میری جان، میرا دل، میرا ہوش اور میری عقل سب کے سب مدینہ پہنچ گیا اب کیا رہ گیا تمہارا جسم رہ گیا تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا۔

## ۲۵ر جولائی ۲۰۱۰ء، جدّہ، حجازِ مقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**عرض...۱:** بدمذہبوں کی مسجد میں اگر کسی نے امامت کروانے کے لئے کہا کہ پیش امام کی طبیعت خراب ہے وغیرہ کیا ایسی صورت میں اگر کوئی سُنّی حاضر نہ ہو ہم امام بن سکتے ہیں؟

**ارشاد...:** سائل کا سوال بہت مبہم ہے اگر کوئی سُنّی حاضر نہ ہو ایسی صورت فرض کی پھر یہ پوچھتے ہیں کہ ہم امام بن سکتے ہیں تو ”ہم“ سے کون مراد ہے غیر سُنّی اگر مراد ہے اور ظاہر تو یہ نہیں ہے کہ غیر سُنّی مراد ہوگا ”ہم“ سے بہر حال واضح نہیں ہے اور قرینہ یہی ہے کہ سائل سُنّی ہے اس نے اپنی امامت کے بارے میں پوچھا ہے تو بد مذہبوں کا امام بننا اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اگر وہاں پر سارے کے سارے بد مذہب ہیں تو وہاں پر امامت کرنے کا کیا محل ہے؟ ان کی اپنی نماز درست نہیں ہے وہ خواہ تنہا پڑھیں یا کسی کی امامت میں پڑھیں سُنّی ان کا امام ہو یا ان جیسا کوئی بدمذہب امام ہو اگر بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہو عام طور پر آج کل کافر، بدمذہب دونوں لفظ ایک دوسرے کے مترادف بولے جاتے ہیں اگر بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہے تو ان کی امامت کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں اُٹھتا۔

**عرض...۲:** طواف کرتے وقت صرف شروع کے تین چکر میں سیدھا کاندھا کھلا رکھنا چاہئے یا ساتوں چکر یونہی کرنے چاہئے؟ اور سیدھا کاندھا کھلا رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

**ارشاد...:** حکمت کیا ہے یہ سوال تو بے جا ہے اگر ہم کو حکمت معلوم ہو گئی کسی حکم کی یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہمارے اوپر احسان ہے ورنہ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ جو حکم ہم کو دیا گیا ہے ہم اس کی تعمیل کریں اور اس کو ادا کریں اور ساتوں پھیروں میں سیدھا کاندھا کھلا رہے گا طواف شروع کرتے وقت سے لے کر ختم تک، یہ اس طواف کا حکم ہے کہ جس طواف کے بعد سعی ہے جیسے عمرہ میں یا حج کے لئے جو طواف کیا جاتا ہے اس کے بعد سعی ہے اس میں سیدھا کاندھا کھولنا سنت ہے اور جس طواف کے بعد سعی نہیں ہے نرا نفلی طواف ہو اس میں اضطباع کا (سیدھا کاندھا) کھولنے کا حکم نہیں ہے۔

**عرض...۳:** مسلم عورتوں کے لئے کافرہ عورتیں کیا اجنبی انسان کے زمرے میں آتی ہیں؟ اجنبی عورتوں سے تعلق کیسے رکھنا چاہئے؟

**ارشاد...:** سائل نے یہ بہت اہم سوال پوچھا ہے میں اس کا جواب دینے سے پہلے مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ سورۂ نور کی وہ آیت کریمہ تلاوت کروں جس میں پردے کے، حجابِ شرعی کے احکام بہت نفیس انداز میں مختصر کلمات کے تحت بہت سے احکام کی تفسیر مختصر الفاظ میں کردی گئی ہے اور اسی میں اغیار کی عورتوں کے ساتھ کیا برتاؤ اور مسلم عورتوں کو ان کے سامنے کس طور پر آنا چاہئے اس کی تعلیم اس سے نمایاں ہے قرآن شریف میں سورۂ نور میں ارشاد ہوتا ہے:

”وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِ ھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِ ھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ص وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اَبْنَآئِھِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اِخْوَانِھِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِھِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِھِنَّ اَوْ نِسَآئِھِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o“

**ترجمہ کنز الایمان...:** اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالیں رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا

ہوا سنگھار اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس اُمید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ (سورۂ نور آیت ۳۱)

یہ نفیس ترجمہ ہے اس سے بہت سارے احکام عورتوں کے متعلق، ان کے لباس کے متعلق اور ان کو دوپٹہ کیسا اوڑھنا چاہئے اور دوپٹے کے اوڑھنے سے کیا مقصد ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ کافرہ عورتوں کے سامنے ان کو کس طور سے آنا چاہئے یہ اس آیت کریمہ سے خوب واضح ہو گیا ہوگا اور اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ جس شرعی حجاب کا حکم عورت کو نامحرم اور اجنبی مرد کے سامنے دیا گیا کہ وہ شرعی حجاب برتے اور اپنا سر اور اپنا گلہ، سینہ، پیٹ یا پیٹھ یا پنڈلی وغیرہ ظاہر نہ کرے اس حکم میں کافرہ عورتوں کا بھی وہی حکم ہے ان کے سامنے بھی مسلمان عورت کو بے احتیاطی کے ساتھ اس طور پر کہ کلائی کھلی ہو یا گلہ کھلا ہو سینہ کھلا ہو یا پیٹ یا پیٹھ کا کچھ حصہ نظر آتا ہو یا سر کھلا ہو اس کو کافرہ عورتوں کے ساتھ اس طور پر جانا جائز نہیں ہے اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو جو لکھا وہ میں خزائن العرفان حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی جو مختصر تفسیر ہے جو کنز الایمان کے اوپر دستیاب ہے اس کو میں پڑھوا کر آپ کو سنواتا ہوں اور اس آیت کریمہ کی مختصر تفسیر بھی پڑھی جائے گی اس کو آپ لوگ سنیں یہ آپ لوگوں کے لئے غایت درجہ مفید ہے۔

''اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں''، کچھ نیچی رکھیں کی تفسیر میں فرمایا گیا اور غیر مردوں کو نہ دیکھیں حدیث شریف میں ہے کہ ازواج مطہرات میں سے بعض امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم سید عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تھیں اسی وقت ابن ام مکتوم آئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ازواج کو پردے کا حکم فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔'' (ترمذی وابوداؤد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بھی نامحرم کا دیکھنا اور اس کے سامنے ہونا جائز نہیں۔ ''اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں'' اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ یہ حکم نماز کا ہے نہ نظر کا کیوں کہ حرہ (یعنی آزاد عورت) کا تمام بدن عورت ہے شوہر اور محرم کے سوا اور کسی کے لئے اس کے کسی حصے کا دیکھنا بے ضرورت جائز نہیں اور معالجہ وغیرہ کی ضرورت سے قدر ضرورت جائز ہے، یعنی لیڈی ڈاکٹر کو یا ڈاکٹر اگر مرد ہو اور اس میں ضرورت ہے بغیر دیکھے علاج ممکن نہیں تو جس حصے کا دکھانا ناجائز نہیں ہے وہ بقدر ضرورت بوقت ضرورت اس کو دیکھ سکتا ہے ''مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالیں رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ'' مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے یعنی ہاتھ اور پیر، آزاد عورت کا پورا بدن عورت ہے اور ہاتھ اور پیر اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ یہ خود ہی ظاہر ہیں لیکن ہاتھ کے اوپر کلائی کا کھولنا اور دکھانا جائز نہیں ہے ایسے ہی پیر کے اوپر پنڈلی کا کھولنا جائز نہیں ہے۔ اور اپنے باپ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اور انہیں کے حکم میں ہیں دادا پر دادا وغیرہ تمام اصول یعنی باپ، دادا پر دادا جتنے اصول ہیں وہ انہیں کے حکم میں ہیں سب باپ کے حکم میں ہیں ''یا شوہروں کے باپ'' اور شوہروں کے باپ کی تفسیر میں ہے کہ وہ بھی محرم ہو جاتے ہیں شوہروں کے باپ، دادا، پردادا ''یا اپنے بیٹے'' اس کی تفسیر میں ہے کہ انہیں کے حکم میں ہے ان کی اولاد ''یا شوہروں کے بیٹے'' کہ وہ بھی اب محرم ہو گئے ''یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے'' اور انہیں کے حکم میں ہیں چچا ماموں وغیرہ تمام محارم، اب وہ روایت آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے اپنے گورنر کو اور وہ گورنر کون ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جو اس امت کے امین ہیں ان کو یہ لکھ کر بھیجا، لکھا تھا کہ کفار اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں اس سے معلوم ہوا کہ مسلمہ عورت کو کافرہ عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا جائز نہیں۔

مسئلہ۔۔۔: عورت اپنے غلام سے بھی مثل اجنبی کے پردہ کرے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ نور، آیت ۳۱)

**عرض۔۔۔ ۴:** حضور میں آپ کی مرید ہوں مجھے اپنی شادی سے

کچھ ماہ پہلے یہ اطلاع ملی تھی کہ میرے ہونے والے شوہر کے اکثر رشتہ دار بدمذہب ہیں اور مجھے ان کی بیماری کا بھی پتہ تھا شادی کے بعد وہ مجھے مارتے پیٹتے ہیں گالیاں دیتے ہیں اور مجھ پر فحش الزام لگاتے ہیں میں نے ان کے عقائد کو سُدھارنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہی مجھے ان کے بدمذہب رشتہ داروں کو بھی عزت دینا پڑتی ہے اور ان سے ملنا پڑتا ہے اب میں اور برداشت نہیں کرسکتی اور الگ ہونا چاہتی ہوں اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

**ارشاد...:** سائلہ نے یہاں پر چند باتیں ظاہر کیں ان میں ایک بات جسمانی بیماری بھی ہے خیر اس سے یہاں پر بحث نہیں ہے وہ بات جو خاص ہے جس کو اس نے آخر میں آکر کھول دیا کہ اس کے عقائد کو درست کرنے کی اس نے کوشش کی اس سے پتہ لگتا ہے کہ شوہر کے عقائد بیوی کے عقائد کے موافق نہیں ہیں اور وہ اہل سنت وجماعت کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتا اگر یہ واقعی بات ہے اور وہ بدمذہب ہے اور اس کی بدمذہبی اگر حدِّ کفر تک پہنچی تو یہ نکاح اصلاً نہیں ہوا اور اس کے اوپر یہ فرض ہے کہ فوراً اس سے جدا ہوجائے اور اس کے فصل کا اس کو اختیار ہے اور فصل کی بھی اس کو ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ نکاح اصلاً ہوا ہی نہیں اور اگر اس کی بدمذہبی حدِّ کفر تک نہیں پہنچی اور یہ بہت نادر ہے آج کل وہابیہ وغیرہ کی بدمذہبی حدِّ کفر تک پہنچ چکی ہے اگر نادر مان لیا جائے کہ اس کی بدمذہبی حدِّ کفر تک نہیں پہنچی تو اس صورت میں جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا شوہر بدمذہب ہے اور یہ سُنّی صحیح العقیدہ بالغہ ہے، اس صورت میں وہ بدمذہب اس سُنّیہ کا کفو نہیں ہے اور بالغہ کا نکاح غیر کفو سے ولی کی اجازتِ صریحہ کے بغیر کہ ولی غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اس سے نکاح کی اجازتِ صریحہ دے اس پر بالغہ کا نکاح موقوف ہے اگر ولی کی اجازتِ صریحہ کے بغیر کہ اگر ولی نے اس کی اجازتِ صریحہ نہیں دی یا جب اس سے نکاح ہوا ولی کو اُس کا غیر کفو ہونا معلوم نہیں تھا اور صوت سوال سے یہی ظاہر ہے نہ عورت کو معلوم تھا نہ اس کے ولی کو معلوم تھا اس صورت میں یہ نکاح صراحتاً غیر کفو سے ہوا بے رضائے ولی ہوا یہاں پر ولی کی رضا مفقود ہے، لہٰذا روایت مفتیٰ بہ پر یہ نکاح اصلاً صحیح نہیں ہوا اور اس صورت میں بھی فصل کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ نکاح جب اصل ہوا ہی نہیں تو فصل کس بات کا لیا جائے گا: ’’**فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔**‘‘ غیر کفو میں یہ فتویٰ دیا جاتا ہے قصداً نکاح صحیح نہیں ہے اور یہی فتویٰ کے لئے مختار ہے فساد زمانہ کی وجہ سے دُرِّ مختار میں ایسے ہی فرمایا۔ (درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱)

لہٰذا اس صورت میں وہ آزاد ہے جس سُنّی صحیح العقیدہ سے چاہے وہ نکاح کرسکتی ہے البتہ قانونی چارہ جوئی سے بچنے کے لئے وہ قانونی طور پر اس سے چھٹکارا حاصل کرسکتی ہے اگرچہ قانونی طور پر جو کورٹ سے طلاق لی جاتی ہے وہ طلاق نہیں ہوتی ہے لیکن یہاں پر تو نکاح صحیح نہیں ہوا ہے اس لئے اس کو اجازت ہے کہ قانونی چارہ جوئی اپنی گلوخلاصی کے لئے کرلے۔

**عرض...۵:** انشورنس کروانا اور اس کا کام کرنا کیسا؟ کچھ مذہبی لوگوں سے سنا کہ یہ ناجائز وحرام ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وضاحت فرمادیں؟

**ارشاد...:** انشورنس کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جو ضرورت اور حاجت کے منزلے میں آتی ہیں اور اس صورت میں جو مبتلا ہے اس کے لئے انشورنس کی اجازت ہے مثلاً گاڑی کا انشورنس کہ روڈ پر گاڑی آہی نہیں سکتی جب تک انشورنس نہ ہو اور اگر بغیر انشورنس کے گاڑی چلائی تو اس کے نقصانات بہت زیادہ ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لئے اس ضرورت کے تحت انشورنس کی اجازت ہے اور نوکری کے متعلق مطلقاً عدم جواز کا حکم نہیں دیا جاسکتا اس میں بھی یہ ہے کہ جو صورت انشورنس کی جائز ہے اس کے طور پر اس کی اجازت ہوسکتی ہے البتہ اس نوکری سے بچے کہ اس میں بہت سی صورتیں عدم جواز کی ہیں۔ تو ایک یہ سبیل ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

.........جاری

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

# حضرت عثمان غنی کے فلاحی کارنامے! عصر حاضر کے تناظر میں

## ۱۸ ؍ذوالحجہ یوم شہادت عثمان غنی پر غلامانہ خراج عقیدت

دنیا میں ہمیشہ ہی فلاحی کاموں (Charity works) کی بڑی اہمیت رہی ہے، اسلام میں خدمت خلق اور فلاحی کاموں کا تصور چودہ سو سالوں سے موجود ہے اور بطریق تجارت نہیں بغرض عبادت ہے، فرمان ربی ہے:

”لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ‌ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ۔ یعنی اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ، قیامت، فرشتوں، کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال خرچ کرے رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور قیدیوں کو چھڑانے پر۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ”الخلق عيال الله، فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله۔ یعنی ساری مخلوق اللہ کی محتاج ہے۔ تو اللہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جو اللہ کے محتاج بندوں سے محبت رکھے۔“ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

”خير الناس من ينفع الناس۔ یعنی بہترین انسان وہ ہے جو انسانیت کے لیے نفع بخش ہو۔“ (کنزالعمال)

خلیفہ سوم، داماد رسول، ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (35ھ) کے فلاحی کارناموں کی تفصیل پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مہاجرت اور بے وطنی جیسی مشکلات کے باوجود آپ کس اعلیٰ درجے کے سخی تھے۔ ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوئے تو یہاں کے کھارے پانی سے بڑے پریشان ہوئے۔ زم زم جیسا میٹھا اور شفا بخش پانی پینے والے بھلا کھارا پانی کس طرح پی سکتے تھے؟ لیکن بے وطنی کا دور اور غربت کا زمانہ تھا، مدینے میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا، جس کا مالک ایک یہودی تھا، پانی خرید کر پینا پڑتا تھا، حضرت عثمان غنی نے مہاجرین مکہ اور عام لوگوں کی یہ پریشانی دیکھی تو ۲۲ ؍ہزار درہم کے عوض کنواں خرید کر عام لوگوں کے لئے وقف کر دیا۔

دوسری روایت کے مطابق آپ نے چشمہ خریدنے پر ۳۵ ؍ہزار درہم خرچ کیے، درہم چاندی کا سکہ ہوتا ہے جس کا موجودہ وزن ۳ ؍گرام ۶۱ ؍ملی گرام ہوتا ہے، عہد رسالت میں درہم کی قیمت سونے چاندی سے سات گنا مہنگی تھی جبکہ موجودہ زمانے میں درہم ۷۰ ؍گنا مہنگا ہے۔ آج کے وقت میں ۲۲ ؍ہزار دراہم کی قیمت ۵۰ ؍لاکھ ۸۶ ؍ہزار آٹھ سو روپے اور ۳۵ ؍ہزار دراہم کی قیمت ۹۳ ؍لاکھ ۲۴ ؍ہزار روپے بنتی ہے۔ ویکیپڈیا کے مطابق ۱۴۰۰ ؍سال قبل درہم سونا چاندی سے سات گنا مہنگا مانا جاتا تھا اور موجودہ زمانے میں ۷۰ ؍گنا مہنگا ہے، اگر یہ بات درست ہے تو ۲۲ ؍ہزار دراہم کی قیمت ۳۵ ؍کروڑ ۶۰ ؍لاکھ ۷۶ ؍ہزار روپے اور ۳۵ ؍ہزار دراہم کی قیمت ۶۵ ؍کروڑ ۲۶ ؍لاکھ ۸۰ ؍ہزار روپے بنتی ہے۔

اس حساب سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مہاجرت کے زمانے میں حضرت عثمان غنی کا یہ امدادی کارنامہ کس قدر اہم ہے۔ جس کنویں کو تمام مسلمان مل کر نہیں خرید سکے اسے تنہا آپ نے خریدا بھی اور راہ مولیٰ میں صدقہ بھی کر دیا، ہجرت کے بعد جب مسجد نبوی نمازیوں کی بڑھتی تعداد کے پیش نظر اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی، توسیع ناگزیر تھی لیکن مسلمان خستہ حال تھے، ایک بار پھر حضرت عثمان غنی آگے بڑھے اور ۲۵ ؍

ہزار درہم دے کر زمین خریدی اور مسجد نبوی کے لیے وقف کردی، جس کی قیمت موجودہ وقت میں ۲۶/لاکھ ۶۰/ہزار روپے ہوتی ہے جبکہ وکیپیڈیا کے مطابق یہ قیمت ۶ ۴/کروڑ ۶۲/لاکھ روپے ہوگی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان سخت مالی مشکلات کا شکار تھے، دشمن سر پر تھا مگر لشکر اسلام بے سروسامان تھا، حضور ﷺ کے اعلان پر آپ نے لشکر اسلام کے لئے ساز وسامان کے ساتھ ۳۰۰۰/اونٹ پیش کئے جو کُل لشکر کا ایک تہائی تھا، اونٹوں کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی پیش کئے، دینار سونے کا سکہ تھا جس کا وزن ۴/گرام ۴۷ ۳/ملی گرام ہوتا ہے۔ موجودہ وقت میں ایک گرام سونے کی قیمت تقریباً ۵۷۰۰/روپے ہے، ایک دینار ۴/گرام سے زائد ہوتا ہے اگر ۴/گرام ہی مانا جائے تو بھی ایک دینار کی قیمت ۲۲۸۰۰/اور ایک ہزار دینار کی قیمت ۲/کروڑ ۲۸/لاکھ روپے سے زیادہ ہوتی ہے جبکہ وکیپیڈیا کے مطابق یہ قیمت ۱/ارب ۵۹/کروڑ ۶۰/لاکھ روپے بنتی ہے۔

مواہب لدنیہ کی روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی نے غزوہ تبوک میں ایک ہزار اونٹ ۷۰/گھوڑے اور ۱۰/ہزار دینار پیش فرمائے۔ اگر دس ہزار دینار کی موجودہ قیمت نکالی جائے تو کھربوں تک پہنچ جاتی ہے، یہ امدادی کارنامے اس وقت انجام دئے جارہے ہیں جبکہ نقل مکانی کرکے دوسرے وطن میں مقیم ہیں۔ دو دو ہجرتوں کی مشقت اٹھائی ہے لیکن تمام مشکلات کے باوجود حضرت عثمان کی فیاضی کم ہونے یا تھمنے کا نام نہیں لیتی، آخرکار انہیں بارگاہ رسالت سے "غنی" کا لقب حاصل ہوا۔ یعنی زمانے کی ضرورتوں سے بے نیاز۔

اس کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ اہم فلاحی کام اس طرح ہیں:

❏ امہات المومنین کے لیے علاحدہ علاحدہ مکانات تعمیر کرائے۔

❏ خلافت صدیقی میں مدینہ میں پڑنے والے قحط کے موقع پر ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہوا سارا اناج وغلہ بقیہ ص ۷۴/پر

ص ۵۶/کا بقیہ..........

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی، نہ محبّت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

**مادہ پرستی کی کثرت**: امام ابوالحسن الشاذلی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے أَرْبَعٌ لَایَنْفَعُ مَعَهُمْ عِلْمٌ، حُبُّ الدُّنْیَا، وَنِسْیَانُ الْآخِرَةِ وَخَوْفُ الْفَقْرِ وَخَوْفُ النَّاسِ ترجمہ: چار چیزوں کے رہتے ہوئے علم فائدہ نہیں دیتا: دنیا کی محبت، آخرت کو بھول جانا، تنگ دستی کا خوف اور لوگوں کی ملامت کا ڈر۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی 309:)

جب ان خوبیوں کے پیکر علما اٹھ گئے تو دھیرے دھیرے ساری صفتیں بھی رخصت ہونے لگیں؛ آخرکار دنیا ہواپرست، مفادی اور ذلیل لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی۔

**شرافت میں کمی**: قرآن کریم میں آیا: "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ"۔ ترجمہ: علم والے اور بے علم برابر ہیں۔ (الزمر، 39)

اہل علم اپنے ساتھ شرافت، عزت و وقار اور اسلامی وجاہت بھی ساتھ لے جارہے ہیں۔

**اسباب**: موت برحق ہے، جو پیدا ہوا ہے، اسے جانا ہے؛ لیکن اتنی کثرت سے اہل علم و معرفت سے محرومی یقیناً قابل ماتم ہے۔

ان شاہان زمانہ کی صحبت سے محرومی کے چند اسباب ہیں: پہلے لوگ ایک ایک حدیث کے لئے دور دراز مقامات کا سفر کرتے تھے، آج سب سے بڑی درس گاہ یوٹیوب ہے، ہماری درسگاہیں خالی پڑی ہیں، علم وفن کے چاند ستارے موجود ہیں، کوئی نہیں آتا، یہی نا قدری زوال امت کا اصل سبب ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ آج علم دین بھی دنیا طلب کرنے کے لئے حاصل کیا جانے لگا۔ جب خلوص ہی نہیں رہا تو علم حلق سے اترے گا کیسے اشوسل میڈیا نے بھی ہمیں علمی ہستیوں سے دورکرنے میں اہم رول نبھایا ہے، ان کی شایان شان قدر کرنے سے سدراہ بنا ہے، وقت سے پہلے ان بزرگ ہستیوں کی قدر کریں۔ اکابر کی خدمات کو سرچشم سے قبول کرکے انھیں وسعت بھر سراہنے کی کوشش کریں۔

◆◆◆

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

# اعلیٰ حضرت اور برطانوی سامراج کی مخالفت

انگریز تاجر کی حیثیت سے آئے، اندرونی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا ہندُستان پر قبضہ جمایا، مکر و فریب اور اپنے خفیہ ایجنٹوں کے ذریعے حکومت و امارت کو ہتھیا لیا، ملک کو انگریز کے دامِ فریب سے آزاد کرانے میں اولین و نمایاں کردار قائدینِ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہے، جن کی اکثریت علما و مشائخ پر مشتمل تھی۔ جن کی قیادت علامہ فضل حق خیرآبادی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی و شاہِ دہلی بہادر شاہ ظفر فرما رہے تھے۔ بعد کے دور میں جن علما نے انگریز کی مخالفت میں اہم کردار ادا کیا ان میں ایک ممتاز نام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کا ہے۔ آپ کی بہت سی کتابوں اور فتاویٰ کے ذریعے انگریز سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ نے انگریزی تہذیب و تمدن، خیالات اور غیر اسلامی سائنسی افکار کی تردید فرمائی۔

مولانا یٰسٓ اختر مصباحی لکھتے ہیں:

''مغربی تہذیب و تمدن، فرنگی فکر و مزاج اور غاصب انگریزوں سے نفرت و عداوت کا یہ عالم تھا کہ نہ کبھی ان کی حکمرانی تسلیم کی اور نہ ہی ان کی کسی کچہری میں گئے اور وہ بھی یہ کہہ کر کہ ''جب میں انگریز کی حکومت ہی تسلیم نہیں کرتا تو ان کی عدالت کیا تسلیم کروں گا؟'' لفافہ پر ہمیشہ اُلٹا ٹکٹ لگاتے اور کہتے کہ ''میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا'' زندگی بھر کسی انگریز کے پاس نہیں گئے اور نہ ان سے کوئی ربط و تعلق رکھا۔''

(امام احمد رضا اور جدید افکار و تحریکات، یٰسٓ اختر مصباحی، ص ۱۸۱)

پروفیسر ابرار حسین (علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی کے نام ایک مکتوب (محررہ ۵ رنومبر ۱۹۸۰ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

''کل ایک طالب علم نے اعلیٰ حضرت کے خط کا عکس بھیجا ہے، اعلیٰ حضرت کے پتے تحریر کرنے کا انداز بڑا دلچسپ ہے اور سیاسی نظریات کی ترجمانی کرتا ہے، پتا تحریر کرتے ہوئے آپ نے ''ملکہ کا سر نیچے رکھا ہے'' یعنی اُلٹی طرف سے شروع کیا ہے۔''

پروفیسر محمد مسعود احمد کی کتاب ''گناہ بے گناہی'' میں اعلیٰ حضرت کے ایک مکتوب کا عکس شامل ہے، جس میں ملکۂ برطانیہ کا ٹکٹ اُلٹا چسپاں ہے۔

(گناہ بے گناہی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۳۲-۳۳)

> آپ نے انگریز کی فریب کاریوں اور مشرکینِ ہند کی سازشوں سے مسلمانوں کو باخبر کیا

انگریز نے فکر و نظر کے اعتبار سے بھی مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوششیں کیں۔ اعلیٰ حضرت نے جہاں اسلامی روایات کو زندہ کیا وہیں تہذیبی و تمدنی لحاظ سے مسلم تشخص کے لیے کام کیا۔ آپ نے ہر پہلو سے انگریز کی فریب کاریوں کی مخالفت کی اور شعار و مراسمِ شرکیہ کی بھی مذمت کی۔ اور انگریز کے ساتھ ساتھ مشرکینِ ہند سے بھی مسلمانوں کو باخبر کیا۔ ان کے دامِ فریب سے مسلمانوں کو ہوشیار کیا، ان کے شعار سے بچنے کی تلقین کی۔

**مذمت انگریز میں افاداتِ رضویہ**

[ا] انگریز کے عقیدۂ تثلیث سے متعلق اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''نصاریٰ بہ اعتبار حقیقتِ لغویہ...... بلا شبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بُنوت ہیں۔''

(اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام، امام احمد رضا، ص ۹)

[۲] اعلیٰ حضرت انگریزی کورٹ سے رجوع کو بھی مسلمانوں کے حق میں ناروا و نقصان دہ جانتے تھے، اسی لیے فرماتے ہیں:

''اولاً: باستثناان معدود (چند) باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی (مداخلت) ہو؛ اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے: اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروروں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔''

(تدبیر فلاح ونجات واصلاح، امام احمد رضا، ص ۱۲)

[۳] مغربی مصنوعات کے مقابل مسلمانوں کی صنعت وحرفت و تجارت کے قیام کے لیے عملی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکا والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔''

(تدبیر فلاح ونجات واصلاح، ص ۱۲)

[۴] اعلیٰ حضرت نے سفرِ جبل پور ۱۹۱۹ء کے موقع پر بعد نمازِ عصر گن گیرج فیکٹری کی طرف سے انگریز کو جاتے دیکھ کر یہ جملہ ارشاد فرمایا ''کم بخت (یعنی انگریز) بالکل بندر ہیں۔''

(اکرام امام احمد رضا، مولانا برہان الحق جبل پوری، مطبوعہ لاہور، ص ۹۱)

انگریز سے ایسی نفرت کہ ''بندر'' کہہ کر اُس کی ذلّت فرما رہے ہیں۔

[۵] انگریز کی مخالفت کی غرض سے انگریزی زبان سیکھنے کو باعثِ اجر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردِ نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا۔'' (فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا، جلد دہم اوّل، ص ۹۹)

اعلیٰ حضرت کافروں، مشرکوں، انگریزوں، یہودیوں، آتش پرستوں، قادیانیوں غرض کہ ہر باطل گروہ کو اسلام اور مسلمانوں کا دُشمن سمجھتے تھے۔ انتقال سے صرف ایک ماہ قبل ۲۵ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو انھوں نے جو شعر ارشاد فرمایا وہ ان کے سیاسی افکار کا آئینہ دار ہے، سُنیے وہ کیا فرماتے ہیں۔

کافر، ہر فرد و فرقہ دُشمن ما را
مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا

ترجمہ: کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دُشمن ہے، خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک، یہودی ہو یا عیسائی (انگریز) اور یا آتش پرست۔

(گناہ بے گناہی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۶۸)

جو لوگ تحریکِ ترکِ موالات میں عدمِ شرکت کی شرعی وجہ کو غلط رنگ دیتے ہیں انھیں اعلیٰ حضرت کے اس فیصلے پر غور کرنا چاہیے:

''موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا، جلد ششم، ص ۱۲)

درحقیقت اعلیٰ حضرت چاہتے تھے کہ مسلمان انگریز کے ساتھ ہی اس کے تمدن سے بھی نفرت کریں۔ اسلامی اعتبار سے زندگی بسر کریں۔ دُشمن کا دُشمن دوست ہوتا ہے؛ اس لیے ہنود مسلمان کے دشمن تھے اور انگریز کے دوست۔ انگریز نے بعد کے دور میں مشرکین کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے مقدس مقامات کو متنازعہ بنانے کی جرأت کی جاتی ہے، بابری مسجد کی جگہ بِنا ثبوت زبردستی مندر بنانے کی جرأت کی جا رہی ہے، مسلم کش فسادات کروائے جاتے ہیں، مشرکین؛ مسلمانوں سے زیادتی کرتے ہیں، ماب لنچنگ کے ذریعے مسلمانوں کی جانیں لی جا رہی ہیں، اسلامی تہذیب وشعار کی مخالفت کی جا رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی بصیرت نے مستقبل کے احوال کی طرف نشان دہی کر دی تھی اور انگریز کے ساتھ ہی مشرکین کے فریب سے پردہ اٹھایا تھا... آج ہم خود مسلمانوں کی مخالفت کے نظائر مشاہدہ کر رہے ہیں جو انگریز کی سازش کا حالیہ نتیجہ قرار دیے جا سکتے ہیں۔

◆◆◆

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

# علماء کا اس کثرت سے انتقال، قوم مسلم کے لئے درس عبرت

ہمیں سب چھوڑ چھاڑ کر اب قیامت کی تیاری شروع کر دینی چاہیے، یہ فلک بوس عمارتیں، عالی شان بنگلے آسمان سے باتیں کرتی پہاڑ کی چوٹیوں پر بنے لمبے لمبے پل، یہ سیاروں کی سیر، یہ مشینیں، یہ ایجادات، یہ نت نئی تکنیکیاں، یہ سب ہماری ترقی نہیں، ہماری انتہا کی دلیلیں ہیں، یہ ترقیاں اصل میں زوال کی نشانیاں ہیں۔

موجودہ سال کی طرح، اتنی تیزی سے اہل علم کا کبھی انخلا نہیں ہوا۔ 2020ء دوسری چھوٹی بڑی آفتوں کے ساتھ اس لئے بھی برے دور کے طور پر یاد رکھا جائے گا کہ اس سال کثرت سے علماے اہل سنت غربائے اسلام کو نہتا چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعون

بچا کھچا وقت خود احتسابی کا ہے، اپنے گریبان میں جھانکنے اور لائحہ عمل تیار کرنے کا ہے، رجوع الی اللہ کا ہے، یاد رکھیے! اللہ کی رحمت جب کسی قوم سے روٹھتی ہے، وہ علمائے دین سے محروم کر دی جاتی ہے۔ آج دنیا کی معاشی زوال پر سب کی نظر ہے، غربت و افلاس کی بڑھتی تعداد پر سبھی تشویش میں مبتلا ہیں، دنیا کی ہیجانی کیفیت کا سب علاج ڈھونڈ رہے ہیں؛ لیکن علماے امت اور اہل اللہ کی کثرت انتقال سے، جو علم کی لازوال دولت سے دنیا محروم ہوتی جا رہی ہے، اس کی کسی کو فکر نہیں، یاد رکھیے! زوال کا آغاز ہو چکا ہے۔

قوت و فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
جب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

اکابر علما، مشائخ کرام اور مفتیان کرام کی کثرت وفات سے علمی دنیا جو خلا پیدا ہو رہا ہے وہ تو ہے، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل انمٹ خسارے ہوئے ہیں:

**خوف خدا میں کمی:** باعمل علما اٹھتے جا رہے ہیں، لوگ گناہ میں بے لگام ہو رہے ہیں۔ جو صحیح معنی میں علما تھے، وہ گناہ ہوتے دیکھتے یا سنتے تو بغیر رعایت ڈانٹتے، "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا فریضہ انجام دیتے۔ دنیا سے "از دل خیزد، بر دل ریزد" کا عملی نمونہ دیکھتی، ان راسخ علما کی پوری حیات مستعار خوف خدا کا عملی نمونہ ہوتی تھی، انھیں لوگوں کے بارے میں آیا ہے: "إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" (الفاطر 28:) بے شک اللہ سے علما ہی ڈرتے ہیں۔

**ذلت و رسوائی:** علمائے اسلام کا شیوہ رہا ہے، وہ ہر زمانے میں معزز رہے ہیں، تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے؛ جب شاہان وقت کے دربار میں علما کا قافلہ حاظر ہوا، سطوت و کرّ و فر، رعب و دبدبہ اور قوت شاہی کے باوجود سلاطین وقت، علما کی عزت و وقار کے سامنے بے بس و بے حس نظر آنے لگے، وقت کے سارے بڑے فیصلے علما کیے ہیں، تاریخ کے سارے اَن سلجھے اور لا ینحل گتھیاں علما کی بیٹھکوں میں سلجھے ہیں، نہایت ظالم و جابر بادشاہوں کو بس میں کرنے کی جرأت علما کی ٹیم کر سکی ہے؛ لیکن افسوس کی بات ہے، نسل نو کے فارغین کی اکثریت ایسی ہے کہ

عالم کہ کامرانی کہ وتن پروری می کند
او خویشتن گمست کرا رہبری کند

جو علما ہم سے رخصت ہو رہے ہیں، وہ اپنے خوشہ چیں، متعلّم اور فیض یافتہ چھوڑ جاتے ہیں، ان کا بدل اور ان کی نظیر نہیں ملتی، نو فارغین میں اہلیت گھٹ رہی ہے، کمیت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، معیار گرتا جا تا رہا ہے، باعمل اور مخلص علما کی پیداوار میں بہت کمی واقع ہو رہی ہے۔ آج کے نو فارغین "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ" کی عملی تفسیر بنتے جا رہے ہیں۔ اخلاص، عمل، زہد و ورع، مجاہدہ، مطالعہ وانہاک کے فقدان نے مدارس میں علمی فیضان کی روح کو یکسر ختم کر دی ہے، بے علم، دولت پرست اور فاسق سجادگان نے روحانی تصور اور عرفانی جاذبیت کی روح کو فنا کر دی ہے۔ علامہ اقبال کی دور اندیشی نے بہت پہلے کہا تھا

بقیہ ص ۵۳ پر

# جامعۃ الرضا کے کیشیر نہیں رہے

جامعۃ الرضا کے کیشیر اور عالی جناب انجینئر برہان علی صاحب رضوی (داماد تاج الشریعہ) کے بہنوئی محترم عارف علی رضوی مختصر علالت کے بعد مورخہ ۱۶ر جولائی ۲۰۲۰ء کو نصف شب بریلی شریف میں انتقال فرماگئے، اناللہ واناالیہ راجعون، پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

موصوف تقریباً ۶۰ر سال کے تھے اور نہایت ہی نیک، پاک طینت، خوش مزاج اور نماز روزہ کے پابند تھے، اپنے شرکائے کار کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش دلی کا اظہار، مزاحیہ گفتگو پر تبسم ریزی، چھوٹے، بڑوں کا پاس ولحاظ، ارباب علم و دانش کی تعظیم وتوقیر، اسلاف سے سچی عقیدت اور نرم مزاجی مرحوم کے نمایاں اوصاف تھے جن کا اعتراف ان کے ہر شناسا کو ہے۔

نماز پنج گانہ کی پابندی نے انہیں صاحب تربیت بنا دیا تھا، مسلک اہل سنت سے وابستگی نے نعت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سننے اور اس کی برکتیں بٹورنے کا عادی بنا دیا تھا، خاندانی وموروثی تربیت نے مزاج میں متانت شامل کردی تھی، یہی وجہ ہے کہ ہم نے طویل عرصہ میں مرحوم کو ترش روئی، بیہودہ گوئی اور اونچی آواز میں بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

زندگی کے نشیب وفراز کے باوجود بھی مرحوم سدا بہار ہی رہے، احباب سے معلوم ہوا کہ موصوف کو پریشاں حال لوگوں کی خبر گیری، درماندوں کی چارہ گری بڑی پسند تھی اور وسعت بھر اس کے لیے کوشاں بھی رہتے تھے، جس کا عملی ثبوت جامعہ میں درجۂ چہارم کے ملازمین کے ساتھ کی گئیں کارگزاریاں ہیں، مزاج میں بڑی سادگی اور تکلفات سے ہمیشہ گریزاں رہنا موصوف کا امتیاز تھا، کس کو کیا معلوم تھا کہ چھ دہائیوں کا شگفتہ گل اچانک مرجھا جائے گا اور پھر قیامت تک دوبارہ مسکراہٹیں نہ بکھیر سکے گا مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ! نوشتۂ ازل غالب آیا بالآخر جان جان آفریں کے سپرد کردی اور ہمارے درمیان سے وہ دیرینہ ساتھی اٹھ گیا جس کی خالی نشست گاہ آج بھی بہتوں کے چہروں پر افسردگی کا اثر پیدا کردیتی ہے اور زبان پر مغفرت کے کلمات آہی جاتے ہیں۔

قریبی کی رحلت باعث قلق واضطراب ضرور ہے مگر صبر کی روش مرحوم کے لیے ذریعۂ نجات بن سکتی ہے، جامعہ کا جملہ اسٹاف اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور اظہار تعزیت کرتا ہے، ہم دعا گو ہیں کہ رب قدیر موصوف کی مغفرت فرمائے، دیار حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابنا کیوں کو قبر کی تاریکیوں کے ازالہ کا سبب بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شرکائے غم

جملہ اسٹاف جامعۃ الرضا، بریلی شریف

# * درِ عثمان نہ چھوڑو *

دستورِ درِ حضرتِ عثمان نہ چھوڑو
ایثار و سخا کا وہ گلستان نہ چھوڑو

رہبر ہے زمانے کے لیے جس کا اجالا
اخلاص کا وہ نیّرِ ذیشان نہ چھوڑو

پڑھتے ہوئے قرآن ہوئی اُن کی شہادت
اے مومنو تم مر کے بھی قرآن نہ چھوڑو

کہتی ہے یہی حضرت عثمان کی سیرت
تم خوف سے سچائی کا ایوان نہ چھوڑو

وہ جامع قرآن ہیں دامادِ نبی ہیں
ایسے گلِ اوصاف کا دامان نہ چھوڑو

ناموس رسالت کے تحفظ میں کٹے عمر
یہ راہِ محبت کبھی اک آن نہ چھوڑو

توہین نبی، ذرہ برابر نہ ہو منظور
مٹ جاؤ مگر غیرتِ ایمان نہ چھوڑو

ہر مصلحتِ وقت کو رد کر کے اٹھو تم
جاں دے کے بھی حق بات کا اعلان نہ چھوڑو

جو بھی کرے سرکار دو عالم کی اہانت
تردید ہی کیا، اُس کی کبھی جان نہ چھوڑو

ہر حال میں دشمن پہ رہو گے تمہی غالب
بس عشقِ نبی کا کبھی میدان نہ چھوڑو

بات آئے اگر عزت و ناموسِ نبی کی
اِس راہ میں مر مٹنے کی پہچان نہ چھوڑو

کردار و عمل حضرتِ عثماں کا ہے بے مثل
تا عمر وہ تقوی کا خیابان نہ چھوڑو

وہ آج بھی ملت کی حمایت میں کھڑے ہیں
اُس مرد جری کا کبھی ایقان نہ چھوڑو

جن کے لیے سرکار نے لی بیعتِ رضواں
تم انکی وفاداری کا پیمان نہ چھوڑو

وہ ذات فرشتے بھی حیا کرتے ہیں جس سے
اَسرارِ حیا کا وہ دبستان نہ چھوڑو

اسلام ہے اُس فطرتِ فیاض کا ممنون
تم ایسے سخی کا، کبھی عرفان نہ چھوڑو

سینہ رہے آبادِ سدا حب نبی سے
الفت کے حرم کو کبھی ویران نہ چھوڑو

جاری رہے ملت کے تمدن کی حفاظت
اسلام کی تہذیب کا سامان نہ چھوڑو

ہو ذکرِ خدا، نعتِ نبی، لب پہ مسلسل
ہستی کی رگوں کو کبھی بے جان نہ چھوڑو

قرآن وسنن حق کے ترازو ہیں فریدی
اشعار میں بھی اپنے یہ میزان نہ چھوڑو

## ✲ تاجدارِ اہلسنّت ✲

رضا کے بحرِ عرفاں کی روانی مفتی اعظم
سراپا دینِ حق کی ترجمانی مفتی اعظم

خدا نے اُن کو بخشی ہے محبت کی شہنشاہی
دلوں پر کر رہے ہیں حکمرانی مفتی اعظم

وہ اپنے زہد وتقویٰ میں حَسَن بصری کے نائب ہیں
تفقّہ میں غزالی کے ہیں ثانی مفتی اعظم

جمالِ سیرت و کردار، شرحِ مذہب وملت
کمالِ علم و حکمت کی نشانی مفتی اعظم

ترا اُسوہ تری سیرت نصابِ مکتبِ عرفاں
تری ہستی، ہلالِ نکتہ دانی مفتی اعظم

بہارِ علم وتقویٰ سے مہکتا ہے نسب تیرا
لہو میں ہے وجاہت خاندانی، مفتی اعظم

حیاتِ پاک حُبِ مصطفیٰ کے سوز میں گزری
چراغِ عشق، تیری زندگانی مفتی اعظم

شریعت کے اصولوں پر حکومت کو جھکا ڈالا
زمانہ تجھ سے سیکھے حق بیانی مفتی اعظم

جہاں بھی دشمن اسلام آئے سامنے تیرے
سدا پائی ہے تو نے کامرانی مفتی اعظم

یگانہ ہے تری ہستی دیارِ عشق وعرفاں میں
نظر آتا نہیں ہے تیرا ثانی مفتی اعظم

ترے کردار کے جلوے عیاں ہیں چرخِ عالم پر
مٹے گی کیا تری سچی کہانی مفتی اعظم

ترے ذروں نے بھی ایسی تجلی علم کی پائی
جہاں بھر میں ہے اُن کی ضَوفشانی مفتی اعظم

توجہ آپ کی ہو جائے گر سوکھی زمیں پر بھی
تو آجاتی ہے خُوئے گُلستانی مفتی اعظم

ترے بحرِ کرم سے باغِ ملت میں بہار آئی
نرالا ہے تری حکمت کا پانی مفتی اعظم

نبی کے عشق سے ایسی بقا تجھ کو میسر ہے
مٹا سکتا نہیں یہ دارِ فانی مفتی اعظم

سجی ہے آج مسقط میں تمہارے ذکر کی محفل
چمک اُٹھی ہے یہ خاکِ عُمانی مفتی اعظم

تری دہلیز پر شاہا، دل وجاں وجگر خم ہیں
فریدی پر ہو چشمِ مہربانی مفتی اعظم

मसलके आला हज़रत का नक़ीब व पासबान
माहनामा सुन्नी दुनिया
बरेली शरीफ़

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोट:-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

October-2020 Rs. 25/-

صفر المظفر / ربیع الاول ۱۴۴۲ھ / اکتوبر ۲۰۲۰ء

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



جانشینِ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

تمام عالم اسلام کو
جشن عید میلاد النبی ﷺ
مبارک ہو

- آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- دین حسن اور حب نبوی
- آمد سرکار اور موسم بہار
- کامیابی کا آسان طریقہ
- کیا خطائے اجتہادی عیب نہیں
- فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد
- امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
- امارات اسرائیل معاہدہ!
- مسلکی غنڈہ گردی کے اسباب
- اسلام کا نظام عدل و انصاف
- روافض اپنے افکار و نظریات کے آئینے میں



مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی، ہند

# CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)







## Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران رضانگر، بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکزِ اعظم اہل سنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

# ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱۰
Issue No.10
Vol. 5 جلد نمبر ۵

صفر المظفر
ربیع الاول ۱۴۴۲ ہجری
اکتوبر ۲۰۲۰ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

**انتباہ**

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

**نوٹ**

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

**ہدایت**

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوزشدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔


**رابطہ کا پتہ**

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ رسوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

**Email:**

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

**Visit Us:**

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

**Contact Address**

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
**Contact Numbers**
0581-2458543, 2472166, 3291453



ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

# اس شمارے میں



| کالم | مضمون | مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ● | آمد سرکار اور موسم بہار | عبدالرحیم نشتر فاروقی | ۵ |
| ● | آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم | علامہ اولاد رسول قدسی | ۸ |
| ● | میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی | ۱۳ |
| ● | اسلام کا نظام عدل وانصاف | مفتی محمد اسلم رضا شیوانی | ۲۰ |
| ● | دین حسن اور حب نبوی | مولانا طارق انور مصباحی | ۲۴ |
| ● | کامیابی کا آسان طریقہ | ڈاکٹر محمد لئیق اللہ خاں | ۲۷ |
| ● | روافض اپنے افکار ونظریات کے آئینے میں | مولانا شہزاد عالم | ۳۰ |
| ● | مولوی کی عظمت | مولانا عرفان احمد ازہری | ۳۲ |
| ● | مسلکی غنڈہ گردی کے اسباب | مولانا انیس عالم سیوانی | ۳۳ |
| ● | کیا خطائے اجتہادی عیب نہیں | مولانا محمد راحت خاں قادری | ۳۵ |
| ● | فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد | ڈاکٹر مفتی محمد ساجد احمد | ۳۹ |
| ● | امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ | غلام مصطفیٰ رضوی | ۴۲ |
| ● | امارات اسرائیل معاہدہ! | غلام مصطفیٰ نعیمی | ۴۴ |
| ● | ایمان، کفر اور تکفیر | حضور تاج الشریعہ قدس سرہٗ | ۵۸ |
| ● | متجدد دوراں صدی ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کی حقیقت | مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی | ۵۱ |
| ● | ملفوظات تاج الشریعہ | حضور تاج الشریعہ قدس سرہٗ | ۵۷ |
| ● | بارہویں کے نور سے روشن ہوئی کل کائنات | محبوب گوہر اسلام پری | ۴۴ |

محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی

# آمدِ سرکار اور موسمِ بہار

بہار کا موسم دراصل سرسبز وشادابی، رونق وتازگی، فرحت وانبساط، کیف وسرور، اور جوش وولولہ کا مظہر ہے، اس موسم میں ہر شئے اپنی نکھار سے ”بہار“ کی موجودگی کا خوبصورت احساس دلاتی ہے، اس وقت ہر شئے اپنی جوانی اور شباب کی منزلیں طے کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور جوان و توانا چیزیں تازگی وملاحت آفرینی سے وجد کناں دکھتی ہیں، حتیٰ کہ عمر رسیدہ اشیا بھی اپنی جاذب نظر رنگت سے اس موسم کے برکات کی شہادت دیتی ہیں۔

چار فضائی موسموں میں سے ایک موسم بہار شمالی نصف کرہ میں مارچ اور اپریل کو آتا ہے جبکہ جنوبی نصف کرہ میں ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں آتا ہے، یہ نہ زیادہ گرم ہوتا ہے نہ زیادہ سرد! خزاں کے سبب اپنے پیرہن سے محروم ہو چکے پیڑ، پودے موسم بہار میں نیا لباس بدلتے ہیں، جن کے خوب صورت، تروتازہ اور صاف وشفاف سبزہ زار پتّوں کا پیراہن آنکھوں کو طراوت بخشتا ہے اور قلب وجگر کو تازگی کا تحفہ دیتا ہے۔

موسم بہار اہل جہاں کو تازگی وتوانائی کا احساس دلاتا ہے، یہ انسانی، حیوانی اور نباتی صحت کے لئے انتہائی فائدہ مند ہوتا ہے، انسانی چہروں پر شگفتگی، مسکراہٹ اور نکھار نظر لاتا ہے، حیوانات کے اندر بہت سی خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، نباتات میں تو یہ موسم حقیقی بہار لاتا ہے، باغوں، پودوں اور جنگلات میں صدہا قسم کے پھل دار یا پھولدار پودوں کے چھوٹے چھوٹے شگوفوں اور کونپلوں کا وجود فضا میں بھینی بھینی خوشبو بسا دیتا ہے، پھولدار پودوں میں تو یہ سماں اور بھی زیادہ دلکش اور قابل دید ہوتا ہے، ان میں پتوں کے سبزہ زار کے ساتھ ساتھ قدرت کا ودیعت کردہ خوش نما پھول بھی ان کی رونق کو دوبالا کر دیتا ہے۔

انسانی بچے بھی پھولوں کی طرح نرم ونازک ہوتے ہیں، یہ موسم انھیں بھی بھرپور مستفیض کرتا ہے، ان کے جسم میں چستی، پھرتی، چالاکی اور توانائی پیدا ہوتی ہے، جسمانی نشوونما کے لحاظ سے یہ موسم ان کے لئے بہت مفید ہوتا ہے، جس طرح باغوں میں پھول روز افزوں دلکش اور خوبصورت ہوتے جاتے ہیں اسی طرح بچوں میں بھی خوبصورتی اور رعنائی بڑھتی رہتی ہے اور وہ دن بدن ہشاش بشاش رہنے لگتے ہیں۔

یہ موسم ایسا جانفزا کیوں ہے؟ کیوں کہ اس موسم بہار میں ”جان بہار“ اور ”مظہر شان پروردگار“ کی تشریف آوری ہوئی ہے، جس کے آنے سے اس کائنات کے مردہ وجود میں حیات نو کی تازگی دوڑ گئی، باغات سبزہ زار ہو گئے اور چمن کی کلیوں میں چٹکنے کا شعور پیدا ہو گیا، پھول کھلنے اور مہک نے لگے، کھیت کھلیان کی فصلیں لہلہانے لگیں، پیڑ پودے ثمر بار ہو گئے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ ساری چمک دمک اور رعنائیاں انھیں کے انوار کی چھینٹیں ہیں جو تمام موجودات ومشاہدات میں اپنی نورانیت بکھیر رہی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی اس کی یوں ترجمانی فرما رہے ہیں ؎

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

ربیع کا لغوی معنی ”فصل بہار“ کے ہیں اور اوّل بمعنی ”پہلا“، اس طرح ”ربیع الاوّل“ کا معنی ہوا ”پہلی فصل بہار“ یا ”پہلا موسم بہار“ مشہور کتابوں میں آیا ہے کہ صبح شب ولادت کائنات کے ذرّے ذرّے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار کا مشاہدہ کیا گیا، آپ کے فیضان کا ظہور نظر آیا، فضا

مشکبار اور فرحت فزا ہو گئی، مکہ کی گلیاں بارونق ہو گئیں، لاغر و ناتواں جانور فربہ اور طاقتور ہو گئے، جن کا دودھ ختم ہو گیا تھا دودھ دینے لگے، جن درختوں کے پتے خشک ہو چکے تھے ان پر سبز و شاداب پتے ہواؤں سے اٹھکھیلیاں کرنے لگے، پھولوں پر غضب کا نکھار آ گیا، فرط مسرت میں عالم کا ذرہ ذرہ نغمہ سرا ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماہ ولادت پر سعادت کو ''ربیع الاوّل'' کہا جاتا ہے، بعض صاحبان دل اور اہل محبت و معرفت ''ربیع الاوّل'' کو ''ربیع النور'' بھی کہتے ہیں اور حق کہتے ہیں کہ ''ربیع'' یعنی بہار تو ایک مختصر موسمی سماں کا استعارہ ہے جو کئی اعتبار سے ناقص ہے، بہار آتی ہے اور چلی جاتی ہے، موسم بہار میں اگر ہریالی آتی بھی ہے تو محدود ساعتوں کے لئے، خنکی کا اثر بھی آب و ہوا تک ہی محدود رہتا ہے، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور تو انوار کی صبح بہاراں ہے، ابدی فیوضات کا سرمدی موسم ہے، نبض ہستی کی حرکت و حرارت کا باعث ہے، ولادت رسول صرف بہاروں کا پیغام نہیں بلکہ دائمی انوار و فیوضات کا سرچشمہ ہے جسے قیامت تک نور بار رہنا ہے اور یہ انوار و فیوضات کسی ایک عالم کے لئے نہیں بلکہ عالم جن و انس کے لئے بھی ہیں، عالم نباتات و جمادات کے لئے بھی اور عالم چرند و پرند کے لئے بھی حتی کہ عالم لاہوت و ملکوت کے لئے بھی ہیں۔

یقیناً موسم بہار چند ایام و شہور کا مہمان ہوتا ہے پھر ساری شادابیاں، رعنائیاں اور رنگینیاں رفتہ رفتہ اپنی جاذبیت و مقناطیسیت کھو دیتی ہیں لیکن بانیٔ اسلام کے صدقے اس فرش گیتی پر چھانے والی بہار چند روزہ نہیں بلکہ دوام و ہمیشگی والی ہے، اس کا فیضان عالم گیر و ہمہ گیر ہے، فرش زمین پر موجود جملہ مخلوق اس کے باران رحمت سے سیراب و شاد کام ہے۔

ربیع النور کے صدقے انسانیت پر ایسی بہار چھائی کہ قیام قیامت تک کے لئے انسانوں کے حقوق محفوظ ہو گئے، عورتوں پر اس موسم کی ایسی کرم فرمائی ہوئی کہ جس سماج میں عورت کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا، جنھیں پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا وہاں اس کے لیے باقاعدہ حقوق مرتب کئے گئے، اس کے تمام رشتوں کو عزت و احترام کا مستحق قرار دیا گیا یہاں تک کہ ایک ماں کی حیثیت سے اس کے قدموں میں جنت جیسی نعمت رکھ دی گئی، 12 ربیع النور کو افق عالم پر طلوع ہونے والے آفتاب و ماہتاب نے ایسا جام محبت پلایا کہ آپس میں ہولناک جنگ کرنے والے اخوت کے پاکیزہ رشتے میں بندھ گئے اور صدیوں سے ایک دوسرے پر خون آشام تلواریں چلانے والے آپس میں شیر و شکر ہو گئے یہاں تک کہ اپنے اپنے مال و اسباب اور زمین و جائداد کا نصف حصہ مہاجرین کو دے دیا، جانوروں پر اس بہار کا ایسا ابر کرم برسا کہ انھیں بھی رحم و کرم کا مستحق قرار دے کر ان سے کام لینے کا ضابطہ متعین کیا گیا، نباتات پر بھی اس موسم بہار کی یہ کرم فرمائیاں ہوئیں کہ وقت پر ان کی مناسب آبیاری کی تحدید اور بلاوجہ ان کی شاخیں توڑنے پر زجر و توبیخ کی گئی، یہاں تک کہ مسواک کے لئے بھی ایک حد متعین کی گئی غرض کہ عالم میں موجود ہر شئے پر 12 ربیع النور کا فیضان جھما جھم برسا اور قیامت تک برسے گا۔

نباتات و جمادات میں احساس و ادراک کی صفت نہیں ہوتی لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ادنیٰ سا تعلق بھی وہ اثر رکھتا ہے کہ ایک خشک تنے کو بھی ہوش و خرد، احساس و ادراک اور عشق و محبت کے لطیف جذبے سے سرشار کر دیتا ہے اور ایک ہم ہیں کہ تمام تر قلبی، ذہنی اور حسی صلاحیتیں رکھتے ہوئے بھی بے حس، بے کیف اور محروم ہیں، کیا ہم ان پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں جو قربت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض پا کر حیات جاوداں پا گئے؟ ہم تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے والے، آپ پر ایمان رکھنے والے اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری کا دم بھرنے والے ہیں، آج کیوں ہم اپنے رب سے، اپنے رسول سے اور اپنی عاقبت سے بے خبر ہیں، ہمارے سینوں کے اندر دل دھڑکتے ضرور ہیں لیکن ان دھڑکنوں میں فانی دنیا کی محبتیں رچ بس گئی ہیں، دل کی تختیاں غفلت شعاری اور شامت اعمال سے سیاہ ہو چکی ہیں،

ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بنتی جا رہی ہے، ہمیں کوئی بھی، کہیں بھی، کبھی بھی پیٹ پیٹ کر مار ڈالتا ہے لیکن کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

اللہ رب العزت نے ہمیں عزت وعظمت والے ممتاز نبی کی غیرت مند اور ممتاز امت میں پیدا فرمایا ہے لیکن ہم نے اپنی شرافت وصداقت اور غیرت وحمیت کو کہیں گروی رکھ دی ہے، ورنہ آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا، اگر اب بھی ہم نے اپنے ماضی کی روش کی تجدید کر لی تو یقیناً ہمارا مستقبل روشن وتابناک ہوتے دیر نہیں لگے گی، ہمارا وقار واعتبار بحال ہوتے وقت نہیں لگے گا، بس صرف اور صرف۔

طریق مصطفٰی کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
تو اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

آئیے اپنے آقا کی اطاعت کے لئے خود کو تیار کر لیں، اپنے آپ کو حرص وہوس اور خواہشات نفسانی سے کنارہ کش کر لیں، مساجد کو اپنے سجدوں سے آباد کر دیں، مصطفٰی جان رحمت کی اطاعت وفرماں برداری، وفاداری وجاں نثاری سے آپ کے سچے امتی ہونے کا ثبوت پیش کریں، مولیٰ تعالیٰ ہمیں آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنا جادہ راہ بنانے کا جذبہ صادق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۵۷ کا بقیہ........................................

موجودہ سال کی بھی بقدر نصاب باقی ہے تو اس کی بھی زکاۃ ادا کرے۔

**عرض...۸:** کیا ہر نبی پیدائشی نبی ہے اور نبوت کا اعلان چالیس سال کی عمر میں ہوتا ہے؟ یا چالیس سال میں نبوت ملتی ہے؟

**ارشاد...:** پیدائشی نبی تو چند ہوئے اور ہمارے سرکار ابد قرار صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں اور سارے انبیا علیہم السلام سے پہلے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا ظہور ہوا اور جب ہی سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو منصب نبوت عطا کیا گیا:

**کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد**

میں نبی تھا جب کہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کا خمیر تیار نہیں ہوا تھا اور وہ روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی، جلد ۱۳، صفحہ ۱۸۹، حدیث ۳۹۶۸)

**وان آدم لمنجدل فی طینتہ**

آدم اپنے خمیر میں تھے کہ میں اس وقت نبی تھا۔

(کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۲، حدیث ۲۰۱۷)

مختلف قسم کی روایتیں اس سلسلے میں آئی ہیں اور آیت کریمہ سے یہ معنیٰ ان احادیث کا معنیٰ ثابت ہوتا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

یاد کرو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیوں (علیہم السلام) سے یہ وعدہ لیا تھا کہ جو کچھ کتاب اور حکمت میں تم کو دوں پھر تمہارے پاس تشریف لے آئے وہ رسول (علیہ الصلاۃ والسلام) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ارواح میں حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُس انبیا (علیہم السلام) کی انجمن میں صدرِ انجمن محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا اور انبیا (علیہم السلام) سے عہد لیا کہ یہ جو تمہارے صدر ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم میں تم کو نبوت دیتا ہوں اس شرط پر کہ عالم اجسام میں اگر یہ تمہارے نبوت کے دور میں ظاہر ہوئے تو ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے؟ ابھی وہ کہہ نہیں پائے تھے اقرار نہیں کر پائے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سبقت کر کے پوچھا:

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ

کیا اس کا اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟

.........جاری

پہلی قسط

# آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: علامہ اولادِ رسول قدسی

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی دنیا میں کفر و شر کا زور بڑھا، رب کائنات نے انسانوں کے رشد و ہدایت کے لئے پیغمبرانِ عظام مبعوث فرمائے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام اس خاکدان گیتی پر تشریف لائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر آٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو برس بعد خدا وند قدوس نے اس وقت رسول کونین ﷺ کو ملک عرب میں مبعوث فرمایا جب عرب کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہو چکے تھے، چند جملوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان تھا مگر انسانیت کالعدم ہو چکی تھی، آدمی تھا مگر آدمیت کا کوسوں دور تک پتہ نہیں تھا، اخلاقی اقتدار آہیں بھر رہے تھے، تہذیب و تمدن سسکیوں پہ سسکیاں لے رہے تھے، شرافت و نجابت کا دن دھاڑے جنازہ نکل رہا تھا، وہ ایسا سنگین وقت تھا کہ انسانوں میں ایمان و عمل دونوں بالکلیہ مفقود ہو چکے تھے۔

ایمان و عقیدے کا یہ عالم تھا کہ انسان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش سے یکسر منھ موڑ کر پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو اپنا معبود یا شریک معبود سمجھ کر ان کی پوجا پاٹ میں مصروف نظر آرہا تھا، عمل کی گراوٹ کی یہ کیفیت تھی کہ قتل، رہزنی، جوا، شراب نوشی، حرام کاری، عورتوں کا اغوا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، عیاشی، فحش گوئی جیسے مذموم افعال کے ارتکاب میں انسان کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتا تھا، ایسے پر اسرار ماحول میں ضرورت تھی ایک ایسے ہادی کی جو اپنی خداداد قوت سے انسانوں کو شرفِ انسانیت سے ہمکنار کر سکے، خدا وند قدوس کی رحمتیں جوش میں آئیں، اس نے اپنے محبوب ہادیٔ اعظم، محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النّبین اور رحمت للعالمین بنا کر اس روئے زمین پر مبعوث فرمایا۔

چنانچہ قولِ مشہور کے مطابق واقعۂ اصحاب فیل کے پچپن دن کے بعد ۱۲؍ ربیع الاوّل مطابق ۲۰؍ اپریل ا۵۷ء کو رسول کائنات ﷺ پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ شدہ، بحالت سجدہ مکہ شریف میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت باسعادت کا مژدہ جانفزہ سنتے ہی آپ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاداں و فرحاں حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور اپنے پیکر نور پوتے کو کلیجے سے لگایا اور کعبۃ اللہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی، اسم گرام ''محمد'' رکھا، سب سے پہلے آپ نے ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، اس کے بعد عرب کے رسم و رواج کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلے میں رکھ کر دودھ پلاتی رہیں یہاں تک کہ آپ کے دودھ پینے کا زمانہ انہیں کے یہاں گزرا۔

آپ کے بچپن کی دلکش اداؤں کے سلسلے میں حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ آپ کا جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا اور آپ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تو چاند آپ کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا، جب آپ نے کلام کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان اقدس سے مندرجہ ذیل مبارک جملہ صادر ہوا ''اللہ اکبر الحمد للہ رب العٰلمین وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔''

بچوں کی فطرت کے مطابق کبھی بھی آپ نے کپڑوں میں بول و براز نہیں فرمایا، جب آپ چلنے پر قادر ہوئے تو باہر بچوں

کوکھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے، اگر کبھی لڑکے آپ کو کھیل کی طرف بلاتے تو فرماتے ”کہ میری تخلیق کھیل کود کے لئے نہیں ہوئی۔“

صحیح البخاری کی دوسری جلد میں باب **وامھاتکم اللّٰتی ارضعنکم** کے تحت مندرج ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر سنتے ہی حضرت ثوبیہ نے جو اس زمانے میں ابولہب کی لونڈی تھیں شاداں و فرحاں دوڑتی ہوئی آئیں اور اپنے آقا ابولہب کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ مبارک ہو نور و نکہت سے معمور انتہائی حسین وجمیل تمہارے بھتیجے کی پیدائش تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر ہوئی ہے، یہ مسرور کن خبر سن کر ابولہب کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی، فرطِ مسرت وفرحت میں اس نے اپنی لونڈی کو انگلی کے اشارے سے آزادی کا پروانہ دے دیا، ابولہب کے اس عمل خیر کا فائدہ یہ مرتب ہوا کہ اس کی وفات کے بعد عم رسول حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابولہب کے سگے بھائی تھے، اسے ایک بار خواب میں دیکھا اور اس کے برزخی احوال سے متعلق پوچھا تو اس نے اپنی اس انگلی کو اٹھا کر جواب دیا کہ بھائی کیا بتاؤں بے حد اذیت میں مبتلا ہوں، سخت سے سخت تر عذاب سے دوچار ہوں، آپ حضرات سے مفارقت کے بعد مجھے قبر میں خورد ونوش کے لئے کچھ بھی میسر نہیں آتا، البتہ مجھے اس انگلی سے پانی عطا کیا جاتا ہے جس سے میں نے ”محمد“ (ﷺ) کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

اس واقعہ سے متأثر ہو کر شیخ علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی مشہور زمانہ کتاب مستطاب ”مدارج النبوۃ“ کی دوسری جلد کے انیسویں صفحہ میں جو قلم بند فرمایا ہے، وہ انتہائی ایمان و افروز بصیرت خیز اور سبق آموز ہونے کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ اور تازیانۂ عبرت ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر میلاد پاک منانے والوں کو بدعتی قرار دیتے اور محفل میلاد پاک کو بدعت سے تعبیر کرتے ہیں، شیخ علی الاطلاق فرماتے ہیں کہ ابولہب کا یہ واقعہ میلاد النبی منانے والوں کے لئے جواز کا واضح ثبوت اور انعقاد محفل میلاد کے لئے ناقابل انکار سند ہے، مزید فرماتے ہیں کہ ابولہب جو کھلا ہوا کافر ومشرک تھا اور اس کی مذمت میں قرآن مقدس کے اندر مکمل ایک سورۃ نازل ہوئی، جب اسے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اظہار مسرّت پر من جانب اللہ جزا مل سکتی ہے تو پھر مسلمانوں کو کیوں نہیں جو اپنے آقا کی محبت میں میلاد پاک کی محفل منعقد کرتے، مال خرچ کرتے اور کیف وفرحت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف جب چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ اللہ کی پیاری ہوگئیں، والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ آپ کی پرورش فرمائی۔ ابھی آپ نے عمر کی آٹھ ہی بہاریں دیکھی تھیں کہ آپ کے دادا نے بھی دنیائے فانی کو خیرآباد کہہ دیا۔ آپ کے دادا کے وصال پر ملال کے بعد آپ کے انتہائی شفیق وخلیق چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا، احادیث نبویہ گواہ ہیں کہ سرور کونین ﷺ کی دل آویز وروح پرور اور لطافتوں سے لبریز ادائیں دیکھ کر ابوطالب کے اندر ایسی گرویدگی پیدا ہوئی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے پیارے بھتیجے کو اپنی آنکھوں سے الگ ہونے نہ دیا، ہمہ وقت سفر ہو یا حضر اپنے ساتھ رکھتے، ان کے لئے آقا کا ایک پل بھی نظروں سے اوجھل ہونا قطعی گوارا نہ تھا، ابوطالب کی شیفتگی وگرویدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے سرکار ابد قرار ﷺ کی شان اقدس میں ایک انتہائی فصیح وبلیغ طویل قصیدہ قلم بند فرمایا جس کا ہر ہر شعر نہ صرف یہ کہ آقائے کریم ﷺ کی بے مثال مدح وستائش پر دال ہے بلکہ ان کی بے لوث فقید النظیر شفقت کا بھی روشن اظہار ہے، اس طویل قصیدے کا ایک تلمیحی شعر یوں ہے:

وابیض الیتامی الغمام بوجهه
ثمال یستقی عصمة للارا مل

یعنی وہ (حضور اکرم ﷺ) ایسے ابیض یعنی سفید رنگت

کے مالک ہیں کہ ان کے روئے ضوبار کے توسط سے طلب بارش کی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے سہارا ہیں۔ چونکہ یہ تلمیحی شعر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس شعر کا پس منظر تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

عرب کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ زمانۂ گذشتہ میں بسا اوقات باشندگان عرب کو قحط سالی سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ جب بارش کا فقدان ہوتا تو زمینیں پھٹ کر آہیں بھرتیں، جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف خشکی ہی خشکی نظر آتی۔ چاروں طرف ناقابل بیان اضطراب کا جانکاہ عالم ہوتا۔ ایسی سنگین صورت حال میں نہ صرف یہ کہ انسان متاثر ہوتے بلکہ جانور بھی درد و کرب میں مبتلا ہوجاتے۔ ظاہر ہے بارش نہ ہونے کی بنیاد پر جہاں انسان کو دانہ پانی میسر نہیں آتا، قافلوں کی آمد و رفت کا سلسلہ مسدود ہوجاتا تو وہیں جانور بھی چارہ اور پانی سے یکسر محروم ہوجاتے نتیجتاً انسان اور جانور کی جانوں کے ایسے لالے پڑتے کہ وہ تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتے، اتنی اموات واقع ہوتیں کہ پورا علاقہ کا علاقہ قحط سالی جیسے وبال جاں سے ماتم کدہ بن جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جہاں اس سے بچنے کی دعائیں کرتے وہیں اس کے حملہ آور ہونے کے بعد اس کے تدارک کے لئے مختلف تراکیب اپناتے۔ ایام جاہلیت میں چونکہ بت پرستی کا ہر سو زور تھا اور کاہنوں کی کہانت کا سکّہ بیٹھا ہوا تھا، اس لئے مرتے کیا نہ کرتے کے تحت لوگ کبھی بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوکر آہ و فغاں کرتے، گونا گوں چڑھاوا پیش کرتے اور اپنی ناگفتہ بہ حاجات پیش کرتے اور اپنی درپیش مشکلات کے حل کا سوال کرتے تو کبھی کاہنوں کے پاس جاکر جبیں سائی کرتے اور فریادی بن کر بڑی منت و سماجت کرتے کہ ہمیں قحط سالی کی آفتوں سے نجات دلائی جائے، کچھ ایسا کرتب دکھایا جائے کہ آسمان کا مونھ کھل جائے اور بارش سے زمینیں تربتر ہوجائیں۔

رسول کائنات ﷺ کے عہد طفولیت میں بھی ایک بار ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگوں کا جینا دوبھر ہوگیا۔ انسانوں اور جانوروں کی زندگی اجیرن بن کر رہ گئی، ایک ایک لمحہ کرب و اضطراب میں گذرنے لگا، رسوم قدیمہ اور عقیدۂ باطلہ کے تحت باشندگان مکہ نے یہ ارادہ کیا کہ ان صبر آزما حالات سے نجات پانے کے لئے بت کدہ پہنچ کر بتوں کے سامنے استغاثہ کیا جائے بصورت دیگر ہم ہلاکت کے دہانے تک پہنچ جائیں گے۔ ہمارے بت ہی ہیں جو ہمیں ان مصائب سے رستگاری کا پروانہ دے سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ لوگ بت کدہ کا رخ کرتے معاً مکہ شریف کے رہنے والے ایک حسین و جمیل انتہائی معمر شخص نے لوگوں سے کہا کہ میری مانو بجائے بتوں کے پاس جانے کے بہتر یہ ہے کہ چونکہ ہمارے مابین جناب عبد المطلب کے بیٹے ابو طالب بقید حیات ہیں، وہ معظم و مکرم ہونے کے پہلو بہ پہلو خانۂ کعبہ کے متولی و سجادہ نشین بھی ہیں۔

لہٰذا ان کی بارگاہ میں ہم سب چل کر دعا کی درخواست کرتے ہیں، مجھے امید واثق ہے کہ ہم ان کی نیک دعاؤں سے اس عالم کرب و اضطراب سے بآسانی نجات پالیں گے۔ اہل مکہ کو معمر شخص کی باتیں بے حد پسند آئیں اور سرداران مکہ بلاچوں و چرا تاخیر کئے بغیر ابو طالب کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور انتہائی غمزدہ لہجے سے ناگہانی آفت کا ذکر کیا اور ان سے ملتمس ہوئے کہ آپ کعبۃ اللہ کے متولی و سجادہ نشین ہیں، جناب عبد المطلب بن ہاشم کے نور نظر لخت جگر ہیں، اہل مکہ آپ کا بے حد عزت و احترام کرتے ہیں۔ یہاں ہر دل میں آپ کی عظمت شان کی شمع فروزاں ہے۔ آپ کی خاندانی نجابت و شرافت ناقابل انکار ہے۔ آپ کا خاندانی وطیرہ ہے کہ آپ بے سہاروں کی مدد کرتے ہیں بے حد فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، برائے کرم ہم پریشان حالوں کے حال زار پر خصوصی توجہ فرمائیں۔

اہل مکہ ابو طالب سے مزید یوں عرض کرنے لگے حضور والا ہر طرف قحط سالی کی بنیاد پر ہو کا عالم طاری ہے، لوگ بے حد پریشانیوں میں مبتلا ہیں دانے دانے کو ترس رہے ہیں، روزانہ اس بلائے ناگہانی کی تاب نہ لاکر لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں، لاشوں کی صفیں بچھتی جارہی ہیں گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہوئی

ہے۔ آپ کریم ابن کریم ہیں، آپ کی ذات سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہم سب آپ کی نظر کرم کے محتاج ہیں۔

لوگوں کی فریادیں سن کر ابوطالب آبدیدہ ہو گئے اور انہیں دلاسہ دیا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں ابھی اسی وقت اپنے پیارے بھتیجے محمد کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ جاتا ہوں۔

زرقانی علی المواہب کی جلد اوّل میں مندرج ہے کہ ابوطالب خانۂ کعبہ پہنچ کر رسول گرامی قدر ﷺ کو خانۂ کعبہ کی دیوار پر ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور وہ ربّ کعبہ کی بارگاہ میں بطریق الحاح التجائیں کرنے لگے۔ اس سے پہلے کہ آپ کی دعاؤں کا سلسلہ منقطع ہوتا کیا دیکھا کہ محمد عربی ﷺ نے اپنی نورانی انگشت مقدس کو آسمان کی طرف اٹھایا، پھر کیا تھا آناً فاناً آسمان میں گھٹائیں چھائیں اور موسلا دھار رحمتوں کی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا یہاں تک کہ ہر سمت پانی ہی پانی نظر آنے لگا اور عرب کی خشک زمیں شاداب وسیراب ہوگئی۔

لوگوں کے چہروں میں بشاشتوں کی کلیاں مسکرانے لگیں۔ قحط سالی کے دردناک عذاب سے پورا عرب نجات پا گیا اور ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔

بلا شبہ یہ سرور کائنات ﷺ کی عہد طفولیت کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے اصطلاح شریعت میں ارہاص کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اعلان نبوت سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام سے جو محیر العقول واقعات ظہور پزیر ہوتے ہیں انہیں ارہاص کہتے ہیں اور بعد اعلان نبوت انہیں معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ معجزہ دراصل نبی کی نبوت کی صداقت کا اظہار یہ اور شان قدرت کا ایک ایسا نمونہ ہوتا ہے کہ جس کا اسباب عادیہ اور عادات جاریہ سے کسی قسم کا علاقہ نہیں ہوتا۔ اس میں یہ حکمت کارفرما ہوتی ہے کہ معجزہ کو دیکھنے کے بعد کفار کے اندر عدم تسلیم کی کوئی گنجائش نہ رہے اور نہ چاہ کر بھی کافر صداقت نبوت کے سامنے سربہ خم ہو جائے اور اگر سربہ خم نہ بھی ہو تو کم از کم اس کے اندر مجال انکار کا مادہ نہ رہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ معجزے کا اظہار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوتا ہے اور یہ خاصہ صرف اور صرف نبیوں کا ہوتا ہے۔ انہی اسباب وعلل کی بنیاد پر معجزات کو خوارق عادات بھی کہا جاتا ہے۔

یوں تو رب قدیر نے اپنے تمام انبیاء کرام کو معجزات عطا کئے لیکن یہ خصوصیت وانفرادیت ہمارے آقائے کریم ﷺ کی ہے کہ خداوند قدوس نے آپ کو سرتاپا معجزہ بنا کر اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا۔ آپ کے روشن معجزات سے احادیث نبویہ بھری ہوئی ہیں۔ شاید ہی حدیث کی کوئی کتاب ہو جس میں آپ کے معجزات سے متعلق الگ سے باب نہ باندھا گیا ہو۔

رہی بات ارہاص کی یعنی قبل اعلان نبوت معجزے کی تو اس سلسلے میں بھی ہزاروں واقعات کتب احادیث میں اسناد صحیحہ ومعتبرہ کے ساتھ جلوہ قرا رہیں، یہ واقعات جہاں سرور کائنات ﷺ کی عظمت شان پر دال ہیں وہیں جملہ انبیا کرام کے بالمقابل آپ کی امتیازی شان کی بھی وضاحت کرتی ہیں۔

رسول کائنات ﷺ کی اس خاکدان گیتی میں آمد پاک سے پہلے آپ کی برکات کے دبوے اطراف عالم میں بکھر کر ببانگ دہل اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ اب باعث تخلیق کائنات کے ورود مسعود کا زمانہ قریب سے قریب تر آ گیا ہے۔ اصحاب فیل والے واقعہ میں ابرہہ اور اس کی فوجوں کی شرمناک شکست وریخت اور عبرتناک ہلاکت بھی آپ کی پرنور آمد کی نوید جانفزا تھی۔

حضرت محدث ابونعیم اپنی کتاب مستطاب ''دلائل النبوۃ'' میں اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تصنیف لطیف ''مدارج النبوۃ'' میں رقم طراز ہیں کہ جس رات سرکار ابد قرار ﷺ کا نور نبوت (جو آپ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ عبدالمطلب کی پیشانی اقدس میں موجود تھا) آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کے مبارک بطن میں منتقل ہوا تو ایسے وقت میں مشیت ایزدی یوں ہوئی کہ روئے زمین پر رہنے والے جملہ حیوانات کو قوت نطق عطا کی گئی اور سب نے بیک زبان فصیح و بلیغ انداز میں اعلان عام کیا کہ اے کائنات کے جملہ موجودات بغور سنو تم سب کے لئے انتہائی دل آرا اور روح پرور مژدہ ہے کہ

وجہ خلقت مصطفیٰ جان رحمت امام الانبیاء خاتم الرسل محمد عربی ﷺ کی اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے شکم اطہر میں جلوہ گری ہوگئی ہے۔ صرف زمینی حیوانات ہی نہیں بلکہ ''زرقان علی المواہب'' کی روایت کے پیش نظر آئی جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو خوش خبری دی کہ اب بہت جلد آسمان نبوت کا آفتاب عالمتاب اپنے تمام تر اوصاف و کمالات کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا اور وہ نہ صرف یہ کہ ہم سب کی بلکہ کائنات میں موجود ساری مخلوقات کی مسیحائی فرمائے گا۔ علاوہ ازیں ہوائیں بھی ایک دوسرے کو آمد رسول کی مسرور کن خبر دیتی رہیں گویا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنی زبان حال سے یوں کہہ رہا تھا کہ اب کسی ظالم میں اتنی جرآت نہیں ہوگی کہ وہ کسی مظلوم کو ظلم و جفا کی چکی میں پیس سکے۔ اب کسی فسادی میں اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ وہ دنیا میں شر و فساد کی ہولی کھیل سکے، اب کسی صاحب اقتدار اور صاحب ثروت میں اتنی جسارت نہیں ہوگی کہ وہ کسی غریب، مسکین، مفلس یا مجبور کو مشق ستم بنا کر اس کے حقوق کی پامالی کر سکے، کسی مشرک و کافر میں اتنی بساط نہیں ہوگی کہ وہ لوگوں کے قلوب و اذہان کو شرک و کفر کی نجاستوں سے آلودہ کر سکے، وہ دن دور نہیں جب ہر طرف امن و امان اور سکون و اطمینان کی بہاریں ہی بہاریں رقصاں نظر آئیں گی، ہر سمت اخلاقی پاکیزگی، روحانی بالیدگی، ایمانی روشنی، عملی چاشنی اور صفائے قلبی کے سوتے پھوٹتے نظر آئیں گے، ہر سو توحید کے کیف آگیں ترانوں اور رسالت کے نشاط پرور نغموں کی صدائیں سنائی دیں گی۔

سرور عالم ﷺ کی شب میلاد سے متعلق حضرت شیخ علی الاطلاق فرماتے ہیں کہ یہ وہ مقدس رات تھی کہ جس من جانب اللہ عالم ملکوت میں ندا کر دی گئی کہ پوری کائنات کے ہر ہر حصے و ذرّے کو تجلیات قدس سے بہرہ ور کر دیا جائے، داروغۂ جنت جناب رضوان علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ فردوس بریں کے تمام ابواب وا کر دیئے جائیں تاکہ اطراف و اکناف عالم معنبر و معطر ہو جائیں یوں تو ایسے سنہری موقع پر ہر مخلوق مسرت و شادمانی سے مست و بے خود ہو رہی تھی مگر حضرات ملائکہ کی فرحت و انبساط کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا سب کے سب فرط عقیدت و محبت میں جھومتے جا رہے تھے۔

......... جاری

## ص ۳۴ر کا بقیہ .........

نیچے نظر آئے گا۔

یاد رکھیے! اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والا مسلمان اگر اپنی مسجدوں میں کسی دوسرے فرقے کے افراد کے آنے پر پابندی لگاتا ہے تو تعصب اور تشدد کے سبب نہیں بلکہ اپنے ضمیر، عقائد اور افکار کے تحفظ کے لیے، اہل سنت کو نجد کی نئی پگڈنڈی کی ضرورت نہیں ہمارے لیے وہ راستہ ہی صراط مستقیم ہے جس پر خواجہ معین الدین چشتی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء جیسے اللہ والے تھے، ان بزرگوں سے دور کرنے والی کوئی جماعت ہمیں ہرگز ہرگز گوارہ نہیں خواہ وہ کوئی بھی لیبل لگا کر آئے نہ مسلکی تعصب ختم ہوسکتا ہے نہ تشدد جب تک اس بنیاد کا پتہ نہیں لگایا جاتا کہ جو ان جھگڑوں کی اصل ہے، ان جھگڑوں کی اصل وہ باطل عقائد و نظریات ہیں جو تقویۃ الایمان اور حفظ الایمان جیسی کتابوں میں چھاپے جا رہے ہیں تقویۃ الایمانی عقیدے کے ہوتے ہوئے کوئی مسلمان کسی بھی صورت میں کسی نئی نویلی جماعت کو اپنی مسجدوں میں نہیں آنے دے گا۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

◆◆◆

## ص ۴۵ر کا بقیہ .........

کے آس پاس ہے الا ماشاء اللہ.... اس لیے دنیا بھر کی دولت رکھنے والے عیاش حکمران ایک معمولی سے ملک کی مدد لینے کے محتاج ہیں مگر اسرائیل سے معاہدہ کرنے والے عرب ممالک خوش فہمی میں نہ رہیں، اسرائیل کی دوستی اپنے ساتھ بدامنی اور فتنہ و فساد بھی لاتی ہے تاکہ ہتھیاروں کا مارکیٹ بھی بنا رہے اور متعلقہ حکومت بھی اس کے قابو میں رہے۔

◆◆◆

از: حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی*

# میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر



سرکار دو جہاں کا میلاد کلام الٰہی قرآن مجید میں جا بجا موجود ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مصطفیٰ جان رحمت کے محاسن و کمالات وخلق عظیم کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی سنت الٰہیہ کو صحابۂ کرام تابعین اور تبع تابعین سلف صالحین وغیرہ نے آج تک بلکہ آنے والی صبح قیامت تک عاشقان مصطفیٰ اس مبارک سلسلے کو جاری وساری رکھیں گے۔ میلاد مصطفیٰ اور نعت مصطفیٰ لازم وملزوم ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ کا حسین وجمیل سراپا، ان کی حق گوئی، ان کے اخلاق کریمانہ، انکی سادگی، سخاوت، داد و دہش، دشمنوں پر رحم وکرم، دستگیری، ان کے روضے کے دیدار کی تمنا، روز حشر شفاعت کی آرزو، طلب و استعانت، معجزات، تصرفات، معمولات شب وروز اور ان جیسے بہت سے مضامین سے اردو کی "نعت" مالا مال ہے۔ بہت سے شعرا نے نعت پر توجہ دی اگرچہ انہوں نے اسی طرح کے موضوعات کا سہارا لیا مگر بات کہنے کے ڈھنگ نے مضمون کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور قاری کو یا سننے والے کو ایسا لگا جیسے وہ پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے وہ نیا مضمون ہے۔ شاعری کے اسی فن میں مضمون آفرینی کا راز پنہاں ہے۔ لذت بیان، نادرہ کاری، جدت آداب اور لطافت معنیٰ بھی اسی کی مختلف شکلیں ہیں۔ یا تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بدلے ہوئے نام ہیں۔

چودہویں صدی ہجری میں برصغیر کے چند نامور نعت گو شعرا اتر پردیس میں ہی ہوئے۔ مولانا احمد رضا بریلوی، استاذ زمن حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی۔ مصطفیٰ رضا خان المشہو رحضور مفتی اعظم ہند نوری۔ مولانا محسن کاکوروی، مولانا ضیاء القادری بدایونی، حافظ پیلی بھیتی کے نام خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں ان نعت گو شعرا میں مولانا احمد رضا بریلوی کا مقام سب پر فائق ہے۔

آپ کی ولادت شہر بریلی کے محلہ سوداگران میں 10 شوال المکرم 1272ھ بمطابق 14 جون 1856ء کو ہوئی۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار رکھا گیا۔ آپ کے دادا رضا علی خان پیار سے رضا کے نام سے پکارتے تھے۔ جب آپ فتویٰ نویسی فرمانے لگے تو احمد رضا کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ فرمایا: " تفقہ فی الدین " جیسی دولت اور حبیب کبریا کی محبت مولانا احمد رضا بریلوی کی رگ رگ میں بھری تھی یہ دونوں دولت ہر دل کی تجوری میں نہیں ڈالی جاتی اور نہ ہی یہ دولت کسب وحصول سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ " تفقہ فی الدین" مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے سرکار دوعالم ارشاد فرماتے ہیں:

" مَنۡ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡراً یُّفَقِّہۡ فِیۡ الدِّیۡنِ" اللہ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے" تفقہہ فی الدین" کے گوہر سے مالا مال کر دیتا ہے۔

معلوم ہوا جو قدسی صفات ( نیک صالح ) اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز کئے جاتے ہیں ان پر انعامات الٰہی اور توجہات خصوصی کی موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ وہ معصوم نہیں ہوتے مگر بہت دور دور تک فکری لغزشوں سے من جانب اللہ محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی بمشہور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے اسی انعام یافتہ بندوں کے طبقے سے ہے۔ ان کی سیرت اور انکے علمی شہپاروں کے مطالعہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ وہ علمِ فن بھی جانتے تھے اور اسکی تیکنک و باریکیوں پر بھی گہری نظر تھی ان کا قلم اسقدر محتاط تھا گویا ہر قدم پھونک کے رکھا گیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے وقت کے مجدد تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مئولف "نزہت الخواطر" باوجود اختلاف مسلک کے اعتراف کرتے ہیں کہ جزئیات فقہ پر جو عبور ان کو حاصل تھا ان کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی آقائے کائنات ﷺ سے ان کی والہانہ محبت ضرب المثل بن چکی ہے۔ خود انکے مخالف معاصر علما مثلا اشرف علی تھانوی نے اعتراف کیا ہے کہ وہ جذبہ عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار ہو کر ان کی عبارت کی گرفت کرتے ہیں۔

***عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمانی عقیدہ ہے***

عظمت مصطفیٰ کو تسلیم کئے بغیر کوئی مومن نہیں ہو سکتا چاہے وہ دن رات سجدے کرتا رہے یہ عقیدہ عاشقان نبی کے لئے جان ایمان ہے۔ اس عقیدے کی تبلیغ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے لئے مشن کا درجہ رکھتی تھی وہ آئین شریعت کے پاسدار تھے ان کی نثر اور شاعری میں ہر جگہ اس عقیدے کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے نعت پاک کے درج ذیل اشعار میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کیلئے جس طرح مضمون آفرینی کی گئی ہے وہ دیکھتے ہی بنتی ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

عصائے کلیم ،اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سہارا عطائے محمد ﷺ

قرآن مجید میں رؤف ورحیم باری تعالیٰ جل سبحانہ کے لئے آیا ہے اور مصطفیٰ جان رحمت کے لئے بھی لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ۔۔۔الخ (القرآن، سورہ توبہ، آیت نمبر 127)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کا میلاد شریف ارشاد فرمایا ان کی تشریف آوری اور انکے فضائل بیان فرمائے حضور کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے گذشتہ نبیوں نے بھی آپ کا میلاد پڑھا میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے رؤف کا معنیٰ ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا۔

حسین بن فضل نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو محمد کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔ (تفسیر نور العرفان ص-329، تفسیر ضیاء القرآن، ج-2- ص269)

اس کا فائدہ اٹھا کر مولانا احمد رضا خان بریلوی نے نعت مصطفیٰ کے ذریعہ کیسے میلاد مصطفی پڑھا، کیا مضمون پیدا کیا اور کتنے پیارے انداز میں ادا کیا ہے، داد دیتے ہی بنتی ہے۔

وہ نامی کے نام خدا نام تیرا رؤف ورحیم وعلیم وعلی ہے
نبی سرور ہر رسول وولی ہے نبی راز دار مع اللہ لی ہے

حدیث قدسی کے مضمون "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ" کی ترجمانی بڑے پیارے انداز میں نعت پاک سے میلاد مصطفیٰ پڑھا ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

قرآن عظیم میں ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔ (القرآن، سورہ النساء آیت 64)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے نبی تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی چاہئیں اور آپ انکی شفاعت چاہیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ قرآن عظیم خود گنہ گاروں کو اپنے حبیب کے دربار میں بلا رہا ہے اور کریموں کی شان یہ نہیں کہ اپنے دربار میں بلا کر خالی واپس کریں۔

رومی غلام دن، حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام وسحر کی ہے

ایسے بندھے نصیب کھلے مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات
ادنیٰ نچھاور اس مرے دولہا کے سر کی ہے

ابرار کا مرتبہ مقربین سے بہت کم ہے یہاں تک کی حسنات الابرار سیئات المقربین پھر مقربین میں بھی درجات بے شمار ہیں اور انھیں بھی اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ جو درجے ملیں گے وہ بھی سب حضور کا تصدق ہے اسی لئے اسے ادنیٰ نچھاور کہا ورنہ جنت میں کچھ ادنیٰ نہیں۔

عبد المصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک میلاد مصطفیٰ ایسا پیارا موضوع ہے کہ جس میں کیف سامانیاں اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہیں۔ بلبلیں مست نغمہ سرا ہونے لگتی ہیں۔ عشق وسرمستی کی آبشاریں رحمت ایزدی کے نغمے گانے لگتی ہیں "الصلاة و السلام علیك یا رسول الله" کی خوشبو لٹانے لگتی ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری حصول سعادت دارین کا ذریعہ ہے اس لئے کہ آپ ذکر میلاد مصطفیٰ میں بے خود وسرشار رہتے ہیں آپ نے اپنی شاعری میں بار بار میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے اس وابستگی رسول کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی خود کہتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضور نبی کریم کی توصیف وثنا کو وظیفہ حیات بنانے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جب ولادت مصطفیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اس دن کی عظمت، ہیبت اور جلالت آپ کے دل پر منقش ہو جاتی ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے میں نجی اللہ کا بجرا تر گیا

بڑھ چلی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

اعلیٰ حضرت بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت اور شہرت دوام کا وہ مرتبہ ملا جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہ بن سکا۔

مشہور نقاد نیاز فتح پوری کے لفظوں میں:

"شعر و ادب میرا خاص موضوع ہے میں نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کا کلام بالا ستیعاب پڑھا ہے انکے کلام کا پہلا تأثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا احمد رضا خان کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ہے انکے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے"

## میلاد مصطفیٰ عقیدت کے آئینے میں

عبد المصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت نے میلاد مصطفیٰ کو عشق و محبت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کئے اور شاعری کو غزل کی دنیا سے نکال کر نعت کے گلستان میں سدا بہار کی زینت بنا دیا۔ بلا شبہ نبی کریم کی بعثت ایسے غیر معمولی واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کی مثال گزشتہ صدیوں میں ملنا ناممکن ہے ہر نبی اور پیغمبر اپنے اپنے دور نبوت میں حضرت محمدﷺ کیلئے سراپا انتظار رہے اور پھر جوں جوں آپ کے ظہور کی صدیاں قریب آتی گئیں تو آپ کے وجود اقدس کے بارے میں بشارت کا سلسلہ دراز ہونے لگا۔

زیادہ تر متعصب یہودی نصرانی علمانے ظہور محمدی کے سلسلہ میں بشارت کو چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) مگر سچائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حق گو یہودی اور نصرانی علمانے تعصّبات کی گرد کا پردہ چاک کر کے اس بات کا اعلان ضروری سمجھا کہ مکے میں خاتم النبین کے ظہور کی ساعتیں قریب آرہی ہیں اور آپ ہی وہ نبی ہوں گے جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی عالم کی حق گوئی کا انداز دیکھئے۔

ابونعیم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ

مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ مار رہا ہے۔ لوگ اسکی آواز پر جمع ہو گئے وہ بولا۔

*ھٰذا کوکب احمد قد طلع ھٰذا کوکب لا یطلع الا بالنبوۃ ولم یبقی من الانبیاء الا احمد*۔ یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارا کسی نبی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔

(ختم النبوۃ۔ از مولانا احمد رضا خان بریلوی ص 20)

ان مبارک سعاتوں کے حوالے سے اعلیٰ حضرت یوں نعت مصطفیٰ میں مدحت سرا ہیں۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

زمانہ جس بشارت قدسیہ کے ظہور کا منتظر تھا وہ وجود محمدی ﷺ کی جانب اشارہ کر رہی تھیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب "ختم النبوۃ" میں بشارت کا تذکرہ اہل ایمان کیلئے روحانی غذا کا باعث بنے گا۔

ابو نعیم بطریق شہر بن کوشب اور ابن عساکر بطریق مسیب بن رازع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا:

"میرے باپ اعلم علمائے تورات تھے۔ اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا۔ وہ اپنے علم سے کوئی شئے مجھ سے نہ چھپاتے جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی شئے تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں۔ ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا ہے میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے۔ یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں دو ورق رکھ چھوڑے ہیں اوپر سے مٹی لگا دی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا نہ انھیں دیکھنا۔ جب وہ نبی جلوہ فرما ہوا اگر اللہ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مر گئے۔ ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دو ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا۔ میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے: "محمد رسول اللہ خاتم النبین لا نبی بعدہ مولدہ بمکۃ و مہاجرۃ بطیبۃ"

(ختم النبوۃ۔ ص۔ 17)

اور پھر وہ مبارک ساعت آپہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے بار یاب ہونے کی ساعت تھی جب رحمت خداوندی پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھی وہ کیسا منظر تھا کیسا سماں تھا، کیا سہانی صبح تھی، کیا کیف آور منظر جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی خداداد فنی مہارت سے قلمبند کرتے ہیں اسکی جھلک ملاحظہ ہو۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اس طویل نعت مصطفیٰ میں جسے "قصیدۂ نور" بھی کہا جاتا ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنے آقا و مولیٰ کے میلاد شریف کا جشن مناتے ہوئے آپ کے حسن و خوبصورتی کا بھی دل کھول کر تذکرہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نور علیٰ نور ہیں اور اس نعتیہ قصیدہ کی ردیف ہی اس مظہر خداوندی کے انوار ظاہر کر رہی ہے جسکی

پذیرائی کی خاطر یہ بزم دوعالم تخلیق ہوئی۔ یہ نعت مصطفیٰ یعنی قصیدہ نورایک لحاظ سے قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (القرآن، سورہ، المائدہ، آیت 15) کی نورانی تفسیر ہے سراپائے مصطفوی کے حوالے سے چند اشعار پڑھیں اور اندازہ کریں کہ جس ہستی والا صفات کے میلاد کا جشن منایا جارہا ہے وہ کس قدر حسین، اجمل، اکمل اور پاکیزہ ہے۔

پشت پر ڈھلکا سرانور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لوسیہ کا رو مبارک ہو قبالہ نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
یری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھٰیٰعص ان کا ہے چہرا نور کا
اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مولائے رحیم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دست قدرت سے وہ حسن عطا فرمایا کہ دونوں جہان کی عظمتیں آپ پر تصدق کی جائیں تو بھی کم ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے مثل اور بے عیب بنایا، ہر قسم کے نقائص و عیوب سے مبرا حسن و کمال کا نمونہ بنایا۔ آپ کو صورت و سیرت ایسی عطا فرمائی، کہ جو بھی آپ کے دامان رحمت سے وابستہ ہو گیا پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آپ ہی کا ہو کر رہ گیا حضور نبی کریم ﷺ اس قدر حسین و جمیل اور اسقدر جامع الخصائل تھے کہ جس نے آپ کی ایک جھلک دیکھ لی اس نے دنیا بھر سے منھ پھیر کر آپ کے حلقہ تربیت میں جگہ پانے کو ہی سب سے بڑی سعادت خیال کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر حسین و جمیل تھا کہ آپ کے بدترین دشمن بھی جب آپ سے ملتے تو بے اختیار پکار اٹھتے کہ اسقدر حسین و جمیل چہرے کا مالک جھوٹ نہیں بول سکتا۔

لہٰذا آپ کو اہل مکہ (ظاہری اعلان نبوت) سے پہلے ہی الصادق، الامین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ کا چہرہ، انوار الٰہی کا مظہر اور نور صداقت سے عبارت تھا۔ آپ کے جمال جہاں آرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کہتے ہیں۔

خامۂ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
یا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

**حضور مدینہ طیبہ**

ہر سچے نعت گو بلکہ ہر عاشق رسول کے نزدیک شہر رسول ﷺ کی الفت اور چاہت جزو ایمان اور باعث راحت جان ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی بھی کوئے حبیب کی الفت میں شرابور ہیں۔ ان کے منظوم جذبات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ صرف وہی اشعار درج کئے جارہے ہیں جن میں شہر رسول سے الفت ہے۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد!
سوزش غم کو ہم نے بھی ایسی ہوا بتائی کیوں؟
حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں؟
چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہے جہاں بلبل شیدا ہو کر

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل جس کے
سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

خوف ہے سمع خراشئ سگ طیبہ کا ورنہ
کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو

خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا بے سروساماں ہم کو

اے خاک طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو!
طیبہ سے خلد میں آنے والے

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگان کوسے اتنی جان پیاری واہ واہ

میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر چھڑے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے رسول کریم ﷺ کے اوصاف حسنہ کا ذکر نہ چھڑے حضور نبی کریم ﷺ سارے جہاں کے لئے رحمت ونعمت کی حیثیت رکھتے ہیں ارشاد باری ہے "واما بنعمة ربك فحدث" اپنے رب کی نعمتوں کا دل کھول کر چرچا کرنا رب العزت کے انعامات کا اعلان کرنا ہے چرچا چھپ کرنہیں ہوتا اعلانیہ ہوتا ہے اکیلے اکیلے نہیں ہوتا بلکہ مجلس میں ہوتا ہے چونکہ حضور کی ذات والا صفات تمام انعامات الٰہی میں سرفہرست ہے جو رب نے اپنے بندوں پر فرمائی۔ اس لئے میلاد مصطفیٰ ولادت مصطفیٰ ﷺ کا ذکر محافل میں ،مجالس میں ،منبر ومحراب ، ہر جگہ کرنا حقیقت میں حکم الٰہی کی تعمیل ہے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی عقیدت کا اظہار کسی مصلحت کوشی کے بغیر کسی باطل سے دبنے کے بجائے اس قدر دھوم مچاتے ہیں کہ فرش سے لیکر عرش تک غلغلے بلند ہوجائیں۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف ونعت صحابہ ﷺ کرام جی بھر کر کرتے ہیں نعت گوئی کے سالار، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ نعتیہ اشعار ہیں جو انہوں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں پڑھے اور داد پانے کے علاوہ چادر مصطفیٰ سے بھی نوازے گئے آپ نے بارگاہ مصطفیٰ میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش فرمایا:

واحسن منك لم تر قط عيني واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرا عن كل عيب كانك قد خلقت كما تشاء

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کاروان نعت کے معزز رکن ہیں آپ یوں مدح سرائی فرماتے ہیں:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

لک بدر فی الوجہ الاجمل، خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

لہٰذا "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق حضور کی ذات گرامی خدا کے بعد کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یوں فرماتے ہیں۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حضرت مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا ذکر ہو اور سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کا ذکر نہ ہو ممکن ہی نہیں۔ یہ سلام بعثت نبی کریم آپ کے محاسن وخصائص کے پس منظر میں نہایت ہی ایمان افروز ہے۔ مقبولیت کے لحاظ سے اس سلام کا کوئی جواب نہیں پاک، ہند و بنگلہ دیس بلکہ جہاں جہاں عاشقان مصطفیٰ رہتے ہیں یہاں تک کہ حرم نبوی اور منیٰ میں بھی میلاد کی محفلوں میں عاشقان مصطفیٰ خوب خوب پڑھتے جھومتے ہیں ناچیز حج کی سعادت سے سرفراز ہو چکا ہے وہاں بھی جا بجا حضور کی بارگاہ میں سلام شوق پیش کرتے ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم تاجدار حرم
نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کہ قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اور

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف ورحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نعتوں میں قرآن اور احادیث مبارکہ کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھا آپ کی شاعری قرآن و احادیث کے حوالے سے عظمت و شان مصطفیٰ کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایک لاکھ 24 ہزار کم وبیش انبیاء کرام مختلف انسانی طبقات کی رہنمائی کیلئے آئے ان میں آقائے دوعالم پر جتنی شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا، اتنا کسی اور کیلئے نہیں لکھا گیا سیرت النبی میں ہمیں اتنی تفصیل ملتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وصال تک آپ کی حیات طیبہ کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جو عالم انسانیت کیلئے موجود نہ ہو قرآن کریم کلام الٰہی خود نعت مصطفیٰ ہے۔ اسکی مقدس سورتیں اور مبارک آیتیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات و فضائل کا منھ بولتا ثبوت ہیں انسانوں سے آپ کی کیا مدحت سرائی ہوگی

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اللہ ہم سب کو میلاد مصطفیٰ منانے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

مفتی محمد اسلم رضا شیوانی

# اسلام کا نظامِ عدل وانصاف

کسی چیز کو صحیح مقام پر رکھنا، حقدار کو اس کا پورا حق دینا، اور انفرادی واجتماعی مُعاملات میں اِفراط وتفریط سے بچنا عدل کہلاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے، کہ مُعاشرے میں جس کا جتنا حق بنتا ہے، بغیر کسی کمی بیشی اور اختلافِ رنگ ونسل وذات پات کے، اُسے وہ حق دے دینا عدل ہے، اور انصاف کے بھی یہی معنی ہیں، عدل وانصاف کا جو نظام دینِ اسلام نے دیا ہے، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

عدل وانصاف ایک ایسا وصف ہے، جسے اپنانے والی قوم سربلندی وسرفرازی سے ہمکنار ہوتی ہے، جس معاشرے میں اس گوہرِ گراں مایہ سے محرومی پائی جائے، وہ رُوبہ زوال ہوکر تباہی وبربادی سے دوچار ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ میں مسلمانوں کو عدل وانصاف کے قیام پر بہت زیادہ تاکید کی گئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر خوب قائم ہوجاؤ! اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو! کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

عدل وانصاف کی مزید تاکید کرتے ہوئے خالقِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ "اگر تم فریقین کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى﴾ "یقیناً اللہ انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے"۔

### اسلام کا تصورِ عدل وانصاف

بلاتفریق عدل وانصاف پر مبنی دُرست فیصلے، اَقوامِ عالَم کی کامیابی، کامرانی اور امن واِستحکام کے لیے انتہائی ضروری ہیں؛ کیونکہ اس سے لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ انبیاء ومرسَلین کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک اہم ترین مقصد، بلا تفریق عدل وانصاف کی فراہمی ہے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ "یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری؛ کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ "اے داوٗد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں نائب بنایا، تو لوگوں میں سچّا حکم کرو، اور خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا دے گی!"۔

عدل وانصاف کی مزید تاکید کرتے ہوئے "سورۃ النساء" میں ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا﴾ "یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو، تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ

ستنا دیکھتا ہے!"۔

**عدل وانصاف اورسیرتِ نبوی ﷺ**

انبیاءِ کرام ﷺ کے سردار اور حاکمِ وقت ہونے کے باوجود، عدل وانصاف کی حکمرانی کے لیے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ خود بھی ہمیشہ جواب دہی کے لیے آمادہ رہتے، حضرت سیّدنا ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں، کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ مال (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے، کہ ایک شخص حضورِ اکرم ﷺ کے اوپر جھک گیا، حضور ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے اُسے کچوکا دیا، اُس شخص کے چہرے پر زخم آ گیا، تب رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا»: تَعَالَ فَاسْتَقِدْ« "آؤ مجھ سے قصاص (بدلہ) لے لو!"، وہ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! میں نے معاف کیا۔

اسی طرح حضرت سیّدنا عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا اُسید بن حُضَیر جو انصار کے ایک فرد تھے، وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، اور مزاحیہ باتیں سنا کر لوگوں کو ہنسا رہے تھے، کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکڑی سے اُنہیں کچوکا دیا، انہوں نے عرض کی کہ مجھے قصاص (بدلہ) دیجیے، نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا »اصْطَبِرْ« "قصاص لے لو!"، وہ عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر پر قمیص ہے، جبکہ میرے جسم پر اُس وقت قمیص نہیں تھی، تب رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اٹھا دیا، وہ صحابی رحمتِ عالمیان ﷺ سے آکر لپٹ گئے، اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے پہلو مبارک کو بوسہ دینے لگے، اور عرض کی: یارسول اللہ! میرا مقصود و مراد صرف اتنا ہی تھا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ عدل وانصاف کے معاملے میں کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب اور کمزور وطاقتور کے ساتھ یکساں عدل وانصاف فرمایا، ایک بار سرورِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں چوری کا ایک کیس پیش کیا گیا، اور چور کا تعلق ایک بااثر قبیلہ بنی مخزوم سے تھا، لہذا سزا میں نرمی کی سفارش کی گئی، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا» : إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا« "تم سے پہلے لوگ اس لیے تباہ و برباد ہوئے، کہ وہ غرباء (کمزور) پر بلا تامّل حد قائم کر دیتے، جبکہ اُمراء (طاقتور) سے درگزر کرتے تھے، قسم ہے ربِ عظیم کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا"۔

**عادل ومُنصِف حکمران اور قاضی کا مقام**

ہر وہ شخص جو کسی بھی لحاظ سے فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے، چاہے وہ کوئی حکمران ہو، یا منصبِ قضاء پر فائز جج، کسی پنچائیت کا سربراہ ہو، یا برادری کا بڑا، اس پر لازم ہے کہ وہ تمام حالات و واقعات، فریقین کے دلائل اور شواہد کو مدِنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرے، عدل وانصاف کا ترازو تھامے رکھے، مظلوم کو اس کا پورا پورا حق دلائے، اور ظالم کے خلاف حکمِ شرع کے مطابق ضروری تادیبی کاروائی بھی کرے۔

اپنی رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرنے والے حکمران سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا» : أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْهُ مَجْلِساً، إِمَامٌ عَادِلٌ« "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، زیادہ مقرّب ومحبوب، انصاف کرنے والا حاکم ہوگا"۔

ایک اور مقام پر رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: »سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : الإِمَامُ الْعَادِلُ« ... "بروزِ قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، سات 7 قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا : (اُن خوش نصیبوں میں سے ایک) عدل وانصاف کرنے والا حاکم بھی ہے۔۔۔"۔

یادرکھیے! جو حکمران، جج یا مُنصِف، قرآن وسنّت کی روشنی

میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اللہ کی مدد اُس کے شاملِ حال رہے گی، بصورتِ دیگر اُس کی حیثیت ایک شیطانی آلۂ کار سے زیادہ نہیں۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن ابی اَوفی سے مروی ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا» :إِنَّ اللهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ، فَإِذَا جَارَ تَخَلَّى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ« "یقیناً اللہ تعالیٰ عدل وانصاف والے قاضی وحاکم کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے چھوڑ دیتا ہے، اور شیطان اُس کے ساتھ لگ جاتا ہے"۔

ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دائرۂ کار میں ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے، ہم سب کی ایک رعایا ہے، جس سے متعلق بروزِ قیامت ہم سے باز پُرس ہوگی، ہم پر لازم ہے کہ اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال رکھیں اور اُن کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کریں۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا» :كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ :فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.« "تم میں سے ہر شخص حاکم ہے، اور اُس سے اُس کی رعایا (ماتحت) کے بارے میں سوال ہوگا: تو لوگوں کا امیر اُن کا حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ونگہبان ہے، اور اس سے اُس کے اہل وعِیال کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اُس بارے میں پوچھا جائے گا، غلام (وملازم) اپنے آقا (مالک) کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اُس بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پرس ہوگی!"۔

جو شخص اپنی رعایا کے حقوق کو پامال کرے گا اور اُن کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ نہیں کرے گا، اللہ رب العزت اُس پر جنّت حرام فرما دیتا ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا» :لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْداً رَعِيَّةً، يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ« "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو رعایا کا نگران بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا (ماتحتوں) کے حقوق پامال کرتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنّت حرام کر دیتا ہے!"۔

**ناانصافی کرنے والوں کا انجام**

اللہ نے اپنے نازل کردہ احکام کے مطابق عدل وانصاف سے کام نہ لینے والوں کو، قرآن مجید میں نہ صرف ظالم قرار دیا ہے، بلکہ اُن کے لیے دردناک عذاب کی وعید بھی بیان فرمائی ہے، ارشاد فرماتا ہے :﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ "جو اللہ کے اتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کرے، تو وہی لوگ ظالم ہیں!"۔

ناانصافی کرنے والوں کو خبردار کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "یقیناً اللہ بے انصافوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا"۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے :﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ "اُس فتنہ سے ڈرتے رہو، جو ہرگز تم میں صرف ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا، اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے!"۔

ناانصافی کے سبب دوسروں کی حق تلفی کرکے، ظلم کا ارتکاب کرنے والوں، اور ناحق سرکشی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝٤١ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ "جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا اُن پر کچھ مؤاخذہ کی راہ نہیں،

مؤاخذہ تو اُنھیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، اُن کے لیے دردناک عذاب ہے!"۔

## غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم

دینِ اسلام نے جہاں ایک مسلمان کی جان، مال اور عزّت وآبرُو کے تحفّظ کا درس دیا، وہیں مسلمانوں کو غیر مسلموں پر ظلم وزیادتی سے بھی روکا ہے، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، حُسنِ اخلاق سے پیش آنے، اور عدل وانصاف قائم کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دِین میں نہ لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا، کہ ان کے ساتھ احسان کرو، ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں"۔

اسی طرح مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے غیر مسلم رعایا کے حقوق کی رعایت، اور بلاتفریق عدل وانصاف کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا»: مَنْ قَذَفَ ذِمِّيًّا، حُدَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ« "جس نے کسی ذِمّی پر ناحق تہمت لگائی، بروزِ قیامت اُس پر آگ کے کوڑوں کے ساتھ حد قائم کی جائے گی"۔

سرورِ کونین ﷺ عدل وانصاف کے معاملے میں، مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں فرمایا کرتے اور سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھا کرتے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں » كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ أَدَّوْا إِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللهِ بَيْنَهُمْ « "بنو نضیر جب بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کرتے تو نصف دیت ادا کرتے تھے، اور جب بنو قریظہ بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کرتے، تو اُنہیں پوری دیت ادا کرنا پڑتی، رسول اللہ ﷺ نے (اس ناانصافی کا خاتمہ کرتے ہوئے) اُن کے درمیان مساوات قائم کردی"۔

## عدل وانصاف کا فقدان اور اس کے نقصانات

اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کو انفرادی واجتماعی سطح پر نافذ کرنا، وقت کی اشد ضرورت ہے، اسے عدالتوں اور کورٹ کچہریوں تک محدود رکھنا یا سمجھنا، اس کی ہمہ گیر حیثیت کے ساتھ زیادتی ہے، ہر ہر فرد کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی ذمہ داری، ہر اُس شخص پر عائد ہوتی ہے، جو اس معاشرے کا حصہ ہے، اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کے مطابق فرد معاشرہ سے عدل کرے اور معاشرہ فرد سے، عوام حکومت کے ساتھ عدل کریں اور حکومت عوام کو عدل وانصافی کی فراہمی یقینی بنائے۔

یقین جانیے! اگر ہر شخص اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دینے لگے، تو پورے مُعاشرہ میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کہیں منافقت نہیں ہوگی اور کرپشن وبدعنوانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن صد افسوس کہ آج ہمارے ہاں نظامِ عدل وانصاف کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، ہر طرف ظلم وزیادتی کا بازار گرم ہے، کوئی کسی کو روکنے، ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں ہے۔

اگر ہم اپنی قوم کا استحکام اور اس کی بقا چاہتے ہیں، تو ہمیں بہر صورت اسلامی نظامِ عدل وانصاف پر عمل پیرا ہونا ہوگا، اس کے قیام کے لیے اپنی اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا ہوگا، بصورت دیگر ذلّت ورُسوائی اور تباہی وبربادی ہمارا مقدّر رہوگی۔ اللہ رب العالمین ہم سب کو تمام اُمور میں عدل وانصاف سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرمائے؛ تاکہ ہمارا ملک مستحکم وترقی یافتہ ہو، ہر طرف امن وسکون کی فضا قائم ہو، اور اسلام کا بول بالا ہو۔

◆◆◆

از: مولانا طارق انور مصباحی*

# دین حسن اور حب نبوی

علامہ کافی مرادابادی علیہ الرحمہ کا یہ شعر بہت مشہور ہے

بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
بس رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

سوال ہے کہ جب تمام بلبل اڑ جائے تو دین حسن کہاں رہ جائے گا؟ کیا چمن کے درختوں پر رہ جائے گا، یا فضاؤں میں؟ پہاڑوں پر رہ جائے گا، یا سمندروں میں؟ او، تلاش کریں کہ دین حسن رہتا کہاں ہے؟ جب چمن اباد تھا تو دین حسن کا محل و مستقر کیا تھا؟ دراصل دین ان عقائد حقہ اور احکام الہیہ کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالی کی بارگاہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عطا ہوئے۔ پھر اپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے امت کو ملے۔ اس کا محل و مستقر مومن کا قلب ہے تو مومن خواہ چمن میں رہے یا بحکم الہی چمن سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں چلا جائے۔ دین نبوی مومن کے قلب میں بہر صورت موجود و محفوظ رہتا ہے اور اخروی نعمتیں دائمی اور نوعیت کے اعتبار سے عظیم اور تعداد کے اعتبار سے کثیر ہیں۔ اس لئے اپنے دلوں میں موجود دین حسن کا تحفظ کرو۔ کیوں کہ اخروی نعمتوں کا مدار اسی دین حسن پر ہے۔

چمن کے بلبلوں کا رنگ بدلتا دیکھ کر تم اپنا رنگ نہ بدلنے لگو۔ یہ بلبلیں اج ہیں اور کل نہیں۔ خود جب تم چمن سے رخصت ہو جاو گے تو محض تمہارا دین حسن اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ جائے گا۔ اس لئے کسی کی محبت میں اپنے دین و ایمان کو باطل عقائد اور فاسد اعمال سے مخلوط نہ کرو۔ احباب و متعلقین، استاذ و پیر، یا جو کوئی تم کو دین حسن سے دور کرنا چاہے، تم اس سے دور ہو جاو۔ تعلقات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ یہ فانی تعلقات ہیں۔ اپنے دلوں میں اپنے دین کو مستحکم رکھو۔

اپنے دلوں میں دین کو مستحکم رکھنے کے واسطے سب سے اہم نسخہ یہی ہے کہ اس ذات اقدس سے اپنے روابط محبت کو قوی سے قوی تر کرو، جن کے طفیل وہ دین حسن میسر ہوا، جو اخروی نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ جب ان کی محبت مستحکم ہو جائے گی تو کسی کے بہکاوے کا اثر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ کسی کے بہکاوے میں ادمی اسی وقت مبتلا ہوتا ہے جب کوئی غرض دنیاوی ہو، تو حق کو حق جان کر بھی غرض دنیاوی کے سبب باطل کو اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن جب اپ نے اس دنیا کو ایک سونا چمن اور فانی وطن تسلیم کر لیا ہے تو فانی نعمتوں کے حصول کے لئے دائمی نعمتوں کو ترک کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکو گے اور اپنے ایمان وعقیدے پر مضبوطی سے قائم رہو گے۔

اسی طرح انسان اپنے اس پاس کے احباب و متعلقین یا پیر و استاذ کی محبت میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر بات پر امنا و صدقنا کہتا ہے۔ جب اپ نے اپنی محبتوں کا عظیم حصہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے منسلک کر دیا ہے تو نہ کسی سے اپ کو اندھی عقیدت ہے۔ نہ اپ اس کی ہر بات پر انکھیں موند کر امنا و صدقنا کہیں گے۔ پس حب مصطفوی اور تصور نبوی اپ کی دستگیری کرے گی اور اپ کسی کے بہکاوے میں مبتلا نہیں ہو سکیں گے۔

ہماری تحریر کا وہی مقصد ہے جو اپ سمجھ رہے ہیں یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کی جائے اور دوسروں سے اس ذات پاک سے کم محبت یعنی محدود محبت کی جائے۔ میں تو اسی طرف بلا رہا ہوں جس کا بیان حدیث نبوی میں ایا کہ سب سے زیادہ محبت اس ذات اقدس سے کی جائے جن کے طفیل ہمیں وہ دین حسن نصیب ہوا، جو اخروی نعمتوں، بلکہ

دنیاوی نعمتوں سے بھی سرفرازی کا سرچشمہ اور سبب ہے۔

اب اگر کوئی پیر و استاذ یا دوست و رشتہ دار خود سے بے انتہا محبت کی دعوت دیتا ہے یا ایسی خواہش رکھتا ہے تو اس سے حدیث مصطفوی کا معنی دریافت کرو، جس میں سب سے زیادہ محبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرنے کا حکم آیا۔ اپنی محبت میں فنا ہونے کی دعوت دینے والا پیر ہو یا استاذ، اس کی نیت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ اس مادی دنیا میں پیر خود ہی اپنے ارباب ثروت اور اصحاب دولت مریدوں کا بظاہر پیر اور باطن میں مرید ہوتا ہے۔ یہ فیض دیتے نہیں، بلکہ مریدوں سے فیض لیتے ہیں۔ ایسے پیروں اور استاذوں کی محبت میں فنا ہونا یقینا نقصان دہ ہے۔ یہ لوگ ما وشما کو منہ بھی نہیں لگاتے۔ بادل ناخواستہ قدم بوسی کی اجازت دیتے ہیں۔

اجاو اسی حبیب اعظم کی طرف جن کے توسل سے سب کچھ ملا اور ان شاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ملے گا۔ قبر میں بھی انہیں کی جلوہ گری۔ حشر میں ان کی شفاعت عظمی۔ حوض کوثر پر وہی ہوں گے۔ باب جنت وہی کھلوائیں گے۔ ہر جگہ انہیں کے جلوے ہیں۔ اگر کوئی پیر و استاذ اسی ذات اقدس کی طرف تمہیں لے جائے تو اس کے پیچھے جاو۔ اگر راستہ بدل دے تو رک جاو اور ادھر کا رخ کرلو جہاں دین حسن میں استحکام فراہم ہو، اور حب مصطفوی کی دولت لازوال سے سرفرازی ہو۔ جہاں محبت الٰہی اور حب مصطفوی کے جام پلائے جائیں۔ واللہ الموفق والہادی

◆◆◆

ص ۳۲ر کا بقیہ..........

عوام کے خوشامدی "امام" اور "مولانا" حضرات پامال کرنے پر تلے نظر آتے ہیں، اگر بے محل اور شخصیات کے غیر مناسب القابات پر قدغن نہ لگایا گیا تو مفتی، محدث اور مفسر جیسے جلیل القدر مذہبی القابات ایک ایک کرکے اپنا احترام کھو دیں گے اور اس کے ذمہ دار کم پڑھے لکھے مذہبی رہنما ہی ہوں گے۔

اسی طرح قدرت اللہ شہاب نے جس طرح دینی رہنماؤں کی عظمت وخدمات کا اعتراف کیا ہے، اس عظمت کو باقی رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، موجودہ حالات میں نوجوان علما کا اپنے مخالف علما کے بارے میں تضحیک آمیز رویہ بہت ہی قابل تشویش ہے، گزشتہ ایک ہفتہ سے سوشل میڈیا پر اپنے نوجوان مذہبی رہنماؤں کی دھینگا مشتی دیکھ کر دل بہت رنجیدہ ہے، مولانا رحمت اللہ اور مولانا بدر عالم صاحب کا اختلاف ہو یا مولانا اشرف آصف جلالی کے ایک جملہ پر ان کے مخالفین کا جارحانہ رویہ، اختلاف کو اختلاف کی حد تک ہی رہنے دیں، اس کو مخالفت کا رنگ نہ دیا جائے تو بہتر ہے، مولانا بدر عالم صاحب کے موقف سے بہت سے اہل علم کو اختلاف ہوسکتا ہے، مجھے بھی ہے، لیکن مولانا رحمت علی مصباحی کا سوشل میڈیا کے ذریعہ مولانا بدر عالم صاحب کے رد کا جارحانہ اور غیر علمی انداز اختلاف نہیں بلکہ مخالفت ہے، اسی طرح مولانا بدر عالم صاحب کی حمایت میں ان کے شاگردوں کا سوشل میڈیا پر بے ہنگم چیخ وپکار استاد سے محبت کی دلیل نہیں بلکہ شخصیت پرستی کا مظہر ہے۔

دینی مسئلہ پر اختلاف کو کورٹ میں لے جانا بذات خود غیر دانشمندانہ اقدام ہے، مزید برآں سوشل میڈیا پر اس کی تشہیر کرکے واہ واہی لوٹنا اس سے بھی زیادہ غیر مناسب اور بچکانہ حرکت ہے، اس کے بعد مولانا بدر عالم صاحب کا مولانا رحمت علی مصباحی کو انہیں کے انداز میں بلکہ بازارو لہجہ میں جواب دینا پورے قصہ کا سب سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے، اسی طرح مولانا اشرف آصف جلالی کی گفتگو پر جو انہوں نے پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے حوالے سے باغ فدک پر کیا تھا، اس کے ایک جملہ کو سیاق وسباق سے الگ کرکے لعنت وملامت کرنے کی گویا آندھی سی چل پڑی۔

دوستو! یہ روش بہت خطرناک ہے، ہمیں اپنی عزت کو سر عام نیلام کرنے سے خود کو روکنا ہوگا، کوئی بھی خوش نہ ہو کہ اس نے اپنے مخالف عالم کو رسوا کردیا بلکہ عوام کی نظروں میں وہ اپنے مخالف کے ساتھ خود کو ذلیل کر رہا ہے، اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا الاجتناب منه-

◆◆◆

از: ڈاکٹر محمد لئیق اللہ خان*

# کامیابی کا آسان طریقہ اور دوسروں کا اعتماد حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ مسکراہٹ ہے، یہ ڈپریشن کا بھی فعال علاج ہے

کیا آپ نے کبھی ایسے شخص کے پاس جا کر جس سے آپ ناراض ہوں اور وہ آپ کو دیکھ کر مسکرا دیا ہو، سکون اور آرام محسوس کیا؟ کیا آپ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے سامنے مسکرا کر قلبی اطمینان محسوس کرتے ہیں؟ اگر آپ بیمار ہوں اور معائنے کیلئے ڈاکٹر کے پاس پہنچے ہوں اور معالج نے آپ کو مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا ہو تو کیا اس کی مسکراہٹ کی بدولت آپ نے اپنے جسم میں صحت کی لہر دوڑتے ہوئے محسوس کی؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسکراہٹ انسانی ذہن اور دماغ پر جادو جیسا اثر کرتی ہے؟ کیا آپ نے کبھی کسی ایسے شخص کیلئے اپنے اندر کوئی کشش محسوس کی جو آپ کو دیکھتے ہی مسکرانے لگتا ہو؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسکراہٹ نے اب ایک علم اور فن کا مقام حاصل کرلیا ہے؟ سماجی تعلقات کو بہتر بنانے اور اقتصادی و سفارتی امور کو اجاگر کرنے کیلئے مسکراہٹ کی باقاعدہ تعلیم و تلقین کی جاتی ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ بیسویں صدی کے شروع میں مسکراہٹ کو باقاعدہ علم کا درجہ دیدیا گیا اور اسے مسکراہٹ کے ذہنی علم کا نام دیا گیا ہے؟ یقین کیجئے کہ پیار بھری مسکراہٹ انمول ہوتی ہے۔ یہ کشش کا راز ہے، یہ دلوں کو جوڑنے والا مختصر ترین راستہ ہے۔ مسکراہٹ صالح صحت کی علامت ہے، نبی کریم مسلمانوں کو خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ پیش آنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں نبی کریم کا وہ ارشاد انمول ملفوظات میں شمار ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"کسی بھی بھلائی کو حقیر ہرگز نہ جانو، اگرچہ تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔" (مسلم)

نبی کریم نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا صدقہ ہے۔ (ترمذی)

نبی کریم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ تم لوگوں کے دل اپنی دولت سے ہرگز نہیں جیت سکتے، تمہیں لوگوں کے دل جیتنے کیلئے خندہ پیشانی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ (بیہقی)

نبی کریم کا معمول تھا کہ آپ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ سجی رہتی تھی۔ عبداللہ الحارث بن حزم روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

کسی سے ملتے وقت چہرے پر مسکراہٹ یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ شخص بااخلاق ہے، اس خوبی کا حامل انسان اپنے دوسرے بھائی کے دل میں خوشی کی لہر پیدا کرتا ہے، رسول اللہ کے مذکورہ ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مسکراہٹ کے ساتھ ملنا پسندیدہ عمل ہے۔ اگرچہ لوگوں کی نظر میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو مگر اخلاقی اعتبار سے باہمی محبت کا مظہر عمل ہے۔ چینی کہاوت ہے: جو شخص عمدہ طریقے سے مسکرانا نہیں جانتا اسے دکان نہیں کھولنی چاہئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سچی مسکراہٹ دل کی گہرائی سے اٹھتی ہے، یہ مسکراہٹ جادو جیسا اثر کرتی ہے اور ملنے والے کو اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچ لیتی ہے۔ سچی مسکراہٹ چہرے کو رونق اور چمک دمک دیتی ہے۔ مصنوعی مسکراہٹ کے پیچھے مکروفریب کی ظلمتیں چھائی ہوتی ہیں، علماء کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر انسان کے اندر کچھ کیمیکل مواد ایسے ہیں جنہیں ہمارے جسم کے اعضاء خوف یا غمی یا بے چینی یا پریشانی کے وقت خارج کرتے ہیں۔ اگر ملنے والا شخص آپ کی طرف مسکرا کر دیکھ رہا ہو تو ایسی صورت میں کیمیکل مادے بہت معمولی مقدار میں

خارج ہوتے ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟۔

جواب یہ ہے کہ مسکراہٹ آپ کے ذہن پر طاری کسی بھی خوف یا آنے والے شخص کے حوالے سے جنم لینے والے خدشات کوختم کردیتی ہے۔ نتیجے کے طور پر آپ کے ذہن میں یہ بات از خود پیوست و جاگزیں ہوجاتی ہے کہ آنیوالا شخص خطرے سے خالی ہے، اس سے پتہ چلا کہ زندگی کو کامیاب بنانے کیلئے مسکراہٹ ازبس ضروری ہے۔ہمیں یہ جان لینا کافی ہے کہ جب انسان مسکراتا ہے تو اس کے چہرے کے 5 تا13 عضلات حرکت میں آتے ہیں اور جب انسان غصے یا کبیدگی یا پریشانی کی حالت میں ہوتا ہےتو اس کے چہرے کے 47 عضلات متحرک ہوتے ہیں۔

**مسکراہٹ اورہنسی میں فرق**

مسکراہٹ دائمی کیفیت کا نام ہے، (اسے ہلکی پھلکی ہنسی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے) جبکہ ہنسی عارضی حالت ہوتی ہے۔ مسکراہٹ ،خوشی پر فطری ردعمل کا دوسرا نام ہے جبکہ ہنسی بسا اوقات دردناک حادثے پر ردعمل کا بھی نتیجہ ہوتی ہے۔ مسکراہٹ اندرونی خوشی اورسکون کی علامت ہوتی ہے جبکہ ہنسی کسی ہنگامی ناگہانی حالت کا نتیجہ ہوتی ہے۔مسکراہٹ کا اثر دیر تک باقی رہتا ہے جبکہ ہنسی کا اثر جلد زائل ہوجاتا ہے۔

مسکراہٹ تواضع وانکساری کی دلیل ہے جبکہ ہنسی اگر قہقہے کے ساتھ ہوتو غرور کی نشانی مانی جاتی ہے۔مسکراہٹ ہنسی سے زیادہ مشکل کام ہے۔مسکراہٹ مختلف قسم کے لوگوں ،مختلف طبیعتوں اورمختلف المزاج افراد سے میل ملاپ کے وقت آتی ہے۔ جبکہ ہنسی انتہائی بے تکلف قسم کے لوگوں کے ساتھ ہی نمودار ہوتی ہے۔مسکراہٹ میں ایک ادب شامل ہوتا ہے جبکہ ہنسی ادب کے دائرے سے خارج بھی ہوجاتی ہے۔

تازہ ترین جائزے میں بتایا گیا ہے کہ خوشی کا احساس انسان کو دل کے دورے، دل کے امراض ،ہارٹ اٹیک اور ذیابیطس کی تکلیف سے بچاتا ہے۔خوشی کا احساس، مٹاپے اور عقل کے مختلف امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔خوشی کا احساس عام طور پر عمر میں اضافہ کردیتا ہے۔ اس کا سبب معمولی ہے، سبب یہ ہے کہ خوش رہنے والے لوگ 2 اہم ہارمونز کم مقدار میں خارج کرتے ہیں۔

**اچھی مسکراہٹ کے فائدے**

اچھی مسکراہٹ صحت بخش ہوتی ہے۔ یہ انسان کی ذہنی، جسمانی اوراعصابی صحت کی حفاظت کرتی ہے۔ صحت بخش مسکراہٹ، بلڈ پریشر کم کرنے میں معاون بنتی ہے۔مسکراہٹ دوران خون تیز کرتی ہے۔مسکراہٹ، ذہنی وسماجی دباؤ کیخلاف جسم میں مدافعتی نظام کوتقویت پہنچاتی ہے۔مسکراہٹ کی بدولت دل، دماغ اورجسم کی کارکردگی پرخوشگوار اثر پڑتے ہیں۔ مسکرانے والے انسان کی نبض متوازن شکل میں چلتی ہے۔ مسکراہٹ، انسان کے لاشعور تک سکون اور اطمینان کی لہر پہنچا دیتی ہے۔مسکراہٹ، چہرے کوخوبصورت اور پررونق بنا دیتی ہے۔مسکراہٹ ایک طرح سے عصری امراض سے بچاؤ کا بہترین علاج ہے۔مسکراہٹ، بے چینی اورڈپریشن سے تحفظ دیتی ہے۔ مسکراہٹ، مختلف قسم کے درد کا علاج ہے۔ مسکراہٹ، بےخوابی اور بےچینی پر قابو پالیتی ہے۔

اطباء کہتے ہیں کہ مسکراہٹ اور ہلکی پھلکی ہنسی ،صنفی صلاحیت کوبہتر بناتی ہے۔شریانوں کے تناؤ کو ہلکا کرتی ہے، نبض کی رفتار کو درست کردیتی ہے۔عضلات کوآرام دہ حالت میں لے آتی ہے۔

**مسکراہٹ اورجھریاں**

مصر میں تازہ ترین علمی جائزے سے پتہ چلا ہے کہ چہرے پر خفگی اور غصہ طاری کرنے سے جھریاں موثر شکل میں پیدا ہوجاتی ہیں۔آنکھوں کے اطراف حلقے پڑجاتے ہیں۔تجربات نے ثابت کیا ہے مسکراہٹ جھریوں پر قابو پانے کا موثر ہتھیار ہے۔ مسکراہٹ سے جھریاں جلد نہیں ظاہر ہوتیں، مسکراہٹ کی وجہ سے جھریوں کے ظہور کا عمل کمزور پڑجاتا ہے۔ اسی وجہ اطباء مردوں خصوصاً خواتین کومشورہ دیتے ہیں کہ وہ مسکراہٹ کو اپنی پہچان بنائیں۔مستقل مسکرانے والی خواتین ذہنی سکون میں رہتی ہیں۔

## علمی معجزہ

علمی اعجاز کے اسکالر انجینیئر عبدالدائم الکحیل کہتے ہیں : ہم میں سے کون شخص ہے جو یہ آرزو نہ کرتا ہو کہ وہ کچھ دیئے بغیر ہر روز مالی صدقے کا ثواب حاصل کرلے؟ پیغمبر اسلام محمد مصطفی نے ہمیں جیب سے کچھ خرچ کئے بغیر مالی صدقے کے ثواب کا طریقہ سکھایا ہے۔ اطباء کا کہنا ہے کہ یہ کامیابی کا آسان طریقہ اور دوسروں کا اعتماد حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے بلکہ یہ ڈپریشن کا بھی فعال علاج ہے۔

بہت سارے تجربات عصر حاضر میں انسان پر مسکراہٹ کے ذہنی اثرات کو سمجھنے کیلئے کئے گئے۔ جائزہ نگاروں پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ انسان کے چہرے میں تقریباً 80 عضلات ہوتے ہیں جب وہ ناراض ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر ناراضگی کی علامتیں خود بخود مرتسم ہوجاتی ہیں ، چہرے کے اکثر عضلات غصے کی کیفیت سے متاثر ہوتے ہیں۔توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب انسان مسکراتا ہے تو اس کے چہرے کے عضلات پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس کے چہرے کے عضلات کسی زحمت یا مشقت میں نہیں پڑتے کیونکہ مسکراہٹ کے دوران بہت کم عضلات کو محنت کرنا پڑتی ہے۔

اطباء نے اس مشاہدے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بار بار مسکرانے سے انسان کو آرام ملتا ہے اور اس کو ذہنی قرار حاصل ہوتا ہے۔بعض اطباء تو یہ بھی کہتے ہیں کہ مسکراہٹ سے انسان کو بسا اوقات ڈپریشن سے بھی نجات ملتی ہے۔ عصبی ، لسانی پروگرامنگ کے ماہرین کہتے ہیں کہ کامیابی کا انتہائی سستا طریقہ مسکراہٹ ہے، جو انسان اپنے اطراف موجود لوگوں کے ساتھ میل جول میں مسکراتا رہتا ہے، اس سے اس کے احباب اور ملنے جلنے والے اطمینان محسوس کرتے ہیں۔مسکرانے والے شخص اور اس کے اطراف موجود لوگوں کے درمیان ذہنی دیواریں زمین بوس ہوجاتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ بار بار مسکراہٹ اعتماد پیدا کرتی ہے۔

اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے : سبحان اللہ، اپنے بھائی کے ساتھ محض مسکرا کر پیش آنا دولت خرچ کئے بغیر مالی صدقے کے ثواب کا ضامن بن جاتا ہے۔ یہ نبی کریم کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ آنجناب نے یہ طریقہ ثواب کمانے کیلئے ناداروں کو سکھایا تھا۔ نبی کریم کے اس ارشاد نے ہمیں ایک اور ہنر سکھایا ہے۔ یہ مسکراہٹ کا ہنر ہے۔آپ کا درس یہ ہے کہ جب آپ اپنے کسی عزیز یا اپنے کسی دوست کیلئے مسکرا رہے ہوں تو آپ کی نظر اس کے چہرے پر ہونی چاہئے۔ جو لوگ مسکراتے ہوئے چہرے پر نظر ڈالتے ہیں وہ اپنے عزیز یا دوست پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔اطباء بتاتے ہیں کہ مسکراہٹ مخصوص قسم کی ہونی چاہئے۔مسکراہٹ کا مثالی طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کیلئے مسکرا رہے ہیں اسے دیکھ بھی رہے ہوں۔ ایسا کرنے سے فوری اطمینان نصیب ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس قسم کی مسکراہٹ روزی کا سرچشمہ بھی بن جاتی ہے۔

مسکرانے کیلئے رسول اللہ بھی کہہ رہے ہیں اور مسکرانے کی ہدایت ماہرین سماجیات بھی کررہے ہیں لیکن ان دونوں نصیحتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ماہرین سماجیات محض دنیوی مصلحت کی خاطر مسکراہٹ کا سبق سکھا رہے ہیں ۔ یہ مصلحت ، شہرت کے حوالے سے بھی ہوسکتی ہے اور دولت کمانے کیلئے بھی ہوسکتی ہے۔ جہاں تک نبی کریم کا تعلق ہے تو آپ نے ہمارے لئے مسکراہٹ کا اصل ہدف تقرب الی اللہ مقرر کیا ہے۔ یہ ہدف دنیاوی اہداف سے مختلف ہے۔ اس کے نتائج پائدار قسم کے ہیں۔

رسول اللہ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ اپنے بھائی یا دوست کو دیکھ کر مسکراہٹ سے پیش آئیں گے تو ایسا کرنے سے تمہیں صدقے جیسا ثواب ملے گا۔ یہ صدقہ ایسا ہے جس میں آپ کا نہ کوئی دینار خرچ ہورہا ہے اور نہ آپ کی جیب سے کوئی درہم جارہا ہے اگر آپ اسے استعمال کرنے کا طریقہ جان لیں ، سمجھ لیں تو دنیا بھر کے لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں اور پھر دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیکر کائنات کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔

مسکراہٹ، جادو جیسی ہوتی ہے۔اس سے انسان کے دل

میں امید کے دیئے روشن ہوتے ہیں۔ دماغ سے وحشت دور ہوتی ہے۔ دل کو نئی زندگی مل جاتی ہے، مسکراہٹ کے اتنے ڈھیر سارے فائدے معلوم ہوجانے کے باوجود ہم نہ جانے کیوں اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ مرتسم کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔

**مسکراہٹ کا فن**

مسکراہٹ بند دلوں کی پہلی کلید ہے۔ مسکراہٹ، روحانی روشنی ہے، یہ دل کے بند دریچوں کو کھولنے والا طبعی آلہ ہے۔ مسکراہٹ، درد میں مبتلا انسان کے زخم پر مرہم اور غم زدہ انسان کیلئے موثر دوا ہے۔ مسکراہٹ دلوں کو قابو کرنے والا ہتھیار ہے۔ خوبصورت مسکراہٹ، دل، دماغ اور روح کو اپنے قبضے میں کرنیوالا طاقتور ترین قانون ہے۔

مسکراہٹ سے انسانوں کے دل آپ اپنی مٹھی میں کرسکتے ہیں، ذہنوں پر قبضہ کرسکتے ہیں۔ مسکرانے والے لوگ سب سے زیادہ خوش مزاج اور سب سے زیادہ پاکیزہ طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ سکون سے رہتے ہیں۔ حقیقی مسکراہٹ میں کوئی ملاوٹ نہیں کی جاسکتی۔ جس طرح خالص سونے میں ملاوٹ فوری طور پر سامنے آجاتی ہے اسی طرح حقیقی مسکراہٹ اور مصنوعی مسکراہٹ کا فرق لمحوں میں سامنے آجاتا ہے۔ ہم مسکراتے کیوں نہیں؟ ہمیں اپنے آپ اور اپنے اطراف موجود لوگوں کو خوشیاں دینے کیلئے مسکرانا چاہئے، ہمیں ذیابیطس، بلڈ پریشر، تناؤ، بے چینی اور بحران پیدا کرنیوالے یومیہ مسائل پر قابو پانے کیلئے مسکرانا چاہئے۔

◆◆◆

ص ۳۱ کا بقیہ........

ولا حیّ ولا میت ولا سمیع ولا اصم ولا بصیر ولا اعمی ولا عالم ولا جاھل ولا قادر ولا عاجز ولا واحد ولا متعدد" [باب پنجم در الهیات، ص ۱۳۷]

یعنی فرقۂ اسماعیلیہ (اسماعیل بن جعفر الصادق کی طرف منسوب غالی قسم کا رافضی گروہ ہے) کا عقیدہ ہے کہ رب ذوالجلال نہ موجود ہے نہ معدوم نہ زندہ ہے نہ مردہ ہے نہ سنتا ہے نہ دیکھتا نہ بینا ہے اور نہ ہی نابینا نہ عالم ہے نہ جاہل نہ قادر ہے نہ عاجز نہ ایک ہے نہ کئی۔

اسی مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے المعتقد المنتقد کی عبادت ملاحظہ کریں حضرت فضل رسول بدایوں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:"وقال جمهور الباطنية بانكارها كلها حتى قالوا كل ما يجوز إطلاقه على الخلائق لا يجوز إطلاقه عليه تعالىٰ". [باب الإلهيات ص ۴۱]

فرقۂ باطنیہ (اسماعیلیہ کے سات لقبوں میں سے ایک ہے) باری تعالیٰ کی جملہ صفات کمالیہ کا انکار کرتا ہے اور دلیل میں خود ساختہ اصول بیان کرتا ہے کہ جن صفات کا اطلاق مخلوق پر کیا جاسکتا ہے ذاتِ الٰہی پر ان کا اطلاق سراسر ناجائز ہے۔

اس کے برخلاف اہل سنت رب تعالیٰ کے لئے صفات کمالیہ ایجابیہ وسلبیہ کو ذاتی قدیم ازلی ابدی مانتے ہیں اور ایسے متضاد عقیدہ کا سرے سے انکار کرتے ہیں چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے :"لم يزل أي فيما مضى ولا يزال أي فيما يبقى باسماءه أي منعوتا باسماءه وصفاته الذاتية كالعلم والحيوة والكلام وهي قديمة بالاتفاق". [ص ۱۷]

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل سنت کا بنیادی عقیدۂ باری تعالیٰ عزاسمہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ پاک اپنے ناموں اور ذاتی صفتوں کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی وضاحت میں ملا علی قاری قدس سرہٗ السامی نے فرمایا جیسے علم کلام اور حیات کہ یہ سب صفات قدیمہ ہیں بالاتفاق ایک دوسرے مقام پر اسی عقیدہ کو طشت از بام کرتے ہوئے فرمایا :"لم يزل ولا يزال باسماءه وصفاته لم يحدث له اسم ولا صفة". [ص ۲۷]

رب قدیر اپنے تمام ناموں اور صفتوں کے ساتھ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کا کوئی نام حادث ہے اور نہ صفت بلکہ جملہ اسماء وصفات قدیم، ازلی ابدی ہیں ان پر زوال نہ طاری ہوا اور نہ کبھی ہوکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔........ جاری

از: مولانا شہزاد عالم*

# روافض اپنے افکار ونظریات کے آئینے میں

## حامداً و مصلیاً

یہودیت بنام ''رافضیت'' کا فتنہ بڑا قدیم فتنہ ہے جس نے اپنے کھلے کفر کو اسلامی چولا پہنانے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کیا، پھر پس پردہ شمع اسلام کو بجھانے، مسلمانوں کے مابین فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے اور مذہب وملت کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں لگ گیا اور اس مہم کو تیز کرنے کے مختلف تدبیریں نکالیں مثلاً خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی کے خلاف سورش بپا کی۔ کوفہ وعراق کے اطراف ونواحی سے منتقل ہوکر یہ لوگ مدینہ طیبہ میں یک جا ہوئے تاکہ نزدیک سے اسلام اور مسلمانوں کو گزند پہنچائی جاسکے، نیز خلیفۂ سوم کی شہادت باسعادت کے بعد خود کو حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص محبین کے رنگ میں پیش کرنا شروع کردیا، اور اپنے آپ کو شیعان علی کے نام سے موسوم کیا۔ حب اہل بیت کے نام پر توہین صحابہ کو روا جانا، یہودی اور عیسائی روش پر چلتے ہوئے مولائے کائنات کی الوہیت کا قول کیا، راہِ اعتزال اختیار کرتے ہوئے اہل بیت عظام کو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل گردانا، اور توحید خداوندی پر شبخون مارتے ہوئے حلولِ باری تعالیٰ کا بے بنیاد اور حق مخالف تصور دیا۔

اس مختصر اور عجلت آمیز تحریر میں پوری تاریخ رافضیت اور اس کے جملہ افکار ونظریات کو بیان کرنا اور پھر اصول اسلام کی روشنی میں ان کا رد کرنا دشوار گزار امر ہے البتہ بعض افکار کو ضبط تحریر میں لاؤں گا اور ساتھ ہی ان کی بے اعتدالی اور بے راہ روی سے نقاب کشائی کروں گا، تاکہ قدرے بصیرت حاصل ہوسکے۔

## توحید مخالف نظریہ

**الوہیت علی:** قرآن وحدیث اور دلائل آفاق وانفس اس بات پر شاہد ہیں کہ عبادت کا حقدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا وصفِ الوہیت کسی اور کے لئے ماننا اور اس کو مستحق عبادت جاننا شرکِ جلی ہے جس کا ارتکاب باعث عذاب ہے۔ لیکن فرقۂ رافضیہ کی غالی شاخ بنام ''سبائیہ'' کے سرغنہ عبد اللہ بن سبا یہودی نے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معبود برحق کہا (العیاذ باللہ) اور اس باطل نظریہ کو اوروں تک بھی پہنچایا۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ السامی اپنی مایۂ ناز اور نادر المثال تصنیف ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کے باب سوم میں اسی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''و مقتدائے ایشاں عبداللہ بن سبا یہودی صنعائی ست واو اول بتفضیل حضرت امیر و ثانیا بتکفیر صحابہ و خلفا و حکم بارتداد ایشاں و ثالثا بالوہیت حضرت امیر مردم را دعوت نمود و برحسب استعداد ہر یک را از اتباع خود در حبالۂ اغوا و اضلال آورد پس او قدوہ علی الاطلاق جمع فرق رفضہ ست'' یعنی فرقۂ رافضیت کا پیشوا علی الاطلاق عبداللہ بن سبا یہودی صنعائی ہے جس نے حضرت علی کو جملہ صحابۂ کرام سے افضل مانا، صحابہ وخلفائے عظام کو کافر ومرتد گردانا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معبود برحق کہا اور یہ فکر دوسروں تک پہنچائی اور ان کو گمراہ اور بے دین بنانے کی وسعت بھر کوشش کی پس روافض کی جملہ شاخوں کا پیشوا علی الاطلاق یہی ہے۔ روافض کے اس نظریہ کی نشاندہی سرور کائنات نے چودہ صدیوں قبل ہی فرمادی تھی۔ چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ نے مقدمۂ صواعق محرقہ میں

ایک حدیث امام دارقطنی سے نقل فرمائی ہے جس کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الاسنی ہیں وہ فرماتے ہیں سرکار علیہ افضل الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سیاتی من بعدی قوم لھم نبز، یقال لھم الرافضۃ فان ادرکتھم فاقتلھم فانھم مشرکون قال قلت یارسول اللہ ماالعلامۃ فیھم قال یقرظونك بما لیس فیك ویطعنون السلف"۔ [الصواعق المحرقۃ ج۱ص۱۳]

عنقریب میرے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جس کو برے نام (رافضی) سے یاد کیا جائے گا اے علی اگر تجھے وہ جماعت مل جائے تو اسے قتل کر دینا چونکہ وہ مشرک ہیں حضرت علی نے عرض کی حضور ان کی نشانی بتادیں فرمایا وہ تیری طرف ایسے اوصاف کا انتساب کریں گے جو تجھ میں نہیں پائے جاتے، نیز گزرے ہوئے پارسا اور نکوکار افراد کو اپنے سب وشتم اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے، ایک دوسری حدیث میں سرکار علیہ السلام نے تمثیل دیتے ہوئے فرمایا اے علی: إنّ فيك من عيسىٰ مثلاً أبغضته اليهود حتىٰ بهتوا أمه، واحبته النصارىٰ حتى انزلوه بالمنزلة التي ليس بها، وقال علي ألا إنه يهلك في محبّ مفرطٌ يقرظني بما ليس في و مبغض مفتر يحمله شنآني على ان يبهتني ألا وإني لست بنبي ولا يوحى إلي ولكن اعمل بكتاب الله وسنة نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم مااستطعت فما امرتكم به من طاعة الله فحقّ عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم وما امرتكم بمعصية أناوغيري فلاطاعة لأحد في معصية الله انما الطاعة في المعروف۔

[رواہ الحاکم ج۳ص۱۲۳]

تم میں عیسیٰ علیہ السلام سے ایک طرح کی مشابہت ہے یہودیوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) سے بغض رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ ان کی ماں پر بہتان تراشی کی، عیسائیوں نے ان سے محبت ووابستگی قائم کی تو اتنی (زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی) کہ ان کو اس مقام ومرتبہ پر پہنچایا جو ان کے لئے ثابت نہیں (یعنی ان کو اللہ یا ابن اللہ قرار دے ڈالا) فرمان نبوی بیان کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے بارے میں (حدیث پاک کے بموجب) بھی دو شخص یعنی دو گروہ ہلاکت ایمانی کے شکار ہوجائیں گے ان میں کا ایک محبت کے نام پر حد درجہ غلو کرے گا اور میری جانب ان خوبیوں کا انتساب کرے گا جن کا میں متحمل نہیں جبکہ دوسرا مجھ سے بغض وعناد رکھنے والا ہوگا اور میری دشمنی سے مغلوب ہوکر مجھ پر بہتان باندھے گا۔

مذکورہ بالا حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ خود کو شیعان علی کہنے والے الوہیت باری تعالیٰ اور استحقاق عبادت کا ویسے ہی انکار کریں گے جیسے یہودیت وعیسائیت نے جناب باری تعالیٰ کی طرف ابنیت (بیٹا بنانا) کی نسبت کرکے توحید خداوندی کا انکار کیا اور واقع کے خلاف یہ حکم لائے اور بہتیروں کے ایمان و عقیدہ کو خراب کیا، توحید پرستی کے بجائے شرک کو بڑھاوا دیا، العیاذ باللہ۔

## صفات ذاتیہ ازلیہ کا انکار

عقیدۂ توحید اور عشق نبوی سے لبریز دل و دماغ پر روز روشن کی عیاں ہے کہ ذات واجب الوجود موجود یگانہ اور بے مثل و بے مثال ہے اس کی شان لیس کمثلہ شی (اس کی مانند کوئی چیز نہیں) ہے، سننا دیکھنا، جاننا اور قدرت رکھنا وغیرہ اس کی صفات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ ہیں جن سے امکان وحدوث، انفکاک وانفصال ہرگز ہرگز متعلق نہیں ہوسکتا وہ اپنی صفات کمالیہ کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کے برعکس عقیدہ رکھنا کھلا کفر انکار اور مرتکب گرفتار عذاب نار ہے۔

مگر دین کے دشمن روافض اس نظریے میں بالکل منفرد اور فرقۂ معتزلہ کی طرح واسطہ (جیسے انہیں ایمان وکفر کے مابین واسطہ کی سوجھی) کے قائل نظر آتے ہیں جو درحقیقت ارتفاع نقیضین کو مستلزم ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ (تحفۂ اثنا عشریہ) باب پنجم۔ الٰہیات کے بیان میں روافض کا مستلزم محال عقیدۂ دوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسماعیلیہ گویند کہ اللہ تعالیٰ لاموجود ولا معدوم بقیہ ص ۲۹ پر

از: مولانا عرفان احمد ازہری*

# مولوی کی عظمت

## قدرت اللہ شہاب کی خودنوشت "شہاب نامہ" سے ایک اقتباس

"ایک زمانے میں ملا اور مولوی کے القاب علم وفضل کی علامت ہوا کرتے تھے لیکن سرکارِ انگلشیہ کی عملداری میں جیسے جیسے ہماری تعلیم اور ثقافت پر مغربی اقدار کا رنگ وروغن چڑھتا گیا اسی رفتار سے مُلّا اور مولوی کا تقدس بھی پامال ہوتا گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید کے یہ دونوں تعظیمی اور تکریمی الفاظ تضحیک وتحقیر کی ترکش کے تیر بن گئے۔ داڑھیوں والوں کو ٹھوٹھ اور ناخواندہ لوگوں کو مذاق ہی مذاق میں مْلّا کا لقب ملنے لگا، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دفتروں میں کوٹ پتلون پہنے بغیر دینی رجحان رکھنے والوں کو طنز وتشنیع کے طور پر "مولوی" کہا جاتا تھا۔ مسجدوں کے پیش اماموں پر جمعراتی، شبراتی، عیدی، بقرعیدی اور فاتحہ درود پڑھ کر روٹیاں توڑنے والے قل اعوذ یئے مُلّاؤں کی پھبتیاں کسی جانے لگیں۔ لُو سے جھلسی ہوئی گرم دوپہر میں خس کی ٹٹیاں لگا کر پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر اپنے آپ کس طرح ہوتی رہتی ہے؟ کڑکتے ہوئے جاڑوں میں نرم گرم لحافوں میں لپٹے ہوئے اجسام کو اس بات پر کبھی حیرت نہ ہوئی کہ اتنی صبح منھ اندھیرے اٹھ کر فجر کی اذان اس قدر پابندی سے کون دے جاتا ہے؟ دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں، شہر شہر، گلی گلی، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی ایک مُلّا کے دم سے آباد تھیں جو خیرات کے ٹکڑوں پر مدرسوں میں پڑا تھا، در بدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر بار سے دور، کہیں اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھ رہا تھا، اس کی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی، نہ کوئی فنڈ تھا اور نہ کوئی تحریک تھی۔ اپنوں کی بے اعتنائی، بیگانوں کی مخاصمت، ماحول کی بے حسی اور معاشرے کی کج ادائی کے باوجود اس نے نہ اپنی وضع قطع کو بدلا اور نہ اپنے لباس کی مخصوص وردی کو چھوڑا، اپنی استعداد اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کی شمع، کہیں دین کا شعلہ اور کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی۔۔۔۔۔۔۔ جہاں دین کی چنگاری بھی گل ہو چکی تھی، مُلّا نے اس کی راکھ ہی کو سمیٹ سمیٹ کر باد مخالف کے جھونکوں میں اڑ جانے سے محفوظ رکھا۔ یہ ملّا ہی کا فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان اور کہیں محض نصف نام کے مسلمان ثابت و سالم برقرار رہے اور جب سیاسی میدان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان آبادی کے اعداد وشمار کی جنگ ہوئی تو ان سب کا اندراج مردم شماری کے صحیح کالم میں موجود تھا۔ برصغیر کے مسلمان عموماً اور پاکستان کے مسلمان خصوصاً مُلّا کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے، جس نے کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی حد تک ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں میں قائم رکھا۔"

### تبصرہ

قدرت اللہ شہاب نے بہت خوبصورتی کے ساتھ علما اور مذہبی رہنماؤں کا دفاع بھی کیا ہے اور علما برادری کا مذاق اڑانے والے جدت پسندوں کے رخسار پر طنزیہ پیرایہ میں زناٹے دار طمانچہ بھی رسید کیا ہے، جس لفظ "مُلّا اور مولوی" کی عظمت کو کسی زمانے میں جدت پسندوں اور نام نہاد روشن خیالوں نے پامال کیا تھا، آج لفظ "مفتی" کی عظمت وتکریم کو غیر مفید جلسہ وجلوس کا اہتمام کرنے والے

بقیہ ص ۲۵ / پر

از: مولانا انیس عالم سیوانی *

# مسلکی غنڈہ گردی کے اسباب

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے صحیح کہا تھا:

تم ہو صورت میں نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بلا شبہ مسلمانوں میں آج جس قدر فرقہ بندی اور گروہ بندی ہے وہ پوری امت مسلمہ کے لیے بہت حیران کن ہے، فرقہ واریت اور گروہی عصبیت کے حوالہ سے اکثر لوگوں کے لکچر اور مضامین نشر ہوتے ہیں لیکن عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ جو حضرات اتحاد امت کی بات کرتے ہیں وہ خود کسی نہ کسی گروہی عصبیت کے شکار ہوتے ہیں، عام طور پر فرقہ واریت کا اصل ذمہ دار علمائے دین کو بتا کر ڈاکٹر، انجینئر اور کالم نویس حضرات اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کر لیتے ہیں وہ یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نام پر کلمہ گو طبقے میں جتنی خامیاں، برائیاں ہیں ان سب کے ذمہ دار علما ہیں۔

ارے بھائی! کس قرآن وحدیث میں یہ لکھا ہے کہ مسلمان کہلانے والے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر اور ایڈیٹر اسلامی وضع قطع ترک کر کے، داڑھیاں منڈا کر کے، انگریزی فیشن اختیار کر لیں؟ اگر تمام پستیوں کے ذمہ دار علما ہیں تو کیوں نہیں نام نہاد روشن خیال کہلانے والے مسلمان کوئی ایسی تحریک چلاتے کہ جس کے سبب عام لوگوں تک ان کے مزاج کا قرآنی اور حدیثی اسلام پہنچتا، مدرسوں میں پڑھنے والے مسجدیں بنواتے ہیں، مدرسوں کے فارغین مسجدوں میں امامت و خطابت کرتے ہیں، آخر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد جیسے ادارے جہاں مولویوں کی حکومت نہیں بلکہ اس طبقے کی حکومت ہے جو اپنے کو روشن خیال تصور کرتا ہے، ان اداروں کے مسلم اساتذہ جنکی آمدنی مسجد و مدرسہ کے اصحاب کے مقابلہ میں کئی گنا زائد ہوتی ہے، یہ حضرات اتحاد کی کوئی راہ تلاش کرتے لیکن صحیح یہ ہے کہ جب کوئی آدمی ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بن جاتا ہے تو پھر اس کی مسلمانی کہاں چلی جاتی ہے پتہ ہی نہیں لگتا۔

اکثر دیکھا گیا کہ جو لوگ اتحاد اتحاد کی راگ الاپتے ہیں وہ بذات خود کسی نہ کسی فرقے کے نہایت درجہ سخت اور متعصب فرد ہوتے ہیں جب ان کی عیاری عام مسلمانوں میں مقبول نہیں ہوتی تو وہ اتحاد کی راگنی پر تھرکنے لگتے ہیں۔

جب یہ بات جگ ظاہر ہے کہ جتنے کلمہ پڑھنے والے دنیا میں ہیں وہ مختلف مسلکوں میں آج سے نہیں صدیوں سے بٹے ہوئے ہیں اور اختلاف مسالک کے جھنڈے تلے صرف علما، طلبہ ہی نہیں بلکہ نام نہاد پروفیسر، ڈاکٹر اور اخبار نویس یہاں تک کہ سیاست داں اور حکمراں طبقہ بھی شامل ہے۔

کون نہیں جانتا کہ سعودیہ عربیہ میں اسلام کے نام پر جو لوگ اقتدار پر قابض وغاصب ہیں وہ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، سعودیہ عربیہ کی وہابی حکومت دیگر مسالک کے پیروکاروں پر کس قدر مظالم ڈھاتی ہے، اگر ایک مسلمان بارگاہ رسالت میں کھڑے ہو کر دست بستہ سلام پیش کرتا ہے تو وہابی حکومت کے غنڈے اس پر شرک کے فتوے ہی نہیں لگاتے بلکہ سلام پڑھنے والے مسلمانوں پر ظلم وجبر کرتے ہیں، عام طور پر انہیں وہابی قاضی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، بعضوں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے، بعض کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

مسلکی غنڈہ گردی مسٹر عبد اللہ فیصل کو صرف ناسک اور مہاراشٹر کی مساجد میں ہی نظر آتی ہے، کبھی آنکھیں کھول کر سعودیہ عرب اور ایران حکومتوں کی مسلکی غنڈہ گردی بھی دیکھ

لیں، یمن میں جو آئے دن سعودی حکومت کی جانب سے بمباری ہو رہی ہے یہ غنڈہ گردی کون کر رہا ہے؟ کیا اس کا بھی الزام ناسک اور مہاراشٹر کے اماموں اور متولیوں پر ڈالیں گے؟

ناسک یا مہاراشٹر کے سنی مسلمانوں پر تنقید کرنے سے پہلے سعودیہ اور ایران جیسی وہابی اور رافضی حکومتوں کے ذریعہ مسلکی غنڈہ گردی پہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ایک امام یا متولی یا عالم کا دائرہ جتنا بھی وسیع ہو جائے کسی حکومت کے مقابلے میں تو نہیں ہوسکتا، سعودیہ عربیہ کی ظالم وجابر یہود نواز وہابی حکومت اور ایران کی رافضی حکومت جب تک اپنے ملکوں میں وہابیائی اور رافضیائی غنڈہ گردی بند نہیں کرتیں تب تک یہ سوچنا کہ مسلکی تعصب ختم ہو جائے گا ممکن نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب روافض کی مسجدیں، درگاہیں، مدرسے الگ، فرقۂ وہابیہ اہل حدیث کی مسجدیں، مدرسے الگ، دیوبندیوں تبلیغیوں کی مسجدیں، مدرسے الگ، قادیانیوں کی عبادت گاہیں الگ، اہل سنت وجماعت کی مسجدیں، مدرسے الگ، جب سب کے مراکز الگ الگ ہیں تو پھر یہ کون لوگ ہیں جو دوسرے مسالک کی مسجدوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں، آخر یہ لوگ اپنی مسجدوں کی بجائے دوسرے مسلک کی مسجدوں میں کیوں جاتے ہیں جبکہ مسجدوں کے باہر گیٹ ہی پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں نہیں داخل ہوسکتے، امن پسندی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اولاً دوسرے مسلک کی مسجدوں میں جاتے نہیں اور اگر غلطی سے گئے اور منع کر دیا گیا تو شرافت سے واپس ہو جانا چاہئے لیکن یہ جانے والے نماز پڑھنے تو جاتے نہیں ان کا مقصد ہوتا ہے کہ اہل سنت کی مسجدوں میں نماز کے بہانے داخل ہو کر پھر سنی مسلمانوں کو ورغلائیں گے کہ آپ سب شرک اور بدعت میں گرفتار ہیں اور وہابی نجدی فکر اختیار کر کے اہل سنت کے صدیوں قدیم عقائد ومعمولات سے اپنا رشتہ توڑ لیں۔

آپ سوچو! ہندوستان میں نہیں عجم کے بیشتر علاقوں میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کس نے کی، ظاہر ہے صدیوں پہلے نہ سعودیہ کی وہابی نجدی حکومت تھی، نہ پٹرول ڈالر کی کھنک، نہ دیوبند، نہ ندوہ، نہ تبلیغی جماعت، نہ مولوی مودودی کی جماعت، نہ جمعیت العلما لیکن مسلمان تھا، یہ وہی مسلمان تھے جو خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیا، خواجہ حمید الدین ناگوری، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری، مخدوم علاء الحق پنڈوی، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، مخدوم شاہ محمد مینا لکھنوی، حضرت سید فضل اللہ کوڑا جہان آبادی، میر محمد کالپوی، سید دعوۃ الصغریٰ بلگرامی، میر عبد الواحد بلگرامی جیسے اہل اللہ اور بزرگوں کے ہاتھوں پر ایمان لائے اور انھیں حضرات کے دامن سے وابستہ رہے، یہی وہ قصور ہے اور یہی وہ جہالت وبدعت ہے (مذہب وہابیہ میں) جس کے سبب تبلیغی جماعت یا اس طرح کی دوسری جماعتیں اہل سنت کی مسجدوں میں داخل ہو کر تقویۃ الایمانی فتنے کی آگ بھڑکانا چاہتی ہیں جس کو برصغیر کا مسلمان برداشت نہیں کرتا اور ان کو اپنی مسجدوں سے نکال باہر کرتا ہے۔

کیا وہابی فرقہ اس بات کی اجازت دیگا کہ اہل سنت کے علما جماعتیں اور وہابیوں کی مسجدوں میں تبلیغ کریں، نماز کے بعد کھڑے ہو کر سلام پڑھیں، میلاد شریف کے جلسے کریں اگر نہیں تو پھر اہل سنت اگر اپنی مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں تو تڑ کنے بھڑ کنے کی ضرورت نہیں۔

علمائے دین پر تنقید کرنے سے پہلے، اعظم خان، سلمان خورشید، شنہواز حسین، مختار عباس نقوی، نسیم الدین صدیقی، شفیق الرحمن برق، ابو عاصم اعظمی، نواب ملک ان سب کو متحد کیجئے، دیوبند کے مولانا ارشد مدنی، محمود مدنی، ندوہ کے سلمان ندوی، شاہی مسجد کے بخاری، فتح پوری مسجد کے مفتی مکرم کو ایک پلیٹ فارم پر لائیے۔

الیکشن آتے ہی یہ تمام مولوی جن میں سے ایک آدھ کو چھوڑ کر سب ایک ہی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان میں کا ہر فرد الگ الگ جھنڈوں اور بینروں کے بقیہ ص ۱۲ ر پر

از: مولانا محمد راحت خاں قادری*

# کیا خطائے اجتہادی عیب ہے؟

روافض کے پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر بعض سنی بھی یہ گمان کر بیٹھے کہ خاتونِ جنت شہزادیِ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت ضلالت و گمراہی اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین و تنقیص ہے۔ اسی ضمن میں اس کے متعلق تحقیقی کلام اور اسلاف کرام کا موقف پیش کیا جاتا ہے۔

**اجتہاد کا لغوی معنی**

اجتہاد لغت کے اعتبار سے بمعنیٰ ''طاقت'' و ''مشقت'' سے ماخوذ ہے بعض لوگوں نے اس کے مفہوم میں مشقت و طاقت اٹھانے میں انتہا کو پہنچنا بھی بتایا ہے، ابوالفیض شیخ الاسلام سید مرتضی حسین زبیدی واسطی بلگرامی، مصری [م ۱۲۰۵ھ] فرماتے ہیں: ''الجهد بالفتح الطاقة. قال إبن الأثير وهو بالفتح المشقة، وقيل المبالغة و الغاية، وبالضم الوسع والطاقة، الإجتهاد افتعال من الجهد والطاقة، وفي التهذيب الجهد بلوغك غاية الأمر الذي لا يألو على الجهد فيه'' ملخصا۔

[تاج العروس من جواہر القاموس، ج ۷ ص ۵۳۴ دار الھدایۃ]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۵۲ھ] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ''الاجتهاد بذل الجهد في الطلب۔ یعنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنا اجتہاد ہے۔''

[فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۳ ص ۲۹۹ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹]

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''الإجتهاد وهو في اللغة تحمل الجهد أي المشقة۔ یعنی اجتہاد کا معنی لغت میں کوشش کرنا یعنی مشقت کو اٹھانا ہے۔'' [شرح التلویح علی التوضیح، ج ۲ ص ۲۳۴ مکتبۃ صبیح، مصر]

**اجتہاد کا اصطلاحی معنی**

اسلام میں ایسے لوگوں کے لیے جو اپنی صلاحیتِ علمی میں ممتاز ہوں اور شرعی امور میں ایک خاص درجہ و مقام رکھتے ہیں انہیں مجتہد کہا جاتا ہے اور ان کو فیصلہ دینے اور ظاہر کرنے کا حق شریعت نے تسلیم کیا، جس کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۲۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''والإجتهاد بذل الوسع للتوصل إلى معرفة الحكم الشرعي۔ یعنی حکم شرعی کی معرفت کے لیے اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔'' [ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ج ۱۰ ص ۳۲۷ المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، مصر]

مشہور مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] لکھتے ہیں: ''والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعي۔ یعنی اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تاکہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہو جائے۔''

[تفسیر روح البیان، ج ۵ ص ۵۰۵ دار الفکر، بیروت]

اجتہاد کی تعریف میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۰۱۴ھ] فرماتے ہیں: ''الإجتهاد بذل الوسع في طلب الأمر۔ یعنی کسی معاملہ کے حکم کی طلب میں اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔'' [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۴۴۳ دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۵۲ھ] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ''اصطلاحا بذل الوسع للتوصل الى معرفة الحكم الشرعي۔ یعنی اصطلاح میں اجتہاد حکم شرعی کی معرفت کے حصول کے لیے طاقت کو صرف کرنے کا نام ہے۔'' [فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۳ ص ۲۹۹ دار

المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹]

علامہ بدرالدین عینی [م ۸۵۵ھ] ہدایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ''والإجتهاد بذل الوسع والمجهود۔ یعنی اجتہاد (حکمِ شرعی کے حصول کے لیے) طاقت وقوت کو صرف کرنے کا نام ہے۔'' [البنایۃ شرح الھدایۃ، ج ۱/ص ۱۲۱/ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ]

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''وفی الإصطلاح استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم شرعی، وهذا هو المراد بقولهم : بذل المجهود لنيل المقصود۔ یعنی اصطلاح میں اجتہاد فقیہ کا حکم شرعی ظنی کے حصول میں کوشش کے لیے خود کو فارغ کر لینا ہے، یہی ان کے قول ''مقصود کے حصول کے لیے کوشش کو صرف کرنے'' سے مراد ہے۔''

[شرح التلویح علی التوضیح، ج ۲: ص ۲۳۴: مکتبۃ صبیح، مصر]

اسی میں ہے: ''والمخطیٔ فی الإجتهاد لا يعاقب إلا أن يكون طريق الصواب بينا۔ یعنی اجتہاد میں خطا کرنے والے پر کوئی عقاب نہیں مگر جب کہ حق کا راستہ واضح ہو۔ [أیضاً]

مجتہد کی یہ شان ہے کہ جب اجتہاد کرتا ہے تو اگر وہ دلیل کے مخفی ہونے کے سبب درستگی واصابت کو نہ بھی پہنچے تب بھی اس کو اجر وثواب ملتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اگر مجتہد اصابت ودرستگی کو پہنچ جائے تو اُس کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجر درستگی کو پہنچنے کا اور دوسرا اجر اجتہاد کا، مجتہد اگر درستگی کو نہ پہنچے بلکہ اُس سے خطا واقع ہو جائے پھر بھی اُس کو ایک اجر ملتا ہے یعنی اس کو اجتہاد کا ثواب ملتا ہے۔

مجتہد مخطی ہو یا مصیب وہ ماجور ہی ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے: ''عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم اصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله اجر۔ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم اجتہاد کر کے حکم کرے اور درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، جب اجتہاد کر کے حکم کا فیصلہ کرے اور خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ [صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۳۵۲: ج ۹: ۱۰۸، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ]

''أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إن الوالی إذا اجتهد فأصاب الحق فله أجران، وإذا اجتهد فأخطأ الحق فله أجر واحد۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاکم جب اجتہاد میں درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

[فضائل الصحابۃ، ج ۱: ص ۱۸۰: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۳ء]

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] لکھتے ہیں: ''وهذا يدل على ان خطأ المجتهد لا يقدح فی كونه مجتهدا۔ یعنی اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے مجتہد کا خطا کرنا اس کے مجتہد ہونے میں کوئی عیب نہیں ہے۔''

[تفسیر روح البیان، ج ۵: ص ۵۰۵: دار الفکر، بیروت، ۱۱۲۷ھ]

علامہ بدر الدین عینی [م ۸۵۵ھ] ہدایہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ثم القضاء مشروع بالكتاب كما ذكرنا، وبالسنة لما روى أنه عليه أفضل الصلاة والسلام قال : إذا اجتهد الحاكم فأخطأ، فله أجر، وإن أصاب فله أجران۔ یعنی پھر قضا تو وہ مشروع ہے کتاب سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور سنت سے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ: حاکم جب اجتہاد میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور اگر درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔''

[البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب آدب القاضی، شروط تولی القضاء، ج ۹: ص ۳]

علامہ زین الدین بن ابراہیم معروف بہ ابن نجیم حنفی مصری قدس سرہ [م ۹۷۰ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''ومنه إسقاط الإثم عن المجتهدين فی الخطأ۔ یعنی اور اسی میں سے ہے گناہ کا ساقط ہونا مجتہدین کی خطا سے۔'' [الأشباہ والنظائر، القاعدۃ الرابعۃ: المشقۃ تجلب التیسیر، ج ۱: ص ۶۹: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۹]

توضیح کی شرح میں علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”فلأن العدالة لا تنافي الخطأ في الاجتهاد لا فسق فه بل هو مأجور۔ یعنی تو بیشک عدالت خطائے اجتہادی کے منافی نہیں ہے کیوں کہ اس میں فسق نہیں ہے بلکہ اجر وثواب ہے۔“

[رح التلویح علی التوضیح، ج۲: ص۹۸: ، مکتبۃ صبیح، مصر]

اسی میں ہے: ”لأن أجر المخطئ إنما هو علی کده في الاجتهاد وامتثال الأمر۔ یعنی اس لیے کہ خطا کرنے والے کو اجر اس کی کوشش اور حکم کو بجالانے کی وجہ سے ملتا ہے۔“ [شرح التلویح علی التوضیح، ج۲: ص۲۴۱: ، مکتبۃ صبیح، مصر]

اسی میں ہے: ”ولا ینسب إلی الضلال بل یکون معذورا ومأجورا إذ لیس علیه إلا بذل الوسع، وقد فعل، فلم ینل الحق لخفاء دلیله۔ یعنی خطائے اجتہای کرنے والے مجتہدین کو ضلالت کی جانب منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ معذور ہوں گے اور اجر دیئے جائیں گے کیوں کہ ان کے ذمہ تو اپنی طاقت کا صرف کرنا اور کوشش کرنا تھا جو انہوں نے کیا لیکن دلیل کے مخفی ہونے کی وجہ سے درستگی کو نہیں پاسکے۔“

[شرح التلویح علی التوضیح، ج۲: ص۲۴۲: ، مکتبۃ صبیح، مصر]

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”المنار“ کی شرح میں ملا احمد جیون حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [م ۱۱۳۰ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”المجتهد یخطي و یصیب و الحق في موضع الخلاف واحد۔ یعنی مجتہد صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اور غلط بھی، اگرچہ موضع اختلاف میں حق ایک ہی کے ساتھ ہوگا۔“

[نورالانوار، مبحث الاجتہاد، ص۲۵۱]

اسی میں یوں ہے: ”أنه اتی بما کلف به في ترتیب المقدمات و بذل جهده فیها فکان مصیبا فیه و ان أخطأ في آخر الأمر و عاقبة الحال فکان معذورا بل ما جورا لأن المخطی له أجر و المصیب له اجران۔ یعنی خطا کرنے والے مجتہد نے بھی ترتیب مقدمات وغیرہ امور میں اپنی ساری کوشش صرف کی اس میں حق بجانب رہا اب اگر نتیجہ غلط ظاہر ہوا تو نہ صرف یہ کہ اس کو معذور سمجھنا چاہیے بلکہ اس کی جدو جہد کا ثواب ملنا چاہیے اس لیے کہا گیا ہے کہ مجتہد مخطی کو ایک ثواب اور مصیب کو دوہرا۔“ [نورالانوار، مبحث الاجتہاد، ص۲۵۱]

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ [م ۱۳۶۷ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”خطائے اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عنداللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔“

[بہارِ شریعت، حصہ اوّل، ج۱: ص۶۲: ، فرید بک ڈپو، دہلی]

مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کرنے والا مجتہد چاہے مصیب ہو یا مخطی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتا ہے، جس فعل پر اجر ملے وہ محمود و مقبول ہی ہوگا مذموم و مقبوح نہیں ہو سکتا، معظم و مکرم شخصیات کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت توہین و تنقیص شمار نہیں کی جاسکتی اگر محض نسبت کرنا ہی توہین و تنقیص ہوتا تو معاذ اللہ خطائے اجتہادی کی نسبت کرنا انبیا و رُسل علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب کفر ہوتا کیوں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کفر ہے۔

اسی طرح خطائے اجتہادی کی نسبت کو اگر توہین و تنقیص شمار کیا جائے تو اہلِ بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جانب اس کی نسبت گمراہی قرار پائے گی کیوں کہ اہلِ بیت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی توہین و تنقیص گمراہی ہے اور ایسے گمراہ شخص کے کفر پر خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

**انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف نسبت اجتہاد کا حکم**

محققین نے انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے اجتہاد کو جائز مانا ہے کیوں کہ اجتہاد ایک عظیم کارِ ثواب اور عمدہ صفت ہے جس سے مجتہدین کرام متصف ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے: ”قال ویجوز الإجتهاد للأنبیاء لیدرکوا ثواب المجتهدین۔ یعنی علما نے فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد جائز ہے، تا کہ وہ بھی مجتہدین کے ثواب کو پالیں۔“ [تفسیر الخازن، ج۳: ص۲۳۳: ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ]

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] اس معاملہ میں اہل سنت و جماعت کے موقف کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعي وهو جائز للأنبياء عند أهل السنة ليدركوا ثواب المجتهدين وليقتدي بهم غيرهم ولذا قال عليه السلام :[العلماء ورثة الأنبياء] فإنه يستلزم ان تكون درجة الإجتهاد ثابتة للأنبياء ليرث العلماء عنهم ذلك۔ یعنی اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تاکہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہوجائے۔ اور یہ (اجتہاد) انبیائے کرام کے لیے جائز ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک تاکہ وہ اجتہاد کے ثواب کو پالیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان کی اقتدا کرسکیں، اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :[علما انبیائے کرام کے وارث ہیں] اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درجۂ اجتہاد انبیائے کرام کے لیے ثابت ہے تاکہ علمائے کرام اس (اجتہاد) میں انبیائے کرام کے وارث ہوسکیں۔“

[تفسیر روح البیان، ج ۵: ص ۵۰۵: دار الفکر، بیروت]

امام بغوی شافعی [م ۵۱۰ھ] فرماتے ہیں: ”وقالوا يجوز الإجتهاد للأنبياء ليدركوا ثواب المجتهدين۔ یعنی اور علما نے کہا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد جائز ہے، تاکہ وہ بھی مجتہدین کے ثواب کو پالیں۔“ [تفسیر البغوی، ج ۳: ص ۲۹۹: دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ]

امام قرطبی [م ۶۷۱ھ] فرماتے ہیں: ”و الصحيح أن الأنبياء يجوز منهم الإجتهاد۔ یعنی اور صحیح قول یہ ہے کہ انبیائے کرام کا اجتہاد جائز ہے۔“

[تفسیر القرطبی، ج ۶: ص ۴۳۰: دار الکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۸۴ھ]

اسی میں ہے: ”السادسة واختلف العلماء في جواز الاجتهاد على الأنبياء فمنعه قوم، و جوزه المحققون۔ یعنی چھٹا مسئلہ: انبیائے کرام کے لیے اجتہاد کے جواز میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے جب کہ محققین نے اس کو جائز فرمایا ہے۔“

[تفسیر القرطبی، ج ۱۱: ص ۳۰۹: دار الکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۸۴ھ]

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی مصری حنفی [م ۱۰۶۹ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”و في قوله لم ينصب الخ إشارة إلى جواز إجتهاد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام۔ یعنی اور ان کے قول ”لم ینصب الخ“ میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اجتہاد کے جائز ہونے کی جانب اشارہ ہے۔“

[حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی، ج ۴: ص ۶۴: دار صادر، بیروت]

.........جاری

ص ۴۳؍ کا بقیہ

مملکت اسلامی کا مثالی حکمراں فاتحانہ شان کے ساتھ خاکِ بقیع میں آسودہ ہے، بقیع پاک کا ذرہ ذرہ آپ کی جلالت وشان کا شاہد ہے۔

اللہ کریم! ترکوں کو سلامت رکھے، متاعِ عشق کے ان پہرہ داروں نے نسبتوں کی حفاظت کی، ہر مقدس مقام پر عشق کے نشاں نصب کیے، روضۂ حضرت عثمانِ غنی بھی پر شکوہ گنبد میں قائم تھا جسے حامیانِ یہود ونصاریٰ کی سازشوں نے زمیں بوس کردیا اور آج ہم اپنی ہی روشن تاریخ کے نشاں بے نشاں ہوتے دیکھ کر آنسوؤں کی سوغات نذر کرتے ہیں، بقیع پاک ہماری تاریخ کا نقش جمیل ہے جہاں سے اسلام کا عظیم کارواں سارے عالم میں فروکش ہوا، نیل کے ساحل سے تا بہ خاک کاشغر اسلام کا چمنستاں انھیں اولین گروہِ مقدس کے فیض سے ایماں کی حلاوت سے شادکام ہوا، اور مشرقین ومغربین بھی مصطفیٰ جانِ رحمت پہ ”لاکھوں سلام“ بھیج کر اسلام کی عظمتوں کے ترانے الاپ رہے ہیں، عثمانی فتوحات کے علَم ایماں کی ہر منزل پر لہرا رہے ہیں، جس سے فکر ونظر کو تازگی مل رہی ہے اور چمن اسلام بادِ صرصر کے تیز وتند جھونکوں میں بھی ہرا ابھرا ہے۔

◆◆◆

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

از: ڈاکٹر مفتی محمد ساجد احمد*

# فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد

ہر دور میں اسلام اور تقدسات اسلام کو طرح طرح کے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہے، تاریخ کے اوراق بہ بانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں، اہل حق پر ہوئے ظلم وستم کی برہنہ تصویر دیکھنی ہے تو میرے دامن میں پناہ لو! میں تمہیں ایک سے بڑھ کر ایک کی تفصیلی تاریخ بتاؤں گی، ہر دور میں فتنوں نے جنم لیا ہے لیکن اہل حق نے جہاد سے کبھی منہ نہیں موڑا، اس جہاد کی نوعیت خواہ کوئی بھی رہی ہو، انبیائے سابقین سے لے امت محمدیہ کے وفادار علماء تک کوئی بھی ایسا نہ ملے گا جو فتنوں سے اتفاق رکھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں فرعون کا فتنہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں نمرود، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن عصمت کو داغ دار کرنے کا فتنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے دور نزول اجلال میں بے شمار ولاتعداد فتنوں کا ظہور ہوا اور ہر فتنہ کا سد باب آپ نے فرمایا، چاہے کہ وہ بت پرستی کا فتنہ ہو، یا نو پید بچیوں کے قتل وغارت گری کا فتنہ ہو یا یہ کہ عورتوں کو منحوس سمجھے جانے کا، انسانی وقعت کے تحفظات کا خطرہ ہو یا کہ عظمت نسواں کو تار تار کرنے کا، تعدد الٰہ کا تصور ہو یا کہ عصبیت واونچ نیچ کا فتنہ، ہر طرح کے چیلنج کا جواب آپ ﷺ نے کھل کر دیا اور جواب بھی ایسا دیا کہ اسی جواب پر آخری مہر لگ گئی کہ اب اس سے بہتر جواب ہو ہی نہیں سکتا، آخری نبی حضور نبی مکرم ﷺ کی امت کی خاصیت بن گئی کہ زمانہ کیسے ہی رنگ بدلے ہر محاذ پر دین کی حفاظت، معمولات اور عزت وعصمت کا تحفظ کرنا ہمارے ایمان کا جزء لاینفک رہا ہے، صحابۂ کرام سے لے کر تادم تحریر اہل حق کے جہاد کا مختصر تاریخی جائزہ پیش خدمت ہے۔

جب ابو علی جبائی نے اسلام کے بنیادی نقطہ نظر کو چیلنج کیا اور ایک نئے عقیدہ ''پرہیز گار کو جنت، گناہ گار کو دوزخ اور جو دونوں نہ ہو اس کو جنت ودوزخ دونوں میں نہ رکھنا اللہ تعالیٰ پر لازم ہے۔'' کی بنیاد رکھی، اس وقت امام اشعری نے اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ جبائی آپ کا استاذ ہے بھرپور مخالفت کی اور اسلام کے صحیح نظریہ کی تائید وتشہیر فرمائی، یہیں سے ''اہل سنت'' کا لاحقہ اہل اسلام کے ساتھ شروع ہوا، زمانہ کروٹیں بدلتا رہا، حالات کی تبدیلیاں ہوتی رہیں، چنوتیوں کے رنگ وروپ بدلتے رہے ایک زمانہ امام احمد بن حنبل کا آیا، حکومت کے بل بوتے، طاقت کے زور پر، قوت کے دباؤ سے بہتوں کی زبانیں بند کرائی گئیں، بہتوں سے تائید وتوثیق حاصل کی گئی لیکن جب ''خلق قرآن'' کا مسئلہ امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا تو نہ ماقبل کے لوگوں کی طرح تائید کی اور نہ سکوت اختیار کیا بلکہ اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لا کر اسلام کی صحیح ترجمانی کی، بے خوف وخطر، حکومت کے لاؤ لشکر سے بے پرواہ ہو کر احقاق حق اور ابطال باطل کا مجاہدانہ کردار ادا کیا، جس کی پاداش میں آپ کو کتنے کوڑے کھانے پڑے، حکومتی کارندے اصرار پر اصرار کر رہے تھے کہ اگر آپ میرے منشا کے مطابق اپنا جواب کرلیں تو یہ مصیبت رفع ہو جائے گی لیکن دین کے اس عظیم محافظ نے کوڑے تو کھا لیے لیکن اسلام کی اشاعت وصحیح شبیہ کی تشہیر وتوضیح کو آنچ نہ آنے دیا، اسی طرح سے امام بخاری وامام مسلم نے بھی مجاہدانہ کردار ادا کیا، ۱۸۵۷ء میں علامہ فضل حق خیرآبادی نے جب فتوئے جہاد صادر فرمایا اس وقت آپ پر کتنے ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے گئے، تاریخ کی آنکھوں لہولہان سطور کے ذریعہ آگ برساتی حکومتی کارکردگی کو دیکھا جا سکتا ہے، اس پر حد

تو اس وقت ہوگئی جب خاندان شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے چشم و چراغ بھی علامہ موصوف کے باغی ہوگئے، اصحاب جبہ ودستار، ساکنان ممبر ومحراب، قائلین قال اللہ وقال الرسول، درس وتدریس کے شیوخ بھی آپ کی مخالفت میں اتر آئے اور فتویٔ جہاد کی سخت ترین مخالفت کی، اس مخالفت پر ان کو انعام واکرام دعوت، پارٹی شارٹی، نذرانہ وشکرانہ سے خوب خوب نوازا گیا۔

علامہ موصوف کے خلاف کتابیں لکھوائیں گئیں، علامہ کے معمولات ونظریات کی مخالفت میں جلسے جلوس، خطبات و تقاریر، کتب ورسائل کی بھرمار کردی گئی لیکن وہ مرد آہن صرف ایک چیز جانتا تھا اور وہ یہ تھی کہ ''اسلام کی عظمت پر اگر آنچ آئی یا نظام اسلام سے کسی بد بخت نے کھیلنے کی کوشش کی فضل حق کا قلم قہر بن کر ٹوٹے گا'' عدالتوں میں مقدمات چلائے گئے، وکلا نے آپ کو پیش کش کی ''آپ صرف ایک بار کہہ دیں کہ فتویٔ میں نے نہیں صادر کیا ہے'' بس بچانا میرا کام ہے، یہی بات عدالت میں پیشی کے وقت جب آپ کٹ گھرے میں تھے، دہرائی گئی اس وقت بھی اسلام کا یہ شیر نر دہاڑتے ہوئے باطل پرستوں کے حوصلہ پر قہر بن کر ٹوٹ پڑا کہ ''فتویٔ فضل حق نے ہی صادر کیا ہے، ان سفید چمڑی ملک وملت کے دشمنوں سے جہاد فرض'' جس کی پاداش میں آپ کو کالا پانی کی سزا ہوئی اور وہاں کی مسموم فضاؤں نے آپ کے طبع نازک کو بہت نقصان پہنچایا حتی کہ آخری سانس بھی اسی کالا پانی میں لی اور واصل الی الحق ہوئے۔

یہ دور بھی دور خیرآبادی سے کچھ مختلف نہیں معلوم ہوتا ہے، وہاں پر چیلنج اسلام وکفر کے ساتھ نام نہاد جبہ ودستار کے حاملین مولویوں سے تھا، یہاں بھی چیلنج اسلام کے ساتھ کفر کا تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ قادیانیت، رافضیت وشیعیت و دیگر مذاہب باطلہ، حق اور اہلیان حق کی مخالفت میں بہ ارادۂ فاسد طرح طرح کے حربے آزمائے جارہے ہیں، لیکن ہر دور کی طرح اس دور میں بھی ایسے افراد ہیں جو امام اشعری کی نیابت کا فریضہ انجام دینا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، جن کو امام احمد بن حنبل کی تاریخ زندگی سے ایک حوصلہ ملتا ہے، علامہ فضل حق خیرآبادی کے کردار سے اظہار حق واحقاق حق میں جرأت و بہادری کو ایک نئی سمت ملتی ہے، اہل سنت خوش قسمت ہیں کہ اللہ رب العزت نے ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی کو آپ کے ایمان کی حفاظت کا علم بردار بنایا اور یہ حوصلہ بخشا کہ اہل باطل جتنا جی چاہے جو کچھ بھی کرلیں ہم کہیں گے وہی جو حق ہے، ہم ترجمانی مذہب صحیحہ کی ہی کریں گے، اگر کوئی مولیٰ علی کی عظمت پر انگلی اٹھائے گا تو بھی خیر نہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کردار کشی کی کوشش کرے گا تو اس کی بھی شامت آنی ہے، نہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت پر آنچ آنے دیں گے نہ ہی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت کو پامال ہونے دیں گے۔

ہمارا وجود ہی اسی لیے ہوا ہے کہ ہم اپنے اکابرین کی عزت وعظمت کا تحفظ کریں، دین کی حفاظت کریں، اللہ عمر دراز عطا فرمائے جلالی صاحب کو جنہوں نے رافضیت و شیعیت کی انیٹ سے اینٹ بجا دی، غیر مقلدین ودیابنہ اور ملحدین کا ناطقہ بند کردیا، فکر رضا کی ترجمانی کے لیے اپنی زندگی وقف کردی اور ''سر بکف تیار ہیں ہم'' کا نعرہ اپنے ذہن وفکر پر منقش رکھا، ہر میدان کو ایک نئی جہت عطا کی مثلاً ''خطابت'' روایتی انداز سے ہٹ کر علمی وتحقیقی بیان کو نشاۃ ثانیہ بخشی، طرز تحریر، جس دور میں چھوٹے چھوٹے عنوانات پر اپنی صلاحیت وعلمی کاٹھ دکھانے والے بلا ضرورت کئی کئی سو صفحات کو کالا کرجاتے تھے۔

وہیں پر آپ نے بہت ہی اہم اہم موضوعات پر اپنے تحقیق بیانات کو ہی کتابچہ کی شکل دے کر عوام کے درمیان نہایت ہی مختصر تعداد صفحات میں پیش کیا، جلالی صاحب کے خطاب میں نہایت ہی سنجیدگی اور دلائل کی کثرت ہوتی ہے جو بھی موقف اختیار کرتے ہیں وہ بزرگوں کی کتابوں سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں، اسی کی تائید میں دلائل کی کثرت سے مسئلہ کی نوعیت کو پیش کرتے ہیں، استحضار اتنا معیاری ہے کہ ماشاء اللہ صبح

فتنہ اٹھتا ہے اور شام کو ہی اس عنوان پر ایک طویل بحث پر مشتمل مدلل گفتگو کا اعلان کر دیتے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے بعض دفعہ تو ۲۴/ گھنٹہ ہی میں اٹھنے والے فتنے کو کچلنے میں کامیاب ہوتے ہیں، دور اندیشی بھی کیا خوب ہے، اللہ نظر بد اور حاسدوں کی حسد سے بچائے۔

ابھی حالیہ معاملات پر رافضیوں نے جگر گوشۂ رسول، ملکہ جنت، حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آڑ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر پر طعن وتشنیع کا ارادۂ فاسد کرنا چاہا، اس پر اس مرد آہن نے خوب سے خوب تر دلائل کی روشنی میں مریدان باطلہ کا رد بلیغ فرماتے ہوئے مسئلہ باغ فدک پر نہایت ہی شاندار گفتگو فرمائی، ہاں یہ اور بات ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ''جب فدک مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' کا استعمال فرمایا جو کہ موقع ومحل کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ خلاف انسب تھا بس لیکن کیا تھا ایرانی روپیوں کے پلے ہوئے رافضیوں اور شیعوں نے اور کچھ اہل سنت کے بھی علما ان کے دام فریب میں آکر ہوش وحواس کھو بیٹھے اور بلا وجہ سر پر آسمان اٹھا لیا اور دھڑا اک سے گستاخی کا لیبل چسپاں کر دیا لیکن جب شیر نر نے دہاڑ لگائی کہ گستاخی کا فتویٰ لگانے والے مفتیان کرام سامنے آئیں تو مباہلے کی دعوت دینے والے بھی گھر کے برآمدے سے ہی غائب ہو گئے گویا کہ گدھے کی سینگ ہی نہ تھی، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ''تحریک تحفظ عقائد'' اپنی پوری ٹیم کے ساتھ آپ کی تائید وتوثیق اور حمایت کرتے ہیں اور علمائے پاکستان اور رافضیت زدہ ٹٹوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ ''کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا'' اگر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں کوئی خطا کسی سے سرزد ہو جائے تو بالکل اصول کی روشنی میں مواخذہ کریں لیکن کسی کی عظمت کا آڑ لے کر کسی کی عظمت سے کھیلنے والوں کے ہم راہ نہ بنیں گے۔

◆◆◆

ص ۵۰/ کا بقیہ ........................................

ہے اور اس کے کفر پر سب کا اجماع ہے اور اس اجماع میں کسی کا خلاف خلل انداز نہیں بلکہ مخالف کا قول رد ہے اور جو فتوی بعض فقہائے عراق کی طرف منسوب ہوا وہ غیر ثابت ہے اور بر تقدیر ثبوت وہ رد اجماع میں موثر نہیں بلکہ خود نا معتبر ہے اور یہ کہ بہت ائمہ مالکیہ، حنابلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ زندیق کے مثل ہے، لہٰذا اس کی توبہ معروف ومقبول نہیں اور ابو یعلی نے کیسی صاف تصریح کی کہ ہم نے اس کے کافر ہونے کا حکم باعتبار ظاہر کے لگایا اگرچہ باعتبار باطن کے وہ مسلمان ہو تو مضمون نگار نے ظاہر لفظ میں جو قصد کی شرط لگائی اور بار بار یہ دہرایا کہ نیت گستاخی کی نہیں ایک بار پھر رد ہو گیا اور اس کا رد بار ہا گزرا اور خود مضمون نگار کے گزشتہ اقراروں نے اس کو رد کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشنام دہندہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ، جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دشنام دینا ردّت ہے جس کی سزا قتل ہے جب کہ قائل رجوع نہ کرے اور رجوع کی صورت میں اس کی توبہ مقبول ہے اور اس سے قتل منتفی ہے یہی ہمارے ائمہ حنفیہ کا مذہب معتمد ہے۔

در مختار میں ہے: والكافر بسب نبي من الانبياء فإنه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا، ولو سب الله تعالى قبلت لأنه حق الله تعالى، والأول حق عبد لا يزول بالتوبة، ومن شك في عذابه و كفره كفر، وتمامه في الدرر في فصول الجزية معزبا للبزازية، و كذا لو أبغضه بالقلب فتح وأشباه: لو لوحظ قول أبي هاشم وإمام الحرمين باحتمال العهد فلا كفر، وهو اللائق بمذهبنا لتصريحهم بالميل إلى مالا يكفر. وفيها: من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه صلى الله عليه وسلم أو بفعله بأن بغضه بقلبه قتل حدا كما مر التصريح به، ومفاده قبول التوبة كما لا يخفى، زاد المصنف في شرحه:

.........جاری

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

# امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

## تدبرِ عثمانی نے شوکت اسلام کا پھریرا بلند چوٹیوں پر لہرایا

اللہ کریم نے اپنے عظیم پیغمبر محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حرم کی وادیوں میں جلوہ گر فرمایا، نبی آخرالزماں کے وجودِ پاک سے کعبے کو زینت بخشی، حکمت الٰہیہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴۰ر سال عملی زندگی کا نمونہ پیش کیا؛ پھر اعلانِ نبوت فرمایا۔ دلوں کی دُنیا میں صالح انقلاب برپا کیا۔ انسانیت کی فراموش کردہ قدروں کو اُجاگر کیا۔ دہشت گردی کا خاتمہ کیا۔ عصبیت دور کر کے اُلفت ومحبت کا ماحول عطا فرمایا۔ بے مثل پیغمبرانہ اختیارات کے ذریعے انقلاب برپا کیا۔ وہ جو بے راہ تھے ہادی و رہنما بن گئے۔ رہزن؛ رہبر بنے۔ جور وستم کی آندھیاں تھم گئیں۔ آدمیت کا بول بالا ہوا۔ انقلابِ حیات بخش کے جھونکوں نے مُرجھائی کلیوں کو کِھلا دیا۔

### نگاہِ نبوت کا فیضان

نبوی عطا ونوازش سے فیض یاب ہونے والا مقدس گروہ ''صحابی'' کے عظیم لقب سے معنون ہوا۔ جن کی عظمتوں کا اندازا ہماری ناقص عقلیں نہیں لگا سکتیں۔ کسی ذات کو صداقت ملی۔ کسی نے عدل وانصاف میں داد پائی۔ کسی کو سخاوت عطا ہوئی۔ کسی کو شجاعت میں بے مثل منصب ملا، نگاہِ نبوت کے فیض نے ایسا نوازا کہ صحابہ کی مقدس جماعت کی پیروی نجات وپختگی ایمان کی علامت ٹھہری۔ اسی مقدس گروہ میں خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی نمایاں ہے، آپ کی اسلام کے لیے قربانیاں ہمہ جہت ومنفرد المثال ہیں۔

### قافلہ سالارِ ہجرت

اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلِ رواں کے آگے جب کفارِ قریش سدِ سکندری قائم نہ کر سکے تو مسلمانوں کے دُشمن ہو گئے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آزار پہنچانے کی کوششیں کیں، عظمتوں کو جھٹلانے کے لیے ہمسری کے دعوے دار ہوئے، علم غیب نبوی کے منکر ہو کر اپنے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر لی، اصحابِ رسول کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچائیں، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، اللہ کی یکتائی کے اقرار نے ان کے کفر کو لرزا بر اندام کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جور وستم کے پیشِ نظر اسلام کی اولین ہجرت جانب حبشہ عمل میں آئی۔ نبوی حکم کی پاس داری میں جو اولین گروہِ مقدس عازمِ حبشہ ہوا اس کے قافلہ سالار کا نام ''حضرت سیدنا عثمان غنیؓ'' ہے، اس ہجرت میں آپ کے ہمراہ آپ کی زوجہ بنتِ رسول بھی تھیں، تاج دارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انهما اول بيت هاجر في سبيل الله بعد ابراهيم ولوط عليهما السلام۔ یعنی حضرات ابراہیم ولوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔''

اللہ کریم نے یہ فضل بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا کہ آپ نے بعد کو مکہ معظّمہ تشریف لانے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کا بھی شرف حاصل کیا، جس کے باعث آپ کو ''صاحب الہجرتین'' یعنی دو ہجرت والے بھی کہا جاتا ہے، یہ سعادت ہی ہے جو آپ کو بارگاہِ رسالت کے فیض سے عطا ہوئی، جس سے آپ کے منصب وُرتبے میں اور ترقی ہوئی۔

### ذوالنورین

سبحان اللہ! دو نور والے، آپ کی عظمتوں کا یہ عالم کہ رسول کونین ﷺ نے اپنی دو صاحب زادیاں حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم کو آپ کی زوجیت میں عنایت فرمایا، اعلیٰ حضرت اسی

طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

**ایثار کی جلوہ آرائیاں**

ایثار مقصودِ مومن ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی بھی ایثار ہے، صحابہ کے ہر ہر عمل میں ایثار کا جلوہ مستور ہے، ان کی زندگی سراپا ایثار، ان کی ادائیں ایثار کی رازداں، محبتوں کی دہلیز پر ایثار کے اَن گنت چراغ روشن کر کے حضرات صحابہ نے اگلوں کی تربیت کا ساماں کیا، شاہراہِ حیات کو منور کردیا، یقیں کے روشن مینار تعمیر کیے، جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو مرتبہ جنت خریدی، ایک مرتبہ "بیر رومہ" یہودیوں سے خرید کر مسلمانوں کے پانی پینے کے لیے وقف کر کے اور دوسری بار "جیش عسرت" کے موقع پر، حضرت سیدنا عبدالرحمٰن ابن حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھا اور حضور اکرم نور مجسم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم؛ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو جیش عسرت (یعنی غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے ترغیب) ارشاد فرما رہے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پالان اور دیگر متعلقہ ساماں سمیت سو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترغیب فرمایا تو حضرت سیدنا عثمان غنی دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام سامان سمیت دو سو اونٹ حاضر کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے پھر ترغیباً فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مع سامان تین سو (اونٹ) اپنے ذمہ قبول کرتا ہوں، راوی فرماتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر منبر منور سے نیچے تشریف لا کر دو مرتبہ فرمایا: آج سے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو کچھ کرے اس پر مواخذہ (پوچھ گچھ) نہیں، شارحین نے فرمایا یہ تو ان کا اعلان تھا مگر حاضر کرنے کے وقت نو سو پچاس اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں، پھر بعد میں دس ہزار اشرفیاں اور پیش کیں۔"

(مراۃ المناجیح ۸/ ۳۹۵/ عشرۂ مبشرہ، ص ۴۳)

**مثالی نظام مملکت**

حضرت سیدنا فاروق اعظم کے بعد مملکت اسلامیہ جس کی سرحدیں بڑے کرۂ ارضی کا احاطہ کرتی تھیں؛ کے خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کی ذات پر سبھی صحابہ واہلِ بیت نے اتفاق کیا۔ آپ نے نبوی منہج کے مطابق مملکت اسلامیہ کے نظام کو سنبھالا، دیانت و انصاف کو تقویت پہنچائی۔ غریبوں کی دادرسی کی، اشاعت دین کے مبارک سلسلے کو آگے بڑھایا۔ اپنی دعوت کا میدان منکرین تک وسیع کیا، خود نہ تھے جو راہ پر وہ ہادی بن گئے، مسیحائی ایسی کہ مُردہ دل جی اُٹھے، ایمان کی حرارت سے باطن روشن ہوا۔ آپ نے مملکتِ اسلامیہ کی توسیع بھی کی، افریقہ، طرابلس، سابور، قبرص، نیشاپور، طوس جیسے علاقوں میں اللہ و رسول کی عظمت و شان کے پھریرے لہرائے، دیانت وانصاف، رعیت کی فریادرسی وخدمت کا بے مثل کارنامہ انجام دیا جس کی مثال آج کی مملکتیں پیش کرنے سے قاصر ہیں، امن و امان کو راہ دی، خوف ودہشت کا خاتمہ اسلامی امن واخوت کے قیام سے فرمایا۔

۱۸/ ذی الحج ۳۵/ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، اعلیٰ حضرت نے بہت خوب فرمایا۔

یعنی عثماں غنی صاحبِ قمیص ہدیٰ
حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

رب کریم کا خاص کرم ہوا، ارض حرمین کی دوبار حاضری نصیب ہوئی، مدینہ منورہ کی فضاؤں میں جو لمحے گزرے تقریباً ہر روز "جوارِ عثماں" میں حاضری ہوئی، اللہ اکبر!

بقیہ ص ۳۸/ پر

# امارات اسرائیل معاہدہ!
## حقائق کے آئینے میں

از: غلام مصطفیٰ نعیمی *

کبھی عربوں کے لیے اچھوت رہا اسرائیل اب ان کا تجارتی شراکت دار اور حلیف بنتا جا رہا ہے۔ حال ہی میں متحدہ عرب امارات نے اسرائیل سے *"امن معاہدہ"* کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان کے لیے مظلوم فلسطینی نہیں، تجارتی مفاد زیادہ عزیز ہیں۔ اس معاہدے کے تحت یہ طے کیا گیا ہے کہ اسرائیل فلسطینی علاقوں پر اپنی ناجائز بستیوں کا تعمیراتی منصوبہ ترک کر دے گا۔ حالانکہ اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتنیاہو (Benjamin Netanyahu) نے کہا ہے کہ:

"انہوں نے فی الحال ویسٹ بینک (غرب اردن) پر قبضے کے منصوبے کو مؤخر کر دیا ہے لیکن اس منصوبے سے جڑے دستاویز میری میز پر رکھے رہیں گے۔"

اس بیان کے ذریعے اسرائیل نے صاف کر دیا ہے کہ وہ اپنی جارحیت سے وقت طور پر رکا ہے باز نہیں آیا، ابھی تو عربوں کو جھانسہ دینے کے لیے وقتی طور پر اپنے منصوبے کو مؤخر کیا ہے لیکن موقع دیکھتے ہی پھر سے شروع کر دیا جائے گا۔

1967 کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد اسرائیل نے فلسطین کے غرب اردن (West Bank) پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہیں زمینوں پر اسرائیل غیر قانونی طریقے پر اپنی بستیاں تعمیر کر رہا ہے۔ اب تک تقریباً 140 یہودی بستیاں تعمیر ہو چکی ہیں جن میں قریب 6 لاکھ یہودی آباد ہیں۔

اسرائیلی بستیاں فلسطین کے بیچوں بیچ جگہ جگہ آباد ہیں۔ ہر دو فلسطینی بستیوں کے بیچ یہودی بستی آباد ہے۔ اسرائیلی فوج ان بستیوں کی حفاظت پر مامور رہتی ہے۔ عام فلسطینی ان علاقوں میں داخل بھی نہیں ہو سکتے اس طرح سے فلسطینی اپنے ہی علاقوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے مجبور رہتے ہیں اور قید و بند جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ بین الاقوامی قانون کے مطابق یہ بستیاں غیر قانونی ہیں، اقوام متحدہ سمیت تمام ممالک انہیں غیر قانونی مانتے ہیں لیکن یہ محض دکھاوا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس سازش میں پوری مغربی دنیا شامل ہے۔ بغیر ان کی شہ کے اسرائیل ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ ایسا نہیں ہوتا تو اب تک اسرائیل کے خلاف کوئی کاروائی کی جاتی لیکن اسرائیل کے خلاف صرف مذمتی قرارداد پیش کر کے پلّہ جھاڑ لیا جاتا ہے اور عیش پرست عرب حکمران اسی سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق غرب اردن میں آباد یہودی بستیوں میں شرح پیدائش فلسطینیوں سے دوگنا ہے، عام فلسطینی عورتوں میں شرح پیدائش 3.2 ہے جبکہ یہودی آبادی میں یہ شرح 7.59 تک پہنچ جاتی ہے۔ اس رپورٹ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک منصوبے کے تحت شرح پیدائش بڑھائی جا رہی ہے تاکہ یہودی آبادی فلسطینیوں کے برابر کی جا سکے۔

امارات ـــ اسرائیل معاہدے کی خاص بات یہ ہے کہ معاہدہ ہوا تو فلسطین کے نام پر ہے لیکن فلسطینی اتھارٹی کو سرے سے بات چیت میں شامل تک نہیں کیا گیا۔ اس معاہدے کو فلسطینی اتھارٹی نے "پیٹھ میں خنجر مارنا" قرار دیا ہے۔ فلسطین کے سینئر افسر حنان اشراوی نے کہا ہے کہ متحدہ عرب امارات اسرائیل کے ساتھ اپنے خفیہ تجارتی تعلقات کو لیکر اب کھل کر سامنے آ گیا ہے۔

یہ معاہدہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی ایما پر ہوا ہے۔ حالانکہ پہلے ہی امارات کے اسرائیل سے خفیہ مراسم قائم تھے لیکن اب ٹرمپ کے اشارے پر حیا کا رسمی پردہ بھی اٹھا دیا گیا۔ ٹرمپ نے ہی سب سے پہلے اس معاہدے کا اعلان اپنے ٹویٹر

اکاؤنٹ پر کیا تا کہ اس کے ذریعے ان کی گرتی ہوئی شبیہ کو سنبھالا مل سکے اور صدارتی انتخاب میں اس کا فائدہ اٹھایا جا سکے۔اس معاہدے سے فلسطینی کاز کو رتّی بھر بھی فائدہ نہیں ملے گا ہاں اس معاہدے سے امارات کو تجارتی، سائنسی اور دفاعی امور میں فوائد ملنے کے امکان ہیں جبکہ اسرائیل کو امارات کے روپ میں ایک بڑی منڈی ہاتھ آئے گی جہاں وہ اپنے ہتھیار، جاسوسی آلات اور دیگر تجارتی ساز وسامان فروخت کر سکے گا۔ معاہدے کے بعد اسرائیل کو امید ہے کہ دیگر مسلم ممالک بھی اسے تسلیم کریں گے۔ مصر اور اردن جیسے مسلم ملکوں نے اس معاہدے کا خیر مقدم کیا ہے جب کہ ترکی، ایران اور پاکستان جیسے ممالک نے اس معاہدے کو منافقت اور فلسطین کے ساتھ غداری قرار دیا ہے۔

اس معاہدے کا ایک زاویہ نظر یہ بھی ہے کہ عرب حکمران اب یہ مان چکے ہیں کہ اسرائیل کا وجود ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے جسے جھٹلانا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں! نہ ہی عربوں کے پاس اتنی طاقت ہے کہ بزور بازو اسرائیل کی گردن پکڑ سکیں! اس لیے اب ان کے دماغوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ چکی ہے کہ ایک طاقت ور ملک سے دشمنی کرنے سے بہتر دوستی کرنا ہے، دشمنی میں خسارہ ہی خسارہ ہے جبکہ دوستی میں کثیر فوائد ہیں۔ اس لیے ماضی کی شرم ناک شکست کے باوجود انہیں اسرائیل سے کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی ہے۔

عرصہ دراز سے مغربی لابی نے عرب حکمرانوں کے دل ودماغ میں ایران کا خوف بٹھا رکھا ہے جبکہ پچھلے کچھ وقت سے انہوں نے ترکی کو عرب قیادت کے لیے خطرہ بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ایک طرف مغربی طاقتیں عرب حکمرانوں کو ترکی وایران سے خوف زدہ کرتی ہیں اور بچاؤ کے نام پر مغرب اور اسرائیل سے دوستی کرنے کا آفر دیتی ہیں تا کہ عرب تکنیکی اور دفاعی امور میں مضبوط ہو سکیں۔اسی ہوّے کے خوف سے عرب حکمران اسرائیل سے خفیہ تعلقات نبھاتے آئے ہیں لیکن اب انہوں نے سب کچھ کھلے بندوں کرنے کی ٹھان لی ہے۔

امارات سے پہلے مصر اور اُردن اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں، امارات کے بعد بحرین، مراکش اور قطر بھی جلد ہی اسرائیل کو علانیہ تسلیم کر سکتے ہیں۔

عرب حکمرانوں کی اسرائیل نوازی کے پیچھے اسرائیل کا تکنیکی اور دفاعی امور میں مضبوط ہونا مانا جاتا ہے۔اسی لیے عرب حکمران اسرائیل سے تعلقات جوڑنا چاہتے ہیں۔تکنیکی مہارت کے حصول اور ملکی حفاظت کے لیے ایسے معاہدات کسی بھی ملک کی اولین ترجیح ہونا چاہیے لیکن ان حکمرانوں کو شرم آنا چاہئے کہ کروڑوں کی آبادی اور دنیا بھر کی دولت رکھنے والے عرب ممالک ایک ایسے ملک کے محتاج ہیں جس کا پون صدی پہلے تک وجود تک نہیں تھا اور جس کی کل آبادی محض 80 لاکھ ہے مگر وہاں بجٹ کا بڑا حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے۔ہر شہری پر 18 سال کی عمر میں فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی ہے۔مرد تین سال اور عورت دو سال فوج میں خدمات انجام دیتے ہیں لازمی تربیت کے بعد ہر سال کئی کئی ہفتے ریزرو فوجی تربیت کے لیے زیادہ تر افراد رضا کارانہ اپنی خدمت پیش کرتے ہیں۔اس کے نتیجے میں اسرائیل کے پاس تقریباً ساڑھے چار لاکھ ریزرو فوجی ہمیشہ موجود رہتے ہیں جنہیں ایمرجنسی میں کبھی بھی کہیں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔جاسوسی آلات بنانے والے سات اہم ممالک میں اسرائیل شامل ہے۔ 1991ء میں عراق کی اسکڈ مزائل حملوں کے بعد ہر گھر میں ایک ایسا کمرہ بنایا جاتا ہے جہاں کیمیائی ہتھیاروں کا اثر نہ ہو سکے۔ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں اسرائیل بہت آگے ہے انٹل اور مائکرو سافٹ نے امریکہ کے باہر سب سے پہلے اپنے ریسرچ سینٹر اسرائیل میں ہی قائم کیے تھے۔پانی کی بچت اور جیو تھرمل توانائی میں اسرائیل پہلے نمبر پر ہے۔اسرائیل کے مقابلے عرب حکمرانوں کے ذوق کا اندازہ اس سے لگائیں کہ سعودی شہزادے محمد بن سلمان نے صرف چھٹیاں گزارنے کے لیے فرانس میں 1 ہزار 857 کروڑ روپے کی مالیت کا محل اور ایک پینٹنگ کو 45 کروڑ ڈالر میں خریدا تھا۔تقریباً ہر عرب حکمراں کا ذوق اسی

بقیہ ص ۱۲ / پر

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

نویں قسط

# ایمان، کفر اور تکفیر

◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

امام تقی الدین سبکی اپنی کتاب "سیف مسلول" میں فرماتے ہیں: الفصل الأول في وجوب قتله وذلك مجمع عليه، والكلام في مسألتين، إحداهما: في نقل كلام العلماء في ذلك ودليله، والثانية: في أنه: يقتل كفراً أو حداً مع الكفر؟ المسألة الأولى في نقل كلام العلماء ودليله: أما النقل: فقال القاضي عياض: (أجمعت الامة على قتل متنقصه من المسلمين وسابه) وقال أبو بكر بن المنذر: (أجمع عوام أهل العلم على أن على من سب النبي صلى الله عليه وسلم القتل. وممن قال ذلك مالك بن أنس، والليث، وأحمد، أو إسحاق، وهو مذهب الشافعي) قال عياض: (وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه، والثوري وأهل الكوفة والأوزاعي، في المسلم) وقال محمد بن سحنون: (أجمع العلماء أن شاتم النبي صلى الله عليه وسلم المنتقص له كافر، والوعيد جار عليه بعذاب الله، وحكمه عند الأمة القتل، ومن شك في كفره وعذابه كفر)) وقال أبو سليمان الخطابي: (لا أعلم أحداً من المسلمين اختلف في وجوب قتله إذا كان مسلما) وعن اسحاق بن راهويه أحد الأئمة الأعلام قال: (أجمع المسلمون أن من سب الله أو سب رسوله صلى الله عليه وسلم أو دفع شيئاً مما أنزل الله أو قتل نبياً من أنبياء الله عزوجل أنه كافر بذلك وإن كان مقرا بكل ما أنزل الله) وهذه نقول معتضدة بدليلها، وهو الإجماع، ولا عبرة بما أشار إليه ابن حزم الظاهري من الخلاف في تكفير المستخف به، فإنه شيء لا يعرف لأحد من العلماء، ومن استقرأ سير الصحابة تحقق إجماعهم على ذلك، فإنه نقل عنهم في قضايا مختلفة منتشرة يستفيض مثلها، ولم ينكره أحد. روى أبو داود والنسائي عن أبي برزة قال: كنت عند أبي بكر رضي الله عنه، فتغيظ على رجل - وفي رواية: من أصحابه - فاشتد عليه، فقلت: تأذن لي يا خليفة رسول الله أضرب عنقه؟ قال: فأذهبت كلمتي غضبه، فقام فدخل، فأرسل إلي فقال: ما الذي قلت آنفا؟ قلت: ائذن لي أضرب عنقه. [فقال:] أكنت فاعلا لو أمرتك؟ قلت: نعم. قال: لا والله، ما كانت لبشر بعد محمد صلى الله عليه وسلم. فهذا الكلام من أبي بكر رضي الله عنه يدل على أن النبي صلى الله عليه وسلم له أن يقتل من تغيظ عليه، بخلاف غيره من البشر، ولا شك أن سبه يغيظه. وروى سيف وغيره أن المهاجر بن أبي أمية - وكان أميراً على اليمامة أو نواحيها - رفعت إليه امرأتان غنت إحداهما باسم النبي صلى الله عليه وسلم فقطع يدها ونزع ثناياها، وغنت الأخرى بهجاء المسلمين فقطع يدها ونزع ثنيتها، فكتب إليه أبو بكر: بلغني الذي سرت به في المرأة التي: تغنت وزمرت باسم النبي صلى الله عليه وسلم، فلولا ما قد سبقتني فيها لأمرتك بقتلها، لأن حد الأنبياء ليس يشبه الحدود. فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد، أو معاهد فهو محارب غادر. فإن قيل: لم لا كتب إليه أبو بكر بقتلها؟ قلنا: لعلها

أسلمت، أو لأن المهاجر حدها باجتهاده فلم یر أبو بکر أن یجمع بین حدین. وعن عمر رضی الله عنه أنه أتی برجل سب النبی صلی الله علیه وسلم فقتله، ثم قال عمر :من سب الله أو سب أحدا من الأنبیاء فاقتلوه. وعن ابن عباس قال :أیما مسلم سب الله أو سب أحدا من الأنبیاء فقد کذب برسول الله صلی الله علیه وسلم، وهی ردة، یستتاب فإن رجع وإلا قتل، وأیما معاهد عاند فسب الله أو سب أحداً من الأنبیاء أو جهر به فقد نقض العهد فاقتلوه. قال : وقال ابن القاسم عن مالك- فی (کتاب ابن سحنون)، و (المبسوط)، و (العتبیة)، وحکاه مطرف عن مالك فی کتاب ابن حبیب - :من سب النبی صلی الله علیه وسلم قتل ولم یستتب. وقال ابن القاسم فی (العتبیة) :أو شتمه أو عابه أو تنقصه فإنه یقتل، وحکمه عند الأمة القتل کالزندیق. وفی (المبسوط): عن عثمان بن کنانة :من تشم النبی صلی الله علیه وسلم من المسلمین قتل أو صلب حیاً / ولم یستتب، والإمام مخیر فی صلبه حیا أو قتله. ومن روایة أبی مصعب وابن أبی أویس :سمعنا مالکا یقول: من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم أو شتمه أو عابه أو تنقصه قتل مسلما کان أو کافراً ولا یستتاب. وفی (کتاب محمد) :أخبرنا أصحاب مالك أنه قال :من سب النبی صلی الله علیه وسلم أو غیره من النبیین من مسلم أو کافر قتل ولم یستتب. وقال أصبغ :یقتل علی حال أسر ذلك أو أظهره، ولا یستتاب، لأن توبته لا تعرف. وقال عبد الله بن عبد الحکم :من سب النبی صلی الله علیه وسلم من مسلم أو کافر قتل ولم یستتب. وحکی الطبری مثله عن أشهب عن مالك. وروی ابن وهب عن مالك : من قال :إن رداء النبی صلی الله علیه وسلم - ویروی :زر النبی صلی الله علیه وسلم - وسخ، أراد به عیبه، قتل.

قال القاضی عیاض :وقال بعض علمائنا : أجمع العلماء علی أن من دعا علی نبی من الأنبیاء بالویل أو بشیء من المکروه أن یقتل بلا استتابة، وأفتی أبو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی صلی الله علیه وسلم :یتیم أبی طالب، بالقتل. وأفتی فقهاء الأندلس بقتل [ابن] حاتم المتفقه الطلیطلی وصلبه باستخفافه بحق النبی صلی الله علیه وسلم وتسمیته إیاه أثناء مناظرته بالیتیم، وزعمه أن زهده لم یکن قصداً، ولو قدر علی الطیبات أکلها.

وقال حبیب بن ربیع القروی :مذهب مالك وأصحابه أن من قال فیه علیه السلام ما فیه نقص قتل فقتله واجب، قال القاضی عیاض :وکذلك أقول حکم من غمصه أو عیره برعایة الغنم أو السهو أو النسیان أو السحر، أو ما أصابه من جرح أو أصاب ببعض جیوشه، أو شدة من زمنه أو عدوه، أو بالمیل إلی نسائه، فحکم هذا کله لمن قصد به :القتل، وقال أحمد بن حنبل فی روایة عبد الله: من شتم النبی صلی الله علیه وسلم قتل، وذلك أنه إذا شتم فقد ارتد عن الإسلام، ولا یشتم مسلم النبی صلی الله علیه وسلم.

وقال فی روایة حنبل :کل من شتم النبی صلی الله علیه وسلم أو تنقصه مسلما کان أو کافراً فعلیه القتل، وأری أن یقتل ولا یستتاب. وقال فیه روایة أخری :من شتم النبی صلی الله علیه وسلم مسلما کان أو کافراً یقت. وقال عبد الله بن أحمد :سألت أبی عمن شتم النبی صلی الله علیه وسلم :یستتاب؟ قال :قد وجب علیه القتل ولا یستتاب؛ خالد بن الولید قتل رجلا شتم النبی صلی الله علیه وسلم

ولم يستتبه. وهكذا قال أصحاب أحمد: إن من سب الله كفر سواء أكان مازحاً أم جاداً للآية التي استدل بها الشافعي. وقال أبو يعلى من الحنابله: من سب الله أو سب رسوله فانه يكفر سواء استحل سبه أم لم يستحله، فان قال: لم استحل ذلك لم يقبل منه في ظاهر الحكم، روايه واحده، وكان مرتدا، قال: وليس كالقاتل والشارب والسارق اذا قال: أنا غير مستحل، حيث يصدّق، لانّ له غرضا في فعل هذه الأشياء مع التحريم، وهو اللذه، قال: واذا حكمنا بكفره فانما نحكم به في الظاهر، فامّا في الباطن فان كان صادقا فيما قال فهو مسلم كما في الزنديق. وذكر أبو يعلى عن بعض الفقهاء: ان كان مستحلا كفر، وان لم يكن مستحلا فسق ولم يكفر كساب الصحابه. وهذا نظير ما يحكى انّ بعض الفقهاء من أهل العراق أفتى هارون الرشيد فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم انّ يجلد، حتىٰ انكر ذلك مالك رضى الله عنه وردّ هذه الفتيا. وهذا نظير ما حكاه ابن حزم، وقد ذكر القاضي عياض بعد ان ردّ هذه الحكايه عن بعض فقهاء العراق والخلاف الذي أشار إليه ابن حزم بما نقله من الاجماع عن غير واحد، وحمل الحكايه على أن اولئك لم يكونوا ممن شهر بالعلم، أو لم يكونوا ممن يوثق بفتواه لميل الهوىٰ به، أو أنّ الفتيا كانت في كلمه اختلف في كونها سبّا أو كانت فيمن تاب۔ [انتھیٰ]

پہلی فصل اس بات کے بیان میں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشنام دہندہ کو قتل کرنا واجب ہے اور یہ امر اجماعی ہے اور گفتگو دو مسئلوں میں ہے: پہلا مسئلہ اس سلسلے میں علما کی گفتگو اور اس کی دلیل کے تذکرے میں اور دوسرا اس بات کے بیان میں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حکم کفر کے ساتھ حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔

رہا کلام علما کو نقل کرنا تو قاضی عیاض نے فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے والے اور ان کو دشنام دینے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔ اور ابو بکر ابن منذر نے فرمایا: تمام اہل علم نے اس بات پر اجماع فرمایا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور ان لوگوں میں جنھوں نے یہ قول کیا امام مالک بن انس، لیث، احمد اور اسحاق ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، قاضی عیاض نے فرمایا: اور اسی کے مثل مسلم کے بارے میں ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ اور اوزاعی نے قول کیا اور محمد بن سحنون کا قول ہے: سارے علما کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم کو دشنام دینے والا اور ان کی شان گھٹانے والا کافر ہے اور اس کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور تمام امت کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے اور جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اور ابو سلیمان خطابی یہ کہتے ہیں: میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کے قتل کے وجوب کے بارے میں اختلاف کیا ہو جب کہ وہ مسلمان ہو، اور اسحاق ابن راہو یہ جو ایک بڑے امام ہیں فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو دشنام دے یا ایسی بات کو رد کرے جو اللہ نے اتاری یا اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو قتل کرے وہ اس سے کافر ہو جائے گا اگر چہ ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہو جو اللہ نے اتاری۔

یہ نقول ہیں جو اپنی دلیل سے موید ہیں اور دلیل اجماع ہے، اور حضور کی شان گھٹانے والے کی تکفیر کے بارے میں جس اختلاف کی طرف ابن حزم ظاہری نے اشارہ کیا اس کا اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ یہ ایسی بات ہے جو کسی عالم سے معروف نہیں اور جس نے صحابہ کی سیرت کا استقرا کیا ہے اس کے نزدیک صحابہ کا اس بات پر اجماع محقق ہے، اس لیے کہ ان سے مختلف قضایا میں جو مستفیض اور مشہور ہیں، یہ بات منقول ہے اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا پھر امام تقی الدین سبکی نے چند

فیصلے ذکر کیے جن میں سے بطور نمونہ کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ابو داؤد اور نسائی نے ابو برزہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا، تو وہ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص پر سخت غضبناک ہوئے تو میں نے عرض کی کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن ماروں؟ ابو برزہ کہتے ہیں کہ میری یہ بات ان کا غضب لے گئی تو وہ اٹھ کر گھر میں چلے گئے، پھر مجھے بلا بھیجا اور کہا: تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن ماردوں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر میں تم کو حکم دیتا تو تم ایسا کر گزرتے؟ میں نے کہا جی ہاں، فرمایا: نہیں، خدا کی قسم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد یہ کسی کا مرتبہ نہیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حق ہے کہ جس پر وہ غضب فرمائیں اس کے قتل کا حکم دیں، حضور کے سوا دوسرے انسانوں کے برخلاف اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کو دشنام دینا حضور کے غضب کا موجب ہے۔

سیف وغیرہ نے روایت کیا کہ مہاجر ابن ابی امیہ جب یمامہ یا اس کے اطراف کے امیر تھے ان کے دربار میں دو عورتیں پیش کی گئیں، ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لے کر کچھ گایا، تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس کے دانت نکال لیے اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو گائی تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس کے دانت نکال لیے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لکھ بھیجا: مجھے اس معاملے کی خبر پہنچی جو تم نے اس عورت کے ساتھ کیا جس نے نبی کا نام لے کر گانا گایا، اگر تم نے اس کے معاملے میں مجھ پر سبقت نہ کی ہوتی تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا، اس لیے کہ انبیا کی گستاخی کی حد دیگر حدوں کے مشابہ نہیں ہے، تو جو مسلمان ایسا کرے وہ مرتد ہے اور اگر کافر معاہد ہو تو وہ کافر حربی بد عہد ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے دربار میں ایک شخص لایا گیا جس نے نبی کو دشنام دی، تو آپ نے اس کو قتل کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی ایک کو دشنام دے تو اس کو قتل کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: جو کوئی مسلم اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی کو دشنام دے تو اس نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور یہ ارتداد ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے توبہ لی جائے تو اگر رجوع کرلے تو خیر ورنہ قتل کیا جائے گا اور معاہدہ کرنے والا جو کافر عناد کرے تو اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی ایک کو دشنام دے یا اس کا اعلان کرے تو اس نے عہد توڑ دیا، لہٰذا اس کو قتل کرو۔

ابن قاسم نے امام مالک سے کتاب ابن سحنون اور مبسوط اور عتبیہ میں روایت کی اور اس کو مطرف نے امام مالک سے کتاب ابن حبیب میں بیان کیا: جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو دشنام دے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہوگا اور ابن قاسم نے عتبیہ میں یوں کہا: یا حضور کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے یا حضور کی تنقیص کرے تو ایسا شخص قتل کیا جائے گا اور اس کا حکم امت کے نزدیک قتل ہے جیسے زندیق کا یہی حکم ہے اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے قتل کیا جائے یا زندہ سولی پر چڑھایا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہو اور امام کو اختیار ہے کہ اس کو زندہ سولی پر چڑھائے یا اسے قتل کرے اور ابو مصعب اور ابن ابی اویس کی روایت سے یہ ہے کہ ہم نے سنا امام مالک کو فرماتے تھے: جو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہے یا دشنام دے یا عیب لگائے یا ان کی شان گھٹائے قتل کیا جائے مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی اور محمد بن سحنون کی کتاب میں ہے: ہمیں امام مالک کے اصحاب نے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا نبیوں میں سے کسی نبی کو دشنام دے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہو، اور اصبغ نے فرمایا: وہ فی

الحال قتل کیا جائے گا خواہ وہ اس بات کو خفیہ رکھے یا اس کو ظاہر کرے اور اس سے توبہ نہیں لی جائے گی، اس لیے کہ اس کی توبہ معروف نہیں، عبد اللہ بن عبد الحکم نے فرمایا: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لی جائے اور طبری نے اس کے مثل اشہب سے روایت کیا وہ روایت کرتے ہیں مالک سے۔

قاضی عیاض نے فرمایا: علما کا اس بات پر اجماع ہے جو کسی نبی کی ہلاکت کی دعا کرے یا اس کی طرف کسی نازیبا بات کی نسبت کرے وہ بے مطالبۂ توبہ قتل کیا جائے، عبد اللہ کی روایت میں امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے قتل کیا جائے گا اور یہ اس لیے کہ جب اس نے گالی دی تو وہ اسلام سے پھر گیا، اور مسلمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام نہیں دیتا اور حنبل کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جس نے نبی کو گالی دی یا ان کی تنقیص کی مسلمان ہو یا کافر، تو اس کی سزا قتل ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ وہ قتل کیا جائے اور اسے توبہ کا مطالبہ نہ ہو، اور ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا: کہ جو نبی کو دشنام دے خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے گا اور امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا جس نے نبی کو گالی دی اس سے توبہ لی جائے گی؟ فرمایا: وہ قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی، خالد بن ولید نے ایک شخص کو قتل کیا جس نے نبی کو دشنام دی تھی اور اس سے توبہ نہ لی اور یوں ہی امام احمد بن حنبل کے اصحاب نے فرمایا: جو اللہ کو دشنام دے وہ کافر ہو جائے گا عام ازیں کہ ہنسی میں ایسی بات کہے یا سنجیدگی میں اس آیت کی وجہ سے جس سے امام شافعی نے استدلال کیا۔

اور حنبلی عالم ابو یعلی نے فرمایا: جس نے اللہ یا اس کے رسول کو دشنام دی تو وہ کافر ہو جائے گا خواہ اس کو حلال نہ جانے اب اگر یہ اقرار کرے کہ میں نے اس امر کو حلال نہ جانا اس کا یہ اقرار ظاہر حکم میں قبول نہ کیا جائے گا اس بارے میں سارے ائمہ سے ایک ہی روایت ہے اور وہ مرتد ہو جائے گا، نیز فرمایا: اور وہ قاتل اس حکم میں شرابی اور چور کے مثل نہیں ہے جب کہ ان جرموں کا مرتکب یہ کہے کہ میں اس جرم کو حلال نہیں جانتا اس لیے کہ اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لیے کہ اس شخص کی ان اشیا کے معاملے میں اعتقاد حرمت کے باوجود ایک غرض ہے اور وہ لذت ہے، نیز فرمایا: اور جب ہم نے اس کے کافر ہونے کا حکم کیا تو یہ حکم ہم نے ظاہر کے اعتبار سے لگایا، رہا باطن میں تو اگر وہ اپنے قول میں سچا ہے تو وہ مسلمان ہے جیسے کہ زندیق کے معاملے میں یہی حکم ہے۔

اور ابو یعلی نے کہا کہ بعض فقہا سے یہ منقول ہے: اگر وہ حلال جانتا ہے تو کافر ہے اور اگر وہ حلال نہیں جانتا تو فاسق ہے اور کافر نہیں جیسے کہ صحابہ کو دشنام دینے والا اور یہ اس قول کی نظیر ہے جو حکایت کی جاتی ہے کہ اہل عراق میں سے بعض فقہا نے ہارون رشید کو اس شخص کے بارے میں جس نے نبی کو دشنام دی یہ فتویٰ دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو برا جانا اور اس فتوے کو رد فرمایا اور یہ اس کی نظیر ہے جو ابن حزم نے حکایت کیا اور قاضی عیاض نے بعض فقہائے عراق کی طرف منسوب اس حکایت کو اور اس خلاف کو جس کی طرف ابن حزم نے اشارہ کیا اس اجماع کی وجہ سے جسے انہوں نے بہت سے ائمہ سے نقل کیا رد کرنے کے بعد فرمایا، اور حکایت کو اس پر محمول کیا کہ وہ فقہا ایسے نہ تھے جو وصف علم کے ساتھ مشہور ہوں، یا ایسے نہ تھے کہ ان کے فتویٰ پر اعتماد کیا جائے بوجہ ہوائے نفس ان کے انحراف کی وجہ سے یا یہ کہ فتویٰ ایسے لفظ کے بارے میں تھا کہ جس کے دشنام ہونے کے بارے میں اختلاف ہو یا اس کے بارے میں تھا جس نے توبہ کر لی۔

ناظرین دیکھیں ہم نے خود مضمون نگار کی مستند "سیف مسلول" کی بہت ساری عبارتیں یہاں پیش کیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دینے والا، ان کی شان گھٹانے والا، انہیں ایذا دینے والا کافر بقیہ ص ۱۴۱ پر

از: مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی *

# متجددِ رواں صدی ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700/ تصانیف کی حقیقت

اگر دنیا میں انصاف زندہ ہے تو ہمیں یہ لکھنے میں کوئی باک نہیں کہ ڈاکٹر طاہر القادری اپنی تمام تر علمی اور معنوی خوبیوں کے باوجود نہایت شاطر دماغ، استحصال مزاج اور علمی طور پر دیانتوں کا خون کرنے والا شخص ہے۔ یہ محض ایک دعوی نہیں، اس کے پیچھے درج ذیل دلائل کے انبار بھی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے ادارہ منہاج القرآن کا علمی، تحقیقی اور تصنیفی شعبہ ہے "فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" جس کی بنیاد 7 / دسمبر 1987 میں رکھی گئی۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ شعبہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے والد سے منسوب ہے۔ اس شعبے کے مقاصد اور ذیلی شعبہ جات کیا کچھ ہیں، ادارہ کے ویکی پیڈیا پیج پر یوں پیش کیے گئے ہیں:

(1) شعبہ تحقیق و تدوین (2) ریسرچ ریویو کمیٹی (3) مرکزی لائبریری (4) شعبہ ترجمہ (5) شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی (6) شعبہ کمپوزنگ (7) شعبہ نقل نویسی (8) شعبہ خطاطی (9) شعبہ مسودات و مقالہ جات (10) شعبہ ادبیات (11) دار الافتا (12) شعبہ تحقیقی تربیت

فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے وقت اس کے درج ذیل مقاصد متعین کیے گئے:

اسلام کے حقیقی پیغام کی تبلیغ و اشاعت۔ تحریک منہاج القرآن کی فکر کی ترویج۔ نئی نسل کو بے یقینی، اخلاقی زوال اور غیر مسلم اقوام کی ذہنی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اسلامی تعلیمات کی جدید ضروریات کے مطابق اشاعت۔ مذہبی اذہان کو علم کے میدان میں ہونے والی جدید تحقیقات سے روشناس کرانا۔ راہ حق سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو اپنا صحیح ملی تشخص باور کرانا۔ مسلم امہ کو درپیش مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا۔ نوجوان نسل کو دین کی طرف راغب کرنا۔ تحریک منہاج القرآن سے وابستہ افراد کی علمی وفکری تربیت کا نظام وضع کرنا اور تربیتی نصاب مدون کرنا۔ "تحریک منہاج القرآن سے وابستہ تمام اہل قلم کو مجتمع کرنا اور ان کی صلاحیتوں کو تحریک کے پلیٹ فارم پر جہاد بالقلم کے لیے بروئے کار لانا"۔ ملکی و بین الاقوامی سطح پر تمام اہل قلم تک تحریک کی دعوت بذریعہ قلم پہنچانا اور انہیں مصطفوی مشن کے اس پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔ تحریک کی دعوت بذریعہ قلم پھیلانے کے لیے اس کے اساسی وفکری موضوعات پر مضامین اور تحقیقی مقالات تیار کرنا اور انہیں ذرائع ابلاغ تک پہنچانا۔ تحریک کی دعوت بذریعہ قلم پھیلانے کے لیے علمی اور فکری موضوعات پر کتب تصنیف کرنا اور تحقیقی ضروریات پورا کرنا۔ "قائد تحریک کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی و روحانی موضوعات پر فکر انگیز ایمان افروز خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کروانا"۔ ریسرچ اسکالرز سے اہم موضوعات پر تحقیقی مواد تیار کروانا اور اسے شائع کروانا۔ جدید اسلوب تحقیق اور عصری تقاضوں کے مطابق اسلامی ورثہ کو نسل نو کی طرف منتقل کرنا۔

(ویکی پیڈیا پیج: فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ)

ہم اس میں کوئی شک نہیں کرتے کہ ان مقاصد میں سے ہر مقصد میں خلوص رہا ہوگا لیکن اس عبارت کا پہلا جملہ ہی بتا رہا ہے، یہ مقاصد متعین تھے، پورے نہیں ہوئے، بارہ شعبہ جات نے مل کر اوپر ڈبل قوسین کے درمیان ذکر کردہ دو مقاصد کی تکمیل پر زور رکھا اور تحریک سے جڑے تمام سادہ لوح اور جذباتی لوگوں کی صلاحیتوں کو نچوڑ کر قائد تحریک ڈاکٹر طاہر القادری کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی و

روحانی موضوعات پر دیے گئے خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کرنے پر محنت کی اور آج ڈاکٹر صاحب کی کئی سو کتابیں اسی استحصال کا نتیجہ ہیں۔

قارئین! یقین کریں! ڈاکٹر صاحب کی تصانیف کا بنیادی راز یہی ہے۔ ان کی تصانیف نما ضخامتوں کے پیچھے بارہ تنخواہ یافتہ شعبہ جات کام کر رہے ہیں اور سچ یہ ہے کہ ان مطبوعہ کتابوں کے ٹائٹل پر "شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری" کا سنہرا نام ضرور رہتا ہے لیکن دراصل آں جناب کا اپنی ایسی تصانیف میں کوئی خاطر خواہ کردار نہیں ہوتا۔ یقین نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب کی طرف سے فراہم کردہ معلومات کے مطابق دیکھیے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف کے پیچھے کن بے چارے اور مظلوم کرائے داروں کی محنتیں کام کر رہی ہیں۔

وکی پیڈیا کے مطابق فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے الگ الگ شعبہ جات میں صرف اہم ذمہ داروں کے طور پر اب تک جو لوگ کام کر چکے ہیں، ان کی اجمالی فہرست یہ ہے:

(1) لیکچرر محمد صدیق قمر، (2) علامہ ظہور الٰہی، (3) علامہ محمد امین مدنی (4) پروفیسر مستنیر علوی (5) ڈاکٹر علی اکبر ازہری (6) رانا جاوید مجید قادری، (7) پروفیسر محمد اشرف چودھری، (8) پروفیسر محمد رفیق نقشبندی، (9) ڈاکٹر نعیم انور نعمانی، (10) ریاض حسین چودھری، (11) ناصر اقبال ایڈووکیٹ، (12) شیخ عبدالعزیز دباغ، (13) قمر الزمان شیخ، (14) ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، (15) ڈاکٹر کرامت اللہ، (16) محمد فاروق رانا، (17) پروفیسر نصر اللہ معینی، (18) ضیاء اللہ نیر، (19) پروفیسر محمد الیاس قادری، (20) ڈاکٹر محمد نواز ازہری، (21) ڈاکٹر محمد ارشد نقشبندی، (22) علامہ محمد الیاس اعظمی، (23) علامہ محمد رمضان قادری، (24) محمد علی قادری، (25) محمد تاج الدین کالامی، (26) محمد افضل قادری، (27) عبدالجبار قمر، (28) علامہ سہیل احمد صدیقی، (29) ابو اویس محمد اکرم قادری، (30) محمد حنیف، (31) حافظ فرحان ثنائی، (32) حافظ ظہیر احمد اسنادی، (33) اجمل علی مجددی (34) حسنین عباس (35) ڈاکٹر محمد ظہور اللہ ازہری، (36) سید قمر الاسلام ضیغم، (37) ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، (38) حافظ محمد ضیاء الحق رازی (39) حافظ مزمل حسین بغدادی، (40) پروفیسر محمد نواز ظفر، (41) مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، (42) ممتاز الحسن باروی، (43) شبیر احمد جامی، (44) ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، (45) پروفیسر افتخار احمد شیخ، (46) پروفیسر محمد رفیق، (47) عاصم نوید، (48) یونس علی بٹر (49) جاوید اقبال طاہری، (50) امانت علی چودھری، (51) ڈاکٹر زاہد اقبال، (52) تحسین خالد، (53) فاروق ارشاد، (54) محمد یامین، (55) عبدالخالق بلتستانی، (56) حامد سمیع، (57) محمد نواز قادری، (58) کاشف علی سعید، (59) سلیم حسن، (60) غلام نبی قادری، (61) حافظ محمد طاہر علوی، (62) مقصود احمد ڈوگر، (63) محمد افتخار، (64) ظہیر احمد سیال، (65) علامہ حافظ حکیم محمد یونس مجددی، (66) محترم محمد اخلاق چشتی، (67) محمد یوسف نظامی، (68) سلام شاد، (69) شاہد محمود، (70) علامہ حافظ سراج سعیدی، (71) فریدہ سجاد، (72) مصباح کبیر، (37) نازیہ عبدالستار، (74) رافعہ علی، (75) آسیہ سیف قادری، (76) کوثر رشید، (77) جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کی منتہی کلاسوں کے طلبا۔

اس فہرست میں شیخ الاسلام کی تقریروں سے کتاب بنانے والے نقل نویس، کتاب کو تحقیقی رنگ دینے والے محققین، تحقیق میں تخریج کا رنگ بھرنے والے ریسرچ اسکالرز، کتاب کو ادبی رنگ دینے والے ارباب ادب، کتابوں کی کمپوزنگ کرنے والے ٹائپسٹ اور کتابوں کو دوسری زبانوں میں ڈھالنے والے مترجمین سب شامل ہیں یعنی یہ پوری ٹیم ہے، 1987 سے 2018 تک کی تیس سال سالہ مدت ہے اور نتیجتاً شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے نام سے چھپی ہوئی سیکڑوں کتابیں ہیں۔

آدمی کتنا بھی جھوٹا ہو، کبھی نہ کبھی کسی بہانے سچ زبان پر آ ہی جاتا ہے، منہاج القرآن کے تیار کردہ اس وکی پیڈیا پیج پر بھی

اس طرح کئی جگہ خواہی نخواہی سچ کی آمیزش ہو ہی گئی ہے، جس کے زیر وبم سے یہ اعتراف ہوتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف میں مندرجہ بالا لوگوں کی محنتیں شامل ہیں۔ اب ذرا سچائی کو دبے لفظوں میں محسوس کیجیے ایک جگہ لکھا ہے: تینوں حضرات خصوصاً ریاض حسین چودھری نے سیرۃ الرسول کے تاریخی پراجیکٹ پر حضرت شیخ الاسلام کی نگرانی میں نہایت جاں فشانی سے کام کیا۔ (ایضا)

ایک جگہ ''شعبہ تحقیق وتدوین'' کے تعارف میں لکھا ہے:

اس شعبہ میں زیادہ تر منہاج یونیورسٹی لاہور کے کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک اسٹڈیز (COSIS) کے فضلا علوم اسلامیہ میں تخصص کی بنا پر کل وقتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(ایضا)

ایک جگہ یوں حقیقت نوک قلم پر آ گئی ہے:

منہاج یونیورسٹی کے فارغ التحصیل منہاجینز نے قائد تحریک کا دست و بازو بنتے ہوئے اس شعبہ میں شبانہ روز محنت کی۔ آج شعبہ تحقیق وتدوین کا خواتین وحضرات پر مشتمل مستعد ریسرچ اسٹاف حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا عظیم انقلابی پیغام اعلی معیاری مطبوعات اور انٹرنیٹ کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے شب و روز پوری دل جمعی اور تن دہی سے مصروف عمل ہے۔ FMRi کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب میں تحقیق وتخریج کا معیار ملک بھر کے کسی بھی اشاعتی ادارے کے مقابلے میں معیاری، وقیع اور محققہ ہوتا ہے۔ اس شعبہ کی اعلی کارکردگی کی بدولت تحریک منہاج القرآن کی علمی خدمات کو ملک کے علمی حلقوں میں انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ (ایضا)

بلکہ حال یہ ہے کہ مردوں کے شانہ بشانہ شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے لیے خدمت دین کے پاکیزہ جذبات کے ساتھ پردہ نشین عورتیں بھی اپنی صلاحیتوں کے مطابق یہ کام کرتی ہیں، دیکھیے:

منہاج یونیورسٹی لاہور کے کالج برائے خواتین کی فاضلات اور دیگر محققات بھی دینی جذبے اور پوری لگن سے اس شعبے میں شب و روز مصروف عمل ہیں۔ اس حوالے سے فریدہ سجاد، مصباح کبیر اور نازیہ عبدالستار و دیگر فاضلات خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ جب کہ رافعہ علی، آسیہ سیف قادری اور کوثر رشید بھی اس ٹیم کا حصہ رہی ہیں۔ خواتین اسکالرز کی کاوشوں سے حضرت شیخ الاسلام کی زیر نگرانی چند کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

اسی پر بس نہیں بلکہ شیخ الاسلام کا استحصالی ذہن چوں کہ ایڈوانس کام کرتا ہے اس لیے تنخواہ یافتہ ملازمین کے علاوہ مذہب و مذہبیات کی راگ الاپنے والے شیخ الاسلام فاصلاتی طور پر بھی بڑے طبقے سے یہ کام لیتے ہیں اور نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے لوگ شیخ الاسلام کی تصانیف بڑھانے میں ان کی علمی ہوتی ہے:

اس شعبہ میں مستقل بنیادوں پر کام کرنے والے محققین کے علاوہ فاصلاتی اسکالرز کو بھی welcome کیا جاتا ہے۔ وہ افراد جو اپنی مصروفیات کے باعث باقاعدگی سے انسٹی ٹیوٹ میں نہیں آسکتے وہ بھی اپنی تحقیقی خدمات کے ذریعے اس عظیم کام میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ملک پاکستان سے باہر قیام پذیر افراد بھی اعزازی طور پر تحقیقی خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ نیز منہاج یونیورسٹی کے کالج آف شریعہ کے اساتذہ کرام بھی اس شعبہ کے مختلف تحقیقی امور میں خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں، جن میں پروفیسر محمد نواز ظفر، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد الیاس اعظمی، ممتاز الحسن باروی، شبیر احمد جامی و دیگر شامل ہیں۔'' (ایضا)

ان تمام سچی باتوں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ شیخ الاسلام کی تصانیف میں 70 سے زیادہ آن ریکارڈ نام زد اسٹاف کے علاوہ ان کے مختلف اداروں کے ذمہ داران، دنیا بھر کے جذبہ دین رکھنے والے محققین و مترجمین اور حضرات و خواتین کی یکساں محنتیں شامل ہیں لیکن دنیا میں ان تمام لوگوں کی محنتیں جن کے نام کی ڈکار بنتی ہیں وہ ہیں مجدد رواں صدی، سفیر امن، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو علمی سنجیدگی کا رونا روتے ہوئے

بھی تمام تر علمی دیانتوں کو بالائے طاق رکھ کر مصنف اعظم بنے بیٹھے ہیں اور دنیا کا معیار دیکھیے کہ دنیا انھیں مصنف مان بھی رہی ہے۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کی دنیا بھلے انھیں مصنف اور ان کی کتابوں کو تصنیف سمجھے، کل کا مؤرخ انھیں ضرور علمی خائن اور صدی کا سب سے بڑا سرقہ باز لکھنے پر مجبور ہوگا۔

اب ذرا یہ بھی دیکھیے دنیا بھر کے دوروں پر رہنے والے شیخ الاسلام کے پیچھے بے چارے زر خرید کس طرح دن رات خون پسینہ ایک کرتے ہیں۔ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا ایک شعبہ ہے ـــ"ریسرچ ریویو کمیٹی ـــ"۔اس کا تعارف دیکھیے اور سر دھنیے کہ ہم شیخ الاسلام کو جس وقت دہلی، حیدر آباد اور بمبئی میں لائیو سن رہے ہوتے ہیں، ٹھیک اسی وقت شیخ الاسلام لاہور کے ایک گوشے میں ایک ساتھ کئی کتابیں تصنیف کر رہے ہوتے ہیں:

ان مما لک میں دعوتی و تنظیمی امور کی نگرانی کے لیے حضرت شیخ الاسلام وقتاً فوقتاً دورہ جات کرتے ہیں۔ نیز مختلف مما لک میں حکومتی و ذیلی سطحوں پر منعقد ہونے والی کانفرنسز اور سیمینارز میں بھی شرکت کرتے ہیں۔

لہٰذا حضرت شیخ الاسلام کی پاکستان میں عدم موجودگی کے دوران میں تحقیقی امور کی نگرانی کے لیے 2006ء میں ریسرچ ریویو کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔اس کمیٹی کے سربراہ ناظم اعلی تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر رحیق احمد عباسی ہیں، جب کہ دیگر اراکین یہ ہیں :(1) ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، (2) ڈاکٹر علی اکبر الازہری، (3) پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، (4) ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری، (5) محمد افضل قادری، (6) محمد فاروق رانا، (7) فیض اللہ بغدادی۔

ریسرچ ریویو کمیٹی کے ذمہ تمام اسکالرز سے ریسرچ پر اجیکٹس کی رپورٹس لینا، انہیں ہدایات دینا اور ان کا فالواپ کرنا ہوتا ہے۔ کمیٹی کی پندرہ روزہ میٹنگ منعقد ہوتی ہے، جس میں پراجیکٹس پر ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بعد ازاں کمیٹی کی سفارشات حضرت شیخ الاسلام کو بذریعہ ای میل ارسال کی جاتی ہیں جو ان کی توثیق کے بعد لاگو کر دی جاتی ہیں"۔ (ایضا)

شیخ الاسلام کی کرامت کہیے کہ ان کی تقریریں چند دنوں بعد تحریر بن جاتی ہیں، یہ کرامت جس مصدر سے صادر ہوتی ہے، اس کی شکل لاہور میں ـــ"مرکزی لائبریری ـــ" کی ہے۔ لائبریری کا تعارف پڑھیے:

لائبریری کے وسیع وعریض ہال، جہاں تشنگان علم کے لیے حضرت شیخ الاسلام کے لیکچرز، سیمینارز، اور دیگر پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں"۔ (ایضا)

ہم پہلے "فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ـــ" کے مقاصد میں پڑھ چکے ہیں:ـــ"قائد تحریک کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی وروحانی موضوعات پر فکر انگیز ایمان افروز خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کروانا"۔

ان دونوں کو ملائیے تو نتیجہ سامنے ہے: شیخ الاسلام کے ہزاروں خطبات امت کی ضرورت نہیں، بارہا تھوپے ہوئے بھی ہیں تاکہ جہاں خطبات کی تعداد میں قابل قدر اضافہ ہو، وہیں دھڑلے سے تصانیف بھی بڑھتی چلی جائیں۔ آخر شعبہ خطاطی اور کمپوزنگ میں بھی تو پیسے خرچ ہوتے ہیں۔

اور اب اس میں کوئی شبہ نہ رہ جائے کہ شیخ الاسلام کی تصانیف دراصل ان کی تقریریں ہیں اور تقریریں بھی ایسی جو انھیں ایک مخصوص شعبہ تیار کر کے دیتا ہے، "شعبہ نقل نویسی" کے نام سے تابوت کی یہ آخری کیل دیکھیے:

"حضرت شیخ الاسلام کے کم و بیش پانچ ہزار خطابات اور لیکچرز اسلام کے ہر موضوع جیسے قرآن و حدیث، سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقہ و اصول فقہ، روحانیات، تصوف، عقائد، اخلاقیات، فلسفہ، فکریات، الٰہیات، سیاست (قومی و بین الاقوامی)، عمرانیات، معاشیات، ثقافت، میڈیکل سائنسز، حیاتیات، فلکیات، امبریالوجی اور پیراسائیکالوجی وغیرہ پر موجود ہیں، جو کہ ملک پاکستان اور بیرونی دنیا میں وقتاً فوقتاً دیے جاتے

ہیں۔ یہ لیکچرز دنیا بھر میں منہاج القرآن کی لائبریریوں میں سمعی و بصری شکل میں موجود ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کے ناقل علامہ حافظ حکیم محمد یونس مجددی کی سربراہی میں شعبہ نقل نویسی اس علمی ذخیرے کو تحریری قالب میں ڈھالنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ فوری حوالہ کے لیے لیکچرز کے اہم نکات و اقتباسات اخذ کیے جاتے ہیں۔ یہ شعبہ لیکچرز کو ترتیب و تدوین کے لیے تیار کرتا ہے، بعد ازاں شعبہ تحقیق و تدوین اپنے موضوعات کی تیاری میں ان نقل شدہ خطابات کو استعمال میں لاتا ہے''۔ (ایضا)

امید ہے اگر کوئی انصاف پسند منہاجی اس شعبے کا یہ تعارف پڑھے گا اور اس کا دماغ اس کا ساتھ دے رہا ہوگا تو وہ ضرور اس فیصلے پر مجبور ہوگا کہ شیخ الاسلام کے ٹائٹل سے شائع ہونے والی کتابیں در اصل ان کے خطابات کی تحریری شکل ہیں جن کو کتابی اور پھر ادبی رنگ دینے کے لیے لاہور میں ایک زر خرید شعبہ رات دن اپنی صلاحیتیں کھپا رہا ہے۔

اب ذرا ایک اور مبارک شعبہ کا تعارف دیکھیے جس کا نام ہے ''شعبہ ادبیات''۔

''یہ شعبہ انسٹی ٹیوٹ میں ہونے والے تحقیقی کام کی ادبی حوالے سے نوک پلک درست کرتا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب کی عبارت آرائی اور لغوی درستگی اسی شعبہ کی ذمہ داری ہے۔ شعبہ ادبیات میں نامور نعت گو شاعر ریاض حسین چودھری کی ریٹائرمنٹ کے بعد معروف نعت گو شاعر و ادیب ضیاء اللہ نیر بطور انچارج شعبہ ذمے داری سرانجام دے رہے ہیں، جب کہ محمد وسیم انجمی بھی اس شعبے میں اپنے جوہر دکھا رہے ہیں''۔ (ایضا)

کتنا دل پذیر لفظ ہے ''ادبی حوالے سے نوک پلک درست کرنا'' یعنی حال یہ ہے کہ شیخ الاسلام کی کتابوں میں کوئی رنگ چھوٹنا نہیں چاہیے، اپنے قاری کی نظر میں شیخ الاسلام جتنے بڑے محقق ہوں، اتنے ہی بڑے ادیب بھی ہوں، بھلے اس کے لیے مستقل ڈیپارٹمنٹ قائم کرنا پڑے۔

قارئین! اگر ایمانی رمق ہے تو دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں جو شخص اس قدر صلاحیتوں کا استحصال کرتا ہوا اور آج سے نہیں بلکہ پچھلے تیس سالوں سے، اگر وہ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں بھی مارکیٹ میں لادے تو کیا کوئی کمال کی بات ہے؟

ایمان کی تو یہ ہے کہ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لیے جتنی بڑی ٹیم کام کر رہی ہے، اس تعداد کے تناظر میں دیکھا جائے تو ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کی تعداد ہنوز بہت کم ہے کیوں کہ جس ویکی پیڈیا پیج کی ہم بات کر رہے ہیں، اس کے مطابق شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد تین سو چالیس ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ تعداد دم بہ دم بڑھ رہی ہے لیکن بڑھتے ہوئے بھی سن 2018 کے اختتام تک ایک ہزار تک نہیں پہنچ سکی۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے یہ صلاحیتوں کے استحصال کی بے برکتی ہی کہی جائے گی کہ اتنی بڑی ٹیم کی محنت پر دن دہاڑے اپنا نام چسپاں کرنے والے شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد تیس سالوں میں بھی سیکڑوں میں محدود ہیں۔ دیکھیے شیخ الاسلام کی اس چوری اور سینہ زوری کو کتنے خوب صورت لہجے میں پیش کیا گیا ہے:

بحمد اللہ تعالیٰ تمام شعبہ جات کے باہمی اشتراک اور تعاون سے اس وقت تک FMRi کے زیر اہتمام قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی مختلف موضوعات پر تین سو چالیس کتب تحقیق و تدوین کے مراحل سے گزر کر اردو، عربی اور انگریزی زبان میں منظر عام پر آچکی ہیں، جب کہ اردو کتب کے عربی، انگریزی و دیگر زبانوں میں تراجم کا کام بھی اس کے ساتھ ساتھ جاری ہے۔ علاوہ ازیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تحریکی نیٹ ورک سے وابستہ کارکنان اپنی مقامی زبانوں میں بھی یہ کتب شائع کرانے میں مصروف ہیں۔ (ایضا)

اس موقع پر اس انسٹی ٹیوٹ کی ایک کرامت یہ بھی دیکھیے کہ جو انسٹی ٹیوٹ اپنے دعوے کے مطابق محققین کی تربیت کر رہا ہے، آج تک ان تربیت یافتہ محققین کی اپنی تصانیف کیوں نہیں نظر آتیں؟ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ان کی تمام تر تربیتیں اور تحقیقات ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کے لیے ہیں اور انھی کے گرد گھوم رہی ہیں ورنہ اب تک ایسے تربیت یافتہ محققین کو

عالمی محققین میں شمار ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا کیسے ہو وہ بے چارے تو تیلی کے بیل کی طرح اپنی تمام علمی تحقیقات بلکہ صلاحیتیں بھی شیخ الاسلام کے ہاتھوں بیچ چکے ہیں۔

عجیب بات دیکھیے کہ فہرست میں درج چند لوگوں کی ان کے اپنے نام سے چھپی جو دو چند کتابیں ہیں بھی وہ شیخ الاسلام کی مدح سرائی میں قلابے ملانے والی ہیں یا پھر بالکل عام نوعیت کی جن کی کوئی علمی یا تحقیقی حیثیت نہ تسلیم کی جا سکے۔

پاکیزہ چوری کے چند اور رخ:

(ب) 70 سے زیادہ باصلاحیت افراد کی محنتیں 30 سال سے اپنے نام کر کے اپنی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے علاوہ ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کا ایک اور سارقانہ رخ بھی ہے اور وہ ہے بے جا طوالت۔ ہوتا یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں تکرار، غیر ضروری مباحث اور کاپی پیسٹ خوب ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک کتاب کو دوسری کتاب میں ضم کرنے کا کاروبار بھی یہاں دھڑلے سے ہوتا ہے جیسے بدعت پر ایک مستقل رسالہ موجود ہے، لیکن شیخ الاسلام کی کئی تصانیف میں ٹھیک بدعت کے وہی مباحث جوں کے توں کاپی پیسٹ ہوتے ہیں اور وہ بھی وہاں جہاں اتنی زیادہ بدعت کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی تصدیق ہر وہ شخص کرے گا جس نے ڈاکٹر صاحب کی کتابوں کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔

(ج) ڈاکٹر طاہر القادری کے نام سے منسوب خاصی کتابیں ایسی ہیں جو عربی کتابوں کا ترجمہ ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ وغیرہ کو کا کچھ بھی ذکر کیے بنا اردو میں انھیں دھڑلے سے اپنی تصنیف بنا کر پیش کیا ہے۔

محترم ارسلان اسمی اپنے فیس بک پیج کے ذریعہ ایسی تصانیف کی نقاب کشائی کرتے رہتے ہیں، اس دعوے کی دلیل کے لیے ان کا پیج وزٹ کرنا چاہیے۔

(د) طاہری تصانیف میں بے جا ضخامت وہ نمایاں پہلو ہے جس کا منہاج القرآن کی مطبوعات کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص کھلے دل سے اعتراف کرے گا۔ سب جانتے ہیں کہ بڑے حوالے کے بعد چھوٹی کتابوں کے حوالے کی ضرورت نہیں رہ جاتی لیکن ڈاکٹر طاہر القادری کی کتابوں میں کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے مکتبہ شاملہ میں نظر آنے والے بیشتر حوالوں کا زبردستی انبار لگا دیا جاتا ہے مثال کے طور پر "المنہاج السوی" سمیت منہاج القرآن سے شائع شدہ دیگر کتب حدیث دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں کئی بار صفحات کے صفحات صرف حوالوں کی نذر ہو جاتے ہیں اور اس طرح صفحات کی تعداد اور کتاب کی ضخامت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(ھ) تضادات کی کثرت بھی ڈاکٹر طاہر القادری کی کتابوں کا ایسا پہلو ہے جسے دور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اور یہ بیماری ہر اس شخص کے بیانات یا تصانیف میں پائی جاتی ہے جس کے اندر سچائی کا عنصر کم ہو اور اسے اتفاق کہا جائے کہ ڈاکٹر صاحب کے اندر یہ عنصر کم ہے۔

اسی طرح تقریر و تحریر میں تضاد بھی ڈاکٹر صاحب کا وہ عیب ہے جسے ایک اندھا بھی پکڑ سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے ایسا اس لیے ہو کہ بارہا ڈاکٹر صاحب کو خود نہیں معلوم ہوتا وہ اپنی کتاب میں کیا لکھ چکے ہیں کیوں کہ دراصل کتاب کسی اور نے لکھی ہوتی ہے۔

الغرض! ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی تصانیف میں جہاں کھلے عام سرقہ ہے، وہیں بے جا طوالت، تکرار مباحث، زبردستی کتابوں کی ضخامت بڑھانے کی کوشش اور علمی تضادات وغیرہ جیسے دیگر علمی سقم بھی ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ ایسا شخص علمی طور پر خائن ہے جو کھلے بندوں دیانتوں کا خون کر رہا ہے اور پچھلے 30 سالوں سے غریب باصلاحیت افراد کی غربتوں کا چند ٹکوں کے بدلے استحصال کر رہا ہے۔ اگر ایسا شخص بھی مجدد اور شیخ الاسلام ہو سکتا ہے تو اس کا سیدھا سا مطلب ہے قیامت بالکل قریب ہو چکی ہے اور مذہبی فہم اتنا کم زور ہو چکا ہے کہ مذہب کے نام پر کسی کو بھی گم راہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خیر فرمائے آمین۔

◆◆◆

انیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

# ملفوظات تاج الشریعہ

**صوفیائے** کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشدو ہدایت کی روشنی حاصل کر سکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے، راقم اس کی سترہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

**عرض... ۶:** حضور لائف انشورنس جو ہوتی ہے (بیمہ پالیسی) اس کے لئے کیا حکم ہے؟

**ارشاد...:** لائف انشورنس کا حکم یہ ہے کہ جو کمپنی غیر مسلموں کے قبضے میں ہے کُل کی کُل اس میں کوئی مسلمان کسی طور پر شریک نہیں ہے اس میں بیمہ کرانا جائز ہے مسلمان کو اس لئے کہ جو زیادتی ملتی ہے گورنمنٹ کی طرف سے یا اس کمپنی کی طرف سے وہ، وہ مال ہے جو کافر سے مسلمان کو محض اس کی رضا سے اِس کی طرف سے بدعہدی کے بغیر ملتا ہے اور ایسا مال جس میں مسلمان کی طرف سے کوئی بدعہدی نہ ہو اور خالص اُس کی رضا سے ملے تو وہ مسلمان کے لئے خالص مباح ہے۔

**عرض... ۷:** زید کے پاس ایک زمین تھی اس نے اس کو بیچا جس میں اس کو پانچ لاکھ روپے ملے اسی رقم کو اس نے فکس ڈپوزٹ میں رکھا اور فکس ڈپوزٹ میں رکھے ہوئے ابھی صرف چار ماہ ہوئے ہیں کیا زید کو زکاۃ ادا کرنا ہوگی؟

**ارشاد...:** سال گزر جانے کے بعد اس پر زکاۃ ہوگی، سال بہ سال اس پر زکاۃ واجب ہوتی رہے گی اور اس کی ادائیگی اس صورت میں ہوگی جب کہ اس کو بقدر نصاب یا نصاب کا ایک بٹا پانچ (1/5) قبضے میں اس کے آجائے اب جتنی سال کی اسکے اوپر زکاۃ واجب ہوئی وہ ادا کرے اب اگر

بقیہ ص ۷؍ پر

از: محبوب گوہر

# بارہویں کے نور سے روشن ہوئی کُل کائنات

شمعِ حق سے کوہِ فاراں ماہتابی ہوگیا
شہرِ مکہ کا ہر اک خطۂ گلابی ہوگیا

آسماں کا چاند بھی اترا لئے کشکول ہے
گھر پہ بی بی آمنہ کے نور کا ماحول ہے

گونج گونج اُٹھی تھی ان نغموں سے مکے کی فضا
آرہی تھی خطے خطے سے صدائے مرحبا

مرحبا کس شان سے آتے ہیں محبوبِ خدا
قدسیوں کے لب پہ ہے نعتِ رسولِ مجتبیٰ

وجد میں تھے وادئ ام القریٰ کے آبشار
پڑ رہی تھی رحمتوں کی ہلکی ہلکی سی پُھوار

آمدِ خیرالبشر کا کتنا گہرا ہے اثر
کفر کا نکلا جنازہ شر کی ٹوٹی ہے کمر

ان کی آمد سے جہاں میں آیا خوشحالی کا دَور
ختم ہوکر رہ گیا دنیا سے بدحالی کا دَور

مفلسوں پر رحم کھانے والے آقا آگئے
دستگیری کے لئے ماویٰ و ملجا آگئے

کفروظلمت کی دکاں میں بند تالا ہوگیا
آمدِ سرکار سے ہر سو اجالا ہوگیا

عدل کے میزان کا پلڑا ہے بھاری ہوگیا
خائنوں کے عدلیہ میں خوف طاری ہوگیا

مصطفیٰ آئے تو ویرانے کو آبادی ملی
بارہویں تاریخ میں دنیا کو آزادی ملی

مٹ گئے دنیا سے یکسر شرکیہ رسم و رواج
یوں دیا محبوبِ رب نے حق پرستی کا مزاج

بارہویں کی صبح بھی کتنی نرالی صبح ہے
بلکہ یہ کہئے کہ یہ سب سے اجالی صبح ہے

جب عرب میں ہوگیا انصاف کا سورج طلوع
تب ہوا جاکر رواداری کا عہدِ نو شروع

آسماں پر روشنی ہی روشنی ہے ہر طرف
اور زمیں پہ جشنِ میلاد النبی ہے ہر طرف

رسمِ بد کی لعنتوں سے پایا چھٹکارا سماج
سرورِ دیں نے سروں پر رکھ دیا عظمت کا تاج

آسماں سے ہورہا ہے ابرِ رحمت کا نزول
کھل اٹھے ہیں کشتِ ویراں پر خوشی کے تازہ پھول

جرم کے عادی بھی تائب ہوگئے تخریب سے
ہوگئی انسانیت آراستہ تہذیب سے

ہر طرف صلّ علی کا شور برپا ہوگیا
حسنِ عالم اُن کی آمد سے دوبالا ہوگیا

سیرت و اخلاقِ پیغمبر کا ہے یہ فیضِ عام
آج بھی انسانیت کا ہے جو باقی احترام

خیرمقدم کے لئے اترے مکینانِ فلک
شادماں آئے نظر سب حور وغلمان و ملک

کم نہ ہوگی عظمتِ دینِ محمد کی چمک
مذہب اسلام تابندہ رہے گا حشر تک

آگئی ہیں مریم و حوا بھی استقبال کو
پیش کرنے اپنی نذریں آمنہ کے لال کو

ان کے صدقے آج یومِ بارہویں ممتاز ہے
بلکہ یہ تاریخ کا اک نقطۂ آغاز ہے

گھر پہ عبدالمطّلِب کے ہے فرشتوں کا ہجوم
جا بجا ہے سیّدِ کونین کی آمد کی دھوم

بارہویں کے نور سے روشن ہوئی کُل کائنات
ہیں کشادہ اُس کے دم سے ہی صداقت کی جہات

ہر ورق نکھرا کتابِ زیست کے مضمون کا
بن گیا جنت نشاں گھر آمنہ خاتون کا

سرورِ کون و مکاں کی ذات پر لاکھوں سلام
بھیج گوہر فخرِ موجودات پر لاکھوں سلام

मसलके आला हज़रत का नक़ीब व पासबान
माहनामा सुन्नी दुनिया बरेली शरीफ

# में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

## Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | کوارٹر پیج Quarter Page | ہاف پیج Half Page | فل پیج Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 8000/- | 10000/- | 15000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 6000/- | 8000/- | 12000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 4000/- | 6000/- | 10000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 20000/- | 25000/- | 35000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 15000/- | 20000/- | 30000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 10000/- | 15000/- | 25000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 30000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 20000/- | 35000/- | 50000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 15000/- | 25000/- | 40000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Back Title Page | 50000/- | 70000/- | 100000/- | بیک ٹائٹل پیج | ۱ |
| 2 | Back Side of Front Title Page | 35000/- | 60000/- | 80000/- | فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۲ |
| 3 | Back Side of Back Title Page | 25000/- | 40000/- | 60000/- | بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ | ۳ |

## Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

| S. No. | Adv. Space | Quarter Page | Half Page | Full Page | اشتہار کی جگہ | نمبر شمار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1 | Monthly | 1500/- | 3000/- | 5000/- | ماہانہ | ۱ |
| 2 | Quarterly | 4000/- | 8000/- | 12000/- | سہ ماہی | ۲ |
| 3 | Half Yearly | 7000/- | 12000/- | 16000/- | ششماہی | ۳ |
| 4 | Yearly | 10000/- | 16000/- | 20000/- | سالانہ | ۴ |

**नोटः-**

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

OCTOBER - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

# MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

